بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندۂ مومن کا ہاتھ

یا

تاریخ آل انڈیا مومن کانفرنس

سوانح عمری

غریبوں کا رہنما

اور

محسن

علی حسین عاصم بہاری

از

پروفیسر احمد سجّاد

زیر اہتمام :۔ ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز ڈویژن

مرکز ادب وسائنس (رجسٹرڈ ٹرسٹ)، رانچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

ناشر :۔ ریسرچ اینڈ پبلیکیشن ڈویژن، مرکز ادب وسائنس (رجسٹرڈ ٹرسٹ)، رانچی

اشاعت اول :۔ ۲۰۱۱ء

تعداد :۔ ۱۰۰۰

کمپوزنگ :۔ عبداللہ

صفحات :۔ ۷۵۰

قیمت :۔ ۷۰۰روپے

Title:	**BANDA-E-MOMIN KA HATH**
Author:	Prof. **AHMAD SAJJAD**
Year of Publishing:	**2011**
Price:	**Rs/- 700/-**
Publisher:	**Reaserch and Publications Division Markaz -e- Adab-o-Science,Ranchi**

ملنے کے پتے :

۱۔ تاج بک ڈپو، مین روڈ، رانچی

۲۔ مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، اوکھلا، دہلی

۳۔ عدنان اسد سالٹ لیک سیٹی، کولکتہ

۴۔ ریسرچ اینڈ پبلیکیشن، ڈویژن، مرکز ادب وسائنس
۲ر ک/۳۔ بریاتو ہاؤسنگ کالونی، رانچی ۸۳۴۰۰۹

فون :۔ **0651-2540534-2543838**

(۱) ''اس کتاب کی اشاعت میں بہار اردو اکادمی کا جزوی مالی تعاون شامل ہے۔''

(۲) ''کتاب میں شائع مواد سے بہار اردو اکادمی کا متفق ہونا ضروری نہیں۔''

(۳) ''کسی بھی قابلِ اعتراض مواد کی اشاعت کے لئے خود مرتب/ مصنف ذمہ دار ہے۔''

گمنام سپاہی

﴿عاصم بہاری﴾

معرکے سر کیے
نام کو جن کے شہرت ملی اور غازی بنے
وہ بہادر سپاہی تھے
مگر سب سے زیادہ بہادر سپاہی تھے وہ مردِ میداں
جو آگے بڑھے اور یلغار کی اور مارے گئے
جن کی تشہیر کا کوئی ساماں نہیں
نام جن کا کوئی جانتا بھی نہیں

(والٹ وِھٹ مین)

مترجم: ڈاکٹر عبدالرؤف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تاریخ کسی قوم یا ملک کے چند بادشاہوں کے معرکوں یا بعض ارباب اقتدار اور روساء و نوابوں کی سرمستیوں کا نام نہیں بلکہ ماہرین عمرانیات کے خیال میں تاریخ کسی قوم کا حافظہ ہے اور یہ "حافظہ" عوام و خواص، غرباء و امراء، علماء و صلحاء، عقلاء و شہداء اور مجتہدین و مصلحین سب کی اجتماعی کاوشوں سے تشکیل پاتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے فن تاریخ نویسی میں جو عظیم الشان کارنامے یادگار چھوڑے ہیں انہیں علمی دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ لیکن گزشتہ چند صدیوں میں مسلمانوں کے زوال، مغربی تہذیب و سیاست کے عروج، مستشرقین کی فتنہ سامانی اور برطانوی سیاست کی ریشہ دوانی نے ہندوستان میں اس قوم مسلم کو خانوں اور ٹکڑوں میں بانٹ دیا اور اس کی تاریخ کو بھی مسخ کر دیا، جو آدم وحوا سے نسل انسانی کے آغاز پر ایمان اور "کل مومن اخوۃ" اور "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" پر یقین رکھنے والی ہے۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب اس برصغیر میں آئے تو یہاں کے سیاسی و سماجی انتشار اور برہمنی استحصال و بربریت کو توحید اور وحدت آدم کی بنیاد پر سیاسی استحکام، سماجی انصاف اور انسانی بھائی چارہ کی ایک حد تک خوشگوار فضا میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مگر صدیوں عروج کے بعد مسلمان جب زوال کا شکار ہوئے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کی اقتصادی لوٹ کھسوٹ اور برطانوی حکومت کی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی نے ملک کی فرقہ وارانہ اور ذات پات کی تقسیم در تقسیم کے عمل کو تیز تر کر دیا۔ اور مسلمان بھی تفریق بین المسلمین کے فتنے میں پڑ گئے۔

مگر اسلامی تاریخ کا ایک امتیاز یہ بھی رہا ہے کہ بہت طویل عرصہ تک اس قوم کو کسی کے لئے مسلسل گمراہ کئے رہنا ممکن نہیں ہے، ہر دور یا کم از کم ہر صدی میں ایسے مجددین و مصلحین اٹھتے رہے ہیں جنہوں نے مسلم معاشرہ کے بڑھتے ہوئے انحراف کو ہر صورت روکنے کی کوشش کی ہے اور وقت آنے پر جان و مال اور سردھڑ کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کیا ہے ایسے ہی مخلص مصلحین امت میں ایک اہم نام مولانا علی حسین عاصم بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو آل انڈیا مومن کانفرنس کے بانی اور اس تحریک کے روح رواں بھی تھے۔انہوں نے اس برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی بنیادوں پر اتحاد و بھائی چارہ کے قیام، ذات پات کی لعنت کے خلاف جہاد، جدو جہد آزادی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور پسماندہ مسلم برادریوں بالخصوص بنکروں کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف کر کے جو تاریخی کارنامہ انجام دیا اس کی کچھ تفصیل اس تصنیف میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس آل انڈیا تحریک مومن کانفرنس کے قیام سے پہلے عاصم بہاریؒ دس بارہ برسوں تک قائدین تحریک آزادی بالخصوص مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مہاتما گاندھی کی صحبت اور قدرِ افزائی نیز حالات کے زیر اثر چھوٹی بڑی مختلف طرح کی اجتماعی کاوشوں میں لگے رہے۔بالآخر ایثار پیشہ اور تربیت یافتہ افراد کی ایک ٹیم تیار کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے جس کے تعاون سے پہلے بہار شریف اور پھر صوبۂ بہار کو منظم کیا۔ان کی انتھک محنت، بے مثال قربانیوں اور تحریکی تجربات کی کامیابیوں ہی کے نتیجے میں آگے چل کر آل انڈیا مومن کانفرنس کی تشکیل عمل میں آئی۔ انہوں نے ایک طرف تو سیاسی سطح پر مہاتما گاندھی کی "ہریجن تحریک" سے بھی پہلے خاص کر مسلمانوں کی پسماندہ برادریوں کو ہمہ گیر قسم کی احساس کمتری کی دلدل سے نکالنے کی سخت محنت کی اور جسے وہ عمر بھر دینی و اخلاقی، علمی و صنعتی نیز سیاسی و سماجی سطحوں پر مسلسل آگے بڑھاتے رہے۔جدو جہد آزادی میں اس تحریک کے مثبت رول کا اعتراف مشہور یورپی مورخ ولفرڈ کینٹ ول اسمتھ (WILFRED CANTWELL SMITH) نے بعض اسلام دشمن خیالات کے باوجود اپنی تازہ تصنیف "موڈرن اسلام ان انڈیا" (MODERN ISLAM IN INDIA)[1] میں ان الفاظ میں کیا ہے:

---

[1] شائع کردہ "اوشا پبلیکیشنس، نئی دہلی" اشاعت ثانی۔1979۔ص:275

" THE BASIC IDEA (OF MOMIN ANSAR PARTY OR ALL INDIA MOMIN CONFERENCE) HAS BEEN TO RAISE THIS COMMUNITY ECONOMICALLY AND CULTURALLY, AND TO PROTECT IT.... THE PARTY HAS BEEN OPPOSED TO THE LEAGUE, TO MR. JINNAH AND TO PAKISTAN."

ترجمہ:۔ ”اس (مومن انصار پارٹی یا آل انڈیا مومن کانفرنس) کا بنیادی تصور قوم کے معاشی اور ثقافتی تحفظ وارتقاء کا رہا ہے...... یہ پارٹی (مسلم) لیگ، مسٹر جناح اور پاکستان کی مخالف رہی ہے۔“

”بندۂ مومن کا ہاتھ“ دراصل اسی مرد جلیل مولانا علی حسین عاصم بہاری کی سرگزشت حیات ہے جس میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی تحریک اور تاریخ کی پوری تفصیل اس کے بنیادی ماخذ کی روشنی میں قلمبند کردی گئی ہے۔ توقع ہے کہ آج کے ایک حد تک بدلے ہوئے سیاسی و سماجی تناظر میں بھی اس مرد مومن کی سوانح عمری ملک وملت کے لئے بہرحال مفید ثابت ہوگی۔

اس تصنیف میں ملک وملت کے ماضی قریب کی تاریخ کا چونکہ ایک اہم اور اچھوتا گوشہ منظر عام پر لایا جارہا ہے جس کے لئے بیس برسوں کی مسلسل تحقیق وتلاش کے بعد خوش قسمتی سے بہت سا قیمتی مواد بھی فراہم ہوگیا ہے اس لئے مناسب یہ سمجھا گیا کہ اس تصنیف کو ایک ہی جلد میں جامع انداز میں شائع کیا جائے۔ مگر اس کتاب کے کسی قاری کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا فطری ہے کہ بظاہر ایک گمنام فرد اور اس کی یک گونا محدود تحریک کی اس قدر مبسوط تاریخ قلم بند کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر یہ عرض کرنا بے موقع نہ ہوگا کہ عوامی حافظہ بڑا کمزور ہوتا ہے اس لئے علمی وتاریخی فریضہ ہے کہ اہل علم[1] اور واقف

---

[1] مثلاً بدرالدین طیب جی، مولانا مظہر الحق، مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں، علی امام، پروفیسر عبد الباری، خواجہ عبدالمجید، راجہ صاحب محمود آباد، مجیب الرحمٰن، مولانا محمود الحسن، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا حسین احمد مدنی، تصدق احمد شیروانی، رفیع احمد قدوائی، ڈاکٹر سید محمود وغیرہ

کار ایسے افراد اور اجتماعی[1] کاوشوں کے احسانات کو زندہ رکھیں جنہوں نے انسانیت اور ملک وملت کی کچھ بھی بے لوث خدمت کی ہو۔ بالخصوص ایسے ماحول میں جب اچھے خاصے اکابرین ملک وملت کے ناموں کو کھرچ کھرچ کے اجتماعی حافظے سے مٹانے کی منظم کوشش جاری ہو۔ ورنہ پروفیسر مشیر الحسن وغیرہ جیسے مستند مورخین اس امر کے شاکی نہ ہوتے کہ آزاد سیکولر جمہوری ہندوستان میں مسلم مجاہدین آزادی کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ بالخصوص اس تناظر میں جب پنڈت جواہر لعل نہرو جیسے مورخ و دانشور اور مجاہد آزادی نے بھی اس طرح اظہار دردمندی کیا:

> "ایک طبقہ کی صورت میں قوم پرست مسلمانوں کا کمزور پڑ جانا اور پھر غائب ہو جانا ایک دکھ بھری داستان ہے"[2]

مولانا مظہر الحق، مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ مشرقی کی مثالیں واضح ہیں۔ مولانا مظہر الحق کے قومی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مہاتما گاندھی نے جو وجہ بتائی ہے اس کی صداقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔"

> "سیاسی رہنما ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے غیر اخلاقی وطیرہ اپناتے ہیں یا تنگ نظری اور فرقہ وارانہ انداز فکر کو وسیع وطنی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔"

اس پس منظر میں مولانا علی حسین عاصم بہاری کی آل انڈیا مومن کانفرنس کا تحریک کے سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدانوں میں ہمہ جہتی اثرات کو تاریخ ساز کہنے میں اس لئے کوئی مبالغہ نہیں کہ انہوں نے "اتحاد خاندان" اور "میثاق" کے ذریعہ ۱۹۰۶ء ہی سے بہار شریف میں اپنے ہم خیال، احباب اور رشتہ داروں کے تعاون واشتراک سے مستقبل

---

[1] مثلاً سرائی دست کی ہوم لیگ تحریک خلافت، (محمد علی جوہر) تحریک ریشمی رومال جمعیۃ العلماء، تحریک ستیہ گرہ سبھا (گاندھی جی) سوراج پارٹی مجلس احرار اسلام، مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری خدائی خدمت گار، آل انڈیا نیشنلسٹ مسلم لیگ (ڈاکٹر مختار احمد انصاری) خاکسار تحریک (علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی)، امارت شرعیہ (ابوالمحاسن محمد سجاد) اور آزاد ہندوستان میں آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت، مسلم مجلس یوپی (ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی) مسلم لیگ، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی ہند، وغیرہ۔

[2] فاروق ارگلی، راشٹریہ سہارا مورخہ ۱۵/ مئی ۲۰۱۰ء، راچی۔

کے لئے کیڈر سازی کا آغاز کردیا تھا جس کا منشا محض انصاریوں کو بیدار و منظم کرنا نہیں تھا بلکہ دیگر پست کردہ مسلم وغیر مسلم برادریوں کے سامنے ایک نمونہ عمل پیش کر کے انہیں بھی بیدار کرنی تھی اور جس جدوجہد آزادی کی تحریک کا آغاز ہو رہا تھا اس میں ان کی حصہ داری کو متعین بھی کرنا تھا۔ پست کردہ اقوام چونکہ مختلف طرح کی گھریلو صنعتوں اور پیشوں میں صدیوں سے عالمگیر شہرت کی حامل تھیں۔ جنہیں ۱۷۵۷ء کے بعد برطانوی سامراج کے ایک نئے عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کے بعد پارچہ بافوں کو تو ایسٹ انڈیا کمپنی نے بطور خاص مشق ستم بنایا۔ انہیں تقریباً بندھوا مزدور بنا دیا گیا اور ان کے انگوٹھے تک تراشے جانے لگے۔ کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں بالخصوص بنکروں نے از بنگال تا کشمیر ہر جگہ بڑھ چڑھ کے حصہ لیا تھا کہ ان کی بیشتر آبادی سید احمد بریلوی کی وہابی تحریک سے متاثر تھی۔ جس کی شہادت سرسید احمد خاں نے اسباب بغاوت ہند میں اور دیگر مورخین نے اپنے اپنے انداز میں پیش کی ہے۔ عاصم بہاری کے دادا تو دہلی کے تعلیم یافتہ عالم دین تھے اور اس بغاوت میں ایک باغی مجاہد کی حیثیت سے شریک بھی رہے۔ مگر بغاوت کے فرو ہو جانے کے بعد انہیں بڑی مشکلوں سے چھپ چھپا کے فرار ہونا پڑا جس کے نتیجے میں وہ مالی و معاشی بحران کا بری طرح شکار ہوئے اور اپنے بیٹے پوتوں کی اسی وجہ سے معقول تعلیم و تربیت کا بھی انہیں موقع نصیب نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس بحرانی دور میں بہت سے پارچہ باف کاریگروں نے بیڑی سازی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ چنانچہ مومن تحریک کے آغاز ہی سے عاصم بہاری نے اپنے زمانے کی پست کردہ اقوام، آج کی اصطلاح میں دلتوں کو (ڈاکٹر امبیڈکر اور مہاتما گاندھی کی ہریجن اور دلت تحریک سے برسہا برس قبل) بیدار و منظم کرنا شروع کردیا تھا۔ اتنا ہی نہیں، بنکروں (بشمول مسلم پارچہ باف اور غیر مسلم تانتی جاتی کے لوگ) کے پیشہ کے احیا اور اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑوں کے استعمال کا مزاج بھی بنایا۔ اس وقت تک صنعت پارچہ بافی میں جو انتظامی اور تکنیکی ترقی ہو چکی تھی، ان کے حصول پر بھی لوگوں کو آمادہ کیا۔ ایکزبیشن اور نمائشوں کا اہتمام کیا اور کوآپریٹیو سوسائٹیوں کی داغ بیل ڈالی۔ اور مختلف شہروں میں ہینڈلوم کپڑوں کی دوکانیں (اسٹور) کھلوائیں جسے مہاتما گاندھی نے آگے چل کر دیسی کپڑے (کھدر) کرگھہ اور

چرخہ کی تحریک کو تحریک آزادی کا جز بنا دیا۔ دستکاروں کا چونکہ سواد اعظم صنعت پارچہ بافی سے وابستہ تھا اس لئے گاندھی جی اور کانگریس نے اس کی اہمیت کے پیش نظر کانگریسی پرچم میں چرخے کے نشان کا اضافہ کر دیا۔ عاصم بہاری نے اس ملک گیر سماجی و معاشی اور تعلیمی تحریک کو نظری و عملی دونوں طرح سے فروغ دینے کے لئے اکابرین ملک و ملت سے مالی تعاون حاصل کرنے میں بھی کبھی کوئی جھجھک محسوس نہیں کی۔ البتہ دور اول میں گاندھی جی نے کلکتہ (تانتی بگان) کے جلسہ کے بعد ایک لاکھ روپے کی خطیر مگر مشروط رقم کی پیش کش کی تو اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود اسے تنظیمی غیرت کے خلاف محسوس کرتے ہوئے صاف انکار کر دیا۔ اسی طرح انٹرم گورنمنٹ کی تشکیل کے وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے جب عہدۂ وزارت کے لئے مومن تحریک کو کانگریس میں ضم کرنے کی شرط رکھی تو اسے بھی رد کر دیا گیا۔

عاصم بہاری کی دوراندیشی اور سیاسی بصیرت کا اس وقت اور بھی قائل ہونا پڑتا ہے جب فرقہ وارانہ بنیادوں پر ہندوستانی سیاست قدم بقدم آگے بڑھ رہی تھی ویسے بیسویں صدی کی تیسری دہائی تک لیگ اور کانگریس کے باہمی تعلقات میں زیادہ کشیدگی نہیں آئی تھی۔

> ''ڈاکٹر مختار احمد انصاری کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ ملک کی آزادی کے لئے قومی یکجہتی سب سے بڑی طاقت ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ اور کانگریس کو ایک ساتھ مل کر آزادی کی لڑائی کے لئے تیار کیا۔ ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ معاہدے میں سب سے اہم کردار ڈاکٹر صاحب ہی نے ادا کیا تھا ...... ۱۹۱۸ء میں دہلی میں منعقد مسلم لیگ کے گیارہویں اجلاس میں ڈاکٹر انصاری کو صدر مجلس استقبالیہ بنایا گیا''[۲]

اور بہار کے گاندھی مولانا مظہر الحق تو ۱۹۲۵ء تک بیک وقت ایک سرگرم لیگی اور مخلص و دیانتدار کانگریسی[۳] دونوں تھے۔ ''مگر پنڈت موتی لعل نہرو رپورٹ کے مسلم مخالف

---

[۱] ۱۹۱۷ء کے ہوم رول کا بہار پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ مقامی کانگریسی کارکن درگا پرساد نے گیا شہر میں ہوم رول کا ترنگا جھنڈا اپنا کے لہرا دیا۔ یہی بعد کو کانگریس کا پرچم تسلیم کر لیا گیا۔

[۲] فاروق ارگلی۔ راشٹریہ سہارا مورخہ ۱۵/مئی ۲۰۱۰ء

[۳] فاروق ارگلی، راشٹریہ سہارا، مورخہ ۱۸/اپریل ۱۰ء

نکات کی وجہ سے اس وقت تمام اہم مسلم رہنماؤں نے اس کی مخالفت میں کانگریس سے دوری اختیار کرلی اور یہ دوری بتدریج بڑھتی ہی چلی گئی۔ البتہ انفرادی طور پر خان عبد الغفار خاں ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا ابو الکلام آزاد وغیرہ اور اجتماعی طور پر جمعیۃ العلماء اور آل انڈیا مومن تحریک نے حسن ظن سے کام لیتے ہوئے تمام نشیب وفراز کے باوجود کانگریسی جدوجہد آزادی کا آخر وقت تک ساتھ دیا۔ جس کا اعتراف تمام مورخین نے کیا ہے۔ اس تحریک کو عاصم بہاری نے علمی وتعلیمی تحریک کی حیثیت سے بھی پیش کیا چنانچہ دور اول میں ابتدائی تعلیمی اداروں، لائبریریوں اور کتب خانوں کا ایک نٹ ورک قائم کیا۔ بالخصوص پریس اور صحافت کی قوت سے وہ خوب واقف تھے اس لئے دیواری 'المومن' سے الاکرام اور مومن گزٹ تک کے اجرا نے ملک گیرپیا نے پراخبار ورسائل اور مختلف طرح کی علمی وادبی تحریروں کی اشاعت کا سلسلہ قائم کردیا۔ اس تحریک نے متعدد ادبا وشعراء اور صحافیوں کو بھی اردو دنیا میں متعارف کرایا بالخصوص مائل خیر آبادی، امام الدین رام نگری، ڈاکٹر نشاط انصاری برق بلسوی وغیرہ۔

تحریک کے لئے اپنے خلوص ایثار نفسی، انتھک محنت اور منکسر المزاجی کے لئے موصوف تحریک میں ایک آئیڈیل کردار کے حامل تھے۔ مالی تنگی کے باوجود اپنی جان ومال کو پوری تحریک پر اس طرح نچھاور کردیا کہ اپنے بال بچوں سے بھی بے نیاز ہوگئے، چنانچہ آج تک ان کا آبائی گھر سو سال پہلے جس طرح مٹی کا تھا آج بھی اسی خستہ حالی میں کھڑا ہے۔ چھوٹے صاحبزادے ہمایوں عاصم نے کسی طرح میٹرک پاس کر کے ریلوے بکنگ کلرک کی جگہ حاصل کی بڑے بیٹے ہارون عاصم میٹرک میں مسلسل ناکام ہو کر تھک گئے اور عمر بھر مالی مشکلات ومصائب کا شکار آج کسمپرسی کے عالم میں بستر مرگ پر دن بسر کررہے[1] ہیں عاصم بہاری آخری عمر میں دمے کے موذی مرض میں مبتلا رہے الہ آباد کے قدردانوں نے مشکل کشائی کی اور وہیں مدفون ہوئے[2]۔

اس بے مثال قربانی سے ان کا اوران کے گھر والوں کا تو کوئی بھلا نہ ہوسکا مگر ان کے خون جگر سے ملک وملت کی جدوجہد آزادی کو خاصی کمک پہنچی، پسماندہ برادریوں کو بڑی تقویت

---

[1] موصوف ۷/ اگست ۲۰۱۰ء کو انتقال کر گئے [2] تاریخ وفات ۶/ دسمبر ۱۹۵۳ء

نصیب ہوئی اور مومن تحریک کے جمہوری وسیاسی شعور میں خاصی بالیدگی پیدا ہوئی۔

وہ اپنی ذہانت، سیاسی وسماجی بصیرت، حاضر جوابی اور قوت مزاح کی وجہ سے ملک بھر کے منفرد مقرر اور خطیب مانے گئے۔ صحافت میں بھی ان کی دور بینی اور دروں بینی نے ان کے اسلوب بیان میں جادوئی تاثیر بھر دی تھی، چنانچہ تمام تر معذوریوں اور پریشانیوں کے باوجود عمر بھر لکھنے پڑھنے کا شغل جاری رکھا۔

مومن تحریک آج جس انتشار اور پراگندگی کا شکار ہے اس سے نکلنے کی راہ سوائے "عاصمی روایت" کی احیا کے کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب مخلصین کے لئے شمع راہ بن سکتی ہے۔

❀❀❀

تعارف

انیسویں صدی میں مسلمانوں کے فکری جمود، اخلاقی زوال اور مغربی استیلاء و اقتدار نے انہیں ہمہ گیر انتشار میں مبتلا کردیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاشی استحصال اور ہندوستانی حکمرانوں کے باہمی نفاق نے ۱۸۵۷ء میں صدیوں کے لئے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ جس معاشی خوشحالی اور صنعت پارچہ بافی کی دھوم سارے جہاں میں مچی ہوئی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے اس کا خاتمہ ہوگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ظلم اور لوٹ کھسوٹ جب حد سے تجاوز کرنے لگی تو مرشد آباد کے ایک بنکر نے یہ پیش کش کی کہ مالکان کمپنی ہم سے منہ مانگی قیمت پر کمپنی فروخت کردیں اور ہمارا ملک چھوڑ دیں۔ ظاہر ہے کہ اجتماعی خرابیاں بعض انفرادی خوبیوں سے دور نہیں ہوتیں۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے غلط نہیں کہا تھا کہ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

مسلسل حادثوں نے مسلمانانِ ہند کو بیدار کرنے کے بجائے انہیں اور خواب غفلت میں مبتلا کردیا۔ جاگیرداروں اور زمینداروں کا کاہل انگار طبقہ اپنے حلوے مانڈے کی خاطر اقتدار سے ہر زمانے میں نہ صرف یہ کہ سمجھوتہ کرتا رہا بلکہ اس کا آلہ کار بنتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ہندوستان کی سماجی زندگی کے تارو پود بکھر گئے۔ ملک کے مخصوص عوامل نے توحید اور اخوتِ اسلامی کے علمبرداروں میں بھی امیر، غریب، بڑے چھوٹے اور ذات پات کی لعنت پیدا کردی۔ اس صورت حال میں اصلاح کے لئے ایک طرف راجہ رام موہن رائے نے

ہندوؤں میں اور حضرت سید احمد بریلویؒ نے مسلمانوں میں بڑی اہم تحریکیں چلائیں ان کے اثرات بھی مرتب ہوئے ۔ مگر ہندوستانی سماج ہمہ گیر انقلابی تبدیلیوں کے بغیر محض جزوی اصلاحات سے بدلنے والا نہ تھا۔

انگریزی سیاست وتہذیب کے غلبہ نے یہاں کی سماجی خرابیوں میں اصلاح حال کے بجائے کئی نئی گرہیں ڈالدیں جن کے ردعمل میں غلامی سے نجات پانے کے لئے جدوجہد آزادی کا آغاز ہوا معا بعد ملک کے جملہ قبائل اور اقوام میں طرح طرح کی سیاسی ، مذہبی اور اصلاحی تحریکوں کا آغاز ہوگیا۔

مہاتما گاندھی نے بجا طور پر یہ محسوس کیا کہ آزادی کی جدوجہد اور اس کی نعمت اس وقت تک بے معنی رہے گی جب تک کہ کروڑوں اچھوتوں کو ان کے انسانی حقوق واپس نہ دیئے جائیں ۔ چنانچہ انہوں نے وقت واحد میں ایک طرف تو انگریز سامراج کو چیلنج کیا اور دوسری طرف سماجی ناانصافیوں کے خلاف بھی جنگ شروع کردی ۔ اس کے برخلاف مسلم قیادت نے مسلم لیگ ، خلافت ، کانگریس اور احرار وغیرہ کی صورتوں میں اپنا سارا وزن سیاسی جدوجہد کے پلڑے میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس تلخ حقیقت کو تقریباً نظر انداز کردیا کہ صدیوں باہمی تعلقات کے نتیجے میں خود ان کی قوم یہاں کی بہت سی مشرکانہ رسوم اور ذات پات کی لعنتوں میں گرفتار ہو چکی ہے ۔ اب ان کلمہ گویوں کے درمیان بھی غربت وامارت کی ناقابل عبور دیواریں کھڑی ہو چکی ہیں ۔ مسلم قیادت کی اس سفید پوش سیاست اور شترگربگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا سواد اعظم اپنی بنیادی کمزوریوں سے بے نیاز ہو کر جذباتی سیاست کا شکار ہوگیا۔

اس سیاسی وسماجی پس منظر میں قدرت نے مولوی علی حسین عاصم بہاری کو غریب اور پسماندہ مسلمانوں کا ایک مسیحا بنا کر اٹھایا ۔ انہوں نے واضح طور پر پیش بینی کرلی کہ برادران وطن تو آزادی کی اس جدوجہد میں اپنی ہمہ گیر بیداری کی بناء پر بہت کچھ پالیں گے ۔ مگر کل آزاد ہندوستان میں غریب مسلمانوں کا کیا بنے گا ۔ اچھوتوں کو ہریجن بنا کر ان کے غصب شدہ حقوق واپس کئے جارہے ہیں مگر غریب اور پسماندہ مسلمانوں کے پامال شدہ انسانی حقوق سے کسی کو واقعی دلچسپی نہیں ۔ جاگیردار ، زمیندار اور نام نہاد پیروں نے غریب اور ان پڑھ مسلمانوں کا رہا

سا خون چوس لیا تھا۔اس ابتر ماحول کے باوجود محض سیاسی آزادی کا کھلونا پسماندہ مسلمانوں کے لئے ہرگز کافی نہیں تھا۔

مولوی علی حسین عاصم بہاری (تاریخ پیدائش ۱۸۹۲ء ۔ ۱۳۰۹ھ) محلہ خانگنج ، بہار شریف ، ضلع نالندہ (پٹنہ) جو ایک دیندار مگر غریب اور مزدور پیشہ بنکر گھر کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ہی مجبوراً انہیں سولہ برس کی عمر میں اوشا کمپنی کلکتہ کی ملازمت ۱۹۰۶ء میں اختیار کر لینی پڑی ۔ملازمت سے جو وقت بچتا وہ مسلسل مطالعہ میں صرف کرتے ۔اس زمانے میں کلکتہ ہندوستان کا نہ صرف دارالسلطنت تھا بلکہ ہر قسم کی علمی، سیاسی اور سماجی تحریکات کا سب سے اہم ترین مرکز بھی تھا ۔چنانچہ عاصم بہاری کے قلب حساس اور ذہن رسا نے اس ماحول سے بھرپور استفادہ کیا۔مختلف قسم کی تحریکوں میں رضا کارانہ حصہ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بندگی بے چارگی والی ملازمت ان سے زیادہ دنوں تک نبھ نہ سکی بالآخر مستعفی ہو کر بیڑی سازی کے آزاد معاش میں لگ گئے ۔یہاں ہم خیال نوجوانوں کی ایک ٹیم مل گئی جن کے ساتھ سیاسی اور سماجی دلچسپیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔۱۹۱۱ء میں تاریخ المنوال (مصنف مولانا عبدالسلام مبارک پوری) کی شکل میں پارچہ باف قبیلہ انصار کی جب ایک مبسوط تاریخ منظر عام پر آگئی تو اس اہم تصنیف نے ان کی فکر کو ایک نیا موڑ دیا۔انہوں نے یہ محسوس کر لیا کہ ہندوستانی مسلمان مشرکانہ ، برہمنیت زدہ ماحول اور صدیوں غلامی کی وجہ سے اپنی حقیقی دینی بنیادوں سے دور ہو گئے ہیں۔مغربی سیاست اور جاگیردارانہ سماج نے ان کی صنعت وحرفت اور اقتصادیات کا جنازہ نکال دیا ہے۔چنانچہ غربت، جہالت اور دین سے بے خبری نے مسلم سماج کو نت نئے فساد سے بھر دیا ہے۔موصوف کے خیال میں اس بدترین صورت حال کو تبدیل کرنے کے لئے عرفی شرفاء کی سفید پوش سیاست میں شرکت ہرگز کافی نہیں بلکہ گمراہ کن ثابت ہوگی ۔چنانچہ شب و روز کے مطالعہ، علماء وقائدین کی صحبت اور عملی تجربوں کی روشنی میں انہوں نے اپنے لائحہ عمل کے لئے مندرجہ ذیل بنیادوں کو اولین اہمیت دی:۔

۱۔ قرآن وسنت کی روشنی میں دین کے حقیقی تصور کا فروغ اور اخوت اسلامی کے لئے جدوجہد۔

۲۔ تعلیم اور صنعت وحرفت کی ترقی ۳۔ معاشرتی اصلاح۔

اب وہ اس سہ نکاتی نصب العین کے لئے تن من دھن سے لگ گئے اپنے قریب ترین احباب کے ساتھ پہلے تو کلکتہ میں ایک پنج سالہ منصوبہ ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۷ء کے تحت مختلف محلوں میں مختلف قسم کی انجمنوں کے زیر اہتمام کام کا آغاز کیا۔ موصوف اکثر مولانا آزاد کی صحبت سے بھی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ آگے چل کر یہ ملاقات دوستی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وقتاً فوقتاً اپنے وطن بہار شریف آتے تو اپنے دوستوں کو متحرک کرتے رہتے۔ محلہ خانگنج، بہار شریف میں ''بزم ادب'' ۱۹۱۴ء میں تشکیل دی جس کے زیر اہتمام ایک گرانقدر لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔ کلکتہ میں ہم خیال احباب کی تربیت کے لئے ''دارالمذاکرہ'' دسمبر ۱۹۱۸ء میں قائم کیا۔ جہاں ان کی طرح دوسرے مزدور پیشہ نوجوان کام سے فراغت کے بعد شب میں کسی مقام پر قرآن وحدیث، تاریخ اسلام اور حالات حاضرہ پر گھنٹوں تقریریں اور بحث ومباحثہ کرتے۔ بسا اوقات یہ مذاکرہ رات رات بھر جاری رہتا۔ ان نشستوں میں سرسیدؒ، علامہ شبلیؒ، مولانا حالیؒ، اور مولانا آزادؒ کی تحریریں بھی زیر مطالعہ ومباحثہ رہتی تھیں۔

دو برسوں تک اس سلسلے نے جب تربیت یافتہ نوجوانوں کی ایک ٹیم فراہم کر دی تو اوائل ۱۹۲۰ء میں موصوف نے تانتی باغ کلکتہ میں جمعیۃ المومنین نام کی ایک باضابطہ تنظیم قائم کر لی جس کے ایک بڑے جلسے ۱۰ر مارچ ۱۹۲۰ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی تقریر کی۔ دوران تقریر مولانا آزاد نے مولوی علی حسین عاصم بہاری کا نام لیکر ان کی مساعی کی تحسین فرمائی اور نوجوانانِ انصار کو ان کی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی۔

بتدریج عاصم بہاری کی یہ کاوشیں ترقی کرتی ہوئی ایک تحریک کا روپ دھار رہی تھیں۔ ان کے حوصلے بڑھتے چلے گئے۔ چنانچہ تانتی باغ کے مزدور پیشہ مسلمانوں اور انصاریوں کو حالاتِ حاضرہ سے باخبر رکھنے کے لئے اپریل ۱۹۲۱ء سے ایک دیواری اخبار ''المومن'' کا سلسلہ شروع کیا جو بے حد مقبول ہوا۔ یہی دیواری المومن مولانا یحییٰ صاحب کی ہمت سے اوائل ۱۹۲۳ء سے ماہانہ رسالہ ''المومن'' کی شکل میں جاری ہوا جس نے مومن تحریک کو برسوں بڑی تقویت پہنچائی۔

موصوف نے ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ المومنین تانتی باغ کلکتہ کا ایک تاریخی جلسہ منعقد

کیا۔اس جلسہ میں انہوں نے اپنے دیرینہ تعلقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قائدین ملک و ملت کو بھی مدعو کیا۔چنانچہ مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے علاوہ کئی دیگر سربرآوردہ شخصیتوں نے بھی جلسہ سے خطاب کیا۔کانگریس پارٹی اور مہاتما گاندھی نے چونکہ گھریلو صنعت اور غریبوں کی ہمت افزائی کو اپنے نصب العین میں شامل کر رکھا تھا۔اس لئے جلسہ کے بعد صنعت پارچہ بافی کی تنظیم و ترقی کے لئے موصوف نے گاندھی جی کی خدمت میں ایک پوری اسکیم پیش کی۔وہ اپنی پارٹی کی شرائط پر ایک لاکھ کی خطیر رقم دینے کے لئے بھی تیار تھے۔مگر تحریک کے اولین مرحلہ میں اس کھلی سیاسی وابستگی و سپردگی سے خود کو آزاد رکھنے کے لئے انہیں اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کرنا پڑا۔

محدود پیمانے پر ان تحریکی کاوشوں کی کامیابی نے عاصم بہاری کے حوصلوں کو دوچند کردیا۔اور اب اسے ایک ہندوستان گیر تحریک کی شکل دینے پر غور و فکر کرنے لگے۔مگر اس سلسلے میں بتدریج اور فطری طریق کار کو اختیار کیا بنگال کے بجائے سب سے پہلے اپنے وطن صوبہ بہار کو نشانہ بنایا۔اوائل ۱۹۲۲ء میں بہار آگئے پہلے بہار شریف کے مختلف محلوں اور پھر اس صوبہ کے کئی بڑے شہروں کے مفصل دورے کئے۔ہر جگہ تحریک کے خطوط کار کو عصری مسائل کے پس منظر میں اس طرح پیش کیا کہ رفتہ رفتہ تحریک پسماندہ مسلم برادریوں میں جڑ پکڑنے لگی۔۷ار نومبر ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ المومنین بہار شریف کی تنظیم اور اس کے ایک ماہ کے بعد جمعیۃ انجمن انصاریہ پٹنہ کا قیام عمل میں آیا۔اب وہ اس تحریک کو اپنی تمام کم مائیگیوں اور مالی پریشانیوں کے باوجود ملک گیر پیمانے پر آگے بڑھانے میں دل و جان سے لگ گئے۔نوزائیدہ بچہ محمد قمرالدین بستر مرگ پر آخری سانسیں لے رہا تھا مگر سوڈیہہ کے جلسہ میں شرکت کا چونکہ وعدہ کر چکے تھے اس لئے اللہ کا نام لے کر قدرے پس و پیش کے بعد شریک جلسہ ہوئے اور ادھر بچے کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ان کی بچی بارکہ کی پیدائش کے وقت پورا گھر قرض اور فاقے پر گذر کر رہا تھا مگر غریب مسلمانوں کو بیدار اور منظم کرنے کے لئے وہ جس طوفانی دورے پر نکل چکے تھے اس سے اپنے قدم کو واپس نہیں لیا۔اس دوران پٹنہ میں آریہ سماجیوں نے مناظرہ بازی کے لئے مقامی علماء کو للکارا۔کافی و شافی جواب کسی سے بن نہیں پڑ رہا تھا۔عاصم بہاری کو خبر ہوئی تو اپنے ایک عزیز سے

سفر خرچ بطور قرض حاصل کیا اور زادراہ کے طور پر مکئی کے چینے (بھونے) تھیلے میں ڈال لئے اور پٹنہ سیٹی پہنچ گئے۔ وہاں اپنی منطقی تقریر اور مدلل مباحثے سے آریہ سماجی مناظر کو ایسا زیر کیا کہ اسے فرار کی راہ اختیار کرنی پڑی۔ بہار کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ۳۔۴ جون ۱۹۲۲ء کو بہار شریف میں جمعیۃ الانصار صوبہ بہار۔ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر دیا اور دوا دوش شروع ہو گئی۔ فراہمی فنڈ کے لئے کئی اسکیمیں بنیں مگر کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ تحریک مومن کانفرنس کی پہلی صوبائی کانفرنس کی تاریخ سر پر آپہنچی۔ پہلے ہی اعلان کیا جا چکا تھا کہ مندوبین (ڈیلیگیٹس) سے قیام وطعام کی کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ اب جبکہ مندوبین مختلف شہروں سے پہنچنے لگے اور فنڈ بھی فراہم نہ ہو سکا تو عین وقت پر عاصم بہاریؒ نے اپنی والدہ محترمہ کو اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ اپنے چھوٹے صاحبزادے (مولوی محمود احسن) کی ہونے والی شادی کے زیورات اور اجناس عاریتاً دیدیں بعد میں چندہ کر کے ذمہ داران مومن کانفرنس واپس کر دیں گے مگر ہزار سر مارنے کے باوجود ان کے چھوٹے بھائی کی شادی کے دن تک وہ کوئی رقم اور جنس اپنی والدہ کو واپس نہ کر سکے۔ آخر کار انتہائی پشیمانی اور خفت کے عالم میں شادی سے چند دن قبل عاصم بہاری خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل گئے۔ والدہ نے طلبی کا پیغام بھی بھیجا مگر انہیں شریک تقریب ہونے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان تمام پشیمانیوں کے باوجود ان کے تحریکی جنون میں کوئی کمی نہیں آئی کیونکہ بقول ان کے۔

رضائے مولا پہ ہو کے راضی میں اپنی ہستی کو کھو چکا ہوں

اب اس کی مرضی ہے اپنی مرضی جو چاہے پروردگار ہوگا

بعض مخلص اور مخیر احباب کے تعاون سے وہ کانفرنس کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور زور و شور سے دورے کرنے لگے۔ آگے چل کر اگست ۱۹۲۴ء میں منتخب اور مخلص افراد کی ٹھوس تربیت کے لئے ایک "مجلس میثاق" (یا "اتحاد خاندان") تشکیل دی۔ اس میثاق نے ۶ رجولائی ۱۹۲۵ء کو یہ طے کیا کہ تحریک کو ٹھوس بنیادوں پر آگے بڑھانے کے لئے اس کا ایک پندرہ روزہ ترجمان الاکرام کے نام سے بہار شریف سے جاری کیا جائے۔ جس کا پہلا شمارہ ۱۰ رنومبر ۱۹۲۲ء کو منظر عام پر آیا۔

صنعت پارچہ بافی کی تنظیم وترقی کے لئے بہار ویورس ایسوسی ایشن کی تنظیم قائم کی۔ بعد میں جس کی شاخیں کلکتہ اور دوسرے شہروں میں بھی قائم ہوئیں۔ عام مسلمانوں میں بیداری اور نظم واتحاد کو قائم کرنے کے لئے سید مہدی حسن ایڈوکیٹ کے تعاون سے جمعیۃ اسلامیہ نام کی ایک تنظیم بھی بہار شریف میں قائم کی۔

بہار کو منظم کرنے کے بعد ۱۹۲۷ء سے موصوف یوپی کی طرف متوجہ ہوئے۔ گورکھپور، بنارس، الہ آباد، مرادآباد، کانپور اور یوپی کے مغربی اضلاع نیز دہلی و پنجاب کے دورے کے بعد ۷۔۱۸ اپریل ۱۹۲۸ء کو کلکتہ میں پہلی آل انڈیا مومن کانفرنس کا عظیم الشان تاریخی جلسہ منعقد کیا۔ دوسرا اجلاس الہ آباد (مارچ ۱۹۲۹ء تیسرا اجلاس دہلی (اکتوبر ۱۹۳۱ء) چوتھا لاہور اور پانچواں اجلاس گیا، بہار نومبر ۱۹۳۲ء میں منعقد ہوا اس کے بعد کانپور، گورکھپور، دہلی اور پٹنہ میں بھی اس کے سالانہ اجلاس منعقد ہوئے اور تنظیم کی شاخیں بمبئی، ناگپور، حیدرآباد، مدراس یہاں تک کہ لنکا اور برما میں بھی قائم ہوئیں۔ یوں ان کی تحریک ہندوستان گیر شکل میں منظم ہوگئی۔ کانپور سے ہفتہ وار مومن گزٹ کا اجرا عمل میں آیا جس کے موصوف تاعمر مدیر اور سرپرست رہے۔

تنظیم وتحریک میں ان کی حکمت عملی یہ تھی کہ خود پیچھے رہ کر باصلاحیت اور اہل تر افراد کو تنظیم کے اعلیٰ عہدوں پر رکھتے خود کو کبھی جوائنٹ سکریٹری یا جنرل سکریٹری سے آگے نہیں بڑھایا۔ تنظیم وتحریک کا کام جب بے حد پھیل گیا اور انہیں محنت مزدوری کا بالکل موقع نہیں رہا تو نومبر ۱۹۳۰ء سے اس کی مجلس عاملہ نے ایک قلیل رقم (مبلغ پچاس روپے ماہانہ) بطور کفالت متعین کیا مگر یہ رقم بھی کبھی وقت پر اور پوری نہیں ملی۔

گیا کے اجلاس سے تحریک میں خواتین کا حلقہ بھی متحرک ہوا اور جابجا اس کی شاخیں بھی قائم ہونے لگیں۔ جس مقام پر مومن کانفرنس کی شاخ قائم کی جاتی وہاں بالعموم چھوٹے بڑے اجتماعات کے علاوہ لائبریری، تعلیمی وصنعتی اور کاروباری ادارے بھی قائم کیے جاتے۔

عاصم بہاری کے دورِ قیادت میں تحریک کی اول روز سے یہ کوشش رہی کہ انصاریوں کے علاوہ دیگر پسماندہ اور غریب مسلم برادریوں کو بھی بیدار اور منظم کیا جائے چنانچہ ہر آل انڈیا اجلاس کے موقع پر مختلف برادریوں اور اداروں کے اکابر اور عہدیداران کو بھی مدعو کیا جاتا۔

مومن گزٹ بلا امتیاز ان تمام تنظیموں کی روداد بے کم وکاست شائع کرتا۔ مومن گزٹ کی پیروی میں ملک کے مختلف شہروں سے بعض افراد اور مقامی تنظیموں کے زیر اہتمام مختلف قسم کے اخبار و رسائل کے اجرا نے ادب وصحافت اور شاعری کو بھی خاصا فروغ دیا۔

۱۹۳۵۔۳۶ء سے ملکی سیاست نے جب نیا رخ اختیار کرنا شروع کیا تو عاصم بہاری اور آل انڈیا مومن کانفرنس پر زبردست سیاسی دباؤ کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ موصوف نے ہمیشہ اس امر کی کوشش کی کہ سیاست میں کسی ایک پارٹی کی حاشیہ برداری کے بجائے اس کی آزادانہ حیثیت کو ہر قیمت پر برقرار رکھا جائے۔ آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کے بعض ارکان مسلم لیگ اور کانگریس کی طرف انتہا پسندانہ رجحانات رکھنے کی وجہ سے اس بات کے خواہش مند تھے کہ پوری تحریک ان کے مخصوص رجحان کی حامل ہو جائے۔ مگر عاصم بہاری نے کبھی توازن بگڑنے نہیں دیا۔ انٹرم گورنمنٹ کے زمانے میں ملک کے مختلف مقامات پر مومن کانفرنس کے نامزد ارکان خاصی تعداد میں اسمبلی الیکشن میں کامیاب ہوئے تو بہتوں کو اس تنظیم کی وسعت اور قوت کار کا پہلی دفعہ اندازہ ہوا۔ یہیں سے اس تحریک کی مخالفت بھی منظم انداز میں شروع ہوگئی۔ مسلمانوں میں ذات پات کو ہوا دینے والے عرفی شرفا اور علمائے سو نے سیاسی اور مذہبی اصطلاحات میں طرح طرح کی الزام تراشیاں شروع کیں۔ فتاوے اور اشتہارات ہی نہیں ''جولاہہ نامہ'' جیسی شرانگیز مستقل تصنیف تک منظر عام پر آئی۔ کانپور میں ۱۹۳۸ء کے الیکشن کے موقع پر ایسی کشیدگی پیدا کردی گئی کہ بالآخر ایک مومن اسکاؤٹ عبداللہ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ شرانگیزوں نے قاتلانہ حملہ کرکے انہیں ہلاک کردیا انہوں نے غلط نہیں کہا تھا کہ۔

مٹے گا ہرگز نہیں تشتت کبھی جو یکل ونہار ہوگا
تمام دنیا کی آفتوں کا قبیلہ اپنا شکار ہوگا

اس ماحول میں بھی عاصم بہاری نے اپنی اعتدال پسندی اور میانہ روی پر حرف نہیں آنے دیا۔ مختلف ملکی وملی کانفرنسوں، جلسوں تقریبوں اور سیرت النبیؐ کے اجتماعات میں جد وجہد آزادی، ملکی وملی مفادات اور اخوت اسلامی کی اہمیت پر دوٹوک انداز میں دلنشیں تقریریں کرتے رہے۔ ان کے مخصوص لب ولہجہ مزاحیہ انداز بیان اور لطائف وظرائف سے ان کی تقریریں اس

قدر دلکش اور دل پذیر ہو جاتی تھیں کہ عامی ہو یا دانشور سبھی ان سے یکساں لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ برصغیر کے اس طول وعرض میں آج بھی ایسے ہزاروں افراد موجود ہیں جو ان کی اس خطابت اور جادوبیانی کے گواہ ہیں۔

غریبوں اور پسماندہ برادریوں (مسلم اور غیر مسلم) کے درمیان ان کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کا حقیقی راز یہ تھا کہ انہوں نے انتہائی خلوص اور ایثار سے کام لے کر اپنی پوری صلاحیتیں ملک وملت کی تعمیر واتحاد میں صرف کردیں۔ ملک وملت کی تاریخ میں عاصم بہاری جیسی خود ساز اور انقلابی شخصیتیں شاید انگلیوں پر بھی شمار نہیں کرائی جاسکتیں جو انتہائی مفلوک الحال خاندان اور طبقہ سے اٹھ کر اپنی علمی کم مائیگی کے باوجود نہ صرف شہر شہر بلکہ عمر بھر گاؤں گاؤں، دیہات دیہات کی خاک چھانی، مخالفوں کے طعنے سنے پورے کنبے کے مستقبل کو داؤں پر لگا دیا، فاقے سہے، دمہ اور اختلاج قلب کا کبھی سکون سے علاج کا موقع نصیب نہیں ہوا۔ دوران سفر خون تھوکتے رہے پھر بھی زبان وقلم اور قلب وروح کی ساری قوتیں ملک وملت پر قربان کر کے غربا کی ایک مضبوط آل انڈیا تنظیم کھڑی کردی۔

تقسیم ملک کے وقت کی بحرانی سیاست سے کچھ دنوں کے لئے کنارہ کش ہو گئے تو پرائے تو پرائے بعض نادان اپنوں نے بھی انہیں طعن وطنز کا نشانہ بنایا۔ سب کچھ سنتے اور سہتے رہے مگر زبان پر بھی ورد تھا کہ۔

قفس میں غفلت کے قوم میری شکستہ پر جب تلک رہے گی

نہ چین مجھ کو ملے گا ہرگز نہ دل کو میرے قرار ہوگا

بالآخر ۴۷ء کا طوفان جب سر سے کسی طرح گذر گیا تو خود ان کے وہ شاگردان جو اپنی نادانی اور بے بصیرتی یا خود غرضی کی وجہ سے ان پر زبان طعن دراز کر چکے تھے۔ موصوف کی پیش گوئیوں کو حرف بحرف صحیح ثابت ہوتے ہوئے دیکھ لیا اور پھر جب شرمسار اور معذرت خواہ ہوئے تو سب کچھ بھلا کر پھر بہار شریف اور الہ آباد سے مومن گزٹ کا دوبارہ اجراء کیا اور ملک کے بدلے ہوئے نئے سیاسی وسماجی ماحول میں مسلمانوں اور انصاریوں کو عمل واتحاد اور خدا پرستی کا روح پرور پیغام ایک بار پھر سنانا شروع کردیا۔ اب ان کے سامنے جو مشن تھا وہ یہ کہ اس پوری

مومن تحریک کو خدا پرستی کی بنیاد پر استوار کر کے اسے اس طرح آگے بڑھایا جائے کہ ذات پات اور اونچ نیچ کے بھید بھاؤ نیز احساس کمتری و برتری سے قوم مسلم کو نجات دلائی جائے کیونکہ اب جو نیا طوفان درپیش تھا اس کی زد میں "ابن فلاں اور ابن فلاں" کے سارے امتیازات ملیامیٹ ہونے والے تھے۔ پورا ملک جلد ہی کچھ نئے فتنوں اور ایک نئے علمی و صنعتی انقلاب سے دوچار ہونے والا تھا اس لئے انہوں نے دوبارہ اخوت و مساوات، تعلیم و تنظیم اور صنعت و حرفت کی ترقی کی طرف قوم کو متوجہ کیا۔ مگر مشیت ایزدی کو ان سے جتنا کام لینا تھا وہ لے چکی تھی۔ ان کی عمر اور صحت اب اس لائق نہیں رہ گئی تھی کہ اپنے اس مشن کو سابق دستور، انتھک محنت اور ملک گیر دورے کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچاتے۔ آخر عمر میں جب ان کی صحت تیزی سے گرنے لگی تو الٰہ آباد کے عقیدتمندوں اور مخلص قدردانوں نے موصوف کی بڑی خدمت کی ان کے آرام اور علاج معالجے کا پورا پورا اہتمام کیا گیا مگر ان کا وقت پورا ہو چکا تھا اس لئے ۶/دسمبر ۱۹۵۳ء (بروز اتوار، بوقت ۲ بجے شب) بمکان حاجی قمرالدین صاحب، محلہ اٹالہ الٰہ آباد میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تو ان کی یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی کہ۔

ہمارے مرنے پہ ایک عالم ہماری خوبی پہ جان دے گا
بچھے گی ماتم کی صف جہاں میں عدو تلک سوگوار ہوگا

❁ ❁ ❁

انتساب

ان مظلوموں، مقہوروں اور مفلوک الحالوں کے نام

جو اکیسویں صدی میں بھی جمہوری و انسانی حقوق

تو کیا جینے کے حق سے بھی محروم

رحمت ایزدی کو آواز دے رہے ہیں!

؎ خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

فہرست مضامین

باب اوّل

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	الف تا ح
☆	تعارف	ط تا ی
☆	شجرۂ نسب علی حسین عاصم بہاری	۱
۱	آبا و اجداد، عاصم بہاری کے پر دادا مولانا امام الدین	۱
۲	مولانا عبدالرحیم، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت	۱۔۳
۳	دادا مولانا عبدالحکیم، علمی خدمات، والد اور چچا	۳۔۵
۴	مولوی عاشق حسین، مولوی محمود احسن	۶۔۷
۵	علی حسین عاصم بہاری، تعلیم و تربیت	۸
۶	معاشی پریشانیاں، ملازمت، بیڑی ساز	۹۔۱۰
۷	کتب بینی، ابتدائی تقریریں، شادی	۱۱۔۱۲
۸	تعلیم بالغان کی مہم، عملی پروگرام ہدف ملامت	۱۳۔۱۴
۹	قاتلانہ حملہ، قاتل کے ساتھ حسن سلوک	۱۵
۱۰	آسانیاں، قیام دارالمذاکرہ، رفقائے مذاکرہ	۱۶،۱۷
۱۱	نصاب مذاکرہ، دارالمطالعہ اور جلسے	۱۸

باب دوم

۱۲	انیسویں صدی۔ایک پس منظر	۲۱
۱۳	ایسٹ انڈیا کمپنی،انگریزوں کے عزائم،جدید تصورات	۲۲
۱۴	ملک کے اولین رہنما،تعلیمی واصلاحی انجمنوں کا فروغ	۲۴
۱۵	انگریزیت کے مقاصد	۲۶
۱۶	انگریزوں کی مسلم دشمنی،جنگ آمیز سلوک	۲۷_۳۰
۱۷	مسلمانوں کا ردعمل،قانونی شکنجے،ہندوؤں میں بیداری کی لہر	۳۲_۳۴
۱۸	قدیم تہذیب کی بازیافت،برہموسماج،ہندومیلہ	۳۴_۳۵
۱۹	دیروزین،آریہ سماج،بنگلہ ادب،ایم جی۔رانا ڈے	۳۶_۳۷
۲۰	بین الاقوامی معیشت،سوامی وویکانند،گوپال کرشن گوکھلے	۳۸_۳۹
۲۱	انڈین ایسوسی ایشن،سریندرناتھ بنرجی	۴۰
۲۲	انڈین نیشنل کانگریس،سیاست اور مذہب	۴۱_۴۳
۲۳	کانگریس میں دوگروہ،جارحانہ قوم پرستی	۴۴_۴۵

باب سوم

۲۴	مسلمانوں میں بیداری،عالم اسلام،امید کی کرن	۴۷_۴۹
۲۵	اسلام سے وابستگی،جمال الدین افغانی،شیخ کا ماحول	۵۰_۵۱
۲۶	مسلم ممالک کی بیداری	۵۲
۲۷	شیخ ہندوستان میں،اسلامی تحریکیں	۵۳_۵۴
۲۸	سنوسی تحریک،پان اسلازم،ہندوستان کی مسلم تحریکیں	۵۵_۵۶
۲۹	سرسیداحمد خان	۵۷

باب چھارم

۳۰	ملک کا نیا معاشی نظام، کسانوں کی بدحالی	۵۹_۶۰
۳۱	صنعت کاروں کی تباہی، پارچہ بافوں کی بدحالی، عالمی شہرت	۶۲
۳۲	ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی	۶۲
۳۳	ہندوستانی ململ، غلاف کعبہ	۶۲_۶۳
۳۴	یورپ کی نقالی، ملک گیر پیشہ، بنکروں کی مذہب پسندی	۶۴_۶۵
۳۵	عہد مغل	۶۶
۳۶	ہندوستانی پارچہ بافی کا انگریزی دور	۶۶
۳۷	ملک کی خوشحالی، بنکروں کی معاشی تباہی	۶۷_۶۸
۳۸	بدترین استحصال، الٹی گنگا	۶۹_۷۰
۳۹	مورخین کی گواہی، بنکروں کے خلاف سماجی سازش	۷۱_۷۲
۴۰	ذلت کی انتہا مذہبی ٹھیکہ داری	۷۳

باب پنجم

۴۱	ہمہ گیر بیداری، سودیشی کا پرچار	۷۵_۷۶
۴۲	ملک گیر آندولن اور احتجاج	۷۶
۴۳	آئینی اصلاحات اور حکومت خوداختیاری	۷۷
۴۴	مسلم لیگ، کلکتہ کی اہمیت	۷۸
۴۵	عاصم بہاری اور کلکتہ بیسویں صدی کے حالات	۷۹_۸۰
۴۶	عالم اسلام کا اضطراب، مجموعی صورتحال	۸۱_۸۲
۴۷	تعمیر شخصیت، دو اہم واقعات	۸۳
۴۸	تشکیل انجمن، تاریخ السوال	۸۴

۴۹	ملک کا تحریکی خمیر، مولانا آزاد کی صحبت	۸۶
۵۰	قیام دارالمذاکرہ، اغراض ومقاصد	۸۷۔۸۸
۵۱	درسیات، دارالمذاکرہ کی مختلف نشستیں	۸۹
۵۲	تحریک الجمعیۃ المومنین، جمعیۃ کا خاکہ	۹۰۔۹۱
۵۳	مولانا آزاد، مولانا آزاد کا خطاب، جمعیۃ المومنین تاثی باغ	۹۲۔۹۳
۵۴	عہدنامہ، رضا کاروں کا دستہ	۹۴
۵۵	دیواری المومن	۹۵
۵۶	مہاتما گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر کی بہار شریف آمد	۹۵
۵۷	سوانامۂ عاصم	۹۶
۵۸	جمعیۃ کے جلسے میں رہنمایان قوم ودردمندان ملک وملت کی شرکت	۹۷
۵۹	عاصم بہاری کی خیر مقدمی تقریر	۹۷
۶۰	تقریر مولانا آزادؒ، عاصم بہاری کی خدمات کا اعتراف	۹۸
۶۱	مہاتما گاندھی کی تقریر، مولانا محمد علی جوہر کی تقریر	۹۹
۶۲	تحریک کی وسعت	۹۹
۶۳	مہاتما گاندھی کی خدمت میں سودیشی کپڑوں کی اسکیم	۱۰۰

باب ششم

۶۴	دوسری تحریکیں، اعلان آزادی	۱۰۳
۶۵	کانگریس اور خلافت، ہندوستان گیر شخصیت کی تعمیر وتشکیل	۱۰۳۔۱۰۴
۶۶	جنت مری پنہاں ہے مرے خون جگر میں	۱۰۴
۶۷	ماحول کا خمیر، بہار میں ہلچل	۱۰۵
۶۸	سعی مسلسل، آمد شیخ پورہ، سوڈیہہ میں تقریر	۱۰۵۔۱۰۶

۶۹	بہار شریف کا تفصیلی دورہ، جلسہ بائسی بہار شریف	۱۰۷
۷۰	جلسہ حیدرانی کولہ باغ، دورۂ علاقہ بارہ گانواں	۱۰۸
۷۱	بہار کے دیگر اضلاع کا دورہ، کل ہند کوشش	۱۰۸_۱۰۹
۷۲	گیا و پٹنہ، مضافات بہار شریف	۱۰۹
۷۳	زمینداروں کا ظلم، پٹنہ میں بیداری کی لہر	۱۱۰
۷۴	مخالفت، ضروری گذارش	۱۱۲_۱۱۳
۷۵	کانفرنس کی تیاری	۱۱۳
۷۶	قرض سے مندوبین کی خاطر	۱۱۴
۷۷	اجلاس اول، اجلاس دوم	۱۱۵_۱۱۶
۷۸	مجسمہ اخلاص، تنظیم دفتر	۱۱۷
۷۹	ہندوستان گیر پبلیسٹی، پریشان کن احوال	۱۱۷_۱۱۸
۸۰	مکتوب بنام مولانا محمد فرخند علی	۱۲۱
۸۱	کانفرنس کے بعد کا دورہ	۱۲۱
۸۲	جمعیۃ الانصار ڈہری	۱۲۱
۸۳	جلسہ خلافت اول	۱۲۳
۸۴	مشرقی پٹنہ میں بیداری کی لہر	۱۲۴
۸۵	صوبائی تنظیمی دورے	۱۲۶
۸۶	آمد بھاگلپور قرض کی نوبت	۱۲۶_۱۲۸
۸۷	بھاگلپور بائسی اور چوراسی کا جلسہ	۱۲۸
۸۸	نوادہ، بیگار کی لعنت، ماک سے خون	۱۲۹_۱۳۰
۸۹	ڈاکٹر مظفر حسین کی بدظنی بمخالفت	۱۳۰
۹۰	عاصم بہاری کی صلح جوئی	۱۳۱
۹۱	مخالفت کا اعتراف، اسباب مخالفت	۱۳۲_۱۳۳

۹۲	جھاجھا کا دورہ، تنظیمی مصروفیات	۱۳۴
۹۳	نوزائیدہ قمرالدین کی موت، شوق مطالعہ	۱۳۷
۹۴	دوسری سالانہ کانفرنس کیلئے بے چینی	۱۳۸

باب ہفتم

۹۵	۱۹۲۴ء کی آزمائش، خصوصی تربیتی پروگرام	۱۴۰
۹۶	منظم اتحاد خاندان یا میثاق، میثاق کے مقاصد	۱۴۱_۱۴۲
۹۷	بہار شریف میں ہڑتال	۱۴۳
۹۸	تجویز الاکرام، تحت ڈسپلن	۱۴۴
۹۹	ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں	۱۴۵
۱۰۰	قیام دارالتربیت، جمعیۃ اسلامیہ بہار شریف	۱۴۵
۱۰۱	مولانا شوکت علی کی آمد، مختلف تحریکوں کا تعاون	۱۴۶
۱۰۲	آل انڈیا مومن کانفرنس کلکتہ ۱۹۲۵ء	۱۴۸
۱۰۳	کلکتہ کی متحرک مقامی شاخیں	۱۴۸
۱۰۴	تحریکی قیادت، الاکرام کا اجراء	۱۴۸_۱۴۹
۱۰۵	الاکرام پریس، سرورق، الاکرام کی آرزوئیں	۱۴۹_۱۵۰
۱۰۶	مضمون نگاروں سے التماس	۱۵۰
۱۰۷	اولین اداریہ، اغراض و مقاصد	۱۵۱
۱۰۸	الاکرام کے مستقل کالم	۱۵۲
۱۰۹	تحریر برائے تحریک، تنگ نظروں کو سبق	۱۵۳_۱۵۴
۱۱۰	لیڈروں کی قسمیں، اندیشہ کیوں؟	۱۵۵_۱۵۶
۱۱۱	تمام پسماندہ قبائل کی تعلیم و ترقی، رودادیں	۱۵۶_۱۵۷

۱۱۲	آل انڈیا مومن کانفرنس ۱۹۲۶ء نمائش کی تجویز	۱۵۹_۱۶۰
۱۱۳	دوروں کا پروگرام	۱۶۰
۱۱۴	دورہ گورکھپور، تقریر گورکھپور	۱۶۱_۱۶۲
۱۱۵	ایک نایاب قلمی رسالہ، دورہ بنارس	۱۶۳
۱۱۶	احوال بنارس، علماء سو کی زیادتی	۱۶۴
۱۱۷	سفر الہ آباد	۱۶۵
۱۱۸	عاصم بہاری کے اعزاز میں جلسہ	۱۶۵
۱۱۹	تقریر عاصم بہاری	۱۶۶

باب ہشتم

۱۱۹	دیگر اضلاع یوپی	۱۶۹
۱۲۰	تحریکی جانکنی کے عالم میں عاصم کی سچائی	۱۶۹
۱۲۱	کلکتہ آنے کی درخواست	۱۷۰
۱۲۲	دوبارہ آمد کلکتہ، دفتر اور پچھلے حسابات کی درستی	۱۷۱
۱۲۲	دفتری معمولات، محلہ وار تنظیم کا خاکہ	۱۷۲_۱۷۳
۱۲۳	سرکاوردو فراہمی فنڈ کی ترکیبیں	۱۷۴
۱۲۴	دفتری خطوط، نوجوانوں کی مایوسی	۱۷۴_۱۷۵
۱۲۵	خواص کی ذمہ داری	۱۷۵
۱۲۶	مستقبل کا مورخ فراموش نہیں کرسکتا	۱۷۶
۱۲۷	ناتجی باغ مسجد کے پریوی کونسل کا مقدمہ، فکر مستقبل	۱۷۷_۱۷۸
۱۲۸	۱۵ر جنوری ۲۸ء کی مصروفیات	۱۷۸
۱۲۹	۱۶ر جنوری ۲۸ء کا انہماک	۱۷۹

۱۳۰	تفکرات و پریشانیاں	۱۸۱
۱۳۱	المومن کی جمعیتی ملکیت، الاکرام کا دم واپسیں	۱۸۲
۱۳۲	مٹیا برج کا جلسہ، بادشاہ کا مکان تماشہ گاہ	۱۸۲
۱۳۳	مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام	۱۸۳
۱۳۴	الہ آباد سے دعوت	۱۸۳
۱۳۵	مالی مشکلات سے کام ٹھپ، پیشہ یا مشن	۱۸۴_۱۸۵
۱۳۶	مجلس انتظامیہ کا اجلاس	۱۸۶
۱۳۷	جیب میں صرف پانچ پیسے، پیدل سفر	۱۸۶_۱۸۷
۱۳۸	رفیق دیرینہ سے ملاقات	۱۸۸
۱۳۹	تہنیتی جلسہ	۱۸۸
۱۴۰	فاقہ، کھلی چٹھی بنام اراکین جمعیۃ المومنین، کلکتہ	۱۹۰
۱۴۱	استعفٰی نامہ، کلکتہ میں ریشہ دوانیاں	۱۹۰
۱۴۲	عوامی جوش وخروش	۱۹۱
۱۴۳	دیگر مقامی شاخوں میں کام	۱۹۱

باب نہم

۱۴۴	یوپی کا عزم، خیر خواہوں کا اصرار	۱۹۲
۱۴۵	شیخ جمن سوداگر کا خط، الہ آباد کا جلسہ	۱۹۳
۱۴۶	دیگر پسماندہ برادریوں سے تعاون کی تجویز	۱۹۴
۱۴۷	عاصم بہاری کی تقریر اور وفد کمیٹی	۱۹۴
۱۴۸	دوسری تقریر، ملک گیر مقبولیت	۱۹۴_۱۹۵
۱۴۹	رانچی کا سفر، مولانا آزاد کا خط	۱۹۵_۱۹۶

۱۵۰	حدت قلب کی شکایت	۱۹۶
۱۵۱	بریلی کا سفر، جلسۂ امروہہ میں شرکت کی درخواست	۱۹۷
۱۵۲	محمد قاسم بارایٹ لاء	۱۹۸
۱۵۳	جلسہ جائس میں شرکت، روداد جلسۂ جائس	۱۹۹
۱۵۴	چراغ تلے اندھیرا	۲۰۱
۱۵۵	آمد پرتاپ گڈھ، جھاجھا	۲۰۲
۱۵۶	پھلواری شریف	۲۰۳
۱۵۷	ملکی حالات، مسلمانوں میں اختلاف	۲۰۳
۱۵۸	کلکتہ کا انتشار، نشست مرکزی مجلس عاملہ	۲۰۴
۱۵۹	بریلی اور بدایوں، بہار	۲۰۵
۱۶۰	آل انڈیا مجلس عاملہ کے التوا کا اثر	۲۰۶
۱۶۱	آل انڈیا صلح کمیٹی کی تجویز	۲۰۷
۱۶۲	سیتاپور، الموڑا	۲۰۷_۲۰۸
۱۶۳	مناظر قدرت، باہمی کشمکش	۲۰۸_۲۰۹
۱۶۴	اختلاج قلب	۲۰۹
۱۶۵	خون کے آنسو، جاہل دولت مند، تفکرات	۲۱۰
۱۶۶	بابو عبدالمجید، کلکتہ سے تار	۲۱۱
۱۶۷	"بخار کا مریہ" بلند شہر	۲۱۲
۱۶۸	وائسرائے بہادر کی سواری	۲۱۳
۱۶۹	مولا بخش کی محبت، آمد انبالہ	۲۱۳
۱۷۰	صدر کی غلط فہمی، طنزیہ اشارے	۲۱۴
۱۷۱	جمعیۃ القریش سے اشتراک عمل	۲۱۵
۱۷۲	بنیادی کمزوریوں کا احساس	۲۱۵

۱۷۳	خواجہ حسن نظامی کی ہمت افزائی	۲۱۶
۱۷۴	الانصار کا دوبارہ اجراء	۲۱۶
۱۷۵	مراد آباد میں نشست عاملہ	۲۱۷
۱۷۶	کلکتہ میں کشمکش	۲۱۹
۱۷۷	آل انڈیا مسلم کانفرنس لکھنؤ ۱۵، ۱۶ نومبر ۳۰ء	۲۱۹
۱۷۸	اکابر ملت سے ملاقاتیں	۲۲۰
۱۷۹	صدر جمعیۃ القریش سے مفصل تبادلۂ خیال، تنہا قیام کی وجہ	۲۲۰
۱۸۰	ایک تماشہ کی تجویز	۲۲۱
۱۸۱	نشستند و گفتند و برخاستند، اہل کانفرنس کی عیاری	۲۲۱
۱۸۲	اکابر کی ذہنیت	۲۲۲
۱۸۳	مسلم لیبر فیڈریشن	۲۲۳
۱۸۴	ترجمان بنارس کی حالت غیر	۲۲۴
۱۸۵	جیب میں کل چھ پیسے	۲۲۴
۱۸۶	ارکان عاملہ کی آمد	۲۲۵
۱۸۷	جوائنٹ سکریٹری کیلئے اعزازی الاونس	۲۲۶
۱۸۸	خرابی صحت، کلکتہ سے دفتر کی منتقلی	۲۲۷
۱۸۹	مختلف جلسوں میں شرکت	۲۲۸

باب دھم

۱۹۰	عاصم بہاری کی جنوں خیزی	۲۲۹
۱۹۱	اب تک کی کارکردگی کا ایک تنقیدی جائزہ	۲۳۰
۱۹۲	مالی منفعت؟ شہرت طلبی؟	۲۳۱_۲۳۴

۱۹۳	افتراق بین المسلمین؟	۲۳۵
۱۹۴	لطیفہ "جولاہے کی وجہ تسمیہ"، دوعوامل	۲۳۸
۱۹۵	خدا ترسی، ۱۹۳۱ء	۲۴۰
۱۹۶	خرابیٔ صحت، بہار میں آل انڈیا اجلاس کی کاوش	۲۴۰
۱۹۷	سابق عہدیداروں کی تساہلی، اجتماع بونسی	۲۴۱
۱۹۸	مجلس عاملہ کی نشست کا اعلان	۲۴۱
۱۹۹	حالت مرض میں سفر دہلی، دہلی میں انتشار	۲۴۲
۲۰۰	عاصم بہاری پر اعتراض،	۲۴۲
۲۰۱	وجہ مخاصمت، اجلاس کس شہر میں؟	۲۴۳
۲۰۲	عاصم بہاری کی تجویز، دہلی کا انتخاب	۲۴۴
۲۰۳	شب کے جلسہ میں پیہم غلطیاں	۲۴۴
۲۰۴	تجویز مصنوعات، وفود کی روانگی	۲۴۵
۲۰۵	احوال عاصم بہاری، صدر جمعیۃ کے نخرے	۲۴۶
۲۰۶	وقت دعاء	۲۴۷
۲۰۷	"بیت راکھو نہ راکھو تہار مرجی"	۲۴۸
۲۰۸	گھر کی حالت، فاقہ کشی	۲۴۹
۲۰۹	مرادآباد میں تعزیہ داری، نیا حوصلہ	۲۵۰
۲۱۰	طوفانی دورے، بابو برادرس کی مایوسی	۲۵۱
۲۱۱	قوم کی بے حسی	۲۵۱
۲۱۲	دیگر پسماندہ برادریوں کو منظم کرنے کی فکر	۲۵۱
۲۱۳	صدر جمعیۃ کی بے نیازی	۲۵۲
۲۱۴	طعام مکرر، آمد مرادآباد	۲۵۲
۲۱۵	جلسہ گیا میں شرکت، ایک مسئلہ	۲۵۳

۲۱۶	مسئلہ کا واحد حل قوم کی تعمیر کیسے؟	۲۵۳
۲۱۷	نشست مجلس استقبالیہ	۲۵۴
۲۱۸	مختلف فو د و ذیلی کمیٹیاں	۲۵۵
۲۱۹	کمیٹیوں کی بے عملی، مغربی یوپی کا دورہ	۲۵۶
۲۲۰	روانگی میرٹھ اور مظفر نگر، آمد بمبئی	۲۵۶
۲۲۱	آمد مالیگاؤں، احوال مالیگاؤں	۲۵۷
۲۲۲	غیر مقدمی جلسہ، مالیگاؤں کا دوسرا دورہ، مالی تعاون	۲۵۹
۲۲۳	چودھری محمد یاسین قریشی مرادآبادی کے مہمان	۲۶۰
۲۲۴	اجلاس (سوم) دلی کی تیاری	۲۶۰
۲۲۵	دیگر برادریوں کا تعاون	۲۶۱
۲۲۶	ارکان عاملہ کے نخرے، مہمانوں کی آمد	۲۶۱
۲۲۷	خواتین کی شرکت، اجلاس اول	۲۶۲
۲۲۸	خطبہ صدارت	۲۶۳
۲۲۹	اجلاس اول اصلاح کانفرنس	۲۶۵
۲۳۰	اجلاس دوم اصلاح کانفرنس	۲۶۵
۲۳۱	انتخاب عہدیداران آل انڈیا مومن کانفرنس وارکان مجلس عاملہ	۲۶۶
۲۳۲	ممبران مجلس عاملہ، اجلاس دوم آل انڈیا مومن کانفرنس	۲۶۶
۲۳۳	اجلاس سوم، اجلاس چہارم	۲۶۷
۲۳۴	۱۹۳۲ء، دوسری گول میز کانفرنس کے بعد	۲۶۹
۲۳۵	عاصم بہاری کی نئی ذمہ داریاں	۲۷۰
۲۳۶	دیگر پیشہ ور برادریوں کی تنظیم کے لئے گشتی مراسلہ	۲۷۱
۲۳۷	علی گڑھ کا ناکام سفر، سفر دھام پور، شیر کوٹ	۲۷۲
۲۳۸	قاسم پور گدھی، عاصم بہاری پر الزام	۲۷۳

۲۳۹	علی گڑھ کا کامیاب دورہ	۲۷۴
۲۴۰	عقیدتمندوں کے خطوط	۲۷۵
۲۴۱	خازن کا عتاب نامہ	۲۷۷
۲۴۲	خازن کا معافی نامہ، آل انڈیا مسلم کانفرنس	۲۷۸
۲۴۳	مہاتما گاندھی کی مخالفت	۲۷۸
۲۴۴	گرفتاری کا شبہ، ہزاری باغ کی فکر	۲۷۹
۲۴۵	صدر دفتر میں تالہ بندی	۲۸۰
۲۴۶	اجلاس چہارم ۱۹۳۲ء لاہور کی تیاری	۲۸۰
۲۴۷	خانگی مسائل	۲۸۲
۲۴۸	حکیم نعیم الحق ایوبی کی گرفتاری	۲۸۳
۲۴۹	سیتاپور اور پیلی بھیت کا دورہ	۲۸۳
۲۵۰	نمائندگان کلکتہ کا احتجاج	۲۸۴
۲۵۱	لاہور میں چوتھی آل انڈیا مومن کانفرنس	۲۸۴
۲۵۲	نشست اول، نشست دوم	۲۸۵
۲۵۳	نشست سوم، نشست چہارم، نائبین صدر	۲۸۶
۲۵۴	ممبران مجلس عاملہ	۲۸۷
۲۵۵	نشست پنجم، ایک نوٹ	۲۸۸
۲۵۶	بہار کی فکر، برادران غیور سے اپیل	۲۹۰
۲۵۷	جلسہ مجلس انتظامیہ صوبہ بہار، ایجنڈا	۲۹۱
۲۵۸	صوبائی عہدیداران	۲۹۲
۲۵۹	ارکان مجلس عاملہ، مجلس انتظامیہ	۲۹۲
۲۶۰	چھوٹا ناگپور کا تفصیلی دورہ	۲۹۳
۲۶۱	منجھلے بھائی کی علالت اور موت	۲۹۳

۲۶۲	بچی کی پیدائش، وفد کلکتہ	۲۹۴
۲۶۳	دفتری لوازمات	۲۹۵
۲۶۴	ہمہ گیر بیداری، بہار کا قیامت خیز زلزلہ	۲۹۵
۲۶۵	مسلم زمینداروں کا ظلم، قصبہ امیٹھی میں فساد	۲۹۶
۲۶۶	ضلع گیا کے زمینداروں کا ظلم	۲۹۷
۲۶۷	اجلاس پنجم کی تیاری	۲۹۸
۲۶۸	جنوبی بہار کا تفصیلی دورہ، ہزاری باغ، رانچی اور چائباسہ	۲۹۹
۲۶۹	جمشید پور، دیہاتوں میں کام، کلکتہ	۳۰۰
۲۷۰	رات بھر تقریر	۳۰۱
۲۷۱	صدر انجمن ترقی اردو کلکتہ کا خط	۳۰۲
۲۷۲	مفتی دیوبند کا فتنہ، اخبار مدینہ کا تبصرہ	۳۰۲
۲۷۳	دیگر اخبار کا احتجاج	۳۰۳
۲۷۴	فتح محمد خورشید کی بھوک ہڑتال	۳۰۴
۲۷۵	عاصم بہاری کا رول	۳۰۴
۲۷۶	نوجوانان دیوبند کا عتاب	۳۰۴
۲۷۷	عمائدین کی تجویزیں اور خطوط	۳۰۵
۲۷۸	خط حضرت دماغ جونپوری	۳۰۵
۲۷۹	اسکیم ترقی پارچہ جات	۳۰۶
۲۸۰	خط محمد حسین محو جھاجھا	۳۰۶
۲۸۱	پیغام مولانا شفیع داؤدی	۳۰۶
۲۸۲	مہمانوں کی آمد، تقریر عاصم	۳۰۹_۳۱۱
۲۸۳	سید عبدالعزیز وزیر تعلیمات بہار و اڑیسہ کا استقبال	۳۱۱
۲۸۴	نشست اول، تحریک کا مقصد	۳۱۱_۳۱۳

۲۸۵	تقریر وزیر تعلیم	۳۱۴
۲۸۶	نشست دوم،نشست سوم،اختتامی نشست	۳۱۵_۳۱۶
۲۸۷	منظور شدہ تجاویز	۳۱۷
۲۸۸	ممبران مجلس عاملہ آل انڈیا مومن کانفرنس:	۳۱۹
۲۸۹	زدوکوب،روپوش اصحاب کی تلاش،رکنیت سازی	۳۲۱_۳۲۲
۲۹۰	روداد مجلس عاملہ الہ آباد ۱۹۳۵ء	۳۲۳
۲۹۱	تجاویز عاملہ،الہ آباد میں جلسے	۳۲۴_۳۲۶
۲۹۲	وہی مالی بحران	۳۲۷
۲۹۳	صنعت پارچہ بافی کی تنظیم	۳۲۸
۲۹۴	تحقیقاتی کمیشن کا قیام	۳۲۸
۲۹۵	ساتویں انڈسٹریز کانفرنس ۳۵ء	۳۲۹
۲۹۶	سرکاری اشتہار بازی	۳۳۰
۲۹۷	دھنباد میں مفصل کام	۳۳۰
۲۹۸	مومن اسکاوٹ دیکھی تالاب،گیا	۳۳۲
۲۹۹	بارو گانواں کا جلسہ	۳۳۳
۳۰۰	ایک پیر صاحب کا لطیفہ	۳۳۴
۳۰۱	وفد آل انڈیا مومن کانفرنس کی آمد بہار شریف میں	۳۳۴
۳۰۲	انجمن طیبہ محلہ سوڈیہہ میں وفد کا استقبال	۳۳۶
۳۰۳	کوآپریٹیو سوسائٹی کی اسکیم	۳۳۸
۳۰۴	جولاہا کی حقیقت،نوادہ میں تنظیم	۳۳۹
۳۰۵	خازن،میونسپلٹی الیکشن کی سرگرمیاں	۳۴۰
۳۰۶	ہارون عاصم کا خط	۳۴۱
۳۰۷	مولا بخش کی نصیحت،امانت فصل بہار	۳۴۲

۳۰۸	بہار ویورس کوآپریٹیو ایسوسی ایشن لمیٹڈ	۳۴۳
۳۰۹	مجوزہ پراسپکٹس	۳۴۵
۳۱۰	ڈائرکٹرس، دیگر کوآپریٹیو یونین اور کاروباری ادارے	۳۴۶
۳۱۱	رانچی ضلع مومن کانفرنس کا شاندار اجلاس	۳۴۷
۳۱۲	آمد بنارس، آمد متو ناتھ و اعظم گڑھ	۳۵۱_۳۵۳
۳۱۳	نئی ذمہ داریاں۔ نئے مسائل	۳۵۴
۳۱۴	لیگ پارلیمنٹری بورڈ کی امراپروری	۳۵۵
۳۱۵	مومن گزٹ کا اجراء	۳۵۷
۳۱۶	اہل ہزاری باغ کی طرف سے ایک پریس کی پیشکش	۳۵۸
۳۱۷	مومن گزٹ کانپور کا اولین شمارہ	۳۵۹
۳۱۸	اکابر کی آمد، مشرقی اضلاع یو پی کا دورہ	۳۶۱
۳۱۹	مومن گزٹ کی قدر افزائی	۳۶۲
۳۲۰	مبارک پور، فتح پور، مٹھوارہ، ٹانڈہ	۳۶۳
۳۲۱	ہزاری باغ کی ضلعی کانفرنس	۳۶۶
۳۲۲	تحریک کا مقصد، تنظیم برما، ۱۹۳۷ء	۳۶۷_۳۶۸
۳۲۳	مسلم لیگ کی شدید مخالفت	۳۶۹
۳۲۴	کانگریس کی حمایت	۳۷۱
۳۲۵	مولانا شوکت علی کے خط کا شاخسانہ	۳۷۱
۳۲۶	مسلم لیگ کی وقائع	۳۷۲
۳۲۷	امیدواران الیکشن اور عاصم بہاری	۳۷۳
۳۲۸	الیکشنی اکھاڑہ، آپ کی سخت ضرورت	۳۷۵
۳۲۹	زندگی سے مایوسی اور سوانح عمری کی فرمائش	۳۷۷
۳۳۰	بہار میں شاندار کامیابی، مومنوں کی صحافت	۳۷۹

۳۳۱	مجلس استقبالیہ اجلاس ششم کی نشست	۳۸۰
۳۳۲	جشن فتح	۳۸۱
۳۳۳	دوسرا سالانہ جلسہ کانپور	۳۸۲
۳۳۴	بہار شریف کا اجلاس خاص	۳۸۳
۳۳۵	آئین نو کے خلاف احتجاج	۳۸۴
۳۳۶	کانگریس کی مدلل مداحی	۳۸۴
۳۳۷	مومن گزٹ کا رونا	۳۸۵
۳۳۸	ایڈیٹر مومن گزٹ کا ایک اہم خط	۳۸۸
۳۳۹	کلکتہ کا سالانہ جلسہ	۳۸۹
۳۴۰	ایڈیٹر مومن گزٹ کا دوسرا خط	۳۹۰
۳۴۱	مومن گزٹ کا مالی بحران	۳۹۳
۳۴۲	مومن گزٹ کا دم خم	۳۹۴
۳۴۳	مختلف کوششیں	۳۹۵
۳۴۴	ذمہ داروں کی تساہلی	۳۹۷
۳۴۵	موضع چنداگ رانچی میں بیداری	۳۹۸
۳۴۶	چھپرہ کا سالانہ جلسہ	۳۹۸
۳۴۷	جبلپور میں عاصم بہاری کا شاندار خیر مقدم	۴۰۱
۳۴۸	وفد ٹانڈہ میں	۴۰۳
۳۴۹	برہان پور میں کشمکش، مومن پور ناگپور	۴۰۴
۳۵۰	کفن کے پیسے، اخبار کے لئے فراہمی فنڈ	۴۰۶
۳۵۱	مالیگاؤں، غلوئے معدہ مانع حرکت ہے	۴۰۷ـ۴۰۸
۳۵۲	کانپور میں اختلاف، آمد بھیمڑی و بمبئی	۴۰۹
۳۵۳	صحافیوں کی حمایت و مخالفت	۴۱۰

۳۵۴	مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی مخالفت	۴۱۰
۳۵۵	وفد عاصم بہاری کی واپسی	۴۱۱
۳۵۶	ایک تکلیف دہ خط، استقبال	۴۱۳_۴۱۲
۳۵۷	اجلاس اول، خطبہ صدارت	۴۱۴
۳۵۸	حکومت برطانیہ کی غلط کاری	۴۱۶
۳۵۹	بیکاری انقلاب کا پیش خیمہ	۴۱۶
۳۶۰	عاصم بہاری کی خدمات کا اعتراف	۴۱۷
۳۶۱	تجویز آل انڈیا مومن کانفرنس سروس	۴۱۸
۳۶۲	تقریر عاصم، اجلاس دوم	۴۱۸
۳۶۳	اجلاس سوم لطیفہ	۴۲۱_۴۱۹
۳۶۴	عاصم بہاری کو ہزار ہزار مبارک باد	۴۲۲
۳۶۵	صوبہ یوپی کی ساتویں کانفرنس	۴۲۳
۳۶۶	تقسیم تمغہ جات، انتخاب عہدیداران	۴۲۴
۳۶۷	۳۷ء کے سیاسی احوال	۴۲۵
۳۶۸	اجلاس ششم کے بعد	۴۲۸
۳۶۹	حسرت عید	۴۲۹
۳۷۰	بکس کی چوری، اکابرین کے قول وفعل کا تضاد	۴۳۳
۳۷۱	اعتراف مائل	۴۳۵
۳۷۲	علامہ اقبال کا قابل قدر ایثار	۴۳۷
۳۷۳	دوسری تحریکوں کا پس منظر	۴۳۷
۳۷۴	نشست عاملہ پٹنہ	۴۳۹
۳۷۵	مولوی محمود الحسن کی مخالفت، الجواب	۴۴۱
۳۷۶	وفد کے ساتھ دورہ، صدر و سکریٹری کی غلط فہمی	۴۴۲

۳۷۷	عوامی ردعمل، وفات علامہ اقبالؒ	۴۴۴
۳۷۸	نشست مجلس عاملہ، کلکتہ، خط بنام صدر	۴۴۵تا۴۸۵

باب یازدھم

۳۷۹	انٹرم گورنمنٹ کا پس منظر	۴۸۶
۳۸۰	کانگریس کی کمزوری	۴۸۷
۳۸۱	اجلاس رانچی، کمیونل ایوارڈ، الیکشنی منشرنامہ	۴۸۸_۴۹۲
۳۸۲	کانگریس کی کم ہمتی، عبدالقیوم انصاری کی آمد	۴۹۳_۴۹۴
۳۸۳	لیگ یا کانگریس؟	۴۹۵
۳۸۴	جمعیۃ الشبان انصاری	۴۹۶
۳۸۵	تجویز پاکستان کے خلاف پہلی آواز	۴۹۷
۳۸۶	زنانہ سیکشن جمعیۃ الانصار	۴۹۸
۳۸۷	اجلاس بتیا چمپارن	۴۹۹
۳۸۸	صوبہ سی پی مالیگاوں اور برہان پور کا دورہ	۵۰۱
۳۸۹	مسٹر جناح کی تردید	۵۰۲
۳۹۰	مومن کانفرنس کے اندر لیگ اور کانگریس کشمکش	۵۰۵
۳۹۱	عاصم بہاری کا موقف	۵۰۵
۳۹۲	مجلس عاملہ آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ پانی پت کے فیصلے	۵۰۷
۳۹۳	یوپی صوبائی مومن کانفرنس، اجلاس اول	۵۰۹
۳۹۴	مجلس عاملہ یوپی صوبائی جمعیۃ الانصار	۵۱۰

۳۹۵	آل انڈیا مومن کانفرنس کا اجلاس ہشتم	۵۱۲
۳۹۶	ورکنگ کمیٹی کا اجلاس، خطبہ صدارت، اجلاس دوم وسوم	۵۱۳۔۵۱۷
۳۹۷	تجاویز جو ۲۷۔۲۸ اپریل ۴۳ء کے اجلاس میں منظور ہوئیں	۵۱۸
۳۹۸	ممبران مجلس عاملہ، کپ اور تمغہ جات کی تقسیم	۵۲۱
۳۹۹	اغیار کی ریشہ دوانیاں اور شرارتیں	۵۲۱
۴۰۰	آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس	۵۲۳
۴۰۱	عاصم بہاری کی معذوریاں	۵۲۴
۴۰۲	مومن گزٹ کا صحافتی رول	۵۲۵
۴۰۳	مسلم لیگ کی کھلی مخالفت	۵۲۷
۴۰۵	صنعت پارچہ بافی	۵۲۸
۴۰۶	منظم معاشی تگ ودو، گھریلو صنعتوں کی تباہی	۵۲۹
۴۰۷	تباہی کے اسباب، تحریک کی صورت حال	۵۳۰۔۵۳۱
۴۰۸	آل انڈیا جمعیۃ القریش	۵۳۲
۴۰۹	بہار صوبائی ہینڈلوم کانفرنس ۱۹۴۵ء	۵۳۳
۴۱۰	ہینڈلوم ویورس یونین گورکھپور	۵۴۰
۴۱۱	مسلم لیگی کاوشیں	۵۴۳
۴۱۲	تحریک آزادی کا نقطہ عروج	۵۴۵

باب دوازدھم

۴۱۳	تقسیم ملک کی کہانی	۵۴۷
۴۱۴	ہدایات خصوصی	۵۵۷

۴۱۵	آل انڈیا مومن کانفرنس کا نواں اجلاس، پٹنہ	۵۵۸
۴۱۶	علمی وصحافتی کاوشیں	۵۵۹
۴۱۷	انصار لائبریری سہسرام	۵۶۱
۴۱۸	دستور اساسی کل ہند مومن کانفرنس منعقدہ، پٹنہ ۱۹۴۸ء	۵۶۲
۴۱۹	بہار میں بحران	۵۶۳
۴۲۰	صدر کل ہند مومن کانفرنس کا فیصلہ	۵۶۶
۴۲۱	عہدیداران واراکین عارضی بہار صوبائی مومن کانفرنس	۵۶۷
۴۲۲	عاصم بہاری کی گرتی ہوئی صحت	۵۶۷
۴۲۳	آزادی کے بعد مومنین یوپی کے احوال (۱۹۵۳ء)	۵۷۱
۴۲۴	آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے	۵۷۵
۴۲۵	کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا	۵۷۷
۴۲۶	خاندان عاصم بہاری کا شجرہ نسب	۵۸۶
۴۲۷	اظہار تشکر	۵۹۲
۴۲۸	فہرست: تاریخی نوعیت کی دستاویزات	۵۹۹تا۶۶۸
۴۲۹	فہرست تصاویر	۶۶۹تا۷۰۲

شجرہ نسب علی حسین عاصم بہاری

محمد شرف الدین

(بھکا بھیا) 1

محمد مجیب 2

مولوی محمد امام الدین 3

مولوی عبدالکریم　　مولانا حکیم عبدالرحیم　　مولانا عبدالحکیم　　مولانا عبدالعزیز
لاولد

مولوی حکیم مہر حسن
(جھجکاتی)

مولانا شجاعت حسین　　مولوی عاشق حسین　　مولوی عابد حسین
(صرف لڑکیاں)　　(صرف لڑکیاں)

مولوی علی حسین عاصم بہاری　　حکیم محبوب حسن نظامی　　مولوی محمود حسن　　حکیم منظور حسن
۱۹۰۰　۱۹۸۴　　۱۹۰۶　۱۹۷۴

محمد قمرالدین (چار بیٹے باحیات)　　محمد ہارون عاصم (پ ۱۹۳۲ء (م ۲۰۱۰ء)　　محمد مامون عاصم (ہارون سے چار سال چھوٹے)　　بابر کرم عاصم (محمد ہارون سے ۱۰ سال چھوٹی)

بی بی بتول ۱۸۹۴ء ۔ ۱۹۵۰ء　　بی بی خاتون ۱۸۹۸ ۔ ۱۹۷۴　　بی بی محسن ۱۹۰۴ ۔ ۱۹۷۴　　بی بی ...کن ۱۸۰۹ ۔ ۱۹۷۳

مطلوب حسین　　سلمہ خاتون
(فوت)

بیبی بی بی　　ساجدہ انصاریہ　　ماجدہ بی بی (فوت)　　نجمہ انصاریہ　　شاہدہ انصاریہ (فوت)　　شاہان

آرزو عاصم　　آمنہ عاصم　　ماہرہ عاصم　　اعجاز حسن　　خورشید عاصم

1 محمد شرف الدین کو فارسی کے حوالوں سے مشہور تھے ... بھکا بھیا ... بہار شریف کے محلہ ... کا ... عرف ... ہے ... تشریف ... کے ... ایک ... چلے گئے تھے
... شاہ ... صاحب ... ایک عرف ... مشہور تھا ... بھکا بھیا ... عرف ... قبول ... اختیار کر لیا۔

2 عرف مجیب اول　　3 عرف محمود اول

4 تاریخ پیدائش ۱۸۸۸ء (م ۱۹۵۳ء) تاریخ وفات ... ۱۹۵۳ء

باب اول

آباء و اجداد:۔ علی حسین عاصم بہاری کے آباء و اجداد میں محمد شرف الدین (بگھا بھیا) کا نام سب سے قدیم ہے۔ موصوف اپنی بہادری، جرأت اور بیبا کی نیز اپنے عادات و خصائل کے لئے مختلف قسم کے عربی ناموں سے بھی مشہور تھے[1]۔ پہلے بیگنا باد، بہار شریف ضلع پٹنہ میں رہتے تھے اور کپڑوں کی تجارت کرتے تھے، آبائی وطن پانی پت کرنال تھا۔ تین بھائی تھے۔ تلاش روزگار کے سلسلے میں ایک بھائی گورکھپور، دوسرے پٹنہ اور تیسرے محمد شرف الدین، بہار شریف کے محلہ بیگنا باد میں آبسے، بہار شریف ان دنوں کپڑوں کی تجارت کے لئے بہت مشہور تھا۔ یہاں سے کپڑے خرید کر وہ اپنے بھائیوں کے کپڑے کی آڑھت پٹنہ اور گورکھپور مال بھیجتے تھے۔ ان آڑھتوں سے یہ کپڑے براہ راست بنگال و افغانستان اور بیرون ممالک میں بھیجے جاتے تھے۔

عاصم بہاری کے پردادا مولانا محمد امام الدین:۔ ان کے صاحبزادے محمد مجیب کے بارے میں صرف اس قدر معلوم ہوا کہ موصوف معمولی پڑھے لکھے تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ پوتے مولوی محمد امام الدین نے تجارتی سہولتوں کے پیش نظر آبائی وطن کے بجائے محلہ خاص گنج[2] بہار شریف میں بود و باش اختیار کی۔ عمر کا آخری حصہ درس و تدریس میں گذرا۔ "قلعہ پر" کی خانقاہ میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی خانقاہ میں معلمی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وہیں انتقال کیا اور وہیں وصیت کے مطابق مدفون بھی ہوئے۔

عاصم بہاری کے پردادا مولوی محمد امام الدین نے دو شادیاں کی تھیں۔ محل اولی سے دو صاحبزادے تھے۔ مولوی عبد الرحیم اور مولوی عبد الکریم (جو صغر سنی ہی میں انتقال کر گئے) ان دونوں کی آخری عمر کھاری کنواں[3] "بھجو محلہ میں گذری۔ محل ثانی سے مولوی عبد الحکیم اور مولوی عبد العزیز نے ولی گنج محلہ خاص گنج میں سکونت اختیار کی۔

مولانا عبد الرحیم:۔ مولانا عبد الرحیم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار

---

[1] ملاحظہ ہو پچھلے صفحہ پر۔ [2] خاص گنج کے ایک ٹولہ محلہ ولی گنج میں آکر مقیم ہوئے۔
[3] ایک ٹولہ (بھجو محلہ، بہار شریف)

سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم اور علم طب کے شوق حصول میں والد کے مشورہ سے اوائل انیسویں صدی میں پیدل ایک قافلہ کے ساتھ عازم دہلی ہوئے۔ وہاں بارہ برس تک عربی وفارسی، تفسیر، حدیث، فقہ، اور منطق کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ علم طب بھی پڑھا۔ ان کے احوال زندگی میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ گھر سے انہیں جو خط بھی موصول ہوتا اسے پڑھنے کے بجائے مٹی کے ایک برتن میں محفوظ کرتے جاتے تھے تاکہ فکر خاندان میں مبتلا ہو کر قیام دہلی اور حصول علم سے دل اچاٹ نہ ہو جائے۔ بہار شریف واپس آنے کے بعد اپنی طبابت کے علاوہ عبادت وریاضت اور متقیانہ زندگی کے لئے بھی بہت مشہور ہوئے۔ آپ کے علم اور تقویٰ سے متاثر ہو کر حضرت مخدوم شاہ امیر الدین فردوسی قدس اللہ سرہ[1] اپنے صاحبزادے حضرت شاہ امین احمدؒ[2] کو عرصہ تک موصوف کی خدمت میں تعلیم کی غرض سے بھیجتے رہے۔ شاہ امین احمد ہر روز پالکی پر سوار ہو کر مولانا حکیم عبد الرحیم کی خدمت میں کھاری کنواں بیچو محلّہ پابندی سے آتے رہے۔ مولانا کی بزرگی اور تقدس کا پوری آبادی پر آج تک یہ اثر ہے کہ ہر سال اہل محلّہ ان کی قبر پر عرس کا اہتمام کرتے ہیں۔

---

[1] فرزند جانشین حضرت مخدوم شاہ ولی اللہ ۹ محرم ۱۲۱۷ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد ماہ رجب ۱۲۳۲ھ کو تقریباً سترہ برس کی عمر میں سجادہ نشین خانقاہ معظم مخدوم الملک ہوئے۔ والد اور دوسرے بزرگوں کی محبت اور تعلیم وتربیت سے بلند روحانی مقام کے حامل ہوئے۔ شعر وشاعری سے بھی شغف تھا اردو میں وحید اور فارسی میں ظلوم تخلص کرتے تھے۔ فارسی میں علی حزیںؔ اور اردو میں راسخؔ کی روش پسند کرتے تھے۔

ع رہ‌ِ است شیخ زاویہ بمن شناست ☆ دارم بتے کہ محرم وما محرم آشناست

ع پرورۂ لطف تو سفید است وسیہ ہم ☆ طاعت بتو ہر لحظہ نیاز ست وگنہ ہم

ع شرار حسن سے تیرے نہیں کوئی خالی ☆ حرم کا سنگ ہو، پتھر ہو یا کلیسا ہو

ع نسیم صبح جو لائی تیرے بدن کی بو ☆ قبائے غنچۂ گل میں چھپی چمن کی بو

۵/جمادی الاول ۱۲۸۷ھ جمعہ کی شب کو انتقال فرمایا۔

تاریخ سلسلۂ فردوسیہ۔ مرتبہ محمد معین الدین دردائی، طبع اول، مطبوعہ تاج پریس، ص: ۳۸۲۔۹۵

[2] جناب حضور حضرت شاہ امین احمد فردوسی قدس اللہ سرہٗ کی ولادت ۲۳/رجب ۱۲۳۸ھ میں ہوئی۔ علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علم طب کی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ شعر وشاعری کا بڑا پالیدہ مذاق تھا۔ حضرت کے پوتے جناب سید شاہ نجم الدین صاحب۔۔۔۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت:۔ مولانا عبدالرحیم نے تکمیل علم کے بعد وطن واپس آکر اپنے دونوں بھائی مولانا عبدالحکیم و مولانا عبدالعزیز کو اعلیٰ تعلیم کی غرض سے دہلی کے لئے روانہ کیا۔ دہلی اور لال قلعہ میں ابھی مغلوں کا برائے نام عمل دخل باقی تھا۔ ۱۸۵۰ء کے قریب یہ دونوں بھائی دہلی پہنچے۔ تعلیم کی تکمیل ہونے میں ابھی چند مہینے باقی ہی تھے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی چنگاری رفتہ رفتہ شعلہ جوالہ بن کر بھڑکنے لگی۔ چھوٹے بھائی مولانا عبدالعزیز تو اپنے بھائی سے اجازت لیکر کسی طرح بچتے بچاتے بہار شریف واپس آگئے اور بہار شریف کی خانقاہ میں مدرس کے فرائض انجام دینے لگے۔

دادا مولانا عبدالحکیم:۔ ان کے دادا مولانا عبدالحکیم نے اس بغاوت کو مادر وطن کو انگریزوں کے ظالمانہ چنگل سے چھڑانے کا ایک بہترین موقع تصور کیا اور وطن واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اللہ کا نام لیکر وہ اس بغاوت کی آگ میں کود گئے۔ اور باغیوں کی فوج میں شامل ہو گئے اور جنگ کے آخری دور تک انگریزوں سے جہاد کرتے رہے۔ مگر مجاہدان

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا)

فردوس کی غیر مطبوعہ تصنیف ''حیات ثبات'' سے معین الدین دردائی نے موصوف کے بارے میں کچھ مواد پیش کیا ہے مگر ان کے اساتذہ میں مولانا عبدالرحیم کا نام نظر سے نہیں گذرا۔ ممکن ہے کہ حیات ثبات میں ان کا ذکر ہو۔

شاہ امین الدین احمد بڑے ذہین اور متقی بزرگ گذرے ہیں۔ فارسی اور اردو نظم و نثر میں کئی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۲/مئی ۱۹۰۳ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ شب میں انتقال کیا۔ شاہ صاحب موصوف کی چوتھی شادی جناب شاہ لطیف علی عرف شاہ میاں سجاد صاحب سجادہ نشین حضرت عشق قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس محل سے سات بیٹے اور سات بیٹیاں ہوئیں۔ پانچویں صاحبزادے سید شاہ محمد الیاس صاحب یاسؔ (ولادت ۲۵/ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۳۰۵ھ) بہار کے نامور قادرالکلام شاعروں میں گزرے ہیں۔ یاسؔ کے اساتذہ میں مولانا حکیم عبدالعزیز خاکی بہاری کا نام سرفہرست آتا ہے (تاریخ سلسلہ فردوسیہ ص: ۴۴۰) مولانا عبدالعزیز، مولانا حکیم عبدالرحیم کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ یاسؔ کا ۱۴/ستمبر ۱۹۶۰ کو بہار شریف میں انتقال ہوا۔

آزادی کی شکست کے بعد جب انگریزوں نے باغیوں کو چن چن کر قتل کرنا اور پھانسی پر لٹکانا شروع کیا تو مولانا عبدالحکیم فرار ہونے والے سپاہیوں کے اس قافلہ میں شامل ہو گئے جو جنگلوں اور پہاڑوں سے ہوتا ہوا نیپال جا رہا تھا۔ مولانا موصوف نیپال کی سرحد میں داخل ہوتے ہی بیمار پڑ گئے اور مجبوراً ایک دردمند نیپالی کے گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مگر آگے جانے والے ان کے دیگر ساتھیوں کو نیپال کی حکومت نے گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور انگریزوں نے انہیں قتل کروادیا مولانا عبدالحکیم مہینوں کے بعد اس نیپالی کی مدد سے بہار شریف زندہ سلامت واپس آنے میں کامیاب ہوئے محمد تنویر عالم ایوبی رقمطراز ہیں:۔

> ''مولانا عاصم بہاری کے دادا بزرگوار (مولانا عبدالحکیم) نے دہلی میں تعلیم حاصل کی اور تکمیل کے بعد ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جو بغاوت کی آگ بھڑکی تو اس تحریک میں ان کے دادا نے بھی انگریزوں کے خلاف زبردست حصہ لیا۔ یہاں تک کہ انگریزی حکومت ان کی جان کی خواہاں ہو گئی۔ انہوں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دہلی کو خیر باد کہا اور نیپال کی سرحد پر پہنچے[1]بہار شریف آنے کے بعد مولانا موصوف نے اپنی زندگی کا بقیہ حصہ حضرت شاہ امین احمد کی خانقاہ میں معلمی و اتالیقی میں گذار دیا۔ شاہ صاحب موصوف مولانا کے بڑے بھائی (مولانا حکیم عبدالرحیم) کے شاگرد تھے اس لئے ان کی بڑی قدر اور عزت افزائی کرتے تھے۔ مولانا خود بھی صوفی مشرب اور متقی بزرگ تھے۔ ۴-۱۹۰۳ء میں انتقال کیا۔

علمی خدمات:۔ مولانا موصوف عربی و فارسی کے با کمال عالم اور اردو اور فارسی شعر و ادب سے گہرا شغف رکھنے والے تھے۔ بڑے شگفتہ مزاج اور باغ و بہار انسان تھے

---

[1] روزنامہ عصر جدید، کلکتہ ۳ / جنوری ۵۲ء

۔ان کی صحبت سے مستفیض ہونے والوں کا بیان یہ ہے کہ موصوف کی بذلہ سنجی، حاضر جوابی اور طبعی شگفتگی کا اثر ان کی گفتگو اور شاعری میں بھی جھلک جاتا تھا۔تقریباً پانچ، چھ سو اشعار پر مشتمل ایک فارسی مثنوی یادگار چھوڑی تھی۔اس (غیر مطبوعہ) کتاب کا نام 'مفرح القلوب فی البیان المرغوب'' رکھا تھا۔جس کا ایک مزاحیہ شعر ملاحظہ ہو:۔

؎ حقہ حق حق می کند در راہ او[1]

لن تنالو البر حتیٰ تنففوا

اس طرح کے مزاحیہ اشعار کے علاوہ اس مثنوی میں مختلف قسم کے مذہبی اور تاریخی واقعات کو بڑے شگفتہ انداز میں قلمبند کیا گیا تھا۔مثلاً کولمبس کا امریکہ سے تمباکو لانا تمباکو کے استعمال سے یورپ کے عیسائی پیشواؤں کا اختلاف کرنا۔ایران کے شیعہ مجتہدین کے اجتہادی اختلافات نیز ہندوستانی علماء کا مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی کے مسئلے پر جھگڑا اور فتنہ وفساد،ایک نثری تذکرہ (اردو) ''تذکرہ بزرگان'' اور ''تذکرہ ورد و وظائف'' جیسی مولانا کی علمی و ادبی کاوشیں ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے،مولانا شفاعت حسین کے پاس تا زندگی محفوظ رہیں۔مولانا شفاعت حسین کے انتقال کے بعد یہ نادر علمی ذخیرہ ایک جزدان میں لپٹا ہوا عرصہ تک مولوی محمود احسن کے پاس رہا۔مولوی محمود احسن نے اپنے بڑے بھائی عاصم بہاری کے سپرد کر دیا مگر عاصم بہاری کے پاس یہ علمی ذخیرہ کثرت کار اور مسلسل سفر کی وجہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔

والد اور چچا:۔ عاصم بہاری کے دادا مولانا عبدالحکیم کے صرف تین لڑکے ہوئے۔مولانا شفاعت حسین،مولوی عاشق حسین،اور مولوی واجد حسین اپنے والد کے زیر سایہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا شفاعت حسین نے اپنے بھتیجی بھائی عبدالغفار، داروغہ (عالم گنج) کے ساتھ رہنا شروع کیا۔انہیں کے ساتھ منصرم کے عہدہ پر کام بھی کرنے لگے مگر کسی وجہ سے عبدالغفار داروغہ نے جب استعفیٰ دیدیا۔تو موصوف بھی مستعفی ہو گئے اور مہیش گھاٹ

---

[1] بقول مولوی محمود احسن خاںصاحب‌گجوی،پوتے مولانا عبدالحکیم، بھائی عاصم بہاری

میں معلمی کے فرائض انجام دینا شروع کیا۔ تنفس کی بیماری سے جب صحت خراب رہنے لگی تو خانقاہ واپس آگئے اور اپنے مکان ہی پر تقریباً ۹۔۱۹۰۸ء میں ایک مکتب قائم کرلیا۔ جہاں اردو، فارسی، دینیات کے علاوہ ریاضی[1] کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ ابتدائی اردو کے لئے "تشریح الحروف" نامی کتاب پڑھائی جاتی۔ مولانا عربی و فارسی کے بھی اعلیٰ استعداد کے مالک تھے۔ آخر عمر تک درس و تدریس ہی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مولوی واجد حسین[2] زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ کلکتہ میں ملازمت کرتے تھے۔ مولانا شفاعت حسین کی طرح ان کی بھی کوئی اولاد ذکور میں سے نہ تھی۔ اپنے والد اور منجھلے بھائی مولوی عاشق حسین[3] کی موجودگی میں ان دونوں بھائیوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوا۔

مولوی عاشق حسین:۔ مولوی عاشق حسین، مولانا عبد الحکیم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی تعلیم اردو عربی و فارسی[4] کی معیاری کتابیں پڑھ لیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد بہار شریف میں جوتے کی ایک دوکان کرلی تھی مگر چند ہی برسوں کے بعد دوکان میں چوری ہوجانے کی وجہ سے معاشی اعتبار سے پریشان حال ہوگئے۔ تو کلکتہ کا رخ کیا اور وہیں اوشا کمپنی" میں ملازمت اختیار کرلی۔ مولوی عاشق حسین کے چار لڑکے ہوئے۔

---

[1] مولوی محمود احسن صاحب کا بیان یہ ہے کہ مولانا موصوف علم ریاضی کی اہمیت کو اس طرح بیان کرتے کہ "میاں! حساب سے دنیا اور آخرت کا سارا کام چلتا ہے۔ حساب سے کھانا۔ حساب سے سونا۔ حساب سے بولنا، حساب سے نماز، حساب سے روزہ، حساب سے زکوٰۃ، جو انسان بے حساب زندگی بسر کرے گا وہ خسرہ الدنیا والآخرہ میں مبتلا ہوگا۔ خود اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ ہم بندوں سے حساب لیں گے۔ لہٰذا بندوں کے لئے حساب ضروری ہے۔ اگر بے حساب ہے تو صرف اس کی ذات پاک ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے نیک بندوں کو بے حساب بخشش دیں گے۔ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ پس بے حساب تو صرف اس کی ذات ہے۔

[2] عاصم بہاری کے چھوٹے چچا۔ [3] عاصم بہاری کے والد

[4] فارسی میں اتنی اچھی صلاحیت تھی کہ بقول مولوی محمود احسن کلکتہ کے زمانہ قیام میں عاصم بہاری اور حافظ ظفر خانقاہی انوار سہیلی اور بہار دانش پڑھتے رہتے تو دوسرے کاموں میں مصروفیت کے باوجود کتاب دیکھے بغیر غلطیوں کی اصلاح کرتے جاتے۔

(۱) مولوی علی حسین عاصم بہاری (۲) منشی محبوب احسن نظامی
(۳) مولوی محمود احسن (۴) منشی منظور احسن

اپنے دونوں بھائیوں میں مولانا شفاعت حسین اور (مولوی واجد حسین) کے انتقال کے بعد موصوف نے اپنے چھوٹے لڑکے (منشی منظور احسن) کی شادی اپنے بڑے بھائی کی صاحبزادی سے اور منجھلے لڑکے (مولوی محمود احسن) کی شادی اپنے چھوٹے بھائی (مولوی واجد حسین) کی صاحبزادی سے کردی۔ اس طرح دونوں مرحوم بھائیوں کے گھروں کو بڑے احسن طریقے سے سنبھال لیا۔

عاصم بہاری کے منجھلے بھائی منشی محبوب احسن نظامی اعلیٰ تعلیمیافتہ نہ تھے لیکن مروجہ اردو، فارسی، عربی اور دینیات کی تعلیم سے آراستہ تھے۔ بڑے ذہین اور نکتہ رس انسان تھے۔

مولوی محمود احسن:۔ تجھلے بھائی مولوی محمود احسن نے اپنے والد اور چچا (مولانا شفاعت حسین) سے تعلیم حاصل کی۔ چچا کی بیماری کے زمانے میں ان کے مکتب کو موصوف ہی سنبھالتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد تلاش معاش کے لئے کلکتہ چلے گئے اور وہاں ایران کے جلاوطن شیعہ مجتہدین اور سیاسی لیڈر، مالک و ایڈیٹر حبل المتین آقا موید الاسلام[1] کے پریس میں فارسی کمپوزیٹر کی حیثیت سے بحال ہوگئے۔ یہ اخبار بالی گنج (کلکتہ) سے نکلتا تھا۔ جو زیادہ تر ایران اور غیر ممالک میں جاتا تھا۔ عاصم بہاری کی تحریک نے جب زور پکڑی تو اس کے سرگرم کارکن بن گئے، اور رضا کاروں کا دستہ منظم ہوا تو اس کے کمانڈر منتخب ہوئے۔ خانگاہ میں دارالتربیت کے نام سے جب درسگاہ قائم ہوگئی تو انہیں کلکتہ سے واپس ۱۹۲۲ء میں بلا کر دارالتربیت موصوف ہی کے حوالے کیا۔ جہاں وہ ۶/ جولائی ۱۹۷۱ء تک درس وتدریس[2] اور تحریک

---

[1] شہنشاہ ایران محمد علی قاچار اور عوامی لیڈر رضا شاہ پہلوی (جو اس وقت عوامی لیڈر کی حیثیت سے ابھرے) کے درمیان کشمکش میں آقا موید الاسلام نے عوامی تحریک کا ساتھ دیا۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں جلاوطن کیا گیا۔ سرکار برطانیہ نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر انہیں دو سو روپے ماہانہ وظیفہ کی پیشکش کی تو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہم محمد علی قاچار کے باغی ہیں ایران کے نہیں۔

[2] راقم الحروف بھی ۳۶-۱۹۳۵ء میں موصوف کا شاگرد اور اس دارالتربیت کا ایک ادنیٰ طالب علم رہ چکا ہے۔

کے فرائض انجام دیتے رہے۔اس بظاہر معمولی سے مدرسے میں بہار شریف کی نئی نسل انگریزی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ دینی تربیت سے جس طرح اور جس کثیر تعداد میں فیضیاب ہوئی اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔موصوف عاصم بہاری کی ایک ابتدائی تنظیم بنام ''جماعت میثاق'' کے بھی ایک اہم رکن رہے۔آگے چل کر جب مومن اسکاؤٹ (والنٹیر کور) منظم ہوا تو اس کے کمانڈر (کمانیئر) بھی مولوی محمود احسن ہی تھے۔

علی حسین عاصم بہاری:۔ والدین نے علی حسین نام رکھا لیکن بعد میں عاصم بہاری کے قلمی نام سے سارے ہندوستان میں مشہور ہوئے۔موصوف محلہ خاصگنج[1]، بہار شریف (ضلع نالندہ) میں ۱۳۰۸ھ (مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔تاریخ پیدائش کا ایک ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ ان کے دادا مولانا عبدالحکیم نے ولی گنج محلہ خاصگنج میں اپنے گھر میں ایک کنواں کھدوایا اس کے منڈیر پر ایک جگہ قطعہ تاریخ کا ایک شعر اس طرح کندہ تھا۔

بفضل خدائے عدیم المثال　شد ایں چشمۂ فیض آب زلال

''چشمۂ فیض آب زلال'' سے ۱۳۰۹ھ نکلتا ہے۔

عاصم بہاری کی والدہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ اس وقت عاصم کی عمر ایک سال کی تھی۔ان کی والدہ اور بھائیوں کے بقول بچپن میں یوں تو ہر بچہ ہی بھولا بھالا اور چلبلا ہوتا ہے مگر عاصم اپنی صحت بھولے پن اور چنچل پن میں عام بچوں سے کچھ نکلتا ہوا زیادہ شوخ اور نٹ کھٹ تھا۔

تعلیم و تربیت:۔ ان کی خوش نصیبی یہ تھی کہ ان کے دادا مولانا عبدالحکیم جیسے عالم باعمل اور ۱۸۵۷ء کے مجاہد جنگ آزادی کے زیر سایہ ۱۲-۱۳ برس تک ان کی تعلیم و تربیت ہوتی رہی۔مولانا جہاں رہے اپنے پوتے کو ساتھ رکھا ان کے فیض تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ خدا پرستی دینداری، اسلامی تاریخ سے دلچسپی گویا ان کی گھٹی میں پڑ گئی۔مولانا کی بذلہ سنجی، ذہانت اور ذکاوت عاصم نے بھی وراثت میں پائی تھی جوان کی تربیت میں رہ کر نمو پذیر ہوتی گئی۔عاصم بہاری

---

[1] محلہ خاص گنج کا ایک ٹولہ

[2] بقول مولوی محمود احسن، برادر حقیقی عاصم بہاری

جس زمانے میں گلستان کا آٹھواں باب پڑھ رہے تھے تقریباً ۱۰-۱۱ برس کی عمر ہوگی۔یہ اپنے دادا کے ساتھ حضرت شاہ امین احمد کے پاس خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک طالب علم بشارت کریم استاد کے حکم سے بازار سے سودا سلف مثلاً کدو، کریلا، منگریلا وغیرہ لے کر آگیا۔مولانا عبدالحکیم نے امرود تراش کر سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں بڑھایا۔اس کے بعد خود بھی ایک قاش کھایا مگر امرود اچھا نہیں تھا۔اس لئے بدحظ ہوکر مولانا موصوف نے برجستہ یہ مزاحیہ رباعی وہیں پر سب کو سنائی۔؎

الحمد لمن پیدا کدو و کریلا | والشکر لمن سود رنگ منگریلا
امرود کہ آدرد زبازار بشارت | کھٹا ہے نہ میٹھا کڑوا نہ کسیلا

اور لڑکوں کو پکار کر کہا کہ اب بتاؤ تب امرود کا مزہ کیسا ہے؟ سب لڑکے خاموش رہے مگر عاصم بہاری نے قدرے تامل کے بعد فوراً ہی جواب دیا کہ "پھیکا" اس جواب سے حضرت شاہ صاحب بھی محظوظ ہوئے۔اور از راہ ہمت افزائی ایک قلم (کلک کا قلم) بطور انعام عاصم کو عنایت فرمایا۔وہ قلم عاصم بہاری کے پاس عرصہ تک محفوظ رہا اردو کے علاوہ مثنوی مولانا روم، دیوان حافظ اور انوار سہیلی کی فارسی تعلیم بھی اپنے دادا ہی سے حاصل کی۔دادا کے انتقال کے بعد ان کے والد نے حکیم محمد اکرام الدین[1] محلہ خانقاہ، بہار شریف کے یہاں علم طب حاصل کرنے کے لئے رکھوادیا۔حکیم اکرام الدین بڑے شفیق استاد تھے۔وہ اکثر اپنے شاگرد کی محنت اور ذہانت کی ہمت افزائی کرکر کے انہیں اکساتے رہتے تھے۔

معاشی پریشانیاں:۔ مگر جلد ہی یہ تعلیمی سلسلہ بند ہوگیا کیونکہ ان کے استاذ حکیم محمد اکرام الدین کا انتقال ہوگیا اور ان کے والد مولانا عاشق حسین کے جوتے کی دوکان میں چوری ہوجانے کی وجہ سے وہ معاشی اعتبار سے دوبارہ پنپ نہ سکے۔

ملازمت:۔ برسوں بہار شریف ہی میں اپنے معاشی حالات کو درست کرنے کے لئے کاوشیں کرتے رہے آخر مجبور ہوکر انہیں ۱۹۰۶ء میں کلکتہ کی اوشا کمپنی میں ملازمت

---

[1] اجزادے حکیم عبدالمجید عرف مجو اور شاگرد مولانا عبدالحکیم۔

اختیار کرنی پڑی اس وقت عاصم بہاری کی عمر تقریباً سولہ ہی برس کی تھی مگر غربت کی وجہ سے انہیں پھر اپنے خاندان کا معاشی سہارا بننے کے لئے کلکتہ کا سفر کرنا پڑا۔

بیڑی سازی:۔ مگر کوئی ایسا نوجوان طالب علم جو علم کا رسیا آزاد طبع، ذہین اور قومی وملی نقطۂ نظر کا حامل ہو ظاہر ہے کہ ملازمت کو دل سے پسند نہیں کرسکتا۔ عاصم بہاری کے ساتھ بھی یہی ہوا انہوں نے اس زمانے کا مروج الحصول فن (بیڑی سازی) سیکھ لیا۔ کچھ دنوں تک کلکتہ کے کسی بیڑی گودام میں بیڑی سازی کا کام کرنے لگے۔ اور یوں چند ہی مہینوں میں والدین کا معاشی سہارا بننے میں کامیاب ہوگئے۔

کتب بینی:۔ کتب بینی اور اخبار بینی کی عادت بہار شریف ہی سے لیکر گئے تھے۔ کلکتہ کی وسیع ترعلمی وادبی اور سیاسی فضا میں یہ ذوق اور بھی نکھر گیا اور فرصت کا پورا وقت نیز اپنے جیب خرچ کا بیشتر حصہ مختلف قسم کی کتابوں اور خبارات ورسائل پر صرف کرتے تاریخی ناولوں، دلچسپ کتابوں اور عصری مسائل پر مشتمل اخبار ورسائل کا چسکا رفتہ رفتہ غیر محسوس طور پر ان کے آس پاس کے مزدور ساتھیوں کو بھی لگ گیا۔ ان ساتھیوں نے اپنے اس نئے ذوق کی تسکین کا یہ طریقہ نکالا کہ عاصم بہاری سے تقریباً دن بھر دلچسپ کتابوں اور اخبار ورسائل کو بلند آواز سے پڑھنے کی فرمائش کرتے۔ قریب کے تمام ساتھی بیڑی بناتے بھی جاتے اور مضامین اور خبریں بھی سنتے جاتے۔ شام کے وقت ہر کاریگر اپنے اپنے سوپ سے کئی کئی بیڑی کی بنڈلیں جمع کرکے گودام کے منشی کے پاس انہیں عاصم بہاری کے نام پر کھاتہ میں جمع کروادیتا۔ اس طرح ان کی مزدوری بھی ماری نہ جاتی اور ذوق مطالعہ بھی بڑھتا رہا۔ ان کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ وہ رات گئے دیر تک اور پھر صبح سویرے بھی مطالعہ میں غرق رہا کرتے تھے۔ خواہ مخواہ کی گپ بازی اور فضول سرگشتی سے انہیں نفرت تھی۔ بے تکلف احباب کے درمیان گفتگو کا موضوع عام طور پر حالات حاضرہ پر نقد وتبصرہ ہوتا۔ مسلمانوں بالخصوص پسماندہ مسلم برادریوں کی حد سے بڑھی ہوئی غربت، جہالت، توہم پرستی اور زمانہ سے بے خبری پر ہمیشہ کڑھتے اور انہیں دور کرنے کے لئے دوستوں کے ساتھ بار بار طرح طرح کے مشورے کرتے۔ شب وروز کے مطالعہ اور غور وفکر

کرنے کے بعد موصوف بتدریج قومی وملی ہمہ گیر پسماندگی کے عملی حل کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اپنی قلبی کیفیات کو وہ ایک جگہ اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

> "۱۱۔۱۹۱۰ء میں جبکہ میں کلکتہ میں مقیم تھا۔ مجھ کو اپنی آئندہ زندگی کے متعلق غور وفکر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور بہت دنوں تک اپنی واپنے عزیز قبیلہ کی صورت حال کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ سب سے پہلے مجھ کو قبیلہ کے حالات علمی و عملی، مذہبی واخلاقی، صنعتی وتجارتی سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے۔ پھر علی العموم مسلمانان ہندو ہمسایہ قوموں کی رفتار کس سمت کو ہے اور اس کا نتیجہ ہماری کثیر برادری پر کیا مرتب ہوگا"[1]

اسی فطری تدریج کے ساتھ ان کے فکر وعمل کا سانچہ مائل بہ ارتقا رہا۔ سال چھ ماہ پر بہار شریف آتے تو یہاں بھی احباب، بزرگوں اور عزیزوں کی ہر نشست میں ان کی معلومات اور صلاحیتوں کے پیش نظر مقامی مسائل سے لیکر ملک گیر قومی وملی مسئلوں اور ان کے حل پر غور وفکر اور تبادلۂ خیال کرتے رہتے۔ ملنے جلنے میں اسلامی آداب واخلاق کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھتے۔ بزرگوں کا بے حد ادب کرتے احباب اور کم عمروں کے ساتھ نہایت اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بچوں سے غایت لطف ومحبت کا اظہار کرتے۔

ابتدائی تقریریں:۔ شادی وغمی کے مواقع اور مذہبی اجتماعات میں تقریروں کے ذریعہ عوام کو اصلاح معاشرہ پر آمادہ کرتے۔ روز مرہ کی عام فہم اور بول چال کی زبان میں عبرت ونصیحت کی باتیں بتاتے۔ ہلکے پھلکے لطیفوں اور ٹھیٹھ محاوروں سے مجمع کو بیچ بیچ میں گدگداتے ہنساتے ہوئے ان کے ظرف اور ضمیر کو جھنجھوڑتے رہتے۔ رفتہ رفتہ پورے بہار شریف میں موصوف کی دلچسپ اور حیرت انگیز تقریروں کی دھوم مچ گئی۔ ہر سفر میں کسی نہ کسی بہانے کسی نہ کسی محلے میں جلسے کا اہتمام کیا جاتا اور بچے بوڑھے عورت، مرد سب نہایت انہماک

---

[1] مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار کانفرنس منعقدہ بہار شریف ۱۹۲۰ء مرتبہ عاصم بہاری۔
از تمہید ص:۱۔۲

کے ساتھ گھنٹوں ان کی تقریریں سنتے۔

شادی: عاصم بہاری کی ان قومی وملی دلچسپیوں اور شہرت سے ان کے غریب والدین کو خوشی کم اور فکر زیادہ ہونے لگی۔ وجہ ظاہر تھی یہ اپنے خاندان کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ والدین کو توقع تھی کہ یہ جلد ہی تجارت میں پوری دلچسپی لیکر خاندان کی معاشی خوشحالی کا ذریعہ بنیں گے۔ مگر ان کے طرز فکر اور غیر کاروباری مذاق کو دیکھ کر انہیں بڑے مایوسی ہوئی کیونکہ وہ ہر ماہ اپنی گذر بسر کے بعد بمشکل ایک قلیل رقم پس انداز کر کے گھر بھیج پاتے تھے۔

> ''لیکن ان تمام مشغولیتوں اور معروفیتوں کا اثر خود میری ذات کے لئے بہت برا ہوا کیونکہ اس طرح کے انہماک نے اعزا واقرباء کے ادائیگی فرض سے قاصر رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر اعزا مجھ سے بیزار رہنے لگے اور میری باتوں کو مجنوں کی بڑیا شیخ چلی کی کہانی سے تعبیر کرنے لگے۔ مگر ان باتوں پر دھیان نہ دیکر میں تکمیل مقصد کے خیال میں منہمک رہا''[1]

اس خیال کو الاکرام[2] کے اولین شمارے کے اداریے ''عرض وتمنا'' کے زیر عنوان اس طرح پیش کرتے ہیں۔

> ''زندگی کے اٹھارہ سال، اس کے ہر مہینے اور شب و روز اس کی صبح وشام اس طرح گذری کہ ہر قدم پر حوصلہ جنوں افزا کا دامن حوادثات زمانہ کی جھاڑیوں میں الجھا مگر ولولہ بادیہ پیائی واشتیاق منزل نے اتنی بھی مہلت نہ دی کہ چند لمحہ کیفیت چاک دامانی کا لطف اٹھا سکوں، پھر بھی ع
>
> حیرتم نیست کہ منزل کہ مقصود کجا است

---

[1] ایضاً [2] الاکرام، پندرہ روزہ، سوہسرائے پٹنہ، مسئول عاصم بہاری جلد ۱ شمارہ ۱، ۱۵ نومبر ۱۹۲۶ء ص ۲

اسی طرح برسوں گذر گئے اور اب عاصم بہاری تقریباً چوبیس پچیس برس کے ہو چکے تھے اس لئے والدین نے سوچا کہ ان کی جلد ہی شادی کر دی جائے ممکن ہے اس طرح بیوی اور بال بچوں کی ذمہ داریاں سر پر آئیں گی تو وہ زیادہ یکسوئی کے ساتھ کاروبار میں دلچسپی لیں گے اور یوں ان کی تضیع الاوقاتی دور ہوگی۔ چنانچہ شیخ منیر الدین عرف متقی میاں ساکن کٹھل ٹولہ سوہ سرائے کی چھوٹی صاحبزادی فیض النساء بانو سے تقریباً ۱۵-۱۹۱۴ء میں سادگی کے ساتھ شرعی طریقے سے شادی ہوگئی۔ مگر شادی کے بعد بھی ان کے معمولات اور دلچسپیوں میں زیادہ فرق نہیں آیا۔ بہار شریف میں رہتے تو ہم خیال احباب اور یہاں کے مشہور قومی کارکن سید مہدی حسن ایڈوکیٹ کے ساتھ انجمن اسلامیہ بہار شریف اور دوسری اصلاحی کوششوں میں دن رات لگے رہتے۔ اور ہمیشہ کسی نہ کسی قومی دھن میں مست رہتے۔ ایک مقام پر مثنوی معنوی کے دو اشعار کا حوالہ دیکر خاکساری کے ساتھ خود ہی اعتراف کرتے ہیں کہ

من بہ ہر جمعیتے نالاں شدم   جفت خوش حالاں و بد حالاں شدم

ہر کسے از ظن خود شد یار من   وز درون من نہ جست اسرار من

"اپنے کو ان اشعار کا مصداق قرار دینا سوءِ ادبی تصور کرتا ہوں مگر حقیقت حال یہ ہے کہ میرا استغراقی زندگی کی آوارہ گردی اور جمعیت پسندی کے لحاظ سے بہت کچھ ایسی ہی رہی ہے"[1]

تعلیم بالغاں کی مہم:- کلکتہ میں رہتے تو وہاں اپنا نقصان سہہ کر تعلیم بالغان کے لئے شبینہ اور صباحی مدارس چلاتے۔ دردمندان ملت کے سامنے قوم کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچ کر انہیں حرکت و عمل پر آمادہ کرتے، جا بجا تقریروں کے ذریعہ عوام الناس کے ذہنوں کو ہموار کرتے۔ یہ سارے کام انہوں نے خصوصیت کے ساتھ ۱۷-۱۹۱۲ء کے درمیان ایک

---

[1] موصوفہ خواجہ حسن نظامی کے معتقدوں میں تھیں۔ فیض بانو انہیں کا دیا ہوا نام ہے۔ متقی میاں بنائی کا آبائی پیشہ کرتے تھے۔ بڑے ہی مرنجامرنج اور صوم وصلوٰۃ کے پابند انسان تھے۔ ان کے دوسرے بھائی بھی عرفی ناموں سے بہار شریف میں مشہور تھے۔ عابد صاحب اور صوفی صاحب، متقی میاں کے صاحبزادے منشی عبد الغفور ایوبی عاصم صاحب کے یار غار اور تحریکی کاموں میں ہمیشہ ان کے دکھ سکھ کے ساتھی رہے۔

سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کیے۔"ابتدائے خیال"[1] کے زیر عنوان ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

عملی پروگرام:۔ "..............اس طرح
۱۷۔۱۹۱۲ء تک درحقیقت ان مشاغل سے اپنی آئندہ زندگی
کے لئے عملی پروگرام کی تیاری کرتا رہا اور اس پنج سالہ زندگی
میں ضمناً ایک طرف ملک وقوم کے مفید کاموں اور تجویزوں کو
عام مسلمانوں تک ان کی سمجھ کے موافق پہنچاتا اور ترغیب عمل
دلاتا۔ دوسری طرف عام مسلمانوں کے حالات و کیفیات، ان
کے طرز معاشرت و مذاق، طریق رہائش اور رسم و رواج، میلہ و
تہوار وغیرہ کا نقشہ مصلحان ملک وقوم کو دکھاتا رہا تاکہ عامۃ
الناس کی فلاح و بہبود کے لئے صحیح ترین تجویزیں عمل میں
آسکیں۔ ساتھ ہی ساتھ اکثر پیشہ ور لوگوں کو ان کی فرصت کے
اوقات میں تعلیم دیتا اور معلومات عامہ سے بذریعہ تقریر واقف
کراتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیکڑوں کی تعداد میں وہ لوگ جو
ایک حرف لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے آج ضروری خط و کتابت
کے علاوہ اخبارات پڑھتے اور کتب بینی کرتے ہیں۔ خود بہتر
زندگی گذارنے کے ماسوا دوسروں کے لئے نمونہ عمل ہیں۔"

ہدف ملامت:۔ ان کامیابیوں سے عاصم صاحب کا حوصلہ بڑھانا دانوں کے طعن و طنز اور پھبتیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے مقصد میں مست آگے بڑھتے رہے۔ بعض لوگ تو محض تقریباً ان کی دلچسپ تقریر اور گفتگو سننے کے شوق میں ان کے ساتھ ہو گئے۔ مگر وہ اس کو بھی بساغنیمت تصور کرتے "لیکن میں ان کا پھر بھی ممنون ہوتا کہ کم از کم جی لگا کر ہماری باتوں کو سن لیتے ہیں"[2] اس کی نہایت عمدہ نفسیاتی توجیہ بھی کرتے ہیں جس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

---

۱ مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار۔ تمہید ص:۱
۲ مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار۔ تمہید ص:۲۔۳

"............کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ انسان جتنی
باتوں کو سنتا ہے حافظہ ان میں سے بہت سی باتوں کو دماغ
میں محفوظ کر لیتا ہے"۔[1]

قاتلانہ حملہ:۔ بالآخر ان مخلصانہ کاوشوں نے رنگ لانا شروع کیا۔بہتوں کا ذہن اجتماعی طور پر حرکت وعمل کے لئے آمادہ ہونے لگا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ تنگ نظروں اور حاسدوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھنے لگی۔ان کے خیال میں عاصم بہاری کی جدوجہد انہیں مقبول اور حاسدوں کو نامقبول بناتی جا رہی تھی اور ان کی محلّہ دار سرداری خطرے میں پڑ گئی تھی ۔اب وہ اس فکر میں پڑ گئے کہ کسی طرح اس کانٹے کو اپنے راستے سے دور کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ گدام میں ایسی ہی ذہنیت کے دو شخص آپس میں لڑ پڑے۔عاصم بہاری نے اپنی عادت کے مطابق ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کی کوشش کی تو ایک نے ان کے سینے میں تیز قینچی گھونپ دی اور یہ گر کر بے ہوش ہو گئے۔مجرم کو دوسرے کاریگروں نے زدوکوب کر کے پولس کے حوالے کر دیا اور وہ جیل بھیج دیا گیا۔عاصم بہاری کے ہمدردوں نے خدا خدا کر کے انہیں اسپتال پہنچایا۔لوگ ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔مگر شکر ہے ۳۶ گھنٹوں کے بعد انہیں ہوش آیا۔کئی ہفتوں کے بعد انہیں اسپتال سے گھر آنے کی اجازت ملی۔

قاتل کے ساتھ حسن سلوک:۔ مجرم چونکہ ان کے پڑوس کا اور اچھی طرح واقف کار تھا اس لئے عاصم اس کی بیوہ ماں اور اس کی معاشی بدحالی سے خوب واقف تھے۔اس لئے خاموشی کے ساتھ اس بیوہ خاتون کی ضروریات زندگی کا سامان پہنچاتے رہے۔تقریباً ایک سال کے بعد جب مجرم جیل سے چھوٹ کر آیا تو ماں سے ملنے کے بعد وہ سیدھے گدام میں آ کر سب کے سامنے عاصم صاحب کے قدموں پر گر کر اس نے معافی مانگی اور قوم کے اس مظلوم درد مند نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

---

[1] ایضاً ص:۳۰

"......ابتدائے خیال" میں موصوف اس واقعہ کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں:

"..................اس منزل سے گذرنے کے بعد لوگ
غور وفکر کی طرف متوجہ ہوئے ساتھ ہی اعتراضات واختلافات
شروع ہوئے جو رفتہ رفتہ مخالفت کے درجہ تک ترقی کر گئے اور
جب کوئی صورت نہ بن پڑی تو کچھ لوگوں نے میرا خاتمہ ہی کر
ڈالنا چاہا۔ چنانچہ ایک دن اپنی عادت کے موافق دولڑنے والوں
میں صلح کی کوشش کرتے وقت ایک نے میرے سینہ میں گہرا زخم لگا
دیا جو اتنا خطرناک تھا کہ ڈاکٹر تک کو میری زندگی کے خاتمہ کا
خوف ہوگیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے میں ہوسپٹل میں کچھ
روز رہ کر تندرست ہوگیا:۔[1]

معاشی بدحالی اور ان جان لیوا خطرات کے باوجود عاصم کے سر سے قومی وملی کاموں کی سوچ نہ گئی۔ چنانچہ آلام ومصائب کے بعد آسانیاں بھی نصیب ہوئیں۔

آسانیاں:۔ "لوگ گروہ در گروہ میرے
ہمدرد ہوتے گئے اور چند ایسے نیک نفس اولو العزم
دوستوں سے ملاقات ہوئی جس سے میری کوفت کی
زندگی کا خاتمہ ہوگیا اور جب ہی سے میری زندگی کا نیا
اور اصلی دور شروع ہوا"[2]

ان دوستوں سے موصوف کو ایسا قلبی تعلق پیدا ہوگیا کہ ایک لمحہ کی جدائی بھی شاق گذرنے لگی"۔ ان ابتدائی صحبتوں میں "تبادلہ خیال اور واقفیت ومعلومات میں معتد بہ اضافہ" ہی دو بنیادی کام تھے۔ مگر جلد ہی غور وفکر کے بعد یہ صلاح ٹھہری کہ اس صحبت کو کسی مجلس کی شکل میں تبدیل کردیا جائے" تا کہ اپنے علاوہ دوسرے ہم خیال حضرات بھی منظم انداز میں فائدہ اٹھاسکیں۔

---

[1] ایضاً:۵ [2] ایضاً:۵

قیام دارالمذاکرہ:۔ اس ارادے کی تکمیل میں عاصم صاحب کو دو وجہوں سے بڑی سہولت ہوئی ایک تو اس لئے کہ گزشتہ دسوں برس سے تانتی باغ (نزد پارک سرکس کلکتہ) کے علاقے میں ان کی اصلاحی کوششیں مسلسل جاری تھیں اور بڑی مسجد تانتی باغ کے ارد گرد کے نوجوانوں کی ایک غیر منظم ٹولی ان کی معتقد ہو چکی تھی۔ دوسرے یہ کہ تانتی باغ میں بہار شریف اور اس اطراف کے ہزاروں خاندان صدیوں سے آج تک رہتے بستے چلے آرہے ہیں۔ ان خاندانوں میں اصحاب خیر کی بھی کبھی کمی نہیں رہی۔ چنانچہ مخیّر بزرگ اور نوجوانوں نے کلکتہ شہر کی جدید تہذیبی و تمدنی ترقیات کے زیر اثر اپنی قوم اور برادری کو بھی منظم اور فعال بنانے کے لئے پوری وسیع القلبی کے ساتھ عاصم بہاری کی ہمت افزائی کی۔

رفقائے مذاکرہ:۔ چنانچہ منشی محمد اسماعیل، عبد الباسط، عبد الکریم، عبد الجبار، ڈاکٹر عبد الستار، شمس الدین اور فضل الحق صاحبان کے تعاون سے ایک مجلس کی تشکیل عمل میں آگئی۔ اس کے لئے حاجی اسماعیل صاحب کے مکان واقع تانتی باغ لین میں ایک کمرہ لے لیا گیا اور ایک روز جمعہ کو بعد نماز مغرب تلاوت کلام پاک کے بعد اس مجلس کا باضابطہ افتتاح[1] بھی کر دیا گیا۔ اس افتتاحی تقریب میں طے ہوا کہ اس مجلس کا کوئی نام بھی تجویز کرنا چاہئے۔ چنانچہ مختلف ناموں پر بحث و مباحثے کے بعد ڈاکٹر عبد الستار مرحوم کے پیش کردہ نام "دارالمذاکرہ" پر سب کا اتفاق ہو گیا اس کے بعد تانتی باغ کے اصحاب خیر نے عاصم صاحب کی اپیل پر اس کی دفتری ضروریات مثلاً میز کرسیاں بنچ، الماریاں وغیرہ بڑی خوشی سے مہیا کر دیں۔ اب تک اس کے باضابطہ ارکان کل ۱۰-۱۲ کی تعداد میں تھے کیونکہ وہ اول ہی قدم پر محض بھیڑ جمع کر لینے کے قائل نہ تھے۔ مگر عاصم بہاری صاحب اس فکر میں پڑ گئے کہ تب یہ اصلاحی کاوش مستحکم انداز میں آخر کیسے آگے بڑھے چنانچہ سب سے پہلے اس چھوٹی سی تنظیم کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط کی ترتیب پر توجہ ہوئی۔ آخر کئی ہفتوں کے غور و فکر اور بحث و مباحثے کے بعد یہ قرار پایا کہ اسلامی طرز فکر کے مطابق سب سے پہلے اپنی اصلاح کی جائے اس کے بعد اہل خاندان، احباب پڑوس اور شہر کی طرف توجہ دی جائے مزید یہ کہ صدر و سکریٹری جیسے

---

[1] مطبوعہ روداد صوبہ بہار۔ الانصار۔ تمہید)

عہدیداران کی کشاکش کے بجائے کسی صاحب کردار کو چھ ماہ کے لئے امیر المجلس منتخب کیا جائے جس کے احکام کی پابندی ہر رکن پر[1] لازم ہوگی۔ البتہ امیر کی کوتاہیوں پر ارکان مجلس کو انہیں معزول کرنے کا حق ہوگا۔

نصاب مذاکرہ:۔ اپنی تربیت اور داخلی استحکام کے لئے مجلس نے مطالعہ کا ایک نصاب طے کیا جس میں قرآن پاک مع ترجمہ وتفسیر، حدیث مع ترجمہ وتوضیح، سیرت رسولؐ، سوانح حضرات صحابہ کرامؓ وصلحاء ومجددین امتؒ اولوالعزم ولوگوں کے کارنامے تاریخ اسلام اور تاریخ عالم کے علاوہ ان میں بہترین تصنیفات وتالیفات، مذہبی وعلمی ومفید کتابوں کے ترجمے اور ملک کے بہترین اخبارات ورسائل شامل تھے۔

دار المطالعہ اور جلسے:۔ اس طرح کی معیاری کتابوں کے حصول کا مسئلہ یوں حل ہوا کہ سب سے پہلے عاصم صاحب نے اپنے اور گھر والوں کا پیٹ کاٹ کاٹ کر اس سے قیمتی کتابوں کا جو ذخیرہ جمع کیا تھا۔ وہ اس دار المذاکرہ کو عطیہ کردیا۔ انہیں کی طرح ان کے جانثار دوستوں میں مولوی عبد اللہ الکافی، عبد الباسط، نیز ڈاکٹر مظفر حسین وڈاکٹر قمر الدین صاحبان نے بھی خاصی تعداد میں کتابوں کا عطیہ پیش کیا۔ اس کے باوجود جو اہم کتابیں مہیا نہ ہوسکیں انہیں منشی محمد اسماعیل، عبد الجبار، شیخ براتی اور منشی شرف الدین صاحبان نے خرید کر فراہم کردیں۔ اس طرح ایک مختصر مدت میں کئی سو اہم کتابیں جمع ہوگئیں ان کے علاوہ متعدد اخبار[2] اور رسائل بھی خریدے جاتے تھے۔ شروع کے چند مہینوں تک سہ روزہ جلسے ہوئے مگر بعد میں ہفتہ وار اجتماع کا سلسلہ رہا مجلس نے اپنے قوانین کی رو سے ارکان کے اضافے کا راستہ تو بند کردیا تھا لیکن دار المذاکرہ کے اجتماعات اور اس کے دار المطالعہ سے استفادہ کی ہر شخص کو اجازت تھی۔ ان اجتماعات میں مذہبی واخلاقی موضوعات پر تقریریں ہوتیں اور اصلاح معاشرت کے عنوان پر تبادلہ خیال ہوتا 'عوام اور اہل قبیلہ کی دلچسپی اور تربیت کے لئے ہر سنیچر کو علم کی عظمت، کتب بینی کی اہمیت، قوموں کے عروج وزوال کے اسباب اور تنظیمی

---

[1] ایضاً مطبوعہ روداد صوبہ بہار۔ الانصار۔ تمہید)

[2] مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار تمہید ص:۸

زندگی کی برکتوں پر نہایت خیال انگیز اور موثر تقریریں ہوتیں[1]۔ مقررین طے شدہ پروگراموں کے مطابق ہفتوں اپنے اپنے موضوعات کی باضابطہ تیاری کر کے آتے تھے۔ ان تیاریوں اور منظم جدوجہد کا اثر یہ ہوا کہ ہفتہ وار جلسوں میں تانتی باغ کے علاوہ شہر کے دوسرے علاقوں کے مسلمانوں نے بھی شرکت شروع کر دی اور دارالمذاکرہ کا وہ کمرہ بالکل ناکافی ہو گیا۔ تو مصلح الدین صاحب سردار جماعت مصلیان تانتی باغ و اکثر ذمہ دار حضرات کی اجازت سے ہفتہ وار مجلس اس مکان میں منعقد ہونے لگی، جہاں بچوں کا مدرسہ تھا اور جس میں سینکڑوں افراد کے بیٹھنے کے لئے جگہ کافی تھی۔ منشی محمد اسماعیل صاحب کی انتھک محنت و محلّہ کے فیاض حضرات کی توجہ نے وہاں بہت سے بچوں کا سامان بھی مہیا کر دیا جس سے اچھی خاص شان بھی پیدا ہو گئی[2] اس طرح یہ سلسلہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک چلتا رہا۔ مگر موصوف ہی کے الفاظ میں:۔

> ’’اس کے بعد یکایک موسم نے رنگ بدلا۔ زمانے نے کروٹ لی اور وہ محبوب صحبت جس نے ایک پر لطف سرور پیدا کر رکھا تھا۔ محو ہونے لگی اور ہمارے شیرازے کے بکھرنے کے سامان یکے بعد دیگرے پیدا ہونے لگے۔‘‘[3]

اس کے بعد ایسا ہوا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد کلکتہ میں عاصم صاحب کے ساتھ صرف ڈاکٹر مظفر حسین رہ گئے۔ اس عرصے میں عاصم صاحب نے کلکتہ کے ’’بدلتے ہوئے موسم‘‘ اور اس دور کے انقلاب انگیز ماحول نیز خلافت تحریک سے خاصے تجربات حاصل کر لئے۔ چنانچہ ان کی خطر پسند اور حوصلہ مند طبیعت نے دارالمذاکرہ کے محدود مشن و تربیت کے بعد ایک منظم اور مستقل آل انڈیا تنظیم کا خاکہ بنانا شروع کیا۔ لہٰذا ان دونوں صاحبان کے باہمی صلاح و مشورے کے بعد دارالمذاکرہ کی عام کتابیں مع دیگر لوازمات منشی محمد اسماعیل کے یہاں امانتاً رکھ دیں اور کچھ دنوں کے غور و فکر کے بعد انہوں نے ۔جمعیۃ المومنین‘‘ کا

---

[1] مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار، تمہید ص:۹

[2] مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار، تمہید ص:۹

[3] مطبوعہ روداد صوبہ بہار جمعیۃ الانصار، تمہید ص:۹

ایک مکمل نقشہ کار مرتب کرلیا۔یہی تنظیم بہار شریف صوبہ بہار، اور بنگال سے ہوتی ہوئی آل انڈیا مومن کانفرنس'' کے نام سے آگے چل کر ایک آل انڈیا تنظیم کی شکل میں سامنے آئی اور جس نے اس برصغیر کے طول وعرض میں اپنے ہمہ گیر اثرات کے انمٹ نقوش یادگار چھوڑے ہیں۔اور جو تنظیم آج تک زندہ اور فعال ہے۔

مگر قبل اس کے کہ عاصم بہاری کی زندگی کے دوسرے گوشے نیز جمعیۃ المومنین اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی تفصیلات پیش کی جائیں۔مناسب یہ ہے کہ ان کے اس پس منظر اور ماحول کا ایک سرسری جائزہ لے لیا جائے جس میں رہ کر انہوں نے نہ صرف اپنی انفرادی تربیت کی بلکہ جس ماحول سے اخذ واستفادہ کر کے انہوں نے بلند کرداری، دوراندیشی اور تدبیر میں ایسا کمال حاصل کیا کہ ہندو پاک کی اکثریتی مسلم آبادی میں بیداری کی ایک خوشگوار لہر دوڑا دی۔خصوصاً ایسی آبادی میں جو صدیوں سے ملک کی نسلی عصبیت، جاگیردارانہ نظام اور انگریزی سامراجیت کی لوٹ کھسوٹ کا براہ راست نشانہ بنی ہوئی تھی۔جس کی پسماندگی ضرب المثل بن چکی تھی اور جس کے لئے ترقی کے تمام امکانات کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔موصوف نے اپنے جوش کردار اور عظیم الشان تنظیمی صلاحیتوں سے سماجی، تہذیبی، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں جو حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ان کی ماہیت اور حقیقت اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس زمانے کے قومی اور بین الاقوامی احوال ہمارے پیش نظر نہ ہوں۔

باب دوم

انیسویں صدی۔ ایک پس منظر

اوائل انیسویں صدی سے لیکر اوائل بیسویں صدی تک نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری انسانی دنیا ایک ہمہ گیر اضطراب اور ہلچل سے دوچار تھی۔ اس صدی کے ان تمام واقعات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہی یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ انسانی تاریخ ایک نئی منزل میں داخل ہونے کے لئے بے چین تھی اور انسانیت علم، سائنس، سیاست اور اقتصادیات کے نئے نئے میدانوں کو سر کرکے زندگی کے پرانے ڈھروں کو یکسر بدل دینے پر آمادہ ہوچکی تھی۔ مختلف قسم کے علمی و سائنسی نظریات کے علاوہ اسٹیم انجن بجلی، کوئلے کی طاقت نے انسان عزائم کو کہاں سے کہاں پہنچادیا تھا سب سے پہلے یورپ اور امریکہ آزادئ خیال، حریت فکر اور عقلیت¹ کی زد میں آئے چنانچہ امریکہ اور فرانس نے شہنشاہیت اور سامراجیت کی زنجیروں کو توڑدیا۔ درجنوں قومی حکومتیں وجود میں آگئیں۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی کی ایک قلیل مدت میں ترکی، اسپین اور پرتگالیوں کی بیشتر نوآبادیاں یکے بعد دیگرے آزاد ہونے لگیں اور چوتھی دہائی میں یورپ کے مختلف ممالک قومیت اور جنگ آزادی کے نعروں سے گونج اٹھے۔ یونان، اٹلی اور آئرش بھی اس جنگاہ میں کود پڑے۔ آزادی، قومیت اور جمہوریت کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کی جانے لگیں اور ان نوبیدار ملکوں میں پرجوش مشاہیر کے نعروں اور جان پر کھیل جانے والے واقعات اور انقلاب انگیز ادب نے پوری دنیا کو متاثر کرنا شروع کردیا۔

---

¹ Freedom of thought, liberalism, Rationalism

ایسٹ انڈیا کمپنی:۔ برصغیر ہند کا معاملہ مغربی ممالک سے قدرے مختلف تھا۔مغرب میں جس وقت نئے نئے نظریات اور سائنسی ایجادات سے وہاں کی تقدیر بدلی جا رہی تھی ۔ہندوستان زوال وانحطاط کی آخری سرحدوں کو چھو رہا تھا۔خصوصاً مسلمانوں کا وہ تنزل جو ۱۷۱۹ء میں شروع ہوا تھا ۱۸۵۷ء میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔قسمت کی ستم ظریفی یہ تھی کہ جن نظریات وایجادات کی وجہ سے مغرب ذہنی اور مادی اعتبار سے خوشحال ہوتا جا رہا تھا۔مشرق اپنی بے حسی ،بے عملی بلکہ بداعمالی کی وجہ سے انہیں نعمتوں کے ذریعہ غلامی اور بدحالی کے شکنجوں میں جکڑتا چلا جا رہا تھا۔مغرب کی حوصلہ مندی اور اس کی رفتار ترقی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ۲۱۵ حصہ داروں نے مل کر ۱۶۰۵ء میں انگلینڈ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے جس تجارتی کمپنی کو شروع کیا اس نے صرف ۱۳برس کے اندر ہندوستان میں جہانگیر کی اجازت سے سورت میں ایک تجارتی شاخ قائم کر لی ۔اسی تجارتی شاخ نے نصف صدی کے اندر اندر جنوب مغربی ساحلی علاقوں پر اپنا اچھا خاصا اثر واقتدار قائم کر لیا اور ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کو شکست دیکر بنگال بلکہ شرقی ہند پر پوری طرح اپنا قبضہ جما لیا۔

انگریزوں کے عزائم:۔ اب انگریز یکسوئی کے ساتھ پورے ملک پر مکمل قبضہ اور بیش از بیش منافع کے حصول میں لگ گئے اس دو گونہ عمل کے لئے ضرورتاً انہیں صنعتی انقلاب کے بعض اجزاء کو اس ملک میں بھی رائج کرنا پڑا اس کے بغیر اقتدار اور منافع کے حصول میں شدت اور سرعت پیدا نہیں ہو سکتی تھی جس کے وہ خواہاں تھے ۔اس طرح انگریزی راج کی وجہ سے ہندوستان کا مغرب سے ناطہ جڑ گیا۔

جدید تصورات:۔ اب جدید خیالات وتصورات جن کی نشوونما مغربی یورپ میں ہوئی ہندوستان تک پہنچنے لگے ۔۱۸۰۰ء میں کرسچن مشنریوں نے سیرامپور (Seram pur) میں پرنٹنگ پریس قائم کیا اور کلکتہ میں ڈاکٹر جان گلکرائسٹ اور دوسرے انگریز افسروں کی کوشش سے فورٹ ولیم کالج قائم ہوا ۔وہاں ہندوستانی زبانوں میں ادب وانشاء کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی جدید ترین کتابیں ترجمہ اور تصنیف وتالیف کی

جانے لگیں۔اس کے بعد چند ہی برسوں کے اندر اندر بھوانی پور کلکتہ میں ایک اسکول (۱۸۰۱ء) اور کلکتہ کا مشہور ہندو کالج (۱۸۱۷ء) قائم ہوا ان کے علاوہ چھپورا انگریزی اسکول ۱۸۱۴ء پونا سنسکرت کالج ۱۸۲۱ء آگرہ کالج ۱۸۲۳ء وغیرہ کے ذریعہ بھی جدید انگریزی تعلیم کے فروغ میں معاون ہوئے[1] بنگلہ، اردو، مراٹھی اور دوسری ہندوستانی زبانوں میں انگریزی لغت مرتب ہوئے۔نیز چارٹر ایکٹ کی رو سے سالانہ ایک لاکھ روپیہ تعلیم کے مد میں منظور ہوا ۱۸۱۸ء میں ہندوستانی پریس پر عائد کردہ قوانین واپس کئے گئے تو مختلف دانشوروں نے اپنے اخبارات، تصانیف کتابچوں اور تقریروں کے ذریعہ عوام کو نئی آگہی اور جدید تقاضوں سے روشناس کرانا شروع کردیا۔اولاً مختلف قسم کی تعلیمی انجمنیں بنیں اور اخبارات کی اشاعت[2] شروع ہوئی۔ان جدید تعلیمی اداروں، اخبارات کی اشاعت اور نئی معاشی صورتحال نے رفتہ رفتہ ہندوستانیوں کو بیدار کرنا شروع کردیا۔چنانچہ اب جمہوریت عوامی اقتدار عقلیت پرستی اور انسان دوستی کی ہوا سے ایک نیا انقلابی ذہن پروان چڑھنے لگا۔ان نئے تصورات کی روشنی میں ہندوستان کے لوگوں نے نہ صرف اپنے سماجی اور معاشی نظام اور طرز حکومت پر ناقدانہ نظر ڈالی بلکہ ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی نظام کی نوعیت کو بھی سمجھنے کی کوشش شروع ہوگئی۔طبعی سائنس، سماجی سائنس اور دوسرے انسانی علوم کی بنیادی کتابوں نے پڑھے لکھے طبقہ کے اندر سماجی چھان بین کی صلاحیتوں کو جلا بخشی شروع میں نوآبادیاتی حکومت کی پالیسیوں نے

---

[1] راجہ رام موہن رائے کا ویدانتا کالج ۱۸۲۴ء اور مثل کالج دہلی، ۱۸۲۴ء۔

[2] مراۃ الاخبار کلکتہ (فارسی ہفتہ وار، راجہ رام موہن رائے ۱۸۲۲ء)

سماچار چندریکا بنگلہ ہفتہ وار، راجہ رام موہن رائے ۱۸۲۲ء)

سماچار (گجراتی ہفتہ وار ۱۸۲۲ء)

جام جہاں نما (اردو ہفتہ وار ۱۸۲۲ء)

سید الاخبار ۱۸۲۷ء۔بنگال ہرکارو کاشی پرشاد گھوش (۱۸۳۰ء)

بنگال ہیرالڈ، انگریزی، راجہ رام موہن رائے (۱۸۲۹ء)

ریفارمر (مدیر پرسنا کمار دوست ٹیگور) ۱۸۳۳ء)

ہندو کالج طلباء کے اخبار رسائل ۱۸۱۳ء Par theroni- Gyananeshun- Hinda

Bengal spectator ۱۸۲۲pioneer

سماج سدھارکی ہمت افزائی کی اور ہندوستانی سماج کو نئے خیالات سے روشناس کرانے کی کوشش کی گئی تاکہ ملک پر ان کی معاشی گرفت مضبوط ہو سکے اور برطانوی حکومت کو مستحکم بنایا جا سکے ۔جلد ہی انگریزوں کی منظم اور ہمہ گیر کوششوں اور ہندوستانیوں کی علمی وسائنسی اور اخلاقی پسماندگی کے نتیجے میں جنوب میں ٹیپو سلطان اور شمال میں وہابی تحریک کی قوتیں پسپا ہوگئیں ۔اور انگریزی راج ملک کے تمام جغرافیائی علاقے کو ایک حکومت کے تحت لے آیا۔ اس نے حکومت کے طریقوں اور قانونی نظام میں یکسانیت پیدا کر کے ملک کو متحد کر دیا۔ آمدورفت اور نقل وحمل کے نئے طریقوں مثلاً ریلوے ،تارڈاک ،نیز سڑکوں اور موٹر گاڑیوں نے اس اتحاد کو مضبوط تر بنا دیا۔

ملک کے اولین رہنما:۔ تعلیم کی یکسانیت اور جدید تصورات نے ملک کے گوشے گوشے میں دانشوروں کے ایک کل ہند طبقے کو جنم دینا شروع کیا جن کے کام کرنے اور سماجی مسائل پر نظر ڈالنے کا انداز کم وبیش یکساں تھا۔غیر مسلموں میں راجہ رام موہن رائے ، دادا بھائی نوروجی ، دیویندر ناتھ ٹیگور ،ہنری لوئس ویویان دیروزی کاشی پرشاد گھوش ،کیشپ چندر سین ، راجہ نرائن بوس ، بال گنگا دھر تلک ،بنکم چندر چٹرجی ،بپن چندر پال ، مہادیو گووندرانا ڈے[2] سوامی ویویکانند ، سریندرناتھ بنرجی وغیرہ اور مسلمانوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز ،سید احمد بریلوی ،مولانا اسماعیل شہید ،مولانا عنایت علی ، ولایت علی وغیرہ کے بعد سر سید احمد خان ،نواب محسن الملک ،مولانا قاسم نانوتوی ، ڈپٹی نذیر احمد علامہ شبلی نعمانی ، مولانا الطاف حسین حالی ، منشی ذکاء اللہ ، نواب وقار الملک وغیرہ نے بھی انیسویں صدی میں ہندوستانیوں کو نئی بیداری سے آشنا کردیا۔ان دانشوروں نے بجا طور پر سب سے پہلے اہل ملک کی جہالت اور معاشی پسماندگی کو اپنی تنقید واصلاح کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے خوب سمجھ لیا کہ اب جدید علمی وفنی وسائل پر پوری طرح قابو پائے بغیر قومی فلاح اور آزادی کا حصول ممکن نہیں۔

تعلیمی واصلاحی انجمنوں کا فروغ:۔ چنانچہ ابتداء میں مختلف قسم کی

---

۱ Henry Louis Vivian Derozi ۲ بمبئی کے سب جج (۱۹۰۱-۱۸۴۲)

تعلیمی واصلاحی انجمنوں، اداروں اور سوسائٹیوں کا زور شروع ہوا[1]

حکومت کی غلط تعلیمی پالیسی پر یہ کہہ کر تنقید کی جانے لگی کہ اس ضروری مد میں نہ صرف ایک حقیر رقم صرف کی جارہی ہے بلکہ جدید تکنیکی تعلیم سے ہندوستانیوں کو محروم رکھا جارہا ہے۔ مزید یہ کہ ہندوستانی زبانوں کے بجائے انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا کر عوام کو اس نعمت سے محروم رکھا جارہا ہے۔ تعلیمی ادارے محض بڑے بڑے شہروں میں کھولے جارہے ہیں جن سے درمیانی اور بالائی طبقوں کے افراد ہی فائدے اٹھا رہے ہیں۔ اس طرح نہایت ہی غیر محسوس طریقے سے تعلیم یافتہ افراد اور عوام کے درمیان ایک انسانی اور تہذیبی خلیج حائل ہونے لگی۔ نئی انگریزی حکومت نے جدید تعلیم کو اپنے مخصوص اغراض کے لئے فروغ دیا۔ فورٹ ولیم کالج

---

[1] چند سوسائٹیوں کے نام:۔

(i) کلکتہ میں محمڈن ایسوسی ایشن ۲۱ جنوری ۱۸۵۶ء کو قائم ہوئی۔

(ii) عبداللطیف کی محمڈن لٹریری سوسائٹی ۱۸۶۳ء

(iii) "ہندو میلہ" اور "نیشنل سوسائٹی" کے جواب میں نواب امیر علی خان کا سنٹرل "نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن" کلکتہ ۱۸۷۷ء

(iv) کلکتہ مدرسہ ۱۰ جنوری ۱۸۶۸ از عبداللطیف کلکتہ

(v) محسن ٹرسٹ فنڈ از حاجی محمد محسن ۱۸۷۳ء

(vi) محمڈن سنٹرل ایسوسی ایشن پنجاب

(vii) مسلم ایجوکیشن کانفرنس علیگڈھ ۱۸۸۶ء

ہندو تنظیمیں:۔

(الف) بنگال برٹش ایسوسی ایشن ۱۸۳۲ء (ب) بمبئی ایسوسی ایشن ۱۸۵۳ء

(ج) ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن ۱۸۷۰ء (د) پونا سارو جنک سبھا

(ر) انڈین ایسوسی ایشن۔ بنگال ۱۸۷۶ء

(ہ) بنگا بھاشا پرکاشکا بھاشا (ہفتہ وار اجتماع بھی ۱۸۳۶ء

(و) زمینداری ایسوسی ایشن ۱۸۳۷ء ہلینڈ لارڈ سوسائٹی ۱۸۳۸ء

(ز) برٹش انڈیا سوسائٹی ۱۸۳۹ء

(ک) بنگال برٹش انڈیا سوسائٹی (ل) بمبئی ایسوسی ایشن

(م) مدراس نیٹو ایسوسی ایشن ۱۸۵۲ء وغیرہ

کے ذریعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اعلیٰ افسروں نے ہندوستانی زبان سیکھ کر اپنی حکومت کی بنیادوں کے علیحدہ علیحدہ شعبوں کے ذریعہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی ایک مستحکم بنیاد قائم کردی۔ جس کی آواز بازگشت آج تک سنی جارہی ہے۔ ان تعلیمی اداروں کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف دفاتر میں کام کرنے والے سستے بابوؤں کی کھیپ تیار کی جائے۔ نیز ایسے ہندوستانی دل و دماغ تیار کئے جائیں جو شکل وصورت کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہوں مگر ذہن وفکر اور دل و دماغ کے اعتبار سے انگریز ہوں۔ چنانچہ اس کے اثرات خصوصیت کے ساتھ بنگال پر نمایاں ہونے لگے۔ ایسے انگریزی تعلیم یافتہ کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ جو بول چال، عادات و اطوار اور تہذیب وتمدن میں خالص انگریزی وضع کے پابند تھے۔ انہیں ہندوستانی طرز سے نفرت سی ہوگئی۔ بھودیب مکھرجی نے ایک موقع پر طنزاً کہا تھا کہ ایسے ہندوستانی بھی ہوں گے جو خواب بھی شاید انگریزی ہی میں دیکھتے ہوں۔

انگریزیت کے مقاصد:۔ اس ''انگریزیت'' کی تبلیغ واشاعت کے بھی کئی مقاصد تھے۔ اولاً یہ کہ اس طرح پورا ملک انگریزوں کا محض سیاسی نہیں بلکہ تہذیبی اعتبار سے بھی غلام ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس راستے سے توسیع مسیحیت کے لئے راہیں ہموار ہوں۔ تیسرے یہ کہ ایسی ہی مغربی ذہنیت کے لوگوں پر ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو''[1] کا نسخہ کا

---

[1] فتح کابل وغزنی کے بعد لارڈ ایلن برو نے ڈیوک آف ونگٹن کے خط مورخہ ۱۴ر اکتوبر ۱۸۴۲ء میں واضح طور پر لکھا کہ ''ہمیں ۱/۱۰ کے بجائے ۹/۱۰ آبادی (ہندو) کی وفاداری کو پیش نظر رکھنا ہے۔ پھر ۱۸ر جنوری ۱۸۴۳ء کے خط میں اپنے اس یقین کا اعادہ کیا کہ ''یہ نسل (مسلم) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے لہٰذا حکمت عملی یہ ہے کہ ہندوؤں کو ترجیح دی جائے، (British Paramountcy and Indian Renaisance, Parr II, by Majumdar and Ghose, Page-322) ایچ۔ ایچ تھامس آئی۔ سی۔ ایس نے غدر کے بارے میں اعلان کیا کہ ''یہ مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھا'' (ایضاً ص:۳۲۳)

☆ قیام کانگریس کے بعد لارڈ کراس (سکریٹری آف اسٹیٹ) جیسے حکام بالا کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ مسلمانوں کو اس سے علیحدہ رکھا جائے ۱۴ جنوری ۱۸۸۷ء کے خط میں وہ وائسرائے لارڈ ڈفرن کو لکھتے ہیں کہ ''مذہبی علیحدگی پسندگی کا احساس ہمارے حق میں مفید ہے''۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

میابی سے آزمایا جا سکے۔ چنانچہ عملاً یہ دیکھنے میں آیا کہ اس زمانے کے بعض ہندوؤں[1] نے اس امر کا برملا اظہار کیا کہ انگریزی راج ہندوؤں کے لئے مسلم دور حکومت کے مقابلے میں ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اسی طرح قانون مجالس ص:۱۸۱۶ء(Indian council Act)اور مقامی حکومت خود اختیاری[2] کی رو سے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو مقامی حکومت میں حصہ لینے اور مجالس ضلع اور بلدیات کی تنظیم جدید کا جب دور آیا تو مسلمانوں نے اپنی اقلیتی کمزوری کے احساس سے ہندو اکثریت سے خوف کا اظہار کیا الغرض انگریزوں کے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان شک وشبہ اور خوف ونفرت کی ایک سوچی سمجھی فضا قائم کر دی گئی۔

انگریزوں کی مسلم دشمنی:۔ انگریزوں کی مسلمانوں سے چونکہ صلیبی جنگوں ہی کے دور سے سخت دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اس لئے صنعتی انقلاب اور جدید علوم وفنون کے بل پر جب ایشیا میں بھی ان کا عمل دخل شروع ہوا تو وہاں بھی ان کی اصل ٹکر مسلمانوں ہی سے ہوئی۔ ہندوستان میں چونکہ انہوں نے براہ راست مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت

(ایضاً ص:۲۲۵)

☆ ایک برطانوی افسر نے ۱۸۲۱ء ہی میں ایشیاٹک جرنل میں اعلان کر دیا تھا کہ ہندوستانی نظم ونسق میں خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی یا فوجی، پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔(Divide et Imfera)ہی ہمارا اصول ہونا چاہئے۔ B.P.I.R." by M. Ghose Page 325 اس قول پر سختی سے عمل کرنے والوں میں لفٹنٹ جان کوک کمانڈر۔ مراد آباد، لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی اور جان اسٹراچی خاص تھے۔ چنانچہ اس کے اثرات واضح ہوئے مثلاً۔

اکتوبر ۱۸۰۹ء میں بنارس کی شاہی مسجد اور دوسری ۵۰ مسجدوں کو برباد کیا گیا۔ اور فرقہ وارانہ فساد ہوا۔ بنارس کی طرح بریلی میں بھی رائٹ ہوا (۱۸۷۱۔۷۲)

نیشنل سوسائٹی کے زیر اہتمام بنگال میں "ہندو میلہ" شروع ہوا۔ ایضاً ص:۳۷۳

اور بمبئی میں شیواجی کا تہوار اور گن پتی میلہ کو فروغ ہوا۔

[1] "بنگال کے بہت سے ہندو رہنماؤں (راجہ رام موہن رائے، دوارکا ناتھ ٹیگور، پرسنا کمار ٹیگور وغیرہ نے انگریزی راج کو مسلمانوں کے مظالم سے نجات کا ایک فطری علاج سمجھا تھا" ایضاً ۳۱۸

[2] بعہد لارڈ رپن ۱۸۸۲ء

بزور چھینی تھی اس لئے ان کی سخت ترین دشمنی کی وجہ ظاہر تھی۔ چنانچہ اپنی تعلیم کی اشاعت اور سرکاری ملازمتوں میں بھرتی کے وقت مسلمانوں کو نظر انداز کرنے اور ان کے آزاد اداروں کو کمزور و بے اثر اور برباد کرنے پر انہوں نے خاص طور سے زور دیا۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انیسویں صدی میں سرسید نے جب مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کی تحریک کا باضابطہ آغاز کیا تو اس وقت تک پورے ملک میں ۱۶۵۲ ہندو گریجویٹس کے مقابلے میں مسلمان گریجویٹس کی تعداد صرف ۲۶ تھی[1] مسلمانوں کی ہمہ گیر پسماندگی اور انہیں برباد کرنے کی منظم کوشش کا ذکر صرف سرسید ہی نے نہیں بلکہ سر ولیم ہنٹر[2] نے بھی کیا ہے۔ ہنٹر نے سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کو پہلے تو محکمہ مال اور منصفی سے خارج کر دیا گیا۔ اس کے بعد قاضیوں کی موقوفی سے ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمانوں کی بے روزگاری اور مسلم پرسنل لاء کی تباہی کا سامنا کرنا پڑا ۱۸۷۱ میں چند محکموں کے اعداد و شمار وہ اس طرح پیش کرتا ہے:۔

محکمہ	ہندو	مسلمان
۱۔ اسسٹنٹ انجینئر کے تین عہدوں میں	۱۴	۰ (صفر)
۲۔ سب انجینئر اور سپروائزر	۲۴	۱
۳۔ اوورسیئر	۶۳	۲
۴۔ اکاؤنٹس	۵۰	صفر

اسی طرح ۱۸۵۲ء تا ۱۸۶۸ء میں جن ہندوستانیوں کو ہائی کورٹ میں وکالت کے لئے لائسنس دیا گیا ان میں ۲۳۹ ہندو تھے اور مسلمان صرف ایک آگے چل کر وہ لکھتا ہے کہ

> ”حقیقتاً اب کلکتے میں شاید ہی کوئی سرکاری
> دفتر ایسا ہوگا جس میں کسی مسلمان کو دربان، چپراسی یا

---

[1] B.P.I.R. by Majumdar ص:۳۱۹

[2] سر ولیم ہنٹر کی مشہور زمانہ کتاب "The Indian Musalmans" "لارڈ میو کی ایماء پر ۱۸۷۱ء میں تصنیف کی گئی۔

دواتیں بھرنے، قلم درست کرنے کی نوکری سے زیادہ کچھ
ملنے کی امید ہو سکتی ہے۔"[۱]

ہنٹر نے کلکتہ کے ایک اخبار کا شکایتی اقتباس ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"چند دن ہوئے کمشنر کے دفتر میں کئی آسامیاں خالی ہوئیں۔ سرکاری گزٹ میں ان کا اشتہار دیتے ہوئے کمشنر صاحب نے تصریح کر دی کہ یہ ملازمتیں ہندوؤں کے سوا کسی کو نہیں ملیں گی۔"[۲] جبکہ انگریزوں کی عملداری سے پہلے وہ مسلمانوں کی اہلیت کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے:

"جب ملک ہمارے قبضے میں آیا تو مسلمان سب
قوموں سے بہتر تھے نہ صرف وہ دوسروں سے زیادہ بہادر اور
جسمانی حیثیت سے زیادہ توانا اور مضبوط تھے بلکہ سیاسی اور
انتظامی قابلیت کا ملکہ بھی ان میں زیادہ تھا۔ لیکن یہی مسلمان
آج سرکاری ملازمتوں اور غیر سرکاری کاموں سے یکساں
محروم ہیں"[۳]

اس منظم مسلم دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے بنگال اس کے بعد تقریباً پورے شمالی ہندوستان میں مسلمان تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں نے تجارت میں کبھی امتیاز حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لئے اس بے سروسامانی کے زمانے میں ان کی رہی سہی زمین مہاجنوں کے ہاتھوں قرضے میں دھڑا دھڑ ڈوبنے لگیں یا فروخت ہونے لگیں۔ مسلمانوں کی اس پستی اور افلاس کا حال بیان کرتے ہوئے ہنٹر انکشاف کرتا ہے کہ:

"اگر کوئی سیاست داں دارالعلوم میں سنسنی پیدا کرنا

۱۔ B.P.I.R. by Majumdar ص:۳۱۹

۲۔ سرولیم ہنٹر کی مشہور زمانہ کتاب the Indian Musalmans جو لارڈ میو کی ایما پر تصنیف کی گئی۔

۳۔ رود کوثر، شیخ اکرام۔

چاہے تو اس کے لئے کافی ہے کہ وہ بنگال کے مسلمان
خاندانوں کے سچے سچے حالات بیان کردے۔یہی لوگ کسی
زمانے میں محلوں میں رہتے تھے۔گھوڑے گاڑیاں ،نوکر چاکر
موجود تھے۔اب یہ حالت ہے کہ ان کے گھروں میں جوان
بیٹے اور بیٹیاں ،پوتے اور پوتیاں ،بھتیجے اور بھتیجیاں بھری پڑی
ہیں مگر ان بھوکوں کے لئے ان میں سے کسی ایک کو بھی زندگی
میں کچھ کام کرنے کا موقع نہیں ۔وہ منہدم اور مرمت شدہ
مکانوں اور خستہ برآمدوں میں قابل رحم زندگی کے دن کاٹ
رہے ہیں اور روز بروز قرض کی دلدل میں اور زیادہ دھنستے جاتے
ہیں ۔حتیٰ کہ کوئی ہمسایہ ہندو قرضخواہ ان پر نالش کرتا ہے اور
مکان اور زمینیں جو باقی تھیں۔ان کے قبضے سے نکل جاتی ہیں
اور یہ قدیمی مسلمان خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔"

سرسید نے پورے ملک میں مسلمانوں کی اس دردناک صورت حال کو دیکھ کر ہندوستان چھوڑ کر مصر میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔کیوں کہ وہ اس وقت ہرگز یہ نہیں سمجھتے تھے کہ قوم پھر پنپے گی اور عزت پائے گی اس لئے یہ حال ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

ہتک آمیز سلوک:۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ ملک کے ہندو اور مسلمانوں کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز اور بے رحمانہ سلوک روا رکھا گیا۔لطف یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے انگریزوں نے پورے ملک کو فتح کرنے کے بعد ہندوستانیوں کو "مہذب" بنانے کی اسکیم بنائی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے بعد انہیں ذلیل کرنے اور تلوار سے درست کرنے کا تہیہ کرلیا۔یہی وجہ ہے کہ انیسویں صدی کی تیسری دہائی تک اہل ملک کے ساتھ ان کا سلوک معتدل تھا۔خوشی غمی اور شادی بیاہ کے موقعوں پر حکام بالا ہندوستانی امراء و نوابان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش

آتے تھے اور ان کے برتاؤ میں چارٹر ایکٹ[۱] ۱۸۸۳ء کی مساوات کی اسپرٹ بھی جھلکتی تھی۔ یوں تو کہنے کو اسی اصول کی توثیق ۱۸۵۸ء میں ملکہ وکٹوریہ نے اپنے دستخط خاص سے Royal Proclamation of 1858 میں بھی کر دیا تھا مگر بقول لارڈ لٹن (Lord Lyton) ان اصولوں کی حیثیت بس کاغذی تھی۔ لٹن نے مساوات کے اس اصول کو برطانوی پالیسی کی عظیم ترین غلطی سے تعبیر[۲] کیا چنانچہ بہت جلد انگریزوں کی ازلی منافرت اور دشمنی کے عملی نمونے سامنے آنے لگے اور انتہائی ہتک آمیز برتاؤ کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کے نسلی غرور اور تکبر کا مظاہرہ برسر عام ہونے لگا۔ میو جو ہندوستان کا وائسرائے تھا۔ ۱۸۷۰ء میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر کو لکھا۔

> "اپنے ماتحتوں کو یہ ذہن نشین کرا دیجئے کہ ہم سب انگریز شرفاء ہیں جو ایک کم حیثیت نسل کے لوگوں پر حکومت کرنے کے شاندار کام میں مصروف ہیں"[۳]

انگریزوں نے نہ صرف یہ کہ ذات پات کی لعنت کو ہوا دی بلکہ خود بھی نسلی برتری کے دعویدار ہو گئے اور بلا تفریق مذہب ہندو اور مسلمان دونوں کو ذلیل کرنے لگے۔ جس کا سامنا راجہ رام موہن رائے اور رابندر ناتھ ٹیگور کے دادا کو بھی کرنا پڑا۔ مسٹر بلنٹ نے اپنی ڈائری میں انگریزوں کی فرعونیت کے بہت سے واقعات درج کئے ہیں۔ راجہ امیر حسن لکھنوی اور نواب ولایت علی خاں جیسی شخصیتوں کو بھی علی الاعلان ذلیل کیا گیا۔ ایک مسجد کے امام کی داڑھی مونڈ دی گئی۔ عیسائی مشنریوں خصوصاً Evangelical Missionaries and Chaplins کی ذہنیت نے مزید زہر افشانی کی ہندو دھرم کے علاوہ اسلام پر بھی

۱۔ No native of indian nor any natural born Subject there in, shall be reason only of his religion, place of birth

۲۔ ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء "One of the greatest mistake"

۳۔ جدوجہد آزادی ص: ۴۲۔۴۱

۴۔ یکم جنوری ۱۸۰۹ء مجلد ا ص: ۳۳۹

کیچڑ اچھالا جانے لگا۔ سر ولیم میور ہی کا قول ہے کہ:

"انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن محمد کی تلوار اور محمد کا قرآن ہیں"

مسلمانوں کا ردعمل: اتنا ہی نہیں ایک منظم سازش کے ماتحت عالمگیر پیمانے پر مسلم دشمنی کی مہم شروع کر دی گئی اسلام کو عقل دشمن اور غیر اخلاقی دین قرار دیا جانے لگا۔ پورے ملک میں عیسائی پادریوں نے ایسی مناظرانہ اور جنگ آمیز فضا پیدا کر دی کہ بقول سرسید "مرجانے کو جی چاہتا تھا" اس منظم سازش کا مقابلہ ابتداء میں مولانا رحمت اللہ، مولوی آل حسن، ڈاکٹر وزیر خاں، مولوی سید ناصر الدین اور مولانا قاسم نانوتویؒ وغیرہ نے کیا اور دینی و علمی سطح پر مختلف کوششیں شروع کر دی گئیں۔ دارالعلوم دیوبند، علیگڈھ تحریک، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام میں دیگر عوامل کے علاوہ اس ردعمل کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے اواخر انیسویں صدی کے ان اکابر نے ملت اسلامیہ کو احساس کمتری اور عقلیت کے پھیلائے ہوئے زہر کو دور کرنے کے لئے ہمہ گیر کوششیں کیں سرسید ان مشنری اسکولوں کی قربت سے اپنی قوم کو ہمیشہ ہوشیار کرتے رہے۔ مشنری اسکول کے طلباء سے ان کے ایک خطاب کے یہ جملے مشہور ہیں کہ:

"یاد رکھو اسلام جس پر تم کو جینا ہے اور جس پر تم کو مرنا ہے اس کو قائم رکھنے سے ہماری قوم، قوم ہے۔ اے پیارے عزیز بچے! اگر کوئی آسمان کا ستارہ ہو جائے، مسلمان نہ رہے تو ہم کو کیا وہ تو ہماری قوم میں نہ رہا"[1]

اور علامہ شبلی نے اس صورت حال پر اپنے تاثرات کو منظوم شکل میں یوں پیش کیا ہے۔

دیکھ کر حرمت فکر کا یہ دور جدید ۔۔۔ سوچتا ہوں کہ یہ آئین خرد ہے کہ نہیں

پہلے گر شان غلامی تھی تو اب خیرہ سری ۔۔۔ اس دورا ہے میں کوئی بیچ کی حد ہے کہ نہیں

---

[1] ع "وہ تمہیں بھلا ان سے رابطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں" (اقبال)

فیصلہ کرنے سے پہلے میں ذرا دیکھ تو لوں   جز رجیسا تھا اسی زور کا مد ہے کہ نہیں

قانونی شکنجے: اس پر غضب یہ ہوا کہ بعض ایسے قوانین منظور[1] کیے گئے جو صریحاً ہندوستانیوں کے لئے انتہائی ذلت آمیز اور انہیں سدا کے لئے احساس کمتری میں مبتلا کر دینے والے تھے۔ ان کے علاوہ آسام میں چائے کے باغ اور بہار میں چمپارن وغیرہ کے علاقے میں نیل کی کھیتی اور سوت کی پالیسی نیز ہندوستانی کپڑوں کے درآمد برآمد کے ظالمانہ قوانین نے پورے ملک کے ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ یہ ویسے ہی قوانین تھے جیسے انقلاب امریکہ سے پہلے اوائل اٹھارہویں صدی میں انہیں حاکموں نے نیوی گیشن ایکٹ (Navigation Act) ٹریڈ لاز (Trade Laws) آئرن ایکٹ (Iron Act) مولاسیز ایکٹ (Molasses Act) شوگر ایکٹ (Sugar Act) اسٹیمپ ایکٹ (Stamp Act) اور ٹی ایکٹ[2] (Tea Act 773) وغیرہ کی شکل میں امریکی عوام پر تھوپا تھا اور جس نے پورے ملک کو منقلب کر کے رکھ دیا تھا۔

ان قوانین اور ذلت آمیز انگریزی رویے نے عدلیہ کو ایک مذاق بنا دیا۔ ادنیٰ قصور پر انگریز افسران ہندوستانی ملازمین کو اس قدر زدوکوب کرتے کہ بعض اوقات ان کی موت واقع ہو جاتی مگر قتل کے جرم میں بھی ان افسران کو بہت معمولی سزا دی جاتی یا برائے نام جرمانہ کر دیا جاتا۔ جیرالڈ میرس (Gerald Mears) فلر کیس[3] (Fuller case 1876) اور کوون کیس[4] (Cowan Case) میں ان کی بے رحمی اور متکبرانہ رویہ ظاہر و باہر تھا۔ ان واقعات نے بالخصوص بنگال کے تعلیم یافتہ طبقہ اور ان کی وساطت سے اخبار

---

[1] قانون اسلحہ Black Act, 1849- The Indian whipping Act, 1864 ernacular Press Act, 1878

[2] The Rise of American Civilization by Charles A. Beard and Marry R. Beard New Edition, the Macmillan Company New York Chapter VI 'Indipendence and civil conflict"

[3] by. M. Ghose ص: ۳۵۷ [4] ص: ایضاً ص: ۳۵۸

ورسائل کے ذریعہ عوام میں غصہ اور نفرت کی آگ بھڑکا دی۔ان مظالم کا تھامس منرو، سموئل اسمتھ اور مسٹر ایم۔ ایچ۔ ہنڈمین نے بھی اپنی تصانیف اور خطوط میں بار بار ذکر کیا ہے۔[1] دادا بھائی نوروجی جیسے معتدل مزاج بوڑھے (عرف Grand Old Man) نے بھی پارلیمنٹ میں حکومت ہند کے اس ظالمانہ رویہ کی سخت مذمت کی تھی۔لطف یہ ہے کہ ان مظالم پر بعض اینگلوانڈین اخبارات مظلوموں کی پشت پناہی کرنے کے بجائے ظالموں کی طرفداری کر رہے تھے۔

ہندوؤں میں بیداری کی لہر:۔ ان حالات نے یہاں کے ہندو اور مسلمان دونوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ پورے ملک کو بیدار متحد اور متحرک کئے بغیر غیر ملکی سامراج سے اپنے حقوق کی حفاظت ممکن نہیں۔اس سلسلے میں ہندو آبادی پوری طرح پہل کرنے کی پوزیشن میں تھی۔اس لئے بھی کہ مسلمان براہ راست انگریزی مظالم کی زد میں تھے۔۱۸۵۷ء کا حادثہ ابھی تازہ تھا اور حکمرانوں کی انتقامی کاروائیاں اپنے شباب پر تھیں۔ دوسرے اس لئے بھی کہ نئی تعلیم کے نتیجے میں جدید سیاسی تصورات، نئے شعور اور جدید سماجی و معاشی اور سیاسی مقاصد میں برادران وطن مسلمانوں سے زیادہ سوجھ بوجھ کے حامل ہو چکے تھے۔انگریزوں سے پہلے انہیں اسلامی توحید اور مساوات کے دور رس اثرات اور نتائج کو بھی دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا تھا اور اب جدید تعلیم و تحقیق اور تہذیب و سیاست نے انہیں عصری مسائل میں بھی بالغ نظر بنا دیا۔ان کی مغربیت نے عقلیت پرستی اور پھر جلد ہی سماجی اصلاح، مذہبی احیاپسندی اور قومیت کی شکل اختیار کر لی۔

قدیم تہذیب کی بازیافت:۔ انگریز مورخین اور ماہرین آثار قدیمہ نے جب ہندوستان کی پراچین سبھتا کی بازیافت کی اور قدیم ترین آثار کی کھدائی میں لگ گئے تو اجنتا، الورا، ٹکسیلا، نالندہ، پاٹلی پترا، موہن جداڑو، اور ہڑپا وغیرہ کے بارے میں سر ولیم جونس Sir Wlilliam Jones پرنسپ Prinsep میکس مولر Max

---

[1] ایضاً ص:ص ۲۵۹

Moller ولسن Wilson فرگساں Furgusson اور راجندر لال مشرا، وغیرہ نے نہایت قیمتی حقائق کو بے نقاب کیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ قدامت اور قدر و قیمت کے اعتبار سے ہندوستان کی قدیم تہذیب، روم و یونان سے ذرا بھی کمتر نہ تھی۔ وید، مہابھارت، اپنشد، رامائن اور دوسرے اساطیری کارناموں کی فلسفیانہ تعبیر و تشریح کر کے اس کی جدید معنویت کو سامنے لایا تو ہندو آبادی میں ایک نیا اعتماد پیدا ہو گیا اور مستقبل تابناک نظر آنے لگا۔ بدھ دھرم کے سلسلے میں بھی بہت سے حقائق نے ایک تازہ ولولہ پیدا کر دیا۔

برہمو سماج:۔ بنگال میں برہمو سماج کے ذریعہ سب سے پہلے راجہ رام موہن رائے نے ایک ہمہ گیر اصلاحی تحریک کا آغاز کیا۔ انہوں نے شخصی آزادی اور سماجی مساوات پر زور دیکر پورے بنگال کو جھنجھوڑ دیا۔ اس تحریک نے سیاسی اصلاحات، جیوری کے ذریعہ مقدموں کی سماعت، بڑے عہدوں کیلئے ہندوستانیوں کے انتخاب، زمینداروں کے مظالم سے رعیت کے تحفظ اور ہندوستان کی تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے جدوجہد کی راہیں ہموار کیں۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کیشپ چندر سین اور راج نرائن بوس نے جدید تعلیم و تہذیب نیز کارلائل اور ایمرسن سے متاثر ہونے کے باوجود مغربیت پر مشرقیت بلکہ ہندویت کو ترجیح دی۔ کیشپ چندر سین نے تو عیسائی پادریوں سے مناظرہ بھی کیا۔ راج نرائن بوس نے ۱۸۲۶ء میں دی نیشنلٹی پروموشن سوسائٹی The Nationality Promotion Society قائم کی تا کہ تعلیم یافتہ ہندو بنگالیوں میں ہمہ گیر اصلاح کا کام کیا جا سکے۔ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ غیر ملکی مضر اثرات اور بری رسم و رواج سے محفوظ رکھنے کی مہم چلائی۔ ان کاوشوں نے ہندو قومیت کے احساس کو تقویت پہنچائی اور ہندو موسیقی، ہندو طب، ہندو اسکول آف میڈیسن، ماڈل اسکول، سنسکرت تحقیقات، مادری زبان (بنگلہ) کی توسیع و ترقی اور قدیم رسوم کے احیائی جذبے کو فروغ دیا۔

ہندو میلہ:۔ راج نرائن بوس کی یہ تحریک ایک نوجوان ناہد گوپال مترا ایڈیٹر نیشنل پیپر[1] National Paper کے دل کو بھا گئی، چنانچہ انہوں نے ''ہندو میلہ

---

[1] قائم کردہ، دیوندر ناتھ ٹیگور ۱۸۶۵ء

" کا آغاز کیا۔ یہ میلہ ۱۸۶۷ سے ۱۸۸۰ء تک کل چودہ بار بنگلہ سال کے آخری ایام میں لگتا رہا اور پورے بنگال کو ہمہ گیر انداز میں متاثر کیا۔ اس میلے میں وطنی ترانے، نظمیں، گیت اور مختلف قسم کے پروگرام پیش کئے جاتے تھے۔ لیکچر دیئے جاتے اور مختلف صوبوں کی صنعتی اشیا کی نمائش کی جاتی تھی۔ بنگلہ اور سنسکرت تصانیف پر تقسیم انعامات کا اہتمام ہوتا۔" چوتھے میلے" میں ترانے "نیشنل سوسائٹی" کی داغ بیل ڈالی جس نے ہندو قومیت کے احیا کی پوری اسکیم بنائی نیز دوندر ناتھ ٹیگور کے زیر صدارت ایک جلسہ میں راج نرائن بوس نے "ہندوازم کی فضیلت "Superiority of Hinduism" پر ایک معرکتہ الآراء تقریر بھی پیش کی۔ اس سوسائٹی نے مذہب کا ترقی یافتہ نقطہ نظر پیش کیا اور مذہب و اخلاق کے دائرے کو سیاست و حکومت اور اصلاح معاشرہ تک وسیع کیا۔ اسی اسپرٹ کو سوامی دیویکانند اور مہاتما گاندھی نے آگے چل کر مزید ترقی دی۔

یوں تو کشیپ چندر کے بعد برہمو سماج کا اثر برائے نام رہ گیا مگر ان کے بعد شیو ناتھ شاستری، آنند موہن بوس اور پی سی پال کی ہمہ گیر کاوشوں نے پورے بنگال اور شمالی ہند کو خاصا متاثر کیا۔

دیروزین:۔ اس زمانے میں ویروزنامی ایک انتہاپسند نوجوان نے بھی اپنے مشہور انقلابی استاد ہنری دیوین دیرزیوں سے متاثر ہو کر آزادی اور حب وطن کے لئے انتہائی پرجوش مہم چلائی یہ لوگ انقلاب امریکہ، انقلاب فرانس، ٹام پین اور جرمی بنتھم کے خیالات کی تبلیغ و اشاعت کرتے۔

آریہ سماج:۔ اواخر انیسویں ہی صدی میں ستیارتھ پرکاش نے آریہ سماج، کے نام سے ایک مشہور تحریک شروع کی جس نے بیک وقت تین محاذوں پر خاصا کام کیا ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کو "شدھی سنگھٹن" سے روکنے کی کوشش کی تو دوسری طرف عیسائی پادریوں سے بھی مناظرے کئے اور تیسری طرف سیاسی آزادی اور "سوراج کا ولولہ خیز تصور پیش کیا۔

مغربی ہندوستان (بمبئی) میں بال گنگا دھر تلک ایڈیٹر ''کیسری'' نے ''شیواجی کا تہوار'' اور ''گن پتی میلہ'' کو نئی شکل دی اور پورے مہاراشٹر کو مذہبی اور قومی احساسات و جذبات سے گرما دیا۔

بنگلہ ادب:۔ بنگال کے مختلف ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں نے بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ خصوصاً بنکم چندر چٹرجی[۱] سرت چندر[۲] بپن چندر سین، ہیم چندر بنرجی، دینا بندھو مترا[۳] من موہن بوس[۴] کے ناولوں اور ادبی کارناموں نے معاشرتی اصلاح اور مذہبی احیاپسندی کے علاوہ انگریز سامراجیت کو بے نقاب کرنے کا غیر معمولی فریضہ انجام دیا۔ بنکم چندر چٹرجی نے تو ''حب الوطنی کو مذہب اور مذہب کو عین حب الوطنی'' قرار دیا۔ سریندر ناتھ بنرجی نے یورپ کا سفر کیا۔ وہاں کی مختلف تحریکوں کا براہ راست مطالعہ کیا اور ''ینگ اٹلی'' کی ''میزنی'' تحریک کو خاص طور پر اپنا آئیڈیل بنایا۔ انہوں نے آنند موہن بابو کی قائم کردہ تنظیم ''کلکتہ اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن'' میں نئی روح پھونک دی۔ موصوف نے کشیپ چندر سین کے مذہبی خیالات کو بھی آگے بڑھایا۔ اپنی معرکۃ الآراء تقریر ''سکھ طاقت کا عروج'' (Rise of the SikhPower) میں رنجیت سنگھ کے کارناموں کو بڑے ولولہ انگیز طریقے سے پیش کیا۔ اس طرح ''جوزف قرنی'' پر بھی اس کی تقریر نے ان کی شاندار خطابت کا لوہا منوالیا۔ بپن چندر پال نے تسلیم کیا ہے کہ بعد میں بنگال کی دوسری خفیہ سیاسی تنظیموں پر سریندر ناتھ بنرجی اور ''ینگ اٹلی'' کے اثرات بالکل واضح تھے۔

ایم، جی، راناڈے:۔ اس زمانے کی دوسری اہم ترین شخصیتوں میں مہادیو گوبند راناڈے[۵] کا نام قابل ذکر ہے۔ موصوف نے ۱۸۹۰ء میں انڈسٹریل ایسوسی ایشن آف ویسٹ انڈیا Industrial Association of west

---

۱۔ ان کا ناول ''آنند مٹھ'' اور مشہور زمانہ ترانہ ''بندے ماترم''

۲۔ سرت کا ناول ''پاتھر دابی'' ۳۔ مترا کا ناول ''نیل درپن''

۴۔ بوس کا ناول ''بنگا دھیپا پراجے (Bangadhipa Prajaya)

۵۔ ۱۹۰۱۔۱۸۴۲ء

(India) قائم کر کے ملک کی معاشی پستی کو دور کرنے کے حق میں کئے۔ مشہور قومی رہنما گوکھلے ان سے بے حد متاثر تھے۔

بین الاقوامی معیشت :۔ اس زمانے میں بین الاقوامی سیاست و معیشت میں بعض اہم انقلابات رونما ہوئے رفتہ رفتہ مغربی یورپ اور شمالی امریکہ کے دوسرے ممالک بھی صنعت و حرفت کے میدان میں اترنے لگے۔ اس طرح انگلستان کی معاشی برتری ختم ہوگئی۔ فرانس، بلجیم، جرمنی، شمالی امریکہ اور کچھ عرصہ کے بعد جاپان نے بڑی صنعتی ترقی کی اور اپنی مصنوعات کے لئے باہر کے ملکوں میں منڈیاں تلاش کرنے لگے۔ منڈیوں کے لئے شدید بین الاقوامی مقابلہ شروع ہوگیا[1] ادھر ابی سینی جنگ میں اٹلی ہار گیا۔ جاپان جیسے چھوٹے سے ملک نے روس جیسی عظیم قوت کو شکست دیدی تو ہندوستانیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ آسٹریلیا اور کنیڈا جیسی برطانوی کالونیوں میں رہنے والے عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی گئیں مگر دکھنی افریقہ اور ہندوستان میں اس کے برعکس سختی اور ظلم و ستم کو روا رکھا گیا تو اس کا بھی شدید ردعمل شروع ہوگیا۔

سوامی ویویکانند :۔ سوامی وویکانند کی درویشی اور ان کی تبلیغی کاوشوں نے پورے ملک کو متاثر کیا۔ انہوں نے انیسویں صدی کی آخری دہائی میں امریکہ کا سفر کیا اور وہاں رام کرشنا مشن کی بڑی کامیاب تبلیغ کی۔ موصوف نے ویدکی نئی تعبیر و تشریح کر کے کچھ امریکیوں کو متاثر بھی کیا۔ غریبوں اور مظلوموں کی ہمدردی نیز انسانیت کی خدمت پر خاص طور سے زور دیا۔ ان کے لئے "دردنارائن" کی اصطلاح وضع کی۔ انہوں نے سیاسی آزادی، ہندوستان کے شاندار ماضی، اتحاد اور بھائی چارے، عوامی بیداری، جسمانی و روحانی قوت وصحت اور بھگوت گیتا کی اہمیت کو خاص طور سے اجاگر کیا۔ بلیر متھ کے قواعد میں انہوں نے خود لکھا ہے کہ:۔

"اعلیٰ وادنیٰ طبقہ کے درمیان کی وسیع خلیج ہی دراصل
ہندوستان کی عام مصیبتوں کی جڑ ہے۔ جب تک اس وسیع خلیج کو

---

[1] جدوجہد آزادی ص: ۱۸۔۱۷

پایا نہیں جاتا۔عوامی بھلائی کی توقع فضول ہے۔لہٰذا ہر مقام
پر ہمیں عوام کی تعلیم اور مذہبی تبلیغ کے لئے مبلغوں کو بھیجنا
چاہئے۔"[1]

گوپال کرشن گوکھلے:۔ مغربی ہند میں دادا بھائی نوروجی اور ایم جی۔ رانا ڈے کے علاوہ گوپال کرشن گوکھلے وغیرہ نے انقلابی کارنامے انجام دیئے۔گوکھلے نے ۱۹۰۵ء میں سرونٹ آف انڈین سوسائٹی Servant of Indian Society قائم کی۔جس کے اغراض ومقاصد میں ایسے افراد کی تربیت شامل تھی۔"جو مادر وطن کی خاطر مذہبی جوش کے ساتھ اپنی جانیں نثار کر سکتے ہوں" اور "جو تمام دستوری ذرائع سے کام لیکر ہندوستانی عوام کے قومی مفاد کی حفاظت کے لئے ہمیشہ سینہ سپر ہوں"۔سوسائٹی کے ہر رکن کو اپنی رکنیت منظور کرانے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا حلف[2] لینا لازمی تھا۔

(۱) وہ اپنے ملک کی خدمت میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کرے گا۔

(۲) ملکی مفاد کے مقابلے میں اپنے ذاتی مفاد کو کوئی اہمیت نہ دے گا۔

(۳) بلا امتیاز مذہب، ذات، رنگ اور نسل تمام ہندوستانیوں کو اپنا بھائی سمجھے گا اور ان کی بھلائی کے لئے ہمہ دم تیار رہے گا۔

(۴) حصول زر سے بے نیاز ہو کر وہ اپنے اور اپنے خاندان کے لئے اتنے ہی پر اکتفا کرے گا جتنے کی اجازت سوسائٹی دے گی۔

ان کے علاوہ ۱۸۷۰ء میں جسٹس رانا ڈے، گنیش واسدیو جوشی اور ایس، ایچ چپلونکار نے پونا میں سارو جنک سبھا کے ذریعہ اگلے بیس سال تک مغربی ہندوستان میں ہمہ گیر بیداری اور تحریک وتنظیم کی اہم خدمات انجام دیں۔

رفتہ رفتہ پورے ملک میں بیداری کی لہر عام ہونے لگی تو قومی رہنماؤں نے عوام کو سیاسی

---

[1] جدوجہد آزادی ۱۸۔۱۷

[2] B. P.& IR by M. Ghose part II, Page 494-95

مسائل سے دلچسپی لینے اور رائے عامہ کی تربیت کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ پورے ملک کو نظر میں رکھتے ہوئے عمومی مطالبات کے اصول کو مرتب کیا جانے لگا اور قومی اتحاد پر سب سے زیادہ اصرار کیا گیا۔ کیونکہ وہ اس حقیقت کو بھانپ چکے تھے کہ ہندوستان ایک قوم بننے کی منزل سے گذرنے لگا ہے۔ چنانچہ بالکل اواخر انیسویں صدی کی دور اندیش تنظیموں نے اپنے مطالبات کو زیادہ سے زیادہ معاشی اور سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی۔

انڈین ایسوسی ایشن:۔ اس سلسلے میں انڈین ایسوسی ایشن (Indian Association)[1] نے انڈین نیشنل کانگریس کے ہراول دستے کا کام کیا۔ اس کے اصل رہنما سریندر ناتھ بنرجی اور آنند موہن بوس تھے اس نئی ایسوسی ایشن نے مطالبہ کیا کہ سول سروس (ICS) کے امتحانوں کے طریقوں میں اصلاح کی جائے اس کے بعد پریس ایکٹ کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس تنظیم نے ان مسائل کو ملک گیر پیمانے پر اس شدت کے ساتھ اٹھایا کہ تقریباً پورا ملک چونک پڑا۔

سریندر ناتھ بنرجی:۔ سریندر ناتھ بنرجی نے ایک وفد منظم کر کے ۱۸۷۷ء میں بنارس، الہ آباد، کانپور، علیگڈھ، لکھنؤ، دہلی، آگرہ، میرٹھ، امرتسر، لاہور کا دورہ کیا الہ آباد، کانپور، لکھنؤ، میرٹھ اور لاہور میں اس کی شاخیں قائم کی گئیں۔

اب۔ "بنگالی بابو پشاور سے چٹاگانگ تک رائے عامہ کے حکمراں بن گئے"

۱۸۷۸ء میں اس ایسوسی ایشن نے آرمس ایکٹ اور لائسنس ایکٹ کی بھی شدید مخالفت کی اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک وفد کو انگلینڈ تک روانہ کیا۔ جہاں بعض منصف مزاج انگریز ممبران پارلیمنٹ کی حمایت بھی حاصل کی گئی۔ اس نے افغانستان اور دوسرے ملکوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کی بھی بھرپور مخالفت کی مزید یہ کہ مانچسٹر کے بنکروں کی ہمدردی میں ہندوستانی بنکروں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی ہو رہی تھی اس کے خلاف پرزور احتجاج کیا۔ سب سے زیادہ سیاسی بیداری البرٹ بل (۱۸۸۳ء) کے خلاف پیدا کی گئی جس میں لارڈ

---

[1] قائم شدہ جولائی ۱۸۷۶ء P.& IR by M. Ghose part II, Page 497 .

رپن کو بھی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریزوں نے سریندر ناتھ بنرجی کا منہ بند کرنے کے لئے ایک بہانے سے "توہین عدالت (Contempt of Court) کا مقدمہ چلا کر انہیں چند مہینوں کے لئے جیل بھیج دیا۔ مگر اس آزمائش نے ان کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ کردیا۔ اب انہوں نے نمائندہ حکومت اور جمہوری دستور تک کا مطالبہ شروع کردیا تھا۔ ایسوسی ایشن نے ایک موقع پر سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن کے اشتراک سے اپنے قومی مطالبات کو اور موثر بنالیا۔

بنگال کی طرح ملک کے دوسرے حصے کے نوجوانوں نے بھی اس طرح کی چھوٹی بڑی تنظیمیں قائم کرنا شروع کردیا اب پورا ملک بیدار ہو چکا تھا۔ اس لئے مطالبات میں روز بروز وسعت اور شدت پیدا ہوتی جارہی تھی۔ انڈین نیشنل کانگریس کے بانی مسٹر ہیوم نے تسلیم کیا ہے کہ:

> "جوش و خروش بڑھ رہا تھا اور اس میں انتہا پسندی اور شدت آتی جارہی تھی۔ یہ ضروری ہوگیا تھا کہ ان کے اثرات کو دور کرنے کے کھلے ہوئے آئینی طریقے تلاش کئے جائیں۔ نظروں سے اوجھل فاسد مواد کو بڑھنے دینا مناسب نہ تھا جیسا کہ ابھی تک ہو رہا تھا۔"[۲]

انڈین نیشنل کانگریس:۔ آخر مسٹر الان اوکٹیوین ہیوم[۳] Mr. Allan Octavian Hume) نے وائسرائے لارڈ ڈفرن کی نیک خواہشات کے ساتھ انڈین نیشنل کانگریس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۸۸۵ء کو پونا میں بلایا جس کے پہلے صدر مسٹر ڈبلیو۔ سی۔ بنرجی منتخب کئے گئے۔ ہیوم کے مشیر کاروں میں بدرالدین طیب جی، دادا بھائی نوروجی، آر۔ ایم۔ سیانی اور کے۔ ٹی۔ تلانگ وغیرہ بھی تھے۔ پہلے اجلاس میں کل ۷۲ ڈیلیگیٹس تھے۔ مگر بڑی تیزی کے ساتھ ملک کے مختلف شہروں میں اس کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ ہر سال پابندی سے

۱۔ مدراس مہاجن سبھا ۱۸۸۲ء ممبرکین، ایم۔ ویرا گھوا چاری، جی۔ سبرامنیا ایر۔ آنند چار یو وغیرہ۔ بمبئی پریسڈنسی ایسوسی ایشن ۱۸۸۵ء ممبرکین۔ فیروز شاہ مہتہ، کے۔ ٹی۔ تلانگ وغیرہ۔

۲۔ جدوجہد آزادی ۵۶ ص ۳۰ انگلینڈ میں ریڈیکل پارٹی کے بانی کا بیٹا اور ریٹائرڈ آئی سی ایس۔

۳۔ انگلینڈ میں ریڈیکل پارٹی کے بانی کا بیٹا اور ریٹائرڈ آئی، سی، ایس

اجلاس بھی[1] منعقد ہوتے رہے اور مندوبین کی تعداد میں بھی تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ تیسرے ہی اجلاس کے بعد لارڈ ڈفرن اور دوسرے اینگلو انڈین اخبارات نے خطرے کو بھانپ لیا اور مخالفت شروع کردی۔ ڈفرن نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:

"بے خبری کی دلدل میں ایک لمبی چھلانگ"[2]

"انتہا پسندوں کی چلائی ہوئی ایک تحریک"[3]

جس پر چوتھے اجلاس میں مندوبین نے سخت تنقید بھی کی۔ ڈفرن نے چوتھے اجلاس کے بعد سرکاری عملے کو اس میں شرکت سے روک دیا۔ اس کے بعد ہملٹن اور لارڈ کرزن نے تو اسکے خلاف مختلف قسم کی سازشیں بھی کیں۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر کانگریس اپنے تمام اجلاسوں میں بڑی حکمت عملی کے ساتھ "انڈین کونسل" کی جگہ اسٹینڈنگ کمیٹی کی تشکیل عدلیہ وانتظامیہ کی علیحدگی ہاؤس آف کامنس میں ۲ نمائندوں کے انتخاب، نمک اور سیلس ٹیکس میں کمی، لوکل سیلف گورنمنٹ اور دوسرے نمائندہ اداروں سے چشم پوشی پر برہمی، نیز قحط اور بھکمری کے خلاف احتجاج Land Revenue Administration کی زیادتیوں، انگریز مورخوں اور افسروں پر عیاشانہ فضول خرچیوں کو بند کرنے ہندوستان میں آئی، سی، ایس کے امتحانوں کے لئے سہولت وغیرہ کے مطالبات مسلسل پیش کرتی رہی۔ اس طرح نیشنل کانگریس ہندوستانیوں کے حقوق کے لئے ایک ہوشیار اور تجربہ کار سیاسی پہریدار بن کر پورے ملک میں مقبولیت حاصل کرنے لگی۔ اس نے مدراس کے اجلاس منعقدہ ۱۸۹۴ء میں پوری صاف گوئی کے ساتھ ہندوستان کی سب سے بڑی دستکاری کرگھا صنعت کی تباہی پر اپنا احتجاج ان الفاظ میں پیش کیا۔

---

[1] اجلاس دوم کلکتہ، زیر صدارت دادا بھائی نوروجی ۴۳۰ ڈیلیگیٹ۔ اجلاس سوم، مدراس، زیر صدارت بدرالدین طیب جی۔ ۶۰۷ ڈیلیگیٹ۔ اجلاس چہارم۔ الٰہ آباد۔ صدر جارج یول (Yule) ۱۰۰۰ ڈیلیگیٹ ۲۰۰ مسلم۔ اجلاس پنجم، بمبئی، دسمبر ۱۸۸۹ء سر ولیم وڈرن ۱۸۸۹ء ڈیلیگیٹ۔ اجلاس ششم کلکتہ ۱۸۹۰ء فیروز شاہ مہتہ۔

[2] Very Long Jump into the unknown

[3] A movement directed by the agitators,

"برطانوی ہند میں سوتی مال پر غیر منصفانہ اور غیر
حکیمانہ اکسائز ڈیوٹی لگائی گئی ہے تاکہ اس ملک کی اس کمزور
صنعت کو پوری طرح برباد کر دیا جائے......دراصل لنکا شائر
کے مفاد پر ہندوستان کے مفاد کو بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے"۔ؔ

۱۸۸۹ء میں دادا بھائی نوروجی اور ڈبلیو، سی، بنرجی پر مشتمل ایک وفد انگلینڈ پہنچا جہاں اس نے منظم انداز میں پریس، پارلیمنٹ اور پلیٹ فارم سے انگریزی رائے عامہ کو ہندوستانیوں پر کیے جانے والے مظالم سے آگاہ کیا۔

گوپال کرشن گوکھلے، اسوتوش مکھرجی، راس بہاری گھوش، آر، ایم، سیانی، بی، اے چارلو، بی کے بوس، سید حسین بلگرامی وغیرہ کی رہنمائی میں ۱۹۰۵ء تک کانگریس کے سالانہ جلسوں میں ہندوستانیوں کے اتحاد حب الوطنی لیجس لیٹیو کونسل کی وسعت وغیرہ پر زور دیا جاتا رہا۔ فیروز شاہ مہتہ اور سریندر ناتھ بنرجی کی خطابت نے ایک آگ سی لگا رکھی تھی ان کوششوں نے ملک کے سیاسی وقار میں غیر معمولی اضافہ کیا۔ رائے عامہ کی تربیت کی اور ملک کو دلیر اور باصلاحیت لیڈر شپ سے مالا مال کیا۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ دادا بھائی نوروجی سریندر ناتھ بنرجی، آر، سی، ڈے، لال موہن گھوش، بال گوبند تلک، پنڈت مدن موہن مالویہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان اکابر نے پراچین سبھا کی عظمت کو اجاگر کیا۔ انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں میں نفرت وحقارت کا جذبہ پیدا کیا اور حکمرانوں کے غرور کو بے نقاب کیا۔

سیاست اور مذہب:۔ مگر جلد ہی ملک میں بڑھتی ہوئی بیروزگاری، غربت، قحط، معاشی لوٹ کھسوٹ اور ظلم وستم کی وجہ سے آربندو گھوش اور لالہ لاجپت رائے کا پرجوش گروہ قومی رہنماؤں کی معتدل مزاجی کا مخالف ہو گیا۔ انہیں مصلحت کوش اور عوام الناس سے کٹا ہوا قرار دیا۔ اس طرح مغرب میں بال گنگا دھر تلک اور پونا کے چت پاون برہمن نے قومیت اور قومی روح کو مذہبی تقدس کا جامہ پہنا کر ماضی پر فخر، سوراج کے حصول اور اپنی مدد

ل B.P. & I. R. by M. Ghose, Part, I Page 551

آپ پر نوجوانوں کو ابھارا۔ بمبئی کے قحط (۱۸۹۶ء) کے موقع پر اپنے رسالہ ''کیسری'' میں پوری قوم کو للکارا تو انہیں بلیک لسٹ کرلیا گیا۔ آگے چل کر موصوف نے ''گن پتی میلہ اور شیواجی پرب'' کو عوامی حیثیت دیکر قومی ہیروں کی یاد تازہ کی اور وطن پرستی کے جذبات کو مشتعل کیا۔ ان کوششوں نے فرقہ پرستی کو بھی ہوا دی مگر اس کے گہرے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی جذباتی تقریر وتحریر کا یہ اثر ہوا کہ نوجوانوں کا ایک گروہ تشدد پر آمادہ ہوگیا۔ ۱۸۹۷ء میں پونا کا کلکٹر مسٹر رینڈ (Mr. RAND) جب اس گروہ کے ہاتھوں مارا گیا تو تلک کو گرفتار کرلیا گیا۔ جیل سے رہا ہوئے تو کچھ ہی عرصے کے بعد انہیں دوبارہ گرفتار کرلیا گیا۔ مگر ان کی بے ریا حب الوطنی، اعلیٰ درجہ کی خود اعتمادی، غیر معمولی ارتکاز ذہنی اور مقصد کے لئے جاں سپاری نے اربند گھوش لالہ لاجپت رائے، کھپارڈی اور آگے چل کر علی برادران نے بھی ان سے بے حد اثر قبول کیا۔ اربند گھوش نے قومی سیاست اور مذہب کے ڈانڈے بالکل ملا دیئے ہیں بپن چندر پال نے ان تصورات کو آگے بڑھا کر مکمل آزادی کا اعلان کردیا۔ ان کی تقریروں اور تحریروں (New India) نے نوجوانوں کے خون کو گرما دیا۔

کانگریس میں دو گروہ:۔ یہاں سے کانگریس واضح طور پر دو دھڑوں میں منقسم ہوئی۔ ایک گروہ اعتدال اور دستوری طریقے کا موئد تھا مگر دوسرا گروہ تشدد اور جارحانہ قوم پرستی کا علمبردار بن گیا۔ پرانے کانگریسیوں[1] کی سہل انگاری اور تنگ نظری کا یہ حال تھا کہ وہ مکمل آزادی کو صرف اس لئے قبل از وقت بتاتے تھے کہ انگریزی راج کے کمزور ہوتے ہی مسلمان اپنی کھوئی ہوئی برتری دوبارہ حاصل کرلیں گے۔ مگر تلک گروپ نے ''سوراج کو اپنا پیدائشی حق'' بتایا۔ لاجپت رائے کے خیال میں تو ساری دنیا کی دولت بھی آزادی اور قومی وقار کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ انہیں دستوری حقوق کے بجائے انسان کے پیدائشی حقوق پر یقین کامل تھا۔ اس لئے مکمل آزادی اور سوراج سے کم پر وہ بالکل راضی نہ

[1] ۱۸۹۷ء میں کانگریس اجلاس کی صدارت سنکرن نائر نے فرمایا۔ "......... The Mohammadans will try to recover their lost Supermacy (B. P. & I. R. Part II by M. Ghose Page 586

تھے۔ان کے برعکس پرانے کانگریسی دستوری جدوجہد کے پابند اصلاحات کے علمبردار اور لیجسلیٹیو کونسل کی توسیع نیز ملازمتوں کے حصول تک خود کو محدود کر چکے تھے۔

جارحانہ قوم پرستی:۔ آگے چل کر تلک گروپ میں بھی لیسیریوں (Leftist) کا جتھا فوجی بغاوت اور جارحانہ قوم پرستی کا داعیدار بن گیا۔چنانچہ کلکتہ، پٹنہ اور بمبئی وغیرہ میں ترکی انجمن اتحاد اسلام اور اٹلی کے کاربوناری طرز کی خفیہ سوسائٹیاں کام کرنے لگیں۔مہاراشٹر کے چت پون برہمن خاندان کے دو بھائی دامودر چاپے کر اور بال کرشنا چاپے کر نے "شیواجی[1] اشلوک" اور "گن پتی شلوک"[2] پر اپنے ایمان و یقین کا اظہار کیا اور ۲۲/ جون ۱۸۹۷ء کو مسٹر رینڈ اور لفٹنٹ آئیرسٹ (Ayerst) کو گولی مار کر خوشی خوشی پھانسی پر چڑھ گئے، آربندو گھوش نے مغربی ہندوستان میں کئی خفیہ سوسائٹیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔انتہا پسندوں نے فوجی رجمنٹوں کو بھی ملانا شروع کر دیا تھا۔ایک پیدائشی مہاراشٹری انقلابی ونایک ساورکر نے تو درگا دیوی کے سامنے ناسک میں متر امیلہ میں آزادی حاصل کرنے کا حلف اٹھایا۔انہیں دنوں بنگال کی "انی سولن سمیتی" کو پی متر ا بار ایٹ لا، نے قائم کیا جس میں فوجی ٹریننگ اور درویشی پر زور دیا جاتا اور حربے ہتھیاروں کی مشق کرائی جاتی۔پی متر ا سے متاثر ہونے والوں میں گرو داس بنرجی اور بی سی پال کے علاوہ رابندر ناتھ ٹیگور بھی تھے۔نریندر کمار گھوش اور سی، آر، داس وغیرہ بھی اس کی سرپرستی کرتے تھے اس زمانے میں بعض

---

[1] شیواجی اشلوک:۔ "محض شیواجی کا نام جپنے سے کچھ نہیں ہوتا اب تلوار اور ڈھال اٹھانے کا وقت ہے۔سنو! ہم لوگ دشمنوں کے لاتعداد سر قلم کریں گے ہم لوگ قومی میدان جنگ میں اپنی جانوں پر کھیل جائیں گے۔ہم لوگ دشمنوں کے خون سے زمین کو لالہ زار کر دیں گے جو ہمارے مذہب کو برباد کرنے والے ہیں۔ہم لوگ مار کے مرجائینگے جبکہ تم عورتوں کی طرح صرف قصے سنو گے"

[2] گنپتی اشلوک:۔ "افسوس! تم غلامی کی ذلت پر شرمندہ نہیں، لہٰذا خودکشی کیوں نہیں کر لیتے۔افسوس کہ قصابوں کی طرح ظالموں نے بچھڑوں اور بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔گئو ماتا کو اس مصیبت سے نجات دو۔انگریزوں کو مار کر مرجاؤ، کاہل ہو کر زمین پر بوجھ مت بنو۔اس کا نام ہندوستان ہے، اس پر انگریز حکومت کیسے کر سکتا ہے؟"

ایسے کلب بھی قائم ہو گئے تھے جو ڈکیتی اور لوٹ مار کے ذریعہ فراہمی فنڈ کو جائز سمجھتے تھے۔

ملک کی اس ہنگامہ خیز سیاسی صورت حال کو قومی اخباروں[1] نے خوب اچھالا۔ بے باک صحافیوں نے بلاخوف و خطر نقصانات سہہ کر اور مصیبتیں اٹھا کر ملکی رائے عامہ کو بیدار کیا۔

❁❁❁

---

[1] بنگال کے مشہور اخباروں میں امرت بازار پتریکا، انڈین میرر، سنجی وانی اور بنگال۔ مدراس سے۔ ہندو سودیسا مترن، آندھرا پرکاشک اور کیرلا پتریکا، بمبئی سے۔ مرہٹہ، کیسری، اندو پرکاش اور سدھارک۔ اتر پردیش سے۔ ایڈووکیٹ، ہندوستانی، آزاد۔ پنجاب سے۔ ٹریبون، اخبار عام اور کوہ نور وغیرہ

باب سوم

مسلمانوں میں بیداری

ملک اور بیرون ملک میں تیزی سے بدلتے ہوئے رجحانات، ذہنی انقلاب اور اس ہمہ گیر بیداری سے مسلمانوں کا متاثر ہونا بالکل فطری تھا۔ چنانچہ نواب محسن الملک نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں جگانے کی کوشش کی۔

> "ذرا آنکھیں کھول کر نیشنل کانگریس کی کاروائی کو دیکھئے اور اس کے نتیجوں پر خیال فرمایئے۔ کیا وہ جوش جو ہمارے ہم وطن دکھلا رہے ہیں اور جس استقلال اور گرمجوشی سے وہ کام کر رہے ہیں اور جو اخلاص اور اتحاد ان میں ہے اور وہ ہمدردی جو قلم سے، مال سے، زبان سے، جان سے وہ ظاہر کر رہے ہیں، اس قابل نہیں کہ آپ حضرات انہیں عبرت کی نظر سے دیکھیں اور آپ کی حمیت وغیرت کا خون جوش میں آئے اور اپنی قوم کے لئے کچھ کریں۔" [۱]

عالم اسلام:۔ سائنس ٹکنولوجی، ترقی یافتہ آلات حرب، جدید علوم وفنون

---

[۱] اقتباس تقریر اجلاس تعلیمی کانفرنس منعقدہ علیگڈھ ۱۸۹۳ء نواب محسن الملک (۹ دسمبر ۱۸۳۷ء۔۱۶/ اکتوبر ۱۹۰۷ء) تاریخ مسلم لیگ مظہر انصاری ص:۲۶ اردو کمپنی حویلی اعظم خاں دہلی بار اول ۱۹۴۰ء۔

قومیت اور عقلیت کی ان نئی قوتوں نے انگریزوں کو پوری دنیا میں نئے عروج سے ہمکنار کردیا۔اس وقت تک پوری دنیا میں انگریزوں کے اصل حریف صرف مسلمان تھے۔اس لئے مغربی تہذیب وسیاست نے سب سے بھرپور یلغار مسلمانوں پر کی اور دیکھتے ہی دیکھتے محض ایک صدی کے اندر اندر وہ مسلم دنیا پر چھا گئے۔مسلمانوں کی اس عالمی پستی اور زوال نے تقریباً ہر ملک میں مسلم مدبرین[1] کو حرکت و عمل پر اکسایا۔ان بزرگوں نے واضح طور پر یہ محسوس کیا کہ مغرب کی عیسائی دنیا اپنی مادہ پرستی کے باوجود صلیبی جنگوں کی ذلت آمیز شکست کا شدید احساس اپنے اجتماعی لاشعور میں رکھتی ہے اور غیر شعوری طور پر مسلم دنیا سے اس کا انتقام[2] لے

۱؎ اکابر عالم اسلام	سال پیدائش	سال وفات
امیر عبدالقادر۔الجزائر	۱۸۰۷ء	۱۸۸۳ء
جمال الدین افغانی،ایران افغانستان	۱۸۳۷ء	۱۸۹۷ء
عبدالرحمن کواکبی	۱۸۴۹ء	۱۹۰۲ء
مفتی محمد عبدہٗ۔مصر	۱۸۴۹ء	۱۹۰۵ء
علامہ رشید رضا۔مصر	۱۸۶۵ء	۱۹۳۶ء
شکیب ارسلان۔شام لبنان	۱۸۴۹ء	۱۹۴۶ء
حسن البنا۔مصر۔	شہادت ۲۳ فروری	۱۹۴۹ء
ھندوستان میں:۔		
سرسید احمد خاں	۱۸۱۷ء	۱۸۹۸ء
نواب محسن الملک	۱۸۳۷ء	۱۹۰۷ء
الطاف حسین حالی	۱۸۳۷ء	۱۹۱۴ء
سید امیر علی	۱۸۴۹ء	۱۹۰۹ء
مولانا قاسم نونوتوی	۔	۔
علامہ شبلی	۱۸۵۷ء	۱۹۱۴ء
ڈاکٹر محمد اقبال	۱۸۷۷ء	۱۹۳۸ء
مولانا ابوالکلام آزاد	۱۸۸۸ء	۱۹۵۹ء

۲؎ صلیبی جنگیں اس لئے فیصلہ کن تھیں کہ یورپ کے بچپن کے زمانے میں واقع ہوئیں...... منفرد اشخاص کی طرح قوموں میں بھی بچپن کے شدید تاثرات شعوری یا نیم شعوری طور پر بعد کو مدت العمر قائم رہتے ہیں۔ ''Islam at the cross Road'' محمد اسد اسلام دوراہے پر ص:۴۸)

رہی ہے۔اور جابجا ان کی کمزوریوں کا ناجائز استحصال بھی کر رہی ہے۔اس وقت کی مسلم دنیا جس دردناک صورتحال سے دوچار تھی اس کا ایک نہایت موثر نقشہ ترکی کے مشہور شاعر محمد عاکف نے ایک نظم[1] میں اس طرح کھینچا ہے:۔

"لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے شرق کی اتنے عرصہ تک سیاحت کی، آخر تم نے کیا دیکھا؟

میں کیا بتاؤں کیا دیکھا، میں نے اس سرے سے اس سرے تک، ویران بستیاں، بے سری قومیں، ٹوٹے پھوٹے پل، بند نہریں، سنسان سڑکیں دیکھیں۔

میں نے جھریاں پڑے چہرے، جھکی ہوئی کمریں، خالی دماغ، بے حس دل، اندھی عقلیں دیکھیں۔

میں نے ظلم غلامی، خستہ حالی، ریاکاری، قابل نفرت برائیاں، طرح طرح کی بیماریاں، جلے ہوئے جنگل، ٹھنڈے چولہے بنجر کھیت، میلی صورتیں، نکمے ہاتھ پاؤں دیکھے۔

میں نے بے جماعت کے امام دیکھے، بھائی کو بھائی کا دشمن دیکھا، دن دیکھا جن کا کوئی مقصد نہیں، راتیں دیکھیں جن کی کوئی صبح نہیں......"

اس ہمہ گیر زوال اور پستی کے باوجود مسلم ممالک اپنی زرخیز معدنی دولت، مستقبل میں صنعتی انقلاب کے امکانات اور کرۂ ارض میں اپنی مرکزی حیثیت کی وجہ سے ہمیشہ معروف رہے ہیں۔ظاہر ہے کہ یورپ کی نئی ابھرتی ہوئی مادہ پرست قوت اس وسیع و زرخیز علاقے کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی اسے اپنی روز افزوں مصنوعات کے لئے نئی منڈیوں، خام مال ساری دنیا میں فوجی مہمات کے لئے بے پایاں اخراجات اور سامان تعیش کے لئے سونے کی چڑیوں کی تلاش تھی۔

امید کی کرن:۔ پچھلی صدی کے ان بزرگوں سے یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں رہی کہ جدید سائنس، ٹکنولوجی اور علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ قدیم مذاہب اپنی

---

[1] "ترکی میں شرق و مغرب کی کشمکش" ص:۲۹۳۔ماخوذ "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" مولفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔ص:۳۱۔

معنویت کھوتے چلے جارہے ہیں مگراس کے برعکس اسلام کی معنویت نکھرتی جارہی ہے۔ چنانچہ سیاسی اور فوجی سطح پراہل اسلام اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اگرایک طرف شکست کھاتے چلے جارہے تھے تو دوسری طرف دینی واخلاقی اور نظری وفکری سطح پران کی عظمت واہمیت مسلم ہوتی جارہی تھی۔ مغربی دنیا سے مسلمانوں کی قربت اور یورپی زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی توسیع واشاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ کہاں تو ڈاکٹر ژومیرا اپنی کتاب "اسلام کی بربادی (Disintegration of Islam) کے بعد عالم اسلام کو عیسائی بنانے کا مژدہ سنانے والے تھے اور کہاں اس کے معاًبعد یورپ کے بہترین دل و دماغ، اسلام کا مطالعہ کرتے ہی شرف بااسلام ہونے لگے، ان نومسلم دانشوران مغرب میں خصوصیت کے ساتھ لارڈ ہڈلے سر آر جی بالڈ ہملٹن، سر ہیربرٹ ڈنکس، ولیم بشیر پکرڈ، بی ،اے (کیمب) مسٹر سعید فیلکس ویلائی، مسٹر حبیب اللہ لوگر اور لیوپوڈوس (محمد اسد) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر لائٹر نے ۱۸۷۵ء میں ولیم میور کی لکھی ہوئی مسلم دشمن کتاب کا جواب دیا اور ووکنگ (انگلینڈ) میں اسلامی انسٹی ٹیوٹ، ہوسٹل اور ایک مسجد تعمیر کی۔[1]

اسلام سے وابستگی:۔ عالمی پیمانے پر مفکرین اسلام کے درمیان یہ احساس عام ہو گیا کہ "عالم اسلام کو دراصل ایک ایسی ترقی پذیر عادلانہ اسلامی سوسائٹی کی تشکیل کی ضرورت ہے، جس میں اسلامی طریقۂ زندگی کو اپنے عملی وثقافتی اظہار اور نمود کا پورا موقع مل سکے"[2] مزید یہ کہ "انسانی زندگی کے پورے نظام کو اس کے تمام شعبوں (فکر ونظر، عقیدہ وخیال، مذہب و اخلاق، سیرت و کردار، تعلیم وتربیت تہذیب وثقافت، تمدن ومعاشرت، معیشت وسیاست، قانون وعدالت، صلح وجنگ اور بین الاقوامی تعلقات) سمیت خدا کی بندگی اور انبیاء علیہم السلام کی ہدایت پر قائم کیا جائے"[3] مولانا ابو الکلام آزاد نے انیسویں صدی میں مغربی استعمار کے دباؤ کے تحت اسلامی دنیا میں اصلاح وتغیر کی جوتحریکیں پیدا ہوئیں ان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان سب کی بنیاد ایک اور سب کا مقصد ایک تھا۔ "یعنی مسلمانوں کے اندران تمام وسائل ارتقاء ذہنی ومادی کو پیدا کرنا جن کی وجہ سے وہ دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عزت حاصل کریں"[3] مولانا موصوف نے انیسویں صدی کی اسلامی

---

[1] Road to Mecca محمد اسد کی۔
[2] جماعت اسلامی۔ اس کا مقصد، تاریخ اور لائحہ عمل، ابوالاعلیٰ مودودی ص: ۱۱۔
[3] الہلال، جلد نمبر

تحریک پر تفصیلی اظہار خیال کرتے ہوئے خصوصاً جمال الدین افغانیؒ کے ہمہ گیر تحریکی اثرات کو اس طرح واضح کیا ہے۔[1]

جمال الدین افغانیؒ:۔ ''یہ عجیب بات ہے کہ پچھلی صدی کے آخری نصف حصے میں تقریباً تمام ممالک اسلامیہ میں اصلاح وتجدید کے لئے یکساں تحریکیں پیدا ہوئیں۔ مگر اس سے بھی عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں کی اصلاح وتجدید ایک ہی شخص (سید جمال الدین افغانی) کے ظہور سے شروع ہوتی ہے، جو فی الحقیقت تاریخ اسلام کے سنین اخیرہ کا سب سے بڑا شخص تھا۔ خیالات وافکار کا پیدا کرنا آسان ہے۔ مگر خیالات وافکار کے بقاء وقیام کے لئے اشخاص کا پیدا کرنا مشکل ہے اور مصلح کیلئے جن پیغمبرانہ اوصاف کی ضرورت ہے ان میں اولین وصف یہی ہے۔

ان (سید جمال الدین افغانی) کا اصلی کارنامہء غیر فانی یہ تھا کہ زمانے نے خود اس کو کام کرنے کی مہلت بہت کم دی، لیکن وہ اپنے اندر ایک ایسی قوت تخلیق رکھتا تھا کہ جہاں جاتا تھا اپنی تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے نئے جمال الدین پیدا کر لیتا تھا۔''[2]

شیخ کا ماحول:۔ مگر ان کے ہمہ گیر عالمی اثرات کا اس وقت تک صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ان کے ماحول اور مختلف ممالک میں ان کی کارگزاریوں پر ایک طائرانہ نگاہ نہ ڈال لی جائے، قاضی عبدالغفار نے اپنے گرانقدر مقالے[3] ''جمال الدین افغانی'' میں شیخ کی زندگی کے بہت سے مخفی گوشوں کو پہلی بار ہندی مسلمانوں کے سامنے بے نقاب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''۱۸۳۸ء یا ۱۸۳۹ء میں جب شیخ ماں کی گود میں

---

1. ۲۸ر جنوری ۱۹۱۲ء۔
2. الہلال ۱۳ر جولائی ۱۹۱۲ء۔
3. وہ مقالہ اردو اکادمی، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء میں پیش کیا گیا تھا۔

آئے۔دنیائے اسلام پر مصائب و ابتلاء کا ایک شدید طوفان گذر رہا تھا۔یہ وہ زمانہ تھا کہ وسط ایشیا میں جیفوا، بخارا کی آزادی، روسی شہنشاہیت کی قربان گاہ پر آخری سانس لے چکی تھی۔ایران میں انگریزوں اور روسیوں کا مشترکہ اثر قائم ہو چکا تھا۔مصر میں انگریزوں کا عارضی انتظام مالکانہ حکومت کی صورت اختیار کرنے والا تھا۔مراقش، برطانیہ اور فرانس کے باہمی سمجھوتے کی بناء پر فرانس کے زیر اثر لایا جا چکا تھا۔سلطنت عثمانیہ میں اسلامی اقتدار مریض جاں بلب تھا اور اس کے سرہانے، آسٹریلیا، جرمنی، برطانیہ، ریاستہائے، بلقان اور روس کے دشنہ در آستیں اطباء جمع ہو چکے تھے۔"

ایک غریب اور دور افتادہ افغانستان نسبتاً آزاد تھا۔وہ بھی اس لئے کہ جغرافیائی حیثیت سے وہ متمدن ممالک کے یورپین تمدن سے دور تھا اور روس وانگلستان کی باہمی رقابت اس کی قومی آزادی کی ضامن تھی۔

مسلم ممالک کی بیداری:۔ مگر ٹھیک اسی زمانے میں جب شیخ نے پہلی دفعہ سورج کی روشنی دیکھی، عالم اسلام صدیوں کی گہری نیند کے بعد بیداری کی پہلی کروٹ بھی لے رہا تھا۔دلوں کے آتش خانے سرد تھے مگر چنگاریوں سے خالی نہ تھے۔قسطنطنیہ میں ابوالاحرار مدحت پاشا اور ان کے معاصرین مصطفیٰ فاضل، رشید پاشا ضیاء پاشا عالی پاشا علی سعاوی، فواد پاشا عمر پاشا۔ایران میں امیر نظام، ملا محمد کاظم خراسانی جیسے قوم پرست عہد انقلاب کے حریت پسند مجتہد اور ان کے معاصرین کے دور استبداد صغیر، میں انہوں نے قومی تحریک پر جان و مال فدا کر دیا۔سید عبداللہ، سید محمد طباطبائی، اور ایسے ہی کتنے مصر میں صف اول کے احرار مصطفیٰ کامل، علی پاشا محمود پاشا فلکی تونس میں شیخ محمد بیرم، خیر الدین پاشا، وسط ایشیاء و ترکستان میں اسماعیل نے یہ سب ایک ہی منزل کے مسافر اور ایک ہی راہ کے راہ رو

تھے۔اور اسی سلسلے کی ایک کڑی جمال الدین افغانی تھے۔مگر شیخ کی زندگی کا امتیاز ان سب سے الگ تھا۔اس تمام فہرست میں شیخ ہی کا نام ایسا ہے جو عمل کے جغرافیائی حدود سے آزاد رہا اور کبھی کسی ایک ملک کا پابند نہ تھا۔وہ دیارِ مصر میں تھا، روس میں تھا، فرانس میں تھا اور اس کی ایک آواز محض جو مراقش سے ترکستان تک اور لندن و پیرس سے سینٹ پیٹر سبرگ تک سنی گئی۔ عہدِ جدید کے داعیانِ ملت بلت اسلامی میں بمشکل کوئی نام اس قدر ہمہ گیر، اس قدر عام اور اس قدر وسیع مل سکے گا۔یہ امتیاز شیخ ہی کے لئے محفوظ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ نے انگریزوں کی دسیسہ کاریوں کا اصلی تماشا پہلی مرتبہ ہندوستان میں دیکھا جب وہ پہلی بار اپنے ملک سے باہر نکلے ۱۸۶۹ء میں وہ دوبارہ یہاں آئے مگر انگریزی جاسوسوں نے یہاں ٹکنے نہ دیا۔اور جلد ہی انہیں واپس بھیج دیا گیا۔یہاں سے وہ مصر، ایران اور ترکی کا دورہ کرتے رہے اور اپنی خداداد دینی، سیاسی بصیرت اور جوشِ حیات سے لبریز پیغامِ انقلاب سے عوام کے دلوں کو گرماتے رہے، جابجا مجلس درس و تدریس وعظ و پند اور مختلف تنظیمیں قائم کی گئیں۔علماء اور دانشورانِ اسلام کو جدید سائنٹفک نقطہ نظر دیا۔قوم پرست ادیبوں اور اخبار نویسوں کا گروہ تیار کیا اور کسانوں مزدوروں کے حقوق کی حفاظت میں شہنشاہیت اور مغربی استعمار کے خلاف قومی جذبات کو مشتعل کیا۔کیونکہ ۱۸۷۵ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیان خدیو اسماعیل مصر کو اور ناصر الدین شاہ ایران کو انگریز کے ہاتھوں اس طرح فروخت کر رہے تھے جس طرح کبھی شاہ عالم نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھوں ہندوستان کو فروخت کر دیا تھا۔اس زمانے میں روس نے قسطنطنیہ کے دروازے پر عثمانیوں کی موت کا سامان تیار کر لیا تھا۔مصر پر انگریزوں کی سیادت قائم ہو چکی تھی اور برلن میں دول یورپ کی خفیہ کانفرنس نے ان اسلامی ممالک کی تقسیم کا مسئلہ طے کر دیا تھا۔قبرص پر برطانیہ کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔فرانس کو تیونس پر قبضہ کر لینے کی اجازت دی گئی۔مصر کی مالیات پر برطانیہ اور فرانس کی مشترکہ سیادت طے کی گئی اور شام میں فرانس کے حقوق کو قائم کر دیا گیا۔

شیخ ہندوستان میں:۔ اس دوران شیخ مصر سے ایک بار پھر

ہندوستان وارد ہوئے تو اس دفعہ جنوبی ہند[1] میں کم و بیش دو سال مقیم رہے۔ سید علی بلگرامی، نواب رسول یار جنگ[2] اور کلکتہ کے مولوی عبداللطیف نے اس دوران شیخ سے خاصا اکتساب کیا۔ ہندوستان کے متعلق شیخ کے تاثرات بلنٹ نے اپنے روزنامچے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ ان کے خیال میں ''ہندوستان جاسوسوں سے بھرا ہوا ہے۔ جن میں بہت زیادہ ہندو ہیں'' ....

''ہندوستان میں گورنمنٹ ہمیشہ مختلف اقوام کے درمیان نا اتفاقی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ خصوصاً ہندو اور مسلمانوں کے درمیان اور بظاہر اس کو کامیابی بھی ہوتی ہے[3]

موصوف نے پیرس سے ''پان اسلامزم'' کا مشہور انقلابی ترجمان العروۃ الوثقیٰ[4] شائع کیا تھا تو اس کے پہلے شمارے میں مغرب کے مادہ پرستوں کا پول ان الفاظ میں کھولا۔

''یہ حرص و ہوس کے ٹھیکہ دار، یہ قومیں جہاں جاتی ہیں دوست بن کر جاتی ہیں۔ رفاقت و محبت کے لہجہ میں باتیں کرتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ان میں حاکمانہ اسپرٹ کا اظہار ہوتا ہے لیکن وہ تخت و حکومت کی حفاظت کے لئے جاتی ہیں۔ کہیں کسی ملک کو اغیار کی دستبرد سے بچانے، کہیں کسی ملکی حکومت کو مستحکم و قوی بنانے، کہیں بغاوت کے جراثیم پر حملہ کرنے، غرض جب کہیں جاتی ہیں تو ان کا یہی طرز ہوتا ہے مگر پھر چھا جاتی ہیں۔''[5]

اسلامی تحریکیں:۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے پچھلی صدی کے اواخر میں

---

1. حیدرآباد 2. ''نواب صاحب کے بقول۔ ''شیخ کے پایہ کا کوئی عالم ہندوستان میں نہیں''
3. جمال الدین افغانی ص:۳۹
4. مارچ ۱۸۸۴ء تا اکتوبر ۸۴ء تک اس کے کل ۱۸ شمارے شائع ہوئے۔
5. العروۃ الوثقیٰ ص:۴۳۔۴۲ (ماخوذ ''جمال الدین افغانی'' مصنف قاضی عبد الغفار ص:۴۳۔۴۲)

مسلم ممالک میں تین طرح کی تحریکوں کے عمل دخل کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے۔ ان میں:۔

(الف) سیاسی تحریکیں۔ (ب) الاصلاح الافرنجی[1] تحریکوں کے نام خاص ہیں۔

سنوسی تحریک:۔ مگر ترکوں نے پان اسلامی تحریک کی سیاسی طاقت کا اندازہ کر کے محمد علی خدیو مصر کے ذریعہ اسے دبا دیا۔ مگر دوسری احراری تحریکیں مغربی انداز سے چلتی رہیں۔ ہندوستان میں وہابی تحریک کی طرح طرابلس کی "سنوسی تحریک" نے زبردست ذہنی انقلاب برپا کیا۔ اس کا مقصد تبلیغ دین تھا اور مسلمانوں کو یورپ کی چیرہ دستیوں کے خلاف ابھارنے کے علاوہ ان میں بیداری کا شعور بھی پیدا کرنا تھا۔ اس زمانے میں ایران میں "محمد علی باب" کی تحریک بھی شروع ہوئی۔ قاضی عبدالغفار کے لفظوں میں "گویا تحریکوں کا ایک مثلث تھا۔ جس کا ایک زاویہ ایران میں تھا، ایک نجد میں اور ایک طرابلس میں" اس مثلث کے اندر اور بھی بہت سی تحریکیں اس دور میں اپنا کام کر رہی تھیں۔ مگر یہ تین مراکز ایسے تھے جس سے سید جمال الدین افغانی کی زندگی بھی متاثر ہوئی۔

وہابی، سنوسی اور بابی تحریکیں اصلاً مذہبی اور اصلاحی تھیں مگر ان کے ساتھ ہی ساتھ یورپی طرز کی قومی اور وطنی تحریکیں بھی مختلف ملکوں میں چل رہی تھیں۔ بالخصوص عربوں میں ترکوں کے استبداد سے آزادی اور یورپ کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھی مختلف تحریکیں کام کر رہی تھیں۔ انیسویں صدی کے وسط میں روس نے ماورائے قفقاز پر اور فرانس نے الجیریا پر قبضہ کر لیا تو الجیریا میں عبدالقادر (۱۸۰۷۔۱۸۸۳ء) کی تحریک شروع ہوئی اور وسط ایشیا میں روس کے خلاف نقشبندیہ تحریک نے زور پکڑا اور پھر چینی ترکستان میں بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ جن کے ایک مشہور لیڈر یعقوب بیگ تھے۔ علاوہ ازیں بخارا میں مجلس اتحاد اسلام قائم ہوئی جس کی جدوجہد کا رشتہ نوجوان ترکوں کی تحریک سے ملتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں جب شیخ (جمال الدین افغانی) قسطنطنیہ میں موجود تھے تو اسی تاتاری تحریک کے لیڈر یوسف بے نے اس جگہ وہ تحریک اتحاد تورانی شروع کی جس کو بعد میں اخبار

---

[1] اصطلاح وضع کردہ شیخ محمد عبدہٗ شاگرد جمال الدین، الہلال ۲۲ جنوری ۱۹۱۴ء

ترک یاد کے ذریعہ کیا جاتا رہا۔ جس کے ایڈیٹر احمد بے عقائف تھے۔ یہ تورانی تحریک ایشیا کے مسلمانوں کی پہلی جمہوری تحریک کہے جانے کی مستحق ہے۔ مشہور ہے کہ انور پاشا بھی ان کی مدد کے لئے ایک بار بخارا پہنچے تھے یہ بعید از قیاس نہیں کیونکہ ترکوں کی "انجمن اتحاد ترقی" کا جو تعلق وسط ایشیا کی تورانی تحریک سے تھا۔ اس کا یہ منطقی نتیجہ تھا کہ انور پاشا بخارا اور وسط ایشیا میں تورانیوں کو مضبوط اور منظم کرنے کی کوشش کرتے۔

پان اسلازم:۔ پان اسلامی تحریک سے پہلے دنیا کے مختلف ملکوں کی تحریکیں گویا قلعہ بند ہو کر اپنے اپنے علاقوں کی استبدادی اور ظالمانہ طاقتوں سے لڑ رہی تھیں۔ ایک طرف داخلی طور پر اپنے علاقوں کے خود مختار بادشاہوں اور جاگیرداروں سے مقابلہ تھا تو دوسری طرف یورپی استعمار اور لٹیروں سے پنجہ آزمائی تھی مگر بدقسمتی سے یہ مسلم تحریک ایک دوسرے سے تقریباً کٹی ہوئی اور غیر مربوط تھیں اس لئے دو طرفہ سازشوں سے بیشتر ملکوں میں ناکام ہو گئیں۔ سید جمال الدین افغانی نے پان اسلامی تحریک کے ذریعہ ایک بین الاقوامی پلیٹ فارم بنانے کی کوشش ضرور کی اور اس سلسلے میں انتھک محنت بھی کی مگر مصر وایران اور ترکی کے حکمرانوں، نے مغربی سامراج سے سازش کر کے انہیں پوری طرح کامیاب نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ اس کوشش میں موصوف نے اپنی جان تک دیدی۔ مگر اس اولین مرحلے میں عالمی پیمانے پر مسلم ممالک میں مستقبل کے لئے انقلابیوں کا ہر جگہ ایک ایک سرفروش گروہ ضرور تیار کر دیا۔

ہندوستان کی مسلم تحریک:۔ عالمی حرکت وعمل اور بیداری ضمیر نے ہندوستانیوں کو بھی متاثر کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور مغربی استعمار و سامراج کی لوٹ کھسوٹ کا بھی ردعمل ہوا جس کے نتیجے میں وقتاً فوقتاً مختلف قسم کی تحریکیں، لڑائیاں اور بغاوتیں ہوتی رہیں۔ بنگالی مسلمانوں کے درمیان سب سے پہلے فرائضی تحریک[1] نے غریب کسانوں کو ابھارا ان کے بعد سید احمد بریلوی کی "وہابی تحریک" نے ملک گیر پیمانے پر اصلاح و تبلیغ اور جہاد کی

---

[1] بانی مولوی شریعت اللہ بنگالی قائم کردہ ۱۸۰۴ء

اسپرٹ عام کی اس کے چند ہی برسوں کے بعد ۱۸۵۷ء کی پہلی باضابطہ جنگ آزادی کا تاریخی واقعہ رونما ہوا جس کی سب سے زیادہ قیمت مسلمانانِ ہند کو چکانی پڑی۔اس ملک گیر بغاوت کے بعد مسلمانوں کو جس طرح تباہ و برباد کرنے کی منظم کوشش کی گئی اس کا کچھ حال گزشتہ اوراق میں اوپر گذر چکا ہے۔

سر سید احمد خان:۔ سر سید احمد خاں ان تحریکات سے براہ راست متاثر ہوئے۔خصوصیت کے ساتھ وہابی تحریک نے تو ان کی پوری دینی تربیت کی۔مولانا حالی کے علاوہ دیگر محققین و مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ ایسے پر آشوب دور میں جبکہ صد سالہ غلامی اور مرعوبیت کی وجہ سے مسلم قوم جس جہالت،افلاس،اخلاقی انحطاط،اجتماعی بدنظمی،تمدنی بے راہ روی اور تہذیب اسلامی سے انحراف کی خرابیوں میں مبتلا ہو گئی تھی ان سب کے خلاف انہوں نے جو زبردست مورچہ لیا۔انتہائی بے باکی سے اگر ایک طرف انگریزوں کو متنبہ کیا تو دوسری طرف مسلمانوں کو بیدار کیا تو ان سب کی پشت پر وہابی تحریک کی اقدامی اور اجتہادی روح ہی کام کر رہی تھی۔موصوف نے مسلمانوں کو اندھی اور کورانہ تقلید کے جال سے نکالا، ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا۔اجتہاد،تہذیبی بیداری اور علمی و ادبی ترقی کی طرف مائل کیا۔سچ ہے کہ جوشِ اجتہاد میں بعض اوقات انہوں نے ٹھوکریں بھی کھائی ہیں۔مسلمانوں کی پستی، برادرانِ وطن کی احیاء پرستی اور انگریزوں سے آخر عمر میں ان کی مرعوبیت نے ان کے مشن کو علیحدگی پسندی کی طرف بھی مائل کر دیا تھا۔مگر ان جزوی خامیوں کے باوجود ان کی اولوالعزمی، انتھک محنت،تحریکیت اور زندگی بھر کی جدوجہد نے مسلمانانِ ہند کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔

اس سلسلے میں اردو زبان و ادب،شاعری،صحافت اور سوانح عمریوں کے علاوہ جملہ اصنافِ ادب کو عصری مسائل اور تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔انہوں نے تہذیب الاخلاق اور اپنی قیمتی تصانیف کے ذریعہ اردو ادب کو ایک نئی راہ دکھائی۔جس پر آگے چل کر علامہ شبلی مولانا حالی،اس کے ساتھ ہی ساتھ اکبر الہ آبادی اور اقبال کی شاعری نے بھی اپنا جادو جگانا شروع کر دیا تھا۔اور اب پوری قوم ماضی و حال کا جائزہ لینے کے بعد اپنے عمل کا حساب کرنے کو تیار

ہو چکی تھی۔

۱۸۷۵ء میں سرسید نے علیگڈھ میں محمڈن کالج قائم کیا۔اس کے گیارہ برس (۱۸۸۶ء) کے بعد تعلیمی کانفرنس قائم ہوئی۔اس زمانے میں انجمن حمایت اسلام پنجاب نے اپنی تعلیمی جدوجہد کے ذریعہ پورے پنجاب کو متاثر کیا۔اسی طرح بمبئی، سندھ، مدراس وغیرہ میں بھی مختلف قسم کی اسلامی، اصلاحی اور تعلیمی انجمنیں اورادارے تشکیل پانے لگے۔بنگال تو بطور خاص متحرک ہوا جس کی تفصیل بھی گزشتہ اوراق میں اوپر گذر چکی ہے۔

باب چہارم

ملک کا نیا معاشی نظام

ایک طرف عالمی بیداری کے ساتھ ملک کے ہندو مسلمان اور کسان مزدور بیدار ہوتے جا رہے تھے، تو دوسری طرف انگریز نئے نئے میدان مارتے چلے جا رہے تھے۔ ان کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو رہے تھے۔ ان کا نسلی غرور انہیں ہندوستانیوں کے ساتھ ہتک آمیز سلوک پر اکساتا رہتا تھا۔ فوج اور افسران بالا کے عیاشانہ اخراجات اور نئی نئی جنگی مہموں کے مصارف نے انہیں مجبور کیا کہ پورے ملک میں نئے معاشی نظام کو اپنے مفاد میں مستحکم کیا جائے۔ چنانچہ انگریزوں نے مال گذاری اور لگان داری کے دو اہم نئے طریقوں کو رواج دیا۔ ایک زمینداری کا طریقہ تھا اور دوسرا رعیت داری کا طریقہ تھا۔ اب زمیندار گاؤں کی زمین پر قابض ہو گئے اور کاشتکار لگان داروں میں تبدیل ہو گئے۔ اس طرح رفتہ رفتہ ملک کا دیہی معاشی نظام بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ زمیندار، مہاجن اور تاجروں نے انگریزوں کے مفاد کے لئے پورے ملک کو اپنے شکنجے میں کس لیا۔ اس نئے معاشی نظام نے ہندوستانی سماج میں اعلیٰ و ادنیٰ دو طبقوں کو جنم دیا۔ اعلیٰ سطح پر مالکان اراضی (امراء و روساء، تعلق دار و نوابان اور زمیندار) لگان وصول کرنے والے اور مہاجن نمودار ہوئے۔ اور ادنیٰ سطح پر لگان دار، بٹائی دار، کھیت مزدوروں کا غریب طبقہ۔

لے جو کچھ دنوں کے بعد تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ زمینداری کا طریقہ بحال داری کے نام سے شمالی ہندوستان میں رائج کر دیا گیا۔ ملاحظہ ہو جدوجہد آزادی ص: ۲۳

اس نئے نظام کو نہ سرمایہ داری کا نظام کہا جا سکتا تھا نہ جاگیرداری کا۔ یہ پرانا مغل طریقہ بھی نہیں تھا۔ یہ ایک نئی عمارت تھی جس کو نوآبادیاتی نظام نے تعمیر کیا تھا۔ اس کی نوعیت نیم جاگیر دارانہ اور نیم سرمایہ دارانہ تھی جس کا بیش از بیش فائدہ بہر صورت انگریزوں کو ہوتا تھا۔

کسانوں کی بدحالی:- چائے اور کافی کے باغات، نیل، افیون اور گنا کی کھیتی کرنے والوں پر بے پناہ مظالم شروع ہو گئے۔ کسان گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے تو قحط[1] کا دور شروع ہوا۔ انیسویں صدی کے نصف اول میں سات ایسے قحط پڑے جس میں ۵ر لاکھ غریب ہندوستانیوں کی موت ہوئی۔ اور نصف آخر میں ۲۴ قحط میں تقریباً ۲ر کروڑ افراد لقمۂ اجل بنے۔ چنانچہ دادا بھائی نوروجی جیسے ابتدائی قوم پرست اس صورت حال پر چیخ پڑے۔ انہوں نے صاف کہا کہ:

> ''ہندوستانی محض زرعی غلام تھے اور ان کی حالت تو امریکی غلاموں سے بھی خراب تھی۔ امریکی غلاموں کے مالک جو انہیں اپنی ملکیت سمجھتے، کم از کم ان کی دیکھ بھال تو کرتے تھے''[2]

انہوں نے انگریزی راج کو ایک روز افزوں بدیسی حملہ کہا جو

> ''رفتہ رفتہ ملک کو مکمل تباہی کی طرف لے جا رہا تھا''[3]

مسٹر ولیم ڈگبی (Mr. William Digby) نے اواخر انیسویں صدی میں ہندوستان کی فی کس یومیہ آمدنی کا تخمینہ ۲ر پنس سے لیکر نصف پنس تک کیا تھا۔

فطری طور پر اس کا ردعمل ہوا۔ مذہبی و اصلاحی[4] اور سیاسی تحریکوں کو فروغ ہوا۔ ۱۸۷۵ء میں پرنس آف ویلس (بعدہٗ ایڈورڈ ہفتم) جب ہندوستان آئے تو ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ بہت سے کسانوں نے مالگذاری دینے سے انکار کر دیا۔ اور لگان وصول کرنے والے بنیوں اور انگریز

---

[1] ہندوستان میں بڑے بڑے قحط: ۱۸۳۷ء، ۱۸۵۷ء، ۱۸۷۷ء، ۱۸۹۷ء میں رونما ہوئے۔

[2] جدوجہد آزادی ص: ۴۳

[3] ایضاً، ص: ۵۹ [4] مثلاً فرائضی۔ وہابی تحریکات وغیرہ

افسروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

صنعت کاروں کی تباہی:۔ کسانوں ہی کی طرح مزدوروں، دستکاروں اور صنعت کاروں کے استحصال کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز تک ہندوستان کی صنعتی ترقی صرف چار صنعتوں تک محدود تھی یعنی سوتی کپڑا، پٹ سن، کوئلے کی کانیں اور چائے کے باغات۔ ان کے علاوہ کچھ چھوٹی چھوٹی صنعتوں نے بھی ترقی کی تھی۔ اسی سلسلے میں کپاس اور گنے کے کارخانوں، چاول، آٹا اور لکڑی کے مل، کھال کو پکانے اور رنگنے کے کارخانوں، گرم کپڑے، کاغذ اور شکر کے مل اور نمک، ابرق، شورہ، پٹرول اور لوہے کی کانوں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ ابتدائی انجینئرنگ ی اور ریلوے کے کارخانے اور کچھ لوہے اور پیتل کو ڈھالنے کے کارخانے بھی قائم کئے گئے۔ مگر ان سب کا تعلق ہندوستان میں صنعتی انقلاب سے نہ تھا بلکہ انگریزی سامراجیت اور اس کے اغراض و مقاصد کے ماتحت تھا۔ انگریز رفتہ رفتہ ان تمام صنعتوں پر اپنے سیاسی اقتدار، سرمایہ کاری اور نئے ظالمانہ معاشی نظام کی وجہ سے پوری طرح قابض اور دخیل ہو چکے تھے۔ ان صنعتوں کے تحفظ وارتقاء میں ان کی بنیادی پالیسی ان کا اپنا مفاد تھا۔

بنکروں یا پارچہ بافوں کی بدحالی:۔ ان تمام صنعتوں میں سب سے بڑی اور ملک گیر صنعت، صنعت پارچہ بافی تھی اس لئے ملک کے طول وعرض میں کپڑے بننے کے بے شمار کارخانے تھے جن سے لاکھوں ہندو مسلمانوں کا روزگار وابستہ تھا۔ چنانچہ انگریزوں کے نوآبادیاتی عیاشانہ نظام کے نتیجے میں کسانوں کے بعد بنکر پیشہ ہی کو صدیوں تک سب سے بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

عاصم بہاری نے چونکہ زندگی بھر بالعموم پورے ملک وملت اور بالخصوص مسلمانوں کے اس سواد اعظم کی خدمت کی اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنکروں کی خوشحالی کو انگریزوں نے جس طرح بدحالی میں تبدیل کر دیا۔ اور آگے چل کر پورے ملک میں انہیں اچھوت بنانے کی کوشش کی اس کی اجمالی تاریخ بھی پیش نظر رہے۔ اس کے بغیر عاصم بہاری کی عظیم الشان

خدمات اوراس کی تاریخی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل ہوگا۔

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی:۔ ہندوستانی پارچہ بافی کے آغاز و ارتقاء اور انگریزوں کے وقت تک اس کی شاندار کارکردگی اور عالمی منڈی میں اس کی برتری نیز انگریزوں کی معاشی لوٹ کھسوٹ اوراس صنعت کی مکمل تباہی کا حال مختلف مورخین اور محققین نے پیش کیا ہے۔اس سلسلے میں مسٹر بین[1] مسٹر بیکر[2] مسٹری لالہ مول راج[3] رمیش چندر دت[4] کےعلاوہ طفیل احمد[5] کےنام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

عالمی شہرت:۔ یہ تمام مصنفین اس امر پر متفق ہیں کہ زمانہ قدیم سے لیکر اوائل اٹھارہویں صدی عیسوی تک ہندوستان ساری دنیا میں سوتی پارچہ بافی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔اس وقت تک جو مرتبہ چین کو ریشم سازی، مصر کو کتان سازی اور انگلستان کو اون سازی میں حاصل تھا وہی مرتبہ ہندوستان کو سوتی پارچہ بافی میں حاصل تھا۔اس صنعت میں اس ملک کو تقریباً اجارہ داری حاصل تھی۔انگریزوں کی آمد تک ہندوستانی کپڑے دنیا کے بہت سے ملکوں کےعلاوہ خود انگلستان میں برآمد کئے جاتے تھے۔مصری، کلدانی، ایرانی،، عربی، یونانی اور رومی لٹریچر میں ہندوستانی ململ کا نہایت عمدہ اور شاندار لفظوں میں تذکرہ کیا گیا ہے۔یہاں کے کپڑوں کی نفاست، خوشنمائی، ملاحت اور فنکاری نے ہر ملک کے باذوق حضرات کو اس کا گرویدہ بنایا تھا۔خصوصیت کے ساتھ چھینٹوں کی خوشنما گل کاری نے مذاق سلیم رکھنے والوں کو ہمیشہ اپنی طرف مائل کیا۔چنانچہ مسٹر ٹریزر جو خود کپڑے کا بڑا تاجر اور سیاح تھا۔اپنے سفرنامہ میں کالیکٹ کے بعض کپڑوں کی نفاست اور خوبصورتی کی بےحد تعریف کرتا ہے۔اس کے خیال میں بعض نفیس اور سبک کپڑے کو ہاتھ میں لیکر دیکھنے سے اس کا سوت نظر نہیں آتا تھا۔اگر انہیں زیب تن کرلیا جائے تو جسم صاف نظر آئے گا۔گھاس پر پھیلا دینے سے شبنم آلود کپڑے نظروں

---

1. تاریخ سوتی پارچہ بافی۔مطبوعہ ۱۸۳۵ء از مسٹر بین
2. Calico Printing in India از مسٹر بیکر
3. The Textile Industry ۱۹۲۹ء۔از لالہ مول راج
4. Economic History of India۔از رمیش چندر دت

سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اورنگ زیب کی ایک صاحبزادی کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک کپڑے کو سات تہہ کر کے پہننے کے باوجود اس کے والد کو اس کی بے ستری پر اعتراض ہوا تھا۔ مسٹر چین[1] نے اعتراف کیا ہے کہ:

> ''جدید فیکٹریوں کی مشینری کے مقابلے میں
> ہندوستانی پارچہ بافوں کے آلات پارچہ بافی نہایت سادہ ہیں
> لیکن وہ ایسا کپڑا تیار کرتے ہیں کہ وہ انسانی دستکاری
> نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپڑا پریوں
> یا کیڑے مکوڑوں نے تیار کیا ہے۔''

مسٹر بیکر اپنی کتاب[2] کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں کہ:۔

> ''اگرچہ ہم نے پارچہ بافی میں بہت ترقی کر لی ہے۔ لیکن حق
> بات تو یہ ہے کہ اب بھی ہندوستان کی ململ اور چھینٹ اس قدر نفیس ہوتی
> ہے کہ ہماری فیکٹریاں ان کی نقل اتارنے کی لاکھ کوشش کریں پھر بھی
> ہرگز ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں۔''

ہندوستانی ململ:۔ تاریخ کی کتابوں میں ہندوستانی ململ کے بہت سے اوصاف گنائے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ململ کے ۲۰ گز کا ایک عروسی انگوٹھی کے حلقے سے بآسانی نکال لیا جاتا تھا۔ عمدہ قسم کی ململ کے ۱۵ گز کا وزن بسا اوقات صرف تین تولہ اور ۹ ماشہ ہوا کرتا تھا۔ ایک ایرانی قاصد نے ہندوستان سے واپس ہونے کے وقت ۳۰ گز ململ کا ایک گولہ جو ایک چھوٹے سے ناریل کے برابر تھا۔ اپنے آقا کی خدمت میں پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ نفیس ململ کے بہت سے شاعرانہ نام ملتے ہیں۔ مثلاً شبنم آب رواں، ململیلی، تن زیب وغیرہ۔

غلاف کعبہ:۔ ہندوستانی بنکروں کی فنکارانہ صنعت کا لوہا اسلامی دنیا نے بھی

---

۱ مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ نظامی پریس، بدایوں ۱۹۳۹ء از طفیل احمد

۲ Calico Printing in India

تسلیم کیا ہے چنانچہ خلیفۂ وقت نے سب سے پہلے ۲۶۶ھ (مطابق ۱۰۷۲ء) میں غلاف کعبہ تیار کر کے ہندوستان سے منگوایا جسے پنجاب کے پارچہ بافوں نے تیار کیا تھا۔ صدیوں بعد ۱۹۲۸ء میں سیاسی اختلافات کی بناء پر مصر سے غلاف کعبہ نہ بھیجا گیا تو مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل غزنوی نے اپنے اہتمام میں امرتسر سے غلاف بنوا کر بھیجا۔ یہ سلسلہ ۱۹۳۲ء تک باقی رہا۔ بعد میں مکہ معظمہ کے اندر رجب دارالکسوہ قائم کر لیا گیا تاکہ مصر سے آئے دن غلاف نہ آنے کی مصیبت کا مستقل علاج کر دیا جائے تو اس کارخانے میں مولانا اسماعیل غزنوی مرحوم کی مدد سے ہندوستان سے بہت سے کاریگر فراہم کئے گئے۔ کچھ مدت تک وہیں غلاف تیار کیا جاتا رہا پھر سعودی حکومت اور مصر کے تعلقات درست ہو گئے تو یہ کارخانہ بند ہو گیا۔[1]

یورپ کی نقالی:۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ ابتداء میں جب انگلستان اور فرانس نے چھینٹ تیار کرنے کا کام شروع کیا تو وہاں کے کاریگروں نے ہندوستانی چھینٹوں کی گلکاری کی آنکھیں بند کر کے نقالی کی۔ یوں تو یہاں سینکڑوں قسم کے کپڑے پورے ملک میں تیار ہوتے تھے مگر غیر ممالک میں چھینٹ، ململ اور چکن کو بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ ان کپڑوں کے اہم ترین مراکز ابتداء میں بنگال اور موسلی پٹم تھے۔ ڈھاکہ، ساحل، کارومنڈل، کھمبات، سورت، پٹن، بروچ کے علاوہ شمال وجنوب کے دوسرے شہروں اور دیہاتوں میں بھی اس صنعت کا بڑا رواج تھا۔ مشہور مورخ جیمس مل نے تو بنگال کے بنکروں[2] کے نازک اندام اور نرم مخروطی انگلیوں کو ان کپڑوں کی نفاست کا اصلی سبب قرار دیا ہے۔ مارکو پولو نے اپنے سفرنامہ[3] میں یہ تسلیم کیا ہے کہ:۔

> ''موسلی پٹم میں نہایت نفیس اور خوبصورت کپڑا
> تیار ہوتا ہے جو موجودہ دنیا میں عدیم النظیر ہے۔''

موسلی پٹم کی چھینٹوں کے بعض نمونے اب بھی وکٹوریہ اور البرٹ میوزیم میں موجود ہیں

---

[1] ''غلاف کعبہ کی تاریخ'' سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص:۱۲۴،۳ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور۔
[2] تاریخ برطانیہ، جلد دوم ص:۸
[3] سفرنامہ، جلد سوم، باب ص:۲۱۔ (تیرہویں صدی عیسوی)

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ چھینٹیں ڈچ اور ایرانی خریداروں کے واسطے تیار کی گئی تھیں۔

ان کے علاوہ موٹا اور باریک ہر قسم کے کپڑوں کے لئے مدورا، توتی کورن، ہزاونگور، وزیگا پٹم، کالی کٹ، ارکاٹ اور مدراس وغیرہ بھی خاص طور پر مشہور تھے۔ ان مقامات پر لنگیاں، نقاب، چادریں اور رومال بکثرت تیار ہوتے تھے۔ مدراس کے رومال انگلستان میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ شمالی ہندوستان میں جالندھر اور دوآبہ کی ململ کی پگڑیاں اور کھدر کی شہرت بھی کچھ کم نہ تھی۔ سندھ سے موٹے کپڑے غیر ملکوں کو برآمد کئے جاتے تھے۔

ملک گیر پیشہ:۔ جب اس صنعت نے بین الاقوامی اہمیت اختیار کر لی تو قدیم بنکروں کے علاوہ ہندوستان کی دوسری ہندو مسلم برادریوں نے بھی اس پیشہ کو اختیار کرنا شروع کیا۔ اس صنعت کی تنظیم اور برآمد کا بیشتر کام مقامی پنچایتیں انجام دیتی تھیں۔ انہیں پنچایتوں کی بدولت احمد آباد، سورت، مرشد آباد، ڈھاکہ، مچھلی پٹم، تنجور اور ملتان برآمد ہونے والے کپڑوں کا مرکز بن گئے۔ سرمایہ کی فراہمی اور فروخت کا طریقہ یہ تھا کہ پنچایتیں کپڑے جمع کر کے مقامی دوکانداروں کو اس کا ٹھیکہ دے دیتی تھیں۔

بعض علاقے پارچہ بافی سے متعلق مختلف اجزا میں اپنی فنی مہارت کے لئے بھی مشہور تھے۔ مثلاً سارنگ چکن سازی کیلئے، ڈمروئی باریک تار کیلئے۔ ٹیٹ باڑی اور بازید پور نفیس ململ سازی کیلئے۔ اسی طرح بکرم پور میں سوتی اور ریشمی دونوں طرح کے کپڑے تیار ہوتے تھے۔ کلوکوپا اور جلال پور موٹے کپڑے کیلئے شہرت رکھتے تھے۔

بنکروں کی مذہب پسندی:۔ رفتہ رفتہ ملک کے یہ چھوٹے چھوٹے صنعتی مراکز اپنے اپنے مذہب و عقیدہ کے مراکز میں بھی تبدیل ہونے لگے۔ چنانچہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ فرانس اور ہالینڈ کی طرح ہندوستان میں مذہبی اصلاح کو سب سے پہلے بنکروں نے بڑی کثرت سے قبول کیا۔ بنگال اور بہار کے علاقے فرائضی اور وہابی تحریک سے جو آج تک متاثر ہیں، ان کے ثبوت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اسلامی فتوحات کے بعد رامانج اور رامانند نے ہندو دھرم میں اصلاحات کے لئے جب گشتی وعظ پیش کئے تو ڈھاکہ کے ہندو بنکروں نے

ان سے سب سے زیادہ اثر قبول کیا۔

عہد مغل:۔ مغلوں نے اپنے عہد میں اس صنعت کی خاص طور پر سرپرستی کی۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں اس طرح کے کارخانوں کی قدر افزائی کا تذکرہ کیا ہے۔انیسویں صدی کی ابتداء تک ڈھاکہ میں "شاہی ملبوس خانے" براہ راست لال قلعہ کے مامور کردہ داروغہ کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔مغلیہ دور کا زوال ہوتے ہی انگریزی سازش کے زیر اثر، سود خوار مہاجن اور ساہوکاروں نے منافع اندوزی کے علاوہ اس فن کی ترقی کا کوئی خیال نہیں کیا۔

ہندوستانی پارچہ بافی کا انگریزی دور:۔ سترہویں صدی کے آغاز تک ایسٹ انڈیا کمپنی نے زیادہ تر سیاہ مرچ، شورہ قلمی اور نیل کی تجارت پر توجہ دی اور مختلف مقامات پر اس غرض کے لئے بڑے بڑے گدام بنوائے اس درمیان میں بعض انگریز تاجر اور سیاح بطور تحفہ یہاں کی نفیس ململ اور چھینٹ لیکر انگلستان پہنچے تو انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔اور اس سے خاصہ منافع کمایا تو ۱۶۸۰ء سے سوتی اور ریشمی کپڑوں کا باضابطہ کاروبار شروع ہوگیا[1]۔اس زمانے میں کمپنی نے سورت مدراس اور بنگال میں تین بڑے گدام قائم کئے جنہیں ایک ایک کونسل اور پریسڈنٹ کے ماتحت رکھا گیا۔اس طرز پر پھر اپنے تمام مقبوضہ علاقوں میں کمپنی نے اس طرح کے گداموں کا ایک جال پھیلا دیا۔ہر چھوٹا گدام ایک کلرک کی نگرانی میں رہتا تھا۔دلالوں، مہاجنوں اور ٹھیکداروں کے ذریعہ انگریزوں نے عرصہ تک اس کاروبار کو آگے بڑھایا مگر یہ درمیانی افراد غریب بنکروں کا بدی طرح خون چوستے رہے۔اس کے بعد کمپنی نے اس تجارت میں کئی طرح کے تجربے بھی کئے۔بعض مرکزی گداموں کے نواح میں بنکروں کی آبادیاں بسادیں۔ان کے رہنے سہنے اور خورد ونوش کے سامان مہیا کر دیئے اور مذہبی آزادی بھی دی اور ان سے براہ راست معاملہ کیا تو اس طریقہ کی خوب شہرت ہوئی اور دور دور دیہات کے بنکر بھی ان نئی آبادیوں میں سمٹ آئے۔طامس پٹ کی گورنری کے زمانہ میں مدراس میں قلعہ سنٹ جارج کے نواح کا یہ تجربہ خاصہ کامیاب ہوا۔چنانچہ بمبئی

---

[1] سترہویں صدی میں ہندوستان کی پارچہ بافی۔شان احمد زبیری مومن گزٹ کانپور، یکم دسمبر ۱۹۳۷ء

اور کلکتہ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ اور بہت جلد یہ تینوں مقامات ملک کے عظیم الشان تجارتی مراکز میں تبدیل ہو گئے۔ بمبئی تو ۱۶۶۸ء تک محض مچھلی کاروبار کے لئے مشہور تھا مگر بہت جلد سورت کے حکام نے رفتہ رفتہ اسے کپڑے کی منڈی بنا دیا۔ ابتداءً یہاں موزہ سازی اور پردہ سازی کو فروغ دیا گیا۔ اس کے بعد کمپنی نے تسر سازی پر بھی توجہ دی۔

ملک کی خوشحالی:۔ اس وقت تک ہندوستانی سیاست و معیشت کے زوال کے اثرات بالکل واضح ہو چکے تھے اس کے باوجود صنعت و حرفت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے پورا ملک خوشحال تھا۔ یہاں کے چھوٹے چھوٹے شہر بھی اپنی خوشحالی میں لندن سے بڑھے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں انگریزی سامراج کا سب سے بڑا محسن لارڈ کلایو بھی تسلیم کرتا ہے کہ:

> ''شہر مرشد آباد لندن کی طرح وسیع آباد اور خوشحال ہے مگر فرق یہ ہے کہ مرشد آباد میں ایسے ایسے افراد ہیں جو جائیداد کے مالک ہونے میں انگلستان کے لوگوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ مرشد آباد میں لاکھوں آدمی رہتے ہیں اور اگر وہ یورپیوں کو تباہ کرنا چاہتے تو محض ڈھیلوں اور پتھروں سے ایسا کر دیتے''۔ [۱]

سر ولیم ڈگبی نے واضح اور واشگاف لفظوں میں تحریر کیا ہے کہ:

> ''قبل اس کے کہ جنگ پلاسی فتح ہوئی، ہندوستان کے خزانے بہہ بہہ کر انگلستان میں آنا شروع ہوئے۔ اس وقت تک ہمارے ملک (انگلستان) کا جوار بھاٹا نہایت نیچا تھا۔ خود انگلستان کی صنعتی ترقی، بنگال کی بے شمار دولت کے ذخیروں اور کرناٹک کے خزانے کی بدولت ہوئی''۔ [۲]

اس وقت سورت میں بعض ایسے کاروباری بھی تھے جن کا انفرادی سرمایہ پوری ایسٹ

---

[۱] مسلمانوں کا روشن مستقبل ص:۵۰ [۲] مسلمانوں کا روشن مستقبل ص:۵۱

انڈیا کمپنی کے مجموعی سرمائے سے زیادہ تھا۔ مگر بہت جلد ہندستانیوں کے اخلاقی، سیاسی اور تہذیبی زوال نے انہیں معاشی اور اقتصادی اعتبار سے بھی پست کر دیا مگر انگلستان نے جدید سائنس و ٹکنولوجی کے میدان میں آگے بڑھ کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاروباری ادارے کو ترقی دیکر ہندوستان کی زمام حکومت اس کے ہاتھوں سپرد کر دی جس کا ایک بڑا مقصد یہاں ''ایک دوامی منفعت بخش مطلق العنانیت'' کو قائم کرنا تھا۔ صنعتی انقلاب کے بعد مانچسٹر اور لنکا شائر میں جب کپڑوں کی بڑی بڑی ملیں قائم ہونے لگیں تو ہندوستانی کپڑوں پر وہاں کے مل مالکوں اور سرمایہ داروں نے پابندیاں عائد کرنا شروع کر دیں۔ اور اب کمپنی کی پالیسی یہ ہوگئی کہ ہندوستان کی اس اہم صنعت کو برباد کر دیا جائے۔ چنانچہ کھلے عام احکام صادر کئے گئے کہ بنگال میں ریشم پیدا کرنے کی کوشش کی جائے لیکن ریشم کے کپڑے تیار کرنے سے روکا جائے[1] سوتی کپڑوں کی تیاری کی بھی ہمت شکنی کی جانے لگی۔

بنکروں کی معاشی تباہی:۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پارچہ بافوں کو جبریہ کمپنی کے کارخانوں میں ملازم رکھا جانے لگا۔ اور دوسرے کسی گاہک کی فرمائش پر کپڑا بُننے کی ممانعت کر دی گئی[2] اس طرح جنوبی ہند کی چھینٹوں اور سوتی کپڑوں کی صنعت بھی برباد کر دی گئی۔ بنکروں کو زبردستی گھیر کر لایا جاتا[3] مسٹر کارکس کے مطابق وہ جس کارخانے میں منیجر تھے اس ایک کارخانہ میں ڈیڑھ ہزار بنکر کام کرتے تھے۔ (الاکرام ۱۵ دسمبر ۲۶ء) ان کے اوپر سپاہی مسلط کر دیئے جاتے اور جب تک وہ یہ معاہدہ نہ کر لیتے کہ کسی اور کے لئے کپڑا نہ بنیں گے انہیں نکلنے نہیں دیا جاتا۔ اگر وہ کمپنی کا کپڑا پہنچانے میں دیر کرتے تو سزا کے مستوجب ہوتے۔ بعض اوقات ان کے انگوٹھے کٹوا دیئے جاتے۔

ہندوستان کی اس اہم صنعت کو تباہ کرنے کے لئے کمپنی اور برطانوی حکومت دونوں

---

1. اس سال برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان میں عام انگریزوں کے لئے تجارت کا دروازہ کھول کر اس معاشی لوٹ کو اور مہمیز کر دیا
2. بحکم ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی ڈپارٹمنٹ برطانیہ ۱۷۸۳ء
3. ہندوستان کی اقتصادی تاریخ، رمیش چندر دت ص: ۲۶۳

یکساں آرزومند تھے جس کا اندازہ اس شرح محصول سے کیا جا سکتا ہے جو برطانیہ کی ساحل پر ہندوستانی مال کے لئے مقرر تھی۔ ۱۸۱۳ء میں اکثر ہندوستانی کپڑوں پر ۶۸٪ تک محصول لیا جاتا پھر بھی انگلستان کے بازاروں میں وہاں کی مصنوعات سے سستا بکتا تھا۔ ان دونوں مخالف قوتوں کا اثر یہ ہوا کہ ہندوستان سے جانے والی مصنوعات کی مقدار ہر سال گھٹنے لگی۔ طرح طرح کے محصول اور معاشی استحصال کا یہ ایک قدرتی نتیجہ تھا۔

بدترین استحصال:۔ ۱۸۳۲ء میں ہندوستانی مال پر مندرجہ ذیل شرح سے ڈیوٹی لگائی گئی تا کہ یہاں کا مال انگلستان نہ جا سکے۔

	پنس	شلنگ	پونڈ
(۱) چھینٹوں وغیرہ کی سو پونڈ کی مالیت پر	۱۱	۲	۸۱
(۲) خالص روئی سے بنی ہوئی	۱۱	۱۶	X
(۳) روئی کے بنے ہوئے کپڑے	۱۱	۲	۸۱
(۴) اونی بنے ہوئے کپڑے	۳	۶	۸۴
(۵) پھولدار ململ وغیرہ سو پونڈ کی مالیت پر	۲	۹	۳۲
(۶) دیگر سوتی مال علاوہ مندرجہ بالا	۲	۹	۳۲

اس کے برخلاف کلکتہ میں انگریزی مصنوعات کی درآمد پر صرف ڈھائی فیصد محصول لیا جاتا تھا۔ جبکہ ہندوستانی مصنوعات کی لندن میں درآمد کو یا تو بالکل بند کر دیا گیا تھا یا حد سے زیادہ محصول عائد کر دیا جاتا تھا۔ ذیل میں تین مختلف برسوں (۱۸۱۲ء۔ ۱۸۲۴ء۔ ۱۸۳۲ء) میں ہندوستانی مصنوعات کے ساتھ جو ظلم ہوا اس کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔

ہندوستانی مصنوعات		فیصدی	قیمت
	۱۸۱۲ء	۱۸۲۴ء	۱۸۳۲ء
ریشمی کپڑے	قطعی ممانعت	قطعی ممانعت	۳۰ فیصد
زربفت	قطعی ممانعت	قطعی ممانعت	۳۰ فیصد
شال، چادر	۷۱ فیصد	ساڑھے ۶۷ فیصد	۳۰ فیصد

چھینٹ	۱۷ء ۶۶ فیصد	ساڑھے ۶۷ فیصد	۱۰فیصد
قالین	۲/۱ء۶۸	۵۰٪ فیصد	۲۰٪ فیصد
بنت کے آرائشی سامان	۷۱٪	۵۰٪فیصد	۳۰٪فیصد
سوتی کپڑا	۳٪/۱ء۲۷	۵۰٪فیصد	۲۰٪ فیصد

ان سب کے نتیجے میں نہ صرف انگلستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی ہندوستانی برآمدات میں رفتہ رفتہ غیر معمولی کمی آگئی۔اس کا اندازہ ذیل کے اعداد وشمار سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

درآمد کرنے والے ممالک	سنہ عیسوی	مقدار درآمد
انگلستان:	۱۸۰۳ء	۱۴۸۱۷ گٹھ کپڑا
انگلستان:	۱۸۲۹ء	۴۳۳ گٹھ کپڑا
امریکہ:	۱۸۰۱ء	۱۳۶۳۳ گٹھ کپڑا
امریکہ:	۱۸۲۹ء	۲۵۸ گٹھ کپڑا
ڈنمارک:	۱۸۰۰ء	۱۴۵۷ گٹھ کپڑا
ڈنمارک:	۱۸۲۰ء	۱۵۰ گٹھ کپڑا
پرتگال:	۱۷۹۹ء	۱۰۰۰ گٹھ کپڑا
پرتگال:	۱۷۹۹ء	۹۷۱۴ گٹھ کپڑا
عرب وفارس:	۱۸۱۰ء	۶۰۰۰ گٹھ کپڑا
عرب وفارس:	۱۸۲۵ء	۲۰۰۰ گٹھ کپڑا

الٹی گنگا:۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد برآمدی مقدار گھٹتے گھٹتے تقریباً صفر ہوگئی اور جلد ہی الٹی گنگا بہنے لگی یعنی انگلستانی مصنوعات کا باب ہندوستان میں کھل گیا۔جس کے نتیجے میں کہاں تو ۱۸۱۳ء میں صرف کلکتہ سے لندن کو ۲ کروڑ روپیہ کا قیمتی کپڑا روانہ کیا گیا اور کہاں ۱۸۳۰ء میں ۲ کروڑ روپے کا کپڑا الٹے انگلستان سے ہندوستان پہنچا۔ ۱۸۲۴ء میں انگریزی کپڑا ہندوستان میں بقدر ۸۱لاکھ ۱۸ہزار گز آیا۔مگر ۱۸۳۵ء میں سالانہ درآمد کی مقدار تقریباً ۵ کروڑ ۸۷لاکھ گز تھی۔علاوہ ازیں اونی کپڑا،تانبے،سیسے،لوہے،شیشے اور چینی

کے سامان بھی آنا شروع ہوئے۔غرض اس طرح کی پابندیاں عائد کر کے ہندوستانی صنعت وحرفت کا گلا گھونٹ دیا گیا۔

مورخین کی گواہی:۔ ان حالات پر مشہور مورخ مسٹر ولسن نے بڑی ایمانداری سے اس طرح گرفت کی ہے۔

"اگر کہیں اس قسم کی ممانعت کے قانون نہ نافذ کئے گئے ہوتے اور ڈیوٹی نہ بڑھائی گئی ہوتی تو مانچسٹر اور پیلی کی ملیں اور کارخانے جاری ہوتے ہی بند ہوگئی ہوتیں اور انجن کی طاقت سے بھی ان کو حرکت میں لانا ایک امر محال ہوگیا ہوتا۔یہ کارخانے دراصل ہندوستانی حرفت کی قربانی سے وجود میں آئے۔اگر کہیں ہندوستان ایک آزاد ملک ہوتا تو اس نے بھی اس کا بدلہ لیا ہوتا۔اور برطانوی اشیاء تجارت پر بھاری ڈیوٹی لگا دی ہوتی اور اس طرح اپنی صنعت وحرفت کو تباہی سے بچا لیا ہوتا۔لیکن ہندوستان کو حفاظت خوداختیاری کا حق حاصل ہی نہ تھا۔اور وہ انگریزوں کے رحم وکرم پر تھا۔برطانوی مال زبردستی ہندوستان کے سر منڈھا گیا جس پر کوئی ڈیوٹی نہیں لگائی جاتی تھی اور اس طرح بدیسی کارخانہ دار نے سیاسی قوت کی بے ایمانی کو کام میں لا کر اپنے رقیب کو نیچا دکھایا اور آخر کار اس کا گلا گھونٹ دیا۔جس کو وہ کسی طرح سے بھی شکست نہ دے سکتا تھا۔[۱]

کم وبیش انہیں الفاظ کا اعادہ مشہور زمانہ مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے بھی اپنی تصنیف[۲] اٹھارہویں صدی میں انگلینڈ کا 'صنعتی انقلاب' میں کیا ہے۔

اور نوبت بایں جارسید کہ ماہرین فن اور عالمی شہرت رکھنے والے صنعت کاروں کی اولاد روئی اور دوسری چیزوں کی کاشتکاری اور مزدوری کرنے پر مجبور کر دی گئی۔

دادا بھائی نوروجی نے ایک بار طنزاً بالکل صحیح کہا تھا کہ:

"ہندوستان کی برطانوی مطلق العنانیت کے دور میں

۱۔ اقتصادی تاریخ ہند۔ ص:۲۶۳

۲۔ Industrial Revdution of the 18th Century in England

ہر طرح امن چین ہے۔ کوئی تشدد کا نام بھی نہیں لیتا۔ صرف
لوگوں کی روزی ان سے چھین لی جاتی ہے۔ وہ بھی چپکے ڈھکے
پرامن اور غیر محسوس طریقوں سے۔ وہ پرامن ماحول میں
فاقے کرتے ہیں اور پرامن طریقے سے جان دیدیتے ہیں اور
امن وامان اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔"[1]

دوسری جگہ اس "معتدل بزرگ" نے واشگاف لفظوں میں کہدیا کہ:

"ہندوستان کی دولت محفوظ نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ انگلستان بالکل محفوظ ہے اور بلا کسی فکر و تردد کے ہندوستان کا مال باہر لے جایا جاتا ہے یا خود ہندوستان میں رہ کر کھاتا ہے۔ جس کی قیمت موجودہ شرح کے مطابق ۳۰ کروڑ یا ۴۰ کروڑ پونڈ سالانہ ہوتی ہے .... اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ ہندوستان میں جان اور مال کا تحفظ نہیں ہے .... ہندوستان کے لاکھوں آدمیوں کے لئے زندگی، آدھے پیٹ روٹی کھانا، یا بھوک مری، قحط اور بیماریوں سے زیادہ کوئی معنی نہیں رکھتی"۔[2]

ہنگروں کے خلاف سماجی سازش:۔ انگریزوں کی اس بے رحمانہ معاشی لوٹ کھسوٹ کا دوسرا خطرناک پہلو یہ تھا کہ انہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق صناعوں، فنکاروں اور دستکاروں کے خلاف ذات پات اور نفرت کی پوری مہم چلائی۔ معاشی تباہی اور اپنے پیشے کی از حد مصروفیات اور تقریباً بیگاروں کی سی زندگی نے جب انہیں اعلیٰ تعلیم، جدید سیاسی تقاضوں اور نئے سامراج کی سازش سے بے خبر کردیا تو رفتہ رفتہ جہالت اور مقامی رسم ورواج کے شکنجے میں کستے چلے گئے۔ ملک کا پرانا سیاسی نظام جوان کی سرپرستی اور قدرافزائی کرتا تھا بے دست و پا ہوجانے کے بعد اس سازش کو ناکام نہ بنا سکا۔ انگریزوں نے ہنگروں کے بارے میں

---

[1] جدوجہد آزادی۔ ص:۶۴

[2] گوکھلے نے اس صورتحال کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا:

"ملک میں تفریق اور ذیلی تفریق کی کوئی حد نہیں۔ آبادی کا بڑا حصہ جاہل ہے جو پرانے خیالات اور جذبات کو آج بھی اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ لوگ تبدیلی کو سمجھتے نہیں ہیں بلکہ سختی سے اس کی مخالفت کرتے ہیں" ..... "جدوجہد آزدی" ص:۶۸۔

یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ یہ ذلیل احمق اور جاہل قسم کے لوگ ہیں کسی سماج میں انہیں عزت یا وقار کا مقام دینا دراصل اس سماج ہی کے وقار کو مجروح کرتا ہے۔ چنانچہ جان شیکسپئر نے ۱۸۲۳ء میں جب اولین انگریزی اور اردو لغت کو ترتیب دیا تو لفظ "جلاہ" کے معنی فول اور بلیک ہیڈ (FOOL BLACK HEAD) یا احمق اور کودن کے دیا۔ بعد میں مولوی سید احمد نے "فرہنگ آصفیہ" مولوی نورالحسن کاکوروی نے "نوراللغات" خواجہ عبدالمجید نے "جامع اللغات" وغیرہ کو ترتیب دیا تو ان سب کے پیش نظر جان شیکسپئر کا لغت ہی تھا۔ چنانچہ اردو میں بھی لفظ "جلاہے" سے مختلف قسم کے محاورے، ضرب الامثال اور کہاوتوں کو گڑھا گیا۔ یہاں تک کہ "جاہل اور جلاہا" مترادفات کی شکل اختیار کر گئے۔

ذلت کی انتہا:۔ مسلمانوں کی ایک کثیر آبادی کو چند صدیوں کی منظم سازش سے ذلیل و خوار کرنے میں اس ملک کی سماجی زندگی کی قدیم ترین بیماری ذات پات کے طریقوں نے خاص طور پر مدد پہنچائی، غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی بہت جلد مسلمانوں میں بھی غربا اور ناخواندہ مسلمانوں کو تقریباً اچھوت (شودر) سمجھ لینے میں اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور بعض علمائے کرام کو بھی زیادہ تردد نہ ہوا۔ اسلام جس نے توحید رسالت اور آخرت کی بنیاد پر انسانی مساوات او ربھائی چارے پر دنیا میں سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اس ملک کے ورن آشرم کے اثرات نے اسلامی اخوت (Muslim Brother hood) کی اس مضبوط بنیاد کو بھی ہلا دیا۔

مذہبی ٹھیکیداری:۔ یہ نسلی تعصب اور تنگ نظری یہاں تک بڑھی کہ شریف اور رذیل کی تقسیم، کفو کے مسائل اور خاندانی وجاہت نے عام دینی مسائل پر فوقیت حاصل کر لی اس نسلی عصبیت کے زیر اثر عرفی شرفاء نے بعض ضعیف اور موضوع احادیث عربی اقوال اور محاوروں کے ذریعہ پیشہ ور غریب مسلمانوں کو عملاً اچھوت بنا کے چھوڑا۔ بیسویں صدی کے اوائل تک ان اقوال کی خاصی دھوم رہی مثلاً:

"العرب بعضها بعض اکفاالا حائک او حجام"

"یعنی عرب باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ لیکن جولاہے اور نائی نہیں"

"جب ندا دینے والا بلائے گا کہ خدا کے خائن کہاں ہیں تو کپڑا بننے والے، برتن بنانے والے اور جوہری پیش کئے جائیں گے۔" حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غلط راستہ بتانے

والے بھی کپڑا بننے والے ہیں" "کپڑا بننے والے کی عقل گدی میں" وغیرہ

اس طرح انگریزوں کا آزمودہ نسخہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" نے ہندو مسلم، امراء غرباء، عرفی شرفاء وغیر شرفاء، زمیندار کسان اور ذات پات کا بھید بھاؤ خوب پھلا پھولا یہاں تک کہ لفظ "جولاہا" ایک گالی بن گیا۔ معاشی اعتبار سے یہ تباہ کئے جا ہی چکے تھے سماجی اعتبار سے خوب ذلیل وخوار ہونے لگے تو بنکروں نے اپنے پیشے اور برادری کو دوسروں سے چھپانا شروع کیا۔ جس کو ذرا بھی موقع ملتا اس پیشہ کو ترک کرنے ہی میں عافیت محسوس کرتا۔ اب ہندوستان میں انگریزی سازش پوری طرح کامیاب ہوگئی۔ اس کے برخلاف انگریزوں نے مانچسٹر لنکا شائر اور لورپول کے بنکروں کو ہر ممکن سماجی، سائنسی اور علمی امداد بہم پہنچا کر اپنی اقتصادی بنیاد کو مضبوط تر کیا اور ساری دنیا میں اپنی صنعت وحرفت اور علم وتجارت کے بل پر صدیوں تک حکومت کی جس کی جاپان اور دنیا کے دوسرے ملکوں نے کامیاب تقلید کر کے دنیا کے نقشہ میں اپنا مقام محفوظ کرلیا۔

انگریزوں کی اس ہمہ گیر سازش کو ابتدائی قوم پرستوں نے خوب اچھی طرح محسوس کرلیا تھا یہی وجہ ہے کہ راجہ رام موہن رائے، مولوی نعمت اللہؒ، سید احمد بریلویؒ، ویویکا نند، سرسید احمد خان اور دادا بھائی نوروجی وغیرہ نے ملک میں جب بھی کسی تغیر وتبدل کی کوشش کی تو اس کا ایک رخ سماجی ومذہبی اصلاح کا بھی ضرور ہوا کرتا تھا۔ ہندوستانی اکابر مصلحین کے علاوہ انگریزوں کی سب سے بڑی رازداں مسز اینی بسنت نے برطانیہ کی اس عیاری کو اس طرح بے نقاب کیا ہے۔

> "کمپنی والوں کی جنگ سپاہیوں کی جنگ نہ تھی بلکہ تاجروں کی جنگ تھی۔ ہندوستان کو انگلستان نے اپنی تلوار سے فتح نہیں کیا بلکہ خود ہندوستانیوں کی تلوار سے اور رشوت و سازش نفاق اور حد درجہ دورخی پالیسی پر عمل کر کے اور ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑا کر اس نے یہ ملک حاصل کیا"[۱]

❁❁❁

---

[۱] "ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد" مصنفہ مسز اینی بسنت۔ دیباچہ۔ ص:۵۶۔

باب پنجم

ہمہ گیر بیداری

مسلسل ایک صدی تک انگریزوں کی اس دورخی پالیسی ، سازش اور عیاری نے ہندوستانیوں کی آنکھیں کھولدیں ، چنانچہ مذہبی، اخلاقی اور سماجی تجدید واصلاح کے ساتھ ہی ساتھ معاشی وسیاسی اصلاح واستحکام اور انقلاب کی طرف بتدریج اقدامات شروع کردیئے گئے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں کے جمہوری انقلابات اور عوامی رجحانات سے استفادہ کرتے ہوئے ہندوستانی مصلحین نے انگریزوں کے سامراجی نظام اوران کے معاشی استحصال کوسب سے زیادہ ہدف ملامت بنایا چنانچہ نہایت ہی سائنٹفک دلائل اورتاریخی شواہد کے ساتھ اس ظالمانہ نظام کی جڑوں پر تیشہ زنی شروع ہوگئی۔انہوں نے لوٹ کھسوٹ کے تینوں رائج طریقوں یعنی تجارت،صنعت اور مالیاتی پالیسی پر شدید تنقیدیں کیں۔وہ اس کے مخالف تھے کہ ہندوستان محض خام مال مہیا کرے اور برطانوی مصنوعات کی مستقل منڈی بنارہے وہ اس ملک میں بدیسی سرمایہ لگائے جانے کے بھی مخالف تھے۔اسی لئے محض برطانوی اغراض کے ماتحت ریلوے اور دوسری بھاری صنعتوں کی مخالفت کی گئی۔اس سرمایہ کاری کوملک کے مستقبل کے لئے خطرناک قراردیا گیا۔ملک سے غریبی دور کرنے کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں منصفانہ اصلاح وترقی کا مطالبہ شروع ہوااس سلسلے میں دیہی صنعتوں ،پارچہ بافی اور جدید صنعتوں کی سرکاری امداد اوران پر بے جا محصول سے گلوخلاصی کی سفارش کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ حکومت مالی امداد کرے،بینکوں

سے قرضے دلوائے خاص طور سے فولاد اور معدنیات کی صنعتی ترقی کے لئے بیرونی ممالک سے قرضے حاصل کرکے صنعتی اور تجارتی معلومات کو عوام کے لئے سہل الحصول بنائے۔

سودیشی کا پرچار:۔ اواخر انیسویں صدی ہی سے ہندوستانی صنعتوں کو بڑھاوا دینے کے لئے سودیشی کا پرچار کیا گیا۔بہت سی سودیشی مال کی دوکانیں کھل گئیں۔گنیش داس دیو جوشی نے ۱۸۷۷ء کے شاہی دربار میں ہاتھ کے بنے ہوئے صاف ستھرے کھادی کے کپڑوں کی نمائش میں شرکت کی۔ ۱۸۹۶ء میں مہاراشٹر میں سودیشی کی حمایت میں ایک زبردست تحریک شروع ہوئی جس کے دوران طالب علموں نے عام جلسوں میں بدیسی کپڑوں میں آگ لگادی۔[۱]

ملک گیر آندولن اور احتجاج:۔ درآمد ہونے والے مال پر سے محصول ختم کردینے کے خلاف ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۰ء تک قوم پرستوں نے ایک زوردار کل ہند تحریک چلائی۔اسی طرح ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۶ء تک کپاس پر اکسائز ڈیوٹی لگائے جانے کے خلاف جدوجہد ہوئی۔ان تحریکات نے پورے ملک کو چونکا دیا۔پونا کے اخبار "کیسری" نے اپنے ۲۸ جنوری ۱۸۹۶ء کے شمارے میں لکھا ہے کہ:۔

> "ہندوستان کو ایک وسیع چراگاہ سمجھا جاتا ہے جو صرف
> یورپیوں کے چرنے کے لئے مخصوص ہے"

اس قسم کا احتجاجی انداز رفتہ رفتہ انڈین نیشنل کانگریس اور دوسری سیاسی جماعتوں نے بھی اختیار کرنا شروع کردیا۔مالگذاری کی شرح کم کرنے ،چائے کے باغات میں کام کرنے والے مزدوروں کی حالت سدھارنے ،نمک کے محصول کو ختم کرنے ،بڑی بڑی فوجی مہموں اور سول سروس پر ہونے والے اخراجات پر نظر ثانی کرنے نیز بیرونی تجارت کو بڑھاوا دینے کا بھی پرزور مطالبہ شروع ہوگیا۔مختلف طریقوں سے ملک کی دولت جس تیزی سے باہر بھیجی جاتی تھی اس پر شدید گرفت کی گئی اور انگریزی دور کی "نام نہاد ترقی" "امن وامان" کا بھی بھانڈا پھوڑا جانے لگا۔

---

[۱] جدوجہد آزادی ص:۶۰

قوم پروری نے اعلیٰ انتظامی ملازمتوں پر ہندوستانیوں کی بحالی اور چھوٹے چھوٹے سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں اضافہ کے لئے بھی جدوجہد کی۔ پولس اور سرکاری اہل کاروں کے جابرانہ رویہ کی مسلسل مخالفت کی قوم پرست اخباروں میں ان کے جبر و ظلم کے واقعات آئے دن شائع ہوتے اور ان کے خلاف پر زور احتجاج کیا جاتا۔ انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی پر بھی زور دیا جاتا رہا اور قانون کی نظر میں کالے اور گورے کی مساوات پر اصرار کیا گیا۔ مظلوم ہندوستانیوں کے اسلحہ پر پابندی اور برما، افغانستان، افریقہ اور شمالی و مغربی سرحدی قبائلیوں پر انگریزوں کی فوج کشی کی کھلی اور شدید مذمت کی گئی۔

تکنیکی اور اعلیٰ تعلیم کے علاوہ طب اور صحت عامہ کے کاموں میں وسعت دینے کا مطالبہ کیا گیا اور ملک کی صنعت اور کاشتکاری کو ٹھوس بنیادوں پر ترقی دینے کا بھی بار بار مطالبہ ہوا۔ جنوبی افریقہ، ملایا، ماریشس، فی جی، ویسٹ انڈیز اور برطانوی گاٹنا کی نوآبادیات میں جا کر بسنے والے ہندوستانی مزدوروں کی بھی حمایت کی گئی۔ ان کے ساتھ شدید نسلی امتیاز اور زیادتیوں پر پر زور احتجاج ہوا۔ اس طرح چائے اور کافی کے باغات اور مختلف فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی فلاح اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کا بھی ہندوستانی رہنماؤں نے مطالبہ کیا۔

ورنا کلر پریس ایکٹ اور سرکاری رازوں کی حفاظت کے نام پر تحریر و تقریر اخبارات اور جلسے جلوسوں پر پابندی کے خلاف ملک گیر پیمانے پر احتجاج کئے گئے۔ اس سلسلے میں لوکمانیہ تلک اور مولانا آزاد کو خاص طور پر انگریزوں نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔

آئینی اصلاحات اور حکومت خود اختیاری:۔ اس ملک گیر تحریک و احتجاج کا اثر یہ ہوا کہ بعض منصف مزاج انگریزوں نے بھی ہندوستانی مظلوموں کی حمایت شروع کر دی اور برطانوی پارلیمنٹ میں بھی ان مسائل پر ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی ۱۸۵۷ء کے بعد اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے پارلیمنٹ کی سفارش پر حکومت ہند نے رفتہ رفتہ بعض آئینی اصلاحات اور حکومت خود اختیاری کی طرف توجہ کی۔ ۱۸۶۱ء میں انڈین کونسلز ایکٹ کی رو

سے غیر سرکاری ارکان بھی لیجسلیٹو کونسلوں میں نامزد کیے جانے لگے۔۱۸۹۲ء میں اس میں مزید توسیع کی گئی۔۸۴۔۱۸۸۲ء میں مقامی حکومت خود اختیاری کی تجویز کے مطابق بلدیاتی مجالس میں عوامی نمائندے بھی شامل کیے گئے۔اس کے بعد مارچ ۱۹۰۷ء میں سرکاری طور پر کونسل میں اعلان کیا گیا کہ عنقریب ہندوستان میں سیاسی اصلاحات رائج کی جائیں گی تا کہ اہل ہند کو اپنے ملک کی حکومت میں شریک ہونے کا موقع مل سکے۔اس طرح ایک صدی کی طویل سیاسی جدوجہد کے بعد جمہوری انقلاب کی ابتدائی راہیں ہموار ہونا شروع ہو گئیں۔ تو قومی اور فرقہ وارانہ کشمکش نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔مسلمان جواب تک ۱۸۵۷ء کے چرکے سے سنبھل نہیں پائے تھے۔ابتدائی ہندواحیا پرستوں نیز بقرعید محرم، گائے اور پوجا کے مسئلوں پر فرقہ وارانہ فسادات کے علاوہ شدھی سنگھٹن اور آریہ سماج جیسی تنظیموں کے منفی رول سے بدظن ہونے لگے۔اس صورتحال سے فائدہ اٹھا کر سر سید اور ان کے ہمدردوں کو انگریزوں نے ہندوؤں کی تعلیمی اور احیائی ترقیوں کے علاوہ جمہوری سیاست میں ان کی عددی کثرت سے بھی بری طرح خوفزدہ کر کے کانگریس کا مخالف بنادیا۔

مسلم لیگ:۔ اسی ماحول میں ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل عمل میں آئی۔ اسی سال سر آغا خان نے ایک وفد کے ساتھ گورنر جنرل لارڈ منٹو سے ملاقات کی اور مسلمانوں کے لئے جداگانہ حق انتخاب کا مطالبہ پیش کیا جو تسلیم کرلیا گیا۔اس پر پورے ملک میں ہندو پریس نے سخت احتجاج کیا۔ وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے بنگال کی تقسیم کردی تو اس نے جلتے پر نمک کا کام کیا۔اس پر زبردست تحریک چلائی گئی۔آندولن کیے گئے۔اس مسئلہ پر مسلمانوں نے غیر جانبدارانہ خاموشی اختیار کی تو اس امر نے بھی برادران وطن کے جذبات کو بری طرح مجروح کیا۔۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے جواب میں ہندومہا سبھا کا قیام عمل میں آیا۔آگے چل کر منٹو مارلو اسکیم ۱۹۰۹ء سے پھر مسلمانوں کو تکلیف ہوئی اور یوں ہندو مسلم سیاست کی ترازو کے دونوں پلڑے یکے بعد دیگرے ابھرنے اور گرنے لگے اور انگریز سامراج ترازو کی اس ڈنڈی کو ہاتھ میں لیکر بندر بانٹ کرتا رہا۔

کلکتہ کی اہمیت:۔ اوائل بیسویں صدی میں جب ملکی سیاست نے

جارحانہ قوم پرستی اور سیاسی ہلچل کا روپ دھارا تو اس سیاسی وسماجی شوراشوری میں مسلم سیاست دبے پاؤں احتیاط کے ساتھ داخل ہوئی مگر انگریزی ڈپلومیسی اور بعض رہنماؤں کی غلط فہمی سے یہاں کا سیاسی مسئلہ روز بروز الجھتا ہی چلا گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب عاصم بہاری اپنی معاشی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے کلکتہ میں مقیم تھے۔چونکہ پورے ملک میں کلکتہ ہی اس وقت تک ہر طرح کی جدید علمی، سائنسی اور سیاسی تحریکات کا مرکز تھا۔اس لئے عاصم بہاری جیسے حساس اور دوراندیش نوجوان کا ان حالات سے براہ راست متاثر ہونا بالکل فطری تھا۔اخبارات وکتب بینی کے تو وہ ابتدائی ہی سے رسیا تھے کلکتہ کے ہنگامہ خیز ماحول نے اس ذوق کو اور پروان چڑھایا اور یوں ان کی ذہنی وفکری اور سیاسی تربیت ہوتی رہی۔

عاصم بہاری اور کلکتہ:۔ موصوف ''ابتدائے خیال'' میں خود ہی لکھتے ہیں کہ:

> ''میرا قیام کلکتہ میں تھا اور اس عظیم الشان شہر میں اجتماعی مقاصد کی تکمیل کے لئے بہتری سہولتیں موجود تھیں مختلف جگہوں کے لوگوں کا موجود ہونا، علمی سامانوں کا ذخیرہ اخبار ورسائل کے مطالعہ کی آسانیاں، غرض ضروری معلومات کے لئے کلکتہ سے زیادہ موزوں اور کوئی شہر ہندستان میں ممکن نہ تھا''۔
>
> لہٰذا ہم نے اپنے روزانہ معمولات میں یہ ضروری قرار دیا کہ رسائل و اخبارات و کتابوں کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ کرتا رہوں اور مختلف مجلسوں کی شرکت سے ان کی اخلاقی ومذہبی

---

۱ علامہ شبلی نے مسلم گزٹ لکھنؤ میں بنگالیوں کے بارے میں سرسید کے جذبات کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:۔
''وہ انصاف پرست جس نے بنگالیوں کی نسبت کہا تھا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں صرف بنگالی ایسی قوم ہیں جن پر ہم واجبی طور پر فخر کر سکتے ہیں اور یہ صرف انہی کی بدولت ہے کہ علم وآزادی اور حب الوطنی کو ہمارے ملک میں ترقی ہوئی ۔ میں صحیح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ہندوستان کی تمام قوموں کے سرتاج ہیں۔''

حالات کا صحیح اندازہ معلوم کروں"[1]

بیسویں صدی کے دو عشرے:۔ کلکتہ میں عاصم بہاری کا یکسوئی کے ساتھ تقریباً چودہ برس (۱۹۰۶ء تا ۱۹۲۰ء) قیام رہا۔ یہ چودہ سالہ دور ہندوستان کی تاریخ میں فیصلہ کن رہا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ مسلم سیاست نے ایک نئی کروٹ لی اور مسلم لیگ کے بعد انجمن خدام کعبہ (۶ مئی ۱۹۱۳ء بانیان مولانا شوکت علی و مولانا عبد الباری) خلافت کمیٹی (۱۹۱۹ء) "مجلس احرار، جمعیۃ العلماء ہند (۱۹۱۹ء)" "امارت شرعیہ جیسی سیاسی و مذہبی جماعتیں قائم ہوئیں۔ چنانچہ بنگال سے بمبئی تک مختلف شہروں میں ہندو مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے جلسے، جلوس، کانفرنسیں، تقریریں اور مضامین و مقالوں نے ایک زبردست ہلچل پیدا کردی تھی۔ حکومت وقت ان سے اثر انداز ہوکر مختلف قسم کی سیاسی سہولتیں اور مراعات بھی دینے لگی تھی۔ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے کچھ تو سیاسی پسماندگی عددی اقلیت اور کچھ فرقہ وارانہ فسادات سے متاثر ہوکر "مشترک مقاصد کے باوجود مسلمان ایک جداگانہ قوم ہیں[2]" کا دعویٰ کیا مسلم لیگ کے تیسرے اجلاس[3] کے خطبہ صدارت میں اس کی مزید وضاحت اس طرح کی گئی۔

> "صرف نشستوں کی ایک بڑی تعداد ہمارے لئے مہیا کردینے اور تحفظ کے اس اصول کو انتخابی اداروں تک وسعت نہ دینے سے تو کونسل چیمبر کو ہمارے لئے تباہی کا گھر بنایا جارہا ہے۔ اس سے اقلیتوں کے ہاتھ پاؤں بندھ جائیں گے اور وہ اکثریت کے رحم و کرم پر ہوں گی۔ اس طرح کونسل میں بیٹھنے والے مسلمان ممبروں کے "افراد" تو ہوں گے "نمائندے" نہ ہوں گے۔ اس سے مسلمانوں کی قومی زندگی تباہ ہوجائے گی"

ملک میں جارحانہ قوم پرستی اور تشدد نیز اردو، ہندی کشمکش کے واقعات بڑھنے لگے تو مسلمانوں کے اعلیٰ طبقے کی انگریزوں سے دوستی کے جذبہ اور خوشامدانہ انداز کو بعض غلط فہمیوں کی

---

[1] ابتدائے خیال ص: ۳ [2] خاں بہادر میاں محمد شفیع بار ایٹ لاء۔

[3] منعقدہ امرتسر مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۸ء۔ زیر صدارت سر علی امام

بنیاد پر بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی۔ انتہا پسندوں نے اسے علیحدگی پسندی، انگریز پرستی اور ہندو دشمنی کے مترادف قرار دیا۔ اور لیگ و کانگریس کے درمیان غلط فہمیوں کی خلیج بڑھتی ہی چلی گئی۔ مگر جلد ہی ہندو مسلم رہنماؤں نے ۱۹۱۱ء میں اتحاد کانفرنس (منعقدہ الہ آباد) کے ذریعہ اس خلیج کو پاٹنے کی بھی کامیاب کوشش کی۔ مگر انگریزی ڈپلومیسی نے اس فضا کو کبھی پنپنے نہیں دیا۔ جلد ہی تقسیم بنگال کی منسوخی اور مسلم حقوق کے معاملے میں لارڈ ہارڈنگ کی دورخی پالیسی نے مسلمانوں کو برگشتہ کردیا۔

عالم اسلام کا اضطراب:۔ ملک سے باہر عالم اسلام بھی یورپی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مضطرب تھا۔ اٹلی نے طاقت کے نشہ میں کمزور طرابلس پر حملہ کردیا تو روس نے ترکی کے جزیرہ قبرص پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ طرابلس کے شہیدوں کا خون ابھی تازہ ہی تھا کہ بلقان کی ریاستوں، سردیا، بلغاریہ، مانٹی نگرو اور یونان نے ترکوں کے یورپین علاقے کی شمالی اور مغربی سرحدوں پر حملہ کردیا خلیفۃ المسلمین نے ہزار دہائی دی مگر وزیر اعظم برطانیہ، مسٹر اسکوئیتھ منافقانہ روش اور مسلم دشمنی سے باز نہ آئے۔ فرانس نے مراقش مسلمانوں سے چھین لیا تو عالمی خبر رساں ایجنسی رپورٹر نے اس کی خبر تک شائع نہ کی۔ روس آگے بڑھ کر ایران پر دندان آز تیز کرنے لگا، اس کے گولے مشہد مقدس پر برسنے لگے تو برطانوی ترجمان اخبار ٹائمز نے اس طرح نمک پاشی کی۔

"ہم ایران کی آزادی کو ایک انگریز سپاہی کے خون سے بھی کم قیمت سمجھتے ہیں"

ایڈریا نوپل میں ترکوں کی شکست اور البانیا و مقدونیہ میں مسلمانوں کے بیدردانہ قتل جیسے واقعات سے عالم اسلام چیخ اٹھا تو "الہلال" (مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۱۲ء) کامریڈ"۔ (مولانا محمد علی جوہر ۱۹۱۱ء) اور زمیندار (ظفر علی خاں) وغیرہ نے اپنے آتشیں مضامین سے پورے ملک میں آگ لگادی۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے طبی وفد، اقبال کے قومی ترانوں اور مولانا آزاد و محمد علی جوہر کی شعلہ بار تقریروں نے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ انہیں دنوں قانون انسداد بغاوت (۱۹۰۸ء) پریس ایکٹ (۱۹۱۰ء) قانون ضابطہ فوجداری کی منظوری نیز

جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں پر مظالم اور ہندوستانی کپڑوں پر ٹیکس نے جان لیوا محصول نے جلتے پر تیل کا کام کیا۔

مجموعی صورتحال:۔ واقعہ مسجد کانپور (اگست ۱۹۱۳ء) خلافت تحریک کی انقلاب انگیزی اور ہندو مسلم اتحاد کی دوبارہ خوشگوار فضا نے مسلمانانِ ہند کو جوش و خروش سے بھر دیا۔ یہاں تک کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور لارڈ ہارڈنگ (۲۰ نومبر ۱۹۱۲ء) نے مسلمانوں کی چاپلوسی کی روش اختیار کی مختلف قسم کے بہلاوے دیئے جانے لگے۔ مگر ٹائمز آف لندن کے مقالہ افتتاحیہ (Choice of the Turks) کا مولانا محمد علی جوہر نے مسلسل ۴۰ گھنٹوں تک اس کا ترکی بہ ترکی جواب لکھ کر کامریڈ کے ۲۲ کالموں میں شائع کر دیا تو کامریڈ اور "ہمدرد" کی ضمانتیں ضبط کر لی گئیں۔ اس کے بعد ہی الہلال، مسلم گزٹ اور زمیندار کو نہ صرف جبراً بند کر دیا گیا بلکہ یکے بعد دیگرے ان کے مدیران کو گرفتار اور نظر بند کیا جانے لگا۔ ۱۹۱۶ء میں میثاق لکھنؤ کے بعد لیگ و کانگریس کے تاریخی اجلاس نے تحفظ خلافت اور مکمل خود اختیار حکومت کا پرزور مطالبہ کیا۔ مہاتما گاندھی مسٹر محمد علی جناح اور مسز سروجنی نائیڈو نے ہندو مسلم اتحاد پر نہایت شاندار تقریریں کیں۔ متحدہ محاذ کا قیام عمل میں آیا۔ اب مسز اینی بسنت بھی نظر بند کر دی گئیں تو ملک بھر میں "یوم نظر بنداں" کی تجویز منظور ہوئی جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ مولانا محمد علی جوہر کے ایام نظر بندی ہی میں انہیں لیگ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اب مسلم جدید تعلیم یافتہ، زمینداروں اور خوشحالوں کے علاوہ مسلم علماء بھی میدان سیاست میں آگئے۔ ادھر ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کا شباب تھا اور "ادھر لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کے زیر اثر بقر عید کے موقع پر پٹنہ، گیا، جونپور، آرہ، کٹار پور اور کلکتہ وغیرہ میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو پہلی جنگ عظیم ختم ہوگئی تو چند ہی دنوں کے بعد انگریزی راج نے بعض انسانیت کش ایکٹوں، یہودیوں کی سرپرستی اور فلسطینیوں کی حق تلفی کر کے پورے ملک میں بے چینی پیدا کر دی۔ مہاتما گاندھی نے ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو دہلی میں ہڑتال کرا دی اور تحریک عدم تعاون نے ہر جگہ ہلچل پیدا کر دی۔ مختلف مقامات پر گولیاں چلیں اور جلیانوالہ باغ (امرتسر) کے ایک جلسہ گاہ میں جب ۵۰۰ محب وطن شہید اور

دو ہزار زخمی ہو گئے[1] تو پورے ملک کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ اب صرف ہندو ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی جنگ آزادی میں سب کے ساتھ دوش بدوش لڑ رہے تھے۔ اسلامی دنیا کے تشویشناک واقعات سے مسلمانوں کا غم و غصہ غیر مسلموں سے کہیں زیادہ تھا۔

تعمیر شخصیت:۔ اس ملک گیر سیاسی و سماجی بھونچال سے عاصم بہاری جیسے حساس اور باشعور انسان کا متاثر ہونا بالکل فطری تھا۔ مگر ان کی دوربین آنکھوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ موجودہ جمہوری انقلاب سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو متحد و منظم ہوں اور جدید تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوں۔ اعلیٰ مقاصد کے بغیر محض تماشائی بنے رہنا، ان کے مسائل کا حل نہیں موصوف خود بہار شریف کے ایک غریب بنکر گھرانے کے چشم و چراغ تھے اس لئے انہوں نے اپنی آنکھوں سے مسلم غربا کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھا تھا۔ اور خوب سمجھ لیا تھا کہ انہیں منظم و باشعور بنائے بغیر نہ ان کا استحصال روکا جا سکتا ہے۔ نہ انہیں آنے والے جمہوری انقلاب کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لائق بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے وہ کچھ نہ کچھ کر گذرنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔

> "۱۱-۱۹۱۰ء میں جبکہ میں کلکتہ میں مقیم تھا مجھ کو اپنی آئندہ زندگی کے متعلق غور و فکر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی بہت دنوں تک اپنی و اپنے عزیز قبیلہ کی صورت حال مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ سب سے پہلے مجھ کو قبیلہ کے حالات، علمی و عملی، مذہبی و اخلاقی، صنعتی و تجارتی سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے پھر علی العموم مسلمانان ہند و ہمسایہ قوموں کی رفتار کس سمت کو ہے اور اس کا نتیجہ ہماری برادری پر کیا مرتب ہوگا۔ اس کو بھی دیکھنا چاہئے۔"[2]

دو اہم واقعات:۔ قیام کلکتہ کے دوران دو واقعات نے عاصم بہاری کی زندگی کو خاص طور پر متاثر کیا۔ اور جن سے انہوں نے بنکروں کی دینی اور سماجی پسماندگی کو واضح

---

[2] ابتدائے خیال ص:۲-۱

طور پر محسوس کر لیا۔

تشکیل انجمن:۔ اوائل ۱۹۰۸ء میں مولانا حاجی عبدالجبار شیخپوروی نے جب مقامی اصلاح حال کے لئے انصاریوں کی انجمن بنانی چاہی تو ان کو بے شمار دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ احساس کمتری کا یہ حال تھا کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ جب دو چار سو بڑے بڑے معزز عہدہ داروں کے نام ظاہر ہوئیں گے تب میں بحیثیت انصاری اپنا نام ظاہر کروں گا۔ چنانچہ بہت دنوں تک حاجی صاحب کے قومی درد و اخلاص کے باوجود اس میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

صرف اتنا ہو سکا کہ چند قابل ذکر دانشوروں اور تعلیم یافتہ افراد کے نام معلوم ہو گئے [۱]

تاریخ المنوال:۔ دوسرا واقعہ کتاب التمدن (یا تاریخ المنوال و اہلہ حصہ اول و دوم) مصنفہ مولانا عبید اللہ مبارک پوری کا ۱۹۱۱ء میں منصہ شہود پر آنا تھا۔ اس کتاب میں مصنف نے نہایت تحقیق کے ساتھ مستند طور پر صنعت پارچہ بافی کی تاریخ از آدم تا ایندم انبیاء، صحابہ، علماء، فضلاء اور کاملین کے علاوہ حضرت ابو ایوب انصاری کا اس پیشہ سے تعلق کو بیان کیا تھا۔ ہندوستان میں حضرت ابو ایوب کی اولاد کی آمد کا حال بیان کرنے کے بعد ملک کے تقریباً تمام اہم علاقوں میں انصاریوں کے صنعتی، اقتصادی اور علمی و دینی احوال کو تفصیل سے پیش کیا تھا۔ کتاب کے آخر میں بنکروں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ زمانہ کا رخ

---

[۱] الاکرام بہار شریف۔ یکم فروری ۷۴ء۔ ص: ۳۳۔

[۲] مومن تحریک کے اولین اہل قلم میں مولانا امام الدین رام نگری کا نام محتاج تعارف نہیں، موصوف کی تحقیق یہ ہے کہ یہ انقلابی کتاب مولانا عبد اللہ (عبید اللہ؟) مبارکپوری کی نہیں بلکہ ان کے والد بزرگوار مولانا عبد السلام مبارکپوری کی تصنیف ہے جو مسلک اہل حدیث کے ایک ممتاز عالم تھے اور خدا بخش خاں اورینٹل لائبریری، پٹنہ میں ملازمت کرتے تھے۔ موصوف سے مولانا امام الدین کی خط و کتابت تھی۔ بنارس میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر ان سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ اور "جس کانفرنس میں آئے ہوئے برادری (مومن) کے علماء و فضلاء اور خواص کی علیحدہ ایک مجلس ہوئی جس میں برادری کی تنظیم کے متعلق غور و خوض ہوا" ۔۔۔۔۔۔۔ (ہفت روزہ جدید المومن، نئی دہلی۔ ۱۶ مئی ۷۷ء)

دیکھتے ہوئے خود کو منظم و متحد کریں۔ اس کے بغیر دینی و دنیوی ترقی محال ہے۔ ''اپیل بخدمت قوم'' کے زیر عنوان مولانا موصوف لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ:

''تم اپنے بچوں کو تعلیم دلانا فرض سمجھو۔ بغیر اس کے آج انسان دوسروں کا دست نگر ہے۔ اپنی تعلیم گاہوں کے لئے کانفرنس قائم کرو۔ قدم بڑھاؤ جب تک بالخصوص تمہاری کوئی کانفرنس قائم نہ ہوگی تمہارا ابھرنا مشکل ہے۔ تمہاری آبادی دنیا میں بہت بڑھی ہوئی ہے۔ تم میں ہر طبقہ کے لوگ ہیں۔ ممالک اسلامیہ کی فہرست بھی تم نے پڑھی کیسے باکمال صناع تم میں گذرے ہیں۔ کیسے کیسے عالم، فاضل، صاحب کمال ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ قرآن کو مضبوطی سے تھامو۔ یہی کتاب تمام دین و دنیا کی ترقی کا راستہ بتائے گی۔ اور حدیث وفقہ پر عمل کی ہدایت کرے گی'' [۱]

یہ کتاب حکیم علی جان عظیم آبادی کی فرمائش اور محنت سے شائع ہوسکی۔ اس کی تاریخی اہمیت اور پورے ملک میں اس کے دوررس اثرات کو ہر زمانے میں تسلیم کیا گیا ہے۔''

عاصم بہاری اپنے مبسوط مقالہ ''تحریک جمعیۃ المومنین'' (الاکرام۔ یکم فروری ۱۹۲۷ء) میں رقمطراز ہیں کہ:

''جہاں تک میری معلومات کام کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں برادری (مومن) کے لئے یہ پہلی کتاب ہے اور پہلی کوشش جس کا اثر وسیع طور پر ہوا اور برادری کی ذہنیت مستفید ہوئی''

اس تاریخی تصنیف نے عاصم بہاری کو بے حد متاثر کیا۔ وہ اپنی مختلف تحریر وتقریر میں اس

---

۱ تاریخ المسول۔ حصہ دوم ص: ۱۰۳

۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ راقم الحروف کا مقالہ ''ماضی قریب کی ایک انقلاب انگیز کتاب''

کتاب کا برابر حوالہ دیتے رہے۔اب موصوف کے ذہن میں نئے کام کا ایک مکمل نقشہ کارابھرنے لگا۔

ملک کا تحریکی خمیر :۔ اس وقت تک پورے ملک کا تحریکی خمیر اپنے شباب پر آچکا تھا۔مسلمانوں اور غیر مسلموں کی مختلف سوسائیٹیاں، انجمنیں، ادارے، کانگریس، لیگ اور خلافت تحریک کے سالانہ جلسے، مطالبات، آندولن اور ہڑتالیں ہندوستانی ضمیر کو بیدار کرچکی تھیں ۔غیر مسلموں میں ویویکانند گوکھلے اور تلک کے بعد مہاتما گاندھی اور سی آرداس اور مسلمانوں میں سرسیدؒ، حالیؔ وشبلیؔ کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد اور علی برادران کا پورے ملک میں طوطی بول رہا تھا۔انگریزی سامراج بھی ان کی بے مثال مقبولیت اور ہردلعزیزی سے مرعوب تھا۔عاصم بہاری نے اپنے پنج سالہ (۱۷-۱۹۱۲ء) دورمطالعہ میں ماضی اور حال کی پوری معاشرت وسیاست پر اچھی طرح غور وفکر کرلیا تو انہیں اپنی رہنمائی اور سرپرستی کے لئے ایک طرف تو اکابر رہنماؤں کی ہمت افزائی کی اور دوسری طرف ایک عملی تنظیم کے لئے پرجوش مخلصین کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مولانا آزاد کی صحبت:۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا ان دنوں کلکتہ ہی میں قیام تھا اس لئے سب سے پہلے عاصم بہاری نے مولانا موصوف کی صحبت اختیار کی ان کے مشہور زمانہ رسائل الہلال، البلاغ، تصانیف اور تقاریر کے علاوہ ان کی نجی صحبتوں نے موصوف کی دنیا ہی بدل دی۔ان کے بعض قریب ترین احباب کا خیال یہ ہے کہ مولانا آزاد نے ان کے میلان ومذاق اور صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں مسلم عوام اور غریب طبقہ میں تنظیمی جدوجہد کے لئے آمادہ کیا۔کیونکہ مولانا موصوف کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مسلمانوں کا سواد اعظم غیر مسلموں کے مقابلہ میں سیاسی ومعاشی اعتبار سے بہت زیادہ پچھڑا ہوا ہے اس لئے انہیں برادران وطن کا ہمدوش بنانے کے لئے غرباء اور پسماندہ مسلم طبقوں کو بیدار اور منظم کرنا لازمی ہے۔اور یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔مولانا کی مردم شناسی اور سیاسی بصیرت افروزی نے عاصم بہاری کی صلاحیتوں کا پوری طرح اندازہ کرلیا تھا کہ یہ شخص نہ صرف یہ کہ نہایت غریب اور پسماندہ برادری اور علاقے سے تعلق رکھتا ہے بلکہ قومی جوش واخلاص کے علاوہ بہترین تقریری وتنظیمی صلاحیتوں کا بھی مالک ہے۔اسی لئے موصوف نے ابتداء سے عاصم بہاری کی نہ

صرف ذہنی وفکری اور تنظیمی لحاظ سے رہنمائی کی بلکہ وقتاً فوقتاً کچھ مالی امداد بھی کی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے مولانائے موصوف کی وساطت سے، سی، آر، داس، مہاتما گاندھی، علی برادران اور دوسرے اکابر سیاستدانوں سے بھی ان کے تعلقات استوار ہوگئے۔

قیام دار المذاکرہ:۔ اس وسیع تجربہ ومطالعہ، غور وفکر اور تعلقات کے بعد کلکتہ ہی میں عاصم بہاری نے ''دار المذاکرہ''[۱] نامی ایک انجمن کی داغ بیل ڈالی جس کا ایک مختصر تعارف اولین باب میں گذر چکا ہے۔ اس انجمن کے ارکان کی تعداد بہت مختصر تھی۔ مگر ناتی باغ کے غریب مسلمانوں پر اس کے علمی وتحریکی اثرات غیر معمولی تھے۔ اس عملی تجربے نے خود عاصم بہاری کے فکر وعمل کے بہت سے دریچوں کو کھول دیا لطف یہ ہے کہ اس کے بیسوں[۲] ارکان مزدور پیشہ اور غریب مگر بے حد مخلص جانباز اور انتھک محنت کرنے والے تھے۔ یہ مختلف

---

[۱] عاصم بہاری کی دوراندیشی اور تنظیمی صلاحیتوں کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ موصوف نے روز اول سے اپنی ہر قومی وملی کوشش وکاوش کی ایک تفصیل اور اس سلسلے کے پورے ریکارڈ کو برابر محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا۔ افسوس کہ اس کا بیشتر حصہ ضائع ہوچکا ہے مگر تلاش وجستجو کے بعد ہماری خوش نصیبی سے بہت سے ایسے کاغذات اور ریکارڈ بھی ہمیں مل گئے ہیں جو ان کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں اور جو ان کی زندگی اور مشن کے سب سے مستند دستاویز کہے جاسکتے ہیں انہیں کاغذات میں دار المذاکرہ کا پورا رجسٹر بھی نہایت بوسیدہ حالت میں مجھے مل گیا ہے۔

[۲] ۱۔ منشی علی حسین عاصم انصاری ص: ۱۲ کترا یا بازار، روڈ، کلکتہ

۲۔ مولوی مظفر حسین مستری پاڑہ لین (بعدہٗ ڈاکٹر ہوئے مولانا آزاد نے اپنے یہاں عاصم بہاری سے موصوف کا تعارف کرایا) ۳۔ منشی عبد الباسط، مستری پاڑہ لین، کلکتہ

۴۔ منشی محمد اسماعیل۔	۱/۱/۶۸ بنیاپوکھر روڈ
۵۔ منشی عبد الحکیم	۱/۵ مولوی اسماعیل اسٹریٹ
۶۔ منشی عبد الحکیم	۷۔ شاہ سید قمر الدین
۸۔ محمد عبد اللہ الکافی القریشی۔ بی/۷ حاجی لین	۹۔ شمس الدین احمد
۱۰۔ محمد ظفیر الدین	۱۱۔ محمد عبد الکریم۔ (مستری ٹھیکدار، ہمدرد عاصم)
۱۲۔ فضل الحق	۱۳۔ محمد علی جان۔ ساکن سوہ ڈیہہ، سوہ سرائے، مالندہ
۱۴۔ محمد شفیع	۱۵۔ عبد اللطیف ناتی باغ لین
۱۶۔ محمد فاروق۔ ناتی باغ لین	۱۷۔ محمد اسرائیل ناتی باغ لین
۱۸۔ ولی احمد ۷/۶۸ بنیاپوکھر روڈ	۱۹۔ ریاست حسین ۱/۱۱ ناتی باغ لین

برادریوں کے لوگ دن بھر کسی نہ کسی تاجر کے یہاں یا بیڑی گودام میں محنت مزدوری، کلرکی یا منشی گیری کرتے تھے اور رات میں دیر تک مطالعہ کرتے۔ ہفتہ وار اجتماعات عموماً دس بجے رات کو شروع ہوتے تو شاید ہی کبھی ۱۲ بجے شب سے پہلے برخاست ہوتے۔ اگر کسی موضوع پر کبھی بحث و مذاکرہ طول کھینچ جاتا تو فجر کی اذان کے بعد ہی مجلس برخاست ہوتی۔

اغراض و مقاصد:۔ اوائل دسمبر ۱۹۱۸ء کو دارالمذاکرہ کا افتتاح ہوا اور چھ ماہ بعد ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء کو اس کے اغراض و مقاصد لے کو تحریری طور پر انجمن نے منظور کیا۔ ۱۳ مئی ۱۹۱۹ء

لے رجسٹر کارروائی دارالمذاکرہ کے الفاظ اس طرح ہیں۔ (مجلس افتتاحیہ)

"(اول) اس انجمن کو دارالمذاکرہ کے نام سے پکارا جائے گا۔ محرک منشی علی حسین عاصم

اغراض و مقاصد:۔ اپنی دینی و دنیوی فلاح۔ محرک منشی علی حسین عاصم

طریق کار:۔ کتب خانہ حسین میں مذہبی، تاریخی، اخلاقی اور علمی کتابوں کا فراہم کرنا۔

(۲) ہفتہ وار مجلس مذاکرہ کا انعقاد۔ محرک۔ منشی علی حسین عاصم

(۳) تقریروں کا سلسلہ اور مفید موضوع پر مضامین لکھنا اور لکھوانا۔ محرک منشی علی حسین عاصم

اقدام عمل:۔ تعصبات فرقہ بندی سے اجتناب۔ محرک عبداللہ اکافی

(۴) کوشش اتحاد باہمی۔ محرک عبداللہ اکافی (۵) احتساب۔ محرک عبداللہ اکافی

(الف) اخلاقی اور معاشرتی کمزوریوں سے بچانے کی کوشش کرنا۔ محرک مولوی مظفر حسین رات کے دو بجنے کی وجہ سے مزید کارروائیوں کو آئندہ سہ شنبہ مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۱۹ء پر چھوڑا گیا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی"

ان سب کو تحریری طور پر انجمن نے منظور کیا۔

۱۳ مئی ۱۹۱۹ کو عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ لے

ع "رئیس الجمعیۃ۔ جناب منشی علی حسین صاحب (عاصم بہاری)

ناظم عمومی۔ محمد عبداللہ اکافی

نائب ناظم۔ منشی عبدالحکیم

خازن۔ منشی اسماعیل

مہتمم کتب خانہ مولوی مظفر حسین

نائب مہتمم۔ منشی عبدالباسط

باقی کارروائیوں کو موقوف رکھتے ہوئے ۱۲ بجے شب میں مجلس کی کارروائی ختم ہوئی" (رجسٹر لے کارروائی دارالمذاکرہ ص:۳

کو عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا[2] اور طے کیا گیا کہ انتخاب ششماہی ہوا کرے گا۔ مجلس سوم (منعقدہ ۱۶ر مئی ۱۹۱۹ء مطابق ۱۵ر شعبان المکرم ۱۳۳۷ھ) میں فراہمی فنڈ کے لئے ہر ممبر پر ایک روپیہ ماہانہ مقرر کیا گیا اور عہدیداران کے اختیارات فرائض طے کئے گئے۔

درسیات:۔ اجلاس پنجم[1] (۲۵ر جولائی ۱۹۱۹ء مطابق ۲۶ر شوال ۱۳۳۷ھ) میں تفسیر و سیرت کی کتابوں کے انتخاب پر بڑی لمبی بحث کے بعد مندرجہ ذیل کتابوں کا انتخاب عمل میں آیا:۔

"حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فارسی ترجمہ قرآن۔

ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کا ترجمہ قرآن۔

سیرت النبیؐ۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم۔

رحمت اللعالمین۔ سوانح صدیق اکبر الفاروق۔ سوانح ذوالنورین۔

(ترجمہ) اقوام المسالک۔ تذکرہ الکرام، ماثر الکرام۔ انقلاب ام سوانح مرتضیٰ حیدر۔

سوانح عمر بن عبدالعزیز۔ نظام الملک ایران"

دارالمذاکرہ کی مختلف نشستیں:۔ مسٹر عبدالحکیم نائب ناظم نے "شکوہ جواب شکوہ" عطیہ کرنے کا وعدہ کیا۔

ماہ اگست ۱۹۱۹ء کے اجتماعات میں "دوستی، توحید، اور مساوات، جیسے موضوعات پر پوری تیاری کے ساتھ تقریریں اور مضامین پیش کئے گئے۔ کبھی کبھی چائے کے ساتھ شعری پروگرام بھی ہوا کرتا تھا۔ مگر ان سب پر مقصدیت کی گہری چھاپ ہوا کرتی تھی۔

ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء کی نشستوں میں الہلال اور البلاغ کے مضامین کا بڑے جوش و خروش کے ساتھ مطالعہ اور ان پر بحثیں ہوئیں۔ ۶ر ستمبر کی کارروائی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"...........چنانچہ مولوی عبداللہ الکافی نے پڑھنا

---

[1] اجلاس پنجم تک پوری کارروائی مع عالمانہ تمہید مولانا محمد عبداللہ الکافی القریشی کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہے۔ ہر کارروائی کے آخر میں رئیس الجمعیۃ کا دستخط ہے۔

شروع کیا سامعین پر ایک خاص کیفیت طاری تھی کیونکہ مولوی
صاحب نہایت جوش وخروش سے پڑھ رہے تھے۔قریب
ایک بجے رات کے یہ مضمون ختم ہوا۔زاں بعد کچھ متفرق
گفتگو ہوئی اور پھر یہ خیال ہوا کہ البلاغ، سے بھی کوئی مضمون
پڑھا جائے۔چنانچہ کئی مضامین البلاغ سے بھی پڑھے گئے
۔یہاں تک کہ تین بج گئے۔صبح ہونے کی وجہ سے جلسہ
برخاست ہوا۔[1]

اس رجسٹر کے آخر میں ہر رکن کے نام کا فرداً فرداً
حساب بیت المال اور آمد وخرچ کی پوری تفصیل درج ہے۔

تحریک الجمعیۃ المومنین:۔ دارالمذاکرہ کا یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ جنگ عظیم اول کے بعد پیرس کی صلح کانفرنس میں یورپین حکومتوں نے ترکی سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے[3] کر کے غصب کر لینے کا تہیہ کر لیا۔ادھر جلیانوالہ باغ اور مسجد کانپور کا حادثہ بھی ابھی تازہ ہی تھا کہ ۵رجولائی ۱۹۱۹ء کو بمبئی میں خلافت کمیٹی کی تحریک نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔نہ صرف مولانا آزاد بلکہ مہاتما گاندھی،کانگریس اور مسلم لیگ نے بھی اس کی پوری ہمنوائی کی اور ملک بھر میں ہندو مسلم اتحاد کی دوبارہ ایک نئی فضا پیدا ہو گئی۔اس پر علی برادران کی آتشناک تقریروں اور اقبال کی شعلہ نوائیوں نے پورے ملک میں ایک آگ سی لگا دی۔اب عاصم بہاری جیسے مدبروں کے لئے ممکن نہیں رہا کہ دار المذاکرہ کے بے حد محدود ماحول میں خود کو زیادہ دنوں تک مقید رکھیں۔کیونکہ اب تو حالات تیزی سے بدلنے لگے تھے۔"اور ہندوستان میں بسنے والی قوموں کے علاوہ مختلف پیشہ وروں

---

[1] "عیدالاضحیٰ" شائع شدہ قسط وار،الہلال،جلد اول

[2] نوشتہ رئیس الجمعیۃ۔منشی علی حسین عاصم بہاری ۔

[3] انگلستان نے عراق،فلسطین اور عرب پر فرانس نے شام پر،اٹلی نے لیبیا پر امریکہ نے قسطنطنیہ اور آرمینیا پر،یونان نے سمرنا پر دعوے کر دیئے۔

نے بھی اپنی اپنی اجتماعی زندگی کا سامان شروع کر دیا۔اس وقت موصوف کو یہ خیال ہوا کہ اگر بنکروں اور نوربافوں کا یہ طبقہ کچھ دنوں تک اسی جمود وغفلت کی حالت میں رہا تو سوائے تباہی وبربادی یا دوسری قوموں میں ضم ہو کر ان کی غلامی کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار[1] نہ تھا' لہٰذا اپنے دست راست اور جاںنثار احباب ڈاکٹر مظفر حسین اور مولوی نذیر حسین کو لے کر یہ طے کرلیا کہ نسبتاً بڑے پیمانے پر "جمعیۃ المومنین" نام کی تنظیم وتحریک شروع کی جائے جو مسلمانوں کے سواد اعظم بنکروں کے جملہ مسائل کو حل کرا سکے۔چنانچہ "اسکیم جمعیۃ المومنین" کے نام سے ایک پوری تنظیمی مہم اوائل ۱۹۲۰ء سے شروع کردی گئی۔موصوف کے رفقائے کار نے ان کی قوت کارکردگی اور صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں کو اپنا سربراہ اور صدر منتخب کیا۔ جمعیۃ المومنین کی اس پوری اسکیم کو موصوف نے تین بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔مثلاً:۔

اول تنظیم:۔

جمعیۃ کا خاکہ:۔ (الف) مقامی:۔ یعنی ہر جگہ ذی علم ومعززین وسرداران سے مرکب ایسی پنچایت ہو جو ذمہ دارانہ طور پر مقامی کاموں کو شریعت اسلامیہ کے مطابق انجام دے۔

(ب)۔مرکزی:۔ یعنی تمام اضلاع بہار کے نمائندے ایک جماعت کا انتخاب کریں جو پورے صوبہ بہار کے کاموں کی نگرانی کرے اور قبیلہ کی فلاح وبہبود کے لئے ضروری معلومات بہم پہنچائے اور ششماہی یا سالانہ صوبہ کی کانفرنس منعقد کرائے اور جلد از جلد ہفتہ وار یا دوہفتہ رسالہ جاری کرنے کا بندوبست کرے۔

دوم تعلیم:۔

(الف)۔عام:۔ جو تمام افراد قبیلہ کے واسطے ضروری ہو اور تبلیغ واشاعت کے ذریعہ انجام پائے۔

---

[1] ابتدائے خیال ص:۱۱

(ب)۔خاص :۔صرف بچوں کے لئے جس میں سب سے زیادہ توجہ تربیت پر دی جائے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا سامان بہم پہنچایا جائے۔

سوم،اصلاح معاشرت:۔

(الف)اخلاقی:۔یعنی غیر شرعی وفضول رسم ورواج کو بتدریج مٹانے کی کوشش کرنا۔

(ب)اقتصادی:۔مفید صنعت وتجارت کی طرف راغب کرنا اور موجودہ صنعت پارچہ بافی کو فنی حیثیت سے ترقی دینا جمعیۃ کا دائرۂ عمل قبیلۂ نوربافان تک محدود ہو۔[1]

اس خاکہ میں رنگ بھرنے کے لئے ہر قسم کی دقتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے عزم[2] مصمم کرکے عاصم بہاری نے تین افراد کے درمیان تقسیم کار اس طرح کیا کہ وہ خود تو محلہ تاتی باغ کے کاموں کو سنبھالنے کے لئے رہ گئے۔مولوی نذیر حسن کو مختلف اضلاع بہار کے با اثر وہمدرد اصحاب سے صلاح ومشورہ کے لئے بھیجا تاکہ ہر جگہ اطلاع دیکر بیک وقت آغاز کار میں سہولت ہو اور ڈاکٹر مظہر حسین کو شیخپورہ روانہ کیا تاکہ جمعیۃ کی مالی مشکلات کو کسی قرض حسنہ سے حل کیا جاسکے۔

"کیونکہ ہم لوگوں کو اس وقت تک کسی قسم کا چندہ وعطیہ لینا بالکل منظور نہ تھا جب تک کہ مرکزی صورت پیدا نہ ہوجائے"[3]

مولانا آزاد:۔ انہوں نے یہ بھی طے کرلیا کہ اقدام عمل کے لئے کارکنان کی کسی خاص تعداد کا انتظار کئے بغیر آگے بڑھنا ہے[4] تاتی باغ میں مسئلہ یہ تھا کہ مزدوروں کی اس گھنی مسلم آبادی کو بیک وقت کیسے متحرک کیا جائے۔اس کے لئے موصوف نے مصلح الدین سردار جیسے اصحاب الرائے اور معززین کو اپنے اعتماد میں لیکر ایک بڑا جلسہ منعقد کرنے اور اس میں "امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد سے مشورہ لینے اور ان کو مدعو کرنے کا فیصلہ کرلیا[5]" تاکہ پوری برادری کو اجتماعی طور پر بیک وقت متحرک کرنے میں سہولت ہو۔

---

۱ ابتدائے خیال ۹۔۱۰ ۲ مگر بعد کو پورے بہار کا انہیں بھی دورہ کرنا پڑا۔
۳ ابتدائے خیال۔ ۱۱ ۴ ابتدائے خیال ص:۱۲ ۵ ابتدائے خیال ص:۱۲

مولانا آزادؔ کا خطاب:۔ چونکہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ان پر ''خاص طور پر مہربان تھے ۔اس لئے سردار مصلح الدین ولالہ عبدالرحیم وغیرہ کے ساتھ وقت دینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا موصوف نے ۱۰ رمارچ ۱۹۲۱ء کی تاریخ مقرر کردی۔چنانچہ یہ جلسہ پورے کروفر کے ساتھ ہوا۔مولانا آزادؔ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اس وقت اسلام کی خدمت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نورباف منظم ومتحد ہوجائیں اوراس صنعت پارچہ بافی کو دوبارہ زندہ کریں۔یہ اس برادری کی معاشی خوشحالی کے لئے بھی مفید ہے۔لہٰذا تم میں کا ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ کسی قسم کے غیر شرعی کام اور فسق وفجور کے نزدیک بھی نہ جائے گا اور جس شخص سے جو کچھ ہوسکے گا قومی کاموں میں امداد کرے گا۔اپنی تقریر کے آخر میں مولانا نے عاصم بہاری کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ

> ''اس شخص کی باتوں کو مجنونانہ بڑ نہ سمجھو درحقیقت تمہاری قومی زندگی کا انحصار اسی پر ہے کہ ان کے اخلاص عمل پر اعتماد کر کے اپنے اندر اجتماعیت پیدا کرلو ورنہ دوسری قوموں کو حق ہوگا کہ وہ تمہاری جگہ لے لیں۔''

جمعیۃ المومنین تانتی باغ:۔ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا۔مولانا آزاد کی تقریر نے پورے تانتی باغ میں تحریک وتنظیم کی ایک نئی فضا تیار کردی۔انجمن تعلیم وترقی کی عمارت میں معززین اور مخلصین کی مشاورتی نشستیں ہونے لگیں۔اس طرح کی کئی نشستوں اور آخر کافی غوروخوض کے بعد ۸ مئی ۱۹۲۱ء (۱۲ بجے شب) کو مشاورتی کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی کہ یک وقت تمام برائیوں کا خاتمہ اور پوری قوم کی اصلاح ممکن نہیں۔لہٰذا فی الوقت موجودہ حضرات اپنی اور اپنے خاندان کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں کہ یہی فطری طریقہ عمل ہے۔

۱؎ جس کی مفصل روداد اخبار ''زمانہ'' میں شائع ہوئی۔ابتدائے خیال ۱۲

۲؎ جس کی مفصل روداد اخبار ''زمانہ'' میں شائع ہوئی۔ابتدائے خیال ۱۲

۳؎ زیرصدارت عاصم بہاری جس کی مفصل روداد اخبار ''زمانہ'' میں شائع ہوئی۔ابتدائے خیال ۱۳

"آخر تمام حاضرین نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر
اسی وقت یہ عہد کیا کہ آئندہ وہ اپنی اور اپنے عزیزوں کی
زندگیوں کو اسلامی اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھالیں گے۔
اور آخر وقت تک جمعیۃ کا ساتھ دیں گے۔اس مبارک عہد کے
بعد سبھوں نے استقامت کی دعا کی۔"[1]

اگلی نشستوں میں دوسری تفصیلات طے کی گئیں۔پورے علاقے میں جوش و خروش پیدا ہو چکا تھا اس لئے بہت جلد سیکڑوں روپے کا فنڈ بھی فراہم ہو گیا۔جس کے خازن شیخ گھسیٹ مستری منتخب کئے گئے۔مگر ابھی یہ جمعیۃ پوری طرح فعال نہ ہو پائی تھی کہ اس کے خاص خاص ارکان بعض کاروباری الجھنوں، علالت اور ضروری سفر میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو مہینوں کام رک گیا۔مگر جلد ہی عاصم بہاری نے تانتی باغ کے چند فعال نوجوانوں کو اپنے حلقۂ اثر میں لیکر کام کو آگے بڑھایا۔ہفتہ وار درس قرآن، اخلاقی و اصلاحی موضوعات پر تقریروں اور مختلف محلوں کی مسجدوں میں وعظ و نصیحت کی مجلسوں سے ایک نئی سرگرمی پیدا ہو گئی۔

عہد نامہ:۔ آگے چل کر جمعیۃ المومنین تانتی باغ کی رکنیت کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی ضروری قرار دی گئی۔چنانچہ رکنیت قبول کرنے کے وقت ہر رکن یہ عہد کرتا کہ:۔

(۱) آئندہ میں کسی قسم کا نشہ استعمال نہیں کروں گا۔ (۲) ہمیشہ فسق و فجور سے پرہیز کروں گا۔
(۳) اپنے بزرگوں کی عزت و احترام کروں گا۔ (۴) اپنے قبیلہ یا دیس کا بنا ہوا کپڑا پہنوں گا۔
(۵) ہر ہفتہ دو گھنٹے محض رضائے الٰہی کے لئے مسلمانوں کے فلاحی کاموں میں صرف کروں گا اور اپنے فرائض کی ادئگی میں اپنے سردار کے حکموں کی تعمیل کروں گا۔"[2]

رضا کاروں کا دستہ:۔ ان دنوں بنگال کی دوسری کئی تنظیموں کے نوجوان رضا کار دستوں کا بڑا چرچا تھا۔چنانچہ جمعیۃ المومنین تانتی باغ کے پرجوش نوجوانوں کا

---

[1] ابتدائے خیال ۱۳
[2] خلف حاجی اصغر حسین ابتدائے خیال ص:۱۳

بھی ایک رضا کار دستہ منظم کیا گیا۔ جس کے لئے ایک مخصوص وردی تجویز کی گئی۔ حیات محمد، عبد الجبار[۴] اور ولی محمد جیسے مخلصین جمعیۃ نے اس کے اخراجات کا بار برداشت کیا۔

جلد ہی، بقر عید کے بعد ان باوردی رضا کاروں کا روزانہ وقت مقررہ پر ڈرل ہونے لگا۔ اب جمعیۃ کے جلسوں کی رونق میں خاصا اضافہ ہو چکا تھا۔ مختلف محلوں میں اس کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔

دیواری المومن:۔ انہیں دنوں اپریل ۱۹۲۱ء سے عاصم بہاری نے ''دیواری المومن'' کی طرح ڈالی۔ کیا یہ گیا کہ ناتی باغ کے چوراہے پر تختے کا ایک بڑا بورڈ لگا دیا۔ جس پر ایک طرف جمعیۃ کے اغراض و مقاصد اور مختلف جلسوں کا اعلان ہوتا اور دوسری طرف کاغذ کے بڑے بڑے تختوں پر حروف جلی میں ملک وملت کے حالات پر روشنی ڈالی جاتی۔ یہ کام موصوف کئی برس تک مسلسل رات میں دیر تک انجام دیتے اور علی الصبح اس دیواری بورڈ پر چسپاں کروا دیتے۔ جسے روزانہ کئی سو اشخاص پڑھا کرتے تھے[۱]۔ رضا کاروں کے باوردی قواعد' المومن کے نرالے انداز اور تقریروں کے سلسلوں کا ناتی باغ کے باہر دوسرے محلوں اور شہروں میں بھی چرچا شروع ہو گیا۔ محلے کے لڑکوں کے اخلاق و کردار پر سب سے زیادہ خوشگوار اثر ہوا۔ آوارہ گردی، بد کلامی، گندگی اور بیکاری کی سرگشتی کے بجائے اب وہ دار المطالعوں، رضا کاروں کے قواعد اور مختلف جلسوں میں اپنا وقت دینے لگے۔ اس طرح بہت جلد ان کی دنیا ہی بدل گئی۔

مہاتما گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر کی بہار شریف آمد:۔ فساد بہار شریف (۱۹۲۱ء)[۲] کے معاً بعد مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا آزاد سبحانی وغیرہ جب وہاں پہنچے تو بہار شریف کے انصاریوں نے بھی ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا۔ جس میں ان بزرگوں نے نہایت موثر اور پرزور تقریریں کیں۔ اس موقع پر عاصم بہاری کلکتہ ہی کے تنظیمی کاموں میں

---

[۱] خبرنامہ لکھتے وقت بیمار شیر خوار بچے کو رات بھر کندھے پر لیکر کام کرتے رہے۔
[۲] اگست ۱۹۲۱ء کی مفصل روداد ملاحظہ ہو ''دور جدید'' شمارہ ۱۸۲۔۲۱ راگست ۱۹۲۱ء
[۴] منجھر یونس خیری ایم اے۔ رکن خلافت کمیٹی۔

وہیں مصروف تھے مگر بہار شریف اور وہاں کے احوال سے پوری طرح باخبر تھے۔ چنانچہ وہاں سے مہاتما گاندھی وغیرہ جیسے ہی واپس ہوئے عاصم بہاری کا ایک مفصل خط مع سوالنامہ اپنے یارِ غار مولانا حکیم محمد نعیم الحق ایوبی[1] کو روانہ کیا۔ سوالنامہ ملاحظہ ہو:۔

سوالنامۂ عاصم:۔ "بہار میں جو جلسہ ہوا تھا اس کی مفصل کیفیت مندرجہ ذیل تشریح کے ساتھ جلد از جلد لکھو:۔

(۱) پورا مجمع کتنے آدمیوں کا تھا (بلا مبالغہ)

(۲) اس میں خاص بائیسی کے کتنے افراد تھے؟

(۳) بائیسی کے دولتمندوں کی تعداد کیا تھی؟

(۴) مختلف محلوں کے باا ثر سرداروں کی تعداد کیا ہوگی؟

(۵) مہاتما جی کی تقریر کا خلاصہ کیا تھا؟

(۶) مولانا محمد علی جوہر صاحب نے کیا فرمایا؟

(۷) آزاد سبحانی صاحب کے ارشاد کا ماحصل کیا تھا؟

(۸) کوئی خاص تجویز بھی بننے والوں کے متعلق منظور ہوئی؟ اگر منظور ہوئی تو اس کا کیا مطلب ہے؟

(۹) آیا بائیسی کے شریک جلسہ لوگوں سے کسی قسم کا وعدہ بھی لیا گیا؟

---

[1] مولانا حکیم محمد نعیم الحق ایوبی، عالم، طبیب، شاعر اور ادیب تھے۔ انگریزی ایف۔ اے تک پڑھی۔ نہایت ہی خوبصورت اور وجیہ و شکیل شخصیت کے مالک تھے۔ والد بزرگوار پوسٹ ماسٹر تھے۔ رشتہ میں عاصم بہاری کے ماموں زاد بھائی۔ عمر میں کچھ چھوٹے مگر یارِ غار تھے۔ ابتداء سے عاصم کی ہر اصلاحی اور تحریکی کوشش میں پیش پیش رہے۔ خوش قسمتی سے حکیم صاحب موصوف کو اپنے چچا کی وراثت میں ۲۴ ہزار کی بیش بہا رقم ملی اور اس رقم میں سے انہوں نے ایک ہزار کی خطیر رقم ہدیۃً عاصم بہاری کے حوالہ کی تاکہ بہار شریف سے ہفتہ وار الاکرام نکالنے کا خواب پورا ہو سکے۔ موصوف نے دہلی طبیہ کالج سے سند حاصل کر کے ذکریا اسٹریٹ کلکتہ میں طبابت شروع کی وہاں عالیہ بیگم دہلوی نامی ایک مریضہ کے عشق میں اس طرح بیمار ہوئے کہ اس پر خاصا ہنگامہ ہوا معاملہ اخبارات اور کچہری تک جا پہنچا بالآخر بمبئی ہجرت کر گئے۔ جہاں کینسر کے موذی مرض میں:۔۔۔۔۔ باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

(۱۰) تمام تقریروں اور پورے جلسہ کا بائسی کے لوگوں پر کیسا اثر پڑا؟

(۱۱) خود تمہارا خیال کیا ہے؟ اور مجموعی طور پر تمہارے نزدیک اس کی اہمیت کیا ہے وہ (کیا کیا باتیں ہوئیں اور کن کن باتوں کی امید ہے؟)

جمعیۃ کے جلسے میں رہنمایان قوم، ملک وملت کی شرکت:۔

یہ لیڈران قوم صوبۂ بہار کا دورہ مکمل کر کے جب کلکتہ پہنچے تو عاصم بہاری نے اراکین جمعیۃ المومنین تاتی باغ کلکتہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ کیوں نہیں بہار شریف کے طرز پر رہنمایان ملک کو یہاں بھی جمعیۃ کے ایک بڑے جلسے میں مدعو کریں۔ چنانچہ مولانا آزاد کے مشورے اور مدد سے اکابر قوم نے ۱۰ ارستمبر ۱۹۲۱ء (مطابق ۷ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ) کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ حسب اعلان واشتہار بڑی مسجد تاتی باغ کی پشت پر اس زمانے میں جو افتادہ زمین تھی اس میں رضا کاروں اور اراکین جمعیۃ نے نہایت ذوق وشوق اور جوش وخروش کے ساتھ جلسہ گاہ کا نہایت ہی عمدہ انتظام کیا۔ رضا کاروں کی یکرنگ وردیوں ان کی مستعدی اور خدمت گذاری سے حاضرین جلسہ بے حد متاثر ہوئے۔ سہ پہر ہی سے لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ تقریباً دس ہزار کا مجمع تھا۔

عاصم بہاری کی خیر مقدمی تقریر:۔ وقت مقررہ پر مولانا ابوالکلام

بقیہ گزشتہ صفحہ کا ---------- جدا ہو کر ۱۷ جون (یوم جمعہ بوقت ۸ بجے صبح) ۱۹۴۹ کو داعی اجل کو لبیک کہا موصوف کے انتقال کی خبر پر روزنامہ "ہمارا ہندوستان" بمبئی یوم شنبہ مورخہ ۱۸ جون ۴۹ء کے شمارہ میں ان کے فضائل اور عظمت کردار کی تفصیل کے بعد رقم طراز ہے کہ "امرتسر پاس کر کے حکیم ایوبی صاحب نے امر میں داخلہ لیا تھا کہ تحریک ترک موالات شروع ہوگئی۔ امر کالج چھوڑ کر خلافت اور کانگریس میں کام کرتے رہے ---------- (کچھ عرصہ بعد) روزنامہ خلافت میں اسسٹنٹ ایڈیٹر ہو گئے ---------- پھر ایک مکان لیکر مطب شروع کردیا۔ دس سال کے عرصہ میں حکیم ایوبی بمبئی میں مشہور ہو گئے اور اتنے کامیاب رہے کہ مسٹر یاسین نوری اور چند بڑے اصحاب کے فیملی حکیم بن گئے تھے۔ حکیم صاحب مرحوم اول سے آخر تک قوم پرور رہے۔ گزشتہ دو سال سے وہ سوشلسٹ پارٹی کے خاص ورکروں میں شامل ہو گئے تھے ---------- ایک بیوہ اور دو نابالغ لڑکے اور دو بچیوں کو ماتم کناں چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئے ---------- میت کا غسل وکفن اور تدفین ماریل باڑی کے قبرستان میں ہوئی۔"

آزاد، مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی جوہر وغیرہ کی موٹریں جلسہ گاہ کے پاس آکر جیسے ہی رکیں۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے ساتھ معزز مہمانوں کا استقبال کیا گیا۔ مطلع چونکہ ابر آلود ہو رہا تھا اس لئے جلسہ کی کاروائی فوراً ہی شروع ہوگئی۔ عاصم بہاری نے خیر مقدمی تقریر میں مختصراً انصاریوں کی معاشی تباہی اور عاجز آکر اپنے وطن بہار سے عازم بنگال ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے موجودہ مسائل کی نشاندہی کی اور یہ بتایا کہ اگر ان مہاجر دستکاروں کی رہنمائی واعانت کی گئی تو آج بھی یہ اپنی محنت اور فنی مہارت سے نہ صرف یہ کہ ملک میں دیسی کپڑوں کی تحریک کو تقویت پہنچا سکتے ہیں بلکہ ان کی کوششوں سے ملک کی اقتصادی حالت کو سنوارنے میں بھی غیر معمولی سہولت نصیب ہوگی۔

تقریر مولانا آزادؒ:۔ امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد سب سے پہلے تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ موصوف نے اپنی تقریر میں تانتی باغ کو ایک عرصہ سے جاننے اور وہاں بار بار آنے کے تمہیدی تذکرہ کے بعد یہاں کے لوگوں کی زندگی و زندہ دلی، اسلامی کاز کے لئے ان کے ذوق وشوق نیز جنگ بلقان وطرابلس اور حادثۂ بہار میں غربت کے باوجود ہزاروں روپے سے ان کی گرانقدر خدمات کو گنایا۔ ان کے علاوہ تحریک نظر بندان اسلام اور مسئلہ خلافت کے لئے ان کے بے پناہ اخلاص کی قدر افزائی کی اور دیسی کپڑوں کی تیاری اور ان کے استعمال کو موجودہ حالات میں افضل ترین عبادت سے تعبیر کیا۔ عاصم بہاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:۔

عاصم بہاری کی خدمات کا اعتراف:۔

> "تم کو خداوند تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ تمہارے درمیان ایسے بھی خادم قوم موجود ہیں جنہوں نے تمہاری بہتری واصلاح کے دھن میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے"[1]

مولانا آزاد کی شخصیت اپنی بے لاگ صداقت شعاری کے لئے مشہور زمانہ ہے۔ وہ بلا وجہ محض مروتاً کسی فرد کی تعریف وتوصیف کے کبھی قائل نہیں ہوئے۔ عاصم بہاری کے بارے میں موصوف کی یہ رائے گزشتہ ۱۵۔۱۶ برسوں سے ان کی بے ریا مخلصانہ اور انتھک محنت کو دیکھنے

---

[1] ابتدائے خیال ص:۲۰

کے بعد ہی سامنے آئی۔ چنانچہ عاصم بہاری کی زندگی میں بعد کے واقعات نے ان کی "قومی بہی خواہی اور بہتری واصلاح کی دھن میں اپنی پوری زندگی کو جھونک دینے کا عدیم المثال واقعہ عملاً صحیح ثابت کر کے دکھا دیا۔

مہاتما گاندھی کی تقریر:۔ مولانا آزاد کے بعد مہاتما گاندھی نے بنکروں کی داستان درد کا حوالہ دیتے ہوئے اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ صدیوں کے ظلم وستم سہنے کے باوجود آپ لوگ اس صنعت کو دوبارہ جلا بخشنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں موصوف نے یہ مشورہ دیا کہ کلکتہ جیسے بڑے شہر میں اس دستکاری کو جاری کرنا بعض وجوہ کی بنا پر انتہائی مشکل کام ہوگا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ اپنے وطن واپس پہنچ کر اس ہنر کو فروغ دیجئے۔

مولانا محمد علی جوہر کی تقریر:۔ اس کے بعد مولانا محمد علی نے مسئلہ سودیشی تحریک پر نہایت ہی موثر تقریر کی اور ماضی میں بنکروں پر انگریزی سامراج کے ظلم وجور کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں منظم، ثابت قدم اور صاحب یقین ہونے کی تلقین کی اور اپنی طرف سے ہر ممکن اعانت کا یقین دلایا۔ ٹھیک اسی وقت موسلادھار بارش شروع ہوگئی مگر پورا مجمع بھیگنے کے باوجود اپنی جگہ برقرار رہا۔ مجبوراً بقیہ حضرات کی تقریریں ملتوی کردینی پڑیں۔ اختتام جلسہ کے وقت مہاتما گاندھی نے خاص طور پر عاصم بہاری کی ہمت افزائی کرتے ہوئے جلسہ کے حسن انتظام کی تحسین فرمائی اور مولانا آزاد و مولانا محمد علی جوہر نے دعائیں دیں۔ موصوف نے جمعیۃ کے رضا کاروں کو بھوانی پور کلکتہ کے "نمائش رضا کاراں" میں شرکت کی فرمائش بھی کی۔ اس کے بعد رہنمایان قوم اللہ اکبر کے پرجوش نعروں کے ساتھ الوداع ہوئے۔

تحریک کی وسعت:۔ اب تو عاصم بہاری اور اس تنظیم کا پورے شہر میں چرچا شروع ہوگیا۔ اراکین جمعیۃ کے حوصلے نہایت بلند ہوگئے۔ موصوف کے اشارے پر رضا کاروں نے اب آگے بڑھ کر خدمت خلق کے مختلف کاموں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور محرم کے ہنگامہ خیز دنوں میں خلق خدا کی بھرپور خدمت کر کے پورے شہر کی دعاؤں کا خود کو حقدار ثابت کر دیا۔

جمعیۃ نے اپنی اگلی ہی نشست میں یہ طے کر دیا کہ جمعیۃ المومنین تانتی باغ کے ان اغراض و مقاصد کو کلکتہ کے علاوہ دوسرے شہروں اور صوبوں میں بھی پہنچنا چاہئے اور مختلف شہروں میں اس کی شاخیں قائم کی جائیں۔ نیز ہمہ گیر انداز میں پوری قوم کو متحرک و بیدار کیا جائے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ بہار شریف سے چند دستی کرگھے کلکتہ بھیجے جائیں تا کہ وہاں بچوں کے لئے صنعت پارچہ بافی کا ایک ٹریننگ سنٹر بھی قائم کیا جا سکے۔ نیز اکابرین قوم سے اس اہم صنعت کے تحفظ و احیا اور ترقی کے لئے اپیل کی جائے چنانچہ حسب ترغیب عاصم نے اس سلسلے میں ایک پوری اسکیم مہاتما گاندھی اور کانگریس کمیٹی کی خدمت میں پیش کی۔ ملاحظہ ہو:۔

مہاتما گاندھی کی خدمت میں

سودیشی کپڑوں کی اسکیم:۔ ''بحضور اقدس مہاتما گاندھی جی صاحب تسلیم آپ اس مرتبہ اگست میں جب بہار کا دورہ کرتے ہوئے کلکتہ تشریف لے گئے تھے تو میں آپ کی خدمت میں سی۔ آر۔ داس کے یہاں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت حضرت مولانا محمد علی و ابوالکلام آزاد و جمنالال۔ سین بھی موجود تھے۔ ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ اس وقت ملک و قوم مذہب کے لئے سب سے زیادہ ضروری مفید چیز جب سودیشی تحریک و کھدر کا بننا ہے تو کیوں نہیں ان ہزار ہا ہزار لوگوں کی طرف خیال کیا جا تا ہے جو کلکتہ میں بننا جاننے کے باوجود مختلف قسم کی مزدوریوں میں مصروف ہیں۔ خود ہمارے سب ڈویژن بہار شریف کے بارہ تیرہ ہزار گھرانے نوربافوں کے محلہ تانتی باغ میں رہتے ہیں اور جن میں تقریباً دو ہزار افراد بہت جلد ملک کے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے پیشہ کو جاری کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ کو یاد ہے کہ حضور والا اس خبر سے بہت خوش ہوئے تھے اور آپ نے فوراً ہی پوچھا تھا کہ وہ محلہ کہاں پر ہے۔ جس کا جواب حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے دیا تھا کہ ہمارے مکان کے قریب ہے۔ ساتھ ہی مولانا موصوف نے تانتی باغ والوں کی آمادگی و مستعدی کے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ چنانچہ آپ نے ان کے جلسہ میں جانے کا وعدہ فرمایا اور ۱۰ ستمبر روز سنیچر شب کے وقت تانتی باغ میں ان ہزار ہا بننے والوں کا جلسہ ہوا جس میں آپ اور مولانا محمد علی صاحب، مولانا ابوالکلام صاحب، ساوتری دیوی وغیرہم تشریف لے گئے۔ جہاں آپ بزرگوں نے یہ فرمایا تھا کہ اگر یہ سب بہار جا کر کپڑے بننا شروع کریں تو ان کے لئے زیادہ آسانیاں

ہوں گی کیونکہ زمین کلکتہ میں بہت مہنگی ہے۔دوسرے بہار میں ایک معقول رقم سوراج فنڈ سے ان کاموں کے عروج وترقی کے واسطے مخصوص کر دی گئی ہے۔اگر وہاں جائیں گے تو اس امداد کے مستحق بھی ہوں گے۔جس کا جواب ہم لوگوں کی طرف سے یہ دیا گیا تھا کہ انشاء اللہ جلد از جلد آپ حضرات کے حکموں کی تعمیل کرتے ہوئے دو ڈھائی ہزار آدمی (بنکر)اس کام کو شروع کردیں گے۔لیکن یک بہ یک یہاں سے چلے جانے میں پریشان ہو جائیں گے۔اس لئے پہلے اتنا سامان ہو جاتا کہ جو لوگ یہاں سے جانا چاہیں ان کے واسطے تھوڑی سہولت ،تھوڑی مشق اور تھوڑی امداد کی صورت پیدا کر دی جائے تاکہ لوگ نہایت مستعدی اور ذوق وشوق سے اپنے پیشہ کو جاری کریں جن کے متعلق آپ حضرات نے وعدہ کیا کہ ضرورتمند لوگوں کو ہر امکانی امداد دی جائے گی۔اس لئے امیدوار ہوں کہ آپ بہار پروونشل کانگریس کمیٹی کو حکم دیں کہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے واسطے ایک رقم جس کا تخمینہ ذیل میں درج کرتا ہوں عنایت کرے تاکہ جلد از جلد یہ کام ہو جائے۔وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اور کام بہت اس کے لئے مندرجہ صورتوں کو اختیار کرنا چاہئے:۔

۱۔ کلکتہ میں کپڑا بننے والوں کے درمیان اس مقصد کی تبلیغ اشاعت وترغیب۔

۲۔ جو لوگ کپڑا بننا جانتے ہیں اور تھوڑا بھول گئے ہیں ان کے واسطے کلکتہ میں کام سکھانے اور مشق وترغیب کے خیال سے ایک ویونگ اسکول خاص انہیں لوگوں کے واسطے قائم کرنا جو کام سیکھ کر فوراً یہ کام کرنا چاہتے ہوں۔

۳۔ جو لوگ اپنے وطن بہار آکر کام کرنا چاہیں ان کے واسطے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچانا۔مثلاً سوت اور اسباب کرگہ وغیرہ۔

تبلیغ مقصد وترغیب دہی کا جس حد تک تعلق ہے ہم نے اس کو اس طرح شروع کر دیا ہے کہ تمام بننے والوں کی جمعیۃ المومنین کے نام سے موسوم کر کے ان میں سے ایک جماعت بطور رضا کار مقرر کر دیا ہے جن کی تعداد دو سو ادو سو تک ہے جو سر سے پیر تک سودیشی وردی میں ملبوس ہو کر رات دن اپنے مقصد کی تبلیغ میں مصروف ہیں اور اپنی معاشیات کے حصول کے بعد تمام وقت اس میں صرف کرتے ہیں۔دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

کلکتہ میں ویونگ اسکول قائم کرنے کے لئے سردست ایک درجن ہینڈلوم کی ضرورت ہے۔جس کو اس طرح پورا کرنا چاہئے کہ کچھ ہینڈلوم بہار سے خرید لیا جائے بقیہ ہینڈلوم کلکتہ میں تیار کرالیا جائے جس کے واسطے صرف اوزار ولکڑی خریدنے کی ضرورت ہوگی۔جس کی تفصیل یہ ہے:۔

برائے خرید اوزار ایک سو	ما	(۱۰۰)	مشاہرہ ایک استاد کا
خرید لکڑی وسامان معہ		سکھانے والا	للعہ (۳۰)
متعلقہ کرگھہ وغیرہ ایک سو	ما	(۱۰۰)	سوت ایک مہینہ کے
خرید ہینڈلوم مکمل ۱۰عدد		واسطے	ے (۵۰)
پچھتر روپیہ	معہ	(۷۵)	
	ے	(۲۷۵)	لعہ (۹۰)

نوٹ:۔ ایک مہینہ کے بعد لوگ اس قدر کام سیکھ جائیں گے کہ دوسروں کو تعلیم دے سکیں۔کیونکہ اکثر ان میں زیادہ تر بننے ہی والے ہیں صرف مشق کی ضرورت ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جو لوگ بہار آنا چاہیں ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے جس کا اندازہ فی آدمی چالیس روپیہ رکھتا ہوں جو باحتیاط واپس ہو جائے گا۔

پہلا اندازہ دوسو آنے والے آدمیوں کا کرتا ہوں۔جس میں آٹھ ہزار صرف ہوگا لہٰذا نقد وسوت ومختلف سامانوں کی صورت بھی ان کے واسطے فوراً چاہئے۔

مبلغ کی تنخواہ جوان کو ترغیب دیتا		سامان برائے اسکول	۲۷۵
وستعد کرتا رہے	۳۵	متفرقات برائے	۵۰
تنخواہ استاد (سکھانے والے) للعہ	۳۰	برائے اعانت آنے والوں	
	۷۵	کے واسطے	۸۰۰۰
			۸۳۲۵

کل میزان ۸۳۰۰

❁❁❁

باب ششم

دوسری تحریکیں

اب بتدریج اپنے حدود میں رہتے ہوئے عاصم بہاری نے ارکان جمعیۃ کو ملکی وملی سیاست کی طرف بھی مائل کرنا شروع کیا۔ انہیں دنوں جمعیۃ العلماء تحریک خلافت اور تحریک نظربندان اسلام کا بھی غلغلہ شروع ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے علی برادران کی قیادت میں یہ تحریک ملکی سیاست پر پوری طرح چھا گئی اور مسلم لیگ اور کانگریس سے بہت آگے نکل گئی۔ خلافت کمیٹی نے ملکی وملی مصالح کے پیش نظر ترک موالات اور مظلوم مسلمانوں کی مالی اعانت کی تحریک چلائی تو عاصم بہاری نے اپنی تنظیم کے ذریعہ ان تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔ جنگ بلقان وطرابلس کے موقع پر مولانا آزاد کی تحریک سے متاثر ہوکر تقریباً دس ہزار کی گرانقدر رقم سے ان کی اعانت کی۔

اعلان آزادی:۔ کانگریس کے سالانہ اجلاس میں علی برادران نے ”آزاد شورائیہ ہند“ کا اور حسرت موہانی نے ”غیر ملکی کنٹرول سے بالکل معرا اور کامل آزادی“ کا نعرہ بلند کیا تو برطانوی سامراج کے ایوان ہلنے لگے۔ بعد میں علی برادران[1] مولانا حسین احمد مدنی، سیف الدین کچلو، مولوی نثار احمد کانپوری، پیر غلام مجدد سندھی اور سوامی شنکر اچاریہ گرفتار کر لئے گئے تو پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی۔

کانگریس اور خلافت:۔ اب مہاتما گاندھی اور کانگریس نے

---

[1] دورہ بہار شریف اگست ۱۹۲۱ء کے بعد

باب ششم

دوسری تحریکیں

اب بتدریج اپنے حدود میں رہتے ہوئے عاصم بہاری نے ارکان جمعیۃ کو ملکی وملی سیاست کی طرف بھی مائل کرنا شروع کیا۔انہیں دنوں جمعیۃ العلماء تحریک خلافت اور تحریک نظر بندان اسلام کا بھی غلغلہ شروع ہوا تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے علی برادران کی قیادت میں یہ تحریک ملکی سیاست پر پوری طرح چھا گئی اور مسلم لیگ اور کانگریس سے بہت آگے نکل گئی۔ خلافت کمیٹی نے ملکی وملی مصالح کے پیش نظر ترک موالات اور مظلوم مسلمانوں کی مالی اعانت کی تحریک چلائی تو عاصم بہاری نے اپنی تنظیم کے ذریعہ ان تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔جنگ بلقان وطرابلس کے موقع پر مولانا آزاد کی تحریک سے متاثر ہو کر تقریباً دس ہزار کی گرانقدر رقم سے ان کی اعانت کی۔

اعلان آزادی:۔ کانگریس کے سالانہ اجلاس میں علی برادران نے " آزاد شورائیہ ہند" کا اور حسرت موہانی نے "غیر ملکی کنٹرول سے بالکل معرا اور کامل آزادی" کا نعرہ بلند کیا تو برطانوی سامراج کے ایوان ہلنے لگے۔بعد میں علی برادران[1] مولانا حسین احمد مدنی، سیف الدین کچلو، مولوی نثار احمد کانپوری، پیر غلام مجدد سندھی اور سوامی شنکر اچاریہ گرفتار کر لئے گئے تو پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی۔

کانگریس اور خلافت:۔ اب مہاتما گاندھی اور کانگریس نے

---

[1] دورہ بہار شریف اگست ۱۹۲۱ء کے بعد

خلافت کی کھلی تائید کی اور جابجا جیل خانے بھرے جانے لگے تو انگریزوں نے اس متحدہ فضا اور مسلمانوں کی تنظیمی قوت کو کمزور کرنے کے لئے اپنا پرانا نسخہ آزمایا۔ جابجا فرقہ وارانہ فسادات کا لاوا پھوٹ پڑا۔ جس کی لپیٹ میں عاصم بہاری کا وطن بہار شریف بھی آگیا۔ وہاں بھی بقرعید[1] کے موقع پر تحفظ گائے کے مسئلے کو لیکر ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔ ملک وقوم کے رہنماؤں نے فساد زدہ علاقوں کا دورہ کر کے اس صورت حال پر قابو پانے کی انتھک کوشش کی خود عاصم بہاری نے بھی وقتاً فوقتاً وہاں اپنے سفر کے دوران ہندو مسلم اتحاد اور مزدور پیشہ افراد کو منظم و متحد رہنے پر برابر زور دیا۔

ہندوستان گیر شخصیت کی تعمیر و تشکیل:۔ مختلف قومی و ملی تاریخ و تحریک کے مطالعہ و محاسبہ، دارالمذاکرہ کے قیام اور جمعیۃ المومنین ناتی باغ، کلکتہ کی تشکیل کے بعد اب عاصم بہاری آل انڈیا مومن کانفرنس کی داغ بیل ڈالنے کی منزل میں یہیں سے داخل ہوتے ہیں۔ اور اب موصوف کی شخصیت بہار و بنگال سے آگے بڑھ کر ہندوستان گیر بننے لگتی ہے۔ مگر صدیوں کی کچلی اور پامال کی ہوئی برادری کو اس قدر وسیع پیمانے پر منظم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس کے لئے جس استقلال صبر آزما جدوجہد، اخلاص و دلسوزی اور حکمت عملی کی ضرورت تھی خدا نے ان تمام صفات سے عاصم بہاری کو بھرپور طریقے سے نوازا تھا۔ وہ خود بھی ایک غریب دیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جہاں معمولی تعلیم و تربیت کے ساتھ ہی ساتھ بُنائی کے پیشہ میں لڑکپن ہی سے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اس پیشے کا انگریزوں نے بہت پہلے ہی خون چوس لیا تھا۔ اس لئے نسبتاً ایک نئی اور سہل الحصول دستکاری بیڑی سازی سیکھی۔ کچھ دنوں تک اس کی مزدوری بھی کی۔ بہت ترقی کی تو بیڑی گودام میں منشی ہو گئے۔ مالی و معاشی اعتبار سے بھی ان کی زندگی بھر کا کارنامہ ہے۔

جنت مری پنہاں ہے مرے خون جگر میں:۔ تاریخ گواہ ہے کہ قدرت جب کسی شخصیت سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی ہے تو عموماً اسے مروجہ انداز کے اداروں سے بے نیاز رکھ کر اس کے ذہن وفکر کو از کار رفتہ ہونے سے بچاتی ہے اور اسے نسبتاً ایک آزاد، خودکار، پر اعتماد اور لچکدار ذہن و دماغ عطا کر دیتی ہے۔ تاکہ ذاتی مطالعہ، غور وفکر اور معاصر

---

[1] ۱۹۲۱ء

احوال واشخاص سے استفادہ کرکے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے خود ہی ایک شاہ راہ بنائے۔ چنانچہ کلکتہ سے نکل کر عاصم بہاری نے اس شاہ راہ کی تعمیر کا کام شروع کردیا۔ اب انہوں نے صوبہ بہار کے شہر شہر اور دیہات دیہات کو چھاننا شروع کیا۔ ٹرین، اسٹیمر، بیل گاڑی، ٹمٹم اور پیدل جہاں جیسا موقع ہوتا ویسی ہی سواری اختیار کرتے گرمی ہو یا جاڑا، برسات ہو یا تشویشناک ماحول وہ شب و روز مسلسل سفر کرتے۔ گھنٹوں تقریریں کرتے، غرباء، جہلاء، امراء، ورؤساء، علماء اور زعمائے قوم سے تبادلۂ خیال کرتے ان سے کچھ سیکھتے اور انہیں تنظیم و تحریک کی ایک نئی شاہراہ پر گامزن کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

ماحول کا جبر:۔ آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہندوستان کے غریب مسلمانوں کی سیاسی وسماجی شعور کے اعتبار سے ان کی زبوں اور بوسیدہ ذہنیت کا اندازہ کیجئے۔ اس کے برعکس جابر زمینداروں اور متعصب نسل پرستوں کی متکبرانہ نفسیات کے بارے میں غور کیجئے۔ اس پر مستزاد آمد و رفت کی دقتوں سڑکوں کی خرابی اور رسل و رسائل کی مشکلات پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر غیر موافق ماحول اور تمدنی و فکری اعتبار سے پامال معاشرے کو متحرک اور منظم کرنے کا یہ جاں گسل کام عاصم بہاری نے کیسے کیا۔

بہار میں ہلچل:۔ ہماری خوش نصیبی سے ان کے ذاتی ریکارڈ اور فائلوں میں ہر دور کی بعض ڈائریاں اور کاغذات ایسے مل گئے ہیں جن کے مطالعے سے ان کے حیرت انگیز کارناموں کا کچھ نہ کچھ اندازہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اس وقت میرے پیش نظر موصوف کے دوروزنامچے ہیں۔ جن میں ۱۰/اکتوبر ۱۹۲۱ء سے لیکر ۸/جون[1] ۱۹۲۲ء تک کے مختلف دوروں اور جستہ جستہ واقعات کا بیان ہے۔ اس نو مہینے کی مختصر مدت میں موصوف نے صوبہ بہار کا تقریباً ایک ایک گوشہ چھان مارا اور ہر جگہ چھوٹے بڑے جلسے، ملاقاتیں اور پنچایتوں میں اپنے مشن کو مسلسل پیش کرکے بہار بھر نے کی تنظیم کے لئے میدان ہموار کرلیا۔

سعی مسلسل:۔ سفر کے دوران موصوف کی بے پناہ محنت، اپنے مقصد سے مجنونانہ تعلق، پابندیٔ وقت، ان کی طبعی بذلہ سنجی و زندہ دلی، یقین و اعتماد سے بھرپور فکر، بچوں

[1] مطابق ۷/صفر ۱۳۴۰ھ تا ۷/شوال ۱۳۴۰ھ

کی طرح معصوم اور متجسس ذہن اور تخلیقی جذبات وتخیلات نے ہر قدم پر ان کی مدد کی اور مشکلیں آسان ہوتی چلی گئیں۔ جہاں جاتے افراد واشخاص سے ملاقاتوں کے علاوہ، کبھی نماز فجر سے پہلے اور کبھی بعد، اس علاقے کے فطری مناظر اور تاریخی مقامات سے عبرت وانبساط حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔ دن بھر سفر، ملاقاتوں، تبادلۂ خیالات اور تقریروں کے بعد ۱۱ یا ۱۲ بجے رات تک بڑی پابندی سے اپنا روزنامچہ[1] لکھا کرتے۔ محض چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد پھر علی الصبح اٹھ جاتے اور اپنے معمولات میں لگ جاتے۔ یہ محنت شاقہ اور وقت کے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سکنڈ کا مصرف موصوف نے چند دن، چند مہینے یا چند برسوں تک نہیں لیا بلکہ مسلسل زندگی بھر ایسا ہی کرتے رہے۔

آمد شیخپورہ:۔ بہر حال حسب تجویز جمعیۃ المومنین کلکتہ عاصم بہاری سوموار ۱۰؍اکتوبر ۱۹۲۱ء کو چار بجے سہ پہر کی ریل گاڑی سے کیول جنکشن ہوتے ہوئے شیخپورہ دوسرے روز ساڑھے چھ بجے صبح میں پہنچے وہاں ڈاکٹر سلیم بخش اور ماسٹر دیدار بخش سے ملاقات کے بعد مظفر حسین سے ملے جوان دنوں علیل تھے۔ دونوں ایکدوسرے سے لپٹ گئے۔ منگل اور بدھ دونوں روز اکابر شیخپورہ سے اظہار خیال میں گذار۔

سوہ ڈیہہ میں تقریر:۔ جمعرات کو دوپہر میں خاص گنج[2] پہنچے۔ رات کے جلسہ ترجمہ قرآن میں ایک گھنٹہ تقریر کی بعد نماز جمعہ محلہ سوہ ڈیہہ کی مسجد میں تقریباً دو سوا دو گھنٹے تک خطاب کیا۔ اس جلسہ میں غیر مسلم بھی شریک تھے۔ دوسرے روز محلہ بسارپگہ میں بائسی[3] کے جلسہ میں ڈیڑھ گھنٹے تک ملک وملت کے احوال پر روشنی ڈالنے کے بعد انہیں منظم ومتحد ہونے کی دعوت پیش کی اس اجتماع میں بہار شریف، خلافت کمیٹی اور کانگریس پارٹی کے ذمہ داروں نے بھی شرکت کی۔ اتوار کے روز بائسی کے منتخب تعلیم یافتہ اور روشن خیال حضرات کی مدرسہ قومیہ (محلہ شیخانہ خرد) میں ایک خصوصی نشست منعقد ہوئی وہاں بھی موصوف نے ڈیڑھ گھنٹہ

---

[1] مطابق ۷؍صفر ۱۳۴۰ھ تا ۷؍شوال ۱۳۴۰ھ
[2] بہار شریف کا ایک محلہ عاصم بہاری کی جائے پیدائش
[3] بہار شریف کے مختلف محلوں کا مجموعہ

تک اپنا پیغام پیش کیا۔

بہار شریف کا تفصیلی دورہ:۔ اسی طرح بجھو محلہ، کھاری کنواں سکونت، بنولیہ، کہنہ سرائے، شیخانہ کلاں، عماد پور، وغیرہ کا کئی کئی بار دورہ کیا اور وہاں کے ہندو مسلمانوں سے تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ حکیم مولوی اکرام الدین، بشارت حسینؒ، حکیم حافظ محمد حسینؒ[1] مولوی امیر حسنؒ[2] وغیرہ سے انفرادی ملاقاتوں میں جمعیۃ المومنین کے اغراض ومقاصد اور اس کے تنظیمی امور پر گفتگو کی۔ دوسرے ہفتہ مغل کنواں، مہادیو استھان سرائے، سکونت وغیرہ میں بھی جمعیۃ کا تفصیلی تعارف کراتے رہے۔ مسلسل دوڑ دھوپ، جلسے اور تقریروں نے پورے بہار شریف میں ہلچل پیدا کردی۔ تیسرے ہفتہ سے ان اجتماعات میں بڑا جوش وخروش پیدا ہوگیا۔ بعض جلسوں میں حاضرین نے نظم واتحاد اور دین وملت کی خاطر کام کرنے کے لئے حلف لیا اور رقت آمیز دعائے استقامت کی گئی۔

جلسہ بائسی بہار شریف:۔ اگلے ماہ ۱۷ارنومبر ۱۹۲۱ء (مطابق ۱۶رربیع الاول ۱۳۴۰ھ) بروز پنجشنبہ بعد نماز مغرب محلہ خاص گنج میں[3] جلسہ بائسی کا ایک نمائندہ اجتماع منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ کی باضابطہ تیاری کی گئی، دعوت نامے گشت کرائے گئے اور ہر محلہ میں اعلان کیا گیا کہ:

> ”ضرورت زمانہ کو دیکھتے ہوئے اور مصائب اسلامی کا خیال کرتے ہوئے بہت ضروری ہے کہ تمام برادری کے لوگ اجتماعی طور پر متحد ہوجائیں ...... اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جو طریقہ جمعیۃ المومنین کا تانتی باغ کلکتہ میں شروع ہوا ہے اس کو بائسی کے تمام محلوں میں رواج دیا جائے اور اس بائسی کے تمام سرداروں سے بھی اس کی منظوری لی جائے تا کہ ہر محلہ میں پورے جوش وخروش کے ساتھ عمل ہو سکے[4]......“

---

۱ آسا نگری ۲ موصوف کے نام عاصم بہاری کا ایک خط۔ ۳ اڑان میں اولی تھے

۴ ماخوذ از دستی دعوت نامہ بقلم عاصم بہاری۔ اس دعوت نامہ پر مختلف محلہ کے سرداروں کے دستخط بھی ہیں۔

چنانچہ اس نمائندہ جلسے میں تنظیم جمعیۃ المومنین بہار شریف قائم کرلی گئی۔

جلسہ حیدرانی گولہ باغ:۔ دوسرے ہفتہ اس سے بھی بڑے پیمانے پر ایک عوامی جلسہ بمقام حیدرانی گولہ باغ میں طلب کیا گیا۔ جس کی صدارت مولوی محمد یاسین، مہتمم مدرسہ قومیہ بہار شریف نے کی۔ اس جلسہ میں تنظیم کی دوسری تفصیلات طے کی گئیں۔ طے کیا گیا کہ اس کا صدر دفتر محلّہ خاص گنج میں ہوگا۔ نیز مجلس عاملہ کے ارکان[1] بھی منتخب کئے گئے۔ اس جلسہ میں برادری کی شکر رنجیوں، مقدموں اور جھگڑوں کو ختم کرکے مصالحت کرانے کی تجویز بھی منظور کی گئی۔ اس سلسلے کی عملی کوششوں نے بڑا خوشگوار اثر قائم کیا۔ "مگر اکثر پرانے خیال کی حاسد طبیعتوں کو جمعیۃ کی مقبولیت شاق گذرنے لگی[2]" چنانچہ اگلی نشستوں میں اس طرح کے حاسدوں نے مصالحانہ کاوشوں میں رخنہ اندازی شروع کردی تو اس طرح کے معاملات کو محلّہ کے مقامی سرداروں کے سپرد کردیا گیا۔ بہار شریف کی جمعیۃ نے تنظیم کو مستحکم کرنے کے لئے پوری بائسی کی مردم شماری کا بھی ایک خاکہ منظور کیا۔

دورۂ علاقہ بارہ گانواں:۔ اپنے گھر یعنی بہار شریف کو منظم کرنے کے بعد عاصم بہاری مولوی نذیر حسن چکدنوی کے ساتھ پورے صوبۂ بہار کے دورے پر نکلے۔

سب سے پہلے علاقہ بارہ گانواں (شیخپورہ) کے ایک مردم خیز موضع چکدیں میں اپنی دعوت پیش کی۔ اس کے بعد شیخپورہ کے تعلیم یافتہ اور معززین حضرات سے تبادلہ خیال کیا۔ کئی جلسے ہوئے اور یہ پورا علاقہ منظم زندگی کے لئے تیار ہوگیا۔

بہار کے دیگر اضلاع کا دورہ:۔ ان کامیابیوں نے موصوف کی ہمت کو بلند کردیا چنانچہ مولوی نذیر حسن چکدنوی کو شیخپورہ سے دربھنگہ، چھپرہ، سیوان وغیرہ کے علاوہ یوپی کے بعض اضلاع مئو، ٹانڈہ دورے کے لئے روانہ کردیا اور خود بہار شریف اور گیا میں ولائتی

---

[1] حکیم مولوی محمد نعیم الحق ایوبی ۲۔ مولوی احمد حسین ۳۔ منشی محمد اکرام الدین ۴۔ مولوی حکیم وصی احمد۔ ۵۔ حکیم حافظ محمد حسین ۶۔ ڈاکٹر محمد مظفر حسین، شیخپورہ
۷۔ مولوی نذیر حسن چکدنوی ۸۔ منشی کرامت حسین ۹۔ مولوی علی حسین عاصم بہاری

[2] ابتدائے خیال ص:۲۵

سوت کی خرید وفروخت کے جھگڑوں کو رفع کرنے کے لئے مجبوراً واپس آنا پڑا۔ وہ زمانہ خلافت اور کانگریس کی چلائی ہوئی سودیشی تحریک کے شباب کا تھا۔ چنانچہ اس مسئلہ کو بڑی حکمت عملی کے ساتھ جلد ہی حل کر لیا۔

کل ہند کوشش:۔ اسی موقع پر موصوف نے بنکروں کے سوت کی منڈی کپڑوں کی تیاری، ان کی خرید وفروخت اور دوسرے صنعتی وتجارتی مسائل کے حل کی ایک پوری اسکیم مرتب کی اور اس سلسلے کی تفصیلی معلومات کی فراہمی کے لئے ڈاکٹر محمد مظفر حسین کو ان کی عدیم الفرصتی کے باوجود بنارس، کانپور، بمبئی، سورت، گجرات، ناگپور وغیرہ کے دورے پر بھیجا اور خود بہار کے دوسرے مقامات کو منظم کرنے کے لئے نکل پڑے۔

گیا اور پٹنہ:۔ سب سے پہلے گیا پہنچے۔ یہاں مختلف سیاسی وسماجی تنظیموں کے علاوہ خلافت وکانگریس کے ضلعی عہدیداران سے تبادلۂ خیال کیا۔ اس سلسلے کے بعد قاضی احمد حسین اور محمد عیسیٰ جامعی وغیرہ سے تفصیلی گفتگو کے بعد بعض مواضعات کا دورہ کرتے ہوئے، پٹنہ آئے اور ڈاکٹر سید محمود کی کوٹھی شیرستان میں مقیم ہوئے۔ ان دنوں صوبائی خلافت کمیٹی کا صدر دفتر یہی کوٹھی تھی۔ یہاں صوبائی سطح کے ذمہ دار اظہر حسن قدوائی جامعی، بیرسٹر مولوی عبد الحمید وغیرہ سے مفصل اظہار خیال کیا اور قاضی احمد حسین کے ساتھ صوبائی کانگریس کمیٹی کے پاس گئے جہاں جنرل سکریٹری بابو راجندر پرشاد اور مولوی فخر الدین سے ملاقات کی اور "بہار ریاستی ویورس اسکیم" پر تبادلۂ خیال کیا آخر میں یہ طے ہوا کہ اس اسکیم کو تحریری طور پر پیش کیا جائے تاکہ ایگزیکٹیو کمیٹی اس پر اچھی طرح غور وخوض کر سکے۔

مضافات بہار شریف:۔ پٹنہ سے واپس آتے ہی مولوی احمد حسین کے ساتھ مضافات بہار شریف میں دورہ کے لئے ۱۳ر جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ (مطابق ۱۲ر فروری ۱۹۲۲ء) کو نکلے تو علاقہ جمالی چک، غریب پور، شام نگر، دیپ نگر، امید نگر وغیرہ پہنچے۔

۱؎ اس سلسلے میں خلافت کمیٹی کے ذمہ داروں کے نام ۱۹ر اور ۲۱ر جنوری کے دو خطوط بھی ملے ہیں جن میں ولایتی سوت کے جھگڑے کو نمٹانے کی درخواست کی گئی ہے۔

زمینداروں کا ظلم:۔ ان دوروں میں موصوف نے بچشم خود اس برادری کی پسماندگی اور زبوں حالی کا معائنہ کیا۔ جابر زمینداروں اور متعصب روساء نے بعض علاقوں میں غربا کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک روا رکھا تھا جمالی چک میں ۱۲۔۱۵ گھر انصاریوں کے تھے۔ عاصم بہاری ان کے سردار شیخ بدھو میاں کے یہاں اترے تو گاؤں کے دوسرے پڑوسیوں میں شیخ غلامن شیخ حسینی، شیخ نھو، شیخ خیراتی وغیرہ بھی آ گئے اور اپنا حال زار بتایا کہ خصوصاً چھتر کے زمانے میں زمینداروں کے براہل اور گوالے ان غریبوں کو بیگار کے واسطے پکڑ کر لے جایا کرتے ہیں۔ بیگار میں بالعموم انہیں بہار شریف سے گوشت اور ضروریات کی دوسری چیزیں خرید کر لانا پڑتا تھا۔ دیہاتوں میں خطوط پہنچانا۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر پانی بھرنا، پیاز، جھیلنا، کھانا پکانا، مواضعات کے دوسرے مدعو شرفاء کے گھروں میں کھانا پہنچانا۔ کسی کی موت پر مردے کو غسل وغیرہ کا کام بلاچوں وچرا انجام دینا پڑتا تھا۔ اگر یہ غربا، معذرت کرتے تو انہیں باندھ کر پیٹا جاتا اور گالیاں دی جاتیں: عاصم بہاری نے ان کی فریاد پر حافظ ظفر وکیل کے ذریعہ قانونی چارہ جوئی کی تو دس بارہ دنوں کے بعد زمیندار نے تین آدمیوں کے نام رجسٹری نوٹس دلوائی کہ اپنا مکان خالی کرو کیونکہ مکان بنانے کے وقت تم لوگوں نے زمیندار سے باضابطہ رسید نہیں لی تھی۔ عبدالعزیز نامی زمیندار (رکن خلافت کمیٹی) نے شیخ حسینی میاں سے پندرہ روپے کے گاڑھے کا ایک تھان ادھار خریدا مگر بیگاری کے خلاف احتجاج کرنے کے جرم میں روپے ضبط کر لئے۔ چنانچہ ان مظلومین کو جمعیۃ المومنین بہار شریف کے اگلے جلسے میں ضروری کاروائی کے لئے مدعو کیا گیا۔

بعض گاؤں میں خود انصاریوں کے درمیان اونچ نیچ اور بھید بھاؤ کا تماشہ بھی دیکھا۔ جسے حکمت عملی کے ساتھ اسلامی اصول مساوات کی روشنی میں دور کرنے کی کوشش کرتے۔

پٹنہ میں بیداری کی لہر:۔ اس کے بعد موصوف دوبارہ پٹنہ پہنچے اور مختلف محلوں کو کلکتہ اور بہار شریف کے محلوں کی طرح منظم کرنے کی ٹھان لی۔ مختلف محلوں کے سرداروں، تعلیم یافتہ حضرات اور اکابر سے ملاقاتیں کر کے پورے شہر کے انصاریوں کا بھرپور جائزہ لیا۔ اس جائزے کی ایک مفصل رپورٹ تقریباً پندرہ صفحات میں مرتب کی یہ رپورٹ اوائل بیسویں صدی

میں تقسیم آبادی مومنوں کی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

''اس شہر میں باقر گنج سے لیکر شکرام چک سملی تک چار کوس کی لمبائی میں بارہ تیرہ سو گھرانے مومن بھائیوں کے بھی ۲۰۔۲۵ محلوں میں آباد ہیں۔ جو پنچایت کے لحاظ سے بارہ گانواں اور بائیسی میں منقسم ہیں''۔[1]

بانکی پور سے لیکر پچھم دروازے تک جتنے محلے ہیں وہ بارہ گانواں ہے اور اس بارہ گانواں میں پچھم دروازے سے شکرام چک سملی وغیرہ کے تمام محلے مل جائیں تو بائیسی ہوتی ہے۔ بارہ گانواں پنچائت کا اجلاس محلہ شاہ گنج کے ایک اکھاڑے میں اور بائیسی کا اجلاس کوتگے کی املی تلے (جہاں جہلم کا تعزیہ دفن ہوتا ہے) ہوتا تھا۔

اس مرکزی اور روز افزوں ترقی پذیر شہر میں بھی مومن برادری افلاس اور جہالت کی جس دلدل میں رہتی تھی اس کی بڑی دردناک تصویر کشی کی ہے۔ مقدمہ بازی باہمی نفاق، جوڑ توڑ، رسم پرستی، تعزیہ داری، مونچھ کی لڑائی، ادنیٰ مزدوری، اقتصادی بدحالی۔ تعلیم سے بے نیازی اور بے دینی کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ تھوڑے سے تعلیم یافتہ اور ملازم پیشہ حضرات بالعموم الگ تھلگ رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ تاریخ المعوال وغیرہ کے اثر سے ۱۳۳۹ھ میں جمعیۃ انجمن انصاریہ قائم بھی ہوئی تو تمام اہل الرائے اور روشن خیال حضرات نے خود کو اس سے الگ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی مہینوں میں جمعیۃ منتشر اور اجتماعی فنڈ خرد برد ہو گیا اور عوام پر ایسا خراب اثر ہوا کہ دوبارہ اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہی نہ ہوتے تھے۔ ادھر کلکتہ کی سیاسی فضا انتہائی گرم ہو گئی تھی۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے رضا کار اعلانیہ احتجاجی جلوس نکالنے لگے تو جمعیۃ المومنین تانتی باغ کے بعض ناتجربہ کار جوشیلے اراکین اپنے رضا کاروں کو بھی بید حرک ان جلوسوں میں گھسیٹنا چاہا، عاصم بہاری کو رضا کاروں کے کمانڈر مولوی محمود احسن تمام صورت حال سے باخبر کرتے رہتے تھے۔ عاصم بہاری کی سیاسی بصیرت نے اپنی تنظیمی زندگی

---

[1] روزنامچہ ۱۹۲۱ء بارہ

کے اس تشکیلی دور میں رضا کاروں کو مظاہروں میں شرکت کرنے سے حکماً روک دیا اور اس کے سالار اعلیٰ کو بہار شریف بلالیا۔

اس صوبائی دورے سے واپسی کے بعد موصوف نے جمعیۃ المومنین بہار شریف کی مجلس عاملہ میں اس کی مکمل روداد پیش کی اور طے کیا کہ بہار پیانے پر ایک ''نورباف کانفرنس'' بہار شریف میں منعقد کی جائے۔ جس میں تمام اضلاع کے اکابر اور ذمہ داروں کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ ۱۲ر افراد پر مشتمل ایک مجلس استقبالیہ کی تشکیل عمل میں آئی اور فراہمی فنڈ کا کام پہلی بار عوامی سطح پر شروع ہوا۔ اب تک ''تمام تر اخراجات کا بار جمعیۃ کے قابل مثال محسن ڈاکٹر مظفر حسین کے کاندھوں پر تھا۔''[۱]

مخالفت:۔ جمعیۃ المومنین بہار شریف کو ہنوز عوامی چندہ اکٹھا کرنے کا تجربہ نہ تھا۔ چنانچہ اس مسئلے میں بعض محلوں کی پرانی رقابت لوٹ کر آئی اور بڑا اختلاف ہو گیا۔ سوہ کے علاوہ کئی محلہ کے افراد نے چندہ روک دیا۔ ''سوء اتفاق سے انہی دنوں عاصم بہاری کے پاؤں میں زخم نکل آیا اس لئے انہیں اختلافات کو قابو میں لانے کا موقع نہ مل سکا[۲] ۲۲ر رجب ۱۳۴۰ھ (مطابق ۲۰ر مارچ ۱۹۲۲ء) کو موصوف نے بسار بگہہ کے جلسے میں اس اختلاف کو مٹانا چاہا مگر معاملہ سلجھ نہ سکا آخر مجبوراً موصوف ڈاکٹر مظفر حسین کے پاس شیخپورہ مشورے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں ''یہ صلاح ٹھہری کہ اگر بہار شریف کا انتظار کر لیا جاتا ہے تو عید الفطر کے موقع پر جو بہترین زمانہ ہے کانفرنس کے انعقاد کا، وہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ جمعیۃ ہی کی طرف سے کانفرنس منعقد کی جائے۔ چنانچہ رمضان المبارک کی ابتداء میں دعوتی خطوط و اشتہارات پوسٹر وغیرہ چھپنے کے لئے دیدیئے گئے۔ جس کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

بہار شریف کانفرنس کا اشتہار

''نورباف کانفرنس بہار شریف''

''بتاریخ ۶۔۷ عید الفطر ۱۳۴۰ھ مطابق ۳۔۴ جون ۱۹۲۲ء بروز شنبہ و یکشنبہ

---

[۱] ابتدائے خیال ص:۲۸ [۲] ابتدائے خیال ص:۲۹

بزمانہ عرس مخدوم الملک بہاری رحمۃ اللہ علیہ بعمارت مدرسہ قومیہ بہار شریف، صوبۂ بہار کے تمام ذی علم ومعززین ومخلصین قبیلہ سے چاہے وہ اپنی اپنی بستیوں میں رہتے ہوں (یا تجارت وصنعت وملازمت وغیرہ کی وجہ سے دوسرے شہروں میں اقامت پذیر ہوں) گذارش ہے کہ شریک اجلاس ہوکر اپنے قبیلہ کے واسطے فلاح وبہبودی کی بہترین عملی صورت تجویز کریں جس پر عمل پیرا ہوکر ہم لوگ بھی سبھی اسلامی شان کے مطابق ترقی وکامیابی حاصل کریں لہذا جمعیۃ المومنین کو امید ہے کہ معقول تعداد میں نور باف حضرات شریک اجلاس ہوکر کانفرنس کو کامیاب بنائیں گے۔

ضروری گذارش:

(۱) مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام ۶ رشوال المعظم سے ۸ رکی صبح تک بلا فیس جمعیۃ المومنین کی طرف سے ہوگا۔

(۲) مہمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنی تشریف آوری کی اطلاع ۲۹ رمضان المبارک تک دفتر میں بھیج کر ممنون فرمائیں۔

(۳) ریل سے تشریف لانے والے حضرات بختیار پور جنکشن میں اتر کر لائٹ ریلوے سے اسٹیشن بہار کچہری میں اتریں جہاں خدام جمعیۃ المومنین حاضر رہیں گے۔

(۴) داخلہ اجلاس بذریعہ ٹکٹ ہوگا۔

الملتمس خاکسار علی حسین

خادم المومنین بہار شریف محلّہ خاص گنج

ڈاکخانہ سوہ سرائے، ضلع پٹنہ"

کانفرنس کی تیاری:۔ اس اعلان کے بعد صوبائی کانفرنس کی تیاریاں زور وشور سے شروع ہوگئیں۔لٹریچر، اجلاس کے ٹکٹ اور پوسٹر وغیرہ چھپوائے جانے لگے اور دعوت نامے اور اشتہارات روانہ کئے جانے لگے۔ہزار کوشش کے باوجود پوسٹر وغیرہ کافی تاخیر سے

۲۲؍رمضان تک چھپ کر ملے اس لئے مختلف کارکنوں مختلف شہروں میں اشتہارات لیکر بھیجا پڑا اس طرح اخراجات بہت بڑھ گئے ۔جبکہ آمدنی کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ اہالیان بہار شریف (بالخصوص اہل شیخانہ) فراہمی فنڈ کے مسئلہ میں باہم جھگڑ پڑے تھے۔دعوتی خطوط روانہ کرنے کے بعد عاصم بہاری بانکی پور، آرہ وغیرہ ہوتے ہوئے سہسرام پہنچے جہاں مولانا محمد فرخند علی صدر مدرس مدرسہ خیریہ نظامیہ، مولوی عبدالحمید اور شیخ کرامت علی وغیرہ سے ملے اور مولانا موصوف کو کانفرنس کی صدارت کے لئے راضی کیا۔عید کی نماز سہسرام ہی میں ادا کی ۔عید کے بعد بہار شریف آتے ہی کانفرنس کے کاموں میں غرق ہوگئے۔

قرض سے منددوبین کی خاطر:۔ حسب اعلان مختلف شہروں سے شرکاء کی آمد شروع ہوگئی۔اجلاس کا پہلا موقع تھا اس لئے ڈیلیگیٹ فیس بھی نہیں رکھی گئی تھی اس لئے فوری مسئلہ راشن کا درپیش ہوا۔اب تو پوری کانفرنس عاصم بہاری کی جان پر پڑ گئی ۔کچھ تو ڈاکٹر مظفر حسین سے قرض حسنہ لیا اور چند ہی مہینے کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمود احسن کی شادی ہونے والی تھی اس لئے دعوت ولیمہ کے اجناس اور جو زیورات گھر میں موجود تھے ان کے لئے اپنی والدہ کو بڑی مشکلوں سے راضی کر کے زیورات کو رہن رکھ دیا اور دعوت ولیمہ کا غلہ کانفرنس کے باورچی خانے کے ذمہ کر دیا۔یوں اس دوروزہ تاریخی کانفرنس کو اپنے خون جگر سے سینچ کر کامیاب بنایا۔

مہمانوں[۱] کو مدرسہ قومیہ میں ٹھہرایا گیا۔اور ایک شاندار شامیانہ میں کانفرنس کی کاروائی

۱؎ شرکائے اجلاس میں قابل ذکر حضرات کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:۔
(۱)مولانا محمد فرخند علی سہسرام (۲)مولوی حکیم نذیر حسن شیخپورہ (۳)مولوی ابوالفضل برادر حاجی طاہر بھاگلپوری (۴)مولوی حکیم محمد عبدالصمد موضع چکدیں (۵)ڈاکٹر مظفر حسین اسسٹنٹ سرجن (۶) مولوی حکیم عبدالرؤف شیخپورہ (۷) شیخ عبدالقادر کنڑاہ (۸)ڈاکٹر دیدار بخش بھاگلپور (۹)مولوی تصدق، رمضان پور (۱۰)بشارت کریم اوگانواں (۱۱)مولوی نعمت اللہ بھاگلپوری (۱۲)محمد مظفر امام شیخپوری (۱۳)رفیع الدین شیخپورہ (۱۴)مولوی محمد اسمٰعیل شیخپورہ (۱۵)مولوی عبدالحفیظ سہسرام (باقی آگے کے ص:پر ملاحظہ کریں)

تین بجے سہ پہر سے شروع ہوگئی۔

اجلاس اول:۔ اجلاس اول میں پانچ تجویزیں پیش ہوئی۔ مفصل بحث و مباحثہ کے بعد جزوی ترمیم کے ساتھ جمعیۃ الانصار[1] صوبہ بہار کے نام سے قوم کی اصلاح کے لئے ایک تنظیم کی تشکیل پر اتفاق رائے ہوا۔ جس کے صدر مولانا محمد فرخند علی منتخب ہوئے۔ دیگر عہدیداران میں ناظم اعلیٰ ڈاکٹر محمد مظفر حسین اسسٹنٹ سرجن شیخپورہ، نائب ناظم مولوی علی حسین (عاصم بہاری) بہار شریف، خازن حکیم حافظ محمد حسین بہار شریف اور محاسب شیخ کرامت حسین بہار شریف کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان کے علاوہ ارکان عام[2] ارکان انتظامیہ[3] اور جماعت عاملہ کی تفصیلات بھی طے کی گئیں[4] بعض حاسدوں نے جلسہ کو درہم برہم کرنے کی بھی کوشش کی مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہوئے۔

۸ بجے شب سے کھلا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں داخلہ کے لئے کوئی ٹکٹ نہیں

(باقی گزشتہ ص: ۱۱۴) (۱۶) شیخ کرامت علی، بہرام (۱۷) شیخ تفضل حسین بہرام (۱۸) منشی فقر محمد تاجر بہرام (۱۹) حاجی سراج الدین بہرام (۲۰) شیخ کرامت حسین بہار شریف (۲۱) مولوی حکیم وصی احمد، بہار شریف (۲۲) حکیم حافظ محمد حسین، بہار شریف (۲۳) ماسٹر محمد اسحاق، بھاگلپور (۲۴) مولوی کریم بخش انسپکٹر اسکول نوادہ (۲۵) مولوی معین الحق طوک انچارج جھاجھا (۲۶) منشی عبد الحمید کنٹریکٹر مونگیر (۲۷) مولوی محمد باقر چکدیں۔ (۲۸) مولوی محمد یاسین مہتمم مدرسہ قومیہ بہار شریف (۲۹) مولوی محمد یعقوب احمد منیجر احمدیہ کمپنی چکدیں (۳۰) مولوی احمد حسین، مدرس مدرسہ قومیہ بہار شریف (۳۱) ڈاکٹر رحیم بخش شیخپورہ (۳۲) منشی اکرام الدین جمعیۃ المومنین بہار شریف (۳۳) مولوی نذیر حسن چکدیں (۳۴) مولوی طفیل احمد تاجر چرم سلطان گنج (۳۵) مولوی محمد سعید الدین سوہ ڈیہہ بہار شریف۔

[1] موصوف نے کوشش کی کہ تنظیم کا نام جمعیۃ المومنین ہو مگر شرانگیزوں نے شرارت شروع کردی تھی اس لئے جلدی جلدی میں اسی نام پر راضی ہوگئے۔ (ابتدائے خیال ص:۔۳۴۔

[2] رکن عام کے لئے ایک آنہ ماہوار چندہ اور ہفتہ میں دو گھنٹہ اصلاحی کاموں کی شرط مقرر کی گئی۔

[3] انتظامیہ میں مختلف اضلاع کے پچیس ارکان منتخب کیے گئے۔

[4] ابتدائے خیال ص:۳۳۔

تھا اس لئے حاضرین کی بڑی کثیر تعداد تھی ۔اجلاس عام کو حکیم مولوی عبدالصمد چکدیں، ڈاکٹر مظفر حسین، علی حسین عاصم بہاری اور صدر جلسہ نے خطاب کیا۔ تمام تقریریں خدا پرستی، اتفاق واتحاد، اخوت اسلامی، وضعداری جیسے موضوعات پر ہوئیں۔

اجلاس دوم:۔ دوسری نشست ۷؍شوال ۱۳۴۰ھ (۴؍جون ۱۹۲۲ء)

صبح ۷؍بجے سے شروع ہوئی جس میں دیگر امور کے علاوہ جمعیۃ الانصار صوبہ بہار کے اغراض ومقاصد بھی منظور کئے گئے ۔جس میں اتحاد قومی، اصلاح قبیلہ، باا ثر وفد کے ذریعہ معروف علاقوں میں جمعیۃ کی شاخوں کے قیام مختلف اخباروں میں دوروں اور شاخوں کی روداد نیز ایک ترجمان کی اشاعت کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔

اس اجلاس میں یہ بھی طے کردیا گیا کہ ایک نمائندہ وفد[1] پورے صوبہ کا ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ (مطابق جون ۱۹۲۲ء) سے دورہ شروع کردے اور وفد سب سے پہلے بھاگل پور پہنچے۔

آخر میں عاصم بہاری نے رسم شکریہ میں کلکتہ سے لیکر تمام اضلاع سے آئے ہوئے مہمانوں اور نوجوان رضا کاروں کا شکریہ ادا کیا اور خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر مظفر حسین[2] کی علمی

---

[1] اراکین وفد کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:۔

(۱) شیخ کرامت علی تاجر سہسرام (۲) مولوی نعمت اللہ بھاگلپور

(۳) مولوی محمد یاسین بہار شریف (۴) مولوی علی حسین عاصم بہاری

[2] "اور سب کے آخر میں اپنے قبیلہ کے قابل مثال محسن جناب ڈاکٹر محمد مظفر حسین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے علاوہ علمی وعملی محنتوں کے اپنی پاک کمائی سے بہت بڑی رقم بطور قرض حسنہ خرچ کیا۔ درحقیقت یہی وہ اولوالعزمانہ احسان ہے جس نے تمام کاموں کو یہاں تک پہنچایا اور یہ فضیلت ہے جو نورباقان ہند میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمایا۔

اجرش دہد خدائے کہ کردست یاوری
باآں کسے کہ مونس ویاور نہ داشتند

آخر میں تمام حاضرین سے گذارش ہے کہ وہ درگاہ خداوندی میں دعا کریں کہ ارحم الرحمین تمام مسلمانان عالم پر رحم کرے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے قبیلہ کو مومن کامل بننے کی ہدایت فرمائے۔ "آمین" (ابتدائے خیال ص: ۳۷)

وعملی کاوشوں اور مالی قربانیوں کا انتہائی تشکر کے ساتھ ذکر کے بعد یہ تاریخی اجلاس برخاست ہوا۔

مجسمہ اخلاص:۔ عاصم بہاری کی روز اول ہی سے یہ حکمت عملی رہی کہ قومی کاموں میں عہدوں اور پوزیشن کے حصول کی کبھی خواہش نہ کی جائے بلکہ پورے خلوص اور دیانتداری کے ساتھ عنداللہ کام کرتے رہا جائے شعوری طور پر اس امر کی کوشش کرتے تھے کہ مجھ سے بھی باصلاحیت اور تعلیم یافتہ افراد میدان عمل میں آکر کام کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ کامیابی نصیب ہو یہی وجہ ہے کہ خود کو بیشتر آخری صف میں رکھنے کی کوشش کرتے مگر کوئی کام چونکہ ان کے بغیر پورا نہ ہوتا تھا اس لئے بہر حال لوگ انہیں کو پیش پیش رکھتے ۔ چنانچہ اس موقع پر بھی خود کو کسی کلیدی عہدے کے لئے امیدوار نہیں بنایا۔نائب ناظم کا بھی عہدہ اس لئے قبول کرنا پڑا کہ اس کے بغیر یہ صوبائی کام جو عنقریب ہندوستان گیر شکل اختیار کرنے والا تھا، کسی اور کے بس کا نہیں تھا۔یہی وجہ ہے کہ نیابت کے باوجود صوبائی تنظیم کا صدر دفتر موصوف کے محلّہ خاص گنج میں رکھا گیا اور کانفرنس ختم ہوتے ہی تمام تنظیمی امور بھی موصوف ہی کو انجام دینے پڑے۔

تنظیم دفتر:۔ مولوی نعیم الحق ایوبی، منشی اکرام، منشی عبد الغفور، مولوی محمود احسن جیسے نوجوانوں کے تعاون سے سب سے پہلے دفتر کو منظم کیا گیا۔اور خط وکتابت کے علاوہ دیگر دفتری امور انجام پانے لگے ۔اب کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز کو عملی جامہ پہنانے ،مختلف اخباروں میں اس کی رپورٹیں شائع کروانے ،ایک اخبار[1] جاری کرنے اور بھاگل پور کے بعد پورے بہار میں تنظیمی شاخیں قائم کرنے کے اہم ترین مسائل درپیش تھے۔اس پر طرہ یہ کہ صدر بسرام میں اور ناظم اعلیٰ شیخپورہ میں تھے۔ہر قدم پر ان حضرات سے تحریری ربط اور صلاح ومشورے حاصل کرنا ایک الگ دردسر تھا۔بھائی کی شادی کا وقت بھی قریب آتا جارہا تھا اس لئے صَرف شدہ اجناس اور رہن کردہ زیورات کی فکر بھی لاحق تھی۔

ہندوستان گیر پبلیسٹی:۔ بہر حال اس ماحول میں موصوف نے اللہ

---

[1] بنام ''المومن''

کا نام لیکر جمعیۃ الانصار صوبہ بہار کا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے پوری کانفرنس کی دو رپورٹیں (ایک مختصر اور دوسری نسبتاً مفصل) تیار کی گئیں اور ایک خط[1] کے ساتھ ایڈیٹر "مدینہ، دور جدید، زمانہ، سیاست، وکیل، مسلم، فتح، اہل حدیث، زمیندار، ہمدم[2] وغیرہ اخبارات کو ۱۰۔۱۳ ر جون تک بھیج دی گئیں۔ ان رپورٹوں کی ایک ایک نقل عہدیداروں کے علاوہ مخصوص ارکان کی خدمت میں بھی بھیجی گئی۔

پریشان کن احوال:۔ کانفرنس کی تجویز کے مطابق خیال تھا کہ ایک مفصل روئداد کتابی شکل میں طبع کروائی جائے گی مگر دو۔ ڈھائی سو روپے کے اخراجات، وفود کی روانگی اور قرضوں کی ادائیگی کے تقاضے اس طرح مسلسل ہونے لگے کہ اس کی ہمت نہ پڑی۔ ادھر تنظیمی کام پھیلتا جا رہا تھا اور ادھر ناظم اعلیٰ اپنی پیشہ وارانہ مشغولیتوں میں الجھے گئے۔ انہیں جمعیۃ کے دفتر میں آنے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر کار پریشانیوں اور الجھنوں سے گھبرا کر موصوف نے ناظم اعلیٰ (ڈاکٹر مظفر حسین شیخ پورہ) کو ایک مفصل خط لکھا۔

برادرم مکرم جناب ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۔ بڑی مشکلوں کا سامنا ہے۔ صدر صاحب و اکثر حضرات دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا۔ لکھتے ہیں خواہ مخواہ صدر بنا کر جوابدہ بنا دیا۔

۲۔ اکثر حضرات دورہ کی کیفیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا) اس درماندہ گروہ کی اخلاقی اعانت فرمائیں گے جو اپنی سادگی اور ایمانداری کی وجہ سے مومن کے لقب سے یاد کی جاتی ہے اور جس کے صنعت کی بہبودی کو ہندوستان کی خوشحالی کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ والسلام

علی حسین

نائب ناظم جمعیۃ الانصار صوبہ بہار

[1] مورخہ ۱۷ ر جون ۲۲ء

[2] مکتوبات نمبر ۲ تا ۱۴۔ ماخوذ از رجسٹر مراسلات

۳۔جمعیۃ الانصار پٹنہ و مونگیر کے سامنے نہایت ڈینگ سے کہا گیا تھا کہ عنقریب وفد جمعیۃ الانصار صوبہ بہار آنے والا ہے۔

وہ پوچھتے ہیں کہ کب تک وفد آئے گا۔

۴۔پٹنہ آنے کے بعد ہر شخص سے تقریباً یہی کہا گیا کہ روئیداد پریس میں دیدی گئی۔

اب لوگ مانگتے ہیں کہ چھپ گئی ہوگی۔

۵۔اس درمیان تمام ملنے والوں سے رسالہ المومن کا ذکر کیا گیا تھا کہ ابتدائے سال سے اپنا پٹرول (Patrol) شروع کرے گا مگر بارہ، بارہ، چوبیس، چوبیس کوس تک ''رسالہ'' کیا معنی کسی ''سوار'' کا بھی پتہ نہیں ملتا ہے اور لوگ اس کے کاموں کو دریافت کرتے ہیں......''

اس کے بعد آئندہ کانفرنس کی تاریخ، پریس کی خریداری بعض شہروں سے وفود کے تقاضے اور دفتر سنبھالنے والے نوجوانوں کی معاشی معروفیتوں کا حال لکھ کر رقم طراز ہیں کہ:۔

۶۔''یہاں جولڑکے دفتر[1] کی دیکھ بھال کرتے تھے وہ مجبوراً ''فانتشرو فی الارض'' یاد کر رہے ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ بعد محرم الحرام ''فضل الٰہی'' کی تلاش میں نکل جائیں گے۔لہذا لوازمات دفتر کا کیا انتظام کیا جائے کون نگرانی کرے۔

۷۔ہم نے ڈھائی تین سو روپے قرض پر اپنا کام[2] چلایا جس کے لئے دو سو روپے کا زیور دوسروں کا رہن کر دیا۔اب ان گھروں میں تقریبات ہونے والی ہے جس کی وجہ کر

---

[1] دوسرے خط میں اس کی تفصیل اس طرح درج کی ہے:

''نعیم الحق گیا نوکری پر چلے جائیں گے۔وہ گیا جی میں محرری کے واسطے درخواست دے چکے ہیں۔امید ہے کہ ان کے چچا مولوی سخاوت حسین کی سفارش سے کام مل جائے گا۔اکرام باگلی پور کتابت کرنے کے لئے جائیں گے۔محمود احسن کا بھی اللہ مالک ہے۔''

[2] کانفرنس کے تمام کام۔

سخت ترین بے رخی سے تقاضا ہو رہا ہے[1] اور بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے کیونکہ یہاں پورا کنبہ فاقہ مستی میں اس طرح گھر گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ زمانہ بھر میں ڈینگ ڈانگ ہانک چکے کہ یہ کروں گا اور وہ کروں گا اور اس کو اولعزمی سمجھتا تھا مگر قدر وعافیت اولوالعزمی کی اب معلوم ہو رہی ہے۔

۸۔ کثرت سوالات سے گھبرا کر بانکی پور سے بہار چلا آیا ہوں مگر خفقان کی حالت ہے۔ان تمام باتوں نے زندگی تلخ کر دی ہے۔ اگر خاموش رہتا ہوں تو پھر برادری کے کاموں کو دیکھنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ کس میں ہمت ہے کہ لوہے کا چنا چبائے اور اگر کوئی اللہ کا بندہ کھڑا بھی ہوگا تو کس کو یقین ہوگا کہ جو اس کا ساتھ دے گا۔ بعض اوقات ان تمام خیالات و پریشانیوں کا ایک ہی علاج سمجھ میں آتا ہے مگر اللہ میاں اپنی خدائی سے بائیکاٹ جو کر دیں گے۔ اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔

لہٰذا خدا کے لئے تمام باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے جلد سے جلد جواب دیجئے کہ کیا کیا جائے۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ بھائی نذیر حسین صاحب چلدیں گئے ہوئے ہیں۔ جہاں سے آکر پٹنہ جائیں گے اگر اب تک پٹنہ نہ گئے ہوں تو بہار ہی آجائیں۔ مگر اس خط کے جواب میں دیر نہ کیجئے گا۔ کیونکہ غایت پریشانی میں مبتلا ہوں یہاں "خانقاہ کے تمام صوفی" آپ کو سلام کہتے ہیں۔

نیازمند

علی حسین خاص گنج۔ ڈاکخانہ سوہسرائے

۱۳ محرم الحرام روز یکشنبہ ۱۳۴۱ھ"

(۲۱ رجولائی ۱۹۲۲ء)

---

[1] ان تقاضوں سے گھبرا کر موصوف پٹنہ روانہ ہو گئے۔ انہیں دنوں ان کے گھر دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک اسی روز فوت کر گیا (دوسرا قمر الدین ۶ ماہ بعد فوت ہوا) جس کی خبر نعیم الحق نے ایک خط میں اس طرح لکھا کہ "سب کو سمجھا بجھا دیا گیا ہے جناب عموی صاحب کو بھی آپ کی طرف سے ایک گونہ ہمدردی ہو گئی ہے کوئی آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ آپ ضرور چلے آیئے" ملاحظہ ہو ضمیمہ

مکتوب بنام مولانا محمد فرخند علی :۔ ان حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات کے باوجود پورے خط میں موصوف کی زندگی وزندہ دلی چھپائے نہیں چھپتی۔ہمت ہارنے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا۔انہیں دنوں صدر جمعیۃ مولانا محمد فرخند علی سہرامی کو ان کے خط کے جواب میں مفصل روئداد کی تعویق اشاعت کے اسباب بیان کرتے ہوئے انہیں لکھتے ہیں ؎

> ''دوسری وجہ خود میرے ذاتی معاملات خانگی پریشانیوں نے کئی دنوں تک مجھ کو بالکل بیکار کردیا اور اب تک اطمینان نہیں ہوا ہے۔دعا کیجئے۔اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ انشاء اللہ کل بہار سے شیخ پورہ جناب ڈاکٹر مظفر حسین صاحب کی خدمت میں جاؤں گا اور رپورٹ کی اشاعت کی کوئی صورت کرکے پہلی ذی قعدہ تک آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور وہاں سے جناب شیخ کرامت علی صاحب کے ساتھ بھاگل پور وفد کے لئے چلا جاؤں گا۔اس میں تاخیر نہیں ہوسکتی ---------------کاش اب تک اللہ کی عنایت سے مفصل رپورٹ طبع ہوجاتی تو اراکین وفد کو بڑی مدد ملتی-----------''

کانفرنس کے بعد کا دورہ:۔ بہر حال پھر بھی کچھ قرض کا انتظام کرکے عاصم بہاری نے شیخ کرامت علی جمعیۃ المومنین ڈاکٹر مظفر حسین کو ہمراہ لیکر بھاگل پور کا دورہ کیا۔اس سفر میں کئی مقامات پر جمعیۃ کی شاخیں قائم کی گئیں۔واپسی میں ناظم اعلیٰ کو شیخ پورہ چھوڑتے ہوئے موصوف صدر جمعیۃ کی خدمت میں ہمراہ حاضر ہوئے تو وہاں بھی عوام نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور جمعیۃ کی ایک شاخ قائم کی گئی۔

جمعیۃ الانصاری ڈہری:۔ راستے میں ڈہری بھی رکے وہاں بھی

؎ مکتوب نمبر ۲۳۔

آپ کی تحریک نے اپنا کام کیا اور ایک تنظیم قائم ہو گئی ارکان مجلس انتظامیہ، جمعیۃ الانصار ڈیہری ضلع آرہ

صدر۔ مولوی عبدالواحد

نائب صدر۔ مولوی عبدالقدوس انصاری

سیکریٹری۔ مولوی عبدالقیوم انصاری

جوائنٹ سکریٹری۔ مولوی عبدالعزیز

نائب سکریٹری وخازن محمد حبیب

ممبران۔ مولانا ابو محمد مصلح، مولوی عبدالحمید، عبداللہ، محمد محبوب وعیدو میاں (مطبوعہ اخبار مدینہ۔ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ص:۵) یہیں نوجوان اور پرجوش کارکن عبدالقیوم انصاری کو دیکھا اور اس کے بعد ان کی ہمیشہ ہمت افزائی کی پھر ڈیہری سے پٹنہ آگئے کیونکہ یہاں کا وعدہ اور تقاضا دونوں تھا۔ اس سفر میں موصوف نے خاص شہر پٹنہ کے علاوہ مشرق میں فتوحہ اور جنوب مغرب میں ارول (گیا) اور مغرب میں منیر شریف تک کے علاقوں کو منظم کرنے کی انتھک کوشش کی۔ پٹنہ پہنچتے ہی دفتر خلافت کمیٹی (شیرستان) پہنچا اور کئی موجود افراد سے مختلف قومی وملکی مسائل پر تبادلہ خیال[1] کرتے رہے۔ ایک پرانے علاقائی مولوی عبدالحمید بہاری سے دوران گفتگو خاص بہار شریف کے بنکروں کے بارے میں بات[2] چل پڑی اب دونوں کا دلچسپ مکالمہ ملاحظہ ہو:۔

علی حسین:۔ بہار شریف کے نور بافوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

عبدالحمید:۔ ان میں کچھ کام تو شروع ہوا ہے مگر جیسا جوش وخروش ہونا چاہئے وہ نہیں ......ہاں اس طرف چند ہفتوں سے بڑی سرگرمی اور جوش وخروش پیدا ہو رہا ہے۔

علی حسین:۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

عبدالحمید:۔ ایک شخص مولوی علی حسین وہیں کے رہنے والے کلکتہ سے آئے ہوئے ہیں جن کی توجہ سے روزانہ دو تین جگہ تقریریں ہو رہی ہیں۔ جن میں مسلمان سب جمع ہوتے ہیں اور مومن لوگ تو حلفاً آمادہ ومستعد ہو رہے ہیں۔ سننے والوں کو ان کی نہایت دلچسپ اور جامع

---

[1] روزنامچہ عاصم ۱۹۲۱ء۔ ص:۱۹ [2] روزنامچہ عاصم ۱۹۲۱ء۔ ص:۲۰

تقریر کا والا وشیدا پایا"

علی حسین:۔ آپ ان سے واقف ہیں؟

عبدالحمید:۔ ہاں نیشنل کانگریس کے زمانہ میں اکثر ساتھ رہا"

علی حسین:۔ اس مرتبہ آپ سے ملاقات ہوئی تھی؟"

عبدالحمید:۔ "نہیں، علالت کی وجہ کر ان کے جلسہ بانسی میں نہ جا سکا۔ مگر خلافت کمیٹی اور کانگریس کمیٹی کے بیشتر ذمہ دار ارکان گئے ہوئے تھے۔ انشاء اللہ عنقریب یہاں ان کی ایک تقریر ہوگی۔

علی حسین:۔ "سنا، وہ ان دنوں بانکی پور آئے ہوئے ہیں۔ آپ سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟"

عبدالحمید:۔ "نہیں"

علی حسین:۔ ملاقات ہونے پر ممکن ہے آپ پہچان نہ سکیں۔

عبدالحمید:۔ "کیا خوب! کیا وضع قطع انہوں نے بالکل بدل دیا ہے۔ میں ضرور پہچان لوں گا۔"

علی حسین:۔ بہتر ہے ملاقات ہونے پر ان کو خبر کردوں گا۔"

جلسۂ خلافت اروِل:۔ شیر ستان ہی میں عاصم بہاری نے مولانا محمد علی جوہر کے مقدمات کی تفصیل اخبارات میں دیکھی۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد خلافت کمیٹی کے بعض صوبائی ذمہ داروں کے ساتھ داناپور ہوتے ہوئے بذریعہ اسٹیمر ۱۲ بجے شب میں اروِل پہنچے۔ ذمہ داران خلافت کمیٹی میں مولانا تمنا عمادی مجیبی، مولوی حسن آرزو، مولوی عبید اللہ، ساوتری دیوی، اظہر حسن قدوائی وغیرہ خاص تھے۔ گھاٹ پر شاہ عمیر صاحب رئیس اروِل، سیکریٹری خلافت کمیٹی، مقامی چیئرمین استقبالیہ کمیٹی کے علاوہ بہت سے پرجوش رضا کار اور مقامی حضرات بھی تھے۔ نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر اور جے کاروں سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا گیا[1]۔ مقررین جلسہ میں بابو کشن پرکاش سنگھ وکیل رئیس گیا، ساوتری دیوی، اظہر قدوائی، اور عاصم

---

[1] روزنامچہ عاصم بہاری ۱۹۲۱ء ص: ۴۳

بہاری خاص تھے۔جلسہ گاہ میں سی۔آئی۔ڈی کے علاوہ ڈپٹی کلکٹر اور ڈی۔ایس۔پی وغیرہ بھی تھے اور ان لوگوں نے بھی عوام کے ساتھ بڑھ چڑھ کر چندے دیئے آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"دو بجے کھانا آیا۔مگر یہ عجیب دل لگی ہے کہ ہر وقت کے کھانے میں سوائے دال بھات ،بیگن کی ترکاری یا کندۂ[1] وغیرہ کے اور کچھ نہیں ملتا ہے۔دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ شاہ عمیر صاحب نے عہد کیا ہے کہ جب تک دیسی لوگ کھدر پوش نہ ہو جائیں گے میں نہ خود گوشت کھاؤں گا اور نہ کسی کو کھلاؤں گا۔اللہ تعالیٰ رحم کرے۔"[2]

خلافت کانفرنس کے بعد موصوف ارول کے بنکروں سے ملنے کے لئے نکلے۔خاص ارول میں اس وقت ان کے بیس پچیس گھرانے تھے جن کے ۸۔۱۰ گھروں میں بنائی کا کام ہوتا تھا مگر شہر کے گردوپیش ہزاروں بنکر خاندان آباد ہیں۔لیکن زیادہ تر پریشان حال اور زمینداروں کی مرفہ جینی میں لازمابیگار کرنے والے ہیں۔[3]

مشرقی پٹنہ میں بیداری کی لہر:۔ ادھر کے بعض علاقوں کا دورہ مکمل کرنے کے بعد موصوف پھر پٹنہ واپس آئے اور اس بار شیرستان کے بجائے عالم گنج میں مقیم ہوئے تاکہ قلب شہر میں رہ کر تنظیم وتحریک کے کاموں میں آسانی ہو۔ملک میں تیزی سے انقلاب آرہا تھا مگر عظیم آباد کے مومنوں کے لیل ونہار میں زیادہ فرق نہ آیا۔جمعیۃ انجمن انصاریہ بڑی مشکلوں سے قائم ہوئی تھی ۔کئی سو روپے بھی فراہم ہوئے مگر برسوں غربت ،جہالت اور طرح طرح کی رسم پرستیوں نے انہیں کہیں کا نہ رکھا تھا۔حد تو یہ ہے کہ بہار شریف کی صوبائی کانفرنس میں بہار کے تقریباً تمام اضلاع سے نمائندے شریک اجلاس ہوئے مگر پٹنہ سے کوئی شخص نہ آسکا۔اس تشویشناک صورت حال کا عاصم بہاری نے پوری طرح جائزہ لیکر بڑے منظم ڈھنگ سے اس شہر پر مسلسل محنت کی۔

---

[1] ایک قسم کی سبزی [2] روزنامہ عاصم بہاری ۱۹۲۱ء ص:۲۷
[3] ایضاً ص:۲۸۔

"انجمن کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے پھر سے جلسے کیے گئے اشتہارات تقسیم ہوئے۔ سمرا روقت وخرابی بائسی و بارہ گانواں کی پنچائتی بلائی گئی۔ صدر جناب منشی ضمیر الدین مرحوم، سکریٹری جناب ماسٹر محمد جان مرحوم، جناب حکیم غریب اللہ سردار، جناب حکیم علی خان سردار، جناب حاجی عبدالرحمٰن، جناب حسینی مرحوم تاجر کلاں، جناب رحیم بخش روائل پرنٹنگ پریس، جناب ظہیر الدین کارخانہ دار زردوزی وا کثر حضرات نے مایوسی کے بعد پھر دوبارہ اپنا وقت صرف کیا۔ اور خدا خدا کر کے انجمن کا دوسرا دور شروع ہوا۔"[1]

نیا انتخاب ہوا، نئے نئے رجسٹر آئے، تقسیم کار کے بعد مردم شماری کے فارم تقسیم ہوئے۔ ہر گھر پر ایک آنہ ماہوار چندہ اور ماہانہ جلسہ کرنا منظور ہوا۔ پرانے پنچایتی جھگڑوں سے کنارہ کش ہو کر بہت سے علاقوں میں شاندار جلسے ہوئے۔ اور ایک نئی زندگی کا سب کو احساس ہو گیا۔ یہ کوشش وقفہ وقفہ سے ڈیڑھ سال تک چلتی رہی جس میں عاصم بہاری نے ڈاکٹر مظفر حسین اور مولوی یحیٰ وکیل کے ساتھ انتھک محنت کی جمعیۃ الانصار کے تقریباً ساڑھے تین سو روپے بھی خرچ ہوئے۔ محنت شاقہ کا حال یہ تھا کہ:۔

"پورے شہر کے ہزاروں آدمیوں کی آبادی میں شاید ایک دم گمنام ہی کوئی ہوگا جس کے دروازے پر چند مرتبہ نہ پہنچے ہوں"[2]

اس درمیان میں یہاں کے تنظیمی کاموں میں کبھی کبھی نشیب و فراز بھی پیدا ہوتا مگر اس کی حیثیت کے پیش نظر اس شہر کی طرف سے ہمیشہ چوکنا رہتے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد مولوی کمل

---

[1] روزنامچہ عظیم آباد ۲۳۔۱۹۲۲ء۔ ص:۱۲۔۱۳

[2] روزنامچہ عظیم آباد ۲۳۔۱۹۲۲ء۔ ص:۱۵

صاحب اور مولوی حفیظ اللہ صاحب نے ایک بڑے جلسے میں کہا:۔

"مجھ کو بھی دعوت دی تو باوجود علالت اور پیر میں ایک بڑے زخم کے بدقت تمام شریک جلسہ ہوا۔ اگرچہ اس شرکت نے میری علالت اور زخم کو بہت زیادہ کردیا لیکن اس خیال سے کہ شاید اب ہر جگہ کی حالتوں کو دیکھتے ہوئے ان کی غیرتوں میں بھی ہیجان پیدا ہو، شرکت ضروری جانا"۔[۱]

صوبائی تنظیمی دورے:۔ ۱۹۲۳ء کا سال عاصم بہاری کی زندگی میں کئی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اولاً اس لئے کہ اس سال کا بھی تقریباً نصف حصہ انتہائی مشکل اور صبر آزما سفر میں گذرا دوسرے اس لئے کہ اس سال سے موصوف نے صوبائی دفتر جمعیۃ الانصار کو منظم کیا۔ مراسلت حساب اور آمد و خرچ اور سال بسال سالانہ جلسوں کے علاوہ ایک ترجمان نکالنے کی بھی فکر ستا رہی تھی۔ اس زبردست کوشش و کاوش کے نتیجے میں صوبہ بہار کے تقریباً تمام قابل ذکر اضلاع اور مواضعات میں جمعیۃ کی شاخ قائم ہوگئی۔ شاخوں کے تمام ارکان کو ماہانہ اجتماع میں پابندی نماز کے ساتھ ہی ساتھ قرآن و سنت اور تاریخ اسلام کی روشنی میں اپنے مسائل کے حل کی تاکید کی جاتی۔ انہیں متحد اور ڈسپلن سے رہنے کے علاوہ فراہمی فنڈ اور خدمت خلق پر بھی ابھارا جاتا۔ کیونکہ اس کے بغیر موجودہ دور میں تنظیم کا پھر حاصل ہی کیا تھا۔ اسی سال ڈاکٹر مظفر حسین ناظم اعلیٰ جمعیۃ الانصار جیسے مخلص پر جوش اور ایار غار سے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر اختلافات پیدا ہوئے اور یوں تنظیمی و اجتماعی زندگی کے ایک اہم عملی صداقت سے موصوف کو سابقہ پڑا۔ معاشی اعتبار سے کمزور تھے ہی ناظم اعلیٰ کے جذباتی چیلنج اور مکمل خاموشی نے انہیں زبردست آزمائش میں ڈالدیا چنانچہ روزمرہ کے اثاث البیت کو فروخت کرکر کے قومی کاموں کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جب بالکل قلاش ہوگئے تو ایثار نفس احباب نے بھی ان کی پیروی شروع کردی بالآخر قوم رفتہ رفتہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے کے لئے تیار ہوگئی۔

آمد بھاگلپور:۔ ماہ جنوری ۱۹۲۳ء کو عاصم بہاری ڈاکٹر مظفر حسین صاحب

---

[۱] روزنامہ عظیم آباد ایضاً ۲۳۔ ۱۹۲۲ء۔ ص: ۱۵

کے ساتھ اپنے بنگالی دورے میں بھاگلپور پہنچے تھے۔ مگر جلد ہی پٹنہ، گیا اور دوسرے اضلاع میں بھی جانا تھا اس لئے مارچ میں دوبارہ پہنچنے کا وعدہ کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ چنانچہ حسب وعدہ ۱۸مارچ ۱۹۲۲ء[1] کو علی الصباح عالم گنج پٹنہ سے اسٹیشن کے لئے نکلے مگر اس روز پورے ملک میں "آل انڈیا ہڑتال" منائی جارہی تھی۔ اس لئے بانکی پور جنکشن کے لئے کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر پیدل اسٹیشن آئے۔ اور سہ پہر میں بھاگل پور پہنچے وہاں تقریباً ایک ماہ تک قیام کر کے بھاگل پور اور مونگیر کے ایک ایک علاقے کو پٹنہ کی طرح کھنگال ڈالا تار پور، ناتھ نگر، چمپا نگر، خضر پور، نیا ٹولہ، مجاہد پور، مصطفیٰ پور، کٹوریا، چاند پور، پورینی، شاہ جنگی وغیرہ اواخر اپریل ۲۲ء تک مسلسل آتے اور جاتے رہے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ ۸ اپریل ۲۲ء[2] کو شاہ جنگی میں پورے بھاگل پور، چوراسی کے سرداران اور نمائندہ حضرات کی نشست ہو جائے۔ چنانچہ ۱۹مارچ سے ۱۷اپریل تک اس ضلع کے مختلف مقامات کا پیدل، بیل گاڑی اور موٹر سے سفر کیا۔ کہیں نماز جمعہ کے پہلے یا بعد، کہیں کسی جلسہ میلاد النبی میں اور کہیں خلافت، کانگریس اور علماء کے جلسوں یا شادی بیاہ کے مجمعوں میں اپنی دعوت کو پیش کرتے رہے۔

اس سلسلے میں مولوی نعمت اللہ، مولوی عبدالحمید، قاضی امانی، حکیم ظہور حسن (سردار بائسی) بداری فوجداری (سردار چوراسی) اور مختلف مساجد کے اماموں سے خاص طور پر تعاون حاصل کیا۔ اس اثنا میں دو تین بار مونگیر بھی گئے۔ اس سفر میں مولوی عبدالقادر (پسر حاجی طاہر) نے بھی ساتھ دیا تھا۔ مونگیر میں عاصم بہاری نے حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور شائق احمد ایڈیٹر عصر جدید اور مولوی عظیم و دیگر ذمہ داران انجمن حمایت اسلام مونگیر سے بھی تبادلہ خیال کیا۔ شہر کے مختلف جلسوں، مدرسوں اور محلوں میں خطاب کیا۔

اس پورے سفر میں دیہات کے رہنے والے مسلمانوں کی سادگی، شرافت، غربت، پیر پرستی، ان کی عمدہ صحت، عادات و اطوار، شجاعت اور بردباری کا بھی بغور مطالعہ کیا اور اپنے روز نامچے میں جابجا ان پر بڑے ادبی انداز میں تبصرے کئے۔

---

[1] روزنامچہ عاصم بہاری ۲۹/ رجب ۱۳۴۱ھ ص:۱ [2] روزنامچہ عاصم بہاری ۲۹/ رجب ۱۳۴۱ھ ص:۱

قرض کی نوبت:۔ ۲۸؍مارچ کو موصوف دن بھر ہاتھ نگر میں اس لئے معطل بیٹھے رہے کہ ان کے تمام پیسے خرچ ہو چکے تھے اور کسی سے منہ کھولتے ہوئے عجب کشمکش محسوس کر رہے تھے۔ مگر کسی سے قرض لئے بغیر کام بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے مجبوراً مولوی نعمت اللہ سے چند روپے بطور قرض طلب کیا۔ مگر موصوف کل پانچ ہی روپے کا انتظام کر سکے۔ دوسرے روز مولوی مجیب اللہ کے ساتھ یکہ سے پوریٔی کے لئے روانہ ہوئے اور راستہ میں طوفان کی زد میں آگئے۔ پناہ لینے کے لئے ایک جھونپڑے میں جیسے ہی داخل ہوئے کہ دروازہ پر ایک بڑا سا چھپر اڑتا ہوا آکر اس زور سے گرا کہ اگر جھونپڑے میں داخل ہونے میں ایک سکنڈ کی بھی تاخیر ہو جاتی تو موصوف "وہیں پر دو ٹکڑے ہو کر ڈھیر ہو جاتے"۔ [1]

بھاگلپور بانسی اور چوراسی کا جلسہ:۔ مولوی عبد الحمید اور محب اللہ کے مشورے سے ایک گشتی مراسلہ تیار کیا گیا اور اجرت پر ایک آدمی کے ذریعہ چمپا نگر، چوراسی، پوریٔی چوراسی وبانسی وغیرہ کے تمام نمائندہ حضرات تک پہنچایا گیا۔ خود بھی جہاں جاتے اس اجتماع میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگوں کو وہاں پہنچنے کی دعوت دیتے۔ ان تمام کاوشوں کے نتیجے میں شاہ جنگی کا وہ مجوزہ جلسہ نہایت ہی کامیاب رہا۔ آپ نے بنکروں کے ماضی وحال کی تصویر کشی کرنے کے بعد ملک کے بدلتے ہوئے سیاسی وسماجی پس منظر میں مومنوں کو اللہ کی رسی مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کی دعوت دی اور ان کے سامنے منظم ومتحرک زندگی کے برکات کا ایک نہایت ہی خوشگوار اور ولولہ خیز نقشہ پیش کیا۔ پورے بھاگلپور ڈویژن کو منظم کرنے کے علاوہ اہالیان شہر کے سامنے دو متبادل فرمائشیں پیش کیں یا تو اہل بھاگلپور اپنے شہر میں جمعیۃ الانصار صوبہ بہار کی دو روزہ سالانہ کانفرنس طلب کرنے کی ذمہ داریاں قبول کریں یا پھر کسی اور مقام پر انعقاد کانفرنس کے لئے مالی تعاون پیش کریں۔ حاضرین کے ایک گروہ نے پورے جوش وخروش کے ساتھ کانفرنس کی ذمہ داریاں قبول کرنے کی پیش کش کی مگر بیشتر سرداروں نے تعلیم یافتہ اور تجربہ کار افراد کی کمی کے سبب اتنی بڑی جرأت تو نہیں کی البتہ ہر طرح مالی تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ اس اہم مشاورتی جلسے کے بعد مضافات بھاگلپور کے علاوہ راج محل، دمکا اور سنتھال

---

[1] روزنامچہ ۲۹؍مارچ

پرگنہ کے علاقوں سے بھی پیہم اصرار ہونے لگا۔

نوادہ:۔ تنظیمی مصالح کے پیش نظر بقیہ علاقوں کا ہنگامی دورہ مکمل کر لینے کے بعد موصوف ۱۹؍اپریل[1] کو نوادہ پہنچے جہاں مولوی عبد الحمید صاحب کی کوششوں سے ابتدائی مدارس کی کثیر تعداد دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔اس وقت تک کل ۳۰۔۴۰ گھر مومنوں کی آبادی تھی بعد نماز جمعہ عامۃ المسلمین اور مومنوں سے ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کیا اور ان کے سامنے اپنی پوری دعوت پیش کی وہاں سے عبد الحمید صاحب کے ساتھ اکبر پور بذریعہ گھوڑا آئے مگر راستے میں چلچلاتی ہوئی دھوپ اور لو سے سخت پریشانی میں مبتلا ہوئے۔۱۰۔۱۱ بجے دن تک آس پاس کے لوگ جمع ہو گئے اور دوپہر تک اکبر پور مدرسہ میں جلسہ ہوتا رہا۔جلسہ کے بعد باشندگان اکبر پور نے اس پورے دورے میں پہلی بار مبلغ دس روپے جمعیۃ کے فنڈ میں بطور اعانت پیش کی۔

بیگار کی لعنت:۔ وہاں سے زہٹ پہنچے جہاں ۱۰۔۱۱ گھر انصاریوں پر ''قاضی صاحبان'' بیگار میں خاص طور سے ظلم ڈھاتے تھے۔اس ڈر سے ان کے مرد کلکتہ میں پناہ گزیں ہو کر محنت مزدوری کرنے لگے تھے۔

۶؍رمضان ۱۳۴۱ھ (مطابق ۲۳؍اپریل ۲۳ء) کو رجولی اور اظہار چک کے لئے کوچ کیا۔

"لاماں آج کی دھوپ اور گرمی نے بُرا حال کر دیا۔اس
طرف برابر دھوپ میں چلتے رہنے سے دماغ سے خون آکر ناک
میں خشک ہونے لگا ہے"[2]

اظہار چک کے قابل ذکر افراد میں بھوندو میاں، الٰہی بخش میاں، رجب علی میاں خاص تھے معلوم ہوا کہ اس علاقہ کے بعض مومن دیہات بیگار کی وجہ سے اجڑ گئے ہیں۔کیونکہ انہیں ذلیل وخوار کر کے بری طرح ستایا جاتا تھا۔وہیں ماسٹر یوسف صاحب سے ملاقات ہوئی جو تاج باغ کلکتہ کے تاریخی[3] جلسے میں شریک تھے۔سردار چوراسی چھما میاں نے تقاضا

---

[1] روزنامچہ ۲۳؍مورخہ ۳؍رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ [2] روزنامچہ ۲۳؍مورخہ ۲۳؍اپریل ۲۳ء
[3] جس میں مولانا آزاد و مولانا محمد علی جوہر وغیرہ بھی شریک ہوئے تھے۔

گیا کہ آپ چند دنوں کے بعد یہاں دوبارہ تشریف لائیے تاکہ پورے علاقے کے لوگوں کو جمع کیا جاسکے۔

وہاں سے ہسوا ہوتے ہوئے تکیا اسٹیشن پہنچے اور ایک بجے شب میں گیا سید شاہ فخر الدین کے ڈیرے پر پہنچے۔ ۲۴ر اپریل کے روزنامچہ میں رقم طراز ہیں:۔

ناک سے خون:۔ "چونکہ کئی روز متواتر دھوپ میں چلنے سے سابقہ پڑا ناک سے خون بہنے لگا۔ اس واسطے یہ بہتر خیال کیا گیا کہ دو تین روز گیا میں ٹھہرا جائے"[۱]

یہیں ۲۶ر اپریل کو لطیف الرحمٰن نگمتیہ سے ملاقات ہوئی اور موصوف سے قومی کاموں کے موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال ہوا اور انہیں اپنے علاقے میں متحرک کیا۔[۲]

ڈاکٹر مظفر حسین کی بدظنی:۔ روز جمعہ ۲۷ر اپریل کو موصوف حجامت، غسل اور کپڑوں کو دھونے اور مرمت کرنے کے بعد تیار ہی ہوئے تھے کہ شاہ صاحب کی آمد کی خبر ملی۔ دوپہر کے وقت ڈاکٹر مظفر حسین کا ان کے پاس انگریزی میں[۳] ایک خط پہنچا جس میں علی حسین عاصم کے نذیر حسین کے ساتھ گیا نہ پہنچنے کا سبب اور معذرت بیان کرنے کے بعد ان دونوں کی شکایت کی گئی تھی کہ یہ لوگ خواہ مخواہ چندہ کر کے دفتر اور پنڈال و کانفرنس میں خرچ کرنا چاہتے ہیں، نیز ان پر اپنی بے اعتمادی کا اظہار کیا تھا۔ اس پر عاصم بہاری نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا۔

مخالفت:۔ "اصل یہ ہے کہ مظفر صاحب نے یہ خیال کیا کہ علی حسین گیا سے چلا گیا ہوگا۔ بہتر ہے کہ شاہ صاحب کے یہاں ایسا خط لکھ دو کہ وہ بھی بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں۔ پروردگار عالم اپنا رحم کرے۔ پریشانیاں کن کن صورتوں میں نمودار ہوتی ہیں۔"

اس کے بعد

"خط کے متعلق یہ صلاح ہوئی کہ صبح کی ٹرین سے شاہ
صاحب کا ایک خط لیکر شیخپورہ چلا جاؤں گا اور ان کو لیکر گیا

---

۱ روزنامچہ مورخہ ۲۴ر اپریل ۲۳ء

۲ خوشا وقتے وخرم روزگارے کہ بارے برخورد از وصل یارے ایضاً مورخہ ۷ر رمضان ۴۱ھ

۳ خط بنام سید شاہ قمر الدین قادری کچہری روڈ گیا۔ بزبان انگریزی مورخہ ۲۶ر اپریل ۲۳ء ضمیمہ ص: ۳۔ الف

پہنچوں تا کہ بالمقابل تمام باتیں ہو جائیں اور اس کشیدگی کا جو
کہ مہینہ سے جمعیۃ کے تمام کاموں کو تباہ کر رہی ہے خاتمہ
ہو جائے اور آئندہ بہترین شاہراہ تجویز کی جائے "[1]

شب میں کریم گنج مسجد میں ختم تراویح کے بعد ۴۵ منٹ موصوف کی تقریر ہوئی۔

"بارہ ساڑھے بارہ بجے ڈیرہ پر آگئے مگر ڈاکٹر مظفر
حسین کے خط نے اپنی پریشانی کو اتنا بڑھا دیا کہ تمام رات نیند
نہ آئی اور صبح ہو گئی"[2]

صبح ۸ بجے مدرسہ کے بچوں اور حافظ صاحب نے موصوف کو رخصت کیا۔ اب تک کی تحریکی زندگی میں پہلی بار مولوی عبدالحمید نے حافظ صاحب کی معرفت عاصم بہاری کو مبلغ دس روپے بطور کرایہ ان کی خدمت میں پیش کئے۔

عاصم بہاری کی صلح جوئی:۔ حسب صلاح، عاصم بہاری شاہ صاحب کے خط کے ساتھ ڈاکٹر مظفر حسین کے پاس شیخپورہ پہنچے اور ان سے اختلافات پر کھل کے بات چیت کی مگر، وہ گیا کسی طرح جانے پر راضی نہ ہوئے بلکہ یہ کہا کہ وہاں جانے میں سخت ندامت محسوس ہوتی ہے۔ آپ لوگوں کا اصرار ہے تو انشاء اللہ عید کے بعد جاؤں گا۔ یہ بھی کہا کہ آپ لوگ جو کریں ہمیں منظور ہوگا۔ عاصم بہاری کے مطالبے پر موصوف نے شاہ صاحب کے نام ایک خط دیا اس میں اپنے اختلافات کی صراحت کرتے ہوئے لکھا کہ جمعیۃ کا دفتر شیخپورہ نہ آنے، ذاتی رسالہ کی ہمت شکنی کرنے اور تقسیم کار اچھی طرح نہ ہونے کے سبب مجھے شکایت ہے۔ وہاں سے عاصم بہاری چکدریں اور بارہ گانواں وغیرہ کا دورہ کرتے ہوئے جھاجھا کی طرف نکل گئے، مگر درمیان میں انہیں برابر خطوط لکھتے رہے[3] اور تعلقات کو آخر وقت تک نباہتے

---

[1] روزنامچہ ۲۷ / اپریل ۲۳ء [2] ایضاً

[3] مثلاً ۲۰ / اپریل ۲۳ء (۲۷ رمضان ۱۳۴۱ھ)۔ پھر ۶ / مئی ۲۳ء (۲۳ رمضان) اور ۱۶ / مئی (۳ / عیدالفطر) کے خطوط دفتری کاغذات میں موجود ہیں۔ ۶ / مئی کے خط میں لکھتے ہیں۔
"افسوس کہ آپ کی پابندی عہد نے گیا جانے نہ دیا ورنہ اس مبارک مہینہ میں دونوں کی صفائی ہو جاتی۔ پروردگار عالم پر بھروسہ کرتے ہوئے اتنے دنوں اور بھی صبر کرتا ہوں"

رہے کیونکہ وہ ڈاکٹر صاحب کی قوت کارکردگی اور قومی جذبے کے دل سے قدرداں تھے۔اس لئے نہیں چاہتے تھے کہ غلط فہمیوں کی خلیج بڑھنے پائے۔

مخالف کا اعتراف:۔ چنانچہ یہ کوشش رائیگاں نہ گئی خود ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے ایک خط میں[1] لکھتے ہیں:۔

"اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام شکایات جو ایک دوسرے کو پیدا ہوئیں وہ اجتماعی حیثیت رکھتی ہیں۔شاید ہم لوگوں کے انفرادی تعلقات اب تک بالکل پاک وصاف اور معصوم ہیں......"

مگر جلد ہی موصوف کی "صفائی اور معصومیت" کا خاتمہ ہو گیا ان کے وعدے کے مطابق عاصم بہاری عید کے بعد جھاجھا سے واپسی میں سہ بارہ انہیں لینے گئے تو اس بار پھر جانے سے انکار کردیا۔حالانکہ موصوف نے قمرالدین کے خط میں واضح طور پر لکھا تھا کہ

"سخت افسوس ہے کہ تم بلاؤ اور میں نہ آسکوں۔لیکن درحقیقت کچھ ایسی مجبوریاں ہیں جن کی بناء پر رمضان المبارک میں شیخپورہ چھوڑنے سے بالکل معذور ہوں۔عید کے دن بھی بلاؤ تو آسکتا ہوں۔اس وقت بے بسی ہے۔پھر جب مناسب معلوم ہوا اطلاع آنے پر گیا پہنچ سکتا ہوں.........."

آگے چل کر وہ شاہ قمرالدینؒ کو پورا اختیار دیدیتے ہیں کہ:

"جو صورت احسن ہو اسے تجویز کرو نہیں بلکہ فیصلہ کرو۔واللہ میں برضا و رغبت اس کی پیروی کروں گا۔"

خط کا آخری جملہ ہے۔

"میری پریکٹس بھی نہایت اضمحلال کی کیفیت میں

---

[1] بنام عاصم بہاری مورخہ ۲۹ / مارچ ۲۳ء صبر تلخ است ولیکن ثمر شیریں دارد

[2] ہمدرد جمعیۃ عاصم بہاری، باشندہ گیا

ہے ۔بہت قرضدار ہو گیا ہوں ۔اس لئے بہت پریشان
رہتا ہوں۔“[1]

اسباب مخالفت:۔ شیخوپورہ کے اس سفر میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے دفتر جمعیۃ اور ذاتی رسالہ کے علاوہ اپنے والد کے مقدمہ میں ان کی (عاصم بہاری) گواہی سے انکار کی شکایات پیش کیں اور گیا جانے میں اظہار شرمساری کے بعد اپنی زندگی کا ایک لمبا چوڑا پروگرام پیش کیا کہ ”وہ تین برس میں ۵۰۔۶۰ ہزار روپے کمائیں گے ۔پھر ۶ برس پہاڑوں میں بسر کریں گے اور دس برس ایک دم گمنام رہ کر پھر قومی کاموں میں شریک ہوں گے اس لئے بالفعل ۱۶ برس تک کسی کام میں عملاً حصہ نہیں لوں گا“ مجبوراً شاہ صاحب وغیرہ بھی ڈاکٹر صاحب سے مایوس ہو گئے عاصم بہاری نے عبد الحمید[2] شیدا کے نام ایک خط میں بھی اس افسوسناک حادثے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

”اس درمیان میں سب سے بڑی پریشانی جس کا سابقہ ہوا یہ ہوئی کہ ڈاکٹر مظفر حسین بالکل کنارہ کش ہو گئے جس کے باعث ان کے والد صاحب ہوئے ۔کیونکہ ہم نے اس مقدمہ میں (جوانہوں نے معززین شیخوپورہ پر دفعہ ۱۰۷ کے تحت چلایا تھا) گواہی نہ دی ۔کیونکہ ایسا کرنا میرے واسطے کسی طرح مناسب نہ تھا اسی غصہ میں ان کے والد صاحب نے بہت کچھ پریشان کرنے کے بعد اپنے بیٹے ڈاکٹر مظفر حسین کو جمعیۃ سے علیحدہ کرا لیا ۔ساتھ ہی اجرائے رسالہ کے متعلق بھی کچھ اختلاف رائے ہو گیا ۔میں رسالہ کو جماعتی بنانا چاہتا تھا اور ڈاکٹر صاحب ذاتی رسالہ کی خواہش رکھتے تھے ۔اس واسطے ہم نے جماعتی سامان کو ذاتی رسالہ میں لگانا منظور نہ کیا ۔اگر چہ یہ

---

[1] مکتوب عاصم بنام نعیم الحق مورخہ ۲۰/ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
[2] مورخہ ۵/ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کشمکش سات آٹھ ماہ سے جاری تھی مگر امید مفاہمت میں کئی
مہینے گذر گئے بالآخر اس طرف چار پانچ ماہ سے یکدم علیحدہ ہو
گئے۔صرف تعلقات باقی ہیں"

شیخپورہ سے واپسی میں بارہ گانواں کی تنظیم کو دوبارہ فعال بنایا اور رمضان پور مرغیا چک (میر غیاث چک) ہرگانواں، بشکرانواں، کیلا، ملکی چک، نیز بہرام پور، اور مکامہ، بیگو سرائے وغیرہ میں بھی تنظیمی شاخیں قائم کردیں۔

جھاجھا کا دورہ:۔ جھاجھا کے خوشحال تاجر پیشہ حضرات نے بڑی فراخدلی سے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ایک مبلغ کی بھی فرمائش کی جو اس علاقہ میں دعوت وتبلیغ کے علاوہ اتحاد وتنظیم کا فریضہ انجام دے سکے محمود صاحب نے ان کی تنخواہ اور قیام وطعام کی بھی یقین دہانی کرائی۔اور مبلغ پچاس روپے جمعیۃ کے فنڈ میں پیش کئے۔یہ پہلی ایک موٹی رقم تھی جو موصوف کو برسوں ریاض کے بعد ایک صاحب خیر سے قومی کاموں کے لئے ملی[1]

تنظیمی مصروفیات:۔ غرض مارچ سے لیکر اواخر جون تک مسلسل دورے کے بعد بہار شریف پہنچے اور یہاں دفتر جمعیۃ کی درستی، سالانہ کانفرنس کی تیاری، ایک ترجمان کے اجراء اور ان تمام مستقل کاموں کے لئے ایک مستقل فنڈ کی فراہمی کی فکر میں سرگرداں ہو گئے ڈاکٹر مظفر حسین کی پریکٹس کی خرابی اور علیحدگی نے انہیں مالیات کے سلسلے میں اور بھی فکر مند کردیا۔چنانچہ بہار شریف پہنچتے ہی پورے صوبہ کی تمام شاخوں کو زندہ متحرک رکھنے کے لئے مسلسل خطوط لکھتے اور عنداللہ مالی اعانت کی ترغیب دیتے،خطوط کا یہ سلسلہ دوران سفر بھی جاری رہتا تھا۔ایک ایسا ہی جوابی خط ملاحظہ ہو[2]

۲۲ ررمضان المبارک ۱۴ ھ

مکرم بندہ مولوی معین الحق صاحب![3]

---

[1] موصوف نے جان بوجھ کر عام چندے سے احتیاط برتا کیا۔وہ پہلے گزشتہ کانفرنس کی روداد اور آئندہ کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے پوسٹر واشتہار چھپوانے کے بعد عام چندہ کے حق میں تھے اس کے قبل نہیں۔ [2] مطابق ۱۱رمئی ۲۳ مکتوب ص:۱۰۳۔ملاحظہ ہو ضمیمہ ص ۵

[3] ہمدرد عاصم و جمعیۃ۔باشندہ جھاجھا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمدللہ ایک مہینہ ضلع گیا اوراس کے سب ڈویژنوں کا دورہ ہوا۔یہاں بڑی مستعدی سے کام ہوتا ہوا پایا۔اللہ تعالیٰ کامیاب بنائے۔جمعیۃ کی مالی حالت بہت ابتر ہورہی ہے۔ اگرچہ چندہ دینے والے مستعد ہیں کہ معقول رقم پیش کریں۔مگراس چندہ کالینا منحصر اس امر پر ہے کہ رپورٹ شائع ہوجائے اور پوسٹر اشتہار تقسیم کردیا جائے۔لیکن ایسا کرنے کے واسطے ہمیں سردست کئی سوروپے کی ضرورت ہے۔ہمارے پاس جو سامان و جائداد تھی پہلے قربان کر چکا ہوں۔ہاں بھائی نذیر حسین کے پاس ایک مختصری جائیداد ہے جس میں ان کا خانہ باغ ہے اگر مکفول (رہن) کرکے کوئی چار پانچ سوروپیہ دیدے تو کام چل جائے۔

یہاں آیا تو ہوں اسی ارادے سے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔یہاں سے پھر چھاچھا آنا چاہتا ہوں کہ آپ کی کوششوں سے کوئی صورت ہوجائے۔کیا یہ ممکن ہے کہ کرم فرمائے ہمدرد قوم محمود صاحب جمعیۃ کی امداد کریں۔اگر یوں نہ ہوسکے تو بطور قرض ہی ۴، ۵ سو روپیہ عنایت کریں جو کانفرنس کے موقع پر واپس کردیا جائے۔مزید اطمینان کی اگر خواہش ہوتو چکدریں کا خانہ باغ مکفول کردیا جاسکتا ہے۔جس کی قیمت یقیناً مرقومہ روپیہ سے کچھ زیادہ ہی قیمت میں ہر وقت فروخت کرنے سے مل سکتا ہے۔امید ہے کہ جلد جواب سے مطلع کریں گے اور اپنی کوششیں قوم کی فلاح کے واسطے ضرور کریں گے۔جس کا اجر عظیم پروردگار عالم بیشک عطا کرے گا۔“

۵ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ[1] کا ایک اور خط (بنام نواب صاحب) میں رقمطراز ہیں:

مکرم بندہ جناب نواب صاحب! السلام علیکم

آج بہار شریف آتے ہوئے کئی روز ہوگئے۔

انتظامات دفتر میں مصروف ہوں۔دفتر کی باقاعدگی کے بعد

---

[1] اس تاریخ کو عاصم بہاری نے مختلف مقامات پر ۶ مفصل خطوط ارسال کئے مکتوبات ص: ۳۰۹ تا ۳۱۴

مجلس استقبالیہ کے قیام کی فکر میں ہوں مگر جمعیۃ کی مالی حالت
غایت پریشان کن ہے۔ جس سے قلب مطمئن نہیں ہے۔
پروردگار عالم کی عنایت سے آپ کے ہاتھوں ہزاروں روپیہ آیا
گیا۔ آتا ہے اور جاتا ہے اور انشاء اللہ آئے اور جائے گا۔ کیا
حسبۃ للّٰہ کچھ قوم کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ میں نہ تو کوئی
خاص رقم کی فرمائش کرتا ہوں اور نہ ہی کوئی شئے یا ضمانت پیش
کرتا ہوں۔ چونکہ حالات سے آپ کو واقفیت ہے اس لئے خدا
کے بھروسے پر یہ خط لکھا"

اسی طرح ۱۶ر ذیقعدہ[۱] ۱۳۱ھ کو عبد الجبار صاحب ٹھیکیدار دھباد کو اس طرح متحرک کرتے ہیں۔

"امید ہے کہ علاقہ دھباد میں سابقون الاولون
میں آپ کی ہستی نمایاں ثابت ہوگی پروردگار عالم اس قومی
ہمدردی کا بہترین اجر عنایت کرے گا اور قوم مومن ان لوگوں کو
جو اس وقت قوم کی امداد و اعانت کریں گے ہمیشہ ہمیشہ یاد
کرے گی۔ انشاء اللہ جواب کے پہنچتے ہی حاضر ہوؤں گا"

مولوی نعمت اللہ بھاگلپوری کو ایک مکتوب[۲] میں لکھتے ہیں:۔

"..........اب تک جس طرح ہو سکا جمعیۃ کے کاموں
کو قوم کی (مالی امداد کے بغیر) توجہ کے بغیر ایک حد تک سنبھالا
گیا۔ لیکن قوم کی درستگی و اصلاح کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ وہ
ایک افراد کے ایثار سے انجام پا جائے۔ بلکہ قوم کی نمایاں

---

۱ مطابق یکم جولائی ۲۲ر کو بھی موصوف نے سات خطوط لکھے۔ مکتوبات ص ۳۱۵ تا ۳۲۱

۲ مکتوب ص: ۲۱۷

کامیابی کے لئے ازبس ضروری ہے کہ تمام افراد قوم امداد و اعانت کی طرف قدم بڑھائیں"۔

قمر الدین کی موت:۔ ان تفکرات کے علاوہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ کے ماہ ان کا ششماہی بچہ[1] سخت علیل ہوگیا چنانچہ کئی ہفتے تک اس معصوم بچے کی نہایت صبر آزما تیمارداری اور بسا اوقات مسلسل شب بیداری کرنا پڑی۔ اپنے ایک مفصل خط[2] میں اس مصیبت کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں:

"قمر الدین سخت بیمار ہو رہا ہے۔ ۵۔۶ روز سے تمام رات یکدم بیداری میں گذارنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہر پندرہ بیس منٹ میں کھانسی ہوتی ہے جو کئی کئی منٹ تک رہتی ہے۔ آج دیکھو کہ شام سے اس وقت تک مجبور ہو رہا ہے، تیس بتیس مرتبہ کھانسی ہوئی ہے۔ جب ذرا سکون ہوتا ہے تو خط لکھتا ہوں۔ تمام رات میں یہ (خط) تمام ہوا ہے۔ فقط۔

وقت صبح صادق روز جمعہ

۹ رجولائی کو جس روز[3] مدرسہ منیر الاسلام محلہ سوڈیہہ، بہار شریف میں مقامی جمعیۃ کا جلسہ تھا اسی روز وہ معصوم بچہ فوت کر گیا۔ مگر قومی جنون کا یہ عالم تھا کہ اپنے لخت جگر کی میت کو چند گھنٹے تک چھوڑ دیا اور وقت مقررہ پر جلسہ میں شریک ہوئے۔ یہاں تک کہ موصوف کی ایک گھنٹہ تک نہایت ہی موثر اور پر درد تقریر کے بعد ہی حاضرین جلسہ کو کسی نے یہ دردناک خبر سنائی کہ وہ بیٹے کا جنازہ چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔

شوق مطالعہ:۔ ان تمام پریشانیوں، تفکرات اور مسلسل سفر کے ہنگاموں

---

۱ قمر الدین سال پیدائش ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ (1922/12/20)، وفات ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ (9/7/1923) تاریخ وفات:۔ پے سال تاریخ حیران گشتم ☆ محمد بہ شمس الضحیٰ شد ہویدا

۲ بنام محمد نعیم الحق ایوبی مورخہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ (۶ جولائی ۲۳ء) ۳ ۲۱ رجولائی ۲۳ھ

میں خطوط نویسی اور روزنامچہ نویسی کے علاوہ اخبار و رسائل کے مطالعہ اور کتب بینی کو بھی ترک نہ کیا۔ یہ مطالعہ برائے مطالعہ یا سماجی و سیاسی احوال کی واقفیت تک محدود نہ تھا بلکہ بعض خالص علمی و ادبی اور تاریخی حقائق کی تحقیق اور اس کی تہہ تک پہنچنا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں موقر اخبار و رسائل کے مدیران کو خطوط لکھنے میں ذرا نہ جھجکتے تھے۔ ایک ایسا ہی خط[1] موصوف نے مندرجہ ذیل رباعی کے سلسلے میں ایڈیٹر اخبار "خطیب" و نظام المشائخ کو گیا سے لکھا۔

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو   آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی   پس فرق میاں من و تو چیست بگو

دوسری سالانہ کانفرنس کیلئے بے چینی:۔ ۲۳ء کے اواخر تک وہ اسی تگ و دو میں رہے کہ کسی طرح بہار کے کسی اہم مقام پر سالانہ کانفرنس کا انعقاد ہو جائے۔ اس کے لئے خاص طور سے پٹنہ، بھاگلپور، گیا اور سہسرام پر نظر تھی۔ حکیم غریب اللہ عظیم آبادی کو اپنے ایک مکتوب[2] میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"..........دفتر کی درستگی کے بعد مجلس استقبالیہ کے قیام کی فکر ہے۔ مقام کانفرنس کے متعلق اکثر جگہوں کے تعلیم یافتہ معززین کا خیال عظیم آباد کی طرف صوبہ کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب تک میں خود ہی حاضر ہوتا۔ لیکن میرا بچہ سخت علیل ہے اللہ تعالی رحم کرے۔ جس کی وجہ سے معذور ہو گیا۔ صحت ہوتے ہی حاضر ہو جاؤں گا.........."

مہینوں انتظار کے بعد ۲۳ر نومبر ۱۹۲۳ء کو ضروری خط و کتابت مکمل کر کے دوپہر کا کھانا کھا کر پٹنہ جانے کیلئے وہ اسٹیشن روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پہنچے ہی تھے کہ گاڑی کھل گئی آخر چلتی ہوئی

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ ص ۶

[2] مکتوب ص: ۳۲۳ مورخہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۴؍ جولائی ۲۳ء

ٹرین میں دوڑ کر چڑھ گئے اور بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مختیار پور تک کھڑے کھڑے سفر کیا۔ پٹنہ میں پہلے پھلواری شریف حضرت امیر شریعت[1] اور نائب امیر شریعت[2] کی خدمت میں جمعیۃ المومنین کی پوری اسکیم تحریری طور پر پیش کی اور اس مسئلے پر مفصل تبادلہ خیال کیا۔

اس درمیان میں کلکتہ کے بعض احباب اور مقامی جمعیتی شاخوں کے خصوصی جلسوں میں شرکت کی فرمائش پر سال چھ ماہ میں کبھی کبھی کچھ دنوں کے لئے وہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ البتہ مستقل قیام کا موقع بھی کئی برسوں کے بعد آیا۔ مگر بنگال میں ان کا لگایا ہوا پودا بہر حال بڑھتا ہی رہا۔ موصوف حتی الوسع ان تمام شاخوں کی رفتار کار سے خود کو زیادہ سے زیادہ واقف رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

❁❁❁

---

[1] [2] امیر شریعت مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب نے یکم دسمبر کو اپنے جواب میں موصوف کی خدمات کا اعتراف اور ان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے۔ مالی امداد سے اپنی معذوری کا اظہار کیا ضمیمہ ص: ۷۔ الف ص

باب ہفتم

۱۹۲۴ء کی آزمائشیں:۔ اگلا سال ۱۹۲۴ء کچھ مزید آزمائشیں اور مسائل لیکر سامنے آیا۔ تربیت یافتہ افراد کی قلت معاشی بدحالی اور کسی ہندوستان گیر شخصیت یا جماعت کی پشت پناہی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انتھک محنت اور طرح طرح کی کاوشوں کے باوجود بہار یا نے کی کانفرنس ہو سکی اور نہ کوئی ترجمان نکل سکا۔ کوئی دوسرا اوسط دل و دماغ کا انسان ہوتا تو ہمت ہار دیتا اور بھاگ کھڑا ہوتا۔ مگر سر سید احمد خاں کی طرح عاصم بہاری نے بھی ناگفتہ بہ حالات کے باوجود انتہائی استقلال کے ساتھ ہر ٹھوکر اور ہر وقت سے اپنے تجربات میں وسعت اور اپنے عزم میں استحکام پیدا کیا۔ وہ ہمیشہ عوامی مسائل سے خود کو جوڑے رہتے اور انہیں کے درمیان سے اہل تر افراد کی تربیت کر کے ان کو لیڈر شپ کے لئے تیار کرتے رہتے۔ انہیں اپنی علمی کم مائیگی اور مالی بے بضاعتی کا پورا احساس تھا مگر اپنے اخلاص فی العمل، قوت کارکردگی جوش اور یقین محکم اور خطیبانہ صلاحیتوں پر پورا بھروسہ بھی تھا یہی وجہ ہے کہ ملک و قوم کی بڑی سے بڑی ہندو مسلم شخصیت یا رہنما سے کسی معاملہ میں کبھی احساس کمتری کے شکار نہ ہوئے۔ نہ کسی بڑے سے بڑے پلیٹ فارم، جلسہ گاہ یا آزمائشوں میں کبھی کھوٹے ثابت ہوئے۔

خصوصی تربیتی پروگرام:۔ وہ پوری تحریک کو جس تیزی کے ساتھ ملک

گیر بنانا چاہتے تھے اس کے لئے افراد اور وسائل کی کمی کو انہوں نے خوب اچھی طرح محسوس کرلیا چنانچہ اس سال سے موصوف نے کام کے دو رخ متعین کئے ایک تو بہار و بنگال پیمانے پر تحریک کی تبلیغ و توسیع اور دوسرے بہار شریف کے انتہائی قریب ترین افراد کی "تعلیم و تربیت" تا کہ تحریکی دائرہ کار کی وسعت کے ساتھ ہی ساتھ اس کے بار کو برداشت کرنے اور اس مشن کو آگے بڑھانے والے افراد کا قحط نہ ہو جائے اور کسی مرحلے پر بھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ایک آدمی بھی کسی وجہ سے کنارہ کش ہو جائے تو پوری تحریک ہی کی جان کے لالے پڑ جائیں۔

منظم اتحاد خاندان یا میثاق:۔ اس خیال سے سابق دستور وہ جمعیۃ کی تمام شاخوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے علاوہ اس کو وسیع بھی کرتے جارہے تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ داخلی استحکام کے لئے اگست ۱۹۴۲ء سے "اتحاد خاندان"[۱] نام کی ایک نہایت ہی چھوٹی سی تنظیم قائم کی جس میں جانثار اور آزمودہ احباب[۲] واعزہ کے علاوہ کسی کو اس میں شامل نہ کیا گیا۔ اگلے سال "اتحاد خاندان" کا نام "میثاق" رکھا گیا۔

ایک رئیس اتحاد[۳] کی ماتحتی میں، سخت شرعی پابندیوں اور قربانیوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عام حوارین نے عہد کیا۔ جس کی نشستیں بالعموم محلہ آسا نگر پہاڑی پر شب کے ۱۰ ار ۱۱ بجے سے شروع ہوا کرتی تھی اور بسا اوقات رات رات بھر مختلف مسائل پر مباحثے ہوتے

۱۔ اس کا باضابطہ لٹریچر بھی چھپوایا گیا تھا۔ ضمیمہ ص: ۷۔ الف

۲۔ "ارکان" "اتحاد خاندان"

(۱) حافظ ظفر حسین وکیل	(۲) علی حسین عاصم بہاری
(۳) حکیم مولوی محمد نعیم الحق، ایوبی	(۴) محبوب حسن
(۵) محمود حسن	(۶) عبدالسعید
(۷) منظور حسین	(۸) علی جان
(۹) محمد نظام الدین	(۱۰) عبدالغفور
(۱۱) عبداللطیف	

۳۔ عاصم بہاری اس کے اولین رئیس الاتحاد منتخب کئے گئے۔ (بحوالہ فائل میثاق)

رہتے تھے اس تنظیم کی شورائیت، اطاعت امر، عقیدۂ سنت والجماعت، وقت مقررہ پر ماہانہ اور سالانہ نشستیں اور دیگر اصولوں کی پابندی میں بڑی سختی اور بڑا استقلال پایا جاتا تھا۔

میثاق کے مقاصد:۔ ۲۱ر محرم الحرام ۱۳۴۳ھ (۲۳ر اگست ۱۹۲۴ء) روز شنبہ بوقت دس بجے شب اس ''اتحاد'' کی پہلی نشست زیر صدارت رئیس اتحاد عاصم بہاری منعقد ہوئی جس میں دیگر امور کے علاوہ مندرجہ ذیل اصول طے کیے گئے:۔

(۱) اقرار شرعی کرنا (الفاظ میں) (۲) اطاعت رئیس اتحاد

(۳) شرکت اجلاس سالانہ (۵ر ذی الحجہ ۱۵ر محرم الحرام)

(۴) اتحاد[1] ''خاندان'' کی طے شدہ باتوں کی رازداری کرنا

(۵) بغیر اجازت ''اتحاد'' کسی شخص پر تبلیغ نہیں کرنا۔

(۶) عہد سے پہلے کی تمام رنجشوں اور قصوروں کو باہم دگر معاف کرنا۔

(۷) صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرنا ورنہ عدم تعمیل پر احتساب بلاعذر کرنا۔

(۸) اپنے آمد وخرچ کا برابر حساب رکھنا اور اس کا خلاصہ سالانہ اجلاس میں پیش کرنا۔

(۹) اپنی آمدنی سے فی روپیہ ایک پیسہ ماہوار ''اتحاد'' میں دینا۔

(۱۰) ایسی تمام باتوں سے پرہیز کرنا جس میں ''اتحاد خاندان'' کی بدنامی ہو۔

(۱۱) اپنے خاندان کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایسا کامیاب بنانا جو دینی اور دنیاوی طور پر نمایاں مثال ہو۔

ہمیں ایک ایسی ''فائل'' میثاق بھی ملی ہے جس میں ہر رکن کی ماہانہ آمدنی کی مناسبت سے ماہانہ چندہ ادائیگی وعدم ادائیگی کا گوشوارہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ برسوں تک چلتا رہا۔

جنگ عظیم اول کے دوران حکومت برطانیہ ہندوستانی اشیاء کے استعمال پر مجبور تھی۔ اس لئے چند برسوں تک ملکی صنعت وحرفت اور روزگار کی حالت قدرے تشفی بخش رہی مگر جنگ ختم ہوتے ہی غیر ملکی مالوں کی بھرمار بیروزگاری اور لڑاؤ حکومت کرو، کے علاوہ انگریزوں کی وعدہ

---

[1] دوسرے سال سے ''اتحاد خاندان'' کی جگہ لفظ ''میثاق'' استعمال کیا گیا۔

فراموشی اور مظالم نے پورے ملک کو بے چین کر دیا۔ شدھی سنگٹھن، آریہ سماج، مہا سبھا وغیرہ کے خلاف مسلم لیگ اور تحریک تبلیغ کی محاذ آرائی نے فتنہ وفساد کو عام کر دیا۔ تو ۲۷ ستمبر ۱۹۲۴ء کو مہاتما گاندھی نے فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف اکیس روزہ برت رکھا جس نے وقتی طور پر ہندو مسلم دوستی کی ایک نئی فضا قائم کر دی اور ملک کے اکابر مختلف مقامات پر اس خوشگوار صورت حال سے فائدہ اٹھانے لگے۔

بہار شریف میں ہڑتال:۔ عاصم بہاری بہار شریف کے ماحول میں گزشتہ دس بارہ برسوں سے اس ہندو مسلم ہم آہنگی کے لئے محنت کر ہی رہے تھے کہ اس سال اپنے علاقہ کی بے روزگاری فاقہ کشی اور اس پر مستزاد میونسپلٹی کی طرف سے فی کرگھا چار روپیہ سالانہ ٹیکس کے خلاف ایک زبردست متحدہ تحریک چلائی۔ پورے شہر میں اتوار ۲۸ دسمبر ۱۹۲۴ء کو مکمل ہڑتال کروائی اور اسی روز دس بجے دن میں بمقام حیدرانی کولہ بہار شریف کے ہندو مسلم بنکروں کا عظیم الشان جلسہ طلب کیا۔ جلسے کا اشتہار اردو[۱] اور ہندوستانی زبانوں میں ہر جگہ تقسیم کیا گیا تاکہ روزگار کے مندا ہونے، بھوکمری، ناجائز ٹیکس اور "دوسرے اتیاچار پر سب مل کر ایسی رائے قائم کریں کہ اس مصیبت سے چھٹکارا ہو"۔

اس سبھا نے ہندو مسلم نفاق کے علاوہ بنکروں کے استحصال اور ان پر ہونے والے مظالم کے خلاف ایک زبردست فضا قائم کی۔ آخر میونسپلٹی کو اپنا ٹیکس واپس لینا پڑا۔

ادھر میثاق کے زیر اہتمام داخلی تربیت واستحکام کا کام جاری تھا۔ ۶ رجولائی[۲] ۱۹۲۵ء کی نشست میں طے کیا گیا کہ تمام ارکان ۵ محرم ۱۳۴۴ھ تک بہار شریف لازماً حاضر ہو جائیں اور ۴۳ھ (۱۹۲۴) کے حساب آمد وخرچ کو اپنے ساتھ لائیں، اہل میثاق کے لئے ایک مخصوص وردی بھی تجویز[۳] کی گئی۔ جس کی تیاری کے لئے محمد نعیم الحق ایوبی کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا نیز ماہانہ دو مرتبہ تحریری یاددہانی کی بھی تجویز منظور کی گئی اور ۴۴ھ سے صوم وصلوٰۃ میں غفلت ہونے پر

---

۱ اردو اشتہار کا ضمیمہ۔ ص: ۷۔ پر ملاحظہ ہو۔
۲ مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۴۳ھ بوقت ۱۱ بجے شب
۳ بعد میں یہ تجویز ملتوی کر دی گئی۔

تمیہ کرنے کا بھی فیصلہ ہوا۔ ایک رکن محبوب حسین نے سالانہ اجلاس سے پہلے کاروباری ضرورت کے پیش نظر کلکتہ جانے کی درخواست کی تو اس شرط پر منظور کی گئی کہ وہ اجلاس میں لازماً شریک رہیں گے۔ اسی نشست میں عبدالغفور ایوبیؒ نے پہلی بار شرکت کی اور

تجویز الاکرام:۔ "تجویز" چونکہ کوٹ وغیرہ بنانا موقوف رکھا گیا جس میں ہر شخص کا دس روپیہ صرف ہوتا تھا اس لئے تجویز ہوئی کہ وہ دس روپیہ ہر فرد میثاق کو اجرائے رسالہ "الاکرام" کے لئے دے تاکہ جلد از جلد "الاکرام" جاری کیا جائے۔"

سخت ڈسپلن:۔ چنانچہ حسب تجویز، ۱۷محرم الحرام ۴۴ھ کو میثاق کی سالانہ نشست ہوئی اور سال گزشتہ کی کارگذاریوں کا سختی سے محاسبہ کیا گیا۔ دفتری مراسلت میں کمی، صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور اعانت بیت المال میں کوتاہی پر تنقید کی گئی۔ اس نشست میں محبوب حسین بلا عذر معقول شریک نہ ہو سکے تو سال رواں کے نئے رئیس میثاق محمد نعیم الحق ایوبی نے حکماً ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ محبوب حسین کو خبر ہوئی تو انہوں نے ایک معذرت نامہ ارسال کیا اور اپنی غلطیوں سے توبہ کی تب ارکان کو ان سے بولنے چلنے اور کاروبار میں شرکت کی اجازت دی گئی۔ آئندہ سال ۱۴رمئی ۱۹۲۶ء (۳۰رشوال ۱۳۴۴ھ) کی نشست میں محمد علی جان کو ان کی کوتاہیوں کی بنا پر ممبری سے خارج کر دیا گیا اور عبداللطیف کی غیر حاضری پر ان سے وضاحت طلب کر کے ان کے عذر کو قبول کیا گیا۔ بیت المال میں تمام رقوم کو جمع کرنے کی آخری تاریخ ۲۹ ذی الحجہ مقرر کی گئی۔ اسی تاریخ کو محمود حسین نے حساب مکمل کرنے کے بعد پوری رقم (مبلغ دوسو پینتالیس روپے) ڈاکخانہ کے سیونگ بینک میں جمع کر دی۔

۱؎ "چند سوالات انہوں نے کئے جس کا جواب دیا گیا اور تشفی کر دی گئی" ص ۱۰۔

۲؎ مطابق ۲۹رجولائی ۱۹۲۵ء

۳؎ مکتوب رئیس میثاق بنام محمد نظام الدین۔

۴؎ منعقدہ آسانگر پہاڑ پر شب ۱۱ بجے

ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں:۔ عاصم بہاری ارکان میثاق کے ساتھ ان دنوں خاص کر اتحاد کی ہر کوشش میں پیش پیش رہے۔ کولہ پر حاجی فخرو کا غیر مسلموں سے ہنگامہ خیز مقدمہ[1] شروع ہوا تو اس کو چکانے کی بھرپور کوشش کی۔ایک جلسہ عام طلب کر کے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ گنیش کی موری نکلنے کے وقت کوئی مسلمان جلوس اور باجہ پر ہرگز اعتراض نہ کرے۔ ۱۹۲۶ء ہی میں محلہ سوہ ڈیہہ کے ہندوؤں نے پہلی بار گنیش کی موری نکال کر مسجد کے قریب سے بزور لے جانے کا تہیہ کیا تو آپ نے مسلمانان سوہ کو خاموش اور پرامن رہنے کی تلقین کی۔

قیام دارالتربیت:۔ ساتھ ہی ساتھ پورے بہار شریف کو دینی و علمی اور تہذیبی اعتبار سے بیدار کرنے کے لئے اس کے ایک ایک محلہ میں لائبریری اور دارالتربیت مکاتب اور درسگاہوں کا ایک جال ۲۶ء سے پھیلانا شروع کر دیا۔اپنے محلہ خاصگنج میں موصوف نے ۱۹۱۶ء میں ایک گرانقدر لائبریری قائم کر دی تھی۔اب دارالتربیت خاصگنج کو مرکز بنا کر تمام محلوں میں تعلیمی تنظیم کھڑی کر دی۔جس کا جمعیۃ الانصار کے نمونے پر اپنا لٹریچر[2] بھی چھپوایا تھا۔ اس کے سالانہ جلسوں میں تمام محلوں اور مدارس کے طلباء کا نہایت شاندار تعلیمی پروگرام ہوا کرتا اور انعامات تقسیم کئے جاتے۔

جمعیۃ اسلامیہ بہار شریف:۔ بہار شریف کے بعض مسلم زمینداروں اور روٴسا نے "جمعیۃ اسلامیہ[3] بہار شریف" قائم کی تو عاصم بہاری جیسے سراپا ہمدرد دین وملت انصاریوں کو بھی اس میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی،جس پر موصوف نے اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں ایک مضمون بھی لکھا تھا (بعنوان "سرکس کمپنی میں جمعیۃ اسلامیہ یا جمعیۃ اسلامیہ میں سرکس کمپنی) مگر جلد ہی ناظم جمعیۃ اسلامیہ سید مہدی حسن وکیل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ بہار شریف کے عوام اور مسلمانوں کے سواد اعظم میں کوئی کام اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ عاصم بہاری کو اس میں شامل نہ کر لیا جائے۔چنانچہ اس کے بعد ان دونوں میں بڑے مراسم قائم ہو گئے اور موصوف نے بہر صورت مسلمانوں میں اتحاد و بھائی چارہ

---

[1] ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء

[2] ضمیمہ ص:۸ [3] یہ تنظیم ۱۹۲۳ء میں قائم کی گئی تھی مگر ۲۶۔۱۹۲۵ء میں اس کو شہرت ملی

منشیات سے پرہیز، صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور اصلاح معاشرہ کے لئے اپنا بھرپور تعاون پیش کیا۔

مولانا شوکت علی کی آمد:۔ ۲۹ر ستمبر ۱۹۲۵ء کو مولانا شوکت علی، مولانا محمد شفیع داؤدی، توفیق شفیق سکریٹری خلافت کمیٹی ملک شام، مولانا عبدالوہاب مدرس مدرسہ امدادیہ وغیرہ بہار شریف تشریف لائے تو جلسۂ عام[1] کو کامیاب بنانے میں عاصم بہاری اور ارکان میثاق جمعیۃ نے انتھک محنت کی ۲۶ر اکتوبر ۱۹۲۵ء بروز دوشنبہ عاصم بہاری کے ایماء پر جودھی چک میں چوراسی کا جلسہ ہوا اس میں موصوف نے وہاں کے دیگر مسائل کے ساتھ بیگار کی لعنت کے خلاف بھی عوام کو بیدار اور متحرک کیا۔ ان علمی وادبی ملی اور صحافتی سرگرمیوں کے علاوہ موصوف نے حکومت ہند کی کوآپریٹیو سوسائٹیوں سے بھرپور استفادہ کے لئے ایک صنعتی اور کاروباری ادارہ بھی قائم کیا[2] جس کا نام (Bihar Weavers Assosiation) بہار ویورس ایسوسی ایشن رکھا گیا[3] مولوی محبوب احسن نظامی وغیرہ ارکان ایسوسی ایشن تھے اور سرکاری وغیر سرکاری سطح پر مالی تکنیکی اور کاروباری امداد وتعاون کا حصول اس سلسلے میں قابل ذکر ہے۔

مختلف تحریکوں سے تعاون:۔ اس طرح تقریباً مسلسل پانچ سال تک

---

[1] عاصم بہاری نے اس جلسہ کی پوری رپورٹ قلمبند کی ہے۔
[2] قائم کردہ ۲۶ر جولائی ۱۹۲۷ء
[3] ارکان ایسوسی ایشن

حافظ حسن وکیل۔ (بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) مولانا حکیم وصی احمد: (ناظم مدرسہ منیر الاسلام سوہ ڈیہہ) مولوی ولی عالم (تاجر) منشی بشیر الحق (زمیندر) مولانا حافظ محمد حسین (تاجر پارچہ) حافظ محمد مقبول حسن (تاجر پارچہ) مولانا ارادت کریم (مدرس مدرسہ قومیہ) مولوی ظہیر احسن نظامی (تاجر) منشی عنایت اللہ (ناظم مدرسہ منیر الاسلام) مولوی علی حسین (ایڈیٹر الاکرام) منشی اکبر حسین (تاجر) منشی واجد حسین (تاجر) مولوی محمود احسن (مدرس دارالتربیت) مولوی محمد حنیف (تاجر پارچہ) مولوی کبیر حسن (تاجر پارچہ) منشی عبدالرحیم (زمیندار) مولوی سعید الدین (سکریٹری انجمن ملیہ محلہ سوہ ڈیہہ) مولوی نعیم الحق (سکریٹری جمعیۃ المومنین بہار شریف) مولوی وراثت حسین (زمیندار) ڈاکٹر امین الدین بسار بگہہ مولوی عبدالوحید تاجر منشی عبدالحفیظ (جنرل کمیشن ایجنٹ) مولوی علی کریم (میونسپل کمشنر)

موصوف نے بہار شریف اور اس صوبہ کا ایک ایک گوشے کو چھان مارا اس وقت تک مسلمانوں کی کئی اہم ترین آل انڈیا تنظیمیں کام کر رہی تھیں مثلاً مسلم لیگ، جمعیۃ العلماء، تنظیم کانفرنس تبلیغ کانفرنس اور خلافت کمیٹی وغیرہ مگر کسی تنظیمی پلیٹ فارم سے کسی چھوٹی یا بڑی شخصیت نے اس وقت تک بہار و بنگال کے پسماندہ اور غریب طبقے کو اس قدر ہمہ گیر انداز میں اٹھانے کی کبھی کوشش نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ عاصم بہاری نے خود کوزہ، خود گل کوزہ و خود کوزہ گر کے مصداق خود ہی جمعیۃ المومنین اور جمعیۃ الانصار[1] کا پلیٹ فارم مرتب کیا۔ مختلف اوقات میں بہار و بنگال میں کام کرنے والوں کی مختلف ٹیموں کو منظم کیا، دفتر چلایا دور دراز شہروں اور دیہاتوں کے دورے کئے، عہدیداران کو تلاش کیا اور پوری تحریک چلادی۔ تحریک بھی ایسی جو بیک وقت دینی، تعلیمی، سیاسی، سماجی، معاشی اور ادبی پہلوؤں پر حاوی ہو، جدید ہندوستان کی تاریخ میں کوئی بڑی سے بڑی شخصیت بھی اس ہمہ گیر انداز میں کام کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ یہاں کے کاموں میں بھی ہر قدم پر موصوف مولانا آزاد سے رہنمائی اور مشورہ حاصل کرتے رہے تھے قومی کاموں کے سلسلے میں ان کی مراسلت جاری رہتی تھی[2] بہار میں یہ کوششیں برسوں کے بعد بتدریج بار آور ہوئیں مگر کلکتہ کی مرکزیت اور شہری سہولتوں کی وجہ سے وہاں اس تحریک کو بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں زیادہ فروغ نصیب ہوا اور وہاں اپنے زمانے کے لحاظ سے کئی آل انڈیا کانفرنسیں منعقد ہوئیں ان کانفرنسوں میں چونکہ کلکتہ میں مقیم مختلف صوبوں کے مومنین بھی خاصی تعداد میں شریک ہوتے تھے اس لئے ان اجتماعات نے بہت جلد پورے ملک میں پسماندہ برادریوں کا تحریکی خمیر تیار کر دیا اور مختلف حساس اور جاندار علاقوں تک محدود پیمانے پر ہی صحیح مگر تنظیمی و تحریکی زندگی کا آغاز ہو گیا۔

---

[1] موصوف نے ان کے علاوہ مجلس مذاکرہ، مجلس میثاق، مجلس تحفظ اسلام انجمن اسلامیہ دار التربیت، دار المومنات، اصلاح بائسی بہار، بہار سو دیشی یونین اور بہار ویورس ایسوسی ایشن جیسی چھوٹی بڑی تنظیموں کے ذریعہ بھی مختلف اوقات میں بہار و بنگال کو متحرک کرنے کی کوشش کی۔

[2] عاصم بہاری نے اپنے ایک خط میں بہار کی چند شخصیتوں کے قومی و ملی کاموں کے سلسلے میں مولانا آزاد سے دریافت کیا تو موصوف نے مسٹر عبد العزیز کو ترجیح دی۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ ص: ۱۵

آل انڈیا مومن کانفرنس کلکتہ ۱۹۲۵ء:۔ اس سلسلے میں کلکتہ کی دو مومن کانفرنسوں (منعقدہ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء[1]) کے اثرات قابل ذکر ہیں۔ دونوں کانفرنسیں (ہالڈے پارک) کلکتہ ٹاؤن ہال میں منعقد ہوئیں۔ ایک کی صدارت پروفیسر حاجی حافظ شمش الدین احمد شمش منیری ایم۔اے، ایل، ایل، بی نے اور دوسرے کی مولوی عبداللطیف عبدالعزیز بی۔اے، ایل، ایل، بی، ایم، ایل، سی، بمبئی نے کی ان جلسوں میں

> ''جس حوصلہ و اُمنگ سے برادران قوم نے علی الاعلان شرکت فرمائی اس کے اثر سے نہ صرف برادری کے حوصلے میں صد گونہ اضافہ ہوا بلکہ غیر برادری وغیر اقوام ہند نے بھی نہایت حیرت واستعجاب کی نگاہوں سے دیکھا''[2]

کلکتہ کی متحرک مقامی شاخیں:۔ دوسری کانفرنس کے چند ہی روز بعد چند دردمند اور مخلصین قوم نے جمعیۃ المومنین مانک تلہ قائم کی۔ وہاں ایک وسیع عمارت خرید کر اس کا مومن ہال نام رکھا اور دفتر کے علاوہ اس میں تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا۔ اس کے بعد مچھوا بازار، کولوٹولہ، بلگچھیا اور ہوڑہ وغیرہ کی مقامی شاخوں میں بھی ایک نئی جان پیدا ہوگئی۔ یو پی، پنجاب اور بمبئی کے شرکاء جلسہ نے اپنے اپنے علاقوں میں اسکی طرح ڈالی۔

تحریری قیادت:۔ عاصم بہاری ان دنوں پورے بہار کو منظم کرنے میں ہمہ دم مصروف تھے مگر اس مصروفیت کے باوجود نہ صرف یہ کہ ان عظیم الشان جلسوں میں شرکت کی بلکہ ان کی رہنمائی بھی کی۔ اور ۱۹۲۶ء سے موصوف نے مسلسل دوروں اور مختلف پلیٹ فارموں سے تقریر کے علاوہ پریس کی طاقت سے بھی تحریک کی رہنمائی کی۔ وہ الہلال، البلاغ، زمیندار اور مدینہ جیسے اخبارات کے اثر ونفوذ کو دیکھ چکے تھے۔ اس لئے بے حد خواہش مند تھے کہ تحریک کا کوئی موثر ترجمان ہو۔ اس وقت تک ''دیواری المومن'' کلکتہ محمد یحیٰ کی

---

[1] (۲۵۔۲۶ دسمبر)

[2] خطبہ صدارت از جناب محمد سلیمان، ایم، ایل، سی بنگال وکونسلر کلکتہ کارپوریشن، صدر مجلس استقبالیہ، آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ ۷۔۱۸ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۱۱ [3] ایضاً

کوششوں سے ماہوار المومن[1] میں بدل چکا تھا۔اس طرح بنارس سے مولوی محمد امام الدین رام نگری کی ادارت میں "ترجمان قوم[2]" بھی نکلنے لگا تھا۔مگر بہار کی سرزمین اب تک خالی تھی۔ عاصم بہاری نے نہ صرف یہ کہ صوبہ بہار میں اس خلاء کو پر کیا بلکہ مذکورہ دو رسائل سے جو مقاصد پورے ہو پارہے تھے ان کی تکمیل کا بھی بیڑا اٹھایا۔

الاکرام کا اجراء:۔ مگر مالی دقتیں رسالہ "الاکرام" کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی تھیں آخر یہ مشکل بھی اللہ نے آسان کر دی ارکان میثاق کی اعانت بیت المال کے علاوہ نعیم الحق ایوبی کے چچا ماسٹر سخاوت حسین کے انتقال سے جب وراثت میں انہیں مبلغ بتیس (۳۲) ہزار روپے ملے تو اس گرانقدر رقم میں سے مبلغ ایک ہزار روپے موصوف نے پندرہ روزہ الاکرام کے لئے عاصم بہاری کے حوالے کئے۔اس سے نہ صرف یہ کہ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۶ء کو اس کا پہلا شمارہ نہایت آب و تاب سے نکلا[3] بلکہ پہلے ہی شمارے کی طباعتی خامیوں سے ایسا بدحظ ہوئے کہ جنوری ۱۹۲۷ء ہی میں اپنا ایک پریس بھی قائم کرلیا:۔

> **الاکرام پریس:۔** "چار و ناچار کافی رقم سے پریس کے لوازمات کا سامان کرنا پڑا تا کہ حتی المقدور طباعت کے نقص کو دور کیا جائے اور ہر نمبر میں خریداروں کو انتظار کی زحمت نہ برداشت کرنی پڑے اور طباعت کے قبل عام سے مضامین کو امن نصیب ہو"

فل اسکیپ سائز میں اس کا ٹائٹل پیج رنگین اور موٹے کاغذ کا[5] ہے۔"

---

[1] اوائل ۲۳ء سے ماہوار شروع ہوا۔مگر اجراء سے بھی پہلے مولوی محمد یحیٰ موصوف کی رہنمائی وسرپرستی سے استفادہ کرتے رہے۔

[2] مکتوب امام الدین رام نگری بنام عاصم بہاری مورخہ ۲۱ر جون ۲۶ء

[3] بروایت منشی عبدالغفور ایوبی [4] دفتر رسالہ الاکرام ڈاکخانہ سوہ سرائے (پٹنہ)

[5] اس کے چند شمارے راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔

سرورق:۔ سرورق کا طغریٰ سادہ مگر حسین اور معنی خیز ہے۔ سب سے اوپر مشہور آیت قرآنی "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" ہے اس کے نیچے رسالہ کا نام اور نام کے داہنے طرف "مسئول عاصم بہاری" اور بائیں طرف "معاون ظفر انصاری" تحریر ہے۔ ان سب کے نیچے ایک چوکھٹے میں حرف جلی میں انیس کی یہ رباعی درج ہے۔ ؎

دل کو مرے شغل غمگساری کا ہے غفلت میں بھی طور ہوشیاری کا ہے
گردوں کو اگر ہے سرکشی کا غرّہ ہم کو بھی غرور خاکساری کا ہے

الاکرام کی آرزوئیں:۔ اس کے نیچے قیمت اور پتہ درج ہے۔ سرورق کی دوسری طرف سب سے پہلے "الاکرام کی آرزوئیں" اس طرح پیش کی گئی ہیں۔

"۱۔ ہم خدا کے سچے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پیرو بن جائیں۔
۲۔ ہم میں تحصیل علم کا سچا شوق پیدا ہو۔
۳۔ ہمارے اخلاق صحیح معنوں میں درست ہو جائیں۔
۴۔ ہم سے آپس کی فرقہ بندیاں دور ہوں۔
۵۔ ہم اقتصادی و معاشرتی زندگی کا بہترین نمونہ پیش کریں۔
۶۔ ہم سیاسی شور و شغب پر مفید قومی و دینی مقاصد کو فراموش نہ کریں"

مضمون نگاروں سے التماس:۔ اس کے نیچے "مضمون نگاروں سے التماس" اور "خریداروں سے گذارش" بھی کی گئی ہے۔ اس صفحہ پر دوسرے نصف حصہ میں "شکریہ" کے زیر عنوان، بہار و بنگال کے ۲۸ معاونین رسالہ کے اسمائے گرامی کو پیش کیا ہے اس کے بعد صفحہ اول پر حافظ محمد شفیع[۱] کی حمد و نعت کے بعد دوسرے صفحہ ۲ پر "عرض و تمنا" کے زیر عنوان افتتاحی اداریہ ہے پورا اداریہ موصوف کے حقیقی احساسات و جذبات کا آئینہ اور ابوالکلامی طرز تحریر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ انتہائی خاکساری اور پوری صفائی سے موصوف نے اقرار کیا ہے کہ:

۱؎ عم محترم حضرت سید شاہ محمد حیات سجادہ نشیں خانقاہ حضرت مخدوم الملک بہاریؒ

اولین اداریہ:۔ ”مجھ کو اپنے علم کی کم مائیگی کا اقرار اور فقدان معلومات کا اعتراف ہے۔کیونکہ نہ مدرسوں میں حقائق و معارف کی تعلیم ملی، نہ اسکول و کالج ہی کی حکمت اندوزیوں سے بہرہ یاب ہوا۔مگر تمناؤں کی فراوانیوں اور احساس قومی کی بے چینیوں نے ہمیشہ وقف آوارہ گردی و جمعیۃ پسندی رکھا۔

زندگی کے اٹھارہ سال، اس کے ہر مہینے و روز، اس کی ہر صبح و شام اس طرح گذری کہ ہر قدم پر حوصلہ جنون افزا کا دامن حوادثات زمانہ کی جھاڑیوں میں الجھا مگر ولولہ بادیہ پیائی واشتیاق منزل رسی نے اتنی بھی مہلت نہ دی کہ چند لمحہ کیفیت چاک دامانی کا لطف اٹھا سکوں۔پھر بھی۔۔۔

خبرم نیست کہ منزل گہہ مقصود کجا است“

اغراض و مقاصد:۔ آگے چل کر موصوف رسالہ کے اغراض و مقاصد کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

”لیکن جنوں کی فتنہ سامانیاں اور اپنی پریشان حالی نے ایک مسلسل صبر و قرار دے رکھا ہے کہ جہاں تک اور جس طرح ہو سکے عام مسلمانوں کی عموماً اور قبیلۂ مومن کی خصوصاً معاشرتی اور اخلاقی حالتیں، مذہبی اور اجتماعی زندگیاں، بہتر بنائی جائیں، تعلیم عام اور فارغ البالی کی صورتیں پیدا کی جائیں ملک و قوم کے سچے اور مخلص رہنماؤں کے منشاء اور خواہشوں کو عام مسلمانان ہند تک اس طرح پہنچایا جائے کہ حقیقی معنوں میں صحیح طور پر ان کی سمجھ میں آجائے اور ان کے ذہن کی ایسی پرورش کی جائے کہ وہ خانگی و غلط مذہبی اور ملکی فتنہ و فساد سے محترز رہتے ہوئے صلح و امن کے قدرداں، معزز شہری زندگی

بسر کریں، تعلقات باہمی کو خوشنما بنائیں اور ایسی فضائیت مذہبی پیدا
کریں کہ پھر ان میں قرون اولیٰ جیسے پرستاران حق وصداقت ظاہر
ہوں۔ چنانچہ اٹھارہ برس کے عرصہ میں تحریک جمعیۃ المومنین کے علاوہ
ہندوستان کی ہر مفید تحریک جو مختلف وقتوں میں شروع ہوئی اپنے
مسلک کا لحاظ رکھتے ہوئے شعبہ اصلاح معاشرت میں سرگرم خدمت
رہا جس کی وجہ سے تعلقات کی وسعت پذیری و تحریک جمعیۃ المومنین
کی تیز رفتار مقبولیت نے اس قدر غور کر دیا ہے کہ آئندہ بغیر ایک
رسالہ کے اپنے کاموں کی نگرانی مشکل نظر آتی ہے پس محض توفیق
خداوندی کے بھروسہ پر اس دشوار گذار منزل میں قدم رکھنے کی جرأت
ہوئی اور پندرہ روزہ رسالہ کے اجراء کا تہیہ کرنا پڑا۔

''انشاء اللہ اپنی بے بضاعتی کے باوجود انتہائی کوشش کروں گا
کہ بہترین اہل علم وقلم کے افکار دینیہ وعلمیہ سے رسالہ کو مفید سے مفید تر
بناؤں۔ مولائے بے نیاز کی ذرہ نواز عنایت ہے کہ اس نے صوبہ بہار و
ہندوستان کی جلیل القدر ہستیوں کو مہربان بنا دیا ہے۔ جنہوں نے رسالہ
کی سرپرستی اور قلمی امداد کی امیدیں دلائی ہیں''

انہیں احساسات کو موصوف نے دوسرے شمارے کے ایک شعر میں اس طرح
پیش کیا ہے۔'' [1]

ہمارے مرنے پر ایک عالم ہماری خوبی پہ جان دے گا
بچھے گی ماتم کی صف جہاں میں عدو تلک سوگوار ہوگا

الاکرام کے مستقل کالم:۔ موصوف ہر شمارے میں حالات حاضرہ پر
تبصرہ (بعنوان مختصرات) کے علاوہ ''اسوۂ حسنہ، اصلاح الاخلاق والاعمال، علم وادب، سائنس

---

[1] الاکرام۔ یکم دسمبر ۱۹۶۲ء جلد ۱ ص:۱۲

وٹکنالوجی، صنعت وتجارت اور تحریک جمعیۃ المومنین" جیسے مستقل موضوعات پر مختلف علماء اور ماہرین سے مضامین حاصل کرنے اور اپنے زمانے کے معروف شعراء کی نظم وغزل سے رسالے کو آراستہ کرتے۔

تحریر برائے تحریک:۔ "الاکرام کا اجرا اور اس کے یہ عنوانات کسی شوق علمی کی تکمیل کے لئے اختیار نہیں کئے گئے تھے بلکہ گزشتہ بیس برسوں سے ان میں سے ایک ایک شق پر موصوف نے اپنا خون جگر صرف کیا تھا۔ اور ہر علمی موضوع کا قومی کاموں میں ڈوب کر اس کا عملاً مزہ چکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ الاکرام کی پوری فائل دراصل ان کی عملی اور تحریکی تجربات کی لفظی تصویر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نظم ونثر کے تمام مندرجات ان کی زندگی کے مشن، دین، عقائد، تعلیم اور تنظیم کے مسائل پر مشتمل ہوا کرتے۔ اب عملی کاموں کے علاوہ اس رسالے کے ذریعہ مختلف مقامات کی تحریکات کی رہنمائی اور اس کی پشت پناہی شروع کردی گئی۔ تیسرے شمارے کے اداریے[1] میں "مومن کانفرنس[2] کلکتہ اور شرکائے جلسہ کی ذمہ داریاں" کے زیر عنوان موصوف نے جن نکات کو پیش کیا انہیں تقریباً بے کم وکاست مسٹر محمد سلیمان صاحب صدر مجلس استقبالیہ آل انڈیا مومن کانفرنس نے دوسری کانفرنس[3] کے خطبہ استقبالیہ[4] میں محض الفاظ کو بدل کے پیش کردیا ہے۔ عاصم بہاری نے ذمہ داروں کو مختلف مسائل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

> "..............قبیلۂ مومن کی تنظیم، تعلیم، صنعت و تجارت، اصلاح معاشرت وحصول مدنیت وغیرہ کے لئے جتنی تجویزیں ہوں گی یا جس قسم کے انتظامات منظور ہوں گے۔ ان کی انجام دہی کیونکر ہوگی اور ان کی تجویزوں کے نفاذ کی کیا

---

[1] الاکرام ۔۱۵ر دسمبر جلد ۱ نمبر ۳ ص:۵

[2] ۲۵ر۔۲۶ر دسمبر ۱۹۲۶ء منعقدہ ہالڈے پارک کلکتہ

[3] ۷۔۸۔اپریل ۲۸ء منعقدہ

[4] ملاحظہ ہو موصوف کا خطبہ استقبالیہ ص:۱۴۔۱۵

سبیل ہوگی"

اس پوری عبارت کو صدر مجلس استقبالیہ نے اپنے خطبے میں ان الفاظ میں پیش کیا ہے:۔

"..................ایسی کشمکش کا زمانہ ہے کہ جو قوم اور گروہ منظم و تعلیم یافتہ اور دولت مند نہ ہوگی اس کو زندگی بسر کرنی دوبھر ہو جائے گی اس واسطے ہماری قوم کو بھی چاہئے کہ وہ تنظیم، تعلیم، صنعت و تجارت اصلاح معاشرت وغیرہ کے لئے ہمہ تن مستعد ہو کر مصروف عمل ہو"۔

اس کے علاوہ صنعت پارچہ بافی، شرعی تنظیم (پنچایتوں کی اصلاح) قومی روانگی مکاتب کے جال وغیرہ کے نکات بھی بالکل الاکرام سے ماخوذ ہیں۔انعقاد کانفرنس کے بعد اس کی نہایت ہمت افزا رپورٹیں شائع کیں اور معترضوں کو تڑ کی بہ تڑ کی جواب دیا۔

تنگ نظروں کو سبق:۔ فروری کے شمارہ میں "تحریک جمعیۃ المومنین اور بعض کوتاہ نظر قوم بازوں کی غلط فہمیاں[1]" کے زیر عنوان اداریے میں پر لطف طنزیہ اور اپنے مخصوص انداز میں رقم طراز ہیں:۔

"..................بعض خوش فہموں کا اس کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنا کہاں تک صحیح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تحریک جمعیۃ المومنین کی کامیابی سے مسلمانوں میں تفریق پیدا ہوگی۔

سبحان اللہ ہندوستان میں سیکڑوں انجمنیں بنائی جائیں، پچاسوں کانفرنسیں منعقد ہوں۔ایک دوسرے کے خلاف دھڑے بندیاں کی جائیں ایک انجمن و کانفرنس کے اراکین دوسری انجمن و کانفرنس کے اراکین کو بے ایمان غدار، خائن وغیرہ کہیں، لکھیں، مشہور کریں۔یہی نہیں بلکہ ان کی ذاتی کمزوریوں اور خاندانی غلطیوں کی

---

[1] الاکرام۔یکم فروری ۱۹۲۷ء جلد ۲۔نمبر ۲۔۳۔ص:۳۰۔

کثیر اخراجات سے تشہیر کرتے دیں، حریص، جاسوس گورنمنٹ وغیرہ ایک دوسرے کو قرار دیں۔ کافر و مشرک کے فتوے دیئے جائیں۔ یہ باتیں ہندوستان میں روز ہوں، برابر ہوں اور بکثرت ہوں۔ مگر ان تمام نالائقیوں سے مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہوا خلاص پیدا ہو، اور اگر کوئی غریب و مجبور جماعت اپنے ہادیوں، رہنماؤں اور لیڈروں کی طرف سے مایوس ہو کر اپنی معاشرتی اصلاح و تعلیم کا بندوبست کرے تو اس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہونے کا خدشہ ظاہر کیا جائے" ماشاءاللہ"

لیڈروں کی قسمیں:۔ آگے چل کر موصوف نے تین طرح کے نام نہاد "قومی لیڈروں" کی خوب قلعی کھولی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ایسے خود ساختہ لیڈران کیوں غریبوں کی تنظیم سے گھبراتے ہیں:۔

"..........پھر ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے کاروبارانہ طور پر "پارچہ باقی" کو بھی موجودہ زمانہ کے نوایجاد پیشوں کی طرح ایک منفعت بخش پیشہ سمجھ رکھا ہے۔ جس میں کام اگرچہ آنریری کرنا پڑتا ہے۔ لیکن "یافت" سے اس کی تلافی ہوجاتی ہے۔ اس پر مزید لطف یہ ہوا ہے کہ تحریک ترک موالات کے زمانے میں برساتی کیڑوں کی طرح بہت سے لیڈر پیدا ہو گئے ہیں۔ اس زمانے میں لیڈر بننے کی یہ حالت تھی کہ جس نے کھدر کا کرتہ پائجامہ پہن لیا لیڈر ہو گیا۔ کسی لیڈر کی آمد کے وقت ریلوے پلیٹ فارم پر گیا تو لیڈر ہو گیا.........."

ایسے ہی لیڈروں کو اندیشہ[1] تھا کہ:۔

---

[1] یہ اندیشہ آج صحیح ثابت ہو چکا ہے۔

اندیشہ کیوں:۔ ....اگر ملنے والوں نے اپنی تنظیم کرلی توان کے ساتھ سبزی فروش، کلال، قصاب، بلاج وغیرہ مسلم قبائل بھی اپنی اپنی تنظیم قائم کریں گے۔ پھر ہماری آمد پر اللہ اکبر کا نعرہ کون لگائے گا اور اظہار لیڈریت کے لئے فوق ابھڑک لباسوں کا انتظام کس طرح ہوگا۔ اور مختلف ناموں سے بھیک مانگ کر کون روپیہ دے گا"

آخر میں موصوف منصف مزاجوں سے اپیل کرتے ہیں کہ:۔

"پس تمام مسلمانان ہند کو خوش ہونا اور تحریک جمعیۃ المومنین کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے کہ سات کروڑ مسلمانوں میں سے ایسے ثلث حصہ کی اصلاح ہو رہی ہے۔ جس کا تعلق ہندوستان کے تمام ان پڑھ غریب ومجبور قبائل سے برادرانہ ہے اور جوان کی اصلاح پسندی سے بہت جلد اپنی جہالت وغربت کے دور کرنے میں کامیاب ہوکر ملت اسلامیہ ہند کا بہترین فرد ہوں گے"

تحریک کے کارکنوں کو ہدایت کرتے ہوئے خالص اسلامی سیرت وکردار کی تاکید کرتے ہیں اور اپنے علاوہ دوسروں کی فکر کی تلقین کرتے ہیں۔

تمام پسماندہ قبائل کی تعلیم وترقی:۔ "......................اپنے قبیلے کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے تمام درماندہ مسلم قبائل کی ذہنی ودماغی تعلیم وتربیت ایسے عنوان سے کریں جو عام مسلمانوں کو ایک جماعت کی شکل میں تبدیل کردے۔ جن کے عقائد موحدانہ ہوں، جن کے اعمال مخلصانہ ہوں، جن کے معاملات ایماندارانہ ہوں، جن کی معاشرت اسلامی ہو، جن کی تہذیب محمدی ہو، جن کے عزائم استقلال فدایانہ ہوں، جن کی سیاست قرون اولیٰ جیسی ہو۔ غرضکہ زندگی کے تمام شعبوں پر صرف اسلام ہی کا رنگ غالب ہو، اور وہ اپنے اعمال کی نیک مثالی سے دنیا کی ضلالت وگمراہیوں میں مشعل ہدایت ثابت ہوں"[1]

---

[1] الاکرام یکم فروری ۱۹۲۷ء جلد نمبر ۲۔ ۳۔ ص:۔۵

روداد یں:۔ اس شمارے میں مومن کانفرنس کے دوسرے سالانہ اجلاس کی متصل روداد پیش کی گئی ہے جس میں مرکزی جمعیۃ کلکتہ مچھوا بازار، مانک محلّہ، ہوڑہ اور کولوٹولہ وغیرہ کی شاخوں کی جانفشانی اور خوش اسلوبی وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اس کی دوسری تفصیلات پیش کی گئی ہیں:۔

> ''حاضرین جلسہ کی تعداد ۵۔اور ۶۔ہزار کے درمیان تھی کانفرنس کی کل پانچ نشستیں ہوئیں۔ہر نشست میں کافی اجتماع تھا ہر صوبہ و شہر کے مہمان ڈیلی گیٹ تشریف فرما تھے۔جن کی تعداد تقریباً ۵۰۰ تھی۔''

اس جلسہ میں عاصم بہاری نے اپنی ایک ولولہ خیز نظم اور پر جوش تقریر بھی پیش کی اور اپنی ''تعلیمی تجویز''منظور کرائی۔یہ بھی طے کیا گیا کہ آل انڈیا جمعیۃ المومنین کا صدر دفتر فی الحال کلکتہ ہی میں ہوگا۔اور جس کی مجلس انتظامیہ کے ممبر ہر صوبہ سے مندرجہ ذیل تعداد میں منتخب کئے جائیں گے۔

۱۔مدراس ۳۔ ۲۔صوبہ متوسط ۴ ۳۔بمبئی ۶۔ ۴۔پنجاب ۵۔
۵۔یوپی ۱۰۔ ۶۔بنگال ۱۰۔ ۷۔بہار ۱۰ ۸۔کلکتہ پریسیڈنسی ۱۰۔
۹۔اجمیر،راجپوتانہ ۳ ۱۰۔حیدر آباد دکن ۲ ۱۱۔بقیہ ریاستہائے ہند ۵۔

صوبہ دار جمعیتوں کے قیام تک کے لئے یہ ایک عارضی انتخاب ہوگا۔عاصم بہاری نے بہار کی گونا گوں مصروفیات اور الاکرام کی ذمہ داریوں کے پیش نظر کسی کلیدی عہدے [۱]

---

[۱] دیگر عہدیداران میں۔صدر مولانا حاجی محمد فرزند علی صاحب بھرام
نائبین صدر:۔ ہر صوبائی جمعیۃ کے صدر
سکریٹریان:۔ مولوی علی احمد بلند اختر ،بھاگل پوری،مولوی محمد ابراہیم دربھنگہ۔
نائب سکریٹریان:۔ ماسٹر حمایت حسین کلکتہ،مسٹر محمد شفیع ایم۔اے۔بی۔ایل غازیپور۔اور محمد اکبر خازن:۔ مولوی عبدالشکور۔بی اے۔
محاسبین:۔مولوی شمس الدین اور منشی محمد یوسف گورنمنٹ اکاؤنٹ کا انتخاب عمل میں آیا۔

کو قبول نہیں کیا۔ البتہ مجلس انتظامیہ میں بہار سے اپنی نمائندگی پر راضی ہو گئے۔

عاصم بہاری کی تحریک پر آل انڈیا جمعیۃ کے قوانین وضوابط کی ترتیب کے لئے ایک نو رکنی سب کمیٹی[1] تشکیل دینے کی تجویز بھی منظور کی گئی۔

اس اجلاس کی دیگر تجاویز میں مالیگاؤں کے مظلوم قیدیوں کی رہائی نادار طلباء کے وظائف کے لئے حکومت وقت سے اپیل، مرکزی تعلیمی فنڈ کے لئے دس ہزار روپے کی فراہمی، آل انڈیا کانفرنسوں کا ملک کے مختلف صوبوں میں انعقاد، روداد کانفرنس کی اردو، بنگلہ اور انگریزی اخبارات میں اشاعت اور تعلیمیافتہ حضرات سے روزانہ قومی کاموں میں کچھ وقت صرف کرنے کی درخواست وغیرہ خاص تھیں۔

اس کانفرنس کے بعد[2] محلہ شاہ گنج الہ آباد میں مولوی نظام الدین وکیل کی صدارت میں الہ آباد کے مومنین[3] کا جوشاندار جلسہ ہوا اس کی تفصیل بھی موصوف نے "بازگشت مومن کانفرنس" کے عنوان سے پیش کی۔

ان تحریکی خبروں اور رودادوں کے علاوہ عاصم بہاری نے اپنے کئی نہایت مفصل تحقیقی مقالے بھی بنکروں کی تاریخ کے سلسلے کو قسط وار پیش کیا۔[4] جس کی اچھی خاصی تعداد تھی۔

---

[1] ممبران سب کمیٹی:۔ مولانا فرخند علی سہرام، مولانا محمد ابراہیم دربھنگہ، مولوی علی احمد بلند اختر بھاگل پور، ماسٹر حمایت حسین کلکتہ، مولوی محمد تگی۔
ایڈیٹر المومن کلکتہ:۔ مسٹر شمس الدین محاسب کلکتہ، مولوی حافظ امام الدین ایڈیٹر ترجمان مومن انصار رام نگر بنارس، مولوی نظام الدین وکیل الہ آباد و مولوی نور الدین وکیل، کلکتہ۔

[2] ۱۸ ر رجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۳ ر جنوری ۱۹۲۷ء

[3] جس میں شہر کے علاوہ مو آئمہ، بگہارہ، کرہ، کرنیل گنج، کیٹ گنج، بیگم سرائے سیراپور وغیرہ کے انصاریوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی۔

[4] شعرائے کرام:۔
۱۔ حاجی بشارت حسین اصغر بہاری ۲۔ سید شاہ عطا کریم عطا بہاری
۳۔ نعیم الحق ایوبی نعیم (بہاری) ۴۔ ابو الجمال محمد احسن تحسین بہاری (باقی آئندہ صفحہ پر)

اس طرح انجمن شعب الانصار اٹالہ[1] الہ آباد جمعیۃ الانصار پنجاب[2] امرتسر، جمعیۃ المومنین کولوٹولہ کی رپورٹیں بھی پورے اہتمام کے ساتھ الاکرام میں شائع ہوتی گئیں[3] مگر موصوف نے اپنے عزائم کو کاغذی گھوڑے دوڑانے تک کبھی محدود نہیں رکھا سچ تو یہ ہے کہ وہ نظریاتی آدمی سرے سے تھے ہی نہیں پوری شخصیت عملی اور سراپا عمل تھی۔اس وجہ سے الاکرام کو انہوں نے خالصتاً تحریکی اور عملی کاموں ہی کے لئے استعمال کیا۔جس دن اس سے زیادہ ضروری فرض نے پکارا انہوں نے بلا پس وپیش برسوں کی آرزوؤں کو تہہ کر کے رکھ دیا اور اپنے مشن میں آگے بڑھ گئے۔

آل انڈیا مومن کانفرنس ۲۶ء:۔ دسمبر ۲۶ء ہی کی آل انڈیا کانفرنس میں انہوں نے پورے ملک کے مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنے مخصوص

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا)

۵۔ظفر حسین ظفر ۶۔حافظ محمد شفیع

۷۔حافظ شمس الدین احمد شمس منیری ۸۔وردکا کوروی وغیرہ

۳۔مستند علمائے کرام:۔ ۱۔مولانا حکیم وصی احمد مہتمم مدرسہ منیر الاسلام سوڈیہہ، بہار شریف

۲۔مولانا محمد احمد خاں دکن ۳۔مولانا عبد التواب رہتک۔

۴۔مولانا وردکا کوروی ۵۔مولانا حفیظ اللہ پھلواری شریف وغیرہ

۵۔اور مقالہ نگار:۔

۱۔خواجہ عبد الماجد، وکٹوریہ جوبلی ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ، بمبئی

۲۔غلام حیدر۔مدرس گورنمنٹ ہائی اسکول ملتان

۳۔رشیدہ انصاریہ ۴۔پروفیسر شمس الدین احمد شمس منیری

۵۔خواجہ کمال الدین وغیرہ۔ضمیمہ ص:۱۶

[1] یکم فروری ۱۹۲۷ء جلد ۲ نمبر ۲۔۳ ص:۳۸

[2] یکم مارچ ۲۷ء جلد ۲ نمبر ۲۔ کلکتہ انجمن انصاریہ بھسرام

[3] ایڈیٹر کے نام جمعیۃ المومنین بہار شریف کے قواعد وضوابط کا ایک خاکہ بھی دستیاب ہوا ہے۔جو الاکرام کے کسی شمارے میں شائع ہوا تھا اس کی تفصیل نہ مل سکی۔

مزاحیہ حکایتی انداز میں راجہ بکرماجیت کے ایک کسان رعایا اور اس کے مچان کا عبرت انگیز قصہ سنا کر یہ جتا دیا تھا کہ اگر کانفرنسوں کے بعد عملی کام نہ کیا جائے اور تحریک کو آگے نہ بڑھایا جائے تو اونچے اونچے پنڈالوں سے یہ گرجنا برسنا اور سنہری تجویزیں منظور کرنا لاحاصل ہے۔ اس کی حیثیت ایک کسان کا مچان پر چڑھ کر خود کو بکرماجیت کی طرح خالی خولی احکامات صادر کرنے سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا یہاں سے جاتے ہی آپ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں تنظیم و تحریک کے کام کو آگے بڑھایئے۔

"ورنہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو اس بری طرح تباہ ہو گے کہ تم کو اپنی تباہی کی خبر بھی نہ ہوگی[۱]"

اور یہ عملی تجویز پیش کی کہ بنارس، الہ آباد، گورکھپور، پٹنہ، بھاگل پور، اور گیا میں سے کسی ایک جگہ "یوپی، بہار، پروونشل مومن کانفرنس" پہلی فرصت میں منعقد کرو۔ مزید یہ کہ:

نمائش کی تجویز:۔ "اس کانفرنس کے ساتھ ایک نمائش کی اشد ضرورت ہے۔ جس میں صنعت پارچہ بافی کے تمام شعبوں کی نمائش کے ساتھ جن نئی صنعتوں یا تجارتوں کو ہماری برادری نے اختیار کیا ہے ان کی بھی نمائش ہو[۲]"

دوروں کا پروگرام:۔ مجوزہ کانفرنس کا میدان ہموار کرنے کے لئے اگر مرکزی جمعیۃ کا وفد مختلف علاقوں کا دورہ کرے تو بہت خوب ورنہ اس کے انتظار میں بیٹھے رہنا انتہائی نادانی ہوگی۔ لہٰذا:

"ان دونوں صوبوں میں ہر شہر کے دو ایک صاحبوں کو چاہئے کہ دو۔ دو، چار۔ چار روز کے لئے اپنا وقت قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ اور یوپی و بہار کے دورے میں میرا ساتھ دیں۔ اس طرح دو چار روز ہر شخص اگر اپنا وقت صرف کرے تو بڑی آسانی سے یہ مشکل

۱　الاکرام یکم۔۱۵ اپریل ۲۷ء جلد ۲۔ ۷۔ ص:۶

۲　الاکرام یکم۔۱۵۔اپریل ۲۷ء۔ جلد ۲ نمبر ۶۔ ۷۔ ص:۶۔

کام انجام پا سکتا ہے" چنانچہ مذکورہ بالا چھ شہروں میں پہنچنے کے لئے انہوں نے اپنی طرف سے اعلان بھی کر دیا۔ موصوف کی اس اولوالعزمانہ پیش کش اور تجویز کا دونوں صوبوں میں خیر مقدم کیا گیا۔ اور اب ہر طرف سے قوم نے انہیں دعوتوں کی پیش کش شروع کر دی۔

دورۂ گورکھپور:۔ سب سے پہلے اہل گورکھپور نے مدعو کیا چنانچہ الاکرام کی ذمہ داریاں محمد نعیم الحق ایوبی، مولوی محمد محمود احسن اور منشی محمد اکرام کے سپرد کر کے موصوف جلسہ گورکھپور میں شرکت کے لئے ۱۹ فروری ۷۲ء (بروز سنیچر) کو گھر (خاص گنج، بہار شریف) سے نکلے۔ ۶ ربجے شام کو حافظ محمد مبین الدین[۲] تاجر پارچہ کی دوکان سبزی باغ پہنچے تا کہ انہیں اپنے ساتھ چند دنوں کے لئے گورکھپور لے جائیں۔ کیونکہ گورکھپور، مئو اور بنارس وغیرہ میں حافظ صاحب موصوف کے بہت سے تاجر پیشہ افراد سے خصوصی تعلقات تھے مگر بعض مصروفیات کی بناء پر وہ وقت نہ دے سکے تو ان سے چند صاحبوں کے نام پتے لکھ لئے اور انیس سال کے بعد دوبارہ اس شہر میں اتوار کو ۳ ربجے اللہ کا نام لیکر پہنچ گئے۔[۱]

اس شہر کی وجہ تسمیہ، تاریخی اہمیت، چوحدی اور بعض مشہور مقامات کی نشاندہی کرنے کے بعد موصوف اپنی روداد سفر میں اس زمانے کی مجموعی آبادی کا تخمینہ تقریباً ۳ رلاکھ بتاتے ہیں۔

> "جس میں قریب پچاس ہزار کے مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان میں ۱۲۔۱۳ ہزار مومنین کی آبادیاں ہیں۔ بعض بعض محلے تو خالص مومنین کے ہیں۔ یہاں برادری کے لوگوں کی مجموعی حالتیں بہتر اور امید افزا ہیں[۳]" مگر دیگر کاروبار کے مقابلے میں ان کی پارچہ بافی (بالخصوص لنگی، رومال، چادر، تولیہ، گاڑھا وغیرہ) کی حالت خراب تھی چند برس قبل تک مومنوں کی ایک انجمن قدرے فعال تھی مگر اندنوں انتشار اور

۱۔ الاکرام ۱۵ ر مارچ ۷۲ء جلد ۲۔ نمبر ۵۔ ص: ۱۸

۲۔ حافظ صاحب موصوف کا اوائل ۱۹۷۹ء میں پٹنہ میں انتقال ہو گیا۔

۳۔ الاکرام ۱۵ ر مارچ ۷۲ء جلد ۲۔ نمبر ۵۔ ص: ۱۸

جمود کا شکار تھی۔

بہر حال معززین[1] شہر سے ملتے ملاتے جلسہ گاہ پہنچے۔ پنڈال کو بڑے کروفر سے سجایا گیا تھا۔ کاروائی شروع ہوئی تو سب سے پہلے حافظ محمد امام الدین رام نگری ایڈیٹر ترجمان مومن انصار نے پردہ کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد عاصم بہاری کی تقریر شروع ہوئی جس کا مختصر ترین حال بڑی انکساری کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے۔

تقریر گورکھپور:۔ ''آپ کے بعد خاکسار نے دو گھنٹہ کی ایک تقریر میں تحریک جمعیۃ المومنین اور اس کے طریق کار و نقشۂ عمل کو بتاتے ہوئے زمانہ کی رفتار، مسلمانوں کے انتشار اور ہندوستان کی قومی و نسلی کشمکش کو نہایت واضح و مفصل طور پر بیان کیا۔ جس سے حاضرین بے حد متاثر ہوئے اور اپنی آمادگیٔ عمل کا یقین بھی دلایا۔''

جلسہ صرف ایک روز کے لئے قرار پایا تھا مگر خاکسار کی تقریر کی مقبولیت کی وجہ سے دوسرے روز کے جلسہ کو بھی اعلان کیا گیا تا کہ جو لوگ آج شریک نہیں ہو سکے ہیں وہ بھی مستفید ہوں[2] '' دوسرے روز آٹھ بجے شب سے جلسہ شروع ہوا حافظ محمد امام الدین رام نگری نے پہلے پابندی شریعت اور اتباع خدا و رسول کی اہمیت بتائی ان کے بعد عاصم بہاری نے بالخصوص نوجوانوں کو مخاطب کر کے تنظیم و تحریک اولوالعزمی، بلند نظری، ہمت، استقلال، ایثار، اور اپنے مقصد سے عشق پر ایک دلنشیں تقریر کی۔ تقریر کی اثر پذیری کا یہ حال ہوا کہ دوسرے ہی روز سے نوجوانوں نے ایک شبینہ مکتب اور دارالمطالعہ قائم کر لیا۔

---

[1] شیخ مرتضیٰ حسن، عبدالقیوم، مولوی محمد جمیل، مختار، کلیم برہم ایڈیٹر ''اخبار مشرق'' ماخوذ از الاکرام ۱۵/مارچ ۲۷ء/ص:۱۹۔

[2] الاکرام ۱۵۔ مارچ ۲۷ء/ جلد ۲۔ نمبر ۵۔ ص:۱۹۔

ایک نایاب قلمی رسالہ:۔ گورکھپوری میں محمد جمیل مختار کے یہاں عاصم بہاری نے مولانا عبدالرحیم گورکھپوری مرحوم کے ایک نایاب فارسی قلمی رسالہ کو دیکھا۔ یہ کتاب فلسفہ اور انسانی تمدن پر ایک گرانقدر تصنیف تھی، آپ نے مصنف کی سوانح عمری کے ساتھ اس قیمتی کتاب کا ترجمہ الاکرام میں قسط وار شائع کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا، مگر بعد میں تحریکی مصروفیات نے پھر اس کا موقع نہ دیا۔

دورہ بنارس:۔ گورکھپور سے شب جمعہ ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء کو چلے ٹرین میں راستہ بھر شدھی، سنگٹھن، اور مہاسبھا کے حالیہ شدید اثرات اور فرقہ وارانہ فسادات نیز "اورنگ جیب، نورنگ جیب کے فرضی مظالم کے واقعات" سنتے ہوئے علی الصبح بنارس پہنچے اور "صبح بنارس" کا لطف لیتے ہوئے مدن پورہ مولوی عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی ایل۔ (علیگ) کے دردولت پر پہنچے۔ موصوف کے کچہری جانے کے بعد شہر کو گھوم پھر کر دیکھا۔ کلکتہ میں بنارس کے بعض اصحاب سے پرانی شناسائی تھی، ان سے ملاقات کے بعد دریا اس پار رام نگر حافظ امام الدین سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ واپسی میں دریائے گنگا کے کنارے کنارے شہر کے پختہ مکانات نیم دائرے میں موصوف کو اس طرح نظر آئے جیسے کہ

"گنگا جی کے گلے میں عمارتوں کا خوشنما ہار پہنا دیا گیا ہو
اور اس ہار کے بیچوں بیچ مسجد کے اونچے مینار بیش قیمت مرصع موتی
کی طرح جگمگا رہے تھے"[۲]

اس کے بعد کے مشاہدے اور معلومات کو اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

---

[۱] موصوف ایک زبردست فلسفی اور عالم دین تھے۔ شاہ شجاع الدولہ کے وقت میں انگریزوں کی طرف سے جو سفارت کاری مل گئی تھی اس میں مولانا عبدالرحیم کے آباء واجداد بھی شریک تھے۔ مولانا کلکتہ کالج میں عربی وفارسی کے پروفیسر ہو گئے تھے۔ انگریز گورنر اور حکام موصوف کے بڑے قدرداں تھے۔ (الاکرام ۱۵۔ مارچ ۲۷ء جلد ۲۔ نمبر ۵۔ ص: ۱۹)

[۲] الاکرام۔ یکم ۱۵ اپریل ۲۷ء جلد ۲۔ نمبر ۶ ۔ ۷۔ ص: ۳۴۔

احوال بنارس:۔ ”بنارس کی آبادی تین لاکھ سے زیادہ کی ہے۔جس میں ۷۰۔۸۰ ہزار مسلمان ہیں اور برادری کے لوگ ۵۰۔۶۰ ہزار کے درمیان مختلف محلوں میں رہتے ہیں۔مگر مجموعی طور پر ان کی حالت افسوسناک اور فوری توجہ کی محتاج ہے کیونکہ تعلیم مفقود ہے ۔ پورے شہر میں ۵۔۷ مولوی ، ایک ایم۔ اے ۔ سو پچاس حفاظ اور ۵۔۷ مکاتب میں دو مدرسے بھی ہیں۔مگر وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے زیادہ تر بیرونی طلباء ہوتے ہیں۔صنعت پارچہ بافی بھی بتدریج مائل بزوال ہے[1]“

اس صنعت کی طرف سے اپنوں کی بے خبری و بے نیازی اور غیروں کی چابکدستی کا بھی ایک موثر نقشہ پیش کیا ہے اور شیعہ، سنی وہابی، حنفی، دیوبندی اور بریلوی اختلافات پر ماتم کر کے خود انصاریوں میں بھانت بھانت کے فرق و امتیاز کا پول کھول دیا ہے کہ ان میں بھی کوئی بنارسی ہے تو کوئی جلال پوری، کوئی اعظم گڈھی ہے تو کوئی مئو والا ان پر سب مستزاد پنچایتوں کے جاہل سرداروں کی نفسیانیت اور خود غرضی نے تو اور بھی برا حال کر دیا ہے۔علماء سو کی حماقتوں پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

علماء سو کی زیادتی:۔ ”اس قسم کے مولویوں نے کچھ اس طرح بنارس کے مومنین کی دماغی حالت تباہ کر رکھی ہے کہ ان کو جب اپنی صنعت و تجارت کے انہماک سے فرصت ہوتی ہے تو صرف عقائد کے جنگی تذکروں کو باعث نجات سمجھتے ہیں“

بنارس میں مخصوصین سے ملنے کے بعد عاصم بہاری کا تاثر یہ ہوا کہ مرکزی جمعیۃ کی طرف

---

[1] الاکرام یکم ۱۵ اپریل جلد ۲ نمبر ۶۔۷ ص:۳۵۔

سے یہاں ایک موثر وفد کو آنا چاہئے تا کہ پورے شہر کو باقاعدہ طور پر جھنجھوڑ کر متحرک کیا جائے۔

سفر الہ آباد:۔ وہاں اودھ کی رنگینیوں کا لطف لیتے ہوئے موصوف[1] آٹھ بجے شام کو پنڈت مدن موہن مالویہ کی جنم بھومی پریاگ جی پہنچے۔ "سب سے پہلے یحیٰی پور مولوی نظام الدین وکیل کے یہاں پہنچے۔ اس کے بعد شہر میں 'چوک کی طرف نکلے تو مولوی حکیم الدین اور پچاسوں ملاقاتیوں اور ناد ید قدر دانوں سے ملاقات ہوگئی۔ دارالمطالعہ انصاریہ کے پرجوش نوجوانوں سے بھی تعارف ہوا۔

دوسرے روز صبح کو مولوی محمد اکبر ناظم انجمن شعبہ الانصار اٹالہ (الہ آباد) تشریف لے آئے تو ان کے ساتھ اٹالہ مدرسہ طفلاں، مدرسہ نسواں، دارالکتب انجمن شعبہ الانصار اور دارالمطالعہ وغیرہ کو تفصیل سے دیکھا۔ ارادہ تھا کہ اسی روز شب کی ٹرین سے واپس ہو جائیں مگر احباب بنارس نے دوسرے روز شب کے جلسہ کو خطاب کئے بغیر وہاں سے رخصت ہونے کی اجازت نہ دی۔

عاصم بہاری کے اعزاز میں جلسہ:۔ اس شہر کے پرجوش اور تعمیر پسند نوجوانوں سے عاصم بہاری خاص طور پر متاثر ہوئے۔

یکم مارچ ۱۹۲۷ء کو نو بجے شب میں مولوی نظام الدین کی صدارت میں یہ جلسہ[2] شروع ہوا۔ حاضرین میں شہر کے تقریباً ہر محلّہ کے لوگ پہنچ گئے تھے۔ حافظ محمد عمر کی تلاوت قرآن پاک کے بعد صدر جلسہ نے سب سے پہلے اپنے معزز مہمان کا:

"فخر قوم اور قوم کے رکن اعظم"

جیسے توصیفی کلمات کے ساتھ تعارف کرایا۔ ان کے بعد مولوی محمد بشیر الدین بشر نے ایک نظم بطور خیر مقدم موصوف کی خدمت میں پیش کی۔

۱۔ ۲۷ فروری ۲۷ء

۲۔ بر مکان شیخ پیر محمد صاحب ڈرائیور محلہ اٹالہ الہ آباد

قصیدہ[1]

ہمیں بھی پھاگ کھلانے علی حسین آئے
دلوں کے رنج مٹانے علی حسین آئے
صلاحیت کی ہے پچکاری رنگ قومی ہے
ہر اک پہ آج چلانے علی حسین آئے
نہ پائی تھی جو کبھی میکشوں نے ہولی میں
وہی شراب پلانے علی حسین آئے
روش ہماری جو ہردم بگڑتی جاتی ہے
اسی کو آج بنانے علی حسین آئے
وہ ڈوبتی ہوئی کشتی کے ناخدا بن کر
بھنور سے پار لگانے علی حسین آئے
بشیر اس سے زیادہ میں کیا کروں تعریف
خدا کی شان دکھانے علی حسین آئے

شعر ونثر میں ان خیر مقدمی کلمات کے بعد عاصم بہاری نے تقریباً پونے دو گھنٹے کی ایک پر مغز تقریر کی جس کی تلخیص مولوی محمد شفیع رکن انجمن شعب الانصار اناؤ (الٰہ آباد) نے مرتب کر کے الاکرام میں شائع کروادی۔

تقریر عاصم بہاری:۔ تمہیدی کلمات میں موصوف نے اپنے تیس سالہ تجربات کی بنیاد پر یہ حقیقت واضح کی کہ مقررین کے لئے توصیفی کلمات نہ صرف اس کے لئے بلکہ کبھی کبھی پوری قوم کے لئے سخت تباہ کن ہوجاتے ہیں اور بڑی صاف گوئی سے اپنی کم مائگی اور

---

[1] شمارہ ۱۵ اپریل ۲۷ء جلد ۲۔ نمبر ۶۔ ص: ۳۹۔

بے بضاعتی کا اظہار کرنے کے بعد نظم و اتحاد کو عملاً قائم کر دینے کی تاکید کی۔ اس کے بعد کہنے سننے کی بیس سالہ عادت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں فرمایا کہ:

''مگر یہاں تو اس کی بھی ہمت نہیں پڑتی ہے اس لئے کہ یہ مقام یوپی کا صدر الحکومت ہے اور آپ حضرات اردو کے اہل زبان، صحیح وفصیح اردو پر قدرت رکھنے والے ہیں اور میں پورب کا رہنے والا ''چانول'' کھاتا ہوں اور غلط اردو بولتا ہوں لیکن مجھ کو امید ہے کہ آپ حضرات میرے الفاظ کے بجائے میرے مافی الضمیر پر نگاہ رکھیں گے۔ کیونکہ بے قراری سے رونے والے کی آواز راگنیوں کے مطابق نہیں ہوتی۔ اور آگ لگنے کے بعد کی پکار میں اعلیٰ ادبیت کی تلاش نہیں کی جاتی ہے[۱]''

اس کے بعد حضرت جامی کے یہ اشعار

توئی آن دست پرور مرغ گستاخ
کہ بودت آشیاں بیروں ازیں خاک
چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی
چو دوماں چغد ایں ویرانہ گشتی
بیفشاں بال و پر آمیزش خاک
بہ بپر تا کنگرہ ایوان افلاک

کے مطالب کو اس قدر دلنشیں پیرائے بیان کیا کہ حاضرین متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔
اس ذہنی فضابندی کے بعد اپنی تقریر کے اصل مدعا کو پہلے ایک سائنٹفک بنیا فراہم کی کہ روزمرہ کی فضا اور انسانی اعضاء کا اس کے ساتھ سلوک کیسا ہوتا ہے۔ کار آمد اجزائے غذا جز وبدن

---

[۱] ایضاً ص:۲۰۔

ہو جاتے ہیں اور بیکار اجزا فضلہ بن کر انتہائی حقارت کے ساتھ باہر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ اسی پر کسی فرد یا قوم کو قیاس کیجئے کہ جب تک اس کی افادیت باقی ہے۔ دنیا اس کی قدر و قیمت کا اعتراف کرتی ہے۔ جوں ہی سہل انگاری، عیاشی، جہالت و نکبت بے دینی اور افلاس میں مبتلا ہوئی تاریخ کے دھارے اسے کاٹ کے باہر پھینک دیتے ہیں۔

اسی سائنٹفک تمہیدی بنیاد پر عاصم بہاری نے اخوت و مساوات، خدا پرستی اور نظم و اتحاد کے علاوہ تحریک جمعیۃ کی مالہ و ماعلیہ کو بالتفصیل پیش کیا۔ حاضرین کا یہ حال تھا کہ سب دم بخود ساکت و صامت بیٹھے تھے۔ ٹرین کا وقت قریب آ گیا تھا اس لئے مجبوراً انہیں اپنی تقریر ختم کر دینی پڑی۔ آخر بادل ناخواستہ لوگوں نے دوبارہ آنے کا وعدہ لیکر انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ انہیں خدا حافظ کہا۔

❀❀❀

باب ہشتم

دیگر اضلاع یو پی:۔ ان شہروں کے علاوہ نینی تال، امروہہ، مراد آباد، علیگڈھ اور بجنور وغیرہ میں بھی شاندار جلسے ہوتے رہے۔ جن میں کہیں عاصم بہاری اور کہیں حافظ امام الدین رام نگری اور کہیں دونوں ایک ساتھ شرکت کرتے رہے۔ مگر اوائل ۲۷ء تک مرکزی جمعیۃ المومنین کا کوئی وفد حسب تجویز کسی جلسے میں نہ پہنچ سکا۔ یوں دسمبر ۲۶ء کی کانفرنس کے موقع پر عاصم بہاری کی طرح پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اس جمود کی وجہ مسٹر محمد سلیمان نے محض اشاروں پر اس طرح بتائی ہے۔

> "مگر کانفرنس کے موقع پر اکثر کارکنوں میں جو بدمزگیاں پیدا ہوگئی تھیں وہ رنگ لائے بغیر نہ رہ سکیں۔ جس نے اس سال کے دوران خاطر خواہ کاموں کا موقع نہ دیا انعقاد کانفرنس (سالانہ) کی جو توقع بہار ویو پی سے تھی وہ پوری نہ ہوئی [۲]"

تحریکی جانکنی کے عالم میں عاصم کی سچائی:۔ اس خلا کو عاصم بہاری کے عزم بالجزم نے پورے ایک سال تک اسی طرح پر کیا جس طرح وہ سابق دستور ۸۔۱۹۰۷ء سے کرتے آرہے تھے۔ لطف یہ ہے کہ بہاری گوناگوں مصروفیات کے سبب موصوف ۲۶ء میں جمعیۃ کے کسی عہدے پر بھی نہ تھے (بجز ایک رکن انتظامیہ) مگر انہوں نے

---

[۱] راجہ بکرماجیت کے وقت کا کسان اور اس کا مچان [۲] خطبہ استقبالیہ ۷۔۸ اپریل ۱۹۲۸ء ص: ۱۳۔

تنہا وہ کام کیا جو پوری مرکزی جمعیۃ کو کرنا تھا۔ اصل یہ ہے کہ اس وقت تک اوروں کے لئے تحریک کا یہ کام اختیاری اور فارغ اوقات میں، بہت ہوا تو کارِ خیر کے خیال سے کچھ تعاون اور بیکار معاش کچھ کیا کر کی حیثیت رکھتا تھا مگر عاصم بہاری نے اول روز ہی سے اپنے تحریکی مشن کو اپنی زندگی اور موت کا مسئلہ بنالیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنی اچھی خاصی صحت اور پوری زندگی کو اس میں کیوں جھونک دیتے۔

عاصم بہاری کی ان کوششوں سے دو گونا فائدے ہوئے ایک طرف تو ملک کے طول و عرض میں نوزائیدہ تحریکی شاخوں کی ہمت افزائی ہوتی رہی اور دوسری طرف کلکتہ کی مرکزی جمعیۃ کو درسِ عبرت بھی ملتا رہا۔ ورنہ مرکزی جمعیۃ اور کلکتہ کی شاخیں باہمی نفاق، غلط فہمیوں اور جمود کی وجہ سے تقریباً مردہ ہوتی جارہی تھیں اسی دوران ۱۵ر جولائی ۲۷ء کو انجمن ملیہ محلّہ سوہ ڈیہہ کا پہلا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا سید سلیمان ندویؒ اور عاصم بہاری بھی شریک ہوئے (ملاحظہ ہو ضمیمہ ص: ۱۷۱) اکتوبر ۱۹۲۷ء تک ۸۔۱۰ مہینے کے اندر عملاً کوئی کام نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ''بہت سے کمزور عقیدے والے لوگ تحریک کے ختم ہونے کے شبہ میں مبتلا ہو گئے''۔[1] اس کے سکریٹری محمد فراہیم تحریکی کاموں سے نہ صرف کنارہ کش ہو گئے بلکہ اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ نئی انتظامیہ کی کوئی نشست طلب نہ کی جاسکی۔ کلکتہ کی مقامی شاخوں تک سے ربط قائم نہ رہ سکا تو دوسرے صوبوں کی شاخوں کی فکر کون کرتا۔

کلکتہ آنے کی درخواست:۔ اس تشویشناک صورتحال پر کلکتہ کے بعض حساس اور بیدار مغز افراد نے بڑی سنجیدگی سے غور کیا اور بجز اس کے کوئی دوسری صورت نظر نہ آئی کہ خواہ کچھ بھی ہو مولوی علی حسین عاصم بہاری کو بہار سے کلکتہ لائے بغیر اس مرتی ہوئی تحریک کو دوبارہ زندہ کرنا ممکن نہیں، چنانچہ مولوی محمد یحییٰ ایڈیٹر المومن، ابوالشمس[2]، ایم۔ جی رسول اور محمد سلیمان ایم۔ ایل۔ سی و کونسلر کلکتہ کارپوریشن نے اتفاقِ رائے سے عاصم سے خط و کتابت شروع کی۔ عاصم بہاری کے سامنے پریس و اخبار الاکرام اور مختلف صوبوں کے دوروں کے علاوہ بہار کی درجنوں، دینی، تعلیمی، اصلاحی اور سیاسی تنظیموں کی ذمہ داریاں تھیں، اس لئے ان سب کو یکایک

---

[1] خطبۂ استقبالیہ، مسٹر محمد سلیمان ۷۔۸ اپریل ۲۷ء ص: ۱۳ [2] عبدالغفور

چھوڑ کر کلکتہ جانا آسان نہ تھا۔ مگر یہ سارے مختلف کام دراصل ایک بڑے مقصد ہی کے لئے انجام دیئے جا رہے تھے۔ اس لئے جب اس مقصد عظیم کی جان پر بن آئی تو موصوف نے چند مہینوں میں تمام کاموں کا مناسب انتظام کر کے پھر پانچ سال کے بعد اس مرکزی شہر کی طرف قدرے لمبے وقفے کے لئے رخ کیا جہاں موصوف نے اس تحریک کی داغ بیل ڈالی تھی۔

دوبارہ آمد کلکتہ:۔ چنانچہ ۲؍نومبر ۱۹۲۷ء کو تنظیم جمعیۃ المومنین کے احیائے نو کے لئے وہ کلکتہ پہنچے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۳۷ ؍برس کی رہی ہوگی۔ یعنی ابتدائے شباب کے بعد پختگیٔ شباب میں دوبارہ اپنا تاریخی فریضہ انجام دینے کے لئے کلکتہ آئے۔ عین شباب کا زمانہ تو صوبہ بہار کو بیدار اور متحرک کرنے میں گذرا۔ اب تک ان کی صحت نہایت عمدہ تھی۔ تقریباً ۱۸۔۱۹ برسوں کے مختلف النوع سماجی وسیاسی اور صحافتی کاموں کے تجربات سے لیس اور بہار و یوپی کی نفسیات سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ نومبر ۲۷ء تا مارچ ۲۸ء پانچ مہینوں کے اندر اندر بہار کے طرز پر پورے شہر کلکتہ کو تقریباً جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ یہاں تک کہ اس مردہ تنظیم میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ جالے پڑے ہوئے گرد آلود دفتر کو از سر نو منظم کیا گیا۔ تمام شاخوں اور ان کے ذمہ داروں سے مسلسل ملاقاتیں کی جاتی رہیں۔ ہر شادی، غمی، خطبات جمعہ، جلسہ سیرت اور عام وخاص سیاسی وسماجی اجتماعات کے موقع پر جمعیۃ کے احیائے نو کی باتیں اور موثر تقریریں شروع ہو گئیں۔ علماء، تعلیم یافتہ نوجوانوں، مختلف گوداموں کارخانوں اور فیکٹریوں کے عملوں، سرداروں، اور متمول و با اثر افراد سے پیہم ملاقاتیں کی گئیں۔ جگہ بہ جگہ مدارس و مکاتب اور لائبریریاں قائم کی گئیں اور قائم شدہ منجمد اداروں کو متحرک کیا گیا۔

دفتر اور پچھلے حسابات کی درستی:۔ دفتر کے پچھلے حسابات کو عبد الغفور اور ایم جی رسول کے مہینوں کی مسلسل محنت سے درست کیا۔ فراہمی فنڈ و دورے کے دوروں، اشتہار اور پوسٹر وغیرہ کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپسی شکر رنجیوں کو رفع کیا اور جھگڑوں کو چکایا۔ آل انڈیا مجلس انتظامیہ اور دوسری مقامی شاخوں کی مجالس کی بار بار نشستیں ہوئیں یہاں تک کہ جمعیۃ اس لائق ہوگئی کہ ۷۔۸ ؍اپریل ۲۸ء کو اس کی سالانہ کانفرنس منعقد ہو سکے۔

بہر کیف ۳؍نومبر[1] ۱۹۲۷ء (مطابق پنجشنبہ ۷؍جمادی الاول ۴۲ھ۔ عاصم بہاری نے اپنا کام شروع کردیا۔ صبح آٹھ ہی بجے مختلف لوگوں سے صورتحال سے مطلع ہونے اور جائزے کے لئے نکلے تو حکیم شرافت کریم کے مطب پر مولانا محمد سبحان[2] پیش امام بڑی مسجد تانتی باغ سے ملاقات ہوگئی۔ دیر تک گزشتہ سال بھر کی معلومات حاصل کرتے رہے۔ صنعت پارچہ بافی کی کساد بازاری کی وجہ سے بنارس، بھاگلپور، مئو اور بہار شریف سے بنکروں کا قافلہ کلکتہ، دھنباد، جھریا، ٹاٹا وغیرہ کے کارخانوں، ملوں اور کوئلے کی کانوں کے علاقے میں تلاش روزگار کے لئے کوچ کررہا تھا۔ یہ سب اس وقت ہو رہا تھا جب سودیشی اور کھادی کی تحریک کا شباب تھا۔ موصوف کو اس بات کا بھی افسوس تھا کہ اچھے خاصے باا ثر علماء، حکماء اور متمول حضرات ملکی مسائل اور قومی تحریکوں سے اس قدر بے نیاز کیوں ہو رہے ہیں۔ دوسرے روز (۴؍نومبر ۲۷ء) بڑی مسجد تانتی باغ میں ایک نہایت ہی موثر تقریر کی جس کا کئی روز تک چرچا ہوتا رہا۔ لطیف الرحمٰن گھتیہ بسوں کی خریداری کے سلسلے میں کلکتہ آئے ہوئے تھے ان سے مل کر خوش ہوئے اور انہیں قومی کاموں کی طرف مائل کرتے رہے۔ موصوف اس وقت تک خلافت اور کانگریس سے پوری طرح وابستہ تھے۔[3]

دفتری معمولات:۔ عاصم بہاری عام طور سے دفتر جمعیۃ المومنین کے لئے صبح ۸؍اور ۹؍بجے کے درمیان نکل جاتے اور مختلف ذی اثر حضرات سے ملتے جلتے ۱۱؍بجے تک وہاں پہنچتے۔ یہی ان کے ہر روز کا معمول تھا۔ چند دنوں کی دوڑ دھوپ اور ملاقاتوں کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ پچھلے برسوں کے جمود باہمی اختلافات اور جھگڑوں کی وجہ سے لوگوں کو جمعیۃ کی طرف سے نہ صرف مایوسی ہوگئی ہے بلکہ ان کے وہابی ہونے کے بارے میں بھی افواہ پھیلادی گئی تھی اس پر لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا بچائے ان بزرگان ازلی سے جنہوں نے صرف

۱۔ ماخوذ از روزنامچہ دوم (۳؍نومبر ۲۷ تا ۲؍فروری ۲۸ء)

۲۔ موصوف بہار شریف کے ایک محلہ بھوکھر (نزد دوسرائے) کے رہنے والے تھے۔

۳۔ روزنامچہ دوم ۵؍نومبر ۲۷ء

اپنا الو سیدھا کرنے یا اپنی مشیخت بگھارنے کے لئے جاہلوں کو الجھا رکھا ہے۔ [1]"

محلّہ وار تنظیم کا خاکہ:۔ اس کے بعد موصوف نے محلّہ وار ذی اثر، تعلیم یافتہ اور دولت مندوں کے نام و پتے کا ایک رجسٹر تیار کرنا شروع کیا اور کوشش کی کہ ایسے لوگوں سے مل کر ایک ایسا جلسہ کیا جائے جس میں اس طرح کے با اثر افراد زیادہ سے زیادہ شریک ہوں تا کہ غلط فہمیوں کے بادل چھٹیں، چنانچہ مسٹر محمد سلیمان علی احمد، مولوی مولا بخش، حکیم محمد اسرائیل، منشی انوار نبی اور ڈاکٹر عبد الرحمٰن سے اس سلسلے میں بارہا ملاقاتیں کیں۔ مچھوا بازار، مانک تلہ، ہوڑہ اور کولوٹولہ کی مقامی جمعیتوں سے گہرا ربط قائم کیا اور تقریباً ہر ایک دو روز پر وہاں آتے جاتے رہے، اتوار کو فرصت کی وجہ سے موصوف کے دفتر میں خاصی بھیڑ رہتی اور مختلف مسائل پر اظہار خیال کے لئے لوگ آتے رہتے ۹ نومبر ۲۷ء کو ارکان مجلس انتظامیہ اور مختلف نمائندگان کے نام دوپہر سے شام تک ۴۲ خطوط لکھے۔ ایڈیٹر المومن مولوی محمد یحییٰ، مقامی جمعیۃ کے صدر مولانا محمد یحییٰ نائب صدر مولوی مولا بخش اور ناظم ایم جی رسول سے خصوصی ربط تھا۔ مجلس انتظامیہ کی نشست [2] میں دیگر تجاویز کے علاوہ ارکان وفد کے مختلف علاقوں میں دورے کے لئے سفر خرچ کی ادائیگی کی تجویز منظور کرائی کیونکہ اس کے بغیر احیائے نو کا کام انتہائی دشوار ہو جاتا۔

اگلے چند دنوں میں مانک تلہ کے سالانہ جلسہ کو منظم کیا، اس کی اخباری رپورٹیں بھجوائیں، سیالدہ کے اللہ رکھو بیڑی مرچنٹ کے کارخانے میں ۴۲ کاریگروں سے ملاقاتیں کیں۔ اسلامیہ لائبریری اور مدرسہ مومن ہال کا تفصیلی معائنہ کیا اور مولوی حفیظ کا مجلس انتظامیہ سے جو جھگڑا چل رہا تھا اس کو چکایا۔

مولا بخش کی قوت کارکردگی ان کی خیر پسندی اور جذبۂ ایثار سے خاص طور پر متاثر تھے لکھتے ہیں کہ:۔

---

[1] ایضاً ۷ نومبر ۲۷ء [2] منعقدہ ۱۲ نومبر ۲۷ء

"باوجود ضعیفی آپ کی مستعدی نوجوانوں کے لئے شمع ہدایت ہے"

تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بے مقصد زندگی اور تضیع الاوقاتی سے بے حد کڑھتے تھے۔ایک مجلس میں جہاں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے انہیں ملنا تھا وہاں انہیں گرم کوٹ،فلالین اور کشمیرہ[1] وغیرہ کے مسئلہ پر الجھتے ہوئے دیکھ کر انتہائی تاسف ہوا۔

بالعموم صبح ۸۔۹ بجے کے نکلے ہوئے اپنی قیام گاہ پر ہر روز شب کے ۱۲۔ایک بجے سے پہلے نہیں پہنچتے۔یہاں بھی سونے سے قبل اخبار ورسائل اور بعض کتب کا اس وقت تک مطالعہ کرتے رہتے جب تک کہ انہیں نیند نہ آجاتی۔دن رات کی دوادوش اور شب بیداری سے کبھی کبھی ہلکا پھلکا بخار اور دردسر وغیرہ ہو جاتا تو اسے ہنس کے ٹال دیا کرتے۔مانک تلہ کے ایک جلسہ کے لئے بارہ بجے دوپہر میں اٹھے۔

سر کا درد:۔ "...........تو محسوس ہوا کہ سر میں درد شروع ہو گیا ہے جس نے تھوڑی ہی دیر میں اتنی ترقی کی کہ حواس بچائے رکھنا مشکل ہو گیا۔جی چاہتا کہ کاش اللہ میاں نے اگر میری گردن کی مشتری کو کسی اسکرو سے نامٹ کیا ہوتا تو دردسر کے وقت اسے کھول کر الگ رکھ دیا کرتا۔بدقت واختصار نماز پڑھی مگر تقریر کی جرأت نہ ہوئی۔

فراہمی فنڈ کی ترکیبیں:۔ موصوف نے عبدالغفور بیڑی مرچنٹ اور دوسرے کارخانہ داروں سے مل کر ان کارخانوں میں بیت المال جمعیۃ المومنین کے ڈبے بھی رکھوائے جس کا پورا حساب رکھتے تھے۔ڈاکٹر عبدالرحمٰن کا بہت جی چاہا مگر موصوف وقت کی تنگی کے پیش نظر برابر معذرت کرتے رہے انہیں مجلس استقبالیہ کا صدر بھی بنانا چاہا مگر موصوف نے خاموش اعانت پر اکتفا کیا۔

۲۷ر نومبر کو مولانا فرخند علی کسی ضرورت سے کلکتہ تشریف لائے تو موصوف کے گرانقدر مشوروں سے مختلف نشستوں میں استفادہ کیا۔

دفتری خطوط:۔ یکم دسمبر کو مجوزہ نشست مجلس انتظامیہ مورخہ ۴ر دسمبر کے

---

[1] کپڑوں کے نام

لئے مختلف ارکان و ذمہ داران کے نام ۱۲ بجے دوپہر تک خطوط لکھتے رہے۔ سہ پہر میں کچھ لوگوں سے ملاقاتیں کیں پھر شام سے ساڑھے نو بجے رات تک ۳۲؍ ارکان انتظامیہ نیز ۵۴ نمائندگان کے نام خطوط لکھ کر کچھ لوگوں کی معرفت اور کچھ بذریعہ ڈاک[1] روانہ کر دیئے۔

۲؍ دسمبر بروز جمعہ بڑی مسجد میں نماز جمعہ کے بعد ملک کے موجودہ حالات اور مسلم نوجوانوں کے فرائض پر ایک پر جوش تقریر کی جس میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد تھی موصوف کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی تو بیساختہ ان کی زبان پر یہ دعا آگئی کہ:۔

نوجوانوں کی مایوسی:۔ "خدا کرے
ان بچوں کی ذہنیت متاثر ہو پھر تو قومی تحریک کی روح بیدار
ہو جائے"

دوسرے روز[2] مزن لین میں چند تعلیم یافتہ انصاری نوجوانوں نے ملنے کا وقت مقرر کرلیا تھا۔ دوران گفتگو بعض نوجوانوں نے قوم کے مخصوصین کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ:

"ہم جہاں تک سمجھتے ہیں قوم کی اصلاح نہیں ہو سکتی"

لطف یہ ہے کہ عاصم بہاری سے وہ اس تاثر کی تائید چاہتے تھے۔ اس پر موصوف نے غایت ہمدردی کے ساتھ شگفتہ انداز میں کہا کہ:

"قوم کی حالت کو ذرا تفصیل سے جاننے کی کوشش
کیجئے تب آپ کو معلوم ہو کہ "آپ جہاں تک سمجھتے ہیں" اس
میں کیسی نا سمجھی چھپی ہوئی ہے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے مطلق نہیں
سمجھا ہے"

خواص کی ذمہ داری:۔ اور قوم کے مخصوصین کی نفسیات کو ان الفاظ میں پیش کیا۔

"..........غور کیجئے تو جماعت کی خرابی کی تمام تر ذمہ
داری علمی، اخلاق اور مذہبی اعتبار سے بھی ہمیشہ جماعت کے

---

[1] روزنامچہ ۲۵؍ دسمبر ۲۷ء [2] روزنامچہ ۲؍ دسمبر ۲۷ء

نمایاں حضرات پر عائد ہوتی ہے مگر وہ اپنی ذمہ داریوں سے
جان چرا کر جماعت کی کمزوریوں اور اس کی خرابیوں کا تذکرہ
محض اپنے بچاؤ کے لئے کرتے ہیں تا کہ لوگ یہ جانیں کہ
جماعت ہی اتنی خراب ہے کہ ان جیسے روشن خیالوں کی قدر
نہیں کرتی۔[1]"

آگے چل کر جاڑے کے موسم میں کلکتہ میں کپڑے کی تجارت کی گرم بازاری کا تذکرہ کرتے ہوئے مارواڑیوں کے اثر و نفوذ پر اظہار تشویش کیا ہے۔

۴ر دسمبر (بروز اتوار) کی نشست میں مولانا فرخند علی سہسرامی بھی شریک ہوئے البتہ دیگر ارکان چونکہ مسلسل مختلف وفود میں سرگرداں تھے۔ اور ہر ہفتہ نشستوں میں شریک ہو رہے تھے۔ اس لئے بعض افراد آج کی نشست میں شرکت پر چیں بجبیں ہو رہے تھے مگر حالات کے تقاضے، جمعیۃ اور تحریک کے احیاء اور آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس کی ضرورتوں کے پیش نظر انہیں مجبوراً لوگوں کو زحمت دینی پڑی۔ اس پر موصوف نے اپنا تاثر ان الفاظ میں تحریر کیا۔

مستقبل کا مورخ فراموش نہیں کر سکتا:۔

"انشاء اللہ ان زحمتوں کی داد مورخ کا قلم دے گا جب
ہندوستان کی تاریخ لکھی جائے گی اور آنے والی نسلیں ان
زحمتوں کے طفیل نعمتوں سے سرفراز ہوں گی تو یقیناً دعائیں
دیں گی۔ اتنا ہی نہیں پروردگار عالم کے حضور سے بہترین اجر
ملے گا۔ اور سردار دو جہاں کے روبرو قیامت میں بھی سرخروئی
حاصل[2] ہوگی"

بہر حال نشست شروع ہوئی اور سب کمیٹی نے مجلس استقبالیہ کے مختلف

---

[1] روزنامچہ ۳ر دسمبر ۷۷ء [2] روزنامچہ ۴ر دسمبر ۷۷ء

عہدیداروں کے لئے مختلف نام پیش کئے جن پر غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا گیا۔ مجلس استقبالیہ میں فیس رکنیت اجلاس دسمبر ۲۶ء کی طرح مبلغ دو روپے رکھی گئی۔ ۷۔۸ اپریل ۲۸ء اجلاس کی تاریخ مقرر کی گئی تاکہ اس دوران ملک کے مختلف علاقوں میں وفود کے دورے بھی ہو جائیں اور تیاریوں کا پورا موقع بھی مل سکے موصوف مجلس برخاست ہونے کے بعد سوا دس بجے اپنی قیام گاہ پہنچے تو:۔

> ''رات کا بیشتر حصہ آج کے فیصلے، کانفرنس کے انعقاد، سامانوں کی فراہمی اور دورہ وفود پر غور کرتے گذر گیا۔ جس کے آخر میں یہ احساس بہت تکلیف دہ تھا کہ بعض حضرات کے درمیان عدم رواداری کی وجہ سے دو چونچیں ہو جاتی ہیں اللہ رحم کرے اور گمراہیوں سے محفوظ رکھے آمین''[۲]

دوسرے دن فراہمی فنڈ اور معززین شہر سے ملاقاتوں میں گذرا۔ برآئی مستری کے یہاں ایک بجے رات تک گفتگو ہوتی رہی اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ اس کے بعد:

> ''قیام گاہ پہنچا۔ اخبارات دیکھے۔ ڈھائی بجے آنکھوں نے دیکھنے اور دماغ نے پڑھنے سے انکار کر دیا''[۳]

تانتی باغ مسجد کا پریوی کونسل میں مقدمہ:۔ ۶ر دسمبر کا دن روز عید کا منظر پیش کر رہا تھا اس لئے کہ مسلمانانِ تانتی باغ نے دس بارہ برسوں کی طویل مقدمہ بازی اور ۲۰۔۲۵ ہزار روپے کے خرچ کے بعد بڑی مسجد کے بددیانت متولی سے پریوی کونسل کا مقدمہ

---

[۱] صدر مجلس استقبالیہ: محمد سلیمان، ایم ایل سی۔
سکریٹری۔ مولوی نورالدین۔ بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔
جوائنٹ سکریٹری مجلس استقبالیہ: ماسٹر حمایت حسین، علی حسین عاصم، ایم۔ جی رسول۔
خازن:۔ • علی احمد بند اختر۔
آڈیٹر:۔ • نور محمد بی۔ اے۔ ابوالشمس عبدالغفور۔ روزنامچہ ۴ر دسمبر ۲۷ء

[۲] روزنامچہ ۴ر دسمبر ۲۷ء [۳] روزنامچہ ۵ر دسمبر ۲۷ء

جیت لیا تھا۔ ۱۶ر دسمبر کو مولوی محمد یحیٰی ایڈیٹر المومن بہت مغموم نظر آئے اس لئے کہ موصوف کے پریس کا ایک پتھر، رسالہ چھپتے وقت ٹوٹ گیا تھا۔

فکر مستقبل:۔ جنوری ۲۸ء سے موصوف کی بے قراری بڑھ گئی کیونکہ مجلس انتظامیہ کی نشست کو تین ہفتے ہو چکے تھے۔ اور اب تک مجوزہ صدر اجلاس محمد شریف بار ایٹ لاء کو ان کی منظوری حاصل کرنے کے لئے خطوط تک نہ لکھا جا سکا تھا۔ کل تین مہینے باقی رہ گئے تھے۔ فراہمی فنڈ سے لے کر اجلاس کے عام کام ابھی شروع بھی نہ ہو سکے تھے اس لئے ہر روز ان کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ اس موقع پر پورے شہر کو بھی بیدار اور منظم کر لینے کا وقت آ گیا تھا اس لئے ہمیشہ مستقبل کی فکر میں غرق رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ منشی قربان[1] احمد کی دلچسپ اور حکیمانہ باتوں سے محظوظ ہونے کے بجائے ان کی ماضی پرستی اور حال کی مایوسی سے سخت بدحظ ہوئے کیونکہ ان کے خیال میں:۔

> ''میں گزشتہ باتوں کو صرف آئندہ کے لئے سننا چاہتا ہوں
> کیونکہ جو کچھ فکر ہے وہ آئندہ کی ---------اب تو تمام تر جدوجہد اس
> بات پر صرف ہونی چاہئے کہ قوم کا مستقبل درخشاں اور کامیاب ہو''[2]

عاصم بہاری اور پیشہ ور لیڈروں کے ''فکر مستقبل'' کے فرق کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے یک روزہ صبح سے شام تک کی مصروفیات اور نظام الاوقات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

۱۵ر جنوری ۲۸ء کی مصروفیات:۔ ۱۵ر جنوری روز یکشنبہ علی الصبح اٹھ ضروریہ سے فارغ ہو کر ضروری نوٹ تیار کیا۔ آج کی مصروفیات پر ایک سرسری نظر ڈالی بکل کا روزنامچہ مرتب کیا کچھ اخبارات و رسائل دیکھے اور ۸ بجے قیام گاہ[3] سے نکل کھڑے ہوئے ہوٹل میں چائے ناشتہ سے فارغ ہوئے۔ ۹ بجے منشی قربان احمد اور چند دوسرے نوجوانوں سے ملاقات ہوئی۔ اور دیگر افراد سے ملتے ملاتے بارہ بجے دفتر اخبار ''المومن'' پہنچتا کر مقیاد ج اپنے

---

1. ہمدرد عاصم بہاری
2. روزنامچہ ۱۵ر جنوری ۲۸ء 3. نزد ''سیالدہ، مولا علی'' کے پاس

پہنچنے کے متعلق خبر کروائیں۔ تھوڑی دیر ایجنڈا کے متعلق گفتگو ہوئی اس کے بعد ایک بجے دوپہر میں جمعیۃ الانصار مچھوا بازار پہنچے وہاں عبدالغفور اور ایم جی رسول کو ضروری پیغام دیکر ڈاکٹر لیلین مولوی علی احمد بند اختر کے پاس آئے۔ وہیں حکیم محمد سعید (مٹیا برج) سے ملاقات ہوئی اور مجوزہ صدر اجلاس مسٹر محمد شریف بارایٹ لا کے نام ایک دعوت نامے کا مسودہ تیار کیا جو موصوف کو پسند آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حسب تجویز چند دیگر ارکان انتظامیہ آئے اور سالانہ اجلاس نیز مولانا محمد یحییٰ (صدر جمعیۃ المومنین کلکتہ) کو شمس العلماء کا جو معزز خطاب ملا تھا اس سلسلے میں ایک خصوصی تہنیتی جلسہ کے بارے میں تفصیلات طے ہوئیں۔ یہاں سے ساڑھے نو بجے شب میں رخصت ہوئے مگر کاموں کی آہستہ خرامی بلکہ مخرامی" سے سخت متردد تھے۔ انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ "پھیلی ہوئی نالی پر مرغا کود گیا۔" یہ تمام دھاگے ٹوٹ پھوٹ کے الجھ گئے ہیں اور گاڑی آگے بڑھ نہیں رہی تھی۔ آپ کولوٹولا اسٹریٹ سے سنٹرل ریو ہوتے ہوئے بوبازار جنکشن پہنچے، چند افراد سے ملاقاتیں اور ضروری باتیں ہوئیں وہاں سے ولنگٹن اسکوائر آئے مگر وہاں زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے اور دھرم تلہ اسٹریٹ سے چل کر مولا علی کے قریب آگئے تو یکایک خیال آیا کہ عبدالواجد سے ملنا اور بنیاپوکھر کا ضروری کام تو باقی ہی رہ گیا چنانچہ سیالدہ جنکشن پہنچ کر ایک پیالی چائے پی اور پیادہ بوبازار آئے جنکشن کی گھڑی دیکھی تو بارہ بج رہے تھے۔ عبدالرحمٰن مرحوم کے کارخانے میں عبدالواحد سے ملاقات ہوئی وہیں بیڑی لی اور وہاں سے چل کر ولنگٹن اسکوائر پہنچے جہاں کارپوریشن اسٹریٹ سے گلی در گلی ہوتے ہوئے جوڑا گرجا سے بنیاپوکھر روڈ پر آگئے۔ دن بھر کی گردش اور تفکرات کے عالم میں دن کا کھانا بھول گئے تھے یاد آیا تو بھوک معلوم ہوئی۔ وہیں ایک ہوٹل میں بیٹھ گئے۔

> "کھانے کے بعد قیام گاہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری قوم پر
> جمعیۃ المومنین کلکتہ اور تحریک جمعیۃ المومنین پر رحم کرے۔ دو بجے
> شب میں نیند کو میری حالت پر رحم آیا"[1]

۱۶ر جنوری ۲۸ء کا انہماک:۔ دوسرے روز معمول کے مطابق

---

[1] روزنامچہ ۱۶ر جنوری

لوگوں سے ملتے ملاتے گیارہ بجے دفتر المومن آئے وہاں سے ایک بجے کے قریب مچھوا بازار میں عبدالغفور اور ایم جی رسول کو ضروری ہدایتیں دیں جلسہ مٹیابرج کے اشتہارات کا مسئلہ درپیش ہوا تو پونے دو بجے ٹرام اور لاری (بس) سے روانہ ہو کر ایک گھنٹہ کے بعد وہاں پہنچے۔ حکیم محمد سعید مطب میں مل گئے۔ اشتہار کے مسئلہ کو حل کر کے ولی محمد، حکیم محمد اسرائیل اور حکیم عبدالروف سے ملتے ہوئے پریس آئے۔ پونے تین بجے مٹیابرج سے بذریعہ لاری (بس) روانہ ہوئے۔ دھرم تلہ سے ٹرام پکڑ کر ویلسلی ہوتے ہوئے کمک اسٹریٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں الیٹ روڈ کے قریب ایک دوکان سے سائیکل مل گئی تو پونے چار بجے کمک اسٹریٹ پہنچ گئے مگر شمس العلماء مولانا محمد یحیٰی سے ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ موصوف کولوٹولہ جا چکے تھے۔ لہٰذا وہاں سے کڑابازار ہوتے ہوئے سوا چار بجے دفتر المومن پہنچ گئے"۔ یہاں اشتہار اور اس کی پیشگی رقم دو روپے حوالہ کر کے پانچ بجے اسی سائیکل سے راجہ بازار کے لئے روانہ ہو گئے یہاں دوکان ہی پر شیخ چمن سوداگر سے ملاقات ہو گئی اور محمد فراہیم سابق سکریٹری کی ریشہ دوانیوں کا حال معلوم کر کے متاسف ہوئے۔ وہ جمعیۃ کا دفتر خالی کرنے میں خوامخواہ کے ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ سوداگر صاحب سے دیر تک اجلاس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کر کے سخت متفکر ہوئے اور مغرب کے وقت مچھوا بازار پہنچے۔ ایم۔ جی۔ رسول سے بدخواہوں کی ریشہ دوانیوں کا حال بیان کیا اور حفظ ماتقدم کے لئے چند تدبیریں بتائیں۔ وہاں سے پٹوار بگان وکیل صاحب سے ملنے کے لئے آئے مگر موصوف باہر نکلے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی ان کی قیام گاہ پر ایک تحریر چھوڑ کر بشارت مستری کے یہاں آئے مگر نہ ملے، انہیں بعض چائے خانوں اور دوکانوں میں دیکھا پھر بھی نہ ملے۔ ناچار سیالدہ غلام رسول کے بیڑی گدام میں جمعیۃ کا بکس (اعانتی فنڈ) دیکھا۔ وہاں سے عبدالغفورؔ[1] کی دوکان پر آئے یہاں کاریگروں نے بڑی محبت وعقیدت سے نو بجے شب تک روک رکھا۔ یہاں سے سائیکل پر ابھی تھوڑی دور چوراہے پر پہنچے ہی تھے کہ ایک ٹرام آ گیا اور دوسری پیچھے سے آدھمکی اور دونوں طرف سے موٹروں کے نرغے میں پھنس گئے۔

---

[1] موصوف جمعیۃ فنڈ میں ۸/ آنے ماہوار کی اعانت کرتے تھے۔

''اس پر لطف یہ کہ گھبراہٹ میں ٹھیک اسی وقت چین ٹوٹ گئی۔
بدقت رکے اور بال بال بچے لوگوں کو ہنسنے کا موقع نہ ملا''

آگے بڑھ کر سائیکل کی مرمت کرائی اور ایلیٹ روڈ پر سائیکل واپس کرنے پہنچے تو دوکان بند ہو چکی تھی اس لئے نانی باغ آ گئے اور چند صاحبوں سے جلسہ عام کے متعلق تبادلہ خیال کیا۔

بارہ بجے شب میں بستر پر دراز ہوئے تو ایک رسالہ (شمع) میں ایک تاریخی مقالہ ہندوستان سو برس پہلے'' پڑھنے لگے۔ مضمون پڑھنے کے بعد متفرق اشعار اور تضمیں دیکھتے دیکھتے نیند آ گئی۔

کم وبیش ہر روز کا یہی معمول تھا اس جوش جنوں اور دوا دوش کے بغیر ایک کم مایہ اور بے بضاعت انسان اتنا بڑا تحریکی معجزہ دکھا بھی نہیں سکتا تھا۔

ایک روز[1] خلاف معمول تکان اور کسلمندی کی وجہ سے صبح سات بجے تک سوتے رہے۔

''عبدالرحیم ناگپوری کی آواز آئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا
سرہانے لیمپ جل رہا تھا۔ یا ممکن ہے میرے دیر تک سونے کی
بناء پر آتش بجاں تھا''

تفکرات و پریشانیاں:۔ اجلاس کا وقت جوں جوں قریب آتا گیا موصوف کا ذہن پریشان ہونے لگا، ایک روز اسی طرح مسلسل دوڑتے رہنے کی بناء پر علی احمد بلند اختر کو ایک ضروری پیغام دینا بھول گئے تو لکھتے ہیں۔

''مگر میں بالکل بھول گیا۔ آج کل میرا دماغ بہت الجھا ہوا رہتا ہے''[2] اسی روز پریس کا بھی اچھا خاصا چکر رہا۔ اور کئی افراد سے ملنا باقی رہ گیا۔ آخر انسان ہی تو تھے تھک کے پریشان ہو گئے تو لکھتے ہیں:۔

''(شب کے) دس بج گئے ہیں اس لئے ٹرام پر بیٹھا
اور قیام گاہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ چند آدمیوں نے ملنے کے

---

[1] روزنامچہ ۱۹/جنوری ۴۸ء [2] روزنامچہ ۱۸/جنوری ۴۸ء

لئے کہا تھا مگر کہیں نہ گیا اور کہاں تک جاؤں سب تو ملنے ہی کے
لئے کہتے ہیں کوئی خود نہیں ملتا۔

کچھ دیر دماغ کی ناز برداریوں کے لئے مطالعہ کرتا رہا پھر سوگیا''[1]

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

المومن کی جمعیتی ملکیت:۔ مولوی محمد یحیٰ ایڈیٹر المومن اور مجلس انتظامیہ کو راضی کر کے جنوری سے اس رسالے کو جمعیۃ کی ملکیت میں لے لیا۔ کیونکہ

الاکرام کا دم واپسیں:۔ کلکتہ کی مصروفیات نے بہار شریف سے نکلنے والے پندرہ روزہ الاکرام کو پھر دیکھنے کا موقع ہی نہ دیا اس لئے اواخر ۲۷ء میں اس نے دم توڑ دیا ۔اور انفرادی طور پر مولوی یحیٰ المومن کو تحریکی مقاصد کے لئے پوری طرح مفید بنانے سے بھی قاصر تھے۔ چنانچہ جنوری سے فیلڈ ورک کے علاوہ صحافتی ذمہ داریاں بھی موصوف کے سر آگئیں مولوی محمد یحیٰ علی احمد بلند اختر اور دوسرے احباب بہر حال معاونت کرتے رہے۔

ٹمیابرج کا جلسہ:۔ اعلان و اشتہار کے مطابق ٹمیابرج کا سالانہ جلسہ[2] جمعہ کے روز منعقد ہوا۔ ہزاروں افراد کے علاوہ پردے کا نظم رہنے کی بناء پر سیکڑوں خواتین نے بھی شرکت کی۔ مولانا محمد اسماعیل شمس العلماء مولانا محمد یحیٰ اور ان کے بعد عاصم بہاری نے ایک گھنٹہ تک ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس کے اثرات بہت دنوں تک باقی رہے اور اس کے بعد وقفے وقفے سے باشندگان ٹمیابرج نے موصوف سے دو اور تقریریں کرائیں یہاں تک کہ وہاں کی مقامی جمعیۃ نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگئی۔

بادشاہ کا مکان تماشہ گاہ:۔ واپسی میں مقبرہ نواب واجد علی

۱؎ مگر گوناں گوں مصروفیات اور بعض رفقاء کی بے توجہی کے سبب "المومن" زیادہ دنوں تک جماعتی ملکیت میں نہ رہ سکا

۲؎ ۲۰ رجنوری ۱۹۲۸ء

شاہ مرحوم کے صدر دروازے پر بائسکوپ کمپنی کے تماشے کو دیکھ کر اپنا تاثر ان الفاظ میں پیش کیا۔

"آج کل بیچارے بادشاہ کے مکان کو بائسکوپ کی
ایک کمپنی نے کرایہ پر لے لیا ہے۔ جس میں روزانہ تماشہ ہوتا
ہے۔ اسی تماشہ نے بیچارے کی حکومت کا خاتمہ کیا، قید کی
حالت میں بھی تماشہ جاری تھا۔ مٹ جانے کے بعد بھی تماشہ
ان کھنڈرات کی جان نہیں چھوڑتا"[1]

مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام:۔ دوسرے روز راجہ بازار[2] کے ایک نہایت ہی مخلص اور پر جوش نوجوان عبدالسبحان نے "اسلامیہ لائبریری" اور مڈل اسکول کے لئے موصوف سے وقت لیا۔ آپ کی تقریر کے بعد وہیں "مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی" کی تشکیل عمل میں آئی اور جمعیۃ کی شاخ بھی قائم ہوگئی۔ اس روز شب میں قیام گاہ واپس آئے تو:

"طبیعت نے سوائے سونے کے تمام باتوں سے انکار کر دیا"

۲۲ رجنوری کو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ نتی باغ کے جلسہ میں عاصم بہاری مولانا ابوالکلام آزاد کو مدعو کر رہے تھے۔ اس خبر میں صداقت ضرور تھی مگر بعض شرپسندوں کی مخالفت کی وجہ سے اس پروگرام کو ملتوی کرنا پڑا تھا۔

الٰہ آباد سے دعوت:۔ ۲۳ رجنوری کو الٰہ آباد کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت آئی بعد میں اس کے لئے بار بار اصرار بھی ہوتا رہا۔ موصوف اس شہر کے جوہر کو گزشتہ دورے میں پرکھ آئے تھے۔ مستقبل کے لئے زندہ دلان الٰہ آباد سے انہیں بڑی توقعات وابستہ ہو چکی تھیں۔ چنانچہ وہاں جانے کے لئے ہفتوں بے قرار رہے ابتداء میں سفر خرچ مہیا ہو جانے کی توقع تھی اس لئے ہر روز اس کے بارے میں صدر جمعیۃ مولانا محمد یحییٰ سے معلومات حاصل کرتے رہے مگر آخر کار ناکامیابی ہی کا سامنا کرنا پڑا اور موصوف مسوس کے رہ گئے۔

مالی مشکلات سے کام ٹھپ تھا:۔ ادھر دفتر کا کام جس انداز سے بڑھتا اور

---

[1] روزنامچہ ۲۰ رجنوری ۴۸ء [2] روزنامچہ ۲۱ رجنوری ۴۸ء

پھیلتا جا رہا تھا اس تناسب سے فراہمی فنڈ کا کام کیا تھپ تھا ۱۴؍ جنوری کو ایک بجے دفتر آئے خطوط لکھے اور یادداشت ترتیب دی مگر:

"ڈاک سے بھیجنے کے لئے پیسہ ندارد کیا کروں
کہاں جاؤں ۔حد تو یہ ہے کہ کہیں آنے جانے کے لئے پاس
میں کل ۵؍ پیسے ہی باقی رہ گئے تھے"

عاصم بہاری کی پوری تحریکی زندگی میں ان کی مالی مشکلات نے انہیں ہمیشہ روح کچو کے دیئے۔ وہ تحریک اور اپنے مقصد حیات کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار تھے مگر گھر میں بیوی بال بچوں کا کیا کرتے وہ اپنی ضروریات کو نظر انداز کر سکتے تھے اور زندگی بھر انہیں ٹالتے اور بھلاتے بھی رہے جس کا ان کی مضبوط صحت پر برا اثر بھی پڑتا رہا مگر اہل وعیال کے مسائل سے صرف نظر کیسے کر سکتے تھے ۔مالی دشواریوں کے باوجود ۱۹۱۸ء کے دور دارالمذاکرہ سے لیکر آج تک اور آج سے زندگی کے آخری ایام تک اجتماعی فنڈ اور قومی سرمائے میں کسی قسم کی دخل اندازی کو ہمیشہ ناجائز تصور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہر دور کے کاغذات میں پیسے پیسے کا حساب کتاب بڑی باقاعدگی سے ملتا ہے بعض اوقات دوران سفر قرض کی نوبت آتی رہی مگر اس کی ادائگی بھی پہلی فرصت میں ہمیشہ کرتے رہے ۔۱۹۲۲ء کی بہار شریف کانفرنس اور اس کے بعد پورے بہار کو منظم کرنے میں اثاث البیت تک فروخت کر دیئے ظاہر ہے کہ ایک حوصلہ مند اور ایماندار مگر غریب آدمی کا اثاثہ ایک عظیم الشان ہندوستان گیر تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے کتنے دن تک ساتھ دے سکتا تھا۔ اسی لئے موصوف نے سب کچھ لٹا دینے کے بعد قومی کاموں کو جب بھی ہاتھ میں لیا اپنے اپنے زمانے کی مجالس انتظامیہ سے اپنے سفر خرچ اور گذر اوقات کے لئے کچھ نہ کچھ وظیفہ، تنخواہ باضابطہ طریقے سے منظور کرالیا کرتے تھے اور پھر ان حدود کے سختی سے پابند ہو جایا کرتے تھے۔ یہ رقم بھی کس قدر قلیل اور تکلیف دہ ہوتی تھی اس کا حال تو اپنے اپنے مقام ہی پر آئے گا۔ یہاں پر صرف اتنا اشارہ کر دینا بے موقع نہ ہوگا کہ پچاسوں برس کے بچے کھچے ذخیرہ خطوط میں کم از کم سیکڑوں خطوط ان کے صاحبزادوں اور اعزہ کے صرف اس امر کے ہوں گے کہ اتنے اتنے مہینوں سے آپ نے اپنی تنخواہ نہیں بھیجی ہے۔ خانہ داری بچوں کی تعلیم اور علاج معالجے میں سخت تکلیف ہو

رہی ہے، عید کو چند ہفتے رہ گئے ہیں اب تک بچوں کے کپڑے تک نہ بن سکے وغیرہ موصوف ان کے جواب میں کبھی تو قرض ادھار کر کے منہ بند کرنے کے لئے چند روپئے بھیج دیا کرتے، کبھی خالی خولی الفاظ سے بہلا دیتے اور کبھی خون کے آنسو پی کررہ جایا کرتے، چنانچہ تحریکی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف معاملات اور مسائل پر لوگوں سے شدید اختلافات بھی ہوئے مگر کسی کٹر سے کٹر مخالف نے بھی کبھی ان پر غبن، خورد برد یا خیانت کا الزام عائد نہیں کیا۔ سخت ترین اور روح فرسا حالات میں بھی انتہائی خودداری سے کام لیتے رہے اور دست سوال دراز نہ کرنے سے پرہیز کرتے۔ بسا اوقات قریب ترین احباب اور اعزہ کے مقروض ضرور ہو جایا کرتے تھے مگر قومی و اجتماعی فنڈ میں ذاتی اغراض کے لئے ہاتھ لگانا گناہ سمجھتے تھے۔ بنگال و بہار کی کڑی تپیا والی تحریکی زندگی کے بعد یہ تحریک جب یوپی اور دہلی کی سرحدوں سے آگے بڑھی تو موصوف کے بعض خوشحال اور جانثار عقیدت مندوں نے ان کی مشکلات کا اور صبر آزما خودداری کا اندازہ کر لینے کے بعد از خود ان کے قیام و طعام، مصارف سفر اور بعض چھوٹی بڑی ضرورتوں کو بسا اوقات پورا کر دیا کرتے تھے۔

پیشہ یا مشن:۔ اصل یہ ہے کہ عاصم نے اس تحریکی مشن کو پیشہ، فیشن یا حصول کمال کا کبھی کوئی ذریعہ تصور نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے سواد اعظم کی ابتری اور ان کی ہمہ گیر تباہی اور عصری تقاضوں کے پیش نظر خالصتاً ایک عبادت اور رضائے الٰہی کے ایک ذریعہ کی حیثیت سے اختیار کیا۔ موصوف کی نفسیات اور ان کی شخصیت کی تہہ میں قدرت نے تحریکی جذبہ روز ازل سے رکھ دیا تھا اس لئے زندگی کی آخری سانس تک بعض اوقات انتہائی نامساعد حالات میں بھی اپنے مشن کو ذہنی و فکری اور علمی و عملی انداز سے آگے بڑھاتے رہے۔ اسی لئے جاننے والے جانتے ہیں کہ ان کی خورش و پوشش زندگی بھر سادہ اور تقریباً یکساں رہی۔ بہار شریف کا رہائشی مکان بھی ان کے انتقال کے بہت بعد تک مٹی اور چھپر ہی کا رہا۔ آج بھی وہی حال ہے حالانکہ ان کے خون جگر سے سینچی ہوئی اس آل انڈیا مومن کانفرنس کے پلیٹ فارم پر آنے کے بعد کتنوں کے جھونپڑے محل میں تبدیل ہو گئے۔ کتنے غریب، خوشحال ہو گئے، جاہل عالم بن گئے۔ اور جنہیں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا وہ دنیا کی نظروں میں معزز و محترم بن گئے۔ لیکن عاصم بہاری کی دنیا جیسی برباد تھی ویسی ہی آخر وقت تک رہی۔

مجلس انتظامیہ کا تجاہل:۔ نومبر ۱۹۲۷ء میں اس عیسیٰ نفس کو جب مومن کانفرنس کی مسیحائی کے لئے بلایا گیا تھا تو انہوں نے اس وقت اپنے سفرخرچ اور ایک حقیر ماہانہ[1] وظیفے کی شرط کو پیش کیا تھا جسے مجلس انتظامیہ نے بخوشی قبول کر کے بتاکید انہیں بلوایا تھا۔ مگر جنوری تک نہ صرف یہ کہ انہیں مقررہ وظیفہ نہ دیا جا سکا بلکہ تنظیم و تحریک کے سارے کاموں کو وہ خود مستقل اور ہنگامی چندوں اور اصحاب خیر کے تعاون سے انجام دیتے رہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ چندے کے پیسے آجاتے تب کام شروع ہوتا ورنہ سب کچھ ٹھپ پڑا رہتا۔ اس تین مہینے کی مدت میں پورے شہر کو اپنی زبان و قلم اور قلب کے سوز و ساز سے جھنجوڑ کر رکھ دیا چھوٹے بڑے جلسوں میں ان کی موثر تقریر کی بھرپور داد بھی ملی۔ اور ان کے بیباک قلم کی خوب خوب توصیف بھی ہوئی۔ بیڑی کے ادنیٰ کاریگر سے لیکر لکھ پتی تاجروں تک نے اظہار عقیدت پیش کیا اور ان پڑھ سے لیکر شمس العلماء تک نے ان کی ذہانت، دیانت اور قوت کارکردگی کا لوہا مان لیا مگر کسی کو یہ توفیق نہ ہو سکی کہ ایسے جانباز سپاہی کی روزمرہ کی ضروریات اور اس کے خاندان کے لئے جس نام نہاد "وظیفے" کا اقرار کیا گیا تھا اس کی ادائیگی ہو بھی رہی ہے یا نہیں۔

جیب میں صرف پانچ پیسے:۔ یہاں تک کہ ۲۴ رجنوری کو ان کی جیب میں کل ۵ ر پیسے رہ گئے ٹرام سے پارک سرکس آئے اور وہاں سے پیدل چل کر صدر جمعیۃ کی قیام گاہ[2] پر ان سے ملے۔ تہنیتی جلسے کے بارے میں گفتگو کی اور آگے بڑھ گئے۔

> "ایک شخص سے کچھ پیسے لئے جو بے حد شاق معلوم ہوئے مگر نیرنگیٔ عمل کو کیا کروں کہ اس قسم کی مجبوریاں اور پریشان رکھتی ہیں۔ اب تک جمعیۃ کی مہینوں کی کاوش کے بعد بھی اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ اس کے فنڈ میں کچھ موجود رہے اور قسط وار آمد و خرچ کا سلسلہ جاری رہے۔ بعض اصحاب کبھی کبھی قرض دیدیا کرتے تھے مگر جب روز روز کا یہی دستور بن

---

[1] مبلغ تیس روپے ماہانہ [2] روزنامچہ ۲۴ رجنوری ۲۸ء

گیا تو انہوں نے بھی ہاتھ روک لیا۔

پھر مجھ کو وظیفہ نہ ملنے کے سبب اپنی ضروریات کے لئے
بھی قرض ہی سے سامان کرنا پڑ رہا ہے جو سراسر وعدہ خلافی بھی
ہے اور شرمناک بھی۔ اس مرتبہ مجلس انتظامیہ و جمعیۃ المومنین
کو احساس ہو جانا چاہئے۔ اگر نہ ہو سکے تو پھر کچھ دنوں کے لئے
کام ایک دم ہی سے موقف کر دیا جائے۔ یہی بہتر بھی ہے۔ اور
موجودہ صورت لوگوں کو بیدل کر دے گی جو تحریک کے لئے
بہت برا ہوگا"

پیدل سفر:۔ پیسے کی تنگی کے سبب اب پیدل ہی چلنا شروع کیا چنانچہ صدر جمعیۃ کے یہاں سے راجہ بازار ایک بیڑی کے کارخانے سے ہوتے ہوئے اسلامیہ لائبریری پہنچے۔ مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کے بارے میں بات چیت ہوئی یہاں سے مارکل ڈانگہ کے بعض احباب سے ملے اور کارخانوں سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ:

"گیارہ بجے شب تک چلتے چلتے چور چور ہو گیا۔ تلوے
کی ٹیک تو روز کی چیز ہو گئی ہے آج ایڑی چپل بنانے سے اور بھی
تکلیف بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا اور لوگوں سے ملنے کا خیال ترک کیا اور
لاری (بس) سے قیام گاہ روانہ ہوا"[۱]

دوسرے روز موصوف کو ان کے گھر کا خط ملا جس کو پڑھ کر:

"سخت تکلیف ہوئی اور ذہن کے انتشار نے دماغ معطل کر دیا
اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ ایک بجے کے قریب دفتر المومن پہنچا خیال آیا
کہ اس خط کے پیش نظر اپنی ضرورت بیان کروں، شاید علی احمد بلند اختر
سے پچیس تیس روپے مل جائیں تو مکان بھیج دوں کئی مہینوں میں اب تک

---

[۱] روزنامچہ ۲ر جنوری ۴۸ء

صرف ایک بار دس روپے بھیج سکا ہوں۔ مگر پھر ہمت نہ ہوئی، کیوں؟ یہ خود نہ سمجھ سکا"۔[1]

تو موصوف نے محض ایک قانونی بات کہی کہ:۔

آپ نے تنخواہ کو ایجنڈے میں کیوں نہیں لکھا جس کے جواب میں ہم نے صرف اتنا کہا کہ آخر پورا حساب تو ایجنڈے میں ہے ہی"۔[2]

محبوب عالم کی دوکان پر بازار کے بکس (بیت المال) سے ایک روپیہ نکال کے ڈاک ٹکٹ خریدے گئے تقریباً ایک سو خطوط دفتر میں جمع ہو چکے تھے۔ سب کے پتے اور رجسٹر پر اندراج کے بعد کچھ دستی کچھ ڈاک سے اور تقریباً ۳۰۔۳۲ خطوط بدست خود متعلقہ افراد تک پہنچانے کا نظم کیا۔

۲۷ر جنوری کو مرلی بگان میں ایک کامیاب جلسہ ہوا اور شب میں بعد نماز عشاء بڑی مسجد تانتی باغ میں شب برأت کی فضیلت اور اس کی جاہلانہ رسوم کی تباہ کاری پر ایک موثر تقریر کی۔

رفیق دیرینہ سے ملاقات:۔ اتفاقاً ایک صاحب کی زبانی ان کے پرانے یار غار ڈاکٹر مظفر حسین کی آمد کی خبر ملی تو ان سے ملنے منشی بازار چھ نمبر گدام ملنے کے لئے بے اختیارانہ چل پڑے اور گیارہ بجے شب تک وہیں رہے۔ ڈاکٹر مظفر حسین کی بہت سی وعدہ خلافیوں اور زیادتیوں کے باوجود عاصم بہاری کے خلوص و محبت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

"ڈاکٹر صاحب بہت دنوں تک رفیق تحریک رہے ہیں۔ بہت سی باتیں یاد آئیں۔ قلب نے ایک کیفیت محسوس کی جی نہ چاہتا تھا کہ ان سے جدا ہو جاؤں۔ آخر کار بارہ بجے کے قریب قیام گاہ پہنچا"[3]

تہنیتی جلسہ:۔ ۲۸ر جنوری کا دن خاصا مصروف گذرا علی احمد بلند اختر

---

[1] روزنامچہ ۲۵ر جنوری ۲۸ء [2] روزنامچہ ۲۵ر جنوری ۲۸ء
[3] روزنامچہ ۲۷ر جنوری ۲۸ء

کی قیام گاہ پر شمس العلماء مولانا محمد یحیٰ صدر جمعیۃ المومنین کلکتہ کے اعزاز میں تہنیتی جلسہ منعقد ہوا اور پر تکلف ٹی پارٹی ہوئی۔ ۸ بجے شب سے کاروائی شروع ہوئی عاصم بہاری نے قطعہ تہنیت پڑھ کر سنایا۔ نیز موصوف کی خدمات اور جمعیۃ کی کارگذاریوں پر ایک موثر تقریر کرتے ہوئے واضح لفظوں میں یہ بتایا کہ گوں نا گوں مصروفیات کے باوجود مولانا محمد یحیٰ جیسی ذی علم او مخلص شخصیتوں کی قوم کی خاطر قربانیاں ہرگز رائیگاں نہ جائیں گی ایک وقت آئے گا جب مستقبل کا مورخ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ قلم بند کرے گا تو سات کروڑ مسلمانوں میں تقریباً تین کروڑ انصاری مسلمانوں کی اس عظیم الشان تحریک اس کے اثرات اور کارناموں کو کبھی نظر انداز نہ کر سکے گا نیز اس علمی خطاب اور اعزاز پر انہیں دلی مبارکباد پیش کی کہ اب انصاریوں کے درمیان وہ دوسری شخصیت ہیں جنہیں ملک کے سب سے بڑے علمی اعزاز سے نوازا گیا۔[1]

محمد فراہیم سابق ناظم جمعیۃ المومنین کلکتہ کے استعفیٰ نامہ کو منظور کر کے تجویز ملامت پاس کی گئی ان کے خطوط کے جواب اور دفتر جمعیۃ[2] ہرن باڑی لین پر ناجائز دخل کے خلاف ایک سب کمیٹی کی تشکیل بھی عمل میں لائی گئی۔

منشی شمس الدین اور دوسرے کانفرنس مخالف ارکان انتظامیہ کے طرز گفتگو اور مالیات کی نازک حالت پر عاصم بہاری دن بھر بدحظ رہے شب میں معمول کے مطابق قیام گاہ پہنچے۔

"مگر نیند کے بجائے خیالات کا ہجوم تھا بوقت تمام

ساڑھے چار بجے نیند آئی"[3]

۲۹؍جنوری کو مٹیا برج کا دوسرا جلسہ بھی نہایت کامیاب رہا۔ نوجوانوں نے آپ کی تقریر کے بعد بڑے جوش وخروش کے ساتھ جمعیۃ کی شاخ کو آگے بڑھانے کا عزم کیا اس تقریر میں

---

[1] پہلا خطاب مولانا عبداللہ (بہاری) کو گیٰ مرحوم کو ملا تھا [2] روزنامچہ ۲۸؍جنوری ۲۸ء

[3] اسی تاریخ کو قواعد وضوابط پنچایت جلسہ جمعیۃ المومنین پٹنہ نے منظور کرا کے الطافی پریس کلکتہ سے شائع کرایا۔

موصوف نے اعلیٰ تعلیم اور عمدہ تربیت کو اپنا موضوع بنایا تھا۔اس کے بعد تیسرے جلسہ کی پیشگی دعوت بھی انہیں دیدی گئی۔کلکتہ میں اس روز ہڑتال کی وجہ سے سواریوں کی وقت سے واپسی میں بڑی پریشانی ہوئی۔

۲۱رجنوری کو شام بازار کے جلسہ سیرت میں ایک میلاد خواں مولوی سے ان کا نہایت دلچسپ مباحثہ ہوا۔چنانچہ وہاں تاریخ کی روشنی میں موصوف نے علماء سو کی ایک عبرتناک تاریخ ہی پیش کردی۔

فاقہ:۔ ۲فروری کو موصوف پھر پیسے پیسے کے محتاج ہو گئے،کئی مقامات پر پیدل ہی جانا پڑا اور دوپہر کو فاقہ کی نوبت رہی۔

کھلی چٹھی بنام اراکین جمعیۃ المومنین،کلکتہ:۔ موصوف کی ان تمام کاوشوں،قربانیوں اور صبر آزما جدوجہد کو مخالفین اور شرپسندوں نے ناکامیاب بنانا چاہا، اپریل ۲۸ء والی مجوزہ کانفرنس کو اقتدار اور عہدوں کی رسہ کشی کی نذر کردینا چاہا تو عاصم بہاری اس صورت حال سے سخت متردد ہوئے چنانچہ داخلی انتشار پر قابو پانے کی بہت سی تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ مجلس انتظامیہ (جمعیۃ المومنین کلکتہ) کے ایک رکن عظیم اللہ کی طرف[1] سے "کھلی چٹھی بنام[2] اراکین جمعیۃ المومنین" گشت کروادیں تاکہ ابتدا ہی میں سازشوں کی کمر توڑ دی جائے ورنہ عین کانفرنس کے وقت حالات قابو کے باہر ہو جا سکتے تھے۔

استعفیٰ نامہ:۔ یہ کھلا خط انتہائی دھماکہ خیز ثابت ہوا۔کلکتہ کی عوام کانفرنس مخالفوں کی سازش سے باخبر ہو گئی۔ان مخالفین نے پھر بھی تساہلی سے کام کرنا شروع کیا تو موصوف نے ایک استعفیٰ نامہ پیش کرکے آزادانہ کام کرنے کی ٹھان لی۔

کلکتہ میں ریشہ دوانیاں:۔ ادھر الٰہ آباد سے آل انڈیا جمعیۃ المومنین کے اسسٹنٹ سکریٹری مولوی محمد اکبر بار بار تقاضے کا سخت خط لکھتے رہے کہ کانفرنس کی تفصیلات سے باخبر کریں استعفیٰ نامہ اور کھلا خط کے بعد انہیں ایک مفصل خط میں کلکتہ کی ریشہ دوانیوں کا پورا

---

[1] حالانکہ یہ پورا خط عاصم بہاری ہی کا تحریر کردہ تھا [2] ملاحظہ ہو ضمیمہ ص:۱۰

حال لکھا کہ ۲۴؍دسمبر کو بیرسٹر محمد شریف کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا گیا۔ مگر انہیں بیرنگ خط ۱۸؍جنوری کو لکھا گیا جو انہیں ۷؍فروری کو ملا۔ آخر ۱۰؍فروری کو موصوف نے انکار کا خط لکھ دیا۔ اگر بروقت خط یا تار بھیجا جاتا تو وہ ہرگز انکار نہ کرتے کیونکہ موصوف، مولوی مبارک کریم (سپرنٹنڈنٹ اسلامک ایجوکیشن، بہار اڑیسہ) کی معرفت انہیں راضی کر چکے تھے۔ مگر جن کے ذمہ یہ کام دیا گیا تھا۔ انہوں نے جان بوجھ کر یہ تساہلی کی۔

عوامی جوش وخروش:۔ دفتر میں ثمر صاحب لوگوں کو جانے نہیں دیتے تھے۔ ہر روز نئی کمیٹی بنتی اور بگڑتی رہتی اور مخالفین اڑنگا لگاتے رہے۔ لیکن پورے شہر میں بڑا جوش وخروش پیدا ہو چکا تھا۔ عاصم بہاری کی محنت رائیگاں جانے والی نہ تھی۔ موصوف رقمطراز ہیں:

> ”لیکن انشاء اللہ تعالیٰ کانفرنس ضرور ہوگی۔ اس لئے
> کہ شہر کی مختلف بڑی بڑی آبادیوں میں انتہائی آمادگی ہے۔
> صرف کارکنوں کی معشوقیت نے یہ صورتحال پیدا کر دی ہے۔
> مسٹر سلیمان، مسٹر محمد نور، مسٹر نورالدین اور سوداگر صاحب وغیرہ
> کی رائے ہوگئی ہے کہ ذکریا اسٹریٹ میں ایک کمرہ کرایہ پر لیکر
> چوبیس گھنٹہ ورک کیا جائے“

دیگر مقامی شاخوں میں کام:۔ آگے چل کر موصوف نے جمعیۃ المومنین مانک تلہ، کولوٹولہ، راجہ بازار، تانتی باغ، شام بازار، مٹیابرج، بھوانی پور اور ہوڑہ کے حوصلہ افزا تنظیمی وتعلیمی احوال کی تفصیل پیش کی ہے۔

❀❀❀

باب نہم

یو پی کا عزم:۔ بہار کی طرح بنگال میں بھی عوام تو جاگ گئے مگر خواص کی تساہلی اور تنگ نظری سے تحریکی مشنری سست ہونے لگی تو موصوف نے اب یو پی کو اپنی کوششوں کا ہدف بنایا۔ ان کا اندازہ غلط نہ تھا کہ کسی ایک جگہ کے تنگ دائرے میں زندگی بھر گھٹ گھٹ کر کام کرتے ہوئے اکتا کے مایوس ہو جانا مشنری اسپرٹ کے خلاف ہے۔ اس طرح کی گھٹن کو دور کرنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ مطلوبہ کوششوں کے بعد کسی دوسرے مقام سے نیا تحریکی خون اور تنظیمی کمک پہنچائی جائے تا کہ نئے سرے سے جلد مقامات متحرک ہوسکیں۔

خیر خواہوں کا اصرار:۔ چنانچہ مارچ کے بعد اواخر اپریل میں موصوف کلکتہ سے بہار شریف آگئے۔ ابھی چند ہی ہفتے ہوئے تھے کہ ان کے معتقدین میں بالخصوص شیخ جمن[ا] سوداگر عبد الرحمٰن، مسٹر سلیمان، ماسٹر نور محمد وغیرہم نے مسلسل خطوط لکھنا شروع کر دیا۔ سوداگر صاحب نے اپنے ۱۶ رمئی ۲۸ء کے مکتوب میں لکھا کہ:

"میرا خیال ہے کہ آپ اپنا کام تمام کرنے کے بعد
جلد (کلکتہ) واپس ہونے کی کوشش فرمایئے"

مگر بہار شریف آنے کے بعد یہاں کی مختلف چھوٹی بڑی تنظیموں، مقامی مسائل اور یو

ا ے۔ گیس اسٹریٹ راجہ بازار کلکتہ

پی کے دوروں میں اس طرح مصروف ہوئے کہ پھر مستقلاً کلکتہ جانے کا موقع نصیب نہ ہوا۔

۸؍جون ۱۹۲۸ء کو زندہ دلان الہ آباد نے آل انڈیا مجلس انتظامیہ کی نشست محلہ اٹالہ میں منعقد کی اور طے کیا کہ ۳۰۔۳۱؍مارچ ۲۹ء کو خسرو باغ الہ آباد میں آل انڈیا مومن کانفرنس منعقد کی جائے۔عاصم بہاری نے انتظامیہ کی نشست کے بعد یوپی اور بہار کے بہت سے اہم مقامات میں مجوزہ کانفرنس کے لئے نہایت کامیاب دورے کئے اور اب ہر جگہ سے ان کی شدید طلب شروع ہوگئی۔

شیخ جمن سوداگر کا خط:۔ احباب کلکتہ جون کے بعد ان کی واپسی سے تقریباً مایوس ہوگئے تو شیخ جمن سوداگر نے انہیں ۲؍جولائی ۲۸ء کو پھر ایک تاکیدی خط لکھا۔

"عرصہ سے آپ کی کوئی خیریت معلوم نہ ہونے پر دل فکر مند ہے اب تک آپ کے انتظار میں کوئی بندوبست نہ کیا گیا۔اگر آپ کسی تردد کی وجہ سے آنے کے لئے تیار نہ ہوں تو تحریر فرمایئے تا کہ کوئی دوسرا بندوبست کیا جا سکے۔جواب کا انتظار ہے۔"

الہ آباد کا جلسہ:۔ ادھر الہ آباد میں جولائی ۲۸ء تا دسمبر ۲۸ء میونسپل الیکشن کی گرم بازاری تھی اس لئے فضا خاصی مکدر اور تقریباً پورا شہر دو گروپ میں منقسم ہوگیا تھا۔الیکشن کے بعد جو اربھاٹا تھما تو شیخ علی حسین صدر مجلس استقبالیہ نے حافظ نعیم الدین، حاجی عبدالحمید نیز رضا کاروں کے روح رواں شیخ محمد اکبر، مولوی نظام الدین، بی،اے۔ایل،ایل،بی۔ ایڈوکیٹ میونسپل کمشنر وغیرہ کے تعاون اور عاصم بہاری کی رہنمائی اور مشورے سے الہ آباد کے اطراف واکناف میں دوڑ دھوپ کر نہ صرف الہ آباد بلکہ پورے یوپی میں کانفرنس کے لئے فضا کو سازگار بنالیا۔موصوف نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں عاصم بہاری اور ان جیسے مخلصین کی خدمات کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔

"اس وقت ایسے رہبر اور قائد کی ضرورت ہے جو مخلص قوم کا دلدادہ ذاتی نمائش سے بے پرواہ اور قومی خدمت کرنے کا عادی ہو۔ہم میں ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کی

رہبری اور قیادت ہمارے لئے چراغ ہدایت ہو سکتی ہے۔لیکن
افسوس کہ اب تک ہم اپنے ہی اعضاء کو نہ پہچان سکے اور نہ آپس
میں میل جول، اتحاد و اتفاق کی پوری سعی کر سکے"

اس کانفرنس میں بہار، بنگال، یو پی اور پنجاب وغیرہ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار مندوبین نے شرکت کی۔پہلی بار سرکاری پالیسیوں شاہی کمیشن، لیبر کمیشن اور صنعت وتجارت کی موجودہ صورتحال پر تجاویز منظور کی گئیں۔نیز تعلیم اور سرکاری ملازمتوں میں انصاریوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں پر احتجاج کیا گیا۔

دیگر پسماندہ برادریوں سے تعاون کی تجویز:۔ مولوی محمد یحیٰ اور عاصم بہاری کی تجویز وتائید سے پسماندہ غیر انصاری برادریوں سے شرکت وتعاون کی ایک تجویز بھی اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔عاصم بہاری کے دور دارالمذاکرہ کلکتہ کے یار غار مولوی عبداللہ الکافی کے خلف الرشید حکیم ولی احمد نے:

"بلاتحریک غیرے استقبال صدر[1] کا اشتہار دیگر غیر
برادری کو شرکت کی ترغیب دی اور جناب صدر کے استقبال
میں مزید زینت بخشی، جزاهم الله خير الجزاء في الدنيا
والآخرة"[2]

عاصم بہاری کی تقریر اور وفد کمیٹی:۔ ....اجلاس سوم بتاریخ ۳۱؍مارچ ۱۹۲۹ء بروز اتوار بوقت ۱۱ بجے دن عاصم بہاری نے "مومن کانفرنس اور اس کا مستقبل پر کامل ایک گھنٹہ نہایت ہی پر مغز اور ولولہ خیز تقریر کی۔تقریر کے بعد تحریک کو عملاً آگے بڑھانے کے لئے نو افراد پر مشتمل ایک "وفد کمیٹی" تشکیل دی گئی۔

دوسری تقریر:۔ اجلاس چہارم میں بعد نماز مغرب موصوف کی دوبارہ ایک پر جوش اور جامع تقریر ہوئی۔مختلف تجاویز کی منظوری کے بعد صدر جلسہ کی طرف سے

۱۔ مولوی شیخ محمد ظہیر الدین بی، اے (علیگ) ایل، ایل، بی۔رئیس انبالہ، پنجاب

۲۔ خطبہ صدر مجلس استقبالیہ ص:۳۴

۱۹۳۰ء کی سالانہ کانفرنس شہر انبالہ (پنجاب) میں منعقد کرنے کی پیشکش ہوئی۔

ملک گیر مقبولیت:۔ اجلاس الہ آباد میں عاصم بہاری کی کارگذاریوں اور معرکۃ الآراء تقریروں کے بعد اب ملک کے مختلف صوبوں اور چھوٹے بڑے شہروں میں تنظیمی شاخوں کے قیام نیز جلسوں اور نشستوں میں تحریری وتقریری شرکت کی مسلسل دعوتیں آنے لگیں۔ سینکڑوں ایسے خطوط اور ٹیلی گرام موصوف کے ذاتی کاغذات میں موجود ہیں جن میں مختلف مقامات کے ذمہ داروں نے اپنے اپنے یہاں بار بار آنے کی درخواست کی ہے۔ بہت سے خطوط میں جواب یا ان کے خود نہ آنے پر سخت تشویش اور جھنجلاہٹ کا بھی اظہار کیا گیا ہے وجہ ظاہر ہے ۲۹۔۱۹۲۸ء کے بعد موصوف اس قدر مسلسل سفر میں رہتے تھے کہ خود گھر والوں کو پتہ نہیں رہتا تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس لئے مختلف صوبوں اور شہروں کے خطوط گھر کے پتے پر آتے رہتے تھے مگر بروقت جواب دینے کا انہیں موقع نصیب نہیں ہوتا تھا۔

مدیر الانصار امرتسر لکھتے ہیں[۱]

> "ایک عرضداشت پہلے بھی ارسال کر چکا ہوں مگر جواب ندارد "اصلاح نمبر" کے لئے آپ کی تقریر کا ازحد انتظار ہے جلد از جلد بھیج دیں۔"

رانچی کا سفر:۔ موصوف یوپی کا دورہ کرتے ہوئے وسط اگست ۲۹ء میں رانچی آئے[۲] تو یہاں پر المومن[۳] مولوی محمد یحیٰ کا خط کلکتہ سے ملا۔

> "..........خلاف معمول آپ کا خط ملا، کیونکہ آپ تو کبھی خط" لکھنا جانتے نہیں ہیں ....ہاں بھائی! آپ تو "جہانیاں جہاں گشت" ہیں، مونگیر، جھاجھا، آسنسول وغیرہ تمام گھوم آئے مگر غریب المومن کی اشاعت کے لئے کچھ نہ کیا۔

---

۱ مکتوب مورخہ ۱۶/دسمبر ۲۸ء

۲ قیام بمکان منشی محمد نصیر الدین اسٹیل ٹرنک مرچنٹ، لوہار بازار، رانچی (پدر بزرگوار صغیر احمد ایڈوکیٹ)

۳ مقام اشاعت ۳۲ بنیاپوکھر روڈ، انٹالی، کلکتہ۔

المومن کی یہ شکایت نہیں بلکہ دعویٰ ہے اور حق ہے"

(مورخہ ۱۷ اراگست ۲۹ء)

مولانا آزاد کا خط:۔ ۱۷ اراگست ۲۹ء کو رانچی ہی میں ان کے عزیز و رفیق منشی عبدالغفور کا کلکتہ سے خط ملا جس میں مولانا آزاد کے خط کا حوالہ اور اس کا مضمون درج تھا۔ منشی عبدالغفور شکوہ سنج تھے کہ ایک طرف تو اس تنظیم کو مالی اعتبار سے مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے اکابر قوم سے صلاح و مشورہ اور تعاون حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف بے نیازی کا یہ عالم کہ مولانا آزاد بھی انتظار کرتے رہ جائیں مگر دورے کی مصروفیات کی بناء پر آپ ان سے مل بھی نہ سکیں لہٰذا ان سے فوراً رابطہ پیدا کریں۔

خوش قسمتی سے مولانا آزاد کی وہ مختصر تحریر بھی ہمیں مل گئی ہے جو عاصم بہاری کے مکتوب (مورخہ ۱۴ اراگست ۲۹ء) بدست منشی عبدالغفور، مولانا کی خدمت میں ارسال کیا گیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رقم طراز ہیں[1]:۔

عزیزی!

مجھے انتظار رہا تھا۔ لیکن وقت گذر گیا۔ بہر حال اب میں پھر حتی الامکان کوشش کرتا ہوں۔ کچھ وقت ناگزیر ہے۔ رانچی سے ایک کارڈ لکھ کر اپنے براہ راست پتہ سے اطلاع دیدینا۔ والسلام

ابوالکلام

حدت قلب کی شکایت:۔ عاصم بہاری نے رانچی کا یہ سفر قومی و ملی ضرورت کے علاوہ تبدیل آب و ہوا اور بحالی صحت کے پیش نظر کیا تھا۔ ۲۸ء ہی سے موصوف کو "حدت قلب" کی ایک نئی شکایت ہو گئی تھی۔ جس کے لئے برسوں سے پریشان تھے۔ سفر دہلی کے دوران وہاں کے اطباء سے مشورہ کیا تھا۔ تو کچھ افاقہ بھی ہوا تھا مگر پھر مسلسل سفر انتھک محنت بے آرامی اور قیام و طعام کے انتشار نے پنپنے نہیں دیا۔ چنانچہ مولانا آزاد کے نام اسی خط میں موصوف تحریر کرتے ہیں کہ:

---

[1] مکتوب مولانا ابوالکلام آزاد بجواب مکتوب عاصم مورخہ ۱۴ اراگست ۲۹ء ضمیمہ ۱۸ ارص۔

"الحمدللہ جس حال میں ہوں اس کا شکر ہے۔ دہلی میں علاج
اور اس طرف کی آب و ہوا نے مجھ کو فائدہ پہنچایا۔ قلب کی حدت میں بھی
خاطر خواہ فائدہ ہوا لیکن کامل صحت کے لئے کچھ اور قیام و علاج کی
ضرورت تھی جو میری مجبوریوں کی وجہ سے نہ ہو سکا۔ چنانچہ آج کل پھر
حدت کی شکایت کچھ ہوگئی ہے"

بریلی کا سفر:۔ مگر موصوف کی قسمت میں یکسوئی اور آرام لکھا ہی کہاں تھا چنانچہ جلسہ الجمعیۃ المومنین بریلی[1] کے سالانہ جلسہ کے لئے مسلسل خطوط آنے لگے۔ آخر کار انہیں رانچی سے پھر بریلی کا طویل سفر کرنا پڑا۔ جلسہ بریلی سے فراغت کے بعد موصوف یوپی کے مختلف اضلاع کا دورہ کرتے رہے۔

اسی اثناء میں مدیر ترجمان[2] مولانا امام الدین رام نگری نے جلال پور کے جلسہ مجوزہ ۲۰ رستمبر ۲۹ء میں شرکت کی۔ بر روز سفارش کی اس خط کی پشت پر جمال احمد جلال پوری نے ان الفاظ میں درخواست کی۔

"آپ کو ضرور تشریف لاکر جلسہ کو رونق افروز فرمانا چاہئے"
کیونکہ جلال پور کے لوگوں کی تمنا ہے کہ آپ شرکت فرمائیں گے۔
(مورخہ ۱۳ رستمبر ۲۹ء)

جلسۂ امروہہ میں شرکت کی درخواست:۔ امروہہ[3] کے سالانہ جلسہ کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہوگئیں اور عاصم بہاری کو مجبور کیا جانے لگا کہ وہ اس اہم جلسہ میں لازماً شرکت فرمائیں۔ موصوف کے مخلص و معتقد مولا بخش ٹھیکیدار نے ۲۶ رستمبر ۲۹ء کو حسن منزل لال کنواں دہلی سے ایک خط لکھا کہ

---

[1] منعقدہ ۷ اراگست ۲۹ء بمقام وبار تھیٹر، بریلی، زیر صدارت مولوی شیخ عبدالرؤف بی، اے۔ ایل، ایل، بی ایڈوکیٹ بلند شہر یوپی۔
[2] تاریخ ۲۷ اجون ۲۶ء رام نگر بنارس
[3] جلسہ امروہہ منعقدہ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ اکتوبر ۲۹ء زیر صدارت مولانا عبدالوحید سنبھلی، مدرس مدرسہ فتح پور، دہلی

"(جلسہ امروہہ میں) آپ ضرور تشریف لائیں اور
اگر آپ نہیں آئے تو ہماری قوم ذلیل ہو جائے گی اور پھر پچیس
سو افراد قوم کا جو کہ امروہہ، مراد آباد میں منقسم ہیں اصلاح
ہونا ناممکن ہو جائے گا اور اس کی کل ذمہ داری آپ پر رہے
گی۔..........آپ اپنی آمد کی خبر امروہہ اور میرے پاس بھی
واپسی ڈاک سے جلد دیجئے گا تا کہ دل کو اطمینان ہو جائے۔"

اس قدر اصرار کے بعد موصوف کے لئے انکار کی کوئی گنجائش کہاں تھی۔ چنانچہ شریک ہو کر جلسہ کو مثالی کامیابی عطا کی۔ جس کی تصدیق محمود بدایوں کے خط مورخہ یکم نومبر ۲۹ء سے ہوتی ہے۔

"امروہہ کا جلسہ ختم ہونے کے بعد جناب مولوی فتح محمد
صاحب، خورشید بمعیت مسٹر منظور احمد صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی
، و منشی اکرام اللہ صاحب بریلوی تشریف لائے تھے، کہتے تھے۔"اگر
عاصم صاحب جلسہ میں نہ ہوتے تو جلسہ کے کامیاب ہونے کی کوئی
صورت نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ میدان بھی ہمارے ہی ہاتھ رہا مگر
محض جناب عاصم بہاری کی تقریر کی بناء پر" بدایوں کی انجمن خوب کام
کر رہی ہے، بڑے جلسہ کا انتظام نہ صرف شہر سے بلکہ قصبات متعلقہ
سے بھی ہو رہا ہے"

محمد قاسم بار ایٹ لاء:۔ اس جلسہ میں موصوف کے علاوہ ظہیر الدین انبالہ ایڈوکیٹ مولوی عبد الرؤف نیز محمد خورشید امرتسری بھی شریک ہوئے۔ ادھر صغریٰ وقف اسٹیٹ بہار شریف کے متولی سید شاہ محمد قاسم[1] بار ایٹ لاء نے جمعیۃ اسلامیہ بہار شریف اور وہاں کے دیگر سیاسی و سماجی معاملات کے سلسلے میں موصوف کو کلکتہ میں مقیم سمجھ کر ایک

---

[1] موصوف کے نام عاصم بہاری نے ایک نہایت مفصل خط اپنی ملی و تحریکی زندگی کے سلسلے میں تحریر کیا تھا ملاحظہ ہو ضمیمہ ص: ۱۹۔

ارجنٹ تار بھیجا۔[۱]

Send Ali Hassan of Khasganj sharp matters very urgent,

جلسہ جائس میں شرکت:۔ ۹ر دسمبر ۲۹ء کی مجلس انتظامیہ جمعیۃ المومنین صوبہ بہار مسلم ہاوس شاہ گنج سے اس کے جوائنٹ سکریٹری محمد منیر الدین نے مطلع کیا کہ موصوف انتظامیہ کمیٹی کے ایک رکن منتخب ہوئے ہیں لہٰذا منظوری سے مطلع فرمائیں۔ اس کے بعد ہی قصبہ جائس ضلع رائے بریلی کے سہ روزہ سالانہ جلسہ[۲] میں شرکت کا تقاضا شروع ہو گیا کیونکہ وہاں کے ذمہ داروں نے جلسہ بریلی ہی کے موقع پر موصوف سے شرکت کا وعدہ لے لیا تھا۔ چنانچہ مسعود احمد (کریم گنج ڈاک خانہ سلیھو، رائے بریلی) محمد اسحاق سکریٹری انجمن جمعیۃ المومنین جائس اور عبدالسلام وغیرہ کے خطوط کا تانتا بندھ گیا۔

"آپ نے بریلی میں وعدہ فرمایا تھا کہ ضرور جائس تشریف لائیں گے اگر آپ تشریف نہ لائے تو جلسہ میں بڑی بے لطفی رہے گی اور ہم لوگوں کو از حد صدمہ ہوگا............"

.........ضرور بالضرور تشریف لایئے اور اطلاع دیجئے تا کہ اطمینان ہو ورنہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی آپ کو لانے کے لئے آپ کے یہاں جہاں بھی ہوں گے پہنچے گا۔ فقط والسلام

نیازمند

عبدالسلام

اس شدید تقاضے پر موصوف کو کانپور کا جلسہ[۳] ختم کرتے ہی جائس پہنچنا پڑا۔

روداد جلسہ جائس:۔ جائس کا یہ جلسہ بھی عاصم بہاری کی شرکت کے سبب نہایت کامیاب رہا۔ موصوف نے اختتام جلسہ کے بعد مدیر الانصاری امرتسر کی فرمائش کی تعمیل میں گزشتہ چند ماہ کی مفصل روداد مرتب کر کے انہیں بھیجنے کی کوشش کی اس روداد کے چند صفحات

۱؎ مورخہ ۲۲/اکتوبر ۲۹ ۲؎ منعقدہ ۲۷ تا ۳۰/دسمبر ۲۹ء

۳؎ ۲۵/۲۶/دسمبر ۲۹ء

ہمیں مل گئے ہیں۔ جس کا عنوان اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں اس طرح مقرر کیا۔

"جائس ٹو پورنیا

وایا

پرتاپ گڑھ۔ الہ آباد، جھا جھا، جموئی، بہار شریف

اینڈ دربھنگہ"

اہل جائس کے جوش و خروش، محنت و مشقت نہایت منظم طریقہ کار پر مغز خطبہ صدارت (مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ الہ آباد) اور چند نوجوانوں[1] کا تذکرہ کرنے کے بعد مدیر موصوف کی طرف مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

"شام کی ٹرین سے آپ تشریف لے گئے اور رات کے نو بجے مجلس انتظامیہ جمعیۃ المومنین جائس کی میٹنگ شروع ہوئی مجھے یہ دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ ٹھیٹھ پارلیمنٹری اصول پر تمام کاروائیاں ہوئیں۔ درمیان میں کہیں کہیں جب معاملات بحث کی شکل اختیار کرتے تو باضابطہ میٹنگ تھوڑی دیر کے لئے روک دی جاتی اور آپس میں سمجھوتہ کر لیا جاتا تھا جو نہایت ہی بہتر طریقہ تھا کہ اس سے بحث کی تلخی باقی نہیں رہتی تھی۔ اس طرح ایک بجے تک انتخاب سالانہ وعہدیداران و بجٹ وغیرہ تمام ضروری کام انجام پذیر ہوئیں۔ میں ان تمام کاروائیوں میں خاموش تک تک دیدم پر عمل پیرا تھا۔ بعض صاحبوں نے اپنی محبت و حسن ظن کی بناء پر مجھ سے بھی کہنے سننے کی خواہش ظاہر کی جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوا"

مگر اس قصبہ کے "آقاؤں" پر ان غریبوں کی یہ تنظیم و تحریک نہایت گراں گذری اور جامع مسجد میں ان لوگوں کے خلاف بائیکاٹ اور مقاطعہ کی باضابطہ تجویز منظور کی گئی۔ اس خبر پر

---

[1] منظور احمد ایڈوکیٹ، مسعود احمد، پوسٹ ماسٹر صاحب وغیرہ۔

عاصم بہاری کا محتاط اور طنزیہ تبصرہ دلچسپی سے خالی نہیں:

> ''صبح کو یہ معلوم ہوا کہ رات بھر جلسہ وعظ جامع مسجد
> میں تھا جس میں ٹھیکیداران شرافت نے طے کیا کہ آئندہ مومن
> برادری سے کوئی واسطہ نہ رکھا جائے۔ بہت بہتر۔''
> چشم ما روشن دل ما شاد''

عجیب اتفاق ہے کہ مسلم ایسوسی ایشن سوائے نابر خان، بدایوں نے سالانہ جلسہ کی جو تاریخ مقرر کی وہ جانس کے پروگرام سے متصادم ہوگئی اس لئے ایسوسی ایشن کے جوائنٹ سکریٹری محمد محمود حسین نے موصوف کے عندیہ سے ۱۵ رمئی ۳۰ء کو اس کی تاریخ مقرر کی۔

غرض اب عاصم بہاری کا میدان کار آل انڈیا بنے کا ہوگیا۔ اس طرح بتدریج ایک محلّہ (خاص گنج بہار شریف اور ناتی باغ کلکتہ) سے تحریک و تنظیم کا ایک نازک سا بیج دیکھتے دیکھتے ۱۸-۲۰ برسوں کی مسلسل محنت کے بعد بیسویں صدی کے تیسرے دہے میں ایک عظیم الشان تناور درخت کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ مگر تحریک میں وسعت کے ساتھ ہی ساتھ موصوف کی مصروفیتوں مسائل اور پریشانیوں میں بھی اضافہ ہونا شروع ہوا۔

اعزا و اقربا تقاضوں سے آگے بڑھ کر اس امر پر انہیں لعنت وملامت کرنے لگ گئے کہ بال بچوں کی معاشی تنگدستی کا علاج کئے بغیر خود کو فنا فی القوم وملت کر دینا محض حماقت ہے۔ دوسری طرف رفقائے تحریک میں ملک کے گوشہ گوشہ سے مختلف رجحانات اور نفسیات کے افراد کی شمولیت کے سبب ان کے اختلاف طبع کے سبب بھی انہیں نشانہ تنقید وملامت بنایا گیا۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود یہ اللہ کا بندہ اپنے مشن میں لگا رہا اور ایک ایسے وقت میں جبکہ پورا ملک تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکا تھا، اپنی قوم وملت کو بے یارومددگار چھوڑ دینا گوارہ نہ کیا۔

چراغ تلے اندھیرا:- یوپی کے مسلسل سفر شاندار جلسوں اور تحریک کی وسعت وکامیابی نے عاصم بہاری کے حوصلوں اور امنگوں کو خاصا مہمیز کیا۔

''وہ پھول سرچڑھا جو وطن سے نکل گیا'' کے مترادف بہار سے باہر انہیں غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی اور عقیدت ومحبت کے بیش بہا تحفے ملے۔ یوپی کی کامیابیوں کے مقابلہ

میں بنگال و بہار میں موصوف کی جو قدر ری ہوئی اس کا زخم انہیں آخر عمر تک رہا۔ مگر اس زخم کی ٹیس کا اظہار انہوں نے پہلی بار اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمود احسن کے خط (مورخہ ۲ر جنوری ۳۰ء از الہ آباد) میں اس طرح کیا:۔

"میں جمعہ کے روز لکھنؤ گیا، اور وہاں سے سنیچر کے دن جائس، کئی دن وہاں میرے زیر صدارت مشاعرہ ہوا۔ اس وقت حافظ صاحب[1] و نعیم[2] بہت یاد آئے۔ حافظ صاحب کو تو میں کہنے والا تھا مگر بتول[3] کی علالت کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔

دوسرے اور تیسرے دن جلسہ ہوا جس میں میری تقریریں ماسٹر پیس رہیں۔ چنانچہ آخر اجلاس میں مجھے ایک سہرا ہار پیش کیا گیا۔ یہاں جائس اور گرد و پیش میں بڑے بڑے عہدہ دار، وکلاء، ڈاکٹر مختار وغیرہ ہیں جس کی وجہ سے حاضرین میں صرف تعلیم یافتہ اور خاص خاص لوگوں نے شرکت کی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے کامیابی عطا فرمائی۔ آہ کہ خود اپنے عزیزوں کا خیال میرے متعلق ہیچ ہے ورنہ وہ دیکھتے کہ کیسا کیف انگیز منظر تھا جب کہ انتہائی عقیدت کے ساتھ مجھ پر میری قوم کے تعلیم یافتہ فخر کرتے ہوئے ہار پیش کر رہے تھے۔

بہر حال مرضی مولا از ہمہ اولیٰ[4]"

آمد پرتاپ گڈھ:۔ یکم جنوری ۳۰ء کو عاصم بہاری پرتاپ گڈھ اسٹیشن پہنچے تو وہاں کے عوام اور اکابر کی ایک خاصی تعداد ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے حاضر تھی۔ ریلوے اسٹیشن اور ضلع کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے اس شہر میں اچھی خاصی رونق تھی البتہ کاروبار میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

جھا جھا:۔ ابھی الہ آبادہی میں مقیم تھے کہ جھا جھا سے محمد معین الحق بلاک

---

[1] عاصم بہاری کے بہنوئی حافظ ظفر بہار شریف۔ [2] مولانا حکیم نعیم الحق ایوبی

[3] عاصم بہاری کی بہن [4] ملاحظہ ضمیمہ ص ۲۰۔

انچارج جھاجھا کا ایک خط ان کے مکان پر ملا کہ علاقہ جموئی سمیت جھاجھا چوراسی کا ایک بہت بڑا اجتماع ہونے والا ہے۔

"اس میں آپ کی شرکت بہت ضروری ہے۔ ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی رائیں کرنا ہے۔ امید ہے کہ آپ حضور ضرور سے ضرور چلے آئیں گے" (مورخہ ۴؍جنوری ۳۰ء)

اس کے بعد بذریعہ تار اطلاع دی گئی۔ چنانچہ موصوف یہاں بھی شریک ہوئے اور یہاں سے فارغ ہو کر پھر جموئی، بہار شریف، پورنیا اور دربھنگہ کے اہم اجتماعات اور جلسوں میں شرکت کر کے ان مقامات پر تحریکی شاخوں کو منظم و مستحکم کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

پھلواری شریف:۔ اس طرح حفیظ اللہ پھلواری شریف نے اپنے مکتوب ۲۰؍مئی میں کھگول (داناپور) کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے بار بار لکھا، جہاں موصوف وقت مقررہ (۲۵؍مئی) پر تشریف لے گئے۔

ملکی حالات:۔ ان دنوں پورے ملک میں آل پارٹیز کانفرنس لکھنؤ[1] نعرۂ آزادیٔ کامل کے بعد ہندو مسلم کشمکش کی فضا ایک نیا رخ اختیار کر رہی تھی۔ محمد علی جوہر ۱۰؍جنوری ۲۹ء کو تنگ نظر فرقہ پرستوں اور مہاسبھائیت سے عاجز آکر کانگریس سے مستعفی ہو چکے تھے۔ اس کے بعد مسلم نیشنلسٹ کانفرنس آل پارٹیز مسلم کانفرنس (دہلی[2]) کی تجاویز نیز مسٹر محمد علی جناح کے چودہ[3] نکات سائمن کمیشن کی آواز بازگشت، نہرو رپورٹ، کانگریس کی سول نافرمانی، نمک ستیہ گرہ، پکٹنگ اور گول میز کانفرنس کی گرما گرمی سے ملک کا ماحول انتہائی پرشور ہو چکا تھا۔

مسلمانوں میں اختلاف:۔ اس شوراشوری میں باہمی اختلافات اور کشمکش کا بازار بھی گرم تھا۔ جمعیۃ العلماء، مسلم لیگ، کانگریس اور خلافت تحریکیں باہمی تصادم اور گروہ بندی کا شکار ہو رہی تھیں۔ علماء

---

[1] منعقدہ ۲۸ تا ۳۰؍اگست ۲۸ء

[2] منعقدہ ۳۱؍دسمبر ۲۸ء یکم جنوری ۲۹ء [3] ۲۸؍مارچ ۲۹ء بروش تھیٹر ، اجمیری دروازہ۔

اللہ بخاری، خواجہ حسن نظامی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا آزاد، احمد حسین مدنی اور مسٹر محمد علی جناح کی باہمی مخالفتوں کا حال بھی سب کو معلوم تھا۔

''تاریخ مسلم لیگ'' کا مصنف بھی اعتراف کرتا ہے کہ:

''اس دور میں مسلمان رہبروں اور قومی کارکنوں میں ذاتی مخالفتوں کی بے پایاں خلیجیں حائل تھیں''

اور مختلف سرکاری و نیم سرکاری اداروں اور محکموں میں انتخاب اور نمائندگی کی ہوا نے ان اختلافات کو اور آگے بڑھایا اس پر مستزاد یہ کہ علمائے شکم نے بعض مذہبی جزویات پر کہیں کہیں عقائد کی جنگ چھیڑ رکھی تھی جن سے بالخصوص پسماندہ مسلم برادریاں سب سے زیادہ دست و گریباں تھیں۔

کلکتہ کا انتشار:۔ کلکتہ خاص طور سے سیاسی اور ملکی اختلافات کا گڑھ بن چکا تھا یہ بیماری اس قدر عام ہوگئی تھی کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے ذمہ داران بھی ایک دوسرے سے بدگمان ہو چکے تھے۔ ان مختلف الخیال افراد کو جوڑ کر رکھنے کی اگر واقعی کسی میں صلاحیت تھی تو وہ عاصم بہاری تھے مگر اب ان کے کام کا نتانہ یوپی تھا۔ اس لئے بنگال کی خلیج روز بروز بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ مرکزی تنظیم تقریباً معطل ہو کر رہ گئی مولوی محمد یحییٰ کے خلاف مستقل محاذ آرائی شروع ہوگئی اور تحریکیت کا فقدان ہوگیا۔ چنانچہ مولوی محمد یحییٰ بددل ہو کر اس تنظیم ہی سے مستعفی ہونے کا ارادہ کر چکے تھے۔

نشست مرکزی مجلس عاملہ:۔ اس افراتفری کے عالم میں آل انڈیا جمعیۃ المومنین کی مجلس عاملہ کی نشست موخر ہوتی چلی گئی۔ سالانہ جلسہ اور کانفرنس کے نہ صرف امکانات ختم ہوگئے تھے بلکہ مرکز کے جمود نے دوسری فعال شاخوں کو بددل اور معطل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس صورت حال نے عاصم بہاری کو بے چین کر دیا اور موصوف نے اواخر ۱۹۳۰ء میں یوپی کے شمالی مغربی اضلاع بالخصوص، بریلی، الہ آباد، بدایوں، مرادآباد، امروہہ، نینی تال، الموڑا، سیتاپور، رائے بریلی وغیرہ یعنی دہلی اور پنجاب کا مسلسل دورہ کر کے اور اپنی صحت کو داؤں پر لگا کے پوری کوشش کی کہ کسی بڑے شہر میں عاملہ کی نشست جلد سے جلد منعقد ہو سکے۔

بریلی اور بدایوں:۔ چنانچہ ۲؍ستمبر ۱۹۳۰ء کو موصوف اپنے بھائی مولوی محمود احسن سے کچھ روپے قرض لیکر بریلی کے لئے روانہ ہوئے ۳؍اور ۴؍ستمبر کو بریلی میں قیام کر کے ۵؍کو بدایوں پہنچے وہاں ارکان جمعیۃ المومنین اور مسلم ایسوسی ایشن کو عاملہ کی نشست طلب کرنے پر اکسایا اور ۶؍کی شب والے جلسہ عام میں بھی ایک موثر تقریر کے بعد لوگوں کو آمادہ کیا۔ دوسرے روز (۷؍ستمبر) بریلی سے ہوتے ہوئے شام کو مرادآباد پہنچے جہاں مقامی اراکین جمعیۃ سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کے بعد ۹؍ستمبر کو بریلی کے شہر کہنہ میں مقیم ہوئے۔ ۱۱؍ستمبر کو شاہجہاں پور پہنچے اور دن بھر کارکنوں سے اظہار خیال کرتے رہے۔ وہاں سے ۱۲؍ستمبر کو پھر بریلی واپس آگئے اور ۱۳؍کو پھر بدایوں پہنچے جہاں ۳؍بجے سہ پہر سے رات میں دیر تک مشورے ہوتے رہے۔ ۱۵؍اور ۱۶؍ستمبر کو پھر بریلی واپس آئے۔ یہاں کے ممبر و متحرک کارکنان میں نبی احمد، نیاز احمد، یعقوب حسن اور شیخ شمس الدین صاحبان کو خصوصیت[1] سے بار بار آمادہ کیا۔ ۱۷؍ستمبر کو پٹنہ کے لئے روانہ ہوئے۔ زادِ راہ کے طور پر رسالہ ''نیرنگ خیال'' خریدا تھا، لکھنؤ اسٹیشن پر ایک بیمار مسافر کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور ۱۲؍آنے سے اس کی مدد کی۔

بہار:۔ ۱۸/۱۹؍ستمبر کو پٹنہ میں ذمہ داران جمعیۃ المومنین صوبہ بہار سے صلاح و مشورے کے بعد شام کی ٹرین سے بہار شریف آگئے اور ۲۰ تا ۳۰؍ستمبر جمعیۃ اسلامیہ ہند، جمعیۃ المومنین بہار شریف اور دیگر تنظیموں کو آگے بڑھانے کے کاموں میں مصروف رہے۔

بہار شریف میں قیام کے دوران بعض متحرک شاخوں کے جلسوں میں شرکت کے دعوت نامے بھی ملتے رہے۔ آس پاس کے جلسوں میں تو شریک ہو سکے مگر بیرون شہر کے دعوت ناموں میں سیتاپور کے سالانہ جلسہ (۶؍اکتوبر ۳۰ء) میں شریک ہونا اس لئے قبول کر لیا کہ اہل سیتاپور نے اس کے لئے بڑا اہتمام شروع کر دیا تھا۔ وہ لوگ عبدالجلیل ایڈوکیٹ دربھنگہ اور فتح محمد مدیر

---

[1] ماخوذ از روزنامچہ عاصم بہاری ۱۹۳۰ء اس روزنامچہ میں بھی موصوف نے روز روز کے آمد و خرچ کا حساب بڑی پابندی سے درج کیا ہے۔

الانصار کو بھی مدعو کر رہے تھے۔ مزید یہ کہ وہاں سے بریلی اور بدایوں بھی قریب تھا۔ عبد الکریم سیتاپوری نے انتہائی عقیدت و محبت سے شرکت کی درخواست اپنے خط میں کی تھی[1] اس عقیدت کا اندازہ وہاں کے خطوط کے عقیدت مندانہ القاب و آداب سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ عبد الکریم نے "فخر قوم جناب مولوی علی حسین صاحب ایڈیٹر الاکرام زاد عنایۃ" کے الفاظ سے خطاب کیا تھا۔ ان کے علاوہ بریلی سے محمد مسعود نے اپنے خط[2] کے پتہ میں "بخدمت شریف جناب علی حسین صاحب عاصم بانی تحریک جمعیۃ المومنین" کے الفاظ درج کئے۔ چنانچہ موصوف یکم اکتوبر ۳۰ء کو پٹنہ پہنچے۔ ۱۳ اور ۱۴؍ اکتوبر کو لطیف الرحمٰن مکھیہ اور مولانا حفیظ اللہ پھلواروی سکریٹری جمعیۃ المومنین بہار سے گیا میں صوبائی کانفرنس کے لئے تبادلہ خیال کیا۔

آل انڈیا مجلس عاملہ کے التواء کا اثر:-

پٹنہ ہی سے سیتا پور ہوتے ہوئے بدایوں ۱۷؍ اکتوبر کو پہنچنے کا ارادہ تھا کیونکہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں موصوف کی دوا دوش کامیاب ہو چکی تھی اور وہاں سے مجلس عاملہ (آل انڈیا جمعیۃ المومنین) کے انعقاد کی خبر آ چکی تھی۔ اس خبر سے یہ بے حد خوش تھے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ کلکتہ کے جمود اور ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں بدایوں کی مجوزہ نشست ملتوی ہو گئی۔ یہ خبر عاصم بہاری پر بجلی بن کر گری۔

> "شام کے وقت طبیعت بہت مضمحل رہی کیونکہ
> بدایوں کے جلسہ کا التوا بہت برا ہوا اور اس کا اثر دل پر بہت گہرا
> ہے۔ مجلس عاملہ کے التواء سے خوف ہے کہ دسمبر ۳۰ء میں بھی
> شاید کانفرنس نہ ہو سکے۔ شب کے وقت نورانی دواخانہ میں دیر
> تک صلاح و مشورے ہوتے رہے"[3]

بہر حال موصوف حکیم غریب اللہ سے دس روپے قرض لیکر سیتاپور[4] کے لئے ۱۶؍ اکتوبر کو روانہ ہوئے۔ یہ قرض اس شرط پر لیا کہ سیتاپور سے روانہ کردہ سفر خرچ حکیم صاحب ہی کے پتہ

---

[1] مورخہ ۲۴؍ ستمبر ۳۰ء   [2] مورخہ ۳۰؍ ستمبر ۳۰ء

[3] روزنامچہ ۵؍ ۱ اکتوبر ۳۰ء   [4] بدایوں کی نشست عاملہ کے پیش نظر سیتاپور کا سالانہ جلسہ ۱۱؍ اکتوبر کو منعقد ہونے والا تھا۔

پر آنا تھا۔ ۱۷؍اکتوبر ۳۰ء کو بریلی حاجی نبی احمد کی دکان پر پہنچے۔ وہاں کئی افراد سے ملاقات ہوگئی۔ سب مجلس عاملہ کی التواء سے مایوس اور بد دل ہو رہے تھے۔

آل انڈیا صلح کمیٹی کی تجویز:۔ ۱۸؍اکتوبر کو بدایوں کے مقامی اراکین جمعیۃ وسلم ایسوسی ایشن خصوصاً پروفیسر مولوی امجد ایم اے، اور فتح محمد، خورشید وغیرہ سے دیر تک صلاح ومشورے ہوتے رہے۔

"قرار یہ پایا کہ ایک کمیٹی صلح کرنے والی بنائی جائے جو آل انڈیا جمعیۃ کی غلط فہمیوں کو مٹانے کی کوشش کرے۔ جس میں یو پی، پنجاب، بہار، ہر جگہ کے غیر طرفدار دردمندوں کو شریک کیا جائے"۔[1]

یہاں دیر تک تبادلہ خیال، مطالعہ اور تفکرات کے سبب رات کی نیند بھی متاثر ہونے لگی۔

دوسرے روز ۱۹؍اکتوبر کو سرائے ماہر خاں میں ایک کامیاب جلسہ میں تقریر کی اور لوگوں کے حوصلے کو بلند رکھنے کی ولولہ انگیز باتیں پیش کیں۔ اسی روز حضرت سلطان العارفین کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ ۱۰؍اکتوبر کو چند گھنٹوں کے لئے بریلی واپس آئے وہاں سے سیتاپور کے لئے روانہ ہوئے تو منع کرنے کے باوجود بریلی کے بیسیوں مخلصین اسٹیشن تک رخصت کرنے آئے۔

سیتاپور:۔ ۱۱؍کو شاہجہاں پور اسٹیشن سے سیتاپور کے لئے گاڑی بدلنی تھی وہاں پہنچے تو سیتاپور کے درجنوں رضا کاروں نے موصوف کا پر جوش خیر مقدم کیا۔ فتح محمد خورشید کے ساتھ تانگہ پر کچھ دیر شہر کی سیر کی اور مقامی حالات معلوم کرتے رہے۔ شب میں عبدالکریم کی صدارت میں جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی، تقریباً ۳۔۴ ہزار افراد تھے۔ فتح محمد خورشید کے بعد عاصم بہاری نے دو گھنٹے تک ایک مبسوط تقریر کی۔ تعلیم یافتہ عام مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد تھی۔

دوسرے روز (۱۲؍اکتوبر ۳۰ء) صبح سے ملنے والوں کا تانتا بندھا رہا لوگوں کو نظم واتحاد

---

[1] روزنامچہ ۸؍نومبر ۳۰ء

پر آمادہ کرتے رہے۔ وہاں سے پھر بریلی۔ مراد آباد، امروہہ، بلدوانی وغیرہ کا ایک ہفتہ تک دورہ ہوتا رہا۔

الموڑا:۔ ۱۸؍اکتوبر کو بذریعہ بس (لاری) الموڑا کے لئے روانہ ہوئے بس خوبصورت پہاڑی نشیب فراز اور جنگلوں سے گذرنے لگی تو موصوف کی معمولی قمیض پائجامے اور سوتی کوٹ وہاں کی سردی کے لئے ناکافی ثابت ہوئے۔ آخر کمبل نکال کے اوڑھ لیا اور قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے آگے بڑھے۔

> **مناظر قدرت:۔** ”اب جو پہاڑیوں پر نظر کرتا ہوں تو خدا کی قدرت کے عجیب وغریب نادر ونایاب نمونے بائیسکوپ کی فلم کی طرح نظر سے گذرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شجر سبز پوش پہاڑوں کا ایک سمندر ہے جو انتہائی تموج میں لہریں لے رہا ہو اور ان موجوں یا لہروں کی بلندی وپستی نشیب وفراز یا اس کے ٹکر وتصادم سے جو جھاگ نکل رہے تھے وہ طرح طرح کے گل بوٹے پھول وپھل والے درختوں کی شکل اختیار کر رہے تھے۔ خدا جانتا ہے کہ میں کن پریشانیوں میں یہ سفر کر رہا ہوں لیکن اس وقت تو تمام تفکرات اور مصیبتوں نے گویا مجھے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہوں اور قدرت حق کی نیرنگیاں[1]“

تقریباً ۶؍ہزار فٹ کی بلندی پر رانی کھیت سے گذر کر ساڑھے تین بجے سہ پہر تک ۸ ہزار فٹ کی بلندی پر الموڑا پہنچے۔ یہاں صوفی عظمت اللہ، چھٹن صاحب (نابینا) خانصاحب احمد حسین (آنریری مجسٹریٹ) پروفیسر مولوی نور محمد (پروفیسر مشن کالج الموڑا) کے علاوہ جلسہ نینی تال کے موقع پر چند ملنے والوں سے مسلسل ملاقاتیں ہوئیں۔

---

[1] روزنامچہ ۱۸؍اکتوبر ۳۰ء

باہمی کشمکش:۔ الموڑا میں ان دنوں ۷۰۔۸۰ گھر انصاریوں کے آباد تھے جو زمانہ قدیم میں کاشی پور، شیر کوٹ، بجنور، نگینہ، دھام پور وغیرہ سے جان بچانے کے لئے پناہ گزیں ہو گئے تھے اور اسی زمانے سے کپڑے وغیرہ کے کاروبار میں مصروف تھے۔ ابتداء کافی خوشحال تھے مگر جلد ہی فضول رسومات اور ضعیف الاعتقادیوں میں پڑ کر مائل بہ زوال ہو گئے۔ چند گھرانے علم اور تجارت دونوں اعتبار سے خوش نصیب تھے مگر تکبر اور شخصیت پرستی کی بناء پر کسی قسم کی ملی یا تحریکی کاموں میں کوئی دلچسپی نہ لیتے تھے۔ پانچ دنوں (۱۸ تا ۲۲ اکتوبر) تک موصوف ایک نمائندہ نشست اور جلسہ کے لئے مسلسل دوڑ دھوپ کرتے رہے۔ مگر مسٹر نور محمد اور محمد حسین کی رقابت نے اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ موصوف رقمطراز ہیں کہ:

"اگر چہ میری شہرت وعقیدت کی بناء پر کچھ ہونے کی توقع تھی لیکن ماسٹر نور محمد صاحب اور خانصاحب کی لاگ ڈانٹ پڑے، بہتوں کی حماقت وغفلت، قوم کی بے حسی، دیوالی کا تہوار، جوئے کی مصروفیت، دوکانداری کی الجھن وغیرہ اتنی باتیں جمع ہو گئیں کہ اس مرتبہ الموڑا میں کچھ ہونا مشکل ہے"۔[۱]

اختلاج قلب:۔ یہاں ہر روز ٹھنڈک میں علی الصبح سیر کی وجہ سے ان کی صحت پر نہایت خراب اثر پڑا اس پر مستزاد یہ کہ بند کمرے کے حبس، بے خوابی وغیرہ نے اختلاجی کیفیت میں اضافہ کر دیا۔ اب عمر بھی چالیس سے اوپر ہو چکی تھی۔ مسلسل سفر، بے خوابی، تفکرات، قیام وطعام کی خرابی وغیرہ نے موصوف کی صحت کو بری طرح متاثر کیا۔ چنانچہ خرابیِ صحت نے طرح طرح سے ستانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد سے تو آخر عمر تک وہ نت نئی پریشانیوں میں مبتلا رہے۔ مگر ان سب کے باوجود نہ کبھی تھکے اور نہ مایوس و بددل ہو کر ہمت ہاری۔ یہ ضرور ہے کہ اس محنت شاقہ کے باوجود حسب توقع کامیابی کے آثار نظر نہیں آئے تو گفتگو اور طرز تحریر میں طنزیہ انداز ابھر جاتا۔

---

[۱] روزنامچہ ۲۲ اکتوبر ۳۰ء

۲۳ر اکتوبر کو الموڑا سے واپسی کے وقت، جیب کو ٹٹولا تو کل چند آنے پیسے باقی رہ گئے تھے۔ چھمن صاحب نے چند روپیوں کا نظم کر دیا تو موصوف بھوانی ہوتے ہوئے ہلدوانی پہنچے جہاں ایک تنگ اور دھواں دار کمرے میں قیام کا موقع ملا۔ جس سے اختلاجی کیفیت کے علاوہ کھانسی کی شکایت بھی ہوگئی۔ بعد نماز جمعہ مصلیان کی فرمائش پر ایک جامع تقریر کی۔ تقریر کے بعد تعلیم یافتہ نوجوان بضد ہوگئے کہ کل جلسہ عام کو خطاب کئے بغیر جانے نہیں دیا جائے گا۔ آخر مجبوراً اسی "دھواں کنڈ" میں مزید ایک شب گذارنا پڑا۔ رات میں دیر تک الٰہی بخش سے گفتگو ہوتی رہی۔

"خون کے آنسو":۔ ۲۳ر اور ۲۴ر اکتوبر کی شب میں "خون کے آنسو" نامی کتاب کو اول تا آخر پڑھ لیا۔ جس سے بے حد متاثر ہوئے۔ بھوانی سے رخصت ہونے کے وقت ۷ روپے ماہوار پانے والے ایک کثیر العیال مزدور کی بیماری اور موت کے چشم دید واقعہ کو دیکھ کر راستہ بھر مغموم و متاثر رہے۔ اختلاجی کیفیت میں بھی اضافہ ہوگیا۔

جاہل دولت مند:۔ ۲۵ر اکتوبر کو بریلی پہنچے۔ حاجی نبی احمد جو عرصہ سے تحریکی کاموں کے لئے مالی امداد کی تسلی دیتے آرہے تھے اس روز صاف مکر گئے۔ جس پر موصوف کا تاثر یہ تھا کہ "ان جاہل دولتمندوں کی عقیدت ایسی ہی ہوتی ہے"

اس درمیان میں جہاں رہے خطوط کے ذریعہ عہدیداران آل انڈیا جمعیۃ نیز اکابر ملت سے مختلف موضوعات پر مسلسل ربط رکھا۔ خصوصاً ابو عبد المجید اصالت پورہ مراد آباد، مولا بخش ٹھیکدار حسن منزل لال کنواں، دہلی، مولوی عبد الروف ایڈوکیٹ بلند شہر سے مراسلت جاری رہی۔

۲۶ر اکتوبر کو بدایوں آئے تو ملا محمود احسن، صدیق حسن اور پروفیسر احمد حسن صدر انجمن سے مفصل تبادلہ خیال ہوا۔ احمد حسن گفتگو میں قدرے بے رخی برت رہے تھے۔

تفکرات:۔ ۲۷ر کو بریلی پہنچے تو اپنی صحت اور گھر کی فکر سے پریشان تھے۔

"دس بجے بریلی آیا مگر آج اختلاج کے علاوہ خفیف سی حرارت بھی ہے۔ طبیعت اداس، دماغ پریشان، خط وغیرہ

دریافت کیا کہیں کا نہیں۔ معلوم نہیں گھر پر کیا حال ہے۔ محبوب
کی علالت کیسی ہے۔ بچوں پر کیا گذرتی ہے"۱؎

شام کو ۵ بجے مراد آباد کا ارادہ محض اس وجہ سے ترک کرنا پڑا کہ ایک ہی اچھی قمیض تھی جو میلی ہوجانے کی وجہ سے دھوبی کے یہاں سے دھل کر اس وقت تک نہ مل سکی۔ بس ۲۔۳ آنے باقی رہ گئے تو حاجی نبی احمد نے دو روپے سفر خرچ کے مہیا کر دیئے۔ مگر ۲۹؍ کو بریلی اسٹیشن پہنچ کر کھانسی اور حرارت میں اضافہ ہوگیا۔

بابو عبدالمجید:۔ ۹؍بجے مراد آباد اصالت پورہ بابو عبد المجید کے یہاں پہنچے تو عقیدت مندوں نے فوراً دوا منگوائی اور دو ہرا لحاف اڑھایا۔

"اللہ تعالیٰ بابو (عبدالمجید) کو جزائے خیر دے ہمیشہ میری قدر دانی کرتا اور میری تکلیفوں پر کڑھتا ہے۔ دس بجے تک مختلف باتیں ہوئیں اور یہ قرار پایا کہ صبح اللہ بخش سے باتیں کرکے امروہہ چلا جاؤں، وہاں سے بلند شہر، دہلی، ہوتا ہوا انبالہ جناب صدر سے ملوں اس وقت پھر بابو صاحب نے بیس پچیس سیاہ مرچیں کھلا کر گرم گرم دودھ پلایا تا کہ اس زکام اور کھانسی کو فائدہ ہو۔ مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بغیر بیمار پڑے چھٹکارا نہیں ہے۔ الموڑا کی سردی نے بہت نقصان پہنچایا۔ بہر حال تعمیل حکم میں دودھ پیکر گیارہ بجے خوب موٹے تازے لحاف میں سویا"۲؎

اس موقع پر بابو نے تحریکی کاموں کے لئے مبلغ ایک سو روپے کا وعدہ کرکے عاصم بہاری کی بڑی حوصلہ افزائی بھی کی۔

کلکتہ سے تار:۔ ۲۹؍اکتوبر کو انڈر سکریٹری آل انڈیا جمعیۃ المومنین کا

۱؎ روزنامچہ ۲۷؍اکتوبر ۳۰ء ۲؎ روزنامچہ ۲۸؍اکتوبر ۳۰ء

جوابی تار اللہ بخش کو ملا کہ دسمبر ۳۰ء میں جلسہ کر سکتے ہیں یا نہیں ۔سوچ بچار کے بعد جواب یہ بھیج دیا گیا کہ ہاں کانفرنس کر سکتے ہیں بشرطیکہ ۱۵ر نومبر تک مرادآباد میں مجلس عاملہ کی نشست منعقد ہو جائے ۔دراصل یہ تار بھی معاملات کو مزید الجھانے کے لئے آیا تھا۔ مجلس عاملہ کے لئے اللہ بخش کی رضامندی سے عاصم بہاری کی بڑی ڈھارس بندھی۔

بخار کا مربہ:۔ ہنوز طبیعت معمول پر نہیں آئی تھی کہ اسٹیشن پہنچے مگر دس منٹ کے لئے امروہہ کی ٹرین چھوٹ گئی اصالت پورہ واپس ہونا مناسب خیال نہیں کیا چنانچہ ڈاک خانہ سے کارڈ لفافے لیکر ضروری خطوط لکھنا شروع کیا تھوڑی ہی دیر کے بعد تیز بخار اور کھانسی کا دورہ شروع ہوا ۔اس وقت کی کیفیت یہ تھی کہ:۔

”تیسرے درجہ کا کھلا مسافر خانہ اور بنچ پر بخار کا مربہ“ ۱

بلند شہر:۔ قلی سے ٹکٹ منگوایا ۔امروہہ پہنچے ۳۰ر اکتوبر کو ضعف، کھانسی کے باوجود علی الصبح روانہ ہو گئے ۹ بجے ہاپڑ میں ناشتہ کھایا ۱۰ بجے بلند شہر پہنچے ۔ایک پرانے ملاقاتی ملاجی مختار کا انتقال ہو گیا تھا وہاں تعزیت کے لئے پہنچے پھر مولوی عبدالروف ایڈوکیٹ سے۔

> ”۷ بجے سے ۱۱ بجے تک ۳۵ ہزار فٹ واقعات کی فلم ان کے سامنے پیش کی گئی تو ان کی آنکھیں کھلیں پہلے تو وہ غایت درجہ مایوس و بددل تھے مگر اب اصلاحی مشن کی اہمیت کو تسلیم کر کے نشستوں میں شرکت کے لئے تیار ہو گئے ۔ورنہ اس کے قبل ۱۴ر اکتوبر کو موصوف نے عاصم بہاری کو حاجی نبی احمد شمس الدین دری مرچنٹ، بڑا بازار، بریلی کے پتہ پر چار صفحات کا ایک نہایت ہی مایوس کن خط لکھا تھا کہ وہ بلند شہر میں کس طرح ”عرفی شرفاء“ کی نفرت اور سازشوں کا شکار ہو کر اپنی پریکٹس خراب کرتے جا رہے ہیں ۔حد تو یہ ہے کہ

---

۱ روزنامچہ ۲۹ر اکتوبر ۳۰ء ۲ روزنامچہ ۳۰ر اکتوبر ۳۰ء

مالک مکان (یکے از عرفی شرفاء) نے گھر سے نکالدیا اور
بازار کے ایک کمرہ میں اپنے لڑکے کے ساتھ رہنے پر مجبور
ہوئے۔ تنگ آکر حیدرآباد گئے جہاں نواب فصاحت جنگ
بہادر سے مل کر قدرے ڈھارس بندھی۔

وائسرائے بہادر کی سواری:۔ ۳۱ر اکتوبر کو بذریعہ بس (لاری[1]) دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ جمنا کے پل پر سے وائسرائے بہادر کی گاڑی گذری تو بہت قریب سے ان کی دیدار ہوئی۔ مولا بخش سے ملاقات کے بعد لونگ ٹانک اور کھانسی کی دواخریدی[2] جس کے استعمال سے قدرے افاقہ ہوا۔

مولا بخش کی محبت:۔ خرابی صحت کی بناء پر اب صبح خیزی کے معمولات میں فرق آنے لگا۔ قدرے تاخیر سے بیدار ہوئے (یکم نومبر ۳۰ء) کو مولا بخش ٹھیکدار سے مفصل گفتگو ہوئی۔ وہ عاصم بہاری کے پوری طرح معتقد اوران کے اشارے پر ہر طرح کا ایثار کرنے والے تھے۔ مگر ان دنوں حکام بالا کی خوشنودی حاصل کرنے میں کافی زیر بار ہو چکے تھے۔ اس لئے فی الحال تحریکی کاموں کے لئے ایک سو روپیہ نکالنے سے معذور تھے۔ اسی لئے:

ہمدردی وحوصلہ ہوتے ہوئے بھی کچھ پریشان پریشان سے نظر آئے[3] مگر عاصم بہاری کی صحت اور کپڑوں کا حال دیکھ کر اپنے داماد کو ہدایت کر گئے کہ ایک قمیض ایک پائجامہ اور ایک جوڑا جوتے کا فوراً نظم کرو۔

آمد انبالہ:۔ شب میں بند کمرے میں رات بھر کھانسی کی وجہ سے نیند اچٹتی رہی۔ ۵ بجے علی الصبح (۲ر نومبر ۳۰ء) حسب پروگرام:

"بستر بغل میں داب کلی ورگلی اسٹیشن پہنچے"[4]

وہیں ناشتہ کھایا۔ مگر ٹرین دیر سے آئی۔ ۱۲ بجے انبالہ پہنچے۔ منشی جی سے معلوم ہوا کہ محمد

---

[1] عاصم بہاری ہر جگہ بس کے لئے اس کا پرانا نام لاری ہی استعمال کرتے ہیں۔
[2] ہندوستانی دواخانہ کا لعوق [3] روزنامچہ یکم نومبر ۳۰ء
[4] روزنامچہ ۲ر نومبر ۳۰ء

ظہیر الدین صدر آل انڈیا جمعیۃ المومنین، اسکول گراؤنڈ میں ہاکی کھیل رہے ہیں۔ اسکول پہنچے معمولی "صاحب سلامت" ہوئی۔ مگر:

"پانچ بجے تک وہ انتہائی انہماک سے ہاکی میں مصروف رہے اور میں ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ کیونکہ یہ کھیل ویل میری سمجھ میں خاک نہیں آتا" [1]

صدر کی غلط فہمی:۔ کھیل کے بعد تفصیلی گفتگو ہوئی تو بنگال، بہار اور یوپی والوں کے متعلق ان کی جو غلط فہمی تھی وہ دور ہوئی اور اس امر پر متاسف ہوئے کہ میرے دور صدارت میں کوئی قابل ذکر کام نہ ہو سکا۔ نیز سکریٹری علی احمد اور انڈر سکریٹری شمس الدین کو کلکتہ خط لکھا کہ خواہ کہیں بھی ہو مگر مجلس عاملہ کی نشست لازماً ہونی چاہئے۔ صدر جمعیۃ ان دنوں انبالہ ٹی کے چیئرمین تھے۔ اسی سال پنجاب صوبائی کونسل کے الیکشن میں امیدوار تھے۔

طنزیہ اشارے:۔ حریفوں نے ان کے "جولاہا" ہونے کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا چنانچہ تقریباً تین ہزار روپے کے زیر بار ہو کر تین سو ووٹوں سے ہار گئے۔ انہیں کل اٹھارہ سو ووٹ ملے تھے۔ اس پر عاصم بہاری کا تاثر دلچسپی سے خالی نہیں۔

"(سن کر) ہم نے بھی افسوس کیا کہ یہی محنت اور اس روپے کا تھوڑا سا حصہ بھی اگر وہ کانفرنس کے سلسلے میں خرچ کرتے تو صوبہ کیا معنی اسمبلی کے ممبر ہو جا سکتے تھے۔ اور کانفرنس ہونے سے تحریک اور قوم کا جو فائدہ ہوتا تو وہ الگ احسان مند ہوتی۔ کیا عجیب کہ راؤنڈ ٹیبل تک معاملہ پہنچ جاتا۔ مگر ایسا ہوتا کیوں آخر یہ بھی تو جلاہے ہیں۔ جلاہوں کا خاصا ہے کہ خود اولوالعزمی سے آگے نہ بڑھے گا۔ ہاں دوسروں کو کاندھا دینے کے لئے بروقت موجود ہے" [2]

---

[1] روزنامچہ ۲؍ نومبر ۳۰ء [2] روزنامچہ ۳؍ نومبر ۳۰ء

دہلی واپسی سے پہلے انبالہ کے دوسرے قومی رہنما مسٹر ظفر احمد سے ملاقات کرنا اس لئے بھی ضروری خیال کیا کہ:

"ایک سے مل کر چلا جانا جلا ہوں میں ذرا کارے دارد کا معاملہ ہے"[1]

جمعیۃ القریش سے اشتراک عمل:۔ دہلی واپس آکر ۷ر نومبر کو موصوف جمعیۃ القریش کے دفتر میں کوکب صاحب سے ملے پسماندہ مسلم برادریوں کے وفاق اور بعض اہم مسائل میں نقطہ اشتراک واتحاد کے موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی۔

بنیادی کمزوریوں کا احساس:۔ بیس پچیس سال کی مسلسل جدو جہد اور تجربے کے بعد انہیں یہ تلخ احساس بری طرح ستانے لگا کہ مضبوط مرکزیت کے بغیر پورا تنظیمی ڈھانچہ انتہائی کمزور ہے۔ اس کمزوری کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی ایک علاقہ میں کوئی شاخ متحرک ہوئی تو دوسرے علاقہ میں مردنی چھا گئی، ایک محاذ درست رہا تو دوسرا منتشر ہو گیا۔ بالعموم سونے کے وقت اجتماعی وخاندانی تفکرات ذہن پر دستک دینے لگے۔

"یہ بڑی مصیبت ہے کہ بدقت تمام تھوڑی حرکت ہوتی ہے۔
پھر انسپکشن (معائنہ اور یاددہانی) نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے
کاش مرکزی جمعیۃ میں صلاحیت عمل ہوتی تو آج سیکڑوں انجمنیں
یوں ختم نہ ہوتی دکھائی دیتیں"[2]

---

[1] روزنامچہ ۳ر نومبر ۳۰ء [2] روزنامچہ ۲ر نومبر ۳۰ء

افسوس یہ ہے کہ آج نصف صدی گذر جانے کے بعد بھی آل انڈیا مومن کانفرنس کی یہ بنیادی کمزوری علیٰ حالہ قائم ہے۔ ہنگامی والیکشنی کانفرنسیں اور کبھی کبھی جلسے تو ہو جاتے ہیں مگر اس کے مرکزی دفتر کے تصور کا فقدان ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ عاصم بہاری کی طرح ان کے بعد پھر کوئی دوسرا مخلص ہمہ وقتی کارکن اور فنا فی القوم رہنما پیدا نہ ہوا جو اپنی فعال اور متحرک روح کی مدد سے تحریک کو متحرک وجولاں رکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی کے بعد ان دنوں یہ تحریک بعض حوصلہ مندوں کے ظرف وضمیر کے مطابق قسمت آزمائی کا ایک عمدہ پلیٹ فارم بن چکا ہے۔

اس کے بعد تمام لوگ چلے گئے اور میں مطالعہ کرنے لگا۔ بارہ کے بعد آرام کیا۔ تخیلات کی پریشانیاں، جب تنہا ہوتا ہوں تو ستاتی ہیں۔ آج بھی بچوں کی تکلیف، بھائی کی علالت اپنا بے سروسامان ہونا۔ دیر تک روح اور دماغ کے لئے عذاب بنا رہا۔ جب کہیں نیند آئی"

خواجہ حسن نظامی کی ہمت افزائی:۔ ۵؍نومبر کو ۸ بجے صبح تک کھانسی سے پریشان رہے۔ سکون ہوا تو حضرت نظام الدین فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے وہیں خواجہ حسن نظامی سے ملاقات ہوئی۔ وہ لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے۔ پہلے تو عاصم بہاری کی قومی وملی سوالات کو ٹالتے رہے اور بار بار یہ معذرت کرتے رہے کہ "میں ان دنوں ان چیزوں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں، البتہ عاصم بہاری کی جد وجہد اور سالانہ اجلاس کی کاوشوں کو سن کر اس موقع پر پچاس روپے سے اعانت کا یقین دلایا۔

"غنیمت ہے۔ پروردگار عالم ایسے لوگوں کو اجر عظیم عطا فرمائے وبرکت دے کہ وہ زیادہ نیک کاموں پر صرف کرسکیں"

۶؍نومبر ۳۰ء کو رسالہ ادیب کا" کامل نمبر، خریدا اور دہلی سے مرادآباد آگئے یہاں خصوصیت کے ساتھ بابو عبدالمجید اور غلام رسول کے خلوص ومحبت نے بڑا آرام پہنچایا۔

مگر بابو صاحبوں کے مقامی رقیبوں اور ۱۵؍نومبر تک عاملہ کی نشست کے بارے میں کلکتہ سے کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ اس لئے کئی روز تک بے چین رہے۔

الانصار کا دوبارہ اجراء:۔ البتہ ۸؍نومبر کو فتح محمد خورشید (مدیر) کے ہاتھوں میں اخبار الانصار کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے اس کے دوبارہ اجرا پر موصوف کے تاثرات قابل ذکر ہیں:

ل روزنامچہ ۵؍نومبر ۳۰ء

"پروردگار عالم قومی پرچوں کا مستقل ومعقول انتظام فرمائے۔ بڑی ضرورت ہے۔ قوم بغیر کامیاب پرچوں کے گونگی بہری ہوتی ہے۔ جن کی آنکھوں پر بے حسی کا جالا چھایا رہتا ہے۔ بے تابی سے الانصار لیا، بے قراری سے دیکھا اور غور سے پڑھا۔ اس کے بعد داستان ہجر وفراق اور امیدوں کا بن بن کر بگڑنا اور بننا یاد آیا"۔ [1]

سہ پہر میں فتح محمد خورشید کے ساتھ ککھر حاجی صاحب سے ملے۔ عبدالعزیز اور مولا بخش سے باتیں ہوئیں۔

۹ر نومبر کا دن موصوف کے لئے انتہائی مسرت انگیز ثابت ہوا۔

مراد آباد میں نشست عاملہ:۔ "اصالت پورہ پہنچے۔ آج دل کا بوجھ ہلکا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ قرار پا گیا کہ ۲۹ر۳۰ نومبر ۳۰ء کو مراد آباد میں جلسہ ضرور ہو۔ مجلس عاملہ انتظامیہ اور صوبہ یوپی کی مجلس انتظامیہ میں سب کو دعوت دی جائے گی۔ انشاءاللہ اس مجلس میں ایسی صورت نکل آئے گی کہ آئندہ کانفرنس کا اعلان، دفتر کی تبدیلی، دستور العمل کی منظوری وغیرہ سب مرحلے طے ہو جائیں۔ خدا برکت دے بابو برادران کے دولت واعزاز میں جن کے حوصلہ نے ایک صورت اختیار کرلی ہے۔ اگر یہ کامیاب ہوا تو برادری کی تاریخ میں ان کی یہ بروقت خدمت بہت قیمتی قرار پائے گی"۔ [2]

اگلا مرحلہ ایجنڈا وغیرہ طے کر کے اس کے اجراء کا تھا۔

---

[1] روزنامچہ ۱۸ر اکتوبر ۳۰ء [2] ۹ر نومبر ۳۰ء

"رات کے وقت ملنے والے برابر آئے۔ مختلف باتیں ہوئیں
مطالعہ کیا اور آخر میں بابو صاحبان سے مشورہ ہوا کہ کل مجھ کو الہ آباد جانا
چاہئے وہاں مولوی نظام الدین صاحب سے مل کر پھر اکبر صاحب
کو آمادہ کرنا چاہئے تاکہ اگر اب بھی کلکتہ کے اصحاب ٹالنا چاہیں تو محمد
اکبر صاحب جناب صدر کے حکم سے ایجنڈا ایشو کر دیں۔ گیارہ بجے دوا
کھا کر سویا"۔[1]

دوسرے روز (۱۰رنومبر ۳۰ء بروز دوشنبہ) بابو غلام رسول نے موصوف کو مبلغ پینتیس
روپے اس تاکید کے ساتھ دیئے کہ انہیں اپنے بچوں کے لئے مکان فوراً بھیج دیں

سفر بہ شرط مسافر نواز بہترے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

حسب پروگرام ریلوے مسافر خانہ ہی میں رات بسر کی اور ۱۱رنومبر کو بریلی شہر کہنہ پہنچے
حاجی نبی احمد کو عاملہ کی خوشخبری دی اور انہیں مالی ایثار پر ابھارا موصوف نے پٹنہ سے واپسی پر
ایک مبہم وعدہ کیا۔ ٹرین میں بھی اخبار و رسائل مطالعہ کرتے ہوئے دیر سے رات کو سوئے۔

۱۲رنومبر ۳۰ء (بروز سہ شنبہ) کو الہ آباد پہنچے مولوی نظام الدین، حافظ محمد ابراہیم (جن
کی کپڑے کی دوکان پر ان دنوں پکیٹنگ ہو رہی تھی) اور اتالیق محمد اکبر سے ملے۔ یہ معلوم کر کے
حیرت ہوئی کہ اہل کلکتہ مرکزی جمعیۃ کے اسسٹنٹ سکریٹری محمد اکبر کو بھی بہت سی ضروری باتوں
سے بے خبر رکھتے ہیں۔ ۱۳ اور ۱۴رنومبر کو بھی الہ آباد ہی میں قیام رہا۔ ریاض الدین نے چوک
پر دارالمطالعہ قائم کر لیا تھا۔ جہاں تمام ہی اہم رسائل آتے تھے۔ وہاں کبھی کبھی ۲۔۳ بجے رات
تک مختلف رسائل کا مطالعہ کرتے۔

---

[1] ۹رنومبر ۳۰ء

کلکتہ میں کشمکش:۔ وہیں کلکتہ کے باہمی اختلافات کا کچھ حال معلوم ہوا کہ انڈر سکریٹری (مرکزی جمعیۃ) شمس الدین احمد چھ ماہ پورا کر لینے کے بعد مستعفی ہو گئے ہیں۔ مزید یہ کہ شمس الدین احمد اور ایم جی۔ رسول ایک طرف اور دوسری طرف مولوی محمد یحییٰ اور علی احمد بلند اختر کے درمیان خاصی کشمکش برپا ہے۔

صدر کے ایماء سے محمد اکبر مجلس عاملہ کا ایجنڈ اجاری کرنے پر راضی ہو گئے چنانچہ وہیں سے صدر کو تار اور ایک مفصل خط روانہ کیا گیا۔

آل انڈیا مسلم کانفرنس لکھنؤ ۱۶/۱۵ ارنومبر ۳۰ء:۔ ۱۵ ارنومبر ۳۰ء ۵ ربجے علی الصبح لکھنؤ اسٹیشن پہنچے ناشتہ چائے سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ ۸ ربجے صبح صدر کانفرنس (نواب محمد اسماعیل خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء، رئیس میرٹھ) تشریف لانے والے ہیں۔اس لئے وہیں ٹھہر گئے ساڑھے سات بجے تک رضا کاروں اور پر جوش عوام کی بھیڑ جمع ہو گئی۔صدر جمعیۃ القریش خان بہادر رشید الدین کی محنت اور لگن سے قریشی رضا کاروں نے نہایت تندہی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

بھیڑ سے بچنے کے لئے عاصم بہاری اور بھیاجی (خاں بہادر رشید الدین) سب سے کنارے کھڑے ہوئے مگر حسن اتفاق سے صدر کانفرنس کا ڈبہ پیچھے ہی لگا اس لئے سب سے پہلے عاصم بہاری ہی نے موصوف کو خوش آمدید کہا اس کے بعد مجمع ٹوٹ پڑا تو کنارے ہو گئے۔ ایک گھنٹہ کے بعد یہ شاندار استقبالیہ جلوس روانہ ہوا۔ اتفاقاً مولوی شفیع داؤدی مولوی حسین امام گیاوی اور سید شاہ مسعود احمد پر نظر پڑ گئی تو انہیں حضرات کے ساتھ جلوس سے الگ قیصر باغ بذریعہ تانگہ روانہ ہوئے۔راجہ صاحب سلیم پور نے مسلم پور ہاؤس میں مندوبین کے قیام وطعام کا نہایت ہی پرتکلف نظم کیا تھا۔

استقبالیہ سلسلہ تقاریر میں عاصم بہاری کو بھی تقریر کا موقع ملا۔اس کے بعد مجلس مضامین راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور دیگر موضوعات پر بحثیں شروع ہوئیں۔

اسی دوران مولوی نظیر حسن سہرامی جیسے پر جوش ندوی طلباء سے ملاقات ہوئی جو لکھنؤ میں انصاری طلباء کی ایک انجمن تشکیل دینے کے خواہاں تھے۔

اکابر سے ملاقاتیں:۔ وقفہ کے دوران غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد برنی ،نواب محمد اسماعیل میرٹھ ، راجہ غلام رسول سلیم پور ، سید حبیب ایڈیٹر سیاست ،مولانا حسرت موہانی اور قریشی برادری کے بعض اکابر سے ملاقات اور مفصل تبادلہ خیال کا موقع بھی ملا۔

صدر جمعیۃ القریش سے مفصل تبادلہ خیال:۔ موصوف کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ پسماندہ برادریاں متحد ہو کر تنظیم و تحریک اور تعلیم و ترقی کے میدان میں جلد سے جلد آگے بڑھ کر خود کو آنے والے انقلاب کے لئے پوری طرح تیار کریں۔چنانچہ اس مسلم کانفرنس کے موقع پر مختلف افراد سے اظہار خیال کے علاوہ بھیاجی (صدر جمعیۃ القریش) سے اشتراک عمل کے موضوع پر کئی نشستوں میں مفصل گفتگو ہوئی۔عاصم بہاری کا یہ خیال تھا کہ:۔

> ''آئندہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ ہر دو برادری کی کانفرنسیں ایک دوسرے کی امداد کریں اور جب کبھی ان کے فودیا سفر اودورہ کریں تو اپنے کاموں کے ساتھ دوسری برادری کے لوگوں سے بھی تبادلہ خیالات کریں تا کہ ہر وفد کے دورے میں دونوں مجلسوں کا کام ہو''۔[1]

تنہا قیام کی وجہ:۔ موصوف کی غربت اور بے سروسامانی نے یہاں بھی آزمائش میں ڈالا۔مگر اس آزمائش کا کس خندہ پیشانی اور اعلیٰ ظرفی کے ساتھ سامنا کیا اس کا اندازہ ذیل کے سطور ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔

> ''اکثر حضرات چاہتے تھے کہ (میں) ان کے ساتھ

---

[1] روزنامچہ ۱۵ر نومبر ۳۰ء

ٹھہروں مگر بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ مجبوراً سب سے کنارے
ایک جگہ ٹھہرنا پڑا کیونکہ اپنے پاس کپڑے نہ ہونے کے علاوہ
بستر وغیرہ بھی آثار قدیمہ میں محفوظ رکھنے کے قابل تھے"۱

۱۶ر نومبر ۳۰ء (بروز یکشنبہ) کو ناشتہ سے فراغت کے بعد:۔

ایک تماشہ کی تجویز:۔ "علماء مجلس توسیع یعنی
جدید جمعیۃ العلماء کے چند کارکنوں سے تبادلہ خیالات ہوئے
یہ لوگ دسمبر میں تنظیم کانفرنس کے نام سے ایک 'تماشہ' الٰہ آباد
میں کرنا چاہتے ہیں جس میں "جولاہوں" کو پھانسنے کے لئے
نمائش پارچہ کی تجویز بھی ہے"۲

اس سلسلے میں موصوف سے مختلف قسم کی فرمائشیں کی گئیں جنہیں موصوف نے حکمت عملی سے ٹال دیا۔

نشستند و گفتند و برخاستند:۔ کانفرنس کی کاروائی شروع ہوئی تو مسلم کانفرنس کے دستور العمل پر لمبی چوڑی مصنوعی تقریروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس پر انہوں نے اس طرح تبصرہ کیا:۔

"مسلم قوم کے نام کارولیڈران زبانی جمع خرچ و پارٹی
بندی میں بہت مشاق ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کبھی کسی
بات پر نیک نیتی یا معقولیت سے گفتگو کرنے کی صلاحیت ان
میں مطلق باقی نہیں رہی"۳

اہل کانفرنس کی عیاری:۔ دستور العمل کے سلسلے میں ایک تجویز عاصم بہاری نے بھی پیش کی کہ جہاں آل انڈیا حیثیت رکھنے والی انجمنوں میں جمعیۃ علماء خلافت اور

---

۱ روزنامچہ ۱۵ر نومبر ۳۰ء ۲ روزنامچہ ۱۶ر نومبر ۳۰ء ۳ روزنامچہ ۱۶ر نومبر ۳۰ء

مسلم لیگ کا نام لیا گیا ہے۔ وہیں جمعیۃ المومنین اور جمعیۃ القریش کو بھی اس فہرست میں شامل کیا جائے اور حسب قاعدہ ان کے ۲۰۔۲۰ نمائندوں کو بھی نامزد کیا جائے۔ اس پر "لیڈران قوم" نے پینترے بازی شروع کی۔ اس تجویز کو طاق نسیاں کر دینے کے لئے کہا گیا کہ اس غرض کے لئے ان دونوں تنظیموں کو ایک درخواست دینا چاہئے تا کہ اس پر "غور وخوض" ہو جب انہوں نے خلافت اور جمعیۃ العلماء کی درخواستیں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو آئیں بائیں کرنے لگے۔ چنانچہ اس تجویز کو کھٹائی میں ڈالنے کے لئے اس معاملہ کو ایک سب کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔

"جس میں اپنے کینڈے کے لوگوں کو منتخب کیا گیا۔ بھیاجی کے اصرار کے باوجود میرا اس کمیٹی میں ہونا خطرناک سمجھا گیا"۔[1]

تین بجے سے بارہ دری میں کھلا اجلاس شروع ہوا تو فلسطینی عربوں کی حمایت میں بھی ایک تجویز پاس کی گئی۔ شام کو چودھری محمد اسماعیل نے اپنی کوٹھی مال روڈ میں ایک شاندار گارڈن پارٹی دی۔

اکابر کی ذہنیت:۔ شام کو امین آباد سے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ سب کمیٹی نے "آل انڈیا حیثیت رکھنے والی" سیاسی جماعتوں" کی شق بڑھا کر ان دونوں جماعتوں کو چٹائی باہر کیا۔ ایسا کرنا اس لئے ضروری تھا کہ بقول عاصم بہاری:

"بعض لوگ اس کے حامی تھے کہ مومن وقریش کانفرنس میں سے ۲۰۔۲۰ نمائندے لئے جائیں مگر ایک بہت بڑے لیڈر نے یہ کہہ کر ان لوگوں کو خاموش کر دیا کہ اگر ایسا ہوا تو پھر یہ دونوں جماعتیں چالیس ممبر لیکر آموجود ہوا کریں گی۔ باقی ممبر تو کبھی آئیں کبھی نہ آئیں گے مگر یہ چالیس ممبران

---

[1] روزنامچہ ۱۶ر نومبر ۳۰ء

تو سونٹا باندھ کر آدھمکیں گے اور جب تک جلسہ ختم نہ ہوگا ڈٹے
رہیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو چاہیں گے کرلیں گے۔''[1]

اس سازش کا مقصد خالصتاً سیاسی استحصال تھا کہ پسماندہ برادریوں کی یہ آل انڈیا جماعتیں اپنی مقامی پنچایتوں میں الجھی رہیں مگر ان کے ووٹوں کے بل پر ہمارے نمائندے کونسلوں اسمبلیوں اور میونسپلٹیوں اور سرکاری اداروں میں گدیاں حاصل کرتے رہیں۔ کم وبیش آج تک اس صورت حال میں کوئی بنیادی فرق نہیں آیا ہے۔

مسلم لیبر فیڈریشن:۔ اس دھاندلی کو بھیاجی نے بھی محسوس کیا۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ پھر کیوں نہیں ہماری جماعتیں بھی سیاسی امور میں عملی دلچسپی لیں۔ مگر عاصم بہاری نے اس خیال کو قدرے ترمیم کے ساتھ اس طرح پیش کیا کہ:۔

''ابھی ہماری کانفرنسیں اتنی طاقتور نہیں کہ سیاست کا
بوجھ اٹھاسکیں۔ اس واسطے میری رائے میں آپ، ہم اور چند
برادریوں سے کچھ اور لوگ مل کر ایک مسلم لیبر فیڈریشن
بنائیں جس کا پلیٹ فارم صرف سیاسی مقاصد کے لئے ہو۔''[2]

اس تجویز کو بھیاجی وغیرہ نے بہت پسند کیا اور یہ قرار پایا کہ جلد کسی جگہ ایک مجلس شوریٰ طلب کی جائے۔ پھر طے ہوا کہ مرادآباد کی مجلس عاملہ کے بعد میرٹھ میں ان سے اس مسئلہ پر مزید گفتگو ہوگی۔ موصوف بھیاجی کی قومی خدمات اور ان کے ایثار کا بار بار بہترین الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔

دوسرے روز (۱۷رنومبر ۳۰ء بروز دوشنبہ) بھیاجی کے کمرے میں عاصم بہاری راجہ صاحب سلیم پور، نواب محمد اسماعیل، حاجی وحیدالدین، مسٹر مسعود علیگڈھ وغیرہ نے ایک ساتھ ناشتہ کھایا۔ ناشتہ کے دوران الیکشن موضوع گفتگو تھا۔ ناشتہ کے بعد ''انقلاب سیاست، علیگڈھ

---

[1] روزنامچہ ۱۵رنومبر ۳۰ء [2] روزنامچہ ۱۵رنومبر ۳۰ء

میل وغیرہ کے ایڈیٹروں سے مزید تبادلہ خیالات کیا۔قراردادوں پر بحث ہوئی تو موصوف نے کوئی دلچسپی نہ لی البتہ لوگوں کی ذہنیت اور عیاریوں کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔

ترجمان بنارس کی حالت غیر:۔ اسی روز ۹ ربجے شب میں لکھنؤ سے الہ آباد کے لئے روانہ ہوئے اور دوسرے روز (۱۸ر نومبر) ۶ ربجے صبح الہ آباد پہنچے۔یہاں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ صدر کا تائیدی تار آگیا ہے اور دعوت نامے معزز ممبروں کے نام جاری ہو گئے ہیں۔انڈر سکریٹری شمس الدین احمد مستعفی ہو چکے تھے۔شب میں ایڈیٹر ترجمان (امام الدین رام نگری) سے کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ان دنوں یہ رسالہ موت وحیات کی کشمکش سے دوچار تھا۔جس پر سب کو تشویش تھی "مگر سوائے صبر کے چارہ ہی کیا تھا" ان دونوں بزرگوں کی "دلچسپ بزارفت کی لمبی گفتگو تین بجے رات تک" ہوتی رہی۔

۲۳ر نومبر تک الہ آباد کی تیاریوں میں مصروف رہنے کے بعد ۲۵ر کو گیا اور ۲۶ نومبر کو پٹنہ حاضر ہوئے۔مسٹر عبدالعزیز اور شمس منیری سے ضروری مشورے کرنے تھے۔الہ آباد تک لونگ ٹانک استعمال کر رہے تھے مگر پٹنہ آکر نورانی دواخانہ سے ایک نئی دوا کا آغاز کیا۔

جیب میں کل چھ پیسے:۔ ۲۸ر نومبر کو صبح سویرے مرادآباد اسٹیشن پہنچے تو ان کی جیب میں کل چھ پیسے رہ گئے تھے۔وہ تو خیریت ہوئی کہ بارہ بنکی میں شام کو ناشتہ نہیں کھایا تھا ورنہ اتنے پیسے بھی باقی نہ رہتے۔اسٹیشن ہی پر ایک پیسہ کا بسکٹ اور چار پیسے کی چائے پی کر تانگہ سے اصالت پورہ (مرادآباد) پہنچے۔بابو مجید وغیرہ نے تمام انتظامات مکمل کر رکھے تھے اور موصوف کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

۱۰ر بجے شب سے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو قلب کی بے چینی ذرا کم ہوئی۔اضطراب فطری تھا اس لئے کہ موصوف کے مرادآباد چھوڑتے ہی عبدالعزیز، خلیل احمد، عبدالشکور، اور صادق حسین جیسے ضلعی شاخ کے ذمہ داروں کو بابو عبدالمجید سے غلط فہمی پیدا ہوگئی اور اختلافات شروع ہوگئے۔ان احوال کو سن کر عاصم بہاری کا دل دھڑکنے لگا اور جلسہ کی کامیابی

کے لئے دل ہی دل میں دعائیں کرنے لگے۔

"یا اللہ رحم کر اپنے حبیب پاک صلعم کے صدقے مجھ پر رحم کر،
میری قوم پر رحم کر، مسلمانوں پر رحم کر، تیرے سوا کوئی مددگار نہیں" [1]

۲۹ نومبر (بروز سنیچر) کا روزنامچہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

"رات بے چینی سے کٹی، سویرے اٹھا۔ مقامی حالات
دریافت کئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ شہر کی آب و ہوا موافق ہے"

ارکان عاملہ کی آمد:۔ ۷ بجے صبح کو صدر آل انڈیا جمعیۃ المومنین، مسٹر محمد ظفر، شیخ عبدالسلام، شیخ فتح محمد خورشید، سید رضا علی ایم اے، مرزا محمد صدیقی علیگ، عبدالستار علیگ، مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ، محمد اکبر، حافظ محمد ابراہیم وغیرہ آگئے۔ رضا کاروں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کیا۔ صدر کو سہرا اور بقیہ مہمانوں کو پھولوں کا ہار پہنایا گیا۔ اور تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے باہمی تبادلۂ خیال شروع ہو گیا۔ منشی شمس الدین احمد اور ایم جی رسول کی کلکتہ سے آمد کا تار ملا۔ ۸ بجے امروہہ کے ٹھیکدار صاحب کا قافلہ پہنچا اسی وقت بنگال اکسپریس سے حافظ شمس الدین شمس منیری، حفیظ اللہ پھلواروی بھی آگئے۔

"کاش لطیف الرحمٰن صاحب، عبدالکریم صاحب، مولانا
فرخند علی صاحب و حافظ امام الدین صاحب بھی آجاتے تو بہت بہتر
ہوتا۔ انتظامات اور آمادگی کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے" [2]

شام سے کاروائی شروع ہوئی مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ، شمس منیری، مولوی حفیظ اللہ، مسٹر محمد ظفر اور عاصم بہاری کی تقریریں ہوئیں۔ بارہ بجے شب میں نشست اول ختم ہوئی اس کے بعد ۲ بجے شب تک مخصوصین کی مشورت ہوتی رہی۔ ۱۱ بجے شب میں مولوی عبدالرؤف ایڈوکیٹ اور ارکان کلکتہ بھی آگئے۔

۳۰ نومبر کو ناشتہ کے بعد مجلس عاملہ کی نشست میں مختلف تجاویز پر غور و خوض ہوا،

---

[1] روزنامچہ ۲۸ نومبر ۳۰ء [2] روزنامچہ ۲۹ نومبر ۳۰ء

جنرل سکریٹری علی احمد بند اختر کا استعفی نامہ منظور ہوا۔ قواعد وضوابط پر بحث وفکر ہوئی صوبائی دفاتر اور سالانہ انتخاب کی تجویز منظور ہوئی۔ خازن کے بجائے فینانشل سکریٹری کی ترمیم اور فنڈ کو بینک میں جمع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس عاملہ کو مجلس منتظمہ میں تبدیل کیا گیا۔ دوپہر کا پر تکلف کھانا حاجی عبد الرحمن کے یہاں ہوا۔ دستور العمل منظور ہو جانے کے بعد جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اسسٹنٹ سکریٹری کی جگہ دو جوائنٹ سکریٹری کی بحالی طے ہوئی۔ ایک جوائنٹ سکریٹری نور الدین وکیل کلکتہ منتخب ہوئے اور

جوائنٹ سکریٹری کے لئے اعزازی الاونس:۔

''دوسرے جوائنٹ سکریٹری کے لئے اس کا انتخاب ہوا جس کو آج تک لوگوں نے مجلس عاملہ کا ممبر بھی نہ ہونے دیا۔ عجیب ہیں قدرت کے کارخانے''

''مرکزی تنظیم کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے اور پورے ملک میں تحریک کو جاندار اور فعال بنانے کے لئے ارکان منتظمہ نے پوری سنجیدگی سے اس امر پر غور کیا کہ عاصم بہاری کی خدمات مستقل طور پر حاصل کئے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا مگر اعزازی خدمت حاصل کر کے انہیں بیس برس کے بعد بھی مزید قرضوں اور آزمائشوں میں مبتلا نہ کیا جائے۔ لہذا دوسرے جوائنٹ سکریٹری (عاصم بہاری) کے لئے ان کی انفرادیت اور رکنیت کے دستوری حقوق سے محروم کئے بغیر ''مبلغ پچاس روپے ماہانہ آنریریم، تیسرے درجے کا ریلوے کرایہ مع واجبی اخراجات برائے تنظیمی سفر دیا جانا طے ہوا۔''

۴ ربجے شام کو پنڈال میں تمام ارکان کی تصویر لی گئی ۹ ربجے شب سے جلسہ عام ہوا۔ شمس منیری نے رباعیات اور تضمین سنائیں، ایک شعر ملاحظہ ہو۔

پیاسی تھی روح اس لئے کانوں کی راہ سے

آب بقا میں شہد ملا کر پلا دیا[1]

اس کے بعد عبدالروٴف ایڈوکیٹ اور عاصم بہاری کی تقریریں ہوئیں، یوں ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ احباب نے مبارک باد دی۔

خرابیٔ صحت:۔ یکم دسمبر کو دوپہر تک تمام مہمان رخصت ہوئے تو کئی روز کی تھکاوٹ اور مسلسل کام کا اثر نمایاں ہونے لگا دانتوں میں کلکناہٹ اور سخت تکلیف کے ساتھ خون جاری ہو گیا۔ دانتوں میں پائیریا کی اس جان لیوا تکلیف میں وہ مہینوں مبتلا رہے۔ ۳ ردسمبر کو حکیم حیدرآبادی (مقیم مرادآباد) کو دکھایا انہوں نے

"ایک نسخہ لکھ دیا مگر کیا کروں، پیسے کا نام ندارد، کپڑا ندارد، بستر ندارد، اوڑھنا ندارد، اس پر بیماری۔ اب اللہ میاں جانے میں تو نسخہ لیکر چلا آیا"[2]

۵ ردسمبر کو تمام رپورٹیں مکمل کر کے مختلف اخبار و رسائل کو روانہ کر دی گئیں۔ ٹھنڈک کی شدت بڑھتی جارہی تھی اور ان کی صحت بری طرح متاثر ہو رہی تھی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے بابو عبدالمجید نے ایک گرم کوٹ سلوا دیا جس سے موصوف کو بڑی راحت ملی۔

علاج اور بعض تنظیمی ضرورتوں کے پیش نظر ۱۰ ردسمبر کو دہلی آئے۔ صدر کو بمبئی سے اپنی تنخواہ کے لئے لکھا۔ ۱۲ ردسمبر کو امروہہ کے عظیم الشان جلسہ میں خطاب کرنے کے بعد راستہ میں رسالہ "نگار" دیکھتے ہوئے بریلی آئے۔ اس شہر کے بعض خوشحالوں نے بڑی بزدلی اور وعدہ خلافی کا ثبوت دیا۔

کلکتہ سے دفتر کی منتقلی:۔ ۱۵ ردسمبر کو الہ آباد آ گئے۔ ذمہ داروں سے

---

[1] روزنامچہ ۳۰ رنومبر ۳۰ء [2] روزنامچہ ۳۰ رنومبر ۳۰ء

ملاقات کے بعد طے ہوا کہ محمد اکبر کلکتہ جا کر مرکزی دفتر کو "ٹاٹا نگر" میں اور عاصم بہاری "چوک" جیسے مرکزی مقام پر منتقل کرنے کے حق میں تھے۔

مختلف جلسوں میں شرکت:۔ (۱۵رنومبر) شام کی ٹرین سے بہار شریف کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں سہسرام اور گیا ہوتے ہوئے بہار شریف ۱۸رکو پہنچے ۲۲ تا ۲۶ ردسمبر آرہ کے جلسہ میں شریک ہوئے اور ۳۰ ردسمبر کو پھر بہار شریف آگئے۔

خلاصہ یہ کہ اجلاس دوم الہ آباد کے بعد بریلی، کانپور، جائس، پھولپور، جلال پور، مرادآباد، امروہہ، سیتاپور، بہار شریف، گیا، بھاگلپور اور رانچی وغیرہ میں مقامی پیمانے پر بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے۔ اور تقریباً ان سب میں موصوف نے مالی پریشانیوں اور خرابی صحت کے باوجود کسی نہ کسی طرح ضرور شرکت کی جس کے نتیجہ میں ان مقامات پر نہ صرف یہ کہ جمعیۃ کی شاخیں قائم ہوگئیں بلکہ بعض اہم نفسیاتی اور سماجی تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔ غربت، جہالت اور رسم پرستی کی ماری ہوئی یہ کثیر آبادی تعلیم، تنظیم اور اصلاح معاشرہ کے کام میں لگ گئی۔ اس سلسلے میں ان مقامات اور ان کے اثر سے دور دراز قصبات اور دیہاتوں میں بھی تعلیمی اداروں، کتب خانوں، اور دارالمطالعوں کا ایک جال پھیل گیا۔ اصلاح معاشرہ کے ضمن میں ترک فضولیات، تقریبات کی سادگی اور تہواروں میں شرعی اصولوں کی پابندی پر خاص طور سے زور دیا جانے لگا اور ان سب کے گہرے اثرات مرتب ہونے لگے۔

باب دہم

عاصم بہاری کی جنوں خیزی

مگر مرکزی تنظیم اس کا دفتر اور اس کی پوری کائنات جو کچھ تھی وہ عاصم بہاری کی جنوں انگیز شخصیت تھی۔ یہ ہر سال دو سال کے دوران جان پر کھیل کر علاقے کے علاقے کو متحرک کرتے رہتے اور وقفہ وقفہ سے سالانہ اجلاس منعقد کر کے تحریک میں نئی روح پھونکتے رہتے تھے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اب تک مرکزی تنظیم کی حیثیت محض ایک نام نہاد ڈھانچے کی تھی نہ کوئی مرکزی دفتر تھا، نہ اجتماعی فنڈ، عہدیداران وارکان عاملہ، ملک کے طول وعرض سے منتخب کر لیئے جاتے تھے۔ مگر ان کے مل بیٹھنے کا کوئی نظم نہ تھا۔ ذمہ داران بیشتر اپنے اپنے کار منصبی میں غرق رہتے تھے۔ بعض تو وقت تک دینے سے جی چراتے اور بعض معمولی اختلاف رائے سے بھی روٹھ جاتے اور انہیں منانے کے لئے مسلسل محنت کرنی پڑتی۔ اس تحریک کے لئے ہنوز ان میں سے نہ کوئی شخص عاصم کی طرح یکسو تھا اور نہ ہمہ وقتی کارکن، یہ ضرور ہے کہ بعض

۱؎ "طریقہ کار کا اختلاف، طبیعتوں کا تضاد، آپس کی غلط فہمیاں، شکوہ وشکایت عہدوں کی ناپ تول، کارکنوں کی اجتہادی کمزوریاں ان تمام باتوں نے مل کر ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ سوائے روٹھنے اور منانے کے ضروری امورات کے انجام دہی کی نوبت بہت کم آئی..........."

(از روئیداد اجلاس سوم ۱۷ تا ۱۹ اکتوبر ۳۱ء، ص: ۴)

مقامات پر ان کے بعض مخیر مخلصین اور معتقدین ان کی مسلسل جدوجہد اور اخلاقی اثرات کے تحت وقتی طور پر ان کا بھرپور تعاون کرتے جس کے نتیجے میں مہینوں اور برسوں کی کدوکاوش سے پہلے مجلس منتظمہ کی نشست طلب کی جاتی۔ اس کے بعد پیہم خون جگر صرف کر کے سالانہ اجلاس طلب کئے جاتے۔ جب عظیم الشان سالانہ اجلاس کا شاندار اسٹیج سج جاتا تو عہدیداران تنظیم، رہنمایان قوم، علماء کرام، اکابرین ملت اور مقررین کرام اس سجے سجائے پلیٹ فارم پر رونق افروز ہوتے، گرما گرم تقریریں ہوتیں۔ اہم تجویزیں منظور ہوتیں، خطبۂ استقبالیہ، خطبہ صدارت اور روداد یں شائع ہوتیں، اور چند دنوں میں پھر وہی انتشار، لامرکزیت اور تمام کاوشیں بظاہر بادر ہوا ثابت ہو جاتیں اور عاصم بہاری پھر آئندہ مجلس منتظمہ کی نشست، سالانہ جلسے اور تحریک کے مختلف کاموں کو آگے بڑھانے کی فکر میں سرگرداں دنیا و مافیہا سے بے خبر مجنونانہ دوادوش شروع کر دیتے اور یوں ہی یہ سلسلہ چلتا رہا۔

اب تک کی کارکردگی کا ایک تنقیدی جائزہ:۔ ایک ایسے دور میں جبکہ مادہ پرستی، جاہ طلبی، گروہی عصبیت اور دنیا داری کا غلبہ روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آخر اس سعی مسلسل کے پیچھے ان کی کوئی نہ کوئی غرض ضرور چھپی ہوئی ہوگی۔ ممکن ہے بعض پیشہ ور لیڈروں کی طرح مالی منفعت کی خاطر انہوں نے اس تحریک کو اپنا پیشہ بنالیا ہو۔ یا سستی شہرت اور لیڈرشپ کی ہوس ہو، یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس ذات پرست ملک میں عاصم بہاری قبائلیت زدگی کے شکار ہوں۔

یہ شبہات ناممکنات میں سے نہیں تحریکی زندگی کے ابتدائی دور سے لیکر آخری عمر تک، بعض لوگوں نے اس قسم کے اعتراضات اٹھائے تھے۔ اور بعض نادان ہنوز شعوری یا غیر شعوری طور پر کچھ فقرے چست کر لیتے ہیں۔ اس لئے بے موقع نہ ہوگا کہ اس مقام پر ان شبہات کا مختصر سا جائزہ لے لیا جائے۔ اس تجزیہ کے لئے یہ مقام اس لئے زیادہ موزوں ہے کہ ۳۱-۱۹۳۰ء کے قریب عاصم بہاری اپنی تحریکی زندگی کے وسطی دور میں داخل ہو چکے تھے۔ ان کا نصف ماضی ہمارے سامنے آچکا ہے اور بقیہ نصف سامنے آنے والا ہے۔ اس لئے راقم الحروف

کے خیال میں ان کے سوانح حیات کا یہ ایک ایسا وسطی مقام ہے جہاں سے ہم ان کے ماضی، حال اور مستقبل پر بھرپور تنقیدی نظر ڈال سکتے ہیں۔

مالی منفعت؟ جہاں تک پیشہ وارانہ مالی منفعت کا سوال ہے ان کی پوری زندگی میں بے شمار واقعات اس کی تردید کرتے ہیں۔ بیسویں صدی کے پہلے دہے میں ملکی معاشرت اور تمدن وسیاست نے جس تیزی سے بدلنا شروع کیا، اور ان وطن میں جس ہمہ گیر انداز میں بیداری کی لہر اور مسلمانوں کی بالخصوص پسماندہ برادریوں کے ہمہ گیر انحطاط نے جب موصوف کو بے چین کر دیا تو کلکتہ کی ملازمت اور تجارت دونوں کو رفتہ رفتہ بھینٹ چڑھا دیا۔ اوائل شباب میں اپنا سب سے قیمتی اثاثہ کتابوں کا ذخیرہ دارالمذاکرہ کی نذر کر دیا۔ پورے ملک میں صوبائی پیانے پر جب سب سے پہلے بہار شریف میں جمعیۃ المومنین کا سالانہ اجلاس طلب کیا اور اہل بہار شریف نے مجوزہ ۲؍آنے فی گھر بھی چندہ دینے سے انکار کر دیا تو موصوف نے اپنے گھر کے اجناس اور زیورات کو فروخت کر کے جلسہ کو کامیاب بنایا۔ سخت ترین مالی بحران کے باوجود عام چندے سے اب تک پرہیز کرتے رہے۔ البتہ گاہے ماہے جلسوں میں شرکت کے وقت سفر خرچ کے طور پر کوئی عزیز یا معتقد کچھ دیدیتا تو اسے قبول کر لیتے بہار شریف کی کانفرنس کے بعد بہار صوبہ کو جب منظم کرنے کی باری آئی تو سفر خرچ اور دوسری تنظیمی ضروریات کے لئے اپنی رہی سہی جائیداد بھی فروخت کر دی۔ ان کے قریب ترین احباب مولانا نذیر حسین اور ڈاکٹر مظفر حسین کے علاوہ میثاق (اتحاد خاندان) سے وابستہ دوستوں اور عزیزوں نے بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ماہانہ اعانت (''انکم ٹیکس'') اپنے اوپر لازم کر لی۔ مگر عوام کے سامنے کبھی ہاتھ پھیلانا گوارہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ قوم وملک کو بیدار کرنے کے لئے پندرہ روزہ ''الاکرام'' کا اجراء بھی اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی مالی قربانیوں ہی سے ہوا۔

ذمہ داران جمعیۃ المومنین کلکتہ جب اس بڑھتی اور پھیلتی ہوئی تحریک کو چلانے سے ہمت ہار بیٹھے اور بدترین انتشار میں مبتلا ہو گئے تو عاصم بہاری کو طلب کیا۔ اور ان کی موجودہ معاشی تباہی کے پیش نظر ماہانہ مالی تعاون کے بارے میں بھی متفقہ طور پر تجویز منظور کی مگر برسوں کام

کے دوران وہ منظور شدہ اعانت کبھی مکمل طور پر وصول کرنے کی نوبت نہ آئی۔ بال بچوں کا حق مار کر کلکتہ میں آل انڈیا مومن کانفرنس کا اولین اجلاس منعقد کر کے جب بہار اور یوپی کی طرف متوجہ ہوئے تو یہاں مزید آزمائشوں میں پڑے۔ مجلس منتظمہ آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ مرادآباد (نومبر ۳۰ء) نے سفر خرچ وغیرہ کے علاوہ مبلغ پچاس روپے ماہانہ اعزازی رقم دینا طے کیا۔ مگر موصوف کو اواخر ۳۱ء تک باضابطہ کوئی رقم ادا نہ کی گئی اور وہ بدترین قسم کی تنگدستی، صحت کی خرابی اور خاندانی تفکرات میں مبتلا ملک بھر کا دورہ کرتے رہے۔ بیشتر ایک ہی قمیض پائجامے اور پرانے کوٹ پر زندگی بسر کی۔ بعض اوقات دو دو وقت کے فاقے ہو گئے۔ مگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ مرادآباد کے بابو صاحبان اور مولا بخش ٹھیکیدار (دہلی) جیسے مخلص معتقدوں نے ان کی حالت غیر کو دیکھ کر بیشتر خود سے برابر اعانت کی۔ تنظیمی سفر کرتے ہوئے کبھی کبھی محض چند آنے یا پیسے رہ جاتے اور فاقے کی نوبت آجاتی تو انتہائی کشمکش کے بعد کسی سے قرض حاصل کرتے۔ قرض لینے کے وقت اس تصور سے لرزتے رہتے کہ وقت پر ادا نہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ موصوف کے نجی خطوط اور روزنامچوں میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں کہ وقت پر قرض ادا نہ ہونے پر انتہائی سخت سست الفاظ بھی سننے پڑے، سرسید کی طرح ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان کے بہترین مخلص بھی انہیں دیکھ کر گھبرانے لگے کہ قومی جنون میں خود تو قلاش ہو ہی چکے اب ہمیں بھی تباہ کریں گے بعض معتقدوں نے تو کئی دفعہ انہیں واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ اب اپنے اور اہل خاندان پر رحم کر کے اس بے حس قوم کی فکرمندی سے باز آیئے۔ اس پورے عرصہ میں ہمیشہ پائی پائی کا حساب رکھا۔ موصوف کے ذاتی کاغذات میں دارالمذاکرہ سے لیکر آخر عمر تک کے بیشتر قومی و ملی کاموں کے اخراجات کی پوری پوری تفصیل صراحت سے آج تک محفوظ ہے۔ مجلس منتظمہ اور آل انڈیا کانفرنسوں کے اجلاس طلب کرنے کے وقت مقامی مجلس استقبالیہ کے زیر اہتمام فراہمی فنڈ کا نظم کرتے اور براہ راست کسی اجتماعی فنڈ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ آگے چل کر یہ تحریک جب اپنے عہد شباب میں داخل ہو گئی۔ دائرہ کار میں غیر معمولی وسعت پیدا ہوئی اور ملک میں اس کی شاخیں قائم ہو گئیں تو اجتماعی فنڈ میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کے باوجود قومی امانت میں من مانا کرنے کی کبھی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ یہی وجہ ہے

کہ کٹر سے کٹر مخالف نے بھی کسی دور میں ان پر خورد برد یا غبن کا کوئی الزام عائد نہیں کیا۔

نومبر ۳۰ء سے اعزازی رقم مبلغ پچاس روپے ماہوار پر موصوف کی جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے تقرری عمل میں آئی مگر نومبر ۳۰ء تا دسمبر ۳۱ء چودہ مہینوں کی رقم مبلغ سات سو میں سے انہیں کل چار سو تینتیس روپے ۹/آنے اور ۹/پائی ملی، باقی رقم انتہائی بے قاعدگی اور لمبے لمبے وقفہ کے بعد ادا کی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس غریب اور مخلص ترین رہنما کے مبلغ دو سو چھیاسٹھ روپے ۶/آنے ۳/پائی قوم کے نام آج تک واجب الادا رہ گئے۔ اجلاس سوم[1] کے بعد دسمبر ۳۱ء تک روداد جب موصوف کی نگرانی میں طبع ہونے لگی تو حساب و کتاب کے تمام اندراجات کو مالیات کمیٹی سے پوری طرح سے جانچ پڑتال کروانے کے بعد شائع کر دیا اور آخر میں حسابات کے متعلق دو باتیں بالکل واضح کر دیں۔

"ایک یہ کہ دسمبر ۳۱ء تک جو عطیے ملے تمام رقومات مع نام و پتے درج ہیں۔ اگر کوئی رقم اتفاقاً اندراج سے رہ گئی ہو تو دفتر کو مطلع کیجئے، اس کی تصحیح کر دی جائے گی"۔

"دوسرے۔ اخراجات کے متعلق یہ عرض ہے کہ اب تک جو اخراجات ہوئے وہ زیادہ تر شیخ مولا بخش صاحب و خاکسار عاصم کے صلاح و مشورے سے ہوئے ہیں اس واسطے ممکن ہے کہ ہم لوگوں کے خیال کے مطابق صحیح ہونے کے باوجود قوم کے نزدیک کچھ رقم کم، زائد یا غیر ضروری ہو تو ایسی رقومات کی ذمہ داری ہم دو صاحبوں کے ذمہ ہے۔"

کانفرنس کے موقع پر ایک کمیٹی اندراجات کی پڑتال کے لئے مقرر ہوئی ہے جس کی رپورٹ آئندہ مجلس عاملہ میں جو بہت جلد علی گڑھ یا کسی اور مقام پر ہوگی پیش ہوگی۔ اگر اس کمیٹی کے خیال میں کچھ رقومات زائد از ضرورت ثابت ہوں گی تو اسے میں اور شیخ مولا بخش صاحب پورا کرنے کو تیار ہیں"[2]

اس مثالی دیانتداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ موصوف کی موت کے وقت تک ان کے مٹی

---

[1] ۱۷۔۱۸۔۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء دہلی [2] روداد اجلاس سوم ۱۹۳۱ء ص: ۳۲

کا آبائی مکان، مٹی ہی کا رہ گیا۔ اپنے کسی عزیز یا قریب کو موقع ملنے کے باوجود کسی پرمٹ یا لائسنس کے ذریعہ کبھی لکھ پتی بنانے کی کوشش نہ کی۔ جبکہ آزادی کے قبل و بعد کے دور میں بقول مائل خیر آبادی۔

ع ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے

کیا یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ عاصم بہاری جیسا مخلص، جفاکش، دوراندیش اور باصلاحیت فرد اگر خود کو ذاتی یا خاندانی ترقی تک محدود کر لیتا تو کیا خوشحالی اور دولت اس کے قدم نہ چومتی مگر تب انصاریوں کی غربت، جہالت اور پسماندگی آج کس منزل میں ہوتی؟

شہرت طلبی؟ موصوف کی مخلصانہ کاوشوں پر نام و نمود اور سستی شہرت کی ادنیٰ چھاپ کو بھی ثابت کرنا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ ان کے انتقال کو ابھی ساٹھ برس بھی پورے نہیں ہوئے ہیں کہ انصاریوں کی موجودہ نسل انہیں تقریباً بھول چکی ہے، جبکہ وہ لوگ شہرت کے بام عروج پر ہیں جنہیں خود موصوف نے سیاسی و سماجی زندگی کی ''الف، ب'' سکھائی تھی۔

اصل میں ان کے کام کا ایک خاص انداز تھا۔ تقریباً زندگی بھر خود کو پیچھے اور دوسرے اہل تر اور حوصلہ مند افراد کو آگے رکھ کر کام کرتے رہے۔ اس میں انصاریوں کی روایتی خاکساری کے علاوہ حکمت و مصلحت کو بھی دخل تھا۔ صدیوں کی پسماندہ اور جاہل برادری کی لیڈر شپ کو اگر ترقی نہ دی جاتی اس کے جدید تعلیم یافتہ اور اہل خیر حضرات کو اوپر اٹھا کر دوسروں کے لئے قابل رشک نہ بنایا جاتا تو یہ تحریک اپنے اولین مرحلے ہی میں دم توڑ چکی ہوتی۔ وہ کولمبس کی طرح پورے ملک میں باصلاحیت انصاریوں کی نئی نئی دنیاؤں کی کھوج میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس میں ابتدائے کار سے ان کے جمہوری مزاج کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ دارالمذاکرہ کے دور میں اول ششماہی میں اس کے منتخب صدر تو ضرور رہے مگر دوسرے انتخاب میں اس کا صدر مولانا عبداللہ الکافی القریشی کو بنا دیا۔ یہی حال میثاق کی صدارت کا بھی تھا کہ دستوری اجازت کے باوجود دوسری بار شاگردوں کی طرح ایک عزیز نعیم الحق ایوبی کی صدارت میں بخوشی کام کرتے رہے۔ بہار شریف کی اولین کانفرنس جوان کی ذاتی کاوش اور اخراجات کی مرہون منت تھی۔ اس کا بڑا

سے بڑا جو عہدہ بھی چاہتے وہ انہیں ملتا۔ مگر صدر کے لئے مولانا فرخند علی سہرامی اور جنرل سکریٹری کے لئے ڈاکٹر مظفر حسین کے نام کو پیش کیا۔ اس وقت سے لیکر زندگی بھر کبھی خود کو جوائنٹ سکریٹری سے آگے نہیں بڑھایا۔ بعض اوقات عاملہ کے ادنیٰ رکن تک نہ تھے۔ مستقبل میں جب کبھی وقت آیا استعفیٰ دیکر کنارہ کش ہو جانے سے کبھی نہیں جھجکے۔ ہمیشہ اپنے رفقائے کار کے کاموں کو اپنی روداوں میں بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور اپنے کاموں کو چھپانے کی کوشش کرتے۔ جبکہ ان کی تنظیمی اور تقریری، قولی اور عملی صلاحیتوں کا پورا ہندوستان معترف تھا۔

افتراق بین المسلمین؟ عاصم بہاری کی تحریکی کاوشوں پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے کافرانہ اور ذات پات کے ماحول سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے درمیان کٹر ذات پرستی کو فروغ دیا اور ایک مخصوص ذات، برادری کی پوری تحریک چلا کے "افتراق بین المسلمین" کی خطرناک شاہراہ کھول دی۔

بظاہر یہ اعتراض خاصا وزنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ موصوف کی بیشتر صلاحیتیں دراصل انصاریوں اور پسماندہ برادریوں کو اوپر اٹھانے ہی میں صرف ہوئیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی بعض تقریر و تحریر میں اعلیٰ ذات کے مسلمانوں پر طنز و تعریض سے بھی کام لیا ہے۔ اور "معرفی شرفا" کی اچھی خاصی قلعی کھولی ہے۔

مگر یہ اعتراض انتہائی سطحی اور غیر علمی بھی ہے۔ یہ اس لئے کہ "افتراق بین المسلمین" اور ذات پرستی کے شکار دراصل جاگیردار، زمیندار اور بیشتر اونچی برادریوں کے مسلمان ہوئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں اور برہمنی ذہنیت کی تائید میں غریب اور ان پڑھ ادنیٰ مسلمانوں کو حقیر و ذلیل کرنے کی مہم پسماندہ مسلمانوں کی طرف سے ہرگز شروع نہیں ہوئی۔ ان سے بیگار لینے انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنے اور "کل مومن اخوۃ" کے برخلاف رشتہ ناطہ کرنے میں غیر اسلامی کفو کی بنیاد پر ان سے حد درجہ احتیاط کا آغاز اعلیٰ ذات کی طرف سے ہوا۔ یہ لے اس قدر بڑھی کہ غیر مسلموں میں حق کے بہت سے متلاشی اسلام کو نظری طور پر دین حق مان لینے کے باوجود مسلمانوں کے عملی بھید بھاؤ کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کے

نتائج یہیں تک موقوف نہیں رہے بلکہ عملاً یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ پچھڑی ہندو جاتیوں کی طرح شاذ و نادر ہی سہی مگر پسماندہ مسلمان بھی عیسائی مشنریوں کے جال میں بتدریج پھنستے چلے گئے۔ اس سے آگے بڑھ کر شدھی سنگٹھن کے دور میں مسلمانوں نے تبلیغ کی جو جوابی تحریک شروع کی۔ اس میں اسلامی بنیادوں پر تبلیغ دین، روح مساوات اور فلاح آخرت سے زیادہ فرقہ وارانہ اور قومی جذبہ کام کر رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت سے لیکر آج تک اسلامی اخوت کی حقیقی روح بیدار نہ کی جا سکی۔ نہ ہی اعلیٰ و ادنیٰ مسلم ذاتوں کو باہم شیر و شکر کرنے کی کوئی شعوری کوشش سامنے آسکی، جبکہ ملک اور گاندھی جی نے اسلام سے متاثر ہو کر ہندو دھرم کے اصولوں کے برخلاف اصلاح معاشرہ کے ضمن میں "ہریجنوں" کو اعلیٰ ذاتوں میں مدغم کرنے کی نہایت موثر تحریک چلائی۔

ظاہر ہے کہ آغاز بیداری کے اس اولین دور میں عاصم بہاری جیسا کوئی حساس مسلمان اس صورت حال سے مطمئن یا مایوس ہو کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن و سنت کی بنیاد پر ہمہ گیر معاشرتی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور اس سلسلے میں اس فطری تدریج کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جس کی بار بار تاکید آئی ہے یعنی پہلے اپنا تزکیہ اس کے بعد عزیز و اقارب کا پھر قوم و ملک اور انسانیت کی اصلاح یہ تدریجی احتساب دارالمذاکرہ کے دور سے لیکر آخر عمر تک جاری رہا آگے چل کر تعلیم تنظیم اور اصلاح معاشرہ کے علاوہ اقتصادی اور سیاسی میدانوں میں بھی بیداری پیدا کی۔ وہ انتہائی سنجیدگی سے آریہ سماج اور مہاتما گاندھی کی ہریجن تحریکوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دینی انتشار اور علمائے سو کی شکم پروری کو دیکھ رہے تھے۔ اس دور کی متعلق مسلم جاگیر دارانہ سیاست کے ایجنڈے میں پچھڑوں اور غریبوں کی معاشی تباہی، جہالت، ان کے خلاف نفرت کی فضا اور بیگار وغیرہ کی لعنت جیسے مسائل کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ، تحریک خلافت، آل انڈیا مسلم کانفرنس اور مجلس احرار کے "جوش اسلام" کے باوجود ان میں ہمیشہ "روح اسلام" کی کمی رہی۔ چنانچہ ان جماعتوں نے قومی اور بین الاقوامی سطح کے بہت سے چھوٹے بڑے مسلم مسئلوں پر تجویزیں منظور کیں اور پورے جوش و خروش کے ساتھ تحریکیں بھی چلائیں لیکن تقریباً ان سب کی بنیاد میں فرقہ وارانہ سیاست کی روح کام کر رہی

تھی۔ان میں سے کسی نے مہاتما گاندھی، کانگریس اور راما کرشنا مشن وغیرہ کی طرح بالعموم کمزور طبقوں کی صلاح وفلاح کی بھی کوشش نہیں کی۔حد تو یہ ہے کہ اس فرقہ وارانہ سیاسی ماحول میں فرقہ وارانہ بنیادوں پر بھی اپنے پسماندہ طبقوں کے صلاح وفلاح کے لئے کبھی کوئی شعوری کوشش نہ کی گئی بلکہ عملاً ہوتا یہ رہا کہ پسماندہ مسلم طبقوں کی عددی کثرت اور ان کے پچھڑے پن کو دکھا دکھا کر خوب خوب تحریکیں چلائی گئیں اور تنگ نظر ہندوانہ ذہنیت کے مقابلہ میں فرقہ وارانہ سیاست کو بھی ہوا دی گئی۔بالفاظ دیگر ان غرباء کے بل پر سیاست بازی تو جی بھر کے کی گئی مگر ان کے واقعی مسائل کو کسی نے کبھی نشانہ نہیں بنایا۔نہ کوئی شعوری کوشش کی گئی۔بلکہ آل انڈیا مسلم کانفرنس لکھنؤ (۱۵۔۱۶۔نومبر ۱۹۳۰ء) میں عاصم بہاری نے مسلم ملت کو اس امر کی طرف متوجہ کیا تو عاصم بہاری کی ہمت شکنی کی گئی۔اس غیر منصفانہ طرز سیاست کی تہداری کو بھی پوری طرح نہیں سمجھا اس لئے دور اول میں موصوف اپنی تمام تر صلاحتیں اس زمانے کی مروجہ تحریکوں ہی میں صرف کرتے رہے اور بہرصورت ان کا تعاون کرتے رہے مگر رفتہ رفتہ مطالعے اور عملی تحریکوں سے سیاست بازوں کے ہتھکنڈوں کو سمجھنے لگ گئے۔اس غیر جمہوری مسلم سیاست کو وسیع الاطراف بنانے کے خواہش مند مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بھی تھے مگر ان بزرگوں کو وسیع تر ملی وبین الاقوامی مسائل نے اس طرح الجھا رکھا تھا کہ انہیں بھی مسلمانوں کے سواد اعظم اور پسماندہ افراد پر خاص طور سے توجہ دینے کا موقع ہی نہ مل سکا مگر وہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی تحریک بھی ضرور ہو جو ان پچھڑے لوگوں کو تعمیر وترقی کے میدان اور اس انقلابی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ ہونے دے۔اسی لئے عاصم بہاری نے ہمیشہ ان بزرگوں سے گہرا ربط رکھا اور انہوں نے بھی حتی الوسع مدد کی اور جہاں موقع ملا جمعیۃ کی کانفرنسوں اور جلسوں میں پہنچ کر ان کی ہمت افزائی اور رہنمائی کی۔ان کے علاوہ خواجہ حسن نظامی، مولانا شوکت علی، امیر شریعت، مسٹر عبدالعزیز، خانقاہ فردوسیہ بہار شریف، مہدی حسن ایڈوکیٹ وغیرہ سے صلاح ومشورہ اور تعاون حاصل کرنے میں موصوف نے کبھی ذات پات کی تنگ نظری سے کوئی کام نہیں لیا الاکرام اور مومن گزٹ وغیرہ نکالا تو بلاتفریق ذات پات اور برادری ہر طرح کے علماء، ادباء اور شعراء کی کاوشوں کو شائع کیا۔خود اپنی تحریر وتقریر میں توحید،

رسالت، آخرت اور اسلامی مساوات پر مثبت انداز میں زور دیتے گا ہے گاہے عرفی شرفا تنگ نظر زمینداروں رئیسوں اور علمائے سو پر طنز ضرور کرتے اور بشتر انصاریوں کے علاوہ دوسری پسماندہ مسلم برادریوں اور ملک کے عام غرباء کی دردناک تصویر کشی کر کے ان کے احساس خودی کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے۔

لطیفہ ''جولہے'' کی وجہ تسمیہ ان کی خودی کو اکسانے کے مختلف جتن کرتے۔ اس سلسلے میں ''جولاہوں'' کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کئی لطیفے سناتے۔ جس میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کا ارادہ کیا تو فرشتوں کو مٹی تیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تیاری کے بعد سب سے پہلے نرم اور کوری مٹی سے سب سے اعلیٰ اور کوری خوبصورت ایک ذات بنی۔ اس کے بعد دوسری، تیسری ذاتیں علی قدر مراتب بنتی چلی گئیں، یہاں تک کہ ساری مٹی ختم ہوگئی اور آخر میں مٹی سے نکلے ہوئے کچھ کنکر پتھر اور روڑے وغیرہ بچ رہے تو فرشتے فکر مند ہوئے کہ آخر اس الابلا سامان سے کون سی مخلوق بنائی جائے، جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بارگاہ خداوندی میں عاجزی سے یہ گذارش کی کہ بارالہا! تمام اچھی مٹی سے ایک سے ایک برادریاں بنادی گئیں اب ان پتھروں اور روڑوں سے کیا بنایا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سوچنا کیا ہے ''جو لہے سو بنا دو'' چنانچہ جولہا برادری کا یوں وجود عمل میں آ گیا۔

دو عوامل:۔ اصل میں دو قوی ترین عوامل تھے جنہوں نے عاصم بہاری کو نسبتاً محدود یا نے پر ایک برادری کی اصلاحی تحریک چلانے پر آمادہ کیا۔ اولاً یہ کہ ہندوستان کے ورن آشرم کی لعنت سے متاثر ہو کر یہاں مسلمانوں نے بھی ذات پات کی من مانی اونچ نیچ پیدا کر لی ہے جو سراسر غیر اسلامی اور غیر انسانی ہے دوسرے یہ کہ اب آزادی کی اس نئی جدوجہد کے وقت میں جبکہ پورا ملک بیدار ہو رہا ہے اور ہزاروں برس کا استحصالی سامنا کئے ہوئے شودروں کو ہریجن بنا کر انہیں منظم انداز میں اوپر اٹھانے کی کوشش ہو رہی ہے، اس ماحول میں مسلم پسماندہ برادریوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ موصوف ایک مقام پر قمطراز ہیں کہ:۔

''.........جبکہ ملک و حکومت میں نہایت اہم

تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ہر قوم، ہر جماعت اپنے اعمال سے
ملک وحکومت کو متنبہ کر رہی ہے کہ ان کی شخصیت بھی تسلیم کی
جائے تا کہ آئندہ جو کیفیت ملک وحکومت کی ہو اس میں وہ نظر
انداز نہ کر دی جائے۔

ایسے وقت میں اگر ہماری جماعت خاموش رہی تو
آئندہ سخت سیاسی واقتصادی نقصانات قوم کو پہنچیں گے۔ جن کا
ازالہ بہت مشکل ہوگا اس وجہ سے جلد از جلد آل انڈیا مومن
کانفرنس کا انعقاد ہونا چاہئے''۔[1]

عاصم بہاری پر افتراق بین المسلمین کے الزام کی تردید کے لئے یہ حقائق کافی ہیں۔

خدا ترسی:۔ اس الزام کے برعکس حقیقت حال یہ ہے کہ اپنے دینی گھریلو ماحول، مطالعے، اکابر امت کی صحبت، عملی تجربے اور ان کے خیر پسند مزاج نے انہیں ہمیشہ بلا تفریق مذہب وملت، مظلوموں کی مدد اور اتحاد بین المسلمین پر کمربستہ رکھا کسی شدید رد عمل یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کے بجائے ہمیشہ استغفار، للہیت اور خدا ترسی سے کام لیتے۔ اول سے آخر تک ان کے روزنامچوں میں ایسے بیسیوں مقامات ہیں جہاں لوگوں کی غلط فہمی، الزام تراشی اور ایذا رسانی پر انتہائی صبر وتحمل سے کام لیکر اپنی ہر تکلیف کو شامت اعمال پر محمول کیا۔ ایسے موقعوں پر اپنے پروردگار عالم ہی سے مدد کی درخواست کرتے اہل خانہ کی تکلیف یا غریبوں کی اس تحریک کو نقصان پہنچنے کی اطلاع ملتی یا اس کا اندیشہ بھی ہوتا تو بڑی عاجزی سے گڑگڑا کر دعائیں کرتے کہ خداوندا! اس صورت حال کو بدلنے والا تو ہی ہے۔ تو ہی رحم فرما۔ ان دعاؤں میں سب سے پہلے اپنا احتساب کر کے اپنی کوتاہیوں پر معافی کے خواستگار ہوتے اور بتدریج، اہل خاندان، اہل ملک اور پوری انسانیت کے لئے دعائے خیر کرتے۔

مسلسل سفر بیماری اور تکان کی وجہ سے کبھی نماز قضا ہو جاتی تو اپنے نفس کی بڑی ملامت

---

[1] روداد اجلاس سوم اکتوبر ۱۹۳۱ء دہلی ص: ۷

کرتے اور استغفار کرتے رہتے۔

۱۹۳۱ء:۔ بہرکیف ۱۹۳۱ء کا پورا سال سخت ترین تنظیمی جدو جہد تحریکی مشقت، خرابیٔ صحت اور مالی پریشانیوں کی نذر رہا۔ صدیوں تک غربت، جہالت اور رسم پرستی کی شکار برادری کو منظم و متحرک اور عصری مسائل کے حل کے لئے پوری طرح تیار کرلینا کوئی آسان کام تھا بھی نہیں۔

اس سال بھی یوں تو موصوف کے کام کا دائرہ ہندوستان گیر پیمانے پر تھا مگر دہلی و نواح دہلی کے علاوہ بمبئی اور مالیگاؤں پر خصوصی توجہ صرف کرنی پڑی۔

خرابیٔ صحت:۔ اب موصوف نے کوشش یہ شروع کردی کہ آئندہ مجلس منتظمہ اور سالانہ اجلاس پٹنہ اور انبالہ میں منعقد ہو، اس کے لئے تاریخ کا جلد از جلد تعین اور اعلان کردیا جائے۔ مگر انہیں دنوں سے ان کی صحت بری طرح بگڑنے لگی۔ جس کی وجہ ظاہر تھی۔

> ''ایک زمانہ تک ہم نے اپنے جسم سے بے رحمی کے ساتھ کام لیکر اس کے تمام پرزوں کو مضمحل کردیا ہے۔ چنانچہ اب کئی برس ہوئے کہ ہماری صحت ہماری قسمت کی طرح بگڑی رہتی ہے''۔[1]

اختلاج قلب کے علاوہ پائریا نے بری طرح ستایا، اور منہ سے کلی کلی بھر خون آنے لگا۔ بابو غلام رسول مرادآبادی کی خواہش پر ایک حاذق حکیم سے معائنہ کرایا گیا جس نے مکمل آرام اور مستقل علاج کا مشورہ دیا مگر......... ''خدا کی شان کہ یہی دونوں چیزیں میرے حصہ میں نہیں ہیں''۔[2]

بہار میں آل انڈیا کانفرنس کی کاوش:۔ اوائل جنوری ۳۱ء میں پٹنہ میڈیکل کالج کے ایک ڈینٹل سرجن سے بھی مشورہ کیا۔ اس موقع پر بہار میں یہ تحریک چلائی کہ آئندہ سالانہ اجلاس کے لئے بہار کے دس اضلاع مبلغ پانچ سو روپے فی ضلع فراہم کریں تو تمام مسائل حل ہوجائیں۔ اجلاس کے لئے پٹنہ، گیا، بھاگلپور، اور دربھنگہ کو اپنا نشانہ بنایا۔ مولانا حکیم

---

[1] روداد اجلاس سوم دہلی ص:۵ [2] روداد اجلاس سوم دہلی ص:۵

نذیر حسن، ان کے صاحبزادے مولوی محمد یحییٰ منصف اول پٹنہ غریب اللہ سردار نیز حکیم غریب اللہ اور دیگر ہمدردان قوم نے ہمت افزائی بھی کی۔ صلاح و مشورے کے لئے کئی نشستیں بھی ہوئیں مگر بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ عاملہ کے بعد مومن کانفرنس کا سامنا کرنا پڑا تو بڑی مصیبت ہوگی اس لئے ایسے لوگ ہمت شکنی کرنے لگے۔

سابق عہدیداران کی تساہلی:۔ اسی درمیان میں ایک روز کے لئے الہ آباد جانے کا موقع ملا تو یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ کلکتہ کے سابق ذمہ داران کانفرنس باضابطہ چارج دیے کو تیار تھے۔ مگر محمد اکبر سکریٹری کے پاس ملازمت کی وجہ سے وقت کی کمی تھی۔ اس لئے وہ ٹھہر نہ سکے اور مجبوراً ایک رجسٹر اور چند معمولی کاغذات پر اکتفا کرنا پڑا۔ اس رواروی کی بناء پر عبدالشکور سابق خازن جمعیۃ المومنین کے پاس جمع شدہ مبلغ سات سو روپے میں سے کوئی رقم نہ مل سکی۔ جس کی وجہ سے الہ آباد کا بھی بہت سا کام دیر تک رکا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۱۔۱۲ فروری ۳۱ء کو جنرل سکریٹری مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ نے بذریعہ رجسٹری خط عاصم بہاری کو یہ اطلاع دی کہ موجودہ بے سروسامانی کے عالم میں وہ الہ آباد تشریف نہ لائیں کیونکہ جمعیۃ کا بیت المال بالکل خالی ہے۔ اس لئے موعودہ رقم ادا کرنے سے معذور ہے۔ تب الہ آباد کا سفر ملتوی کر کے موصوف نے اپنے ذاتی اور مخلص احباب کے خرچ سے دوسرے مقامات پر توجہ صرف کی۔

اجتماع بونسی:۔ ضلع ڈمکا اور بھاگلپور کے درمیان ایک مقام بونسی کے زندہ دل انصاریوں نے جمعیۃ کی شاخ قائم کرنے کی غرض سے تقریباً دو سو مواضعات کو منظم کر کے ۲۶۔۲۷ فروری ۳۱ء کو ایک شاندار جلسہ کا اہتمام کیا اندنوں عاصم بہاری کی صحت اس لائق نہیں تھی کہ کہیں کا سفر کر سکیں مگر بونسی والوں نے اشتہارات وغیرہ میں ان کی شرکت کا اعلان کر دیا اور مسلسل اصرار ہوتا رہا بالآخر اسی حال میں شریک جلسہ ہوئے۔ واپس آنے پر بیماری نے اور بھی ستایا۔

مجلس عاملہ کی نشست کا اعلان:۔ مارچ میں کچھ طبیعت سنبھلی تو مزید کئی مقامات کو متحرک کیا۔ اس درمیان میں جنرل سکریٹری مولوی نظام الدین، مابو عبدالمجید

اور شیخ مولا بخش ٹھیکدار کو برابر مجلس عاملہ کی نشست کے لئے خطوط لکھتے رہے آخر شیخ مولا بخش نے دہلی میں اس نشست کی تاریخ ۴۔۵ اپریل ۳۱ء کا اعلان کر دیا۔

حالت مرض میں سفر دہلی:۔ اس نشست میں شرکت کیلئے ۳ اپریل ۳۱ء کو موصوف بہار سے دہلی کے لئے ایسی حالت میں روانہ ہوئے کہ:

> ”ابھی حلق کی سوجن اچھی نہ ہوئی تھی اور روانگی کے ایک روز قبل ہندو مسلم بلوہ میں خود میرے گھرانے کے کئی لڑکے زخمی ہو کر اسپتال میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر قومی کاموں کی نوعیت اور ٹھیکدار صاحب کے حکم نے مجبور کیا کہ میں دہلی ضرور جاؤں“[1]

وہاں پہنچے تو ارکان عاملہ میں اس وقت تک صرف مولوی نظام الدین وکیل، مولوی محمد اکبر (الہ آباد)، مسٹر محمد ظفر وکیل (انبالہ) مسٹر محمد عبد الرؤف وکیل (بلند شہر) سے ملاقات ہوئی۔ صوبہ دہلی اور گرد و پیش کے اضلاع کے نمائندوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی۔

دہلی میں انتشار:۔ البتہ دہلی کے مقامی افراد کی تعداد بہت مختصر تھی جس کی وجہیں بالکل واضح تھیں۔ اولاً ان کا فرسودہ پنچایتی نظام، دوسرے مسلکی تنگ نظری اور تیسرے باہمی نفاق اور کشمکش ٹھیکدار اور مولا بخش نے محمد خورشید اور دیگر دردمندان قوم کے ساتھ دہلی کے محلوں کا دورہ کیا تو باڑہ ہندو راؤ، گندہ نالہ، محلّہ نیاریاں اور بازار لال کنواں کے انصاریوں نے فراہمی فنڈ اور دیگر انتظامات میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔ مگر کوچۂ پنڈت، صدر بازار، کلاں محل، شاہ گنج، کالی مسجد اور پہاڑ گنج وغیرہ کے انصاریوں نے زیادہ توجہ نہ کی۔

عاصم بہاری پر اعتراض:۔ بہر حال مجلس کی کاروائی شروع ہوئی تو مولوی محمد اکبر نے عاصم بہاری کی رائے دہی پر اعتراض کیا کہ موصوف جمعیۃ کے وظیفہ خوار ہیں اس لئے انہیں یہ حق نہ ملنا چاہئے۔ مگر ان کا یہ اعتراض بالکل بے جا تھا اس لئے کہ مراد آباد کی نشست میں جب جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے مع تنخواہ ان کا انتخاب عمل میں آیا تھا تو اسی وقت۔

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۹

"میں نے واضح کر دیا تھا کہ اگر وظیفہ تنخواہ کے معنی یہ
ہیں کہ مجھے رائے دینے کا حق نہ ہو تو میں کسی طرح اسے منظور
نہیں کر سکتا۔ چنانچہ تجویز میں یہ الفاظ کہ عاصم کو تمام مجلسوں
میں حق رائے دہی حاصل ہوگا۔ خاص طور پر لکھے گئے اور
باتفاق رائے منظور ہوئے"۔[1]

وجہ مخاصمت:۔ اصل میں مولوی محمد اکبر نے الٰہ آباد میں دفتر جمعیۃ کے مسئلہ پر عاصم بہاری سے اختلاف کا انتقام لینا چاہا۔ وہ دفتر اپنے محلہ اٹالہ میں قائم کرنا چاہتے تھے مگر اکثریت کی رائے قلب شہر چوک پر قائم کرنے کی تھی جس کی تائید عاصم بہاری نے بھی کر دی تھی۔ مولوی محمد اکبر اس انتقامی کارروائی میں ناکام رہے تو مجلس عاملہ کو مختلف ترکیبوں سے ٹالنا چاہا تاکہ آل انڈیا اجلاس کے لئے فیصلہ کھٹائی میں پڑا رہے۔ چنانچہ ۴ر اپریل کو عاملہ کی باضابطہ کارروائی معطل رہی۔ البتہ شب کا جلسہ عام[2] بہت کامیاب ہوا اور دہلی کی سرگرمیوں میں اضافہ کا باعث ہوا۔

اجلاس کس شہر میں؟ دوسرے دن (۵ر اپریل ۳۱ء) بھی ایک بجے دوپہر تک نشست نہ ہو سکی کیونکہ "بیشتر ممبران مجلس عملہ آل انڈیا مومن کانفرنس" سیر دہلی میں مشغول رہے۔ خیر خدا خدا کر کے ۲ر بجے دن سے مجلس عاملہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مجلس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ آل انڈیا کانفرنس کے لئے کس شہر کو منتخب کیا جائے۔ ہر شہر کے نمائندے اپنے اپنے شہر کا نام لینے سے گھبراتے تھے۔

"کیونکہ بدقسمتی سے ہر شہر بلکہ ہر محلہ اور ہر گھر کے
مسلمانوں کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ اگر تین گھر ہیں تو، پانچ
پارٹیاں اور کیوں نہ ایسا ہو، آخرش کافر و مشرک تو ہیں نہیں کہ
اتحاد و اتفاق سے رہیں۔ یہ ٹھہرے مسلمان جن کی شناخت ہی
آج کل یہ ہے کہ منتشر ہوں اور آپس میں دھڑے بندیاں

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۹ [2] زیر صدارت مسٹر محمد ظفر وکیل انبالہ

کرتے رہیں۔؟

عاصم بہاری کی تجویز:۔ آخر عاصم بہاری کی یہ تجویز منظور کی گئی کہ کانفرنس کے لئے کسی شہر سے دعوت کی پیشکش کا انتظار کئے بغیر موجودہ حضرات ہی کسی مقام کا انتخاب کر کے اعلان کر دیں۔ کانفرنس کے اخراجات اور دیگر انتظامات کے لئے اس مقام کے گرد و پیش کے اضلاع، ہمدرد علاقوں اور پورے ملک سے اپیل کی جائے چنانچہ عاملہ نے اس غرض کے لئے۔

دہلی کا انتخاب:۔ "بحالت موجودہ دہلی کو بہترین مقام قرار دیا" اس فیصلہ سے اہل دہلی خاصہ گھبرائے۔ تمام محلوں کے نمائندے اتفاق رائے سے اس فیصلہ کی تائید بھی نہ کر سکے۔ اس لئے انہوں نے اس کے لئے تین دنوں کی مہلت طلب کی"۔

ابھی کارروائی جاری ہی تھی کہ مولوی نظام الدین وکیل اور مولوی محمد اکبر حالیہ شکر رنجیوں کے باعث بغیر کسی اطلاع کے جلسہ گاہ سے اٹھ کر الٰہ آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ مگر عاصم بہاری نے اپنے اخلاق اور بردباری سے جلد ہی مومن کانفرنس کے ان دو دیرینہ اور مخلص کارکنوں کے دلوں کو جیت لیا، ان کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں تو سابق دستور ایک دوسرے کے ہمیشہ ہمدرد اور معاون رہے۔

طے ہوا کہ تین دنوں کے بعد صوبہ دہلی کے مختلف اضلاع کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے کر مجلس استقبالیہ کا اعلان کر دیا جائے۔

شب کے جلسہ میں پیہم غلطیاں:۔ ۱۵ اپریل کی شب کے جلسہ میں لوگوں کی بعض اجتہادی غلطیوں سے بدمزگی پیدا ہو گئی جس کو دور کرنے میں عاصم بہاری کو خاصی محنت کرنی پڑی۔ اولاً شب کے جلسہ کی صدارت کے لئے مولوی عبدالکریم برہان سینا

لے روداد اجلاس سوم ص:۱۰

پوری کے نام کا اعلان ہوا مگر عملاً صدارت کی مسٹر عبدالروٴف وکیل نے جن کی شخصیت ان دنوں دہلی کے ایک مقامی فرد کی تھی۔ دوسرے یہ کہ دہلی کے ایک با اثر عالم مولانا عبدالصمد کو دعوت اور وعدے کے باوجود تقریر کرنے کا موقع نہ دیا گیا۔ تیسرے یہ کہ صدر جلسہ نے رسم شکریہ ادا کرتے وقت مختلف محلوں کے تمام ممتاز نمائندوں کو نظر انداز کر کے صرف شیخ مولا بخش ٹھیکدار کی کوشش وکاوش کا تذکرہ کیا۔ چوتھے یہ کہ جلسہ کے دوران محمد معین الدین عرف حاجی منا سوداگر نے مبلغ ایک سو روپے کی اعانت کا اعلان کیا جسے بعض حضرات نے اپنی توہین خیال کیا اور بری طرح روٹھ گئے۔ ان کوتاہیوں کے باوجود شب کا جلسہ نہایت کامیاب اور موثر رہا۔

تجویز نمائش مصنوعات:۔ اب پوسٹر اور اشتہارات وغیرہ چھپنے لگے۔ ایک تجویز یہ بھی تھی کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کا تیسرا سالانہ اجلاس چونکہ ماہ اکتوبر (۱۷ تا ۱۹/۳۱ء) میں ہونا قرار پایا ہے اس لئے ابھی وقت ہے کہ برادری کی مصنوعات کی نمائش کا بھی اس کانفرنس میں اہتمام کیا جائے۔ مگر بعض دقتوں کی وجہ سے یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی۔

وفود کی روانگی:۔ سب سے پہلے حسن منزل میں ایک مکان کرایہ پر لیکر باضابطہ دفتر قائم کرلیا گیا۔ اور حسب تجویز مختلف شہروں میں وفود روانہ کیے جانے لگے۔ فتح محمد خورشید کی سرکردگی میں پہلا وفد میرٹھ پہنچا جہاں حافظ رحیم بخش، حکیم ڈاکٹر حسن اور اکبر چودھری صاحبان نے بڑی جدوجہد کی۔ چنانچہ وہاں کا جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ ان دنوں شہر اور مضافات میں شادیات کی ہماہمی تھی، اس لئے اس وقت کے گذر جانے کے بعد یہ توقع ہوئی کہ تین یا چار سو روپے فراہم ہو جائیں گے۔

میرٹھ سے وفد انبالہ پہنچا جہاں ابتدائی اخراجات کے لئے کل چوراسی روپے کا چندہ ہو سکا۔ وہیں صدر آل انڈیا جمعیۃ المومنین مسٹر ظہیر الدین اور مسٹر محمد ظفر ایڈوکیٹ کے مشورہ سے طے ہوا کہ ان معززین پر مشتمل ایک وفد ۲۱ را پریل ۳۱ء کو مرادآباد پہنچے۔ جہاں سے ۶۰۰ سو روپے کی توقع تھی۔ اس کے لئے فتح محمد خورشید سے یہ بات طے ہو چکی تھی کہ وہ

امرت سر سے انبالہ ہوتے ہوئے وفد کے ساتھ مرادآباد آئیں گے۔

بہر کیف یہ پہلا وفد میرٹھ اور انبالہ کے بعد غازی آباد و سکندر آباد وغیرہ کا کامیاب دورہ کرتا ہوا دہلی واپس آیا۔

احوال عاصم بہاری:۔ اب سالانہ کانفرنس کے لئے عاصم بہاری کی دوڑ دھوپ اور دن رات کام کا دور شروع ہوگیا۔ چنانچہ دہلی کے سخت ترین گرمیوں کے دن میں اپنی ذات اور خاندان کو تقریباً بھلا کر مسلسل دورے اور دفتری امور میں غرق ہو گئے۔ کل ایک ہی جوڑا کپڑا (قمیض اور پائجامہ) رہ گیا تھا جسے دن رات کے سفر اور پسینے نے "موم جامہ" بنا دیا تھا۔

صدر جمعیۃ کے نخرے:۔ ادھر مولوی نظام الدین اور مولوی محمد اکبر کے اختلاف اور ادھر فتح محمد خورشید کی غلطی سے جناب صدر کا وفد ۲۱ اپریل کو مرادآباد کے لئے روانہ نہ ہو سکا اس نے انہیں ذہنی طور پر کافی پریشان کر دیا کیونکہ زندہ دلان مرادآباد پر اس کا نہایت ہی برا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ آخر کیم مئی ۲۱ء کو عاصم بہاری خود ہی انبالہ گئے اور ۱۰ مئی کی تاریخ کا وعدہ لیکر واپس آئے۔ اہل مرادآباد نے حسب اطلاع وفد کے استقبال کی دوبارہ تیاریاں شروع کر دیں۔ عاصم بہاری ۹ مئی کو مرادآباد آ گئے تھے۔ انتہائی بیقراری کے عالم میں رات کٹی صبح ساڑھے سات بجے ٹرین تھی۔ جلدی جلدی تیاری کی فتح محمد خورشید اور عبدالمجید سوداگر ظروف کے ساتھ وفد کو خوش آمدید کہنے کے لئے اسٹیشن پہنچے۔ اس وقت موصوف کو کیسی بے چینی اور پریشانی تھی۔ اس کا کچھ اندازہ خود ان ہی کے الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

> "میری حالت اس قمار باز جیسی تھی جو سب کچھ ہار نے کے بعد آخری مرتبہ داؤں لگا کر پانسہ پھینکنے کے وقت بے چینی و بے قراری، خوف وہراس، امید و ناامیدی کی حالت میں مبتلا ہو۔ بار بار خیال سوہان روح ہو رہا تھا کہ اگر آج بھی نہ آئے تو کیا ہوگا؟ طبیعت کو دوسری طرف متوجہ کرنے کے خیال سے اخبار خریدا مگر پڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چند منٹ کے بعد

پانسہ پھینکا گیا۔یعنی گاڑی پلیٹ فارم پر آ کر رکی۔اس سرے
سے اس سرے تک ہر سہ اشخاص نے دوڑ دھوپ کی مگر بے سود،
جناب صدر نہ آئے۔واپسی کے وقت ہماری حالت بہت غیر
ہوگئی۔اختلاج کا اتنا زبردست دورہ ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ
قلب شق ہو جائے گا۔اصالت پورہ آ کر بات کرنے کو جی نہ
چاہتا تھا تھوڑی دیر خاموش اور وحشت زدہ بیٹھا رہا''۔[1]

بابو برادرس نے ان کی حالت غیر کو دیکھ کر تسلی دی،تفریحاً انہیں نثار حسین کے یہاں شادی کی ایک تقریب میں شرکت کے لئے لے گئے۔

''میری دلی خواہش تو یہ تھی کہ میں نہ جاؤں لیکن یہ بے
موقع تھا چل پڑا مگر وحشت کی وجہ سے جی چاہتا تھا کہ بھاگ
جاؤں یا خوب دل کھول کر روؤں لیکن نہ بھاگنا اختیار میں تھا نہ
رونا کچھ دیر بیٹھا رہا اور لوگ صدر صاحب کی آمد کو دریافت
کرتے تھے اور رائے زنی۔درمیان میں میری
''تعزیت''۔[2]

انبالہ میونسپلٹی کی چیئرمینی اور مقامی سیاست بازی نے جناب صدر کو آنے نہ دیا اس لئے مرادآباد کے مختلف مقامات کے جلسے وفد کی غیر حاضری میں پھیکے پڑ گئے اور یہاں سے ایک اچھی رقم کی وصولی بھی خطرے میں پڑ گئی۔

وقت دعاء:۔ ۱۲ مئی کو دہلی واپس آئے تو یہاں شیخ مولا بخش کو اپنی والدہ اور اہلیہ کی علالت میں پریشان دیکھا،ابھی کچھ ہی عرصہ قبل ان کے سالے کی موت ہو چکی تھی اس لئے عاصم بہاری بھی علالت کی خبر سے تشویش میں پڑ گئے۔ادھر اہل دہلی کی باہمی رقابتیں،الگ حوصلے پست کر رہی تھیں۔اس پریشان کن ماحول میں موصوف اپنا کام کرتے

---

[1] روزنامچہ عاصم بہاری ۱۰ مئی ۳۱ء بروز یکشنبہ۔ [2] روزنامچہ ۱۰ مئی ۳۱ء

رہے مگر طبیعت بے حد بوجھل اور مایوس ہو رہی تھی۔ سخت اضطراب کا عالم تھا بار بار خداوند کریم سے التجائیں کرتے۔

"خداوندا ! رحم کر رحم، مجھے توبہ کی توفیق عطا فرما، میری کمزوریوں کو دور کر مجھے عمل کی صلاحیت دے۔ علم عطا کر کہ تیرے احکامات اور جانوں، برتوں اور تیرے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر اپنا سب کچھ قربان کر دوں۔

یا الٰھا ! مجھ پر رحم کر رحم۔ اپنی کبریائی کے صدقے رحم کر رحم۔ تجھ کو تیری خدائی کا واسطہ، تیرے پیغمبران عظام کا واسطہ، تیرے حبیب حضرت محمد صلعم کی محبت کا واسطہ مجھ پر رحم کر، میرے بیوی بچوں پر رحم کر، میرے عزیز و اقرباء پر رحم کر رحم میری قوم مومن پر رحم، تمام مسلمانان ہند پر رحم کر تمام مسلمانان عالم پر رحم کر انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ان سے تمام کمزوریوں کو دور کر انہیں پابندیٔ شریعت محمدیہ کی توفیق عطا کر ان سے تمام فواحشات و منکرات کو چھڑا دے تو مقلب القلوب ہے۔ ان کے دلوں کو برائیوں سے پھیر دے، ان میں اپنی محبت، اپنے پیغمبران کرام کی محبت اور ان میں سردار دو جہاں صلعم کی محبت پیدا کر دے کہ وہ دنیا میں تیرے حکموں پر عمل کرنے والے نیک اور معزز ہوں اور قیامت میں تیرے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ آمین"[1]

پت راکھو نہ راکھو تمہار مرجی:۔ دوسرے روز شام کے وقت طبیعت بے حد اداس تھی، مغرب کے وقت جامع مسجد کے قریب آئے۔ جمعرات کا دن تھا۔ حضرت سرمد شہید کی قبر پر خاصی بھیڑ تھی۔ کسی قوال کی پردرد تان نے متوجہ کیا۔

"طبیعت چاہی کہ چلو شاید روح کو غذا نصیب ہو

---

[1] روزنامچہ ۱۳ر مئی ۳۱ء

قوال گا رہا تھا۔

ع بت را کھو نہ راکھو تہار مرجی[1]

واپسی میں دیر تک اس مصرعہ کو موصوف عالم بیخودی میں گنگناتے رہے۔

چند دنوں کے بعد امروہہ اور سیتاپور کا دورہ ہوا جہاں سیتاپور میں مولوی عبدالکریم پریاں اور حافظ علی حسین وغیرہم نے شدت کی گرمی اور لو کے باوجود بڑی جدوجہد کی ماہر پور، خیرآباد، لکھیم پور کھیری وغیرہ کے دوروں میں وفد کے ساتھ ساتھ رہے۔ ہر جگہ نہایت کامیاب جلسے ہوئے جب یہ وفد شاہجہاں پور پہنچا تو مولوی عظیم اللہ، مولوی مشتاق حسین وکیل، اور ماسٹر عبدالوہاب ٹیلر ماسٹر وغیرہ کی مدد سے دو نہایت اہم جلسے ہوئے۔

ادھر دہلی میں حاجی صاحب نے جب اعلان کے باوجود قرار کردہ رقم (مبلغ ایک سو روپے) ادا نہ کی تو ہر محلہ نے امداد روک دی۔ بڑی مشکلوں سے باڑہ ہندوراؤ، گندہ نالہ، بازار لال کنواں کے برادران قوم نے وعدہ وفا کیا۔

گھر کی حالت:۔ ۱۸ رمئی ۳۱ء کو گھر کی پریشان حالی کا ایک تشویشناک خط ملا۔ مجیوں قبل وہ خود ڈھائی سو روپے کا قرض چھوڑ کر آئے تھے۔ دہلی آنے کے بعد ایک ماہ میں بمشکل کل پچیس روپے بھیج پائے تھے۔ فی الحال زیادہ کی گنجائش نہ تھی اس لئے کہ اب تک مختلف مقامات پر کامیاب جلسے تو ضرور ہورہے تھے مگر مالی تعاون کی رفتار نہایت سست تھی۔ اس ماہ خود عاصم بیماری کو بعض اوقات قرض اور کسی وقت فاقے کی نوبت ہو رہی تھی مجیوں سے علاج بند تھا۔ اختلاجی کیفیت میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ انہیں تفکرات میں شب کے وقت اقبال کی مشہور فارسی مثنوی اسرار خودی اور رموز بیخودی[2] کا دل بہلانے کے لئے مطالعہ شروع کیا۔ مگر دل و دماغ حاضر نہ تھے اس لئے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو سکے۔ نیند بھی بمشکل آئی۔

فاقہ کشی:۔ ۱۹ رمئی ۳۱ء کو اخباروں میں اشاعت کی غرض سے مجلس عاملہ کی روداد لکھ کے مکمل کرلی مگر دفتر میں کاغذ اور سیاہی تک کے پیسے نہ تھے اس لئے اس روز حوالہ ڈاک نہ کی جا

---

[1] روزنامچہ ۱۴ رمئی ۳۱ء [2] ۳۱ تا ۱۲ رجون ۳۱ء [3] روزنامچہ ۱۸ رمئی ۳۱ء

سکی ۲۰؍ مئی[1] کا پورا دن موصوف نے صرف ایک پیسے کی لائی کھا کے گذار لیا۔ ان کی خودداری گوارہ نہیں کرتی تھی کہ مولا بخش کے سامنے روز بروز ہر اجتماعی اور انفرادی کام کے لئے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔ ۲۱؍ مئی کو دو وقت کے فاقہ کے بعد شام کو ایک روٹی اور قیمہ نصیب ہوا اسی حال میں ڈاکٹر انصاری سے ملاقات کے لئے نکلے۔

اب تک مجلس استقبالیہ کا کوئی لیٹر پیڈ تک چھپ نہ سکا تھا اس لئے خطوط تک لکھنے میں خفت محسوس ہوتی تھی۔ سادہ کاغذ پر ایک مہر[2] لگا کر کام چلایا جا رہا تھا۔

مراد آباد میں تعزیہ داری:۔ ۲۷؍ مئی کو مراد آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچے تو ہر محلّہ میں محرم کی تعزیہ داری کا جوش وخروش اپنے شباب پر دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہے۔

> ''آہ وہی گمراہانہ تیاریاں، ہر جگہ نظر آئیں، امام باڑے کی سجاوٹ، روشنیوں کے اہتمام، میلے کی کیفیت، اکھاڑوں کی بڑائی چھٹائی، عورتوں کا اژدہام، غرضیکہ ایک بات بھی ایسی نہیں جس سے اسوۂ سید الشہداء کی کیفیت نمایاں ہو۔ روح کو بے چینی ہوئی''[3]

ان مشرکانہ ہنگاموں میں ظاہر ہے کہ پسماندہ برادریوں ہی کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔

نیا حوصلہ:۔ دوسرے روز موصوف نے یہ سوچا کہ صدر کی آمد اور ان کے وقت دینے کے انتظار میں اب تک دو ماہ برباد ہو چکے اس لئے اب یہ تہیہ کر لیا کہ صدر کی شخصیت کا سہارا لئے بغیر مختلف علاقوں کا طوفانی دورہ کیا جائے۔ مگر اس وقت تک کپڑوں اور جوتے کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی۔

> ''پیروں میں جوتے کی یہ حالت ہے کہ ہر وقت ہماری پریشانیوں اور حماقت پر ہنستا رہتا ہے۔ اور اب تو وہ چند گھروں تک ساتھ دینا بھی گوارہ نہیں کر پا رہا ہے''[4]

چنانچہ ساڑھے تین روپے میں ایک جوڑے کانپوری جوتے خریدے اور دو جوڑے

---

[1] روزنامچہ عاصم بہاری ۳۱ء [2] ضمیمہ ص: ۲۰

[3] روزنامچہ ۲۸؍ مئی ۳۱ء [4] روزنامچہ ۳۰؍ مئی ۳۱ء

کپڑے بنوالئے۔

طوفانی دورے:۔ اس کے بعد ہی سیتاپور، لاہر پور، کھیری لکھیم پور، خیر آباد، سجاول پور، بہادر گنج اور بریلی وغیرہ کے مسلسل دورے کئے، بہادر گنج اور بریلی وغیرہ ضروری کاغذات اور کپڑوں کو سفر میں ساتھ رکھنے کے لئے ایک معمولی سوٹ کیس خریدا۔

ہر جگہ جلسوں کا طریقہ کار یہ ہوتا کہ پہلا دن مخصوصین سے ملاقات اور تبادلہ خیالات میں صرف ہوتا اور دوسرے روز جلسہ عام منعقد کیا جاتا۔

بابو برادرس کی مایوسی:۔ ۹رجون کو اس طوفانی دورے سے مراد آباد واپس آئے تو صحت تشویشناک حد تک بگڑ گئی۔ اب تو بابو برادرس جیسے مخلصوں کو بھی نہ رہا گیا اور انہوں نے بھی یہ مشورہ دیا کہ جس قوم میں ایسی جہالت اور بے خبری ہو اس کو اپنے حال پر چھوڑیئے اور اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کی فکر کیجئے۔ خدا خدا کر کے صحت قدرے معمول پر آئی تو دہلی روانہ ہونے سے پہلے ۸/ آنے گز کا کوٹ کا کپڑا خریدا کیونکہ پرانا کوٹ بھی پھٹ کر ناقابل استعمال ہو چکا تھا۔ ایک جگہ خود ہی رقمطراز ہیں کہ:

"میں کس طرح زندہ ہوں، حیرت ہے"[1]

قوم کی بے حسی:۔ ۱۳رجون کو دہلی آئے تو یہاں کے لیل و نہار میں زیادہ فرق نہ آیا تھا۔ اب تک اشتہارات بھی چھپ کر پریس سے نہ آسکے تھے۔ آخر موصوف عاجز آ کر لکھتے ہیں کہ: "خدا معلوم کیا حشر ہونے والا ہے۔ عہدہ دار غافل قوم ناواقف، ہمدرد عاجز۔ میں معذور کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کس طرح کانفرنس کا انتظام ہوگا۔ خود دہلی میں ایسی جہالت و بے حسی ہے کہ ان سے سوائے وقت کے وقت محنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا"[2]

دیگر پسماندہ برادریوں کو منظم کرنے کی فکر:۔ ۱۸رجون کو موصوف دیگر پسماندہ برادریوں کی نمائندگی اور ان کی تنظیم و تحریک کے سلسلے میں بھیا جی کے

---

[1] روزنامچہ ۱۱رمئی ۳۱ء [2] روزنامچہ ۱۶رجون ۳۱ء

پاس میرٹھ تبادلۂ خیالات کے لئے روانہ ہوگئے۔اسی روز انجمن اصلاح المومنین گیا کا سالانہ جلسہ کی صدارت کے لئے دعوت نامہ آیا جس میں تاریخوں کی تعین کے درخواست کی گئی تھی۔

صدر صاحب کی بے نیازی:۔ ۱۹ر جون کو صدر کی خدمت میں انبالہ روانہ ہوئے جہاں موصوف کی چیئرمینی کے خلاف شہر بھر میں بڑا ہنگامہ تھا۔وہ مختلف مقامی مسائل میں اس قدر الجھے ہوئے تھے کہ اس روز بڑی مشکل سے عاصم بہاری کو چند منٹ عنایت کر سکے۔ انہیں موصوف کا وعدہ یاد دلایا تو معذرت کرنے لگے۔پھر کہنے لگے کہ ممکن ہے دو تین دنوں کے بعد چند دنوں کے لئے وقت نکال سکوں۔چنانچہ موصوف نے اس وقت تک انبالہ ہی میں قیام کر کے انبالہ اور اس کے مضافات کے دورے کئے۔

طعام مکرر:۔ ایک روز عبد الرزاق انبالوی نے دوپہر کے وقت عاصم بہاری کو کھانے کی دعوت دی۔مگر یہ وعدہ ذہن سے نکل گیا اور صدر جمعیۃ ظہیر الدین کے ساتھ کھانا کھالیا۔ کھانے کے بعد معاً یاد آیا تو سخت پشیمان ہوئے کہ میزبان وہاں انتظار میں ہوں گے۔آخر طوعاً وکرہاً ان کے گھر پہنچے انہوں نے اصرار کر کے کچھ اور کھلا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ کھانے کے بعد دو قے ہوئی۔کچھ دیر آرام کرنے کے بعد صدر جمعیۃ کے ساتھ شام کی ٹرین سے مراد آباد[1] کے لئے روانہ ہوئے۔اس روز عاصم بہاری کی جیب میں کل ۱۳ آنے پیسے رہ گئے۔اسٹیشن پر صدر نے اپنے لئے سکنڈ کلاس اور عاصم بہاری کے لئے انٹر کلاس کا ٹکٹ لیا۔

آمد مراد آباد:۔ دوسرے روز (۲۳ر جون ۳۱ء) صبح سویرے ۵ بجے مراد آباد پہنچے۔مگر اب اس شہر میں آمادگی کی وہ فضا باقی نہیں رہ گئی تھی پھر بھی حاجی امیر حسن، قاضی عبد الرزاق سوداگر ظروف، محمد صادق سوداگر، خلیل احمد، بابو عبد المجید، بابو غلام رسول ٹھیکدار اور چودھری صاحبان وغیرہ نے دوڑ دھوپ کے عطیات اور فیس رکنیت استقبالیہ وغیرہ کے ذریعہ مبلغ تین سو روپے کی رقم فراہم کرلی۔

”یہ رقم ایسے نازک وقت میں ملی کہ اپنے نتائج کے

---

[1] روزنامچہ ۲۲ر جون ۳۱ء

اعتبار سے بہت وقیع ثابت ہوئی"۔[1]

تیسرے دن ظہیر الدین انبالوی واپس ہو گئے مگر عاصم بہاری مذکورہ رقم کی وصولی اور دیگر جلسوں میں شرکت کے لئے کئی دنوں تک مقیم رہے۔[2]

جلسہ گیا میں شرکت:۔ یہاں سے موصوف مومن کانفرنس ضلع گیا کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے بہار روانہ ہو گئے۔ وہاں آل انڈیا کانفرنس اور اس کے وفد کے لئے بھی لوگوں کو تیار کیا۔

ایک مسئلہ:۔ مجلس استقبالیہ کا خیال یہ تھا کہ متعدد وفود بہار، پنجاب، بمبئی اور دیگر علاقوں میں روانہ کئے جائیں۔ مگر عملی دشواری یہ ہو رہی تھی کہ اتنے لمبے سفر میں وقت کے ساتھ اخراجات کا بار برداشت کرنا تمام اراکین کے لئے ممکن نہ تھا۔ اور تکلفاً وہ مجلس استقبالیہ سے روپے طلب کرنا کسر شان سمجھتے تھے۔ اس طرح کام موخر ہوتا چلا جا رہا تھا۔

مسئلہ کا واحد حل:۔ مجبوراً عاصم بہاری نے مجلس استقبالیہ سے یہ تجویز منظور کرائی کہ اراکین وفد کے اخراجات مجلس خود ادا کرے گی۔ اس تجویز نے کام کو کافی آگے بڑھا دیا۔ اس طرح کے اخراجات کے سلسلے میں عاصم بہاری جس بلند سطح اور عملی نقطۂ نظر سے سوچتے تھے یہ اسی بلند نگہی کا فیض ہے کہ یہ آل انڈیا تنظیم اس قدر ہمہ گیر انداز میں آگے بڑھ سکی۔ موصوف کا خیال تھا کہ:۔

> **قوم کی تعمیر کیسے:۔** "اخراجات کے متعلق ایک بات قوم کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بغیر اجازت کے معمولی رقموں سے زیادہ سے زیادہ انجمن و کانفرنسیں تو ہو سکتی ہیں "قوم نہیں بن سکتی" اور یہاں سوال انجمن و کانفرنس بنانے کا نہیں بلکہ قوم کے تیار کرنے کا ہے۔ اور قوم بھی وہ قوم جس نے صدیوں اپنے کو دنیا کے تمام معاملات سے بے نیاز رکھا اور

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۱۳ [2] روزنامچہ ۲۳/جون

جس کو مسلمانوں کی ہندی ذہنیت وجذبے نے ہمیشہ علیحدہ رہنے
پر مجبور کیا ہو۔ظاہر بات ہے کہ ایک ایسی قوم کو جس کے قوائے
عمل صدیوں بیکار پڑے رہنے سے مضمحل ہو رہے ہوں اور جو
تمام ہندوستان میں کروڑوں کی تعداد میں بکھری ہوئی ہو۔اس
میں ایسی زندگی پیدا کرنی اس حد تک کہ وہ بھی ہندوستان کی
دیگر قوموں کی طرح اپنی زندگی وشخصیت کا ثبوت ممتاز و
باعزت طور پر پیش کرے،اس کے لئے کس قدر اخراجات اور
کتنے جانباز وحوصلہ مند کارکنوں کی ضرورت ہے"۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ملک کی اور قومیں اپنی ہستی کو برقرار
رکھنے اور اپنے مستقبل کو درخشاں بنانے کے لئے لاکھوں
،کروڑوں روپے کا خرچ برداشت کرتی ہیں۔تکلیفیں جھیلتی ہیں،
کاروبار کا نقصان اٹھاتی ہیں۔یہاں تک کہ جیل وپھانسی تک
سے باز نہیں آتیں اور ہر قسم کی قربانیاں کرتی ہیں۔

"پھر ہماری تحریک مومن کانفرنس اور ہماری برادری
بغیر کافی اخراجات وبے انتہا محنت وایثار کے کیوں کر اپنے
مقاصد حاصل کرسکتی ہے"[1]

عاصم بہاری ۲۳ رجولائی ۳۱ء کو بہار کے دورے سے فارغ ہوکر دہلی واپس آئے۔کچھ دنوں کے بعد علی گڈھ اور اس کے دوسرے علاقوں کا سفر کیا۔

نشست مجلس استقبالیہ:۔ ۱۰ راگست کو دفتر آل انڈیا بازار لال کنواں دہلی میں مجلس استقبالیہ کی میٹنگ ہوئی جس میں دہلی اور اس کے قریب کے شہروں سے نمائندوں کی ایک کثیر تعداد شریک ہوئی۔

---

[1] روداد اجلاس سوم ص: ۱۴۰۔۱۴۳

عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا تو استقبالیہ کے جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے عاصم بہاری ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔[۱]

آل انڈیا کانفرنس کی صدارت کی منظوری سردار محمد اسلام رئیس تکتیہ آنریری مجسٹریٹ (گیا) کے یہاں سے آگئی تھی جس کی توثیق کی گئی۔

مختلف وفود:۔ دورے کے متعلق یہ قرار پایا کہ ایک وفد بمبئی اور دوسرا بہار روانہ کیا جائے۔اول الذکر وفد میں محمد ظفر ایڈوکیٹ بابو غلام رسول ممبر مرچنٹ مرادآباد اور علی حسین عاصم بہاری کے نام منتخب ہوئے۔محمد ظفر اور غلام رسول نے اپنے اخراجات سے ممبئی کا سفر کیا۔

وفد بہار میں صدر جمعیۃ محمد ظہیر الدین ،عبد الرؤف ایڈوکیٹ ،شیخ مولا بخش ،نظام الدین ایڈوکیٹ الہ آباد،محمد منظور ایم ۔اے وکیل (خلف ڈپٹی بشیر الدین احمد جائسی) اور عاصم بہاری کے نام شامل تھے۔

بعد میں جمعیۃ المومنین صوبہ بہار کے جنرل سکریٹری نے آئندہ سال آل انڈیا اجلاس کے انعقاد کا بہانہ بنا کر اس وفد کو بہار جانے سے روک دیا۔

ذیلی کمیٹیاں:۔ انتظامات کانفرنس میں سہولت کی غرض سے متعدد کمیٹیاں اوران کے عہدیداروں کا انتخاب بھی عمل میں[۲] آیا۔

---

[۱] مثلاً پنڈال کمیٹی، مدارات کمیٹی، والنٹیر کمیٹی، تبلیغ کمیٹی وغیرہ

[۲] چیئرمین استقبالیہ کمیٹی محمد مظفر ایڈوکیٹ انبالہ

نائبین صدر استقبالیہ کمیٹی ۔معین الدین عرف حاجی منا، دہلی شیخ نثار احمد دہلی ،ماسٹر محمد شبراتی دہلی، چودھری عبد القادر دہلی، حافظ عبد الوحید دہلی، حافظ رحیم بخش میرٹھ، حافظ حاجی امیر حسن مرادآباد، حافظ خلیل احمد ناظم جمعیۃ المومنین امروہہ، مولانا غلام جیلانی، اعظم گڈھ۔

آنریری سکریٹری:۔	عبد الرؤف ایڈوکیٹ بلند شہر
جوائنٹ سکریٹری:۔	علی حسین عاصم بہاری
اسسٹنٹ سکریٹری:۔	بابو بشیر احمد سائکل مرچنٹ
خازن وورکنگ نائب صدر:۔	شیخ مولا بخش ٹھیکدار

کمیٹیوں کی بے عملی:۔ ''لیکن افسوس کہ جہاں تک کاموں کا تعلق ہے یہ کمیٹیاں اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہیں، البتہ ان کی شرکت اوران کے کاموں کا ثواب مجلس استقبالیہ کوضرور پہنچا۔ ورنہ جہاں تک انتظامات کا تعلق ہے دفتر کی نگرانی، ڈاک کی، دیکھ بھال، خطوط کے انبار وں کا جواب، آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس کے متعلق جملہ انتظامات کی انجام دہی زیادہ تر ٹھیکدار مولا بخش صاحب نے کی'' [1]

مغربی یوپی کا دورہ:۔ حسب قرار داد مجلس استقبالیہ دو وفود ضلع بجنور اور مرادآباد کے لئے روانہ ہوئے۔ دھام پور، نہٹور بازار، شیرکوٹ، جیب والا، افضل گڈھ، نگینہ، حسن پور، سیوہارا، امروہہ وغیرہ میں کامیاب جلسے ہوئے اورامداد بھی ملی [2]

روانگی میرٹھ اور مظفر نگر:۔ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ایک اور وفد میرٹھ ہوتا ہوا مظفر نگر پہنچا جہاں حافظ اللہ بندہ صدر انجمن، منشی محمد ابراہیم، منشی رفیق احمد، منشی طفیل احمد، منشی نورالٰہی، منشی محمد شفیع وغیرہ کے پر خلوص تعاون سے دو کامیاب جلسے ہوئے۔

آمد ممبئی:۔ عاصم بہاری کا وفد ممبئی کے لئے ۱۰؍ستمبر کو دہلی سے روانہ ہوا۔ برادران ممبئی نے وفد کے استقبال کے لئے اخباروں میں اعلان واشتہار کا خاصا اہتمام کیا تھا۔ اسٹیشن پر ماسٹر محمد عمر ایم اے ناظم جمعیۃ المومنین ممبئی، حاجی عبدالرحمٰن اور دیگر عہدیداروں کے علاوہ ایک اچھا خاصا مجمع تھا۔ اراکین وفد کی گلپوشی کی گئی اور انہیں نہایت ہی اعزاز واکرام کے ساتھ دفتر تنظیم کمیٹی مدن پورہ میں ٹھہرایا گیا۔ اس زمانے میں یہاں برادری کی مختلف ٹولیوں نے اپنی اپنی کمیٹیاں اوران کے باوردی والنٹیر کور بنا رکھے تھے۔ جو مختلف موقعوں پر بڑی مستعدی سے خدمات انجام دیتے تھے [3] مگر بحیثیت مجموعی ان کی حالت سقیم اورقابل رحم تھی۔ موصوف اس کی طرف لوگوں کواس طرح متوجہ کرتے ہیں:

''ضرورت ہے کہ برادران قوم اپنی حالتوں پر غور

---

[1] یہاں قصداً موصوف نے اپنا نام حذف کردیا۔(ا س)

[2] روداد اجلاس سوم ص:۱۶ [3] روداد اجلاس سوم ص:۱۷

کریں، اور سوچیں کہ آخر اور قومیں اس بمبئی میں کیوں دیکھتے
دیکھتے دولت مند ہوگئیں اور اتنے دنوں تک رہنے کے باوجود
ہماری قوم کے لوگ جیسے تھے ویسے ہی رہے"۔[1]

۱۴ر ستمبر کی شب میں محمد ظہیر الدین انبالوی کی صدارت میں جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ جلسہ کے بعد وفد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ صدر جمعیۃ اور بابو غلام رسول بمبئی، کیرلہ اور بھیمڑی کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ محمد ظفر ایڈوکیٹ اور عاصم بہاری پر مشتمل دوسرا وفد مالیگاؤں کے لئے روانہ ہوگیا۔

آمد مالیگاؤں:۔ تار کے ذریعہ مالیگاؤں اطلاع بھیجی گئی تھی اس لئے مالیگاؤں کے پر جوش کارکنان منماڈ اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ یہ شہر منماڈ سے تقریباً ۳۰-۳۲ میل ایک پہاڑی ندی کے کنارے آباد ہے۔ ندی نے شہر کے نصف دائرے کو گھیر رکھا ہے۔ یہاں تقریباً پچانوے فیصدی انصاری برادری رہتی ہے۔ شہر کے کنارے پل کے قریب:

"باشندگان شہر، نوجوانان، اراکین جمعیۃ معززین قوم میں مولانا عبدالمجید، ناظم مدرسہ اسلامیہ، سرداران جماعت میں مولوی محمد یوسف، مولانا عبدالحمید نعمانی، حکیم فاروقی، حکیم محمد حسین، سیٹھ عبد الرحیم، مولوی صاحبان مدارس، ماسٹر صاحبان اسکول اور سیکڑوں حضرات پیشوائی کے لئے موجود تھے"۔[2]

اس جلوس نے وفد کا نہایت پر جوش خیر مقدم کیا۔ حکیم محمد حسین و عبدالرحیم سوداگر پارچہ کے دولت کدہ پر اراکین وفد نے قیام کیا۔

احوال مالیگاؤں:۔ عاصم بہاری نے شہر کی تفصیلات معلوم کر کے بڑی خوشی محسوس کی کیونکہ یہاں اس زمانے میں تقریباً ۱۵-۲۰ انصاریوں کے خاندان کی کثیر آبادی

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۱۷ [2] روداد اجلاس سوم ص:۱۸

تھی۔ ایک عربی مدرسہ تقریباً ۵۰ برسوں سے چل رہا تھا۔ اس کے علاوہ کئی چھوٹے بڑے مدرسے اور مکاتب قائم تھے۔ انگریزی تعلیم کی طرف بھی صحت مند رجحان تھا۔ زنانہ مدرسہ میں تقریباً ۵۰۰ بچیاں زیر تعلیم تھیں:

"تعلیم نسواں کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں ہماری برادری کی اور کوئی آبادی ایسی اب تک نظر نہیں آئی ہے جہاں بچیوں کی تعلیم کا اتنا بہتر سامان ہو اور اس قدر بڑی آبادی میں بچیاں ایک جگہ تعلیم پاتی ہوں"

......مولوی عبدالعزیز صاحب بی۔ اے وکیل، ایم۔ ایل سی بمبئی کے بعد متعدد حضرات نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔

"..........ان میں شاعر، ادیب، مصنف، مؤلف، ایڈیٹر، مضمون نگار، علماء، حکماء، حفاظ، غرض تعلیم یافتہ حضرات معقول تعداد میں ہیں"۔[1]

موصوف نے آگے چل کر مالیگاؤں کی اقتصادی صورتحال کا بھی ایک مختصر جائزہ پیش کیا ہے کہ یہاں متعدد کوآپریٹیو سوسائٹیاں کام کررہی ہیں:

"البتہ ایک بات کی کمی مجھے نظر آئی اور وہ یہ کہ ان کی تعلیمی ترقیوں کے ساتھ ساتھ جو نئے نئے ادارے اور انجمنیں قائم ہوتی جاتی ہیں ان میں اور ان کے کارکنوں میں مغائرت بھی ہوتی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تمام آبادی میں بڑے پیمانے پر کوئی کام اشتراک عمل کے ساتھ نہیں کرسکتے۔ ورنہ آج جتنی صلاحیت یہاں موجود ہے اس سے نہ صرف یہاں کے بھائی مستفیض ہوں بلکہ یہاں کی صلاحیت پورے صوبۂ بمبئی

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۱۹

میں برادرانِ قوم کے لئے آبِ حیات ثابت ہو۔ضرورت ہے
کہ ممتاز حضرات اس طرف جلد توجہ فرمائیں''۔ ۱

خیر مقدمی جلسہ:۔ ''دوسرے روز شب کے
وقت نہایت زبردست جلسہ زیر صدارت محمد ظفر ایڈوکیٹ ہوا''
جس میں شعراء نے خیر مقدمی نظمیں پڑھیں مولوی محمد یوسف
عزیز نے خیر مقدم کیا۔طلباء نے اپنا ورزشی کھیل دکھایا۔بحیثیت
مجموعی وفد کا یہ پہلا دورہ نہایت کامیاب رہا''۔

اس جلسہ کے بعد محمد ظفر مغربی خاندیس اور عاصم بہاری بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔ کیونکہ یہاں کا پہلا جلسہ نا کامیاب رہا تھا۔اس لئے دوسرے جلسہ کا اعلان کر دیا گیا تھا۔جس میں موصوف کی شرکت ضروری تھی۔مگر عجیب اتفاق کہ اس روز موسلا دھار بارش کی وجہ سے جلسہ کامیاب نہ ہوا۔

مالیگاؤں کا دوسرا دورہ:۔ آخر تمام اراکین وفد مالیگاؤں کے دوسرے دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔اس وفد کا پہلے سے بڑھ چڑھ کے استقبال کیا گیا۔مختلف اسکولوں، مدرسوں اور تعلیم گاہوں کا معائنہ کیا گیا اور کئی کامیاب جلسے ہوئے۔

وفد مالیگاؤں سے دھولیا مغربی خاندیس پہنچا جہاں عبدالعزیز،عبداللطیف وکیل،ایم۔ ایل۔سی کے یہاں کچھ دیر قیام ہوا۔لالہ سردار نے ایک اسپیشل لاری سے وفد کو چالیس گاؤں تک پہنچانے کا کرم کیا۔وہاں دوسرے روز تھیٹر ہال میں ایک شاندار جلسہ زیر صدارت عبد العزیز،عبداللطیف ایم۔ایل۔سی منعقد ہوا۔حاضرین جلسہ میں عامۃ المسلمین کے علاوہ ہندوؤں کی بھی خاصی تعداد تھی۔صدر جلسہ اور لالہ سردار میونسپل کمشنر کے علاوہ عاصم بہاری کی تقریر نہایت ہی موثر اور کامیاب رہی۔

مالی تعاون:۔ یہاں سے ارکان وفد فراہمی فنڈ کے لئے سہ بارہ مالیگاؤں پہنچے۔جہاں مختلف سوسائٹیوں اور اداروں کی طرف سے جلسے ہوئے۔فنڈ کی فراہمی

۱ روداد اجلاس سوم ص: ۲۰۔۱۹

میں نوجوانان سجالہ سوسائٹی، عثمانیہ سوسائٹی اور رحمانیہ سوسائٹی وغیرہ نے بڑے جوش وخروش سے تعاون کیا۔ چنانچہ کساد بازاری کے باوجود ساڑھے تین سو روپے فراہم کئے گئے۔ یہاں سے وفد پھر بمبئی کے لئے روانہ ہوا۔ رخصت کے وقت معززین شہر نے اس خلوص ومحبت سے الوداع کہا کہ اس کی یاد کا لطف موصوف عرصہ تک لیتے رہے۔

چودھری محمد یاسین قریشی مراد آباد کے مہمان:۔ مگر اس دوران موصوف میریا بخار کی زد میں آ گئے، چنانچہ ممانڈ پہنچتے ہی بخار میں اضافہ ہو گیا۔ اس وجہ سے بھیمڑی کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا اور بمبئی میں بھی مدن پورہ کے بجائے کرافورڈ مارکٹ چودھری محمد یاسین قریشی مراد آباد فروٹ مرچنٹ کے یہاں قیام کیا۔ جہاں قریشی صاحب نے مع متعلقین موصوف کی نہایت مشفقانہ طور پر تیمارداری اور مہمان نوازی کی۔ یہاں تقریباً ایک ہفتہ قیام رہا۔ مگر علاج معالجے کے باوجود مرض میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اسی شدت مرض کے عالم میں اجمیر شریف پہنچ آستانہ حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز پر حاضر ہوئے تو جلد ہی مرض میں افاقہ شروع ہو گیا۔ یہیں مولانا امجد علی صدر مدرس مدرسہ امینیہ سے ملاقات ہوئی۔

اجمیر شریف سے ۶ ر اکتوبر ۳۱ء کو دہلی واپس آئے مگر یہاں مرض میں دوبارہ اضافہ ہو گیا اس لئے ہفتوں کام کا بار شیخ مولا بخش ہی پر رہا کیونکہ:

> "شہر میں برادران قوم اب تک روٹھنے اور منانے کی
> منزل سے آگے نہ بڑھے تھے"[1]

اجلاس (سوم) دہلی کی تیاری:۔ اب سب سے بڑا مسئلہ جلسہ گاہ اور مندوبین کی قیام گاہ کا تھا۔ پریڈ گراؤنڈ اور جامع مسجد کے پاس والے میدان میں قباحت یہ تھی کہ وہاں انتظامات میں غیر معمولی اخراجات اور ذمہ دار کارکنوں کی ضرورت تھی جن کی بہرحال شدید کمی تھی اس لئے:۔

> "ٹھیکدار صاحب (مولا بخش) نے کمال دانائی کے
> ساتھ حسن منزل کے بڑے بڑے ہال میں اجلاس کا انتظام

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۲۲

کیا۔ جہاں مزدوروں کے ذریعہ معقول آرائش کا اہتمام کر دیا
گیا تھا۔ مہمانوں کے قیام کے لئے زینت محل کی عالیشان
عمارت اور لال کنواں، بلیماران، فراشخانہ گلی چابک سواران و
کٹرہ غلام محمد میں، بہت سے مکانات کرایہ پر لے لئے گئے اور
بہت سے حضرات نے بطور خود سرائے، ہوٹل و کاروبارانہ
تعلقات کی جگہوں پر قیام فرمایا۔ عین وقت پر مرادآباد اور
امروہہ سے بہت سے رضا کار آگئے"

ان رضا کاروں نے باڑہ ہندوراؤ، گندہ نالہ اور لال کنواں وغیرہ کے کارکنوں کے ساتھ بڑی جانفشانی سے تمام انتظامات مکمل کر لئے۔

دیگر برادریوں کا تعاون:۔ کانفرنس کے موقع پر اخبارات کے علاوہ ملک کی بعض دوسری تحریکوں اور دیگر برادری کے مخیر حضرات نے کافی ہمت افزائی کی۔ شیعہ جماعت نے خاص طور پر اپنی قوم سے امداد و اعانت کی اپیل کہ اس جماعت کی اصلاح و ترقی مسلمانان ہند کے لئے مفید ہوگی کیونکہ یہ گروہ مسلمانوں میں سب سے بڑی اکثریت رکھتا ہے"

ارکان عاملہ کے نخرے:۔ موصوف کو اس امر کی سخت تکلیف تھی کہ آل انڈیا جمعیۃ المومنین کی مجلس عاملہ کے کئی ارکان نے محض ذاتی رنجشوں کی بنیاد پر ڈھائی برس کے بعد منعقد ہونے والی اس اہم کانفرنس میں شرکت نہیں کی کلکتہ سے صرف ایم، جی، رسول کونسلر کلکتہ کارپوریشن اور کسی نے شرکت کی زحمت نہ کی۔

مہمانوں کی آمد:۔ یوں تو آل انڈیا مومن کانفرنس کا یہ اجلاس سوئم ۱۷۔۱۸ اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو حسن منزل لال کنواں میں منعقد ہو رہا تھا۔ مگر مہمانوں کی آمد ۱۴ اکتوبر ہی سے شروع ہو گئی۔ صدر اجلاس سردار محمد اسلام رئیس ٹکٹیہ (گیا) آنریری مجسٹریٹ پٹنہ، گیا اور چھوٹا ناگپور وغیرہ کے کئی سو ڈیلیگیٹس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں بنارس، الہ آباد اور دیگر اسٹیشنوں پر برادران قوم نے نہایت ہی جوش و خروش سے خیر مقدم کیا۔ کانپور اسٹیشن

پر تو کئی ہزار کا مجمع تھا۔صدر اور دیگر معزز مہمانوں کو زندہ دلان کانپور نے پھولوں کے ہار اور گلدستے پیش کئے۔اور ٹرین میں سوار تمام ہی مندوبین کوئی پارٹی دی۔غرض جگہ جگہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے ایمان افروز نعروں کے ساتھ صدر اجلاس کا یہ قافلہ ۱۶را کتوبر کو صبح ۷ر بجے دہلی پہنچا عاصم بہاری اور فتح محمد خورشید غازی آبادی سے ساتھ ہو گئے تھے۔یہاں دہلی اسٹیشن پر بھی خیر مقدم کرنے والوں کی کثیر تعداد تھی۔مگر بعض مقامی مصالح کے پیش نظر دہلی میں جلوس ترتیب دینا مناسب خیال نہ کیا گیا۔

باہر سے آنے والے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۱۸را کتوبر تک جاری رہا۔جن کی مجموعی تعداد دو ہزار چار سو سے بھی زیادہ تھی۔مولانا امام الدین رام نگری ایڈیٹر رسالہ ترجمان مومن انصار حکیم مولا بخش عرف حکیم غریب اللہ[1] نورانی دواخانہ، پٹنہ اور شیخ مرتضیٰ حسین، میونسپل کمشنر و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ، گورکھپور نے بعض ناگزیر مصروفیات اور مجبوریوں کی وجہ سے معذرت نامہ بھیج دیا تھا۔

خواتین کی شرکت:۔ اس کانفرنس کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس بار پہلی مرتبہ خواتین ڈیلی گیٹ کی تعداد تقریباً دو سو تھی۔ان خواتین کے لئے قیام و طعام اور جلسہ گاہ میں پردہ کے ساتھ بیٹھنے کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔بعض تجویزیں بھی ان کی طرف سے پیش ہوئیں۔

> "آنے والے ڈیلیگیٹوں میں برما، رنگون، بہار، چھوٹا ناگپور، صوبہ اودھ، روہیلکھنڈ، صوبہ آگرہ، پنجاب، مالیگاؤں، بمبئی، سنٹرل انڈیا اور شمالی ہند کے اکثر ریاستوں سے برادران قوم کے نمائندے شریک ہوئے جن میں ہر طبقے کے اصحاب موجود تھے"

اجلاس اول:۔ ۱۷را کتوبر کو ۹ر بجے صبح سے اجتماع شروع ہوا۔ ۱۰ر بجے صدر اجلاس کی تشریف آوری کے ساتھ ہی قاری نعمت اللہ کی تلاوت قرآن پاک سے تیسرے سالانہ اجلاس کا افتتاح ہوا۔حاضرین کی تعداد ۴۔۵ ہزار کے درمیان تھی۔ڈاکٹر حافظ

---

[1] حکیم صاحب موصوف نے کرسی اور صحت کی مجبوریاں بیان کرنے کے بعد چند تجاویز بھی پیش کی تھیں جو صلوٰۃ کی پابندی، صداقت شعاری، اتحاد و اتفاق، شریعت کی پابندی، چھوٹوں

حبیب اللہ، قاری نعمت اللہ، مولوی رحیم بخش نے قومی نظمیں سنائیں۔ محمد ظفر صدر مجلس استقبالیہ کے خطبہ کے بعد عبد الروف ایڈوکیٹ نے تحریک صدارت پیش کی۔ تحریک صدارت کی تائید کے بعد صدر اجلاس نے اپنا پر مغز خطبہ سنایا۔

خطبۂ صدارت:۔ تمہیدی کلمات کے بعد صدر اجلاس نے عبرت کے لئے ہندوؤں کے درمیان مذہبی بنیادوں پر ذات پات کے اختلاف کے باوجود ان کی سیاسی ہم آہنگی کا نقشہ پیش کیا اس کے برعکس مسلمانوں کے نفاق اور منفی ذہن پر تنقید کی۔ انصاریوں کے ماضی و حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آغاز تحریک پر بھی روشنی ڈالی۔ اس سلسلے میں بہار شریف اور ناتی باغ کلکتہ کے مومنوں کی تنظیمی کاوشوں کا تذکرہ کرنے کے بعد عاصم بہاری کی مساعی کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

> ”علی حسین عاصم بہاری جو اس تحریک میں شروع سے روح رواں کی طرح تھے۔ ان کے اعمال و عزائم کے سلسلے نے صوبہ بہار میں ایک زندگی پیدا کردی، جس نے مختلف جلسوں اور انجمنوں کے لئے ہر جگہ فضا پیدا کردی۔“[1]

برکات تحریک کے حوصلہ مندانہ ذکر کے بعد موصوف نے ”سعی مزید“ کے زیر عنوان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے پر زور دیا اور باہمی نکتہ چینیوں، رقابتوں اور نفاق سے بچنے کی تلقین کی۔ کیونکہ اتحاد و تنظیم ہی میں طاقت ہے۔ اگر آپ کمزور رہ گئے تو ”کمزوریوں کے لئے کوئی وقت اور کوئی زمانہ سازگار نہیں ہوتا“۔ ملک کے بدلتے ہوئے حالات اور گول میز کے پس منظر میں نظم جماعت کے لئے نہایت موثر انداز میں قوم کو آمادہ کیا۔

تعلیم کے موضوع پر نہایت ہی عملی مشورہ دیا کہ:۔

> ”میری رائے ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے ملک کی

---

[1] خطبہ صدارت سردار محمد اسلام، آنریری مجسٹریٹ و رئیس لکھنؤ کا اجلاس سوم آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ ۱۷ تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء دہلی ص: ۶۔

موجودہ تعلیم گاہوں سے کام لیا جائے اور اپنی پوری سرگرمیاں
ابتدائی تعلیم پر صرف کی جائیں .... یاد رکھئے جب تک
ابتدائی تعلیم عام نہ ہوگی اعلیٰ تعلیم میں ہرگز خاطر خواہ کامیابی
حاصل نہیں ہو سکتی"۔ ۱

صدر جلسہ نے برادران کے بنے ہوئے کپڑے کے استعمال کے بارے میں فرمایا کہ تجویزیں بار بار منظور ہوئیں "اب ضرورت ہے کہ بلا توقف عمل شروع ہو جائے" اس ضمن میں موصوف نے برادران وطن کی اس پیشے سے بڑھتی ہوئی دلچسپی کا بھی ذکر کیا۔ اس کے ساتھ ہی مسلم زعما کی یکرخی سیاست اور تنگ نظری کو بے نقاب کیا۔

"میں ان مسلم زعما اور جرائد کا گلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا
جو برادران وطن کی مسلم کشی کا شور کرتے ہوئے تو نہیں تھکتے
لیکن انہوں نے کثیر التعداد مسلمان پارچہ بافوں کو بیکاری
و ناداری کے گرداب سے نکالنے کی کوشش نہیں کی"۔ ۲

تنظیمی مشورے کے ذیل میں صدر جلسہ نے ایک مستقل دفتر کے قیام اور ملک گیر پیمانے پر قومی انجمنوں، اداروں، مدرسوں، کتب خانوں اور با اثر اصحاب سے تحریری ربط و اتحاد اور ان کی رپورٹوں کی اشاعت پر زور دیا۔ اور حتی الوسع لمبے چوڑے پروگرام سے بچنے کا مشورہ دیا۔

انہوں نے قومی اخباروں کے فروغ اور نئے اخباروں کے اجرا پر خاص طور سے زور دیا کیونکہ "اخبارات ہی تحریک کو تحریک اور لیڈر کو لیڈر بناتے ہیں" مضبوط مالی بنیادوں پر ایک پریس قائم کرنے کے لئے یہ عملی مشورہ پیش کیا کہ سب سے پہلے دس ہزار روپے کا محفوظ سرمایہ فراہم کر لیا جائے۔ اس کے لئے پورے ملک سے پچاس مخیر برادران قوم سے فی کس مبلغ دو سو روپے حاصل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں۔

اس طرح اجلاس سوم کا یہ خطبہ صدارت اب تک کے تمام خطبات پر بعض اعتبار سے

---

۱ خطبہ صدارت ایضاً: ۱۰ ۲ خطبہ صدارت ایضاً ص: ۱۲

ممتاز اور وقیع ثابت ہوا۔

خطبہ صدارت کے بعد عاصم بہاری نے سبجیکٹ کمیٹی اور رات کے ''اجلاس اصلاح کانفرنس'' کا اعلان کیا۔ ڈیڑھ بجے دوپہر میں یہ اجلاس ختم ہوا۔ ۲ بجے سے شام تک صدر موصوف کی صدارت میں سبجیکٹ کمیٹی کی میٹنگ شروع ہوئی جس میں صنعت پارچہ بافی کی ترقی اور دیسی کپڑوں کے استعمال پر دو اہم تجویزیں بھی منظور کی گئیں۔

اجلاس اول اصلاح کانفرنس:۔ شب کے وقت ۱۰ بجے سے مومن کانفرنس کے پنڈال میں پیشہ ور برادران قوم کی مشترک جمعیۃ کا اجلاس، زیر صدارت خاں بہادر حاجی بھیا رشید الدین صدر جمعیۃ القریش، اصلاح کانفرنس کے عنوان سے شروع ہوا منشا یہ تھا کہ مسلم پیشہ ور برادری کے نمائندوں پر مشتمل ایک مشترک بورڈ قائم کیا جائے جو ان تمام غریب اور پریشان حال جماعتوں کے سیاسی اور معاشرتی حقوق کی نگرانی کرے تا کہ موجودہ زمانے میں نظام سلطنت کے اندر جو اہم تبدیلیاں ہو رہی ہیں ان میں محض غریب پیشہ ور ہونے کی وجہ سے نقصان میں نہ رہیں۔ ان مقاصد کے پیش نظر محمد ظہیر الدین ایڈوکیٹ اور عاصم بہاری نے اپنی موثر تقریروں میں 'بورڈ آف مسلم ووکیشنل اینڈ انڈسٹری کلاسز''[1] کے قیام کی تجویز پیش کی جسے مختلف برادری کے نمائندوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ منظور کیا۔

اجلاس دوم اصلاح کانفرنس:۔ دوسرے دن ۱۸ اکتوبر صبح ۱۰ بجے سے اصلاح کانفرنس کا دوسرا اجلاس خان بہادر حاجی بھیا رشید الدین کی ہی صدارت میں شروع ہوا۔ اور 'بورڈ آف مسلم ووکیشنل اینڈ انڈسٹری کلاسز'' کے عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

صدر:۔ صاحبزادہ شیخ بھیا رشید الدین میرٹھ، صدر جمعیۃ القریش

نائبین صدر:۔ شیخ محمد حسین الموزہ، شیخ مولا بخش دہلی، ماسٹر بدر الدین بھٹی امرتسر، شیخ محمد ظفر

ایڈوکیٹ انبالہ، ماسٹر شیخ صندل چھاؤنی مئو۔

---

[1] Board of Muslim Vocational and Industry classes.

خازن:۔ حاجی ظفر احمد امروہہ

جنرل سکریٹری:۔ محمد ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالہ

جوائنٹ سکریٹری:۔ علی حسین عاصم بہاری

یہ اجلاس دعاؤں کے بعد ایک بجے دوپہر میں ختم ہوا۔

انتخاب عہدیداران آل انڈیا مومن کانفرنس وارکان مجلس عاملہ:۔

۱۸ اری اکتوبر ۳۰۔۲ بجے سے سبجکٹ کمیٹی والی نشست میں عہدیداروں اور ارکان مجلس عاملہ کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔

صدر:۔ سردار محمد اسلام بی۔اے آنرری مجسٹریٹ

نائبین صدر:۔ ہر صوبہ کے صدر صوبہ جمعیۃ

خازن:۔ شیخ مولا بخش ٹھیکدار

جنرل سکریٹری:۔ محمد ظفر احمد ایڈوکیٹ انبالہ

جوائنٹ سکریٹری:۔ علی حسین عاصم بہاری عبدالروف ایڈوکیٹ بلند شہر مولوی حفیظ اللہ، بہار

ممبران مجلس عاملہ:۔ لطیف الرحمٰن کلکتہ، محمد ظہیر الدین انبالہ، مولوی محمد یحییٰ کلکتہ، شمس الدین کلکتہ، محمد محمود ناظم جمعیۃ المومنین بمبئی، مولوی عبدالحمید مالیگاؤں، شیخ خلیل الدین سوداگر کانپور، حافظ امام الدین بنارس، بابو غلام رسول مرادآباد، مولوی مشتاق حسین ایڈوکیٹ شاہجہاں پور، منشی منظور احمد واچ مرچنٹ علیگڈھ، نظام الدین ایڈوکیٹ الہ آباد، عبد العزیز ایڈوکیٹ ایم۔ایل۔سی بمبئی۔ حافظ ظفر حسن ایڈوکیٹ بہار شریف۔

نیز طے یہ ہوا کہ قواعد وضوابط کے مطابق ایک سال تک دفتر دہلی میں رہے گا۔[1]

اجلاس دوم آل انڈیا مومن کانفرنس:۔ یہ دوسری نشست حافظ جمیل احمد امروہہ کی تلاوت کلام مجید اور منشی محمد صدیق پرتاپگڈھ آزاد انصاری مالیگاؤں، منشی عبداللہ بمبئی اور مولوی عبدالمجید دماغ جونپوری کی نظموں سے شروع ہوئی۔

---

[1] روداد اجلاس سوم ص:۲۷

عمر محمود نے یہ تجویز پیش کی کہ بمبئی کی مجلس قانون ساز نے صنعت پارچہ بافی کی ترقی کے لئے جو مل پاس کیا ہے اسے جلد عملی جامہ پہنایا جائے نیز اس کانفرنس کی متعلقہ تجویزوں کو حکومت ہند اور ممبران اسمبلی کی خدمت میں پیش کیا جائے محمد ظفر نے "تذکرۃ الانصار" مصنفہ ایڈیٹر الانصار امرتسر (شیخ محمد خورشید) اور تاریخ مومن انصار" مصنفہ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کی خریداری کی اپیل کی۔

دوسری تجویز میں ارکان مجلس عاملہ کے لئے ماہانہ ایک روپیہ چندہ لازمی قرار دیا گیا۔ مالی اعانت کی اپیل پر حاضرین نے فی الفور مبلغ پانچ سو روپے کی نقد رقم اسی وقت پیش کردی۔

اجلاس سوم:۔ تیسری نشست صدر موصوف کی صدارت میں حافظ عبداللہ کی تلاوت قرآن پاک اور عبدالعزیز غنی، منشی عبدالرزاق، قاری نعمت اللہ الہ آباد، حکیم بشیر احمد کانپور، آزاد انصاری مالیگاؤں اور لسان القوم دماغ جونپوری کی قومی نظموں سے شروع ہوئی۔ اس نشست میں چیئرمین مجلس استقبالیہ نے اپریل ۳۱ء تک کے حسابات آمد و خرچ کو پیش کیا۔ نیز طے کیا گیا کہ قوم کے مزید اطمینان کے لئے محمد ظفر اور مولوی حفیظ اللہ مکمل حسابات کو دیکھنے کے بعد ایک رپورٹ مجلس عاملہ میں پیش کردیں۔

اس نشست میں بھی جب مالی اعانت کی اپیل کی گئی تو بچے بچیوں اور خواتین نے بھی اپنے اپنے عطیے پیش کئے۔ تقریباً سو روپے فراہم ہوئے۔

حافظ امام الدین رام نگری نے اپنی ایک تجویز ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑوں کے استعمال کو برادری کے لئے لازم قرار دینے پر زور دیا۔ عبدالخالق الہ آباد اور عاصم بہاری نے اس تجویز کی تائید مزید کی۔

محمد ظہیر الدین نے حکومت ہند کے سامنے اپنے مطالبات کو ایک موثر وفد[1] کے ذریعہ

---

[1] ارکان وفد میں مندرجہ ذیل حضرات کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۱) پروفیسر ثناء اللہ ایم اے کلکتہ (۲) محمد سلیمان ایم ایل سی کلکتہ

(۳) مولوی محمد یحیٰی کلکتہ (۴) مولوی عبدالعزیز عبداللطیف خاندیش ایم ایل سی بمبئی (باقی آئندہ صفحہ پر

پیش کرنے کی تجویز رکھی۔

ان تجاویز کے بعد حافظ سید امیر کاظم رئیس نکٹیہ ضلع بجنور نے کانفرنس کی حمایت اور افادیت پر ایک موثر تقریر کی۔۱۲ بجے سے بجٹ کمیٹی کا اعلان کرنے کے بعد ساڑھے بارہ بجے یہ نشست برخاست ہوئی۔

اجلاس چہارم:۔ آخری اجلاس ۱۹؍اکتوبر روز دوشنبہ بوقت ۱۰ بجے شب شروع ہوا۔اس اجلاس میں کل آٹھ تجویزیں پیش ہوئیں منشی محمد علی بجنوری نے پہلی تجویز میں اس کانفرنس کی روداد چھپوا کر تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔قاضی امام الدین بھاگل پوری نے تائید کی۔

حافظ امام الدین رام نگری نے دوسری تجویز میں غیر شرعی رسم ورواج کے ترک کرنے کی صلاح دی۔جس کی مولانا عبدالحمید نعمانی نے پرزور تائید کی۔

فتح محمد خورشید ایڈیٹر الانصار کی صاحبزادی نے اپنی تیسری تجویز میں تعلیم نسواں کے فروغ پر زور دیا۔جسے صدر جلسہ نے اپنی طرف سے پیش کیا۔

بقیہ تجویزوں میں مختلف افراد اور اداروں کے پر خلوص تعاون کا شکریہ ادا کیا گیا۔مثلاً ڈائریکٹر آف انڈسٹریز کی طرف سے سکندر آباد کے تین طلباء کو ۱۵۔۱۵ روپیہ ماہوار وظیفہ بنارس کے چکارڈ کی پارچہ بافی سیکھنے کے لئے منظور کیا۔جس کی بدولت وہاں کے بنارس سنٹرل ویونگ انسٹی ٹیوٹ میں ٹریننگ لے رہے ہیں۔

(بقیہ گزشتہ ص:۱۷)

(۵) عمر محمود ایم۔اے بمبئی (۶) عبدالرؤف ایڈوکیٹ بلند شہر

(۷) مشتاق حسین ایڈوکیٹ شاہجہاں پور (۸) نظام الدین ایڈوکیٹ الہ آباد

(۹) حافظ ظفر حسن ایڈوکیٹ بہار شریف (۱۰) عبدالجلیل ایڈوکیٹ دربھنگہ

(۱۱) شیخ مولا بخش ٹھیکیدار دہلی (۱۲) محمد ظفر،ایڈوکیٹ،انبالہ

(۱۳) محمد ظہیر الدین،انبالہ (۱۴) حفیظ اللہ،پٹنہ

(۱۵) سردار محمد اسلام بی۔اے صدر آل انڈیا جمعیۃ المومنین،گیا

عاصم بہاری،حافظ ظفر حسن اور مشتاق حسین وغیرہ نے اس تجویز کی پرزور تائید کی۔

نیز لالہ ہنومان پرشاد مالک مکان حسن منزل لال کنواں دہلی نے جس فراخدلی سے اپنا پورا مکان بغیر کرایہ کے کانفرنس کو دیدیا اس کا بھی شکریہ ادا کیا گیا۔

مختلف اخبارات، رضا کاران و برادران دہلی وارا کین مجلس استقبالیہ کے پر خلوص تعاون پر بھی اظہار تشکر کیا گیا۔

محمد کریم بخش ابو العطا انصاری شاہجہاں پوری نے تمام انصاریوں سے اپنے نام کے ساتھ شیخ مومن یا انصار کے الفاظ استعمال کرنے کی اپیل کی۔

آخر میں عاصم بہاری نے ۴۵ منٹ کی الوداعی تقریر میں انتظامات کی خامیوں پر معذرت چاہتے ہوئے قوم کو زمانہ کی نزاکتوں کی طرف متوجہ کیا اور ہندوستان کے حالات پر گہری نظر رکھنے کی اپیل کرتے ہوئے کارکنان آل انڈیا سے مزید جوش وخروش کے ساتھ تجویزوں پر عمل درآمد کی توقعات کا اظہار کیا اور اس راہ کی مشکلات و پریشانیوں کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔

۱۹۳۲ء:۔ تحریک کی ہمہ گیری میں رفتہ رفتہ اضافہ شروع ہوگیا۔ اور اس کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی گئیں۔ دائرہ کار میں جس تیزی سے وسعت پیدا ہورہی تھی۔ اس مناسبت سے ہمہ وقتی کارکنوں اور مالیات کا تقریباً فقدان تھا۔

دوسری گول میز کانفرنس کے بعد:۔ ملک کے سیاسی افق پر ہر روز طوفان کے نئے نئے آثار نمایاں ہورہے تھے۔ سول نافرمانی اور تشدد کے واقعات بڑھتے جارہے تھے۔ دوسری گول[1] میز کانفرنس وغیرہ کے نتیجے میں رمزے میکڈانلڈ کے اعلان (قرطاس ابیض) کے مطابق ہندوؤں، ہریجنوں اور مسلمانوں کے جداگانہ جس نمائندگی کو تسلیم کیا جاچکا تھا۔ اسے مہاتما گاندھی اور کانگریس نے اپنے لئے ایک چیلنج قرار دیا جس سے سیاسی فضا کچھ اور مکدر ہوگئی۔ حکومت کا ظلم وستم بھی اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے بڑھتا ہی چلا گیا۔

اس بحرانی دور سے ملت اسلامیہ کی کشتی کو نکالنے والے سب سے بڑے ناخدا مولانا محمد

---

[1] یکم دسمبر ۱۹۳۱ء

علی جوہر گزشتہ سال ۴ فروری ۳۱ء ہی کو انتقال کر چکے تھے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات روز بروز کم ہونے کے بجائے بڑھتے جا رہے تھے۔ اس سے مایوس ہو کر مسٹر جناح پہلی گول میز کانفرنس کے بعد انگلینڈ ہی میں رہ گئے۔ دیگر اکابر، رہنما جیلوں میں بند کئے جا چکے تھے۔ ایسے وقت میں بڑے مسلم زمیندار نواب اور جاگیردار ملت اسلامیہ کے محافظ بن بیٹھے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول میں غریب، پسماندہ اور پیشہ ور برادریوں کے مسائل کو حل کرنے سے کسی کو دلچسپی نہیں تھی۔

عاصم بہاری کی نئی ذمہ داریاں:۔ اس پس منظر میں آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس سوم نے اپنے مستقبل کے لئے جو تجویزیں منظور کیں انہیں بروقت ہی کیا جائے گا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ان نئی تجاویز کا بار بھی دراصل جوائنٹ سکریٹری علی حسین عاصم بہاری ہی کے سر آگیا۔ اس لئے تنظیم کی وسعت اور ہمہ گیری سے ذاتی طور پر موصوف کے کام میں کوئی سہولت ہرگز نہ پیدا ہو سکی۔ حد تو یہ ہے کہ ان کی مقررہ تنخواہ بھی سابق دستور ناغہ اور کتر بیونت کے بعد ہی مل پاتی۔ اس تلخ حقیقت کا اندازہ عاصم بہاری کے نام ایک مکتوب سے کیا جا سکتا ہے جو نظر عالم (ہمزلف عاصم کے صاحبزادے) نے خانگیؔ (بہار شریف) سے لکھا تھا[۱]۔

> "..........آپ نے جو خرچہ بھیجا تھا وہ سب روپیہ
> خرچہ ہو گیا اور تیلن کو پانچ روپیہ دیدیا ہے اور تیلن چاول
> نہیں دیتی ہے۔ اس لئے خرچہ جلدی بھیجئے"

اجلاس سوم کی تجاویز کی روشنی میں تنظیم و تحریک کے علاوہ روداد کی طباعت اور تقسیم ارکان سازی (فی کس چار آنے) کی مہم "مسلم ووکیشنل اینڈ انڈسٹری کلاسز" کی سرپرستی، ایک معیاری اخبار کے اجراء اور حکومت ہند کی خدمت میں ایک وفد کے ساتھ پارچہ بافوں کے مسائل پر مشتمل ایک یادداشت کی پیشی جیسے مسائل فوراً سامنے آ گئے۔ ان تمام امور کے لئے افرادی طاقت اور سرمایہ کی کمی کے مسائل بھی عاصم بہاری ہی کو حل کرنے تھے۔

---

[۱] ۱۸ فروری ۳۲ء ۱۰ شوال ۵۰ھ

ان سب پر مستزاد یہ کہ تحریک کی وسعت کے ساتھ ہی ملک کے طول وعرض میں برادری کی مختلف انجمنوں اور اداروں کی ضلعی وصوبائی کانفرنسوں اور جلسوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ یہ اضافہ تحریک کے لئے خوش آئند تھا تو عاصم بہاری کے لئے ذاتی طور پر آزمائش کا سبب بن گیا۔ کیونکہ ہر جگہ کے پروگرام میں موصوف کی منظوری ہو یا نہ ہو ان کی شرکت پر بے حد اصرار کیا جانے لگا۔ عندیہ لئے بغیر ان کی شرکت کا اشتہار کردیا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ سفر، علالت، لاعلمی یا دوسری مصروفیات کی بناء پر جب شرکت نہ ہوتی تو بعضوں کو شکایت ہو جاتی۔

دیگر پیشہ ور برادریوں کی تنظیم کے لئے گشتی مراسلہ:۔

مگر اس طرح کی شکایات اور پریشانیوں سے بے نیاز موصوف تحریک کو قدم بقدم آگے بڑھاتے رہے۔ سب سے پہلے حسب تجویز دیگر پسماندہ برادری کے اکابر کو تنظیم وتعاون پر ابھارنا شروع کیا۔ اس غرض کے لئے ایک گشتی مراسلۂ مختلف رہنماؤں کے نام ارسال کیا۔

"مکرمی ومحترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آج کل جو کیفیت مسلمانوں کی ہو رہی ہے وہ آپ پر اچھی طرح ظاہر ہے۔ اور بڑے بڑے خاندانوں کے متعلق تو مجھے کچھ نہیں عرض کرنی ہے کیونکہ وہ صدیوں سے حکومت ودولت کے حصہ دار رہے ہیں۔ حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی زمینداری، تعلق داری، سرکاری عہدے، پبلک لیڈری وغیرہ کرتے رہنے کے سبب دنیا کے حالات سے بہت حد تک واقف ہیں اور ان حالتوں سے فائدہ اٹھانے کے طریقوں کو جانتے ہیں۔

لیکن ہم غریب پیشہ ور مسلمان جن کو ہندوستان کی غلط ذہنیت نے قریب قریب ہر جگہ "کمین اور نیچ قوم" بنا دیا ہے۔ ان کی عزت وآبرو اور شریفانہ زندگی کے لئے کیا انتظام ہو رہا ہے۔ اب تک جن انجمن ولیڈران پر یہ غریب جماعت بھروسہ کرتی آئی ہے انہوں نے ان کی فلاح وبہبود کیلئے کچھ نہیں کیا۔ ان حالات سے متاثر ہو کر ہماری جماعت کی آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ دہلی ۱۷،۱۸ اکتوبر ۳۱ء نے ایک اجلاس اصلاح کانفرنس کے نام سے منعقد کیا تھا جس میں مختلف پیشہ ور برادریوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔ اس میں ایک کمیٹی "مسلم

پیشہ ور" برادریوں کی بنائی گئی ہے۔تا کہ ہر مقام پر مختلف پیشوں میں حلال کی روزی کمانے والے بھائیوں میں اصلاح کی کوشش کرے۔

"بدیں وجہ خیال ہے کہ آپ کے مظفر نگر میں بھی ایک جلسہ وہاں کے حضرات کی مشورت سے مشترکہ طور پر ہو۔ میں انشاءاللہ دوشنبہ کے روز کسی وقت مظفر نگر پہنچوں گا اور منشی طفیل احمد شوز مرچنٹ کے یہاں ٹھہروں گا۔امید ہے کہ آپ صاحبان بعد مشورت مجھ سے تبادلہ خیالات فرمائیں گے۔ جناب فتح محمد خورشید صاحب آج ہی مظفر نگر جارہے ہیں۔آپ ان سے بھی مشورت فرما سکتے ہیں۔

تمام حضرات تک میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔

نیازمند

علی حسین عاصم جوائنٹ سکریٹری

آل انڈیا جمعیۃ مومن حسن منزل لال کنواں دہلی"

علی گڑھ کا ناکام سفر:۔ حسب تجویز اجلاس سوم، موصوف نے مختلف علاقوں کے دورے کا پروگرام مرتب کرلیا اور علیگڈھ آئے۔ماضی قریب میں سرسید کی تحریک پر علیگڈھ نے جس زندگی اور تحریکیت کا ثبوت دیا تھا۔عاصم بہاری نے اس پس منظر سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی چنانچہ وہاں پہنچ کر اس کے مختلف محلوں اور سربرآوردہ لوگوں سے مسلسل ملاقاتیں کیں۔ مگر وہ زمانہ "نمائش" کا تھا اس لئے علیگڈھ کی پوری آبادی نمائش میں منہمک تھی۔ کسی کو موصوف کی طرف متوجہ ہونے کی بھی فرصت نہ تھی۔آخر وہاں سے کئی روز کے بعد اس حال میں واپس ہوئے کہ علیگڈھ سے دہلی تک واپسی کا سفر خرچ بھی نہ تھا۔ناچار محمد اسحٰق قفل مرچنٹ[1] سے دو روپے قرض لیکر دہلی آئے تو یہاں خازن جمعیۃ کا ہاتھ بھی خالی تھا۔اس ناکام سفر، گھریلو تفکرات اور ہمت شکن حالات نے اختلاج کیفیت پیدا کردی جس سے کئی روز تک پریشان رہے[2]۔

سفر دھام پور، شیرکوٹ:۔ عاصم بہاری ان حالات سے مایوس ہونے

---

[1] مولا بخش ٹھیکدار۔ [2] ملاحظہ ہو روزنامچہ ۲۹ فروری و یکم مارچ ۳۲ء ضمیمہ ۳۲۔

والے نہیں تھے اس لئے ان وقتی مسائل کے حل کے لئے ۲ مارچ ۴۲ء کو اصالت پور مراد آباد آئے یہاں بابو برادرس اور دیگر مخلصین ومعتقدین نے ممبر سازی کی مہم میں ہاتھ بٹایا وقتی طور پر مالی بحران پر قابو پاتے ہی موصوف نے دوروں کا سلسلہ شروع کردیا۔ مراد آباد سے دھام پور پہنچے وہاں کنوئیں کے منڈیر پر چڑھ کر شام کو تقریر کی اور دوسرے روز بعد نماز جمعہ ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ وہاں سے نہٹور آئے اور بیل گاڑی سے شیر کوٹ پہنچے جہاں محلہ قاضی سرائے میں ایک جلسہ عام ہوا۔ ان مقامات پر الیکشنی سیاست کی سطحی کاوشوں اور باہمی نفاق پر خاص طور سے ضرب کلیمی کی کیونکہ ان دنوں ہر جگہ یہ مسئلہ دردسر بنا ہوا تھا۔

۷ فروری ۴۲ء کو میاں بازار میں بڑ کے درخت کے نیچے جلسہ ہوا تو بھولے بھالے حاضرین ایک داروغہ کی پوچھ گچھ سے بری طرح خوفزدہ ہو گئے۔ ان کی تسلی تشفی میں بھی موصوف کا خاصا وقت صرف ہوا۔

قاسم پور گڈھی:۔ ۹ فروری کو تین افراد کے ساتھ قاسم پور گڈھی آئے اول روز اکابرین سے ملاقات میں گذرا دوسرے روز بعد نماز عشاء جلسہ ہوا۔ یہیں ایک قدیم قومی کارکن منشی عباس سے ملاقات ہوئی۔ یہاں سے کئی مقامات کا دورہ کرتے ہوئے ۱۰ مارچ کو افضل گڈھ واپس ہوئے۔ یہاں ماسٹر حسین کی تحریکی فعالیت سے بہت متاثر ہوئے۔ ضلع بھر کا دورہ کرنے میں وہ کبھی نہیں گھبرائے موصوف کا حوصلہ اتنا بلند تھا کہ آل انڈیا اجلاس کی تمام ذمہ داریاں قبول کرنے کو تیار تھے بشرطیکہ اجلاس ان کے ضلع میں منعقد ہو۔

عاصم بہاری پر الزام:۔ موصوف نے ۱۹ مارچ کو دوبارہ علی گڈھ کا قصد کیا تاکہ وہاں آل انڈیا مجلس عاملہ کی نشست طلب کی جاسکے۔ مگر روانہ ہونے سے پہلے صدر دفتر کے محرر صاحب آئے جن کی زبانی انہیں یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوا کہ خازن جمعیۃ کو دوروں کی جو تفصیل مع اخراجات روانہ کی تھی اس میں شیر کوٹ کے علاقہ میں تانگوں کے کرایہ کے بارے میں یہ قیاس کرلیا تھا کہ شاید مقامی لوگوں نے ادا کردیا ہوگا مگر عاصم بہاری نے دوبارہ مطالبہ کردیا۔ اس پر ستم یہ کہ تحقیق کے بغیر محرر کی زبانی خازن نے موصوف کو باضابطہ

اطلاع دی۔اس پر ان کا ردِ عمل قابلِ ذکر ہے۔

''میں نے ان کی (محرر) معرفت جواب دیدیا کہ ان کی اس حرکت سے مجھ کو صدمہ پہنچا ہے۔ان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھے ایسا ذلیل خیال کریں۔طبیعت میں سخت ہیجان وانتشار پیدا ہوا کہ خدا کی شان ہے کہ اخلاص و ایمانداری ہی دنیا میں جرم ہے''[1]

بعد میں خازن (مولا بخش) نے ان الفاظ میں معذرت کی

''میں نے آپ کو برائی کے معنوں میں یاد نہیں کیا بلکہ دوسروں کے اعتراض سے آپ کو بچانے کے لئے بتلایا ہے۔آپ جس وقت دورے سے واپس آئیں گے تسلی کے ساتھ آپ کو سمجھا دیا جائے گا''[2]

بہر حال ۱۹؍مارچ ۳۲ء کو علی گڑھ جانے کے لئے صبح نو بجے اسٹیشن پہنچے تو وہاں خاصی بھیڑ بھاڑ دیکھی۔

''ایسی بھیڑ کے اچھا خاصا موٹا آدمی اگر دو مرتبہ تیسرے درجہ کا ٹکٹ خرید لے تو پھر اس کے جسم کا تمام بے ڈول حصہ درست ہو کر موٹائی کی فہرست سے خارج ہو جائے''[3]

علی گڑھ کا کامیاب دورہ:۔ ایک بجے دوپہر میں علی گڑھ پہنچے تو اپنا سفری سامان دوسرے گروپ لیڈر (چودھری[4] صاحبان) کے یہاں رکھا تا کہ کسی گروپ کو شکایت کا موقع نہ رہے،وہاں دوبارہ مختلف محلوں کے سربرآوردہ حضرات سے مل کر پروگرام بنانے لگے۔آس پاس کے مختلف گاؤں میں بھی جانے کا مشورہ ہوا حسب مشورہ مختلف علاقوں میں لوگوں کو اپنے دورے کی اطلاع بھیجنی شروع کی۔۲۰؍مارچ ۳۲ء کا دن انہیں ضروری کاموں میں گذرا ایک بجے شب میں نیند آئی۔

---

[1] روزنامچہ عاصم بہاری ۱۹؍مارچ ۳۲ء [2] مکتوب بنام عاصم بہاری مورخہ ۲۲؍مارچ ۳۲ء

[3] روزنامچہ عاصم بہاری مورخہ ۲۲؍مارچ ۳۲ء

[4] چودھری محمد حسین

"ایک بجے کے بعد قوم کی طرح میں بھی سو گیا۔ لیکن
چند گھنٹوں کے لئے"۔ ۱

بعض مشکلات و مسائل کے باوجود علی گڈھ کا یہ سفر نہایت حوصلہ افزاء اور کامیاب رہا۔ چودھری محمد حسین، حافظ عبداللطیف، حکیم عبدالسلام اور چودھری وزیر علی ترکمان دروازہ نے خاص طور سے تعاون کیا۔

اس صدی کے تیسرے دہے تک عاصم بہاری کے تخمینہ کے مطابق یہاں انصاریوں کی تقریباً ۴۔۵ ہزار آبادی تھی۔

"جس میں بمشکل سو پچاس کپڑا بننے کا کام کرتے ہیں
بقیہ کچھ مزدوری، کچھ نوکری، کچھ قفل سازی وغیرہ میں زندگی
بسر کرتے ہیں۔ غربت بہت، تعلیم "تبرکاً" اس پر آپس کی کشمکش
پنچایتوں کی دھڑے بندی، باہمی منافرت، رنجشیں، شادی بیاہ
کی خرابیاں، رسم و رواج کی تباہ کاریاں غرض کہ جو کچھ اکثر جگہ
برادری میں ہوتا ہے سب موجود" تاہم یہاں پھوٹ کے ساتھ
مقابلہ کی اسپرٹ بھی موجود ہے جو بہت غنیمت ہے اور اللہ
تعالیٰ کے شکریہ کے لائق"۔ ۲

یہ دورے محض خانہ پری کے طور پر نہیں ہوتے تھے بلکہ جہاں چند گھنٹوں کے لئے بھی پہنچے اپنے اخلاق کریمانہ، ایثار نفسی، خلوص و محبت اور بے مثال طرز خطابت سے علاقے کے علاقے کا دل جیت لیتے اور لوگ ہمیشہ مختلف بہانوں سے موصوف کو اپنے یہاں مدعو کرتے رہتے۔ مالیگاؤں (ناسک) سے حکیم محمد حسن اپنے ایک خط مورخہ ۲۱ مارچ ۳۲ء میں رقمطراز ہیں کہ:۔

عقیدتمندوں کے خطوط:۔ "......ہم
لوگوں کو جمعیۃ سے زیادہ آپ کے حالات سننے کا اشتیاق
رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی کی جدوجہد سے جمعیۃ کا وجود ہے۔

---

۱ روزنامچہ عاصم بہاری ۲۰ مارچ ۳۲ء   ۲ روزنامچہ عاصم بہاری ۲۱ مارچ ۳۲ء

امید ہے کہ آپ تفصیلی حالات سے مطلع فرمائیں گے"[1]

صدر آل انڈیا مومن کانفرنس محمد اسلام کو خازن کے نام ایک خط[2] میں اپنے اشتیاق کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"عاصم صاحب کا ایک زمانہ سے کچھ پتہ نہیں ہے اور نہ کوئی خط ان کا آیا ہے"

مولانا امام الدین رام نگری اپنے ایک خط[3] میں عرض گذار ہیں۔

"دہلی اور بہار کی آمد و رفت بنارس اور مغل سرائے ہی کے ذریعہ ہوتی ہوگی۔ لیکن انہوں نے بر سر راہ بھی کبھی نہ پوچھا..........."

عاصم بہاری اپنے دورے کی رپورٹیں خازن کے پاس بلا ناغہ بھیجا کرتے تھے۔ خازن اپنے خط میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ تمامی کیفیت روزانہ دورے کی ارسال فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو تندرست و سلامت رکھے اور ہر کام میں کامیابی عطا فرمائے"[4]

یو پی کے مختلف علاقوں میں عاصم بہاری کی محنت شاقہ رنگ لائی۔ علیگڈھ میں مجلس عاملہ کی نشست کے بعد اس کے مختلف اضلاع میں جمعیۃ کے چھوٹے بڑے جلسوں[5] کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔

ہر جلسہ کے منتظمین یہ توقع کرتے کہ عاصم بہاری ضرور شرکت کریں گے وہ علی گڈھ کی مصروفیات سے فراغت کے بعد صوبہ بہار کے دورہ پر نکل کھڑے ہوئے اور اس بات کی انتھک کوشش کی کہ پٹنہ، گیا، بھاگل پور اور دربھنگہ میں سے کسی مقام پر آل انڈیا مومن کانفرنس کا شاندار اجلاس ہو۔ انہیں اس امر کی سب سے زیادہ فکر تھی کہ جوائنٹ سکریٹری کے علاوہ اب تو صدر آل انڈیا جمعیۃ بھی بہار کے منتخب ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی یہاں کوئی سالانہ اجلاس نہ

---

1. ضمیمہ ۲۶/ص: ۲ مورخہ ۳۰/مارچ ۳۲ء 2. قیام مولا بخش مورخہ ۲۵/اگست ۳۲ء
3. قیام مولا بخش مورخہ ۲۵/اگست ۳۲ء 4. مورخہ یکم اپریل ۳۲ء
5. ۱۹۳۲ء ہی میں انجمن شعب الانصار بالہ الہ آباد کا دستور العمل اور جمعیۃ الانصار امروہہ کی پنجسالہ رپورٹ (۲۷ تا ۳۲) طبع ہوئی

ہوتو یہ انتہائی افسوسناک ہوگا۔اس فکر میں مہینوں یہاں کے مختلف ذمہ داروں اور علاقوں کو جھنجوڑتے رہے مگرفوری طور پر بہاراس کے لئے تیار نہ ہوسکا۔اتنا ضرور ہے کہ چند برسوں کے بعد (۱۰۔۱۱۔۱۲ارنومبر ۴۳ء) اجلاس گیا کا پس منظر پوری طرح تیار ہوگیا۔مگر وقتی طور پر موصوف کو مایوسی ہوئی۔

خازن کا عتاب نامہ:۔ ادھر اضلاع یوپی کے جلسوں میں غیر حاضری کی وجہ سے کارکنان الگ پریشان ہورہے تھے۔قصبہ کاندہلہ کے سالانہ جلسہ (۱۷۔۱۸ارجون ۴۲ء) میں شرکت کے لئے خازن جمعیۃ مولا بخش نے موصوف کو آمدورفت کا خرچ بھی منی آرڈر کردیا مگر عاصم بہاری ان دنوں علاقۂ گیا، پٹنہ وغیرہ میں مصروف تھے[1] اس لئے کاندہلہ نہ جا سکے اس پر خازن بےحد خفا ہوئے۔ ۱۷رجون کو شدید انتظار کے بعد انہوں نے غصہ میں ایک انتہائی سخت خط لکھا کہ بہار کے چکر میں آپ نے یوپی کو بری طرح نظر انداز کرکے یہاں کے کام کو خراب کردیا۔موصوف جوش وغضب میں یہاں تک لکھ گئے کہ

> ''آپ بڑے خوفناک شخص ثابت ہوئے ہیں۔اس تحریک کو آپ کی وجہ سے سخت نقصان پہنچا ہے
> ......میں ۳۰رجون کو دفتر قطعی بند کردوں گا''[2]

دفتر کا معاملہ واقعی نازک ہوتا جارہا تھا۔ممبر سازی کی رسیدیں جملہ مقامات پر حسب تجویز روانہ نہ کی گئی تھیں مگر ہرآنے فی کس کے حساب سے بھی شاخیں رقم بھیجنے میں بےحد تساہلی سے کام لیتیں، دفتر کا کرایہ محرم کی تنخواہ اور ڈاک خرچ کا چلنا روز بروز دوبھر ہوتا چلا گیا۔ جس سے خازن کی پریشانی بڑھتی چلی گئی۔اس پر مستزاد یہ کہ عاصم بہاری ڈیڑھ دوماہ تک صوبہ بہار کے دورے میں مصروف ہوگئے۔اور خازن تنہا پڑ گئے۔اس پر غضب یہ ہوا کہ کاندہلہ کے جلسہ میں ان کی مسلسل گذارش کے باوجود عاصم بہاری شرکت سے معذور رہے اس لئے ان پر بری طرح برس پڑے۔

---

[1] آسنسول، اندال، دھنباد، جھریا، پاتھرڈیہہ، ٹاٹانگر، گیا، بہارشریف، شیخپورہ وغیرہ ماخوذ از مکتوب بنام چیئرمین مورخہ ۶راگست ۴۲ء [2] مورخہ ۱۷رجون ۴۲ء

خازن کا معافی نامہ:۔ مگر جلد ہی تفصیلات کا علم ہو جانے پر نہ صرف ان کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا بلکہ اپنی غلطیوں پر اظہار ندامت کے بعد ان کے غیر معمولی ایثار کو ان الفاظ میں تسلیم کیا۔

"..........آں جناب کے دورے کے حالات معلوم ہوئے۔
واقعی آپ کی جانکاہ کوششیں اور محنتیں ایسی ہی ہیں۔ آپ کے دل میں قوم کا درد جیسا پایا جاتا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی ہے [1] اس اہم خط کی ابتداء مولا بخش (خازن جمعیۃ) نے "محترم مولانا جناب عاصم صاحب زادلطفہ! السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ" سے کی اور خاتمہ پر "نیازمند شیخ مولا بخش" تحریر کیا۔

خازن جیسے صاف کو کھرے اور مخلص کا یہ عتاب نامہ اور پھر معافی نامہ دونوں کے اخلاق وکردار کا بہترین آئینہ کہا جاسکتا ہے۔

آل انڈیا مسلم کانفرنس:۔ محمد شفیع داؤدی سکریٹری "آل انڈیا مسلم [2] کانفرنس کے خصوصی دعوت نامے پر اس کی مجلس منتظمہ کی نشست میں عاصم بہاری نے دہلی ۲۱ راگست ۱۰ بجے دن میں (شریف منزل بمکان حکیم جمیل خان) شرکت کی۔ قیام کاظم مولانا مظہر الدین ایڈیٹر الامان محلہ سرکی والان (دہلی) میں تھا۔ یہ نشست حکومت ہند کے ۱۷ راگست کو فرقہ وارانہ [3] مسائل کے فیصلہ کے تاریخی اعلان پر غور وخوض کرنے کے لئے طلب کی گئی تھی۔

مہاتما گاندھی کی مخالفت:۔ اس مسئلے پر پورے ملک میں ایک بار پھر

---

[1] "میں تو آپ کو ہی محسن قوم، آپ کو ہی صدر اور آپ کو ہی جنرل سکریٹری اور آل انڈیا جمعیۃ المومنین کا سرپرست، دل سے خیال کرتا ہوں اور منہ دیکھے کی تعریف نہیں کرتا بلکہ یہ واقعی بات ہے کہ آپ جیسا جانثار شخص اگر ہماری آل انڈیا جمعیۃ میں موجود ہو تو اس کو چار چاند لگ جائیں۔ آج آپ جیسا کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا" مورخہ ۲۱ راکتوبر ۳۲ء

[2] اس کانفرنس کے صدر ہز ہائی نس سر سلطان محمد شاہ آغا خان تھے۔ چیئرمین علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال اور سکریٹری میں سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون، قاضی مسعود حسن اور محمد شفیع داؤدی تھے۔

[3] Communal award

بھونچال پیدا ہوا مختلف سیاسی جماعتوں نے اس کی مخالفت وحمایت کی ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ حکومت بھی پریشان ہوگئی ۔ مہاتما گاندھی ان دنوں پونا کے قریب بروداجیل میں نظر بند تھے ۔ انہوں نے اس فیصلہ کو انگریزوں کی پرانی چال قرار دیا ۔ چنانچہ ہریجنوں کی زیادہ سے زیادہ محفوظ نشستوں کی تو حمایت کا اعلان کیا مگر ہندو مسلم مخلوط انتخاب پر اصرار کیا اور اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے ستمبر سے مرن برت شروع کیا ۔ انہیں دنوں ڈاکٹر امبیدکر ۔ آل انڈیا اَن ٹچ ایبلٹی لیگ[۱] اور سروینٹس آف ان ٹچ ایبلس[۲] وغیرہ کا بھی خاصا زور شروع ہوا اور مختلف مقامات پر گرفتاریاں شروع ہوگئیں ۔

گرفتاری کا شبہ:۔ انہیں دنوں اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں اخبار مدینہ میں گرفتار شدگان کی جو فہرست شائع ہوئی اس میں ایک نام مولوی علی حسین کا بھی تھا ۔ اس نام کو دیکھ کر ان کے اقرباء کو شبہ ہوا کہ عاصم بہاری بھی غالباً گرفتار ہوگئے ۔ کیونکہ خلاف معمول دو مہینے سے گھر والوں کے نام ان کا کوئی خط بھی نہیں پہنچا تھا ۔ اس لئے حافظ ظفر نے گھبرا کر ۹ ر اکتوبر کو خازن جمعیۃ کو دہلی ایک خط تحریر کیا کہ صحیح صورتحال سے آگاہ کریں ۔ مولا بخش نے اپنے خط میں اطمینان دلا دیا کہ وہ کوئی دوسرے علی حسین ہیں ۔

پندرہ، سولہ اکتوبر کو مسلم کانفرنس لکھنؤ میں بھی موصوف نے شرکت کی ۔

ہزاری باغ کی فکر:۔ یوپی اور دہلی میں شب وروز کی مصروفیات کے باوجود عاصم بہاری اپنے بہاری ہموطنوں کو منظم اور بیدار کرنے کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے جنوبی بہار میں رانچی، ہزاریباغ اور جمشید پور پر ان کی خصوصی توجہ تھی ۔ ہزاریباغ میں تاج محمد کو وقتاً فوقتاً خطوط کے ذریعہ انہیں قومی کاموں پر آمادہ کرتے رہتے تھے ۔ تاج محمد اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۲۹ ر اکتوبر ۳۲ء) میں رقمطراز ہیں:۔

"آپ کا محبت نامہ ملا ۔ دیکھ کر دل کو خوشی حاصل ہوئی ۔ آپ کی تحریروں اور نصائح پاکیزہ نے قلب میں ایک حرکت پیدا کر دی ہے اور

۱۔ All India Untouchablitity League

۲۔ Servants of Untouchables

میں تیار ہوں کہ جس طرح ہو، جہاں تک ہو اس ہزاری باغ ضلع میں
انجمن کی اشاعت کرتے ہوئے کچھ کام انجمن سے کراؤں، جس کے لئے
آج شب میں انجمن کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہے اور خدائے تعالیٰ کی
ذات سے امید ہے کہ دو شخص بغرض تبلیغ واشاعت آئندہ ہفتہ میں نکل
جائیں گے .... براہ کرم آپ سے میری التجا صرف یہی ہے کہ جہاں
رہیں خط کا سلسلہ مجھ سے ضرور رکھیں۔ اس سے ہمیں یہ مدد ملے گی کہ ہر
وقت میرا قلب تازہ رہے گا اور جوش کے ساتھ میں اپنی انجمن کے کام
کو آگے بڑھاتا جاؤں گا۔ امید ہے کہ میری یہ التجا رائیگاں نہ جائے گی"

صدر دفتر میں تالا بندی:۔ ادھر جمعیۃ کے صدر دفتر کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی جارہی تھی۔ فراہمی فنڈ کا کام عاصم بہاری کے علاوہ کوئی دوسرا کرنے والا نہ تھا اور ان کی مصروفیتیں ظاہر تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ اکتوبر ۳۲ء میں مولا بخش (خازن جمعیۃ) نے دفتر کا تمام سامان اپنے گودام میں منگوالیا اور دفتر کو خالی کردیا کیونکہ اس کے اخراجات کو پورا کرنے کی اب کوئی صورت نہ تھی۔

۱۹۳۲ء کا سال جلسوں اور کانفرنسوں کے شباب کا تھا چنانچہ ۱۰۔۱۱ر دسمبر کو آل مسلم پارٹیز کانفرنس لکھنؤ میں منعقد ہوئی تو عاصم بہاری نے یہاں بھی مسلسل[1] دوروں کے باوجود شرکت کا موقع کسی طرح نکال ہی لیا۔

اجلاس چہارم ۱۹۳۳ء لاہور کی تیاری:۔ بہار سے مایوسی

---

[1] اکتوبر ۱۹۳۱ء تا دسمبر ۱۹۳۲ء موصوف نے کسی طرح تحریک کے لئے پورے شمالی ہند کو کھنگال ڈالا اس کا اندازہ خود ان کی ایک یادداشت سے لگایا جاسکتا ہے۔
"ہندوستان گیر دورہ:۔ بعد کانفرنس شرکت جلسہ جونپور کے لئے روانہ ہوا۔ نومبر میں مکان پر بیمار رہا۔ دسمبر میں کلکتہ صدر صاحب کے یہاں بیماری کی حالت میں گیا۔ شریک جلسہ کھریانواں ہوا۔ بعد ازاں دہلی آکر بیمار رہا۔ پھر انبالہ سکریٹری صاحب سے ملنے آیا یہاں آکر بیمار ہوگیا اور رپورٹ کا کام نہ ہوا۔ اور دسمبر میں دہلی سے طلبی ہوئی کہ پھولپور ضلع اعظم گڑھ کے جلسہ میں شرکت کروں۔

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

کے بعد آل انڈیا مومن کانفرنس کے چوتھے اجلاس کے لئے عاصم بہاری بے حد متفکر رہنے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا)　　　اجلاس سوم ۱۷ تا ۱۹ اکتوبر ۳۱ء بمقام دہلی کے بعد:۔

بعد ازاں شیر جو نپور ظفر آباد کے جلسہ میں شرکت کی۔جنوری میں رمضان آگیا۔اس واسطے کوئی سفر نہ ہوا۔بلکہ رپورٹ کی ترتیب ہوئی۔بعد عید فروری ۳۲ء میں مظفر نگر آیا۔اس کے بعد دفتر کی غیر ترتیبی کے لئے مجلس عاملہ کی ضرورت ہوئی۔چونکہ علی گڈھ کے بعض اصحاب اپنے یہاں چاہتے تھے وہاں پہنچا مگر پورا شہر نمائش میں مصروف تھا۔اس لئے بغرض امداد دہلی ضلع بجنور پہنچا۔دھام پور،شیر کوٹ،منور بازار،گجی پور،ہوتا شیر کوٹ ماسٹر محمد حسین صاحب کے ساتھ افضل گڈھ،قاسم پور،گڈھی وغیرہ کا دورہ ہوا۔لیکن امداد کی صورت نظر نہ آئی۔اس واسطے واپس دہلی آیا اور فروری میں پھر علی گڈھ پہنچا اور کم ممبر ہوئے۔مجلس عاملہ کی رائے ایک حد تک ہوئی۔علی گڈھ کے لوگوں کے ساتھ ایک وفد ترتیب پایا۔..........جلیسر،سکندر راؤ،کاسگنج،ڈونڈا وارہ گنج میں کامیاب جلسے ہوئے تقریباً ساٹھ روپے کا چندہ بھی ہوا۔پندرہ بیس تاریخ تک دہلی آیا۔مجلس عاملہ کا ایجنڈا جاری ہوا۔بعد ازاں پھر علی گڈھ آیا۔انتظامات اور مشورت کے بعد آگرہ پہنچا۔صرف خاص لوگوں سے ملا عام جلسہ اور قیام انجمن کے بعد صلاح ہوئی۔اور مارچ میں واپس علی گڈھ آیا۔مجلس عاملہ میں کورم پورا نہ ہوا۔ابتدائے اپریل میں پھر دہلی واپسی ہوئی۔درمیان اپریل پہتانی ضلع بروئی کی کانفرنس میں شرکت کی بعد ازاں شاہ جہاں پور،بریلی،بدایوں،امروہہ ہوتا ہوا دہلی آیا محرم کی وجہ سے چونکہ اس عشرہ میں کام نہیں ہوتا ہے اس واسطے مکان کا قصد کیا تاکہ گھیہ میں صدر سے مل کر آل انڈیا کانفرنس کے لئے صوبہ بہار میں کوئی صورت کی جائے۔

مئی کے شروع میں مکان گیا مگر روپے نہ ہونے سے ایک مہینہ پڑا رہنا پڑا۔اور قرض لے کر جون کی ابتداء میں گھیہ پہنچا۔بہار کی کانفرنس کے لئے صوبے کے مختلف مقامات کا دورہ ضروری خیال کیا گیا۔چنانچہ رانچی،ہزاری باغ،مونگیر،پٹنہ،گیا وغیرہ کے دورے ہوئے اور آخر جون میں دہلی،واپس ہوا تاکہ پٹنہ کے لئے ایجنڈا مجلس عاملہ کا جاری کیا جائے مگر سہارنپور میں صوبہ کانفرنس میں بھی عاملہ کا خیال تھا اس واسطے خط و کتابت میں نصف ماہ ختم ہوگیا۔بعد ازاں ۷ راگست کے لئے عاملہ کا اعلان ہوا۔اور میں جولائی میں کانپور پہنچا جہاں سے کچھ مدد،کچھ ممبری فیس ملی۔پٹنہ سے نصف اگست تک چھپرہ پہنچا اور وہاں سے گورکھپور،ہر جگہ جلسہ ہوا۔وہاں کچھ دستی ہوتا ہوا دہلی پہنچا۔اور ٹھیکداروں کی محبت میں کانفرنس صوبہ یو پی کی شرکت کی بعد ازاں ایک ہفتہ میں کئی جلسے شہر کے مختلف مقامات میں ہوئے اور تاج پور میں بھی ایک جلسہ ہوا۔

بعد از ستمبر میں پھر واپسی سہارنپور منصوری پہنچا۔ہر جگہ کامیاب جلسے ہوئے۔وسط ستمبر میں واپسی سہارنپور ہو کر انبالہ آیا۔ سکریٹری صاحب سے تبادلہ خیالات کے بعد دہلی گیا۔آخر ماہ تک خط و کتابت کے انتظار میں وہاں رہا۔

شروع اکتوبر میں دہلی سے علی گڈھ اٹاوہ ہوتا ہوا کانپور پہنچا۔کئی جلسے ہوئے۔

لگے۔ کبھی یوپی کے معروف شہروں کے کارکنوں کو اس کے لئے آمادہ کرتے اور کبھی زندہ دلان پنجاب کو اس طرف متوجہ کرتے خدا خدا کر کے فتح محمد خورشید اور جنرل سکریٹری محمد ظفر ایڈوکیٹ نے پنجاب میں اجلاس چہارم کے انعقاد کا بیڑہ اٹھایا۔ اس کے لئے ۱۴۔۱۵۔۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء کی تاریخیں مقرر کی گئیں۔ اجلاس کی صدارت کے لئے شیخ مرتضیٰ حسن رئیس گورکھپور اور مجلس استقبالیہ کی صدارت کے لئے محمد ظہیر الدین انبالہ کے نام منتخب ہوئے چنانچہ اس کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہوگئیں۔

خانگی مسائل:۔ ادھر یہ تیاریاں ہو رہی تھیں اور ادھر ان کے گھریلو مسائل ویسے ہی لاینحل پڑے تھے۔ اب دونوں صاحبزادے[1] معمولی اردو لکھنا پڑھنا سیکھ چکے تھے اس لئے ۳۳ء سے ان کے ٹیڑھے میڑھے خطوط آنے لگے۔

> "......آپ کہہ کر گئے تھیں (تھے) کہ شب برأت تک روپیہ بھیج دیں گے لیکن نہ معلوم کیا وجہ کہ ابھی تک نہیں بھیجا ہے۔ رمضان بھی گذر رہا ہے۔ تیلن بہت پریشان کئے ہوئے ہے۔ پانچ سات روز کہ وادہ (کے وعدہ) پر دس روپیہ کسی شخص سے قرض لیکر وحسن بوبو کو دیا گیا ہے۔ آپ کوئی سمان (سامان) کر کہ جہاں تک ہو جلدی روپیہ بھیجئے......"[2]

(مسلسل حاشیہ گزشتہ صفحہ کا) قنوج ایک وفد کے ساتھ پہنچا جہاں کامیاب جلسہ ہوا۔ مستحکم انجمن بنی دس اکتوبر نگمتیہ پہنچا۔ کئی روز ٹھہرا مگر کام کی صورت نہ ہوئی۔

وہاں سے پھر بنارس، مئو، اعظم گڑھ، گورکھپور، لکھنؤ، بارہ بنکی و ممبئی ہو کر نگمتیہ پہنچا۔ ہر جگہ صوبہ اودھ میں قوم کو مستعد و آمادہ پایا۔ صرف ایک وفد کا تقاضا ہر جگہ تھا تا کہ اس کی آمد کے بعد انجمن بنائی جائے اور امداد بھی ملے اور اکتوبر میں واپس نگمتیہ ہوا۔

وہاں سے پھر پٹنہ مشورت کی غرض سے پہنچا۔ لیکن کوئی مفید صورت نظر نہ آئی۔ ایک موقع تعطیل کا تھا وہ صوبہ کے ارا کین کی نذر ہوا۔

نومبر پٹنہ و بہار میں گذرے۔ دسمبر میں پھر نگمتیہ آیا۔ اور لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا۔"

[1] محمد ہارون عاصم و محمد ہمایوں انصاری [2] مرقومہ محمد ہارون عاصم مورخہ یکم جنوری ۳۳ء

حکیم نعیم الحق ایوبی کی گرفتاری:۔ ابھی عید کے لئے بچوں کا مسئلہ حل بھی نہیں ہوا تھا کہ چھوٹے بھائی مولوی محمود احسن اور دیگر اعزا کے خطوط سے معلوم ہوا کہ حکیم نعیم الحق ایوبی کی داستان عشق نے ایک نئی پیچیدگی اختیار کر لی ہے۔ نعیم الحق ذکریا اسٹریٹ کلکتہ میں طبابت کرنے لگے تھے مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک مریضہ عالیہ بیگم دہلوی کے مرض عشق میں خود مبتلا ہو گئے۔ عقدیہ شادی ہو گئی تو معاملہ کورٹ میں سیشن کے سپرد ہو گیا۔ موصوف گرفتار کر لئے گئے اور کلکتہ سے بہار شریف تک عاصم بہاری کے اہل خاندان پریشان ہو گئے۔ مگر اس وقت تک ان کے سرپرست عاصم بہاری ہی تھے۔ اس لئے مقدمات کے اخراجات کا بار بھی کسی نہ کسی قدر انہیں برداشت کرنا پڑا۔ مولوی محمود احسن نے مسلسل تقاضا شروع کیا۔

> "..........لڑکی کا اظہار (کورٹ میں) ان کے موافق ہوا ہے۔ اگر کچھ خرچ کا بندوبست ہوا تو یقین ہے کہ چھوٹ جائیں گے" ۱

شکر ہے کہ بعد میں مہینوں پریشان ہونے کے بعد رہا ہوئے اور مقدمہ جیتنے کے بعد کلکتہ سے ممبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔ ادھر عبدالکریم سیتاپوری کی فرمائش بھی جاری تھی۔

> "میری دوکان کے پروپگنڈے کا ضرور خیال رکھیں اور عید کی صبح کے وفد کا ضرور خیال رہے" ۲

سیتاپور اور پیلی بھیت کا دورہ:۔ بہر حال موصوف خاندانی اور قومی مسائل سے حتی المقدور نپٹتے رہے۔ فروری میں سیتاپور اور اس کے مضافات کا دورہ مکمل کرنے کے بعد مارچ میں پیلی بھیت اور اس کے آس پاس کے علاقوں کے جلسوں اور قومی انجمنوں کی نشستوں میں شرکت کرتے رہے۔ تمام شاخوں اور انصار انجمنوں کو اجلاس چہارم لاہور کے لئے پوسٹر پمفلٹس اور اشتہارات وغیرہ بھجواتے رہے۔ ممبر سازی اور جمعیۃ کی شاخوں کے قیام کی مہم بھی جاری رہی۔

ایک بار پھر لاہور کے چوتھے اجلاس نے ملک کے گوشے گوشے کے انصاریوں کو بیدار

---

۱ مرقومہ مولوی محمود احسن۔ مورخہ ۱۶ فروری ۳۲ء ۲ مورخہ ۲ جنوری ۳۲ء

اور متحرک کردیا۔ مختلف مقامات سے نمائندگان لاہور پہنچنے کی تیاریوں میں مشغول ہوگئے۔

نمائندگان کلکتہ کا احتجاج:۔ کلکتہ کے مچھوا بازار، ہوڑہ، مانک تلہ، تاتی باغ اور مرزاپور وغیرہ سے تقریباً ۲۲ نمائندے ۱۱/اپریل کو روانہ ہونے والے تھے کہ ۱۰/اپریل کو وہاں دو نئے پوسٹر اور ہینڈبل پہنچے جن میں نمائندگان کے لئے سند نمائندگی ساتھ لانا لازمی قرار دیا گیا۔ اہل کلکتہ پر سند کی شرط کا نہایت ہی خراب ردعمل ہوا۔ ایم۔ جی۔ رسول نے عاصم بہاری کے نام ایک مکتوب میں اپنے شدید جذبات کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

> "...... کلکتہ کے تمام نمائندگان ایسے اجلاس کی شرکت سے مجبور ہیں جس میں اس طرح کی ذیل سرٹیفکٹ کی ضرورت ہو۔ کیونکہ اس کے پہلے کسی اجلاس میں اس طرح کی ذلیل قید نہیں رکھی گئی تھی......" [۱]

سند کے اس سوشے کا الزام ایم۔ جی۔ رسول نے ظہیر الدین[۲] انبالہ کے سرڈال کر ان کے خلاف بڑے سخت الفاظ استعمال کئے۔

لاہور میں چوتھی آل انڈیا مومن کانفرنس:۔ آل انڈیا مومن کانفرنس کے چوتھے سالانہ اجلاس کی تاریخ ۱۴/۱۵/اور ۱۶/اپریل ۱۹۳۲ء بمقام ایس۔ پی۔ ولس ہال، بیرون موری گیٹ لاہور مقرر کی گئی تھی ہال کو بہترین طغروں، خوبصورت کتبوں اور پھول پتیوں سے آراستہ کر دیا گیا تھا۔ مہمانوں اور نمائندگان کی قیام گاہ کے لئے پیسہ اخبار گارڈ کے قریب ایک آرام دہ کوٹھی "رشید بلڈنگ" کو میز کرسیوں اور فرش وغیرہ سامان آسائش سے مزین کیا گیا تھا۔

مہمانوں کی آمد ۱۳/اپریل سے شروع ہوگئی۔ دہلی کانفرنس کی طرح یہاں بھی خواتین ڈیلگیٹس کی ایک اچھی تعداد شریک ہوئی۔

صدر کانفرنس شیخ محمد مرتضیٰ حسن رئیس و میونسپل کمشنر و ممبر، میل ٹرین سے تشریف لائے۔ عاصم بہاری نے شیخ مولا بخش (خازن) بابو محمد حسین[۳] اور چودھری اللہ دیا کے ساتھ امرتسر اسٹیشن

۱۔ مورخہ ۱۰/اپریل ۳۲ء ۲۔ اس چوتھے مجوزہ اجلاس کے صدر مجلس استقبالیہ ظہیر الدین انبالہ ہی تھے۔
۳۔ صدر جمعیۃ الانصار، لاہور۔

پر موصوف کا پرتپاک استقبال کیا۔ لاہور اسٹیشن پر نمائندگان کانفرنس اور معززین شہر نے پذیرائی کی اور نوجوان رضا کاروں کی تنظیم نے سلامی دی۔

نشست اول:۔ بارش کی وجہ سے اجلاس اول قدرے تاخیر سے دس بجے شب میں حافظ اللہ بندہ کی تلاوت کلام مجید اور حکیم محمد صدیق کی نظم سے شروع ہوا۔

صدر مجلس استقبالیہ شیخ محمد ظہیر الدین بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وصدر میونسپل بورڈ انبالہ نے اپنا پرجوش خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ جس میں انصاریان پنجاب کی سماجی پسماندگی، ایکٹ انتقال اراضی کی شکل میں حکومت کی دھاندلی، بعض علماء کی تنگ نظری اور مسلم سیاسی جماعتوں کی خودغرضیوں کو بے نقاب کیا تھا۔

صدر کانفرنس نے تمہیدی کلمات کے بعد اپنے خطبہ صدارت میں جمعیۃ کو جدید سائنسی اور تکنیکی طریق کار کے اختیار کرنے کا مشورہ دیا عوامی چندہ اور اشتراک عمل کے لئے ''ایک آنہ فنڈ'' کی بھی تجویز پیش کی۔

نشست دوم:۔ ۱۵ اپریل کو دس بجے دن سے کانفرنس کا دوسرا اجلاس حسب معمول تلاوت کلام پاک اور نظم خوانی سے شروع ہوا۔ محمد ظفر ایڈوکیٹ انبالہ جنرل سکریٹری آل انڈیا جمعیۃ المومنین نے اس کانفرنس کے لئے منشی محمد ابراہیم کی مخلصانہ کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے کے انتقال پر ملال پر تعزیت کی اس کے بعد

> ''علی حسین عاصم بہاری جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا نے ایک تقریر کی جس میں تحریک کی ابتداء، اس کی پریشانیاں، حالات زمانہ کی نزاکت، قومی حالات کی کیفیت، کام کی موجودہ دقتیں، آئندہ کے عزائم وارادے وغیرہ کا تذکرہ تھا۔ جس کی حاضرین نے ہمیشہ کی طرح قدر دانی کی اور محظوظ ہوئے۔ ایک بجے یہ اجلاس برخاست ہوا۔''[1]

شام کے وقت مجلس انتخاب مضامین کی نشست دیر تک ہوئی۔ اور طے ہوا کہ آئندہ

---

[1] مختصر روئیداد اجلاس چہارم آل انڈیا مومن انصار کانفرنس، مرتبہ علی حسین عاصم بہاری، جوائنٹ سکریٹری، آل انڈیا جمعیۃ المومنین، مقبول عام پریس، ریلوے روڈ، لاہور ص:۵

جمعیۃ کا جہاں دفتر رکھا جائے وہاں کا ایک نائب صدر ایک جنرل سکریٹری، ایک خازن کم از کم ضرور ہونا چاہئے تاکہ آئندہ نظام کے استحکام میں سہولت ہو۔

نشست سوم:۔ ۱۵ر اپریل ۳۳ء ۹ ربجے شب میں صدر موصوف کی صدارت میں مولوی مجیب اللہ لاہوری، حافظ اللہ بندہ گنگوہی کی تلاوت قرآن مجید اور حکیم محمد صدیق کی نظم خوانی سے نشست کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے حاجی تاج الدین سپرنٹنڈنٹ۔ پی۔ ڈبلو۔ ڈی لاہور نے اپنی ایک نظم کے بعد پنجابی زبان میں ایک پرجوش دینی تقریر کی۔ ان کے بعد مولانا محمد اسلم لاہوری نے عالمانہ وعظ سے حاضرین کو نوازا۔ جنرل سکریٹری کی نظم خوانی اور اسلامی تقریر کے بعد حاضرین سے مالی امداد کی گذارش کی گئی تو مبلغ ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) روپے فراہم ہوگئے۔ ظہیر الدین انبالوی اور عاصم بہاری کی تقریر اور نظم پر یہ نشست ختم ہوئی۔

نشست چہارم:۔ ۱۶ر اپریل ۳۳ء بروز یکشنبہ بوقت دس بجے دن کانفرنس کی چوتھی نشست حسب معمول شروع ہوئی۔ شیخ محمد خورشید مدیر انصار سہارنپور نے ایک تقریر پنجابی زبان میں کی۔

اس کے بعد تجاویز پیش کی جانے لگیں۔ سب سے پہلے بابو محمد حسین لاہوری نے سبجیکٹ کمیٹی کی منظور شدہ تجویز پیش کی، کہ آئندہ اجلاس کانفرنس تک آل انڈیا جمعیۃ کا دفتر انبالہ میں رکھا جائے (مؤیدین، شیخ عبدالستار بستی شہر، منشی عبدالرحیم، سیتاپور، ظہیر الدین انبالہ محمد ظفر انبالہ، محمد حسین ایڈوکیٹ، بریلی و حاضرین۔)

دوسری تجویز میں ظہیر الدین انبالہ نے عہدیداران و ارکان عاملہ کے نام پیش کئے:۔

۱۔ صدر شیخ مرتضیٰ حسن رئیس گورکھپور

۲۔ سینئر نائب صدر:۔ شیخ محمد ظہیر الدین انبالہ

نائبین صدر:۔

۳۔ بابو محمد حسین، ہیڈ کلرک بجنس کمرشیل برانچ صدر جمعیۃ پنجاب

۴۔ شیخ مولا بخش گورنمنٹ کنٹریکٹر امروہہ صدر جمعیۃ یوپی

۵۔ حکیم مولوی محمد صدیق پرتاپ گڑھ۔ صدر جمعیۃ صوبہ اودھ

۶۔ پروفیسر عبدالمجید۔ایم۔اے شاہ گنج، پٹنہ۔ صدر صوبہ بہار
۷۔ پروفیسر محمد نثار اللہ ایم۔اے پریسڈنسی کالج کلکتہ صدر جمعیۃ صوبہ بنگال
۸۔ سیٹھ عبدالرحمٰن فیتہ والے صدر میونسپل بورڈ کرلا بمبئی صدر جمعیۃ صوبہ بمبئی
۹۔ جنرل سکریٹری محمد ظفر ایڈووکیٹ انبالہ
۱۰۔ جوائنٹ سکریٹری (خادم تحریک) علی حسین عاصم بہاری، بہار
۱۱۔ اسسٹنٹ سکریٹری۔منشی اللہ دتہ عاصی، لاہور
۱۲۔ خازن۔شیخ ولی محمد، سوداگر پارچہ انبالہ

ممبران مجلس عاملہ:۔

۱۔ منشی محمد ابراہیم اختر، انصار منزل، پیسہ اخبار، لاہور
۲۔ حاجی صباء اللہ، مالک پنجاب سوپ فیکٹری، بیرون شیرانوالہ، دروازہ
۳۔ مولوی محمد اسلم، اسسٹنٹ کلرک، پی ڈبلیو ڈی سرکل ۳ لاہور
۴۔ ماسٹر عبدالستار، شہر بستی، یو پی
۵۔ بابو غلام رسول ممبر مرچنٹ، اصالت پورہ، مرادآباد
۶۔ منشی عظیم اللہ، ناظم جمعیۃ دہرہ دون۔
۷۔ محمد نظام الدین۔ایڈووکیٹ۔الہ آباد
۸۔ منشی عبدالرحیم، ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ، چونگی سیتاپور
۹۔ مولوی حفیظ اللہ ایڈیٹر مساوات پھلواری شریف پٹنہ
۱۰۔ سردار محمد اسلام آنریری مجسٹریٹ وصدر اجلاس۔گمتیہ گیا
۱۱۔ محمد سلمان، ایم۔ایل۔سی بنگال راجہ بازار اسٹریٹ، کلکتہ
۱۲۔ ایم۔جی۔رسول کونسلر کلکتہ کارپوریشن، مچھوا بازار کلکتہ
۱۳۔ مولوی عبدالستار فاروقی، سکریٹری مدرسۃ المسلمین گجری بازار کامٹی کاما گپور (سی پی)
۱۴۔ محمد عمر رجب، صدر جمعیۃ المومنین مدن پورہ ممبئی
۱۵۔ عبداللطیف عبدالعزیز ایڈووکیٹ، ایم۔ایل۔سی۔ممبئی، شہر دھلیا، ضلع مغربی

خاندیس، بمبئی [1]

محمد حسین نے تیسری تجویز میں فتویٰ رضویہ [2] کی مذمت کرتے ہوئے کتاب مذکور کے ان حصوں کے حذف کرنے پر زور دیا جس میں قوم انصار کی دل آزاری کی گئی ہے۔ [3]

اس تجویز کے بعد حاضرین جلسہ نے بہتر روپے (۷۲) کا عطیہ پیش کیا۔

نشست پنجم:۔ ۱۴/ اپریل دس بجے شب میں پانچویں نشست شروع ہوئی تو بقیہ تجویزیں پیش ہوئی۔ ان تجاویز میں لفظ "جولاہا" سے خود کو موسوم نہ کرنے "ایک آنہ فنڈ" کی اسکیم کو بروئے عمل لانے اور رسومات جاہلیہ میں بیجا خرچ سے پرہیز کرنے کے علاوہ پارچہ بافوں کی اقتصادی حالت کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کا بھی اعلان کیا گیا۔

آٹھویں تجویز میں ایک بار پھر شیخ عبد العزیز ایم۔ ایل۔ سی کی منظور شدہ تجویز ۱۹۲۱ء کے عملی نفاذ پر اصرار کیا گیا۔

بقیہ تجویزوں میں مختلف اداروں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد عاصم بہاری کی حوصلہ افزا تقریر اور مولانا محمد اسلم کی دعاؤں پر یہ اہم کانفرنس [4] ختم ہوئی۔

ایک نوٹ:۔ روئیداد کے آخر میں نوٹ کے ساتھ یہ عبارت بھی درج ہے۔

"this council recommends Government to Request the govrnment of India to abolish the extra tax imposed upon yarn, to Protect the hand loom industry from dying out completely and impose by eithers to prohibit the production of Saris below 20 count by Indian mills or to impose a 15 percent excise duty on the Saris manufactured

---

[1] موئدین عمر محمد مولانا محمد اسلم۔ ظہور الحسن سب رجسٹرار لکھنؤ، نعمت اللہ گورکھپور، بابو غلام رسول مرادآباد، مولا بخش، حافظ اللہ بندہ، وحاضرین۔ [2] مرتبہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی [3] موئد، محمد ظہور الحسن خاں لکھنؤ وحاضرین [4] محرک عمر محمود بمبئی و موئد منشی عبد الرحیم سیتاپور [5] مختصر روئیداد اجلاس چہارم ص:۱۲

by mills.”

یہ مجلس حکومت ہند سے سوت پر عائد کردہ زائد ٹیکس کو منسوخ کرنے کی درخواست کرتی ہے تا کہ دستی کرگھہ کی صنعت کو مکمل موت سے بچایا جائے اور درخواست کرتی ہے کہ یا تو ہندوستانی ملوں کو ۴۰ ر نمبر سوت سے نیچے کی ساڑیاں تیار کرنے سے روک دیا جائے یا ان ملوں کی تیار کردہ ساڑیوں پر ۵ ر فصدا کسائز ڈیوٹی لگادی جائے“

اس تجویز کو ممبئی کی مجلس قانون ساز نے ۱۴ را کتوبر ۱۹۳۱ء کو منظور کیا تھا۔

”تمام ہندوستان میں یہ بات عام ہو گئی ہے کہ جمعیتیں اپنے یہاں جلسہ مقرر کر دیتی ہیں۔ جن کی پہلے سے کوئی اطلاع نہیں ہوتی اور اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ عہدہ داران آل انڈیا خاص طور پر نیازمند علی حسین عاصم کو شریک ہونا چاہئے۔ اس میں سخت دقتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ لہٰذا پہلے دفتر آل انڈیا انبالہ سٹی سے دریافت کر لینا چاہئے۔ تا کہ بلا وقت میں یا دیگر عہدیداران حاضر ہو سکیں۔ والسلام

نیازمند

علی حسین عاصم بہاری“[۱]

آل انڈیا کانفرنس کے فوراً ہی بعد مئو آئمہ ضلع الہ آباد کا شاندار سالانہ جلسہ ۲۹، ۳۰ راپریل ۳۲ء کو منعقد ہوا جس میں عاصم بہاری نے بھی شرکت کی۔

جون ۳۲ء میں کشن گنج کی مجوزہ مسلم ”کانفرنس“ میں شرکت کے لئے عاصم بہاری کے احباب میں سید محمد حفیظ ایڈوکیٹ، قدم کنواں، پٹنہ اور سید مبارک علی گذری پٹنہ سٹی نے بہت

---

[۱] روئیداد اجلاس چہارم ص: ۱۲

اصرار کیا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ موصوف کو شرکت کا موقع مل سکا یا نہیں۔

بہار کی فکر:۔ ان مصروفیات سے فراغت کے بعد موصوف وطن واپس آئے تو صوبہ بہار کے مختلف مقامات کے دورے کئے، اور اب اگلی سالانہ کانفرنس کے لئے سرزمین بہار کو تیار کرنے کیلئے انتھک کوششیں شروع کیں۔ یکم اگست کو دھنباد کے جلسہ میں شرکت کے لئے مدعو کئے گئے تو واپسی میں بھاگل پور، گریڈیہہ، ہزاری باغ اور گیا وغیرہ کو ہموار کرتے ہوئے لوٹے۔

برادران غیور سے اپیل:۔ انہوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ صوبہ بہار کی تنظیم کو مستحکم کئے بغیر یہاں کی جمعیۃ سے کسی بڑے کام کی توقع فضول ہے۔ انہیں یہ احساس بری طرح ستا رہا تھا کہ جس ہندوستان گیر تحریک کی ابتداء بہار سے ہوئی ہو جس نے پورے ملک کی پسماندہ برادریوں کو تعلیم، تنظیم و صنعت اور حرفت اور ہمہ جہتی ترقی کی راہ دکھائی ہو وہیں اب تک کوئی آل انڈیا کانفرنس منعقد نہ ہو سکی۔ اپنے ایک مبسوط مطبوعہ دعوت[1] نامہ برائے ''مجلس انتظامیہ صوبہ بہار'' میں عاصم بہاری ''برادران غیور'' کو ان الفاظ میں غیرت دلاتے ہیں۔

> ''تحریک کی مقبولیت کی وجہ سے مختلف صوبہ جات ہند میں پروونشل کانفرنسیں اور چار اجلاس آل انڈیا مومن کانفرنس کے ہوئے مگر خاص صوبہ بہار میں اس کا کوئی اجلاس نہ ہو سکا۔ دوسری طرف بہت سی مقامی ضرورتیں صوبہ کی یونہی رکی ہوئی تھیں۔
>
> ان حالات کا احساس دردمندان قوم کو کئی برس سے بے چین کئے ہوئے تھا۔ چند مرتبہ صلاح و مشورے بھی ہوئے مگر عام برادران قوم کی پریشانیاں ممتاز و متمول اصحاب کی عدم توجہی سے ہمت نہ ہوئی لیکن پریشانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ صنعت تباہ ہو رہی ہے۔ ہزاروں ہزار قابل لڑکوں کی تعلیم کا کوئی انتظام نظر نہیں آتا............اس واسطے ارکین جمعیۃ المومنین صوبہ بہار نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ ارادہ کرلیا کہ

---

[1] ضمیمہ ص: ۲۷

جس طرح بھی ہو صوبہ جمعیۃ کا انتظام مستحکم طور پر کرنا چاہئے اور اگر برادران قوم نے حوصلہ وفیاضی سے کام لیا تو آل انڈیا مومن کانفرنس کو اس مرتبہ صوبہ بہار میں دعوت دیدینی چاہئے۔"

جلسہ مجلس انتظامیہ صوبہ بہار:۔ چنانچہ دو ڈھائی مہینہ کی دوڑ دھوپ اور صوبہ بہار کے بیشتر مقامات کے دورہ وصلاح ومشورہ سے یہ قرار پایا ہے کہ بتاریخ ۲۳/۲۴/ ستمبر ۳۳ء روز یکشنبہ ودوشنبہ پروفیسر حافظ شمس الدین صاحب شمس ایم۔ اے کے مکان "شمس منزل" محلہ شاہ گنج میں مجلس انتظامیہ کا اجلاس ہو"

ایجنڈا

(۱) جمعیۃ المومنین صوبہ بہار کے دفتر کا باضابطہ انتظام اور کافی رقم فراہم کرنا تاکہ بجٹ اور پروگرام کے اصول پر کام ہو سکے

(۲) آئندہ سال کے لئے عہدیداران کا انتخاب

(۳) آل انڈیا مومن کانفرنس کے پانچویں سالانہ اجلاس کو دعوت انعقاد دینا۔

(۴) صنعت پارچہ بافی کی موجودہ تباہیوں پر غور وفکر اور اس کے سنبھالنے کی صورتیں تجویز کرنا۔

(۵) دستور حکومت میں جو تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ان پر غور کرنا تاکہ ہماری قوم کو اپنی تعداد وصلاحیت کے لحاظ سے نقصان نہ ہو۔صوبائی جمعیۃ کو منظم و مستحکم کرنے کے لئے عاصم بہاری نے نورانی دواخانہ بانکی پور پٹنہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور یہیں سے تمام کاروائیاں جاری رکھیں۔

بالآخران کا خون جگر رنگ لایا۔بہار کے انصاریوں کی غیرت جوش میں آئی،مجلس انتظامیہ کی نہایت کامیاب نشست ہوئی اور جلسہ عام کی تقریروں نے عوام میں جوش وخروش پیدا کردیا۔

صدر کی غیر حاضری میں مجلس انتظامیہ کی کاروائی مولوی لطیف الرحمٰن رئیس تکمیہ،گیا کے زیر صدارت شروع ہوئی۔مالی استحکام کے لئے کم سے کم ایک سو افراد سے ایک روپیہ ماہانہ چندہ لینا طے پایا اور مبلغ پانچ سو روپے صوبائی دورے کیلئے مخصوص کئے گئے اس کے بعد

عہدیداران وارکان عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۱) صدر:۔ سردار محمد اسلام بی اے آنریری مجسٹریٹ، گیا

صوبائی عہدیداران:

(۲) نائب صدر:۔ پروفیسر عبدالمجید، پٹنہ

(۳) نائب صدر :۔ خواجہ محمد ایڈوکیٹ ہزاری باغ

(۴) جنرل سکریٹری :۔ مولوی حاجی عبدالکریم ہاشمی بیسٹر، گیا

(۵) جوائنٹ سکریٹری :۔ مولوی علی حسین عاصم بہاری

(۶) جوائنٹ سکریٹری :۔ مولوی حفیظ اللہ ایڈیٹر مساوات

(۷) خازن :۔ مولوی محمد یوسف صدیقی، گیا۔

(۸) محاسب :۔ شفیع الدین احمد بی اے اکاؤنٹنٹ

ارکان مجلس عاملہ:

(۱) حافظ شمس الدین شمس، پٹنہ (۲) مولوی عبدالمجید، نگر نہسہ

(۳) مولوی عبدالروف، ایڈوکیٹ، اورنگ آباد (۴) مولوی مختار احمد، دربھنگہ

(۵) مولانا حاجی فرخند علی، سہسرام (۶) مولانا عبدالکریم معروف گنج گیا

(۷) مولوی نعمت اللہ، بھاگلپور (۸) مولوی عبدالکریم، جھاجھا

(۹) مولوی عبدالرحیم (۱۰) مولوی فرزند علی، چھپرہ

(۱۱) مولوی اصغر حسین، رانچی (۱۲) منشی ہدایت اللہ ٹھیکدار گریڈیہہ

(۱۳) مولوی نوار علی، پٹنہ (۱۴) ڈاکٹر سلیم الدین، عالم گنج

(۱۵) منشی عبدالغنی ٹھیکدار، گیا (۱۶) حکیم غریب اللہ نورانی دواخانہ، پٹنہ

(۱۷) مولوی لطیف الرحمٰن نکمتیہ، گیا

مجلس انتظامیہ:۔ اس کے کل ایک سو ارکان کو نامزد کرنے کا اختیار مجلس عاملہ کو دیا گیا۔ ان ارکان پر ایک روپیہ ماہانہ چندہ بھی لازم قرار دیا گیا۔ اس کے بغیر انہیں ووٹ دینے کے حق سے محروم کردینے کا فیصلہ ہوا۔ ارکان انتظامیہ کی نامزدگی میں ضلع کمیٹیوں سے مشورہ کے بعد ہر ضلع سے کم سے کم پانچ ارکان کی نامزدگی طے کی گئی۔

طے پایا کہ بہار میں آل انڈیا مومن کانفرنس کے پانچویں اجلاس کے لئے دعوت نامہ بھیج دیا جائے۔ یہ اجلاس ہزاریباغ میں ایسٹر کی تعطیل کے موقع پر منعقد ہوا۔

ایک سب کمیٹی[1] کی تشکیل بھی عمل میں آئی۔ جو بہار میں "صنعت وحرفت اور آئندہ دستور حکومت میں جو تبدیلیاں ہونے والی ہوں ان کے متعلق غور وفکر اور تحفظات کی تجویزیں مرتب کر کے اپنی رپورٹ مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرے تا کہ اس کے متعلق عملی کاروائی عمل میں لائی جائے۔ اس کمیٹی کے سکریٹری مولوی حفیظ اللہ صاحب ہوں"[2]

اس بنیادی کام کی تکمیل کے بعد موصوف نے حسب پروگرام دہلی و یو پی کا رخ کیا ۱۸۔۱۹؍اکتوبر کو جمعیۃ الانصار صوبہ یو پی کانفرنس[3] کے اجلاس ششم منعقدہ شہر میرٹھ میں شریک ہوئے۔ یو پی کا یہ سالانہ جلسہ سابق دستور نہایت کامیابی اور موثر رہا۔ یہیں عاصم بہاری کو سہراب سہارنپوری کا ایک مفصل خط[4] ملا جس میں انہوں نے کارکنان وعہدیداران جمعیۃ صوبہ یو پی بالخصوص فتح محمد خورشید اور ان کے اخبار انصار وغیرہ کے خلاف سخت تنقید کی تھی۔

چھوٹا ناگپور کا تفصیلی دورہ:۔ ۱۹۳۴ء کا بیشتر وقت بہار اور بنگال کے دوروں اور اجلاس پنجم کی تیاریوں میں صرف ہوا۔ اولین فیصلے کے مطابق یہ پانچویں کانفرنس چونکہ ہزاریباغ میں منعقد ہوئی تھی اس لئے سب سے پہلے مجلس استقبالیہ کا ایک دفتر کالج روڈ میں قائم کر کے مہم شروع کر دی گئی۔ ہزاریباغ سے رانچی، بھاگلپور، چائباسہ، جمشید پور، گریڈیہہ، نوادہ اور گیا کا بار بار دورہ کیا گیا۔

منجھلے بھائی کی علالت اور موت:۔ ۱۷؍فروری ۳۴ء کو مولوی محمود احسن نے منجھلے بھائی کی حالت غیر کی اطلاع دی کہ

"اب ناامیدی ہے، آج کل کے مہمان ہیں، اللہ صحت دے۔
اگر ملاقات کرنی ہو تو جلد آیئے"

---

[1] ارکان سب کمیٹی:۔ (۱) مولوی لطیف الرحمن۔ (۲) مولوی علی حسین عاصم بہاری (۳) مولوی محمد یسین (۴) مولوی نور علی (۵) خواجہ محمد اور (۶) مولوی حفیظ اللہ۔

[2] روداد مجلس انتظامیہ جمعیۃ المومنین صوبہ بہار منعقدہ ۲۳/۲۲؍ستمبر ۱۹۳۳ء شاہ گنج، پٹنہ۔

[3] زیر صدارت سردار مولوی محمد اکبر الہ آبادی [4] مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۳۳ء

یہاں تک کہ حقیقی بھائی کی موت تک واقع ہوگئی مگر انہیں گھر جانے کا موقع نصیب نہ ہو سکا۔اس لئے اس وقت موصوف مسلسل سفر میں تھے۔گھر کے خطوط بھی کافی تاخیر سے ملتے تھے۔

بچی کی پیدائش:۔ اس سانحہ کے بعد بہن کے خط سے انہیں ایک تفکر آمیز خوشخبری بھاگلپور میں ملی۔

> ”ہارون[1] کی بہن آج سترہ[2] روزہ کی ہوئی بھابھی کی
> طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔زندگی کی کوئی امید نہ تھی۔میم
> بلانے کی نوبت آگئی۔وہ ایک گھنٹہ میں تیس (۳۰) روپیہ لے
> گئی۔دوسرے روز پھر میم بلائی گئی تو تین روپیہ خرچ ہوا۔یعنی
> سب ملا کر ۳۵/روپیہ خرچ ہوا۔دونوں مرتبہ میں جو کچھ روپیہ
> آپ نے بھیجا وہ سب میم کے حوالہ ہوا۔اب اس بچی کا نام
> آپ وہیں سے بھیجئے“[3]

اس کے بعد ہی بچوں نے عید کے کپڑوں کی فرمائش کی۔مگر ان تمام ذاتی اور خاندانی غم وخوشی اور تفکرات سے بے نیاز اپنی دھن میں سرگرداں رہے۔اعزاو اقربا شکوہ سنج ہوتے تو مولانا محمد علی[4] جوہر کی طرح ہنس بول کے ٹال دیتے۔

وفد کلکتہ:۔ آل انڈیا مومن کانفرنس کے پانچویں اجلاس کی کامیابی اور

---

[1] عاصم بہاری کے بڑے صاحبزادے [2] بارکہ خانم،تاریخ پیدائش ۲۰ فروری ۴۲ء

[3] مورخہ ۷/مارچ ۴۲ء [4] مولانا موصوف عبدالماجد دریا بادی کے نام ایک خط کے جواب (۱۴/اپریل ۲۲ء) میں تاریخ اور ذاتی پریشانیوں کی کیسی خوبصورت توجیہ کرتے ہیں۔

”تاخیر کا سبب کیا لکھوں قومی مصیبتوں نے ذاتی مصیبتوں کو اس طرح نگل لیا۔جس طرح حضرت موسیٰ کے عصا نے ساحروں کے سانپوں کو نگل لیا تھا،بقول غالب ۔

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژگان یار تھا“

بحوالہ محمد علی ذاتی ڈائری کے چند روز،حصہ اول ص:۱۲۹ معارف پریس ۱۹۵۴ء

فراہمی فنڈ کے لئے پہلا وفد ۱۵ مارچ ۳۴ء کو کلکتہ روانہ ہوا۔ ادھر دیوبند سے بھی تقاضے اور اپیلیں آنے لگیں کہ یہاں بھی آل انڈیا جمعیۃ کا ایک دفتر تحریکی کاموں کو منظم کرنے کے لئے جلد سے جلد آئے۔

دفتری لوازمات:۔ اب پورے ملک میں خود سفر کرنے اور وفود کو منظم انداز میں بھیجنے کے لئے انہوں نے اپنے دفتر میں پورے ملک اور بعض بڑے صوبوں کے نقشہ جات فراہم کر لئے۔ مثلاً نقشہ ہندوستان طبعی، نقشہ ذرائع حمل وقتل ورسل ورسائل، نقشہ ممالک متحدہ آگرہ صوبہ اودھ، نقشہ صوبہ بہار، بنگال وغیرہ

ہمہ گیر بیداری:۔ ان تحریکی و تنظیمی کاوشوں نے نہ صرف یہ کہ انصاریان ہند کو بیدار اور متحرک کر دیا تھا۔ بلکہ اب پورے جوش و خروش کے ساتھ مختلف علاقوں میں مختلف چھوٹے بڑے تعلیمی، اقتصادی، صنعتی اور اصلاحی اداروں اور انجمنوں کی تشکیل نے ان کے کاموں کو عملاً آگے بڑھانا شروع کر دیا تھا۔

مومن پورہ ناگپور میں مومن تعلیم فنڈ کمیٹی کا کام جوش و خروش سے آگے بڑھا۔ الہ آباد کے مدرسہ ہدایت المسلمین اور یوپی، بہار، دہلی اور پنجاب کی مختلف شاخوں نے سماجی صلاح و فلاح کے لئے عملی پروگراموں کو مہمیز کیا۔

بہار شریف کے ہر محلہ کے مکتب، مدرسہ اور لائبریریوں کا بہ نفس نفیس معائنہ کیا محلہ کے تعلیم یافتہ افراد بالخصوص نوجوانوں کو تحریکی اور عملی کاموں کے لئے ابھارا اور ان میں خاصا جوش و خروش پیدا کر دیا۔

بہار کا قیامت خیز زلزلہ:۔ ۱۵ جنوری ۳۴ء کو بہار کے اضلاع مونگیر، جمال پور، دربھنگہ اور چمپارن وغیرہ میں جو قیامت خیز زلزلہ آیا۔ اس نے ان تحریکی کاوشوں کو بری طرح متاثر کیا۔ اس لئے ان علاقوں میں خاطر خواہ کام میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ انہیں دشواریوں کے پیش نظر سالانہ کانفرنس کی جگہ ہزاری باغ سے گیا منتقل کر دی گئی تا کہ زیادہ دشواری نہ ہو۔ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کے الفاظ میں:۔

"میرے خیال میں گیا میں کانفرنس[1] زیادہ کامیاب ہوگی
کیونکہ ہزاریباغ کا سفر تکلیف دہ ہوگا اور لوگ جانے میں تامل
کریں گے"[2]

مسلم زمینداروں کا ظلم:۔ تحریک کی وسعت اور ہمہ گیری میں اضافہ کے ساتھ ہی ساتھ اس کے مسائل میں بھی اضافہ ہوا۔ اب ملک کے طول وعرض سے فرقہ وارانہ مسائل اور زمینداروں کے ظلم کے واقعات صدر، جنرل سکریٹری اور دوسرے ذمہ داروں کے نام موصول ہونے لگے۔ ان مسائل کے حل کی تلاش کے لئے یہ خطوط عاصم بہاری کے پاس روانہ کر دیئے جاتے۔

قصبہ امیٹھی میں فساد:۔ ۲۴ رجون ۳۲ء کو قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں انصاریوں اور وہاں کے زمیندار کے درمیان فساد ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ مسجد کی وقف شدہ اراضی کو وہاں کے مسلم زمیندار نے ایک غیر مسلم حلوائی کے ہاتھوں فروخت کر دی اس زمین سے مسجد کی نالی گذرتی تھی جسے حلوائی نے بند کرنا چاہا تو مسجد کے امام حافظ عبدالستار جو انصاری برادری سے تعلق رکھتے تھے حلوائی کو اس سے روکا اور معاملہ زمیندار تک پہنچا۔ امام مسجد نے زمیندار کی طلبی پر ان کے گھر جانے سے انکار کر دیا تو بندوق کے ساتھ تقریباً ایک سو افراد نے امام صاحب کا گھر گھیر لیا۔ ان فسادیوں اور امام کے حامیوں کے درمیان پتھراؤ سے زمیندار زخمی ہو گیا اور کئی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ اس کے بعد اس زمیندار کا:

"عام اعلان یہ ہے کہ جب تک ان جلاہوں کو تباہ و برباد نہ کر لوں گا
مجھے چین نہیں آئے گا۔ چاہے ایسا کرنے میں میری تمام جائیداد کیوں نہ بک
جائے......"[3]

---

[1] مکتوب مرتضیٰ حسین، گورکھپور، صدر آل انڈیا مومن کانفرنس، مورخہ ۲۸ رجولائی ۳۲ء
[2] اس کانفرنس کی تاریخ پہلے ماہ اکتوبر میں مقرر کی گئی مگر بعض ناگزیر اسباب کی بنا پر بعد میں ۱۰ تا ۱۱ نومبر ۳۲ء کی تاریخ مقرر کرنی پڑی۔
[3] مکتوب حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی جنیتی فل گنج کانپور مورخہ ۳۰ رجولائی ۳۲ء

اس ہنگامے کی تفصیلی رپورٹ پائیر اور ہمدم میں شائع ہوئی تھی۔

ضلع گیا کے زمینداروں کا ظلم:۔ اسی طرح ضلع گیا کے مختلف مقامات پر بھی ظلم کا بازار گرم تھا۔ موضع لاٹھی اور انجھر شریف کے انصاریوں نے ظلم سے تنگ آکر زمہ داران تحریک کو اپنی حالت زار کی تفصیلی رپورٹ ارسال کی جس میں بیگار لینے، جمعہ اور رمضان نماز اور روزوں کی مجبوری کے باوجود انہیں کوسوں دوڑانے عید، بقرعید کے تہواروں میں خصوصیت کے ساتھ بیگار کھنچنے اور خوشیوں سے محروم کرتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ یہ زمیندار، ان غریب اور پسماندہ مسلمانوں سے زمین کا کرایہ بھی وصولا کرتے تھے مگر بیگاری سے انکار کرنے پر من مانا جرمانہ کرتے اور دروازے پر مرانیل اور دو سادھوں کو بٹھا کر سزا بھی دلواتے تھے نماز جمعہ کی وجہ سے مظلومین عذر کرتے تو:۔

> ''غصہ ہو کر کہتے ہیں کہ کیا ٹرٹر کرتے ہو۔ تم لوگ نماز روزہ کرو گے اپنے لئے یا کہ میرے لئے۔ ہم کچھ نہیں سنیں گے۔ روزہ چھوٹے یا نماز چھوٹے تم کو موڑی (گٹھری) پہنچانا ہی پڑے گا بس جاؤ۔ اسی طرف کہیں میدان میں نماز پڑھ لو گے یا روزہ افطار کر لو گے'' [1]

مزید یہ کہ:۔

> ''ہم لوگوں سے زمینداری ٹیکس جس کا نام شرفہ ہے لیا جاتا ہے۔ اور سالانہ ایک مرغی جس کا نام کواری کی مرغی ہے لیا جاتا ہے اور دوسری قوموں میں جن میں ڈوم چمار، ہندو مسلمان سب شریک ہیں کسی سے کچھ نہیں لیا جاتا۔ وہ نہایت آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں'' [2]

> ''ہم لوگ ان کے ظلم سے پناہ مانگتے ہیں، دل بھی چاہتا ہے کہ

---

[1] مکتوب از طرف شیخ رحمت، روزی، بکھوری وکھدیرو مقام انجھر شریف ضلع گیا مورخہ ۷ نومبر ۴۲ء

[2] مکتوب حافظ محمد سعید، وارث علی، خادم حسین، محمد سلیم، عبدالکریم، مولابخش، رجب علی، محمد علی فریدالحق، محمد شفیع موضع، لاٹھی، حال مقام کلکتہ مورخہ ۴۲/۱۱

سیدوں کی زمینداری چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ آباد ہوں مگر تنگدستی کے
باعث کہیں جا بھی نہیں سکتے"

لہٰذا ہم لوگوں کی حالت پر اللہ کرم فرما کر کوئی بھلائی کی صورت پیدا کریں جس سے ہم غریبوں کو ان بدبختوں کے ظلم وزیادتی سے نجات ملے"[1]

اجلاس پنجم کی تیاری:۔ آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس پنجم (گیا) کی تاریخوں (۱۰-۱۱-۱۲/ نومبر ۳۴ء) کا اعلان ہو گیا۔ مجلس استقبالیہ[2] کی تشکیل عمل میں آگئی اور حسب تجویز اس کے مختلف وفود کے دورے بھی شروع ہو گئے۔

اس موقع پر موصوف نے جن شہروں، قصبات اور دیہاتوں کے دورے کئے ان کے نام اس طرح ہیں۔

"ایک وفد گری ڈیہہ، بگودر، چترا، کوڈرما، رامگوڑھ
مدھوپور، جھاجھا، جموئی، باڑہ، پٹنہ
شیخ پورہ، بہار شریف، نوادہ، جہان آباد، گیا

☆☆☆☆☆

نگتیہ، کھریانواں علاقہ قاسم اورنگ آباد وداؤ دنگر
ڈہری، سہسرام، دبرادون، بکسر، آرہ، پٹنہ

☆☆☆☆☆

۱۔ فریاد قوم ضمیمہ ۲۸۔

۲۔ صدر مجلس استقبالیہ، ایس۔ ایم لطیف الرحمٰن رئیس نگتیہ، گیا۔
سکریٹری محمد مصطفیٰ، بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی علیگ، گیا
جوائنٹ سکریٹری۔ علی حسین عاصم بہاری
جوائنٹ سکریٹری۔ محمد اسحاق حسین ایم۔ اے۔ بی۔ ایل
جوائنٹ سکریٹری۔ خواجہ محمد بی۔ اے۔ بی۔ ایل

جیرہ، سیوان، مظفر پور، دربھنگہ، بیگو سرائے

مدھوبنی، کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج، دارجلنگ

☆☆☆☆☆

لکھی سرائے، جمال پور، مونگیر، بھاگل پور

سپول، بونسی، بڑھیا، ابرا۔

☆☆☆☆☆

صاحب گنج، تین پہاڑ، بونسی، گنڈا، دمکا، جسی ڈیہہ

آسنسول۔ انڈال، بردوان۔

☆☆☆☆☆

کلکتہ مانک تلہ، شب پور، ہوڑہ، خضر پور، مٹیا برج، نالی گنج، صاحب بگان، کالی گھاٹ، کراپہ، ناتی باغ، چورنگا رو، ٹپوار بگان، راجہ بازار، مارکل ڈانگہ۔

انڈین ایسوسی ایشن ہال کلکتہ

دادرہ جنکشن۔ ٹاٹا نگر، چائی باسہ، چکردھر پور، پرولیا۔

جنوبی بہار کا تفصیلی دورہ:۔ عاصم بہاری نے کانفرنس کی ہمہ جہتی تیاریوں کے ساتھ ہی ساتھ اس امر کا خاص طور سے خیال رکھا کہ بہار کا موجودہ جمود دور ہو اور اس کے تمام قابل ذکر مقامات پر تحریک کی ذیلی شاخیں زندہ وفعال ہو جائیں۔ جنوبی بہار اب تک بہت متحرک نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے اگست ۳۴ء میں ہزاریباغ، رانچی، چائباسہ اور جمشید پور کے مفصل دورے کئے۔

ہزاریباغ، رانچی اور چائباسہ:۔ ہزاریباغ میں تاج محمد، اور رانچی میں

مولوی عبدالرزاق انصاری، آر علی انصاری، اور محمد نصیر الدین ٹرنک مرچنٹ نے خصوصی تعاون کیا۔ چائباسہ میں محلّہ بڑی بازار پر قنداٹولی کے شیخ صفدر علی، رحیم بخش، حافظ بدایونی، شیخ کریم بخش نے نہ صرف چائباسہ بلکہ بلدی پوکھر اور آس پاس کے علاقوں میں بھی کئی کامیاب جلسوں کا اہتمام کیا جن میں عاصم بہاری کی تقریروں نے نئی زندگی پیدا کر دی اور مقامی شاخیں قائم کر دی گئیں۔ انہی دنوں وہاں خان بہادر عبدالعزیز سہارنپوری ایس ڈی او تھے جن کے موصوف کے دیرینہ تعلقات تھے۔ دوران قیام مدرسہ اسلامیہ اور لائبریری کا معائنہ کیا اور ان کے کارکنوں کی ہمت افزائی کی۔

جمشید پور:۔ ۱۸ر اگست کو موصوف جمشید پور پہنچے وہاں مچھلی مارکیٹ، سابچی بازار میں منشی کبیر الدین کی صدارت میں ۸ر بجے شب سے جلسہ شروع ہوا۔ جلسے کی تیاری بڑے جوش وخروش سے ہوئی تھی مگر عین وقت پر سخت بارش نے حاضرین کو کثیر تعداد میں شریک ہونے سے معذور رکھا۔

دیہاتوں میں کام:۔ اگست کا پورا مہینہ جنوبی بہار کے دورے میں صرف ہوا۔ ستمبر میں گیا[1] واپس آتے ہی، گیا کے اطراف وجوانب کے سرداروں[2] اور کلکتہ میں اپنے رہنے والے بہاریوں سے مسلسل ربط پیدا کیا تاکہ فراہمی فنڈ کے کام میں سہولت ہو۔ ان سرداروں کا ایک اجتماع ۶ر اکتوبر ۳۴ء کو طلب کیا اور انہیں اس اہم قومی واجتماعی کام پر آمادہ کیا۔ اس نشست کا خاطر خواہ اثر ہوا اور دیہات دیہات میں نہایت جوش وخروش کے ساتھ کام آگے بڑھ گیا۔

کلکتہ:۔ ۱۲ر اکتوبر ۳۴ء کو عاصم بہاری کے ساتھ صدر مجلس استقبالیہ مولوی لطیف الرحمٰن، مولوی محمد اسحاق حسن، ایم۔ اے، مولانا شاہ محمد شفیع صدر مدرسہ نوریہ اڈال وغیرہ پر مشتمل ایک وفد کلکتہ پہنچا جہاں سربرآوردہ افراد اور سرداروں سے انفرادی ملاقاتوں کے بعد شہر

---

[1] دفتر مجلس استقبالیہ، جگجیہ ہاؤس گیا

[2] احمد علی سردار عرف مٹھو میاں سردار بارہ گانواں محال عظمت علی سردار گورا محال، محمد اسماعیل سردار گورا محال نور علی سردار ڈسرانواں محال، سردار کوٹھی محال، سردار شیر گھاٹی محال، سردار سعا کھاپ محال، سردار بارہ چٹائی، سردار جتی، سردار حسن علی، سردار کبیر حسن، وغیرہ وغیرہ۔ ضمیمہ ص: ۲۹

کے مختلف مقامات پر اہم جلسے منعقد کیے گئے۔ جن میں دیگر مقرروں کے علاوہ عاصم بہاری نے بھی انقلاب انگیز تقریریں کیں عمائدین شہر کی طرف سے ان جلسوں کے لئے پمفلٹس دیواری پوسٹرس ہینڈ بل اور آزاد ہند نیز عصر جدید وغیرہ اخباروں میں ان کے لئے اشتہارات کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

۱۴/اکتوبر ۲۳ء اتوار کے روز دو اہم جلسے منعقد ہوئے ایک ہوڑہ میدان عید گاہ میں ۳/بجے دن میں اور دوسرے مانک تلہ راجہ دریندر رتا اسٹریٹ عید گاہ میدان میں ۸/بجے شب کے وقت ۱۵/اکتوبر ۲۳ء ۸/بجے شب کے وقت تاتی باغ نزد بڑی مسجد تیسرا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ چوتھا شاندار جلسہ ۱۷/اکتوبر بمقام ۷/پارسی چرچ اسٹریٹ ترہٹی میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا فرخند علی مرحوم کے انتقال پر ملال پر ایک تعزیتی تجویز بھی منظور کی گئی اور فاتحہ خوانی کی گئی۔ پانچواں جلسہ ۲۵/اکتوبر بروز جمعرات بوقت ۸/بجے شب محلّہ ڈھر بگان متصل راجہ بازار، صاحب بگان میں منعقد ہوا۔

رات بھر تقریر:۔ اس جلسہ میں ارکان وفد کے علاوہ انجمن ترقی اردو کلکتہ کے ایک نمائندہ نے بھی اردو زبان و ادب کی اہمیت و افادیت پر مختصر تقریر کی۔ تقریباً ۱۰/بجے شب میں عاصم بہاری تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے انجمن ترقی اردو کے اغراض و مقاصد کی تائید کی اس کے بعد نومبر میں ہونے والی آل انڈیا مومن کانفرنس کی تاریخی اہمیت اور اس تحریک کی دینی و سماجی حیثیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اس سلسلے میں ملک و ملت کی موجودہ صورتحال اور غلامانہ زندگی کی بے چارگیوں پر عجیب از خود رفتگی کے عالم میں اس طرح بولتے رہے کہ مقرر اور سامعین میں سے کسی کو نیند اور تکان کا احساس ہوا نہ وقت کا۔ آس پاس کی اونچی اونچی کوٹھیوں کی چھتوں اور کھڑکیوں پر ہندو مسلم، مرد اور عورتوں کا بھی جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ اس جلسے میں شریک کلکتہ کے ایک بزرگ[۱] کا بیان ہے کہ ہم نوجوان والنٹیر ہی نہیں بلکہ جلسہ گاہ کا تقریباً ہر فرد عاصم بہاری کی تقریر سننے میں اس قدر محو تھا کہ کسی کو واپس جانے کا خیال بھی نہ ہوا۔ یہاں تک کہ پاس کی۔ کسی مسجد سے فجر کی اذان کی آواز آئی تو چند ہی منٹوں کے

۱؎ الحاج محمد امین الدین، مفید الاسلام لین، کلکتہ۔

اندر موصوف نے تقریر ختم کردی۔

صدر انجمن ترقی اردو کلکتہ کا خط:۔ دوسرے روز محمد رفیق صدر انجمن ترقی اردو کلکتہ کا تشکر آمیز خط ملا جس میں موصوف نے تحریر کیا کہ:

"میں خصوصیت کے ساتھ مولوی علی حسین عاصم جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس کا مشکور ہوں کہ جناب نے ایک جامع اور پراثر تقریر ہمارے نمائندے کی تائید میں اس جلسہ میں فرمائیں۔

خدا آپ حضرات کے دلوں میں اردو کی ہمدردی کے جذبہ کو اور زیادہ کرے۔ آمین"

مفتی دیوبند کا فتنہ:۔ واپسی میں یہ وفد کا گنارہ، شیام نگر، مٹیا گڑھ، آسنسول، دھنباد وغیرہ ہوتا ہوا گیا واپس آیا۔ ابھی عاصم بہاری اس تاریخی اجلاس کے لئے بہار و بنگال کے مختلف شہروں کا مسلسل دورہ کر رہے تھے۔ اور مضافات بہار میں عرفی شرفاء اور زمینداروں کا ظلم جاری تھا نیز "فتاویٰ رضویہ" (از مولانا احمد رضا بریلوی) کا زخم بھی ابھی ہرا ہی تھا کہ یوپی میں مولوی شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند کی کتاب "نہایات الادب فی غایات النسب" کا زبردست فتنہ کھڑا ہوگیا۔ اور اس سلسلے کے مسلسل خطوط پمفلٹ اور اخباری تراشے موصوف کو موصول ہونے لگے۔ مفتی دیوبند نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے اپنی تحریر کی تصدیق بھی کرائی تھی۔ اس تصدیق کے بعد اس کتاب کی زہرناکی اور پیشہ ور مسلمانوں کی ذلت دوچند ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں مہینوں اچھا خاصا خلفشار رہا۔

اخبار مدینہ کا تبصرہ:۔ مدیر اخبار مدینہ[1] نے "بحث ونظر" کے زیر عنوان مفتی دیو بند کی ہفوات کوئی پران الفاظ میں تبصرہ کیا۔

"مفتی صاحب کو مساوات اسلامی اور غایت النسب واضح

---

[1] ۲۱؍ستمبر ۱۹۳۲ء

کرنے کے لئے نص صریح، حدیث صحیح اور تواترات پر اکتفا کرنا چاہئے تھا۔ لیکن انہوں نے غالباً استقصاء کے شوق میں یا اپنے نسب کی مفروضہ شرافت کے زعم میں اس مجموعہ رطب ویابس کو بھی کتاب میں شامل کر دیا جو روح اسلام کے مخالف، محدثین کے دربار میں ساقط الاعتبار اور عقل و روایت کے لحاظ سے ناقابل فہم ہے۔ اور جن سے پیشہ اور نسب تقوٰی کا معیار قرار پاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قیصر سے، صراف اور جلاہے خدا کے خائن ہیں یا یہ کہ سنار اور دستکاری کرنے والے امت کے بدترین لوگ ہیں۔ یا یہ کہ جولاہوں کی عقلیں اللہ تعالیٰ نے سلب کر لی ہیں اور ان کی کمائی سے برکت دور کر دی ہے۔

سناروں اور پیشہ وروں کی خیانت آمیز ذلت سے متقی اور پیر بے نیاز نہیں ہو سکتے[۲]"

دیگر اخبارات کا احتجاج:۔ اس پر اخبار مدینہ کے علاوہ روزنامہ "ہند جدید[۱]، عصر جدید، نقیب[۲]، الجمعیۃ[۳] وغیرہ نے بھی اپنے اداریوں اور مضامین کے ذریعہ احتجاج کیا۔ ان کے علاوہ جمعیۃ الانصار، سہارنپور، ٹانڈہ، کانپور، امروہہ، فیروز آباد وغیرہ نے احتجاجی جلسے کئے اور اس کتاب کے رد میں مختلف علماء کرام کے مضامین پمفلٹس[۴] کی شکل میں طبع کرا کے مفت تقسیم کرائے۔ ایک بڑے سائز کے پمفلٹ[۵] میں جلی حرفوں کے ساتھ عنوان اس طرح تھا۔

"پیشہ ور مسلم اقوام پر مفتی دیوبند کا دل آزار حملہ اور مساوات اسلام کے دامن پر بدنما دھبہ لگانے کی بے جا کوشش"

اور پمفلٹ کا مضمون اس شعر سے شروع کیا گیا تھا

---

۱ (i) ایک کتاب کا جھگڑا، از محمد بشیر احمد کانپور، ہند جدید ۱۳ر ستمبر ۳۲ء
(ii) سب مسلمان برابر ہیں کوئی اونچا نیچا نہیں" اداریہ ہند جدید ۲۱ر اکتوبر ۳۲ء

۲ "پیشہ ور کا احترام" مولانا سید شاہ محمد عثمان غنی، ناظم امارت شرعیہ، نقیب

۳ مضمون مولانا مفتی کفایت اللہ صدر جمعیۃ علماء ہند شائع شدہ اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۳۲ء

۴ ضمیمہ ص: ۳۰ ۵ آٹھ ورقی پمفلٹ از مولانا محمد عثمان مالیگاوں فاضل، دیوبند

؂ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

فتح محمد خورشید کی بھوک ہڑتال:۔ فتح محمد خورشید نے تو دیو بند پہنچ کر ۳۰/اکتوبر سے اس کتاب کے خلاف بھوک ہڑتال شروع کردی اور دیو بند ہی میں دارالعلوم کے خلاف ایک مدرسہ عربیہ کے قیام کی تجویز سامنے آگئی۔ جب یہ شورش بڑھنے لگی اور پورے ملک سے مولانا حسین احمد مدنی اور قاری طیب[1] مہتمم دارالعلوم دیو بند کے پاس خطوط واستفسارات کی بوچھار شروع ہوگئی تو ان بزرگوں کے علاوہ خود مفتی شفیع نے ۲۸/ستمبر اور یکم اکتوبر ۴۴ء کے اخبار مدینہ میں اپنا وضاحتی بیان شائع کیا تا کہ غلطیوں کی تلافی کی جا سکے اور یہ ہنگامہ جلد فرو ہو جائے۔

عاصم بہاری کا رول:۔ عاصم بہاری نے اس موقع پر تقریباً تمام متعلقہ شاخوں اور سالکوں کو صبر وضبط کی تلقین کی اور انہیں اللہ و رسول کا حوالہ دیکر خاموش رہنے کی تاکید کی تا کہ یہ فتنہ بڑھنے نہ پائے۔ انہیں یقین تھا کہ ابھی ملک وملت کا ضمیر اس قدر مردہ نہیں ہوا ہے کہ اس قسم کے فتوے اور کتابیں بار پا سکیں گی۔ انہوں نے جوابی کاروائی کے بجائے کانفرنس کی تنظیم وتحریک کی طرف عوام کے جوش وخروش کا رخ موڑ دیا۔ جس کے نہایت ہی خوشگوار نتائج گیا کانفرنس میں سامنے آئے۔

نوجوانان دیو بند کا عتاب:۔ عاصم بہاری کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور ذمہ داران جمعیۃ المومنین دیو بند نے کسی طرح سمجھا بجھا کر بالآخر فتح محمد خورشید کی بھوک ہڑتال ختم کرادی اور جوابی مدرسہ کے قیام کو بھی بالائے طاق رکھوادیا۔ مگر ان کوششوں کا نوجوانان انصار دیو بند پر بہت برا اثر پڑا۔ بعض جذباتی نوجوانوں نے نہایت ہی سخت لفظوں میں صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کے نام ایک اپیل ارسال کی کہ ذمہ داران جمعیۃ المومنین دیو بند "نہایت مسلوب العقل" اور "بیکار کوبر کا تودہ ہیں جو کہ انسانی ہیئت اختیار کئے ہوئے ہیں"

---

[1] مولانا حسین احمد مدنی وقاری طیب کا خط نمبر ۳۵۸ مورخہ ۲۱۔۵۔۳ھ ضمیمہ ۳۱۔

اور یہ سخت ردعمل صرف اس لئے تھا کہ:۔

"جناب مولانا خورشید صاحب مدظلہٗ عالی کو مقاطعہ جوئی (بھوک ہڑتال) ترک کرنے پر مجبور کیا اور وعدہ مشروط یا شرط پر ان کی مقاطعہ جوئی ختم کرادی اور ہمارے بڑھتے ہوئے حوصلہ وجذبات کو ایسی بری طرح پامال کیا کہ آسمان زمین بھی الغیاث پکار اٹھے"[1]

عمائدین کی تجویزیں اور خطوط:۔ اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے بعد عاصم بہاری گیا کانفرنس کے لئے مشاہیر واکابر سے تجاویز ومشورے کے حصول اور ان کو شریک کرنے کی تیاریوں میں ہمہ دم مصروف ہو گئے۔ بلا امتیاز مذہب وملت اور ذات، برادری موصوف نے عمائدین ملک وملت کے علاوہ افسران، حکماء وزراء کو بھی اس موقع پر دعوت نامے بھیجے۔ اوائل نومبر ۴۲ء کا زمانہ مختلف قسم کے الیکشن اور دیگر سرکاری انتظامات کی ہماہمی کا تھا اس لئے مختلف خطوط اور ٹیلی گراموں کے ذریعہ دفتر استقبالیہ میں معذرت نامے اور اہم تجاویز موصول ہوئیں۔ شاہ محمد عمیر[2] الغعث کرنل انسپکٹر جنرل آف پولس بہار[3]، شری ہر چندر ناتھ پاٹھک سپرنٹنڈنٹ وانارنی ڈی میکلو کوڈ[4] اعیسٹ مشتاق حسین، وکیل شاہجہاں یونیورسٹی سی کھرجی ایڈیشنل کمشنر ترہت ڈویژن، عبد الرحیم ریٹائرڈ اور سیر قصبہ جائس، بریلی، مولانا عبد المجید مالک بنارس ٹیکسٹائل وغیرہ نے ناگزیر مصروفیات کی بناء پر معذرت نامے اور تار ارسال کئے۔

خط حضرت دماغ جونپوری:۔ دماغ جونپوری نے علالت کے باوجود شرکت کی اطلاع دی مگر چند فرمائشیں بھی کیں۔ چونکہ میں مریض ہوں، پانی جوش دیا ہوا پیتا ہوں اور کھانے میں ہر قسم کا سخت پرہیز ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ اگر ہو سکے تو پنڈال کے قریب کسی غریب برادری کے مکان میں ایک چارپائی کا انتظام احقر کے لئے الگ کر دیا جائے اور وہیں ایک ہانڈی پر پانی خوب جوش دلا کر رکھوا دیا جائے اور ایک سیر یومیہ خالص

---

[1] اپیل از نوجوانان جمعیۃ الانصار دیوبند مورخہ ۹ر نومبر ۴۲ء ضمیمہ ۴۲

[2] تار مورخہ ۲ر نومبر ۴۲ء [3] لفافہ مورخہ ۷ر نومبر ۴۲ء

[4] لفافہ مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۴۲ء [5] مصنف "خون کے آنسو"

لفافہ مورخہ ۹ر نومبر ۴۲ء ضمیمہ ۴۲

گائے کا دودھ، ان خاص میزبانوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ شکر گذار ہوں گا“۔[1]

اسکیم ترقی پارچہ جات:۔ اللہ بخش انصاری سیدآل اسسٹنٹ ماسٹر ورنا کولر مڈل اسکول جلسیر، ضلع ایٹہ (یوپی) جو اپنے وقت کے ایک اچھے ماہر تعلیم مختلف درسی کتابوں کے مصنف اور تعلیمی تاش کے موجد تھے انہوں نے ایک مفصل ”اسکیم ترقی پارچہ جات“ ارسال کی۔

عاصم بہاری از حد مصروفیات کی بناء پر پنجاب پراونشل انصار کانفرنس[2] منعقدہ ۲۔۳۔۴ نومبر ۴۳ء) میں شرکت کرنے سے معذور رہے مگر وہاں کے جوائنٹ سکریٹری جمعیۃ الانصار شیخ علی بخش نے تقریباً دس تجویزیں ارسال کیں، بیشتر تجاویز کوآپریٹو سوسائٹی اور اقتصادی پروگراموں پر مشتمل تھیں۔

خط محمد حسین محمد وجھاجھا:۔ محمد حسین عرف محمد و مالک سودیشی بیڑی کمپنی جھاجھا نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۰ر نومبر میں گوناگوں مصروفیات اور بعض مقدمات کے سبب شرکت سے اظہار معذوری کے بعد تحریک کی مالی و اقتصادی صورت حال کے پیش نظر کئی عمل تجویزیں پیش کیں۔ مثلاً ایک تجارتی کمپنی کے زیر اہتمام غریب بنکروں کی کاروباری مالی اعانت کی جائے اور ان کے تیار کردہ کپڑوں کو فروخت کرنے کا نظم کیا جائے۔ خواہ فاقہ ہی کی نوبت کیوں نہ آئے۔ مگر ماہانہ ایک روز کی آمدنی قوم کے تمام افراد اجتماعی فنڈ میں ضرور پس انداز کریں۔ اگر یہ ایثار جاری رہا تو انشاءاللہ۔

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

پیغام مولانا شفیع داؤدی:۔ اس سلسلے میں ایک نہایت اہم اور مفصل پیغام مولانا شفیع داؤدی نائب صدر آل انڈیا مسلم کانفرنس کا موصول ہوا، جس میں موصوف نے الیکشنی مصروفیات کے پیش نظر معذرت کے بعد تحریر فرمایا کہ:۔

”.........مجھے معلوم ہوا ہے کہ مومن کانفرنس کی

۱۔ مکتوب دماغ جونپوری۔ مورخہ ۷ر نومبر ۴۳ء

۲۔ زیر صدارت مولانا ڈاکٹر رحمت اللہ

۳۔ مورخہ ۷ر نومبر ۴۴ء از شفیع منزل پور، بہار، ضمیمہ ۴۴

غرض و غایت، پس ماندہ مسلم طبقوں کو ابھارنا اور اٹھانا اور پیشہ ور مسلم جماعتوں کے حقوق اور اقتصادی مفاد کا تحفظ کرنا ہے۔ اس کے اغراض بنیادی ہیں نسبی تفاخر کو مٹا کر اسلامی اخوت و مساوات پیدا کرنا اور مختلف اسلامی جماعتوں کے تعلقات کو بہتر اور خوشگوار بنانا بھی داخل ہے۔ یہ وہ اعلیٰ مقاصد ہیں جن سے اختلاف کرنے کی کسی مسلمان کے لئے گنجائش نہیں ہو سکتی ہے۔ میں دل سے ان مقاصد میں مومن کانفرنس کی کامیابی کی دعاء کرتا ہوں۔ اور عام مسلمانوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ ان اغراض کے حصول میں مومن کانفرنس کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں اور ان کے کارکنوں کی ہر طرح مدد کرنا اپنا دینی اور اسلامی فرض تصور فرمائیں۔

............سوشل اغراض کے لئے بلاشک مختلف جماعتوں کے لئے کام کی گنجائش ہے مگر سیاسیات میں ساری مسلم قوم کو مثل ایک فرد واحد کے متحد رہنے کی ضرورت ہے

............اس خادم نے مسلم قوم کی ہندوستان میں سیاسی آزادی و خود مختاری کے حقوق کے لئے کوشش اور کام میں اپنا بال سفید کیا ہے۔ اپنی عمر بھر کے عملی تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں مسلم قوم اس وقت تک زندہ اور آزاد رہ سکتی ہے۔ جب تک ملت اسلامیہ کے تمام فرقے اور طبقے اپنے آپ کو ایک متحدہ ''مسلم نیشن'' اور ایک ''عالمگیر اسلامی قومیت'' کے عناصر ترکیبی تصور کریں۔ اس بناء پر مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اور کچھ ہونے کے

پہلے "ایک مسلمان" ہوں اور دنیا میں ان کا نصب العین "شہد علی الناس (انسانیت کے لئے گواہ اور مثال) بننا ہو۔

ہماری آرزو ہے کہ مسلم قوم کے تمام طبقے اور فرقے باہم برادرانہ محبت کے ساتھ شانہ بشانہ ترقی کے میدان میں آگے بڑھیں۔ نسبی اونچائی اور نیچائی وہ لعنت ہے جس سے ہندو قوم تباہ ہو رہی ہے۔ اگر مسلم قوم نے ذات پات کے قیود و امتیازات کو مٹا کر اسلامی اخوت کو قائم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو آپ یقین مانیے کہ ہندوستان کی آزادی اور جمہوریت کا سہرا آپ ہی کے سروں پر رہے گا۔ یہی وہ یقین ہے کہ جس کی بنیاد پر میں مسلمانوں کی جداگانہ سیاسی حیثیت کو تسلیم کرانا خود ہندوستان کی نجات کے لئے ضروری جانتا ہوں۔

"..........دعاء ہے کہ خداوند تعالیٰ کانفرنس کو کامیاب بنائے اور اس کو مسلم قوم کے واسطے باعث برکت وسعادت بنادے۔ آمین"

ان ہمہ گیر تیاریوں کے بعد مجلس استقبالیہ کی "پنڈال کمیٹی" نے تین ہفتہ کی محنت شاقہ کے بعد ایک ایسا شاندار اور خوبصورت پنڈال بنایا جس کی مثال ہندوستان بھر میں دور خلافت کے بعد کسی آل انڈیا کانفرنس میں نظر نہ آئی اور خاص گیا میں اجلاس کانگریس کے بعد ایسا شاندار نظر فریب منظر پبلک کی نگاہوں کے سامنے نہ آیا تھا۔

بارہ ہزار اشخاص کی نشستوں کا انتظام تھا۔ اسٹیج پر ڈیڑھ دو ہزار ڈیلیگیٹ و متقدرین کے لئے جگہ تھی۔ مستورات کے لئے پردہ کے ساتھ دو ہزار نشست اسٹیج کے قریب تھی۔ پنڈال کے سامنے میدان میں نہایت سلسلہ بندی سے روش بندی کی گئی تھی، جو دیکھنے میں بہترین پھولوں کا

باغ معلوم ہوتی تھی۔لب سڑک عالی شان گیٹ بنا تھا، جو شاہان باغ کے دروازے کی طرح نقش ونگار کے ذریعہ قابل دید ہو رہا تھا۔پنڈال و گیٹ و متعلقہ کیمپ ڈیڑھ دو ہزار بجلی قمقموں سے منور ہو رہا تھا۔رہائش کمیٹی کے اہتمام سے مہمانوں کی قیام گاہ کے لئے سینکڑوں مکانات قرب و جوار میں ضروری رہائش و آرام کے سامانوں سے مزین تھے ان کے علاوہ بیسوں خیموں کا انتظام کیا گیا تھا۔اور ہر صوبہ کے ڈیلیگیٹ کے مذاق کے مطابق ہوٹلوں کا بہترین انتظام بھی تھا۔

والنٹیر کور کمیٹی نے اپنی محنت و جانفشانی سے خدمت قوم کا جو بہترین نمونہ پیش کیا وہ ہمیشہ یادگار رہے گا اور دیگر مقامات کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہوگا۔سات سو (۷۰۰) کے قریب والنٹیر تھے۔جس میں ایک سو سائیکل سوار اور ایک سو بوائز اسکاوٹ تھے انہوں نے جس طرح دو ہفتوں تک رات دن کی نہایت مصروف و محنت کش ڈیوٹی انجام دی وہ آئندہ قوم کے لئے نہایت امید افزا حالات کا پتہ دیتے تھے۔ان کی خدمات سے ہر ایک نہایت خوش و مطمئن تھا۔

مہمانوں کی آمد ۸ر نومبر ۴۲ء سے شروع ہوئی اور ہر ٹرین میں ان کی تعداد زیادہ ہوتی گئی۔۹ر نومبر کی شب و ۱۰ر کی صبح بہت ڈیلیگیٹ آئے۔جن کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی ان میں، پنجاب، بمبئی، سی پی، حیدر آباد، روہیلکھنڈ، اودھ، یوپی، بنگال، برما وغیرہ کے حضرات تھے۔اور صوبہ بہار کے ممبران استقبالیہ و شرکائے اجلاس دس بارہ ہزار تھے۔اس اجلاس کی شرکت کے لئے کئی سو حضرات مع تمام خاندان کے تشریف لائے تھے جن میں کئی سو عورتیں و بچے تھے۔ اور تمام شریک ہونے والی مستورات کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی۔

باوجود اس قدر زبردست اجتماع کے مہمانوں کے ٹھہرنے و آرام و آسائش کے انتظامات اس قدر سلیقہ و نظم کے ساتھ تھے کہ ہر ایک خوش و مسرور تھا۔

مہمانوں کی آمد:۔

۱۰ر نومبر ۴۲ء روز شنبہ

صدر محترم ۱۰ر نومبر ۴۲ء صبح ۹ بج کر ۲۱ر منٹ پر سینکڑوں ڈیلیگیٹ کے ہمراہ گیا اسٹیشن پر

رونق افروز ہوئے۔ پلیٹ فارم پر استقبال کے لئے عہدہ داران استقبالیہ ہندو مسلم رؤسا شہر و چیئر مین میونسپلٹی و ڈسٹرکٹ بورڈ و دیگر حکام وغیرہ معقول تعداد میں پھولوں کے ہار لئے موجود تھے۔ اور پانچ ہزار سے زیادہ برادران قوم پلیٹ فارم پر اپنے محبوب و محترم صدر کی زیارت کے لئے بے چین و بے قرار تھے۔

اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں ٹرین رکی۔ اور صدر مجلس استقبالیہ نے معزز مہمان کا میزبانوں سے تعارف کرایا جنہوں نے اپنی محبت و عقیدت سے پھولوں کے ہار پیش کئے۔ گروپ فوٹو لینے کے بعد تمام لوگ جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے باہر آئے جہاں سات آٹھ ہزار کا مجمع، صدر صاحب کی زیارت کا منتظر تھا۔ اللہ اکبر کے نعروں میں جلوس پنڈال کی طرف روانہ ہوا۔ جلوس کا منظر اس قدر رکیف انگیز تھا کہ باشندگان گیا و صوبہ بہار کی نظروں نے بہت کم ایسے استقبال کا نظارہ دیکھا ہوگا۔

یہ شاندار و روح افزا جلوس جس وقت مومن کیمپ کے قریب پہنچا تو حاضرین کے جوش و خروش کی عجب کیفیت تھی۔ بہ یک وقت دس بارہ ہزار آدمیوں کا نعرہ اللہ اکبر کہتے ہوئے صدر صاحب کی زیارت کے لئے بڑھنے کی کوشش کرنا ایسا منظر تھا کہ دیکھنے والوں کو زندگی بھر یاد رہے گا۔ جلوس عالیشان کوٹھی "وودو منزل" پر جا کر بارہ بجے ختم ہوا۔

دو بجے صدر صاحب کی قیام گاہ پر سبجیکٹ کمیٹی کی میٹنگ شروع ہوئی جو پانچ بجے شام تک جاری رہی جس میں مختلف تجویزیں منظور ہوئیں۔

۷ بجے شام سے حصول سعادت واکتساب فیض و برکت کے خیال سے سیرۃ النبی صلعم کا جلسہ شروع ہوا۔ حافظ محبوب حسین صاحب نے تلاوت کلام مجید فرمائی اور منشی بشیر الدین صاحب بشیر الہ آبادی و مسٹر محمد یونس صاحب گیاوی نے قومی نظم و ترانہ سنایا۔

قومی نظموں کے بعد مولوی لطیف الرحمٰن صاحب رئیس نگمیہ چیئرمین استقبالیہ کمیٹی نے محترم مقررین کا تعارف کراتے ہوئے تقریروں کی استدعا کی۔ مولانا حکیم عبدالرحمٰن صاحب ڈمراؤں آرہ مولانا حافظ قاری محمد عثمان صاحب دربھنگہ مولانا حاجی محمد یعقوب صاحب خطیب

جامع مسجد کا کنارہ کلکتہ نے فضائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما کر حاضرین کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمایا۔ اور پابندی مذہب و پیروی سنت کی تاکید کی تاکہ دنیا کی فلاح و بہبود کے ساتھ عقبیٰ کی سعادت حاصل ہو۔"

تقریر عاصم:۔ "آپ حضرات کی ایمان افروز تقریروں کے بعد جناب مولانا علی حسین صاحب عاصم بہاری جوائنٹ سکریٹری نے دوسرے روز کے پروگرام و دیگر امورات کا اعلان کیا۔ اس مجلس میں حاضرین کی تعداد دس ۔ بارہ ہزار کے قریب تھی اور مستورات بھی ڈیڑھ ہزار کے قریب شریک تھیں"

سید عبدالعزیز وزیر تعلیمات بہار واڑیسہ کا استقبال:۔

۱۱ر نومبر ۳۲ء کو مسٹر سید عبدالعزیز بار ایٹ لاء، وزیر تعلیمات صوبہ بہار واڑیسہ شرکت کانفرنس کے لئے مع رفقاء ۹ ر بج کر پچاس منٹ پر گیا اسٹیشن پہنچے۔ موصوف کے استقبال کے لئے ہزاروں کی تعداد میں شرکاء کانفرنس، عہدہ داران استقبالیہ ہندو مسلم روساء، شہر ڈسٹرکٹ بورڈ و حکام شہر کل کی طرح پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ اللہ اکبر کے نعروں سے خوش آمدید کیا گیا۔ فلم فوٹو جابجا لئے گئے اور سائیکل سوار والعزیز کی معیت میں عہدہ داران استقبالیہ کے ہمراہ سرکٹ ہاؤس تشریف لے گئے۔

نشست اول:۔ "ساڑھے گیارہ بجے کا وقت پروگرام میں اجلاس کا مقرر تھا لیکن پنڈال میں گیارہ بجے سے ڈیلیگیٹ و حاضرین موجود ہو گئے جن کی تعداد چدرہ وسلہ ہزار تھی۔ جن میں ڈیڑھ دو ہزار مستورات تھیں۔ ساڑھے گیارہ بجے صدر محترم جناب مولوی نظام الدین (علیگ) ایڈوکیٹ ورئیس الہ آباد تشریف لائے۔ حاضرین نے فلک شگاف نعروں سے استقبال کیا۔ آنریبل وزیر تعلیمات بارہ

۱؎ مختصر روائیداد، اجلاس پنجم، منعقدہ گیا، بتاریخ ۱۰ ار تا ۱۲ ر نومبر ۳۲ء صفحہ ۲۔۵۔

بجے پنڈال میں تشریف لائے۔ان کے علاوہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جناب
کنور صاحب مہاراج ادکاری مع سکریٹری سید ابو صغیر صاحب کیپٹن نصیر
الدین احمد صاحب ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر ای ، آئی ، آر چیئر مین
صاحبان ڈسٹرکٹ ومیونسپل بورڈ،بابو بچھی نرائن سنگھ مجسٹریٹ گیا۔رائے
بہادر کاشی ناتھ صاحب رئیس گیا۔خان بہادر سید محبوب عالم صاحب
رئیس اعظم گیا، آنریبل سید حسن امام صاحب ممبر کونسل آف اسٹیٹ،
مولوی امیر حیدر صاحب ڈسٹرکٹ انجینئر مولوی سید محمد یعقوب صاحب
ڈپٹی مجسٹریٹ و دیگر حکام ہندو مسلم روٗسا،شہر اپنی تشریف آوری سے
کانفرنس کی حوصلہ افزائی فرمارہے تھے۔

مختلف صوبہ جات سے اظہار ہمدردی وعدم شرکت معذرت کے بہت سے تار وخطوط آئے تھے جن میں جناب رائے بہادر چارو چندر مکر جی،او بی،ای،کمشنر ترہت،ڈویژن مسٹرسی، ٹی،ترہت سی آئی،ای،ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولس مسٹر اسٹردی سپر نٹنڈنٹ پولس گیا۔شمس العلماء ومولانا محمد یحییٰ صاحب ہیڈ مولوی مدرسہ عالیہ کلکتہ،خان بہادر مولانا محمد مبارک کریم صاحب سپر نٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار واڑیسہ۔غازی محمود دھرمپال ،مولانا عبد المجید صاحب،بی، اے،ایل،ایل،بی۔حضرت مولانا حاجی حافظ قاری عبد المجید صاحب مدرسہ منظر حق ٹانڈہ،مسٹر محمد ظفر صاحب ایڈوکیٹ انبالہ مسٹر محمد ظہیر الدین صاحب ایڈوکیٹ انبالہ وغیرہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محترم صدر صاحب کی تشریف آوری کے بعد ہی حافظ
ظفر حسین صاحب ظفر بہاری نے تلاوت کلام مجید کی اور مولوی
عبد المجید صاحب رئیس جونپور منشی بشیر احمد صاحب بشیر الہ
آبادی نے قومی نظموں سے حاضرین کو محظوظ کیا۔جس کے بعد
مولوی لطیف الرحمٰن صاحب (رئیس نگتیہ ، رجسٹریشن آفیسر

میونسپل کمشنر و ممبر بورڈ و چیئرمین لوکل بورڈ وغیرہ) صدر مجلس
استقبالیہ نے اللہ اکبر کے نعروں میں خطبہ استقبالیہ شروع
کیا۔ جس میں اظہار معذرت کے بعد گیا کی خصوصیات وصوبہ
بہار کی گزشتہ صنعتی مرکزیت وبہار کی داستان الم پارچہ بافی کی
تباہی، تحریک کی ابتداء اور اس کے مختلف اجلاسوں کے تذکر
کرتے اور برادران اسلام کے خطاب قوم کی اہم ضرورتوں کا
ذکر کرتے ہوئے اپنا قیمتی خطبۂ صدارت ختم کیا۔ جس کو
حاضرین نے بہت توجہ ودلچسپی کے ساتھ سنا"[1]

مولوی لطیف الرحمٰن صدر مجلس استقبالیہ نے اپنے خطبۂ صدارت میں برادران اسلام سے خطاب کرتے ہوئے واضح لفظوں میں فرمایا کہ:۔

تحریک کا مقصد:۔ "ہماری تحریک کا مقصد مومن برادری کی اصلاح وترقی اور اسلامی اخوت ومساوات کی حمایت ہے۔ پھر بھی معلوم نہیں کیوں بعض برادران اسلام کی نگاہوں سے یہ تابناک حقیقت اب تک اوجھل ہے۔ اور وہ اب تک یہی خیال کر رہے ہیں کہ ہماری تحریک ملت اسلامیہ کے خلاف ہے اور اسے نقصان پہنچانے والی ہے"۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں خیال کرلیا گیا؟ آخر ہم نے ملت اسلامیہ کے کس مرکز، کس ادارہ اور کس مقصد سے من حیثیت قوم علیحدگی اختیار کی ہے؟ اگر ایک شخص اپنے خاندان کی فلاح وبہبود سے دلچسپی رکھتا ہے اور اس کی اصلاح وترقی کی کوشش کرتا ہے تو کیا کوئی صحیح الدماغ آدمی ان کوششوں کو ناجائز کہہ سکتا ہے"؟[2]

---

[1] مختصر روائیداد، منعقدہ ۱۰ تا ۱۲ نومبر ۳۲ء گیا، صفحہ ۶۔۷۔

[2] خطبہ صدارت صدر مجلس استقبالیہ، ص ۸

تقریر وزیر تعلیم:۔ ”خطبہ استقبالیہ کے بعد آنریبل مسٹر سید عبد العزیز بارایٹ لاء وزیر تعلیم صوبہ بہار اڑیسہ نے تقریر فرمائی جس میں کانفرنس کے مہمانوں کا صوبہ کی جانب سے خیر مقدم کیا اور کانفرنس کے مقاصد سے اظہار ہمدردی فرماتے ہوئے بتایا کہ اسلام میں کسی پیشہ وذات کی بناء پر چھوٹائی بڑائی کوئی چیز نہیں۔ آپ کا ہر جملہ اور ہر بات موتیوں میں تولنے کے لائق تھی۔ آخر میں آپ نے یہ دعاء کی کہ صرف مومن برادری ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ذریعہ خدا کرے۔ آل انڈیا مومن کانفرنس ثابت ہو۔ آنریبل وزیر تعلیمات کی تقریر کے بعد مولانا محمد یحیٰ صاحب ایڈیٹر المومن کلکتہ نے نہایت موزوں ومناسب تقریر میں تحریک صدارت کی جس کی تائید خان صاحب سردار محمد اسلام صاحب آنریری مجسٹریٹ وزمیندار نگتیہ بہار، شیخ مرتضٰی حسن صاحب رئیس گورکھپور، مسٹر فتح محمد خورشید صاحب پنجاب، مسٹر سعید حیات صاحب وکیل ناگپور، سی۔ پی۔ مولوی عبد المجید صاحب حیدرآباد دکن، حافظ رسول بخش صاحب بمبئی، حاجی عبد اللطیف صاحب رنگون، برما مسٹر محمد سلیمان صاحب ایم۔ ایل۔ سی بنگال وغیرھم نے کی۔

حاضرین کے مسرت آمیز نعرہ تکبیر میں عالی جناب صدر محترم نے اپنا خطبۂ صدارت شروع کیا جس میں اظہار معذرت کے بعد زلزلہ بہار سے ہمدردی فرماتے ہوئے برادران اسلام سے حوصلہ افزائی کی توقع ظاہر کی اور تحریک کے اغراض و مقاصد کے متعلق فرمایا کہ ہمارے مقاصد بالکل آپ کے مقاصد ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ہم میں اور آپ میں جو غیر شرعی امتیاز حائل ہو گیا ہے۔ اس کو مٹا کر اخوت اسلام کو جو روح اسلام ہے ہم اسے دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند کی کتاب ”غایات النسب“ پر اور مولانا احمد رضا خاں مرحوم بریلوی کے ”فتاویٰ رضوی کتاب النکاح“ میں جو ناجائز و بے محل جملے پیشہ ور مسلمانوں پر ہوئے ہیں ان سے اظہار بیزاری فرمایا۔ اور قومی تحریک کے فوائد بیان کرتے ہوئے قوم کو توجہ دلائی کہ وہ تعلیم تنظیم واصلاح، صنعت وتجارت کے لئے زبردست طور پر کوشاں ہوتی اور ایک زبردست بیت المال قائم کر کے پنچایتوں کی

تنظیم، دیہاتوں کی اصلاح وقومی صنعت کی نمائش کا انتظام کریں اور آل انڈیا مومن کانفرنس کے مقاصد کی تبلیغ واشاعت وہندوستان میں تحریک کی نگرانی ومفید مشوروں کے لئے جلد از جلد ایک بہترین قومی آرگن جاری کرنے کا انتظام کریں۔ جس کی خریداری تمام ہندوستان کی انجمنوں اور قومی کارکنوں کے لئے ضروری ہو۔ حاضرین نے دلی مسرت کے ساتھ خطبہ صدارت سنا اور قوم کے لئے نہایت مفید قرار پایا۔

خطبۂ صدارت کے بعد مولوی علی حسین صاحب عاصم بہاری کی ان کے مخصوص انداز بیان میں تقریر ہوئی جس کے لئے حاضرین کا اشتیاق حد سے بڑھا ہوا تھا۔ دوران تقریر میں مختلف حضرات نے عطیے بھی پیش کئے۔ اور پہلا اجلاس نہایت سکون سے شاندار طور پر ختم ہوا''[1]

نشست دوم:۔ ۷ بجے شام سے دوسرا اجلاس شروع ہوا حاضرین کی تعداد دن کے وقت سے بہت زیادہ تھی۔ تلاوت کلام مجید وقومی نظموں کے بعد آنریبل وزیر تعلیمات نے ایک تقریر صنعت پارچہ کے متعلق فرمائی جس میں انہوں نے اعداد وشمار ومفید اطلاعیں کرگھہ، ہینڈلوم وغیرہ کی بیان کیں۔ اور ان کارروائیوں کا تذکرہ کیا جو گورنمنٹ بہار اس صنعت کے متعلق انجام دے رہی ہے۔ آنریبل وزیر تعلیمات کے بعد مولوی علی حسین صاحب عاصم بہاری نے تفصیلی تقریر کی جس میں آپ نے ہندوستان کے موجودہ حالات مختلف ملکی تحریکوں کی کیفیت عام مسلمانوں کا مومن برادری و پیشہ ور برادریوں کی اصلاح وترقی سے بے نیازی برتنا، ان غریبوں کا دنیا کے حالات سے علیحدگی کی بناء پر تباہ و پریشان ہونا۔ اور مجبور ہو کر غریبوں کی اصلاح وترقی کے لئے مومن کانفرنس کی تحریک شروع کرنا، اس کے اغراض ومقاصد اور طریق کار کی سلامت روی کو دیکھ کر دیگر برادریوں کا اپنے اپنے قبیلہ کی اصلاح کے لئے کوشاں ہونا، عام مسلمانوں میں غریبوں کے ساتھ جذبہ ہمدردی کا ظہور اور ان غریبوں میں احساس خوداری پیدا ہونا، پھر منزل مقصود تک پہنچنے میں مختلف وقتوں کا تذکرہ

---

[1] مختصر روئیداد اجلاس پنجم، منعقدہ ۱۰ تا ۱۲ رنومبر ۳۴ء گیا۔ ص: ۷۔۹

خصوصاً ان لڑاکو ملاؤں کی جنگ عقیدت جس نے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ نقلی پیروں کا غریبوں کو تباہ کرنا جنہوں نے اعمال شریعت سے بے پروا بنا کر جاہلانہ رسومات کی ادائیگی کو مذہب بنا رکھا ہے۔ بیان فرمایا"

۱۲ر نومبر ۴۲ء کو ۸ر بجے سے سبجیکٹ کمیٹی کی دوسری میٹنگ ہوئی۔ جس میں نہایت ضروری تجویزیں منظور ہوئیں اور عہدہ داران و مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور پنڈال میں تلاوت کلام مجید و قومی نظموں کے بعد پبلک کے اصرار کی بناء پر زیر صدارت مولانا عبدالکریم صاحب گیا جلسہ وعظ منعقد ہوا۔ حضرت مولانا حاجی محمد یعقوب صاحب خطیب جامع مسجد کا کنارہ، کلکتہ کی ایمان افروز تقریر ہوئی۔ ایک بجے جلسہ ختم ہوا۔"[1]

نشست سوم:۔ "دو بجے دن سے تیسرا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت کلام مجید کے بعد حکیم محمد صدیق صاحب پرتاپ گڈھ نے قومی نظم سنائی اور سبجیکٹ کمیٹی کی طے شدہ تجویزیں پیش ہو کر باتفاق تمام منظور ہوئیں اور متفرق اعلانات کے بعد نماز عصر کے لئے اجلاس برخاست ہوا"

اختتامی نشست:۔ آخری اجلاس ۷ر بجے شام سے شروع ہوا۔ حافظ ظفر حسین صاحب ظفر نے تلاوت کلام مجید کی اور مولوی عبدالمجید صاحب دماغ منشی منور علی صاحب منور فیروز آباد، مسٹر علیم الدین صاحب علیم پٹنہ، حافظ ابوسعید صاحب سعدی الہ آباد، حضرت مولانا شفق صاحب، عماد پوری نے قومی نظم و رباعیاں پڑھ کر حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ اس کے بعد جناب حاجی مولانا نعمت اللہ صاحب بھاگلپور تسر پبلک مرچنٹ و مولانا قاری محمد عثمان صاحب دربھنگہ کی تقریریں ہوئیں۔ چونکہ صدر محترم کو بارہ بجے کی ٹرین سے الہ آباد جانا تھا اس لئے آپ نے ایک جامع اور بلیغ تقریر میں اہم قومی ضرورتوں کو بیان فرماتے ہوئے کانفرنس کے پروگرام پر عمل کی تاکید کی اور قومی بیت المال کو مستحکم بنانے کے لئے زبردست اپیل فرمائی اور باشندگان گیا و صوبہ بہار کی ان کوششوں کا جن کی بناء پر شاندار اور بے مثل اجلاس کامیاب طور پر ختم ہوا۔ مبارکباد دیتے ہوئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

---

[1] مختصر روئیداد، اجلاس پنجم، منعقدہ ۱۰ر تا ۱۲ر نومبر ۴۲ء گیا ص:۹۔۱۰

آپ کے بعد مولوی علی حسین صاحب عاصم بہاری نے اپنے مخصوص انداز میں ایک تقریر کی جس میں آپ نے کانفرنس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی فرمایا جو عدم واقفیت کی بناء پر عوام میں پیدا ہو گئی تھیں اور مومن برادری سے کانفرنس کے پروگرام پر عمل کی اپیل کی اور عام مسلمانان ہندو رہنمایان ملک وقوم سے ہمدردی وحوصلہ افزائی کی درخواست کرتے ہوئے تقریر ختم کی۔ آپ کے بعد ایڈیٹر صاحب المومن کلکتہ نے عطیے کی فہرست سناتے ہوئے قومی فنڈ کے لئے درخواست کی۔

آخر میں مولوی لطیف الرحمٰن صاحب رئیس نگینہ چیئر مین استقبالیہ کمیٹی نے تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا جس میں کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے دورہ کرنے والے ہمدردان قوم ارکان استقبالیہ، پنڈال کمیٹی رہائش کمیٹی، والنٹیر زکمیٹی، نشر واشاعت کمیٹی شہر کے رؤساء و عمائدین وحکام ومہمانان وغیرہم کا ذکر کیا۔ آپ نے خاص طور پر کانفرنس کی تجویزوں پر عمل پیرا ہونے کی اپیل کی اور یہ کہا کہ کانفرنس اس وقت تک کامیاب نہیں کہی جا سکتی جب تک سارے ہندوستان کی برادری کے حضرات ان تجویزوں پر عمل نہ کریں۔ اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں جمعیۃ قائم کرے اور کثیر تعداد میں ممبر بننے کی اپیل کی۔ اجلاس ایک بجے شب کو احسن طریقہ پر ختم ہوا۔ اور پندرہ سولہ ہزار کا مجمع اثر لئے ہوئے اپنے گھروں کو روانہ ہوا"۔[1]

منظور شدہ تجاویز:۔ تجویز اول و دوم میں مولانا حاجی فرخند علی سہرامی کی وفات اور بہار کے قیامت خیز زلزلہ پر تعزیت واظہار ہمدردی کا اعلان کیا گیا۔ تجویز ۳ میں آل انڈیا مومن کانفرنس کے لئے ایک دستور ساز کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مولوی لطیف الرحمٰن نگینہ اور دیگر حسب ذیل ارکان کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۱) جناب مولانا محمد یحیٰ صاحب مدیر المومن کلکتہ

(۲) جناب مولوی لطیف الرحمٰن صاحب نگینہ

(۳) جناب مولوی محمد اکبر صاحب الہ آباد

(۴) جناب مولوی علی حسین عاصم بہاری

---

[1] مختصر روئیداد، اجلاس پنجم منعقدہ ۱۰ تا ۱۲ نومبر ۳۴ء گیا۔ ص: ۱۱۔۱۲

(۵) جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواری شریف

(۶) مسٹر محمد سلیمان صاحب، ایم، ایل، سی بنگال کلکتہ

(۷) جناب مولوی عبدالمجید صاحب وکیل بکسر (مختصر روئیداد اجلاس پنجم ص)

کمیٹی کو یہ اختیار دیا گیا کہ اصلاح و ترتیب کے بعد دستور کو دوماہ کے اندر شائع کر دے اور وہی قابل عمل ہوگا۔ کورم تین آدمیوں سے پورا ہوگا۔[1]

تجویز ۴ میں یہ طے کیا گیا کہ صنعت پارچہ بافی اور جن صنعتوں کی مالک ہندوستان میں مومن برادری ہے۔اس کی نمائش ہر سالانہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے موقع پر کی جائے۔

تجویز ۵۔۶۔۷۔۸ میں قومی فنڈ، چار آنہ فیس ممبری کی ادائیگی پر قصبہ و دیہات میں تنظیم جمعیۃ کے قیام، اور ہر مومن آبادی میں ورزش کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا۔

تجویز ۹ کی رو سے یہ طے ہوا کہ ہر مومن آبادی میں جہاں کوئی مدرسہ یا مکتب قائم نہ ہو وہاں مکاتب و مدارس اور کتب خانے، قائم کئے جائیں اور قوم کے تمام بچے بچیوں پر تعلیم لازمی قرار دی جائے[2] (مختصر روائیداد اجلاس پنجم ص:۱۴)

تجویز ۱۰ میں یہ منظور ہوا کہ وہ برادران قوم جو گاؤں دیہات میں بیگار کے مظالم کے شکار ہیں وہ اپنی مصیبتوں کی تفصیل صوبہ و آل انڈیا کمیٹی میں جلد از جلد روانہ فرمائیں اور کانفرنس کی ہدایتوں پر عامل ہوں۔ بطور خود کوئی کاروائی نہ کریں اور دولت مند زمینداروں سے دردناک طور پر اپیل کرتا ہے کہ وہ غریبوں پر رحم فرما کر کروڑوں مظلوم دلوں کی دعائیں لیں[3] (مختصر روئیداد ص:۱۵)

تجویز ۱۱ میں اخبار کے اجراء پر زور دیا گیا۔

تجویز ۱۲ کے ذریعہ عہدیداران و ارکان مجلس عاملہ کا انتخاب اس طرح عمل میں آیا۔

۱۔ محترم مولوی حفیظ اللہ پھلواری شریف۔ موئدین:۔ عبدالغفور کلکتہ و ریاض الدین احمد بی، اے وکیل الہ آباد ۲۔ محترم عاصم بہاری، موئد: محمد اکبر الہ آبادی

۳۔ محرک:۔ مولانا محمد اصغر حسن صاحب ناظم جمعیۃ، رانچی۔ موئد:۔ جناب ڈاکٹر محمد سلیم الدین صاحب عالم گنج، پٹنہ

۴۔ محرک جناب علی حسین عاصم بہاری۔ موئد: مسٹر سلیمان صاحب، ایم، ایل، سی کلکتہ

(۱) صدر:۔ مولوی نظام الدین صاحب بی ، اے، ایل ، ایل ، بی رئیس و ایڈوکیٹ الہ آباد

(۲) نائبین صدر:۔ ہر صوبہ جمعیۃ کے صدر

(۳) جنرل سکریٹری:۔ مولوی لطیف الرحمٰن صاحب نگمتیہ

(۴) جوائنٹ سکریٹری:۔

(۱) جناب مولوی علی حسین صاحب عاصم بہاری

(۲) مولوی حفیظ اللہ صاحب، پھلواری، پٹنہ

(۵) اسسٹنٹ سکریٹری:۔ مولوی محمد اسحٰق صاحب، ایم ،اے، بی ،ایل، وکیل

(۶) خازن:۔ حاجی عبدالکریم صاحب ۔ اسٹیمیٹر گیا۔

(۷) محاسب:۔ (۱) ایم، جی، رسول صاحب کلکتہ

(۲) مولوی محمد یوسف صاحب نگمتیہ

ممبران مجلس عاملہ آل انڈیا مومن کانفرنس

آل انڈیا مومن کانفرنس کے اس اجلاس میں مندرجہ ذیل حضرات کا انتخاب باتفاق تمام بطور عہدہ داران و ممبران مجلس عاملہ ہوا۔ جس کا کورم (۷) ممبروں کا ہوگا۔

(۱) مسٹر نظام الدین صاحب (علیگ) ایڈوکیٹ رئیس الہ آباد صدر آل انڈیا اجلاس گیا۔

(۲) سردار محمد اسلام صاحب، آنریری مجسٹریٹ و زمیندار نگمتیہ، سینئر وائس پریسیڈنٹ

(۳) مولوی لطیف الرحمٰن صاحب، جنرل سکریٹری

(۴) مولوی علی حسین صاحب عاصم، جوائنٹ سکریٹری

(۵) حاجی عبدالکریم صاحب اسٹیمیٹر ۔خازن

(۶) ایم، جی، رسول صاحب مچھوا بازار کلکتہ

(۷) مولوی شیخ مرتضٰی حسین صاحب گورکھپور، (سابق صدر آل انڈیا)

(۸) حکیم محمد بخش صاحب، میونسپل کمشنر محلہ نائی کی منڈی، آگرہ

(۹) حکیم حاذق صاحب اٹاوہ

(۱۰) مولوی محمد اکبر صاحب اتالہ، الہ آباد

(۱۱) حکیم محمد صدیق صاحب پرتاپ گڑھ

(۱۲) بابو غلام رسول صاحب ممبر مرچنٹ اصالت پورہ، مراد آباد

(۱۳) مسٹر عبدالعزیز عبداللطیف ایم، ایل، سی، بمبئی، دھولیا، مغربی خاندیس

(۱۴) سیٹھ حافظ رسول بخش صاحب بمبئی

(۱۵) مسٹر عمر محمود صاحب، ایم، اے، سکریٹری جمعیۃ المومنین صوبہ بمبئی مدنپورہ

(۱۶) مسٹر سعید حیات صاحب وکیل، کامتی ناگپور

(۱۷) مسٹر عبدالستار صاحب، ایڈیٹر "امید" کامتی ناگپور

(۱۸) ابو الشمس عبدالغفور صاحب، کلکتہ

(۱۹) مولوی محمد یحییٰ صاحب، ایڈیٹر المومن کلکتہ

(۲۰) مسٹر محمد سلیمان صاحب، ایم، ایل، سی بنگال کلکتہ

(۲۱) مسٹر محمد ظفر صاحب وکیل، انبالہ، پنجاب

(۲۲) مولوی عبدالمجید صاحب وکیل بکسر

(۲۳) مولوی حفیظ اللہ صاحب، پھلواری شریف پٹنہ

(۲۴) خواجہ محمد صاحب وکیل ہزاری باغ

(۲۵) منشی عبدالغنی صاحب ٹھیکدار، گیا

(۲۶) منشی اللہ دتا صاحب عاصی ایڈیٹر انصاری لاہور (مختصر روئیداد اجلاس پنجم ص:۱۵۔۱۶)

آخر میں یہ بھی اعلان کیا گیا کہ اس کانفرنس کے ہر اجلاس و دیگر ضروری مواقع کی تصویریں لی گئی ہیں۔ چنانچہ پورے پروگرام کا ایک فلم تیار ہو رہا ہے جو سینما میں مختلف شہروں میں دکھلایا جائے گا۔

اس تاریخی کانفرنس نے تحریک کو مزید استحکام بخشا اور ملک کے طول و عرض میں اجتماعی

لے مرتبین مختصر روئیداد اجلاس پنجم لطیف الرحمن، علی حسین عاصم بہاری، محمد حفیظ اللہ، محمد اسحٰق، مورخہ ۱۶ نومبر ۴۳ء

جدوجہد کی رفتار تیز تر ہوگئی۔ مختلف اخبار و رسائل نے اجلاس کی مکمل رپورٹیں شائع کیں۔ اور اس کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کی۔

ناگپور کی مومن تعلیم فنڈ کمیٹی اور اس طرح کی دوسری کمیٹیوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ اور ان کے ہمدردوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔

انجمن اصلاح المومنین پھولپور اعظم گڈھ نے یکم و ۲ر دسمبر ۳۳ء کو اپنا شاندار چوتھا سالانہ[1] جلسہ منعقد کیا جس میں عاصم بہاری کو بتاکید شرکت پر مجبور کیا گیا۔ الغرض اس کانفرنس کے بعد تحریک اپنے دور شباب میں داخل ہوگئی۔

زدوکوب:۔ یہ تقریباً قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی تحریک زور پکڑتی ہے تو مختلف گوشوں سے اس کی مخالفت بھی شدومد سے کی جاتی ہے۔ چنانچہ دفتر آل انڈیا مومن کانفرنس گیا میں ایسے خطوط موصول ہونے لگے کہ جمعیۃ کے ارکان پر وہابی، بدعقیدہ اور گمراہ ہونے کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں۔ بعض جگہ مقامی جلسوں میں گڑبڑی پیدا کی جانے لگی اور کہیں کہیں مخالفین زدوکوب سے بھی باز نہ آئے۔

> ''محلہ گھسیاٹولہ میں عین نماز میں مولوی فرح حسین صاحب کو زدوکوب کیا گیا۔ ''اہل حدیثوں'' کو مسجد آنے سے روکا گیا۔ باوجودیکہ عرصہ دراز سے یہ لوگ اسی مسجد میں نماز پڑھتے تھے.........''[2]

بعض اخباروں نے جمعیۃ کی اہم خبروں کا بائیکاٹ شروع کیا۔ البتہ اتحاد پٹنہ اور بعض دوسرے بڑے اخبارات نے فراخدلی کا ثبوت دیا۔

کہیں کہیں جہالت اور نادانی کی وجہ سے خود انصاریوں نے جمعیۃ کے عملی کاموں کا محض اس لئے بائیکاٹ کیا کہ کہیں چندہ نہ دینا پڑے۔ موضع راجے پور ڈاکخانہ کرتھا ضلع گیا کے ۲۲ر گھر انصاریوں میں سے کل ۹ر افراد تنظیم کی حمایت میں تیار ہوئے۔ اس صورتحال سے گھبرا کر حسن

---

۱. مطابق ۲۳۔۲۴ر شعبان ۱۳۵۲ھ

۲. مکتوب محمد محمد ابراہیم حجام حجامپورہ مورخہ ۲۱ر جنوری ۳۵ء عنامحمد اسلام سابق صدر آل انڈیا مومن کانفرنس گیا۔

علی سردار نے جنرل سکریٹری سے مبلغ جمعیۃ اور مساوات کے علاوہ دوسرے تحریکی اخباروں کے اجراء کی درخواست[1] کی ۔

تحریک کے عروج کے ساتھ عاصم بہاری کی مصروفیات میں بھی فطری طور پر غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ حد تو یہ ہے کہ بعض افراد نے اپنے نجی مسائل کے حل اور لڑکے کی تعلیم کے بندو بست کرنے کی گذارش بھی شروع[2] کردی۔

روپوش اصحاب کی تلاش:۔ تحریک کے دائرہ کار میں وسعت پیدا ہوئی تو برادری کے نئے اور بااثر افراد کی تلاش وجستجو میں بھی موصوف نے تیزلائی۔ اب تک شمالی ہند میں سینکڑوں انصار خاندانوں کی موصوف نے بازیافت کی تھی جو اپنے ماحول اور احساس کمتری کی وجہ سے خود کو چھپائے بیٹھے تھے۔ اجلاس گیا کے بعد تنظیم کا دائرہ عمل جب وسط ہند اور جنوبی ہند تک زیادہ وسیع ہوگیا تو ان علاقوں میں بااثر انصار خاندانوں کی تلاش شروع ہو گئی۔ ہمیں موصوف کے ہاتھ کی ایک مرقومہ فہرست ملی ہے جس میں سی، پی اور جبل پور کے مختلف تعلیم یافتہ اور ذی حیثیت افراد کے تفصیلی پتے درج[3] ہیں۔

رکنیت سازی کی رسید[4]:۔ حسب تجویز کثیر تعداد میں رکنیت سازی

---

۱ مکتوب مورخہ ۲۲ جنوری ۳۵ء۔

۲ مکتوب نبی بخش از وصول گیا، مورخہ ۲۲ جنوری ۳۵ء۔

۳ مثلاً مولوی فتح علی وکیل ایم ایل سی، ناگپور، محلہ قدم تکیا جبل باغ۔
مولوی سراج احمد، ریٹائرڈ جج، صدر اعلیٰ کی کوٹھی جبل پور
مولوی عبدالصمد خالد آبادی، ریٹائرڈ جج۔ جبل پور
حاجی اللہ بخش، پیش امام امام باڑہ وعیدگاہ، محلہ بنی سنگھ کی تکیا، جبل پور
محمد ابراہیم سردار، محمد اسماعیل سردار، احمد سردار، عظیم سردار وغیرہ

۴ رسید کی ایک نقل ملاحظہ ہو۔

جلد نمبر 329 ۸۶ء رسید نمبر 25 جلد نمبر 319 ۸۶ء رسید نمبر 25
فنی فیس ممبری آل انڈیا مومن کانفرنس سند ممبری آل انڈیا مومن کانفرنس (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(سندممبری) کے لئے رسیدیں طبع کرائی گئیں اور کل ہندیا نے پر مختلف شاخوں اور ذمہ داروں کے نام روانہ کی گئیں۔

روداد مجلس عاملہ الٰہ آباد بتاریخ ۹/۱۰ فروری ۱۹۳۵ء:۔

حسب اعلان ۹/۱۰ فروری ۱۹۳۵ء کو الٰہ آباد میں مجلس عاملہ کی نشست میں شرکت کے لئے عاصم

جناب ----------ANNAS----------

پورا پتہ ----------------------------

ضلع ---------- جمعیۃ ---------- مقام ----------

صوبہ ---------- جمعیۃ ---------- مقام ----------

دستخط سکریٹری دستخط وصول کنندہ تاریخ

جناب ---------- A N N A S ----------

پورا پتہ ----------------------------

ضلع ---------- جمعیۃ ---------- مقام ----------

صوبہ ---------- جمعیۃ ---------- مقام ----------

دستخط سکریٹری دستخط وصول کنندہ تاریخ

نقل پشت رسید

اقرار نامہ

آل انڈیا مومن کانفرنس کے اغراض و مقاصد کو قوم کے لئے دل سے بہتر سمجھتے ہوئے ممبر بنتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا اور دستی کرگھے کا بنا ہوا کپڑا ہمیشہ استعمال کروں گا۔ مومن گروپ کی توسیع و اشاعت کے لئے کوشاں رہوں گا۔

دستخط یا نشان انگوٹھا اقرار کنندہ

اغراض و مقاصد آل انڈیا مومن کانفرنس

(۱) اسلام اور ملک کی عام خدمت بالخصوص اسلامی مساوات کی عملاً و قولاً تبلیغ و حمایت

(۲) تمام ہندوستان میں قوم مومن کی تنظیم

(۳) قوم مومن کی تعلیمی اقتصادی معاشرتی سیاسی ترقی کی سعی

(۴) قوم مومن کی صنعت پارچہ بافی و دیگر صنعتوں کی ترقی کی کوشش

نوٹ:۔ اس کانفرنس کو اخلاقی و مسائل مذہبی سے اور غیر آئینی جدوجہد سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔

مندرجہ بالا اغراض و مقاصد قوم کے لئے دل سے بہتر سمجھتے ہوئے ممبر بنتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا اور دستی کرگھے کا بنا ہوا کپڑا ہمیشہ استعمال کروں گا۔ مومن گزٹ کی توسیع و اشاعت کے لئے کوشاں رہوں گا۔

بہاری، مولوی لطیف الرحمٰن اور مولوی حفیظ اللہ پھلواروی کے ساتھ الہ آباد اسٹیشن پہنچے تو ان کا شاندار استقبال ہوا۔ روٗسا، عمائدین شہر اور والنٹیر وں نے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مہمانوں کے قیام کا انتظام محلّہ اٹالہ میں تھا۔

۹ر فروری کو دوپہر سے مسٹر نظام الدین ایڈوکیٹ کی صدارت میں دستور العمل کمیٹی کا اجلاس ہوا جو رات کو ایک بجے ختم ہوا۔

۱۰ فروری کو صبح سے مجلس عاملہ کی دوسری نشست شروع ہوئی جس میں ارکان[۱] عاملہ۔ کے علاوہ پورے صوبہ کے مختلف اضلاع سے ذمہ داران قوم نے بھی شرکت کی تھی۔

تجاویز عاملہ:۔ مجلس عاملہ نے غور وفکر کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز منظور کیں:۔

(۱) روداد پنجم آل انڈیا مومن کانفرنس گیا، منظور ہوئی۔

(۳،۲) جدید دستور العمل منظور ہوا اور طے پایا کہ اس کی کاپیاں تمام کمیٹیوں میں جلدا زجلد بھیج دی جائیں تا کہ اپنے اپنے علاقوں میں اس پرعمل کریں اور اس کے قاعدہ کے مطابق اپنا الحاق حسب ترتیب اضلاع، صوبہ اور آل انڈیا سے فوراً کرائیں۔

(۴) حسب ذیل حضرات آل انڈیا کی طرف سے مقرر کئے جائیں تا کہ یہ لوگ صوبہ میں مقامی حضرات و با اثر لوگوں کے مشورہ ومدد سے تنظیم کا کام جدید دستور العمل و پروگرام

---

[۱] نشست میں حاضر اراکین:۔

(۱) مسٹر محمد نظام الدین ایڈوکیٹ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس

(۲) مسٹر محمد لطیف الرحمٰن جنرل سکریٹری

(۳) مولوی محمد اکبر، صدر صوبہ یوپی۔

(۴) مولوی محمد حفیظ اللہ جوائنٹ سکریٹری

(۵) مولوی حکیم محمد صدیق، صدر صوبہ دار اودھ

(۶) مولوی کلیم حاذق اناوہ

(۷) سیٹھ حافظ رسول بخش، بمبئی

(۸) مولوی علی حسین عاصم بہاری

کے مطابق فوراً شروع کردیں اور اپنی کاروائیوں کی تفصیلی رپورٹ دفتر آل انڈیا میں ماہوار بھیجا کریں۔دفتر آل انڈیا کو پوری امید ہے کہ ہر جگہ مقامی کارکنان پوری آمادگی کے ساتھ کوشاں ہوں گے۔اشد ضرورت ہونے پر آل انڈیا کی طرف سے بھی کارکنان مختلف صوبوں کا دورہ کریں گے۔مگر تنظیم کی اصل ذمہ داری مقامی حضرات پر ہوگی:

بنگال:۔	پروفیسر ثناءاللہ
کلکتہ:۔	مسٹر محمد سلیمان،ایم۔ایل۔سی بنگال،مولانا محمد یحییٰ مدیر المومن
یوپی:۔	مولوی محمد اکبر حکیم محمد صدیق و مسٹر محمد سلیم الدین
دہلی:۔	مولا بخش،گورنمنٹ کنٹریکٹر لال کنواں،دہلی
پنجاب:۔	مسٹر محمد ظفر ایڈوکیٹ انبالہ
برٹش بلوچستان و سرحد:۔	اس کی تنظیم دفتر آل انڈیا کرے۔
ناگپور:۔	عبدالستار فاروقی محمد سعید جناب وکیل کاشی ناگپور۔
اجمیر و راجپوتانہ:۔	اس کی تنظیم صدر دفتر آل انڈیا کرے
بمبئی سندھ والہ آباد:۔	مسٹر عبدالعزیز ایم۔ایل۔سی۔بمبئی و مسٹر عمر محمود ایم اے
برما و آسام:۔	مسٹر عبدالرزاق،و منشی رحمت اللہ
مدراس:۔	اس کی تنظیم صدر دفتر آل انڈیا کرے۔
ریاستہائے ہند:۔	اس کی تنظیم صدر دفتر آل انڈیا کرے۔

(۵)　طے پایا کہ آل انڈیا کے چالیس لاکھ ممبر ۳۱ راگست ۱۹۳۵ تک اس طرح بنائے جائیں کہ ہر صوبہ و ضلع میں آبادی کا کم از کم دسواں حصہ جلد از جلد ممبر بنا کر آل انڈیا میں رپورٹ بھیج دے۔فیس ممبری ۴ آنے سالانہ ہوگی۔جس کا نصف حصہ آل انڈیا کی تحویل میں داخل ہوگا اور چوتھائی صوبہ جمعیۃ یا مقامی جمعیۃ میں جیسا کہ ضلع جمعیۃ ہدایت کرے۔

(۶)　ایجنڈا ۶ آئندہ اجلاس کے لئے ملتوی کیا گیا۔

(۷)　حسابات آل انڈیا مومن کانفرنس گیا پیش ہو کر پاس ہوئے اور طے پایا کہ اس کو جلد از

جلد چھاپ کر شائع کر دیا جائے۔

(۸) آل انڈیا مومن کانفرنس کے لئے آئندہ اخراجات کا بجٹ پیش ہو کر منظور ہوا۔

(۹) جناب مولوی خواجہ محمد وکیل ہزاریباغ کا خط دوبارہ اجراء مومن گزٹ پیش ہو کر طے ہوا کہ دفتر آل انڈیا

بھی اخبار کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔ ابتدا فنڈ کا سامان کر کے کوئی اخبار جاری کیا جائے۔

(۱۰) جمعیۃ صوبہ یوپی و جمعیۃ فیروز آباد کی درخواست پر طے پایا کہ ایسٹر کی تعطیل میں پورے صوبہ کی کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر مجلس عاملہ کا اجلاس بھی فیروز آباد میں کیا جائے۔

(۱۱) مسٹر عبدالستار فاروقی ایڈیٹر "امید" ناگپور، سی۔ پی۔ کی دعوت عاملہ کے انعقاد ناگپور کے متعلق یہ طے ہوا کہ وہاں ایک وفد روانہ کیا جائے جس کی نسبت صاحب موصوف سے دریافت کیا جائے کہ کب تک روانگی وفد مناسب ہوگی۔

(۱۲) جناب مولوی عبدالباری، اعظم گڈھ کے خط کی روشنی میں جلد ہی اودھ کے لئے ایک وفد کی یقین دہانی کرائی گئی۔

(۱۳) مولوی خواجہ محمد وکیل ہزاریباغ کی درخواست کے پیش نظر وہاں کی مجوزہ نشست کی تاریخ فیروز آباد کے بعد طے کی جائے۔

(۱۴) ہر مقام، قصبہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ کمیٹیاں مومن والنٹیر کور مرتب کرے"

الٰہ آباد میں جلسے:۔ ۱۰ کو شب کو جناب محمد نظام الدین ایڈوکیٹ کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ایک نوجوان محمد خلیل اور منشی منور علی منور فیروز آبادی کے قومی ترانوں اور نظموں کے بعد مولوی حفیظ اللہ جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس اور جناب بہاءالدین کی پر جوش تقریروں کے بعد منشی بشیر الدین صاحب بشیر نے ایک رجزیہ نظم سنائی اور مولانا علی حسین عاصم بہاری کی تقریر کے بعد ۱۲ بجے شب میں یہ جلسہ برخاست ہوا۔

۱۱ فروری کی صبح کو مدرسہ ہدایت الاسلام الٰہ آباد نے ایک شاندار شامیانہ میں روساء و عمائدین شہر کی موجودگی میں مولوی لطیف الرحمٰن صاحب جنرل سکریٹری کو سپاسنامہ پیش کیا اور

چائے وفوٹو کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔[1]

ادھر مولوی حاذق خاں، سکریٹری مجلس استقبالیہ، صوبہ یوپی کانفرنس کا بے چینی سے انتظار کرنے کے بعد مایوس ہونے لگے تو الہ آباد موصوف کی تلاش میں آئے یہاں بھی نہ پایا تو حکیم محمد بشیر احمد کو کانپور ایک دلچسپ خط لکھا تا کہ وہاں ہوں تو وہیں سے جلسہ گاہ آجائیں۔

> "..........فیروز آباد انتظار کے بعد یہاں پہنچ کر ان کی (عاصم بہاری) راہ دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ وہ کانپور بھی نہ پہنچے۔ ادھر لکھیم پور کھیری کے برادران سے وعدہ ادھر ہم کو تڑپا رہے ہیں۔ کانفرنس کا جوں جوں وقت قریب آرہا ہے۔ تشویش بڑھ رہی ہے۔ دورہ کرنا ضروری ہے اور حضرت عاصم غیر حاضر ہیں۔ اگر وہ آچکے ہوں یا جس وقت پہنچیں براہ مہربانی پہلی گاڑی سے ان کو الہ آباد روانہ کر دیجئے۔ اگر بداخلاقی کی ضرورت پیش آئے تو ایسے موقع پر روا ہے ہر گاڑی سے ان کا انتظار کرتا ہوں۔ امید ہے کہ میرے معروضہ پر توجہ فرمائی جائے گی"۔[2]

وہی مالی بحران:- ادھر جلسوں اور اجتماعات کی یہ ہماہمی اور ادھر لاکھوں کا نشانہ بنانے کے باوجود ممبر سازی میں سست رفتاری کا یہ حال تھا کہ موصوف کی تنخواہ کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اتنا ہی نہیں خود جنرل سکریٹری بھی سخت پریشان تھے اور عاصم بہاری ہی سے پیسے طلب کر رہے تھے۔ لکھتے ہیں:

> "براہ کرم پوری کوشش فرمائیں کہ کچھ رقم حاصل ہو بڑی دشواریوں کا سامنا ہے۔ اور اگر اس طرف امید ہو کہ جلد

---

[1] از اشتہار، روئیداد مجلس عاملہ منعقدہ الہ آباد ۱۰۔ ۹ فروری ۱۹۳۵ء از طرف محمد اسحاق ایم۔ اے، بی، ایل، اسسٹنٹ سکریٹری، آل انڈیا مومن کانفرنس، بگھیہ ہاؤس گیا، ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء۔

[2] مکتوب حاذق خاں مورخہ ۲۔ اپریل ۱۹۳۵ء

ہی واپس آویں تاکہ یہاں کام کیا جائے“[1]

صنعت پارچہ بافی کی تنظیم:۔ مومن تحریک کے بنیادی اغراض ومقاصد میں صنعت پارچہ بافی کے تحفظ وارتقاء کو روز اول سے اہمیت حاصل رہی ہے۔ عاصم بہاری نے اصلاح معاشرہ کے ذیل میں اس صنعت کی بقا اور ترقی پر ہمیشہ زور دیا۔ مہاتما گاندھی نے کلکتہ کے اجتماع میں از راہ قدر دانی جب پچاس ہزار کی رقم کی پیشکش کی تو موصوف نے یہ کہہ کر اس رقم کو قبول کرنے سے انکار کردیا کہ دوسری تحریکوں کے برخلاف مومن تحریک غرباء کے درمیان سے ابھر کر امراء تک پہنچے گی اس لئے تحریک کی خودداری کے خلاف ہوگا کہ کسی سیاسی تحریک سے سودا کر کے اس تحریک کو آگے بڑھایا جائے البتہ مہاتما گاندھی کی کھدر، کھادی اور چرخہ، تحریک کے پیش نظر کلکتہ میں کئی کرگھوں کے قیام اور اس کام کو آگے بڑھانے کی ایک عملی اسکیم ضرور پیش کی تھی۔ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں آچکی ہے۔ موصوف نے بہار شریف سے جب الاکرام جاری کیا تو اس رسالہ کے بنیادی مقاصد میں ایک مقصد صنعت پارچہ بافی کی اصلاح وترقی بھی تھا اس موضوع پر موصوف نے ماہرین سے سلسلہ وار مضامین لکھوائے اور خود بھی اس صنعت کی ایک مبسوط تاریخ قسط وار شائع کی۔ اس منفعت بخش صنعت کو ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزوں نے جس بیدردی سے تباہ وبرباد کر کے ملک کی معیشت اور اس کی شہ رگ کو کاٹ دیا تھا۔ اس کا حال بھی بے کم وکاست بیان کیا۔ اپنے ہندوستان گیر، دوروں، جلسوں، تقریروں اور آل انڈیا جلسوں میں ہر جگہ اس مسئلہ کو ابھارتے رہے۔ بنگال اور بمبئی کے انصار نمائندوں کے ذریعہ اسمبلی اور کاؤنسلوں میں اس مسئلہ پر تجویزیں بھی منظور کرائیں اور ان کے عملی نفاذ کا بھی بار بار تقاضا کرتے رہے۔ چنانچہ الیکشنوں کا دور قریب آیا تو انگریزوں نے اپنی صد سالہ بے انصافیوں کی پردہ پوشی کرنے کے لئے اس اہم ترین گھریلو صنعت کی اشک سوئی کرنا ضروری قرار دیا۔

تحقیقاتی کمیشن کا قیام:۔ چنانچہ اوائل ۱۹۳۵ء میں حکومت برطانیہ نے ایک تحقیقاتی کمیشن بنام (Organised state aid for the

---

[1] مکتوب جنرل سکریٹری بنام عاصم بہاری مورخہ ۲۵/مارچ ۱۹۳۵ء

development of the hand loom weaving Industry (Cotton) قائم کیا جس میں ۷۔۵ ماہ تک محدود پیمانے پر اس صنعت کے جملہ مسائل کا سروے اور یہ جائزہ لیا گیا کہ ہینڈلوم کپڑوں کے خام مال سوت اور اس کی بنائی تنائی سے لے کر منڈیوں اور مال کی کھپت تک کن کن مرحلوں پر کیا کیا دشواریاں ہیں۔ جدید ٹکنولوجی مارکیٹنگ اور کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے ذریعہ اس میں مزید سدھار لانے کی کون کون سی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ تفصیلی سروے کے لئے ایک مبسوط سوالنامہ تیار کیا گیا۔ جسے گورنمنٹ سینٹرل ویونگ انسٹی ٹیوٹ بنارس اور گورنمنٹ ٹیکسٹائل اسکول کانپور وغیرہ کے تربیت یافتہ ۱۵ اسپیشل انویسٹی گیٹر[۱] اور دو ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ آف انڈسٹریز[۲] کی سرکردگی میں یونائیٹڈ پروونسز میں ایک مہم چلا کر مکمل کیا گیا۔ اس مہم کے دوران ہی حکومت نے اس صنعت کی صلاح وفلاح کے لئے مندرجہ ذیل شعبوں کے قیام کا بھی اعلان کردیا۔

1. Design
2. Supervision and Stores
3. Prorivincial Marketing Organisation
4. Research and
5. Finishing Plant [۳]

ساتویں انڈسٹریز کانفرنس ۳۵ء:۔ حکومت وقت نے ان محدود کارگذاریوں کا اچھا خاصہ اشتہار بھی کیا۔ ساتویں انڈسٹریز کانفرنس منعقد ۲۸۔۲۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء نئی دہلی میں بھی کرگھا کی صنعت پر بعض اہم تجاویز منظور کی گئیں۔ ان تجاویز کو بروئے کار لانے کے لئے لیجسلیٹو اسمبلی نے مختلف صوبوں کو مبلغ -/73,500 روپے کا گرانٹ بھی منظور کیا۔ وھٹلے کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ باب ہشتم میں بھی اس صنعت کی فلاح وترقی کے

۱۔ Special Investigator
۲۔ Divisional Superintendent of Industries
۳۔ Organised state Aid the Development of the Hand Loom weaving Industry (Cotton) Allahabad- 1935 Page 12
۴۔ بحوالہ the tribune-5 July_35

لئے کئی اہم تجویزیں منظور کیں۔ مگر ان تمام کوششوں کی اصلاً حیثیت اشک سوئی سے زیادہ نہ تھی۔ سرکاری گماشتوں کو ہدایت تھی کہ سروے اور دوروں کے زمانے میں حکومت کی کارکردگی کو پوری مبالغہ آرائی کے ساتھ بڑھا چڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ انصاریان علی گڈھ نے اپنے ایک مکتوب میں دفتر مومن کانفرنس کو یہ اطلاع دی کہ:۔

سرکاری اشتہار بازی:۔

"..........پارچہ بافی کے سرکاری گماشتہ مسٹر آر۔ بی۔ ماتھر انوسٹی گیٹر گورنمنٹ انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ کانپور نے ہم بعض لوگوں سے کہا کہ گورنمنٹ نے دستی پارچہ بافی کے کام کو ترقی دینے کی غرض سے سرپرستی کے طور پر بالتفصیل ایک رقم (تیرہ لاکھ) برائے یوپی عطا فرمائی ہے۔ پارچہ بافان (مسلم وغیر مسلم) اپنی ضرورتوں کا اظہار کریں تا کہ ہم ان کی ضرورتیں گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کریں اور گورنمنٹ اپنی سرپرستی میں ہماری پارچہ بافی کی کاروباری مدد کرے Investigator مذکورہ بالا نے اپنے اہتمام سے یہ اجتماع کرلیا تھا۔ جس میں مسلم وغیر مسلم پارچہ بافان و دری بافان بھی شریک تھے"۔

لیجسلیٹو اسمبلی نے تمام صوبوں کے لئے کل پونے چھ لاکھ کا گرانٹ منظور کیا مگر پروپگنڈہ یہ کیا جارہا تھا کہ صرف یوپی کے لئے حکومت نے تیرہ لاکھ کی رقم منظور کی ہے۔

ان سرکاری کانفرنسوں اور کمیشنوں میں پوری تیاری اور مختلف قسم کے اعداد و شمار کے ساتھ عاصم بہاری نے شرکت کی اور پارچہ بافوں کی اصلی صورتحال کے پیش نظر حکومت وقت کو عملی اقدامات کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر حکومت الیکشنی محاذ و معاملات سے آگے بنیادی کام کے لئے کبھی تیار نہ ہوئی حد تو یہ ہے کہ اپنی تحقیقات اور سروے وغیرہ کے نتائج اور کمیشنوں کی سفارشات پر بھی ایمانداری سے کبھی عمل نہ کیا جاسکا۔

دھنباد میں مفصل کام:۔ اب تک عاصم بہاری نے جنوبی بہار میں ہزاری

ل بحوالہ 21 مئی 1935ء

باغ، رانچی، چائباسہ اور جمشید پور میں تحریک کی داغ بیل ڈالی تھی مگر اس علاقہ کا بیشتر علاقہ ہنوز تقریباً غیر متعلق تھا۔ اجلاس گیا کے بعد ابوالعلی محمد احمد رضا انصاری ایک ایسے پر جوش اور عالم کارکن تحریک کو ملے جنہوں نے پہلی بار ۳۵ء میں دھنباد اور اس کے آس پاس انتہائی تنگ ودو سے مختلف شہروں، دیہاتوں اور کولیری میں تحریک کی شاخ قائم کردی موصوف نے اپنے ایک مفصل خط (مورخہ ۲۵؍ مئی ۳۵ء) میں اس سلسلے کی بہت سی تفصیلات پیش کی ہیں۔ ۱۶۔ مئی کو وہ کتر اس گڈھ گئے اور ۱۷؍ مئی کو ایک پر جوش طالب علم محمد یوسف کو گریڈیہ رکنیت سازی اور تنظیم کے لئے روانہ کیا۔ ۲۰؍ مئی کو بذریعہ ریل وہ حافظ محمد عنایت حسین کے یہاں پہنچے وہاں سے پیدل مدھوبن ہوتے ہوئے جھریا آئے۔ ان معاملات پر برادران قوم کو متحرک کرتے ہوئے بذریعہ موٹر دوپہر دھنباد واپس آئے ۲۱؍ مئی کو دھنباد سے پیدل اپنا کولوری اور وہاں سے جھریا مولوی الٰہی بخش کو ہمراہ لیکر براڑی بدیسی میاں کے یہاں پہنچے شب کو یہیں قیام کیا۔ لوگوں نے پنچایت کر کے رکنیت سازی کا یقین دلایا۔

۲۴؍ مئی کو بعض کولوریوں کے سربرآوردہ لوگوں کو دھنباد میں خطاب کیا اور انہیں منظم زندگی بسر کرنے پر آمادہ کیا۔ اور باہمی اختلافات کو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں طے کرنے پر راضی کیا۔

موصوف نے اپنے تفصیلی دوروں کا خلاصہ آخر میں اس طرح پیش کیا ہے۔

"خداوند کریم اگر میری کوششوں کو قبول کرے اور پھر برادری متحد ہو جائے تو انشاء اللہ اس علاقے میں کافی آبادی ہے اور کام کے لئے اچھا میدان ہے۔

صوبہ بہار مومن کانفرنس کے لئے اگر یہاں اجازت دیدی جائے تو میرے خیال میں اس سے بہتر دوسری جگہ نہ تو اجتماع کے اعتبار سے ہوگی اور نہ ہی اس سے قوم کو زیادہ فائدہ ہوگا۔ جھریا کول فیلڈ اگر ایک طرف کلٹی، براکر، نعمت پور، سک

توڑ یہ کمار ڈوبی، آسن سول وغیرہ میں ہم ہی ہم ہیں۔ تو دوسری
طرف ہرمو، گریڈیہہ وغیرہ میں سوائے ایک دو باقی کل مومن
آباد ہیں۔ تیسری طرف کوہندپور کے تمام علاقہ میں سوفصدی
جاہل مومن آباد ہیں۔ ہزاریباغ، برہی، کوموں میں ہم بکثرت
آباد علاوہ ازیں جھریا کول فیلڈ میں ہم ۹۵ فیصدی سے بھی زائد
آباد ہیں۔ اخراجات کا انتظام بھی ہو سکے گا اگر اراکین مناسب
تصور فرمائیں تو آپ کے کہنے پر یہاں سے دعوت دی جائے۔
اور کام کے لئے لوگوں کو تیار کرنے کی کوشش کی جائے۔
بنگال اور بہار کی اجتماعی کانفرنس بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟............"

اس زمانے میں تحریکی جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ بعض علاقوں میں پنچائت کے ذریعہ کسی شخص پر جرمانہ عائد کیا جاتا تو جرمانے[1] کی رقم دفتر آل انڈیا مومن کانفرنس کو روانہ کر دی جاتی۔

مومن اسکاؤٹ دیکھی تالاب، گیا:۔ مومن اسکاؤٹ کور کلب محلہ دیکھی تالاب گیا کے جانباز رضا کاروں نے اجلاس گیا میں جس جانفشانی سے کام کیا اس کا اعتراف ہر شخص کو تھا۔ رسالہ مساوات نے اس کے کیپٹن بشارت کریم محمد کفیل کے ساتھ تمام ارکان کی گروپ تصویر بھی اپنے سالنامے میں شائع کی تھی۔ اس موقع پر یہ اسکاؤٹ کور خرچ میں زیربار بھی ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود اس کے ماہانہ اجتماعات اور ارکان کی تعداد میں اضافہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس اسکاؤٹ کلب نے یکم جون ۳۵ء کو اپنا آٹھواں سالانہ جلسہ پورے تزک و احتشام کے ساتھ کیا۔ عاصم بہاری اور حاجی عبد الرحمٰن ایف اے نے اپنی پرجوش اور مدلل تقریروں سے نوجوان رضا کاروں کی ہمت افزائی کی۔ اتفاق رائے سے چند اہم تجویزیں بھی منظور کی گئیں۔ مثلاً ہر روز بعد نماز فجر پریڈ اور شام کے وقت لکڑی پٹا بانا وغیرہ کی مشق، ایک دار المطالعہ کا قیام، ہر ماہ ایک ایک محلہ میں گشت کر کے ان محلوں میں مومن اسکاؤٹ کلب کے قیام

---

[1] بالا پوکھر، دیوان بگہ (گیا) کے ایک شخص سے وصول شدہ جرمانے کی رقم مبلغ تیس روپے تصدق حسین نے دفتر جمعیۃ گیا کو ارسال کر دی بحوالہ مکتوب تصدق حسین

کی کوشش اور آل انڈیا مومن کانفرنس سے ان کا الحاق وغیرہ۔

بارہ گانواں کا جلسہ:۔ اجلاس گیا کے بعد یوپی اور دوسرے صوبوں میں اس طرح مسلسل جلسے ہوتے رہے کہ اواخر اپریل میں بارہ گانواں کا منعقد ہونے والا جلسہ ۷؍ جون کو منعقد ہوا۔ اس سے پہلے ۱۸؍ مارچ کو چکدیں میں اس علاقے کا ایک کامیاب جلسہ ہو چکا تھا۔

یہ دوسرا جلسہ بارہ گانواں کے وسطی گاؤں موضع رمضان پور میں زیر صدارت پروفیسر ابو سعید ایم، اے، بی ایل منعقد ہوا۔ پروگرام کے مطابق جنرل سکریٹری لطیف الرحمٰن اور مولوی محمد اسحاق کو بھی شریک جلسہ ہونا تھا۔ مگر عاصم بہاری کے علاوہ مرکزی دفتر سے کسی اور ذمہ دار کو موقع نہ مل سکا۔ تو جوانوں نے سخت ترین گرمی اور لو کے باوجود جلسہ گاہ کو نہایت شاندار طریقے سے سجایا۔ تقریباً تمام گاؤں سے بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ حسن اتفاق سے ایڈیٹر عصر جدید ڈاکٹر عبدالوحید اسیر بھی شریک جلسہ تھے انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ اس تحریک سے مسلمانوں میں گروہ بندی پیدا ہوگی اس لئے موصوف نے دوران تقریر اپنے خیالات کا کھل کے اظہار کیا۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد عاصم بہاری نے اس شعر سے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔

گو میں قطرہ ہوں لئے بیٹھا ہوں دریا دل میں
کس کی تقصیر ہوں سمجھے کوئی دانا دل میں

موصوف نے اپنی تقریر میں ڈاکٹر صاحب اور اس طرح کے دوسرے حضرات کے شکوک کا ازالہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ تحریک مومن کانفرنس تفریق کی بجائے مسلمانوں میں اتحاد کا باعث ہے اور پسماندہ مسلمانوں کے ایمان اور حوصلوں میں تقویت کا سبب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح مسلمانوں کا ہر گروہ اپنے اپنے محدود دائرے ہی میں فی الحال منظم اور بیدار ہوتا کہ آگے چل کر یہی کوشش پوری مسلم ملت کی زبردست اجتماعیت کی بنیاد بن سکے۔

موصوف نے اپنے نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ عقلمند اور امراء ہی کی بات اور تحریک صحیح اور ملک وملت کے لئے مفید ہو۔ کبھی کبھی غربا اور پسماندہ اقوام وقبائل نے دنیا میں ایسی ایسی تحریکیں بھی چلائی ہیں کہ ان کے احسانات کے بوجھ سے انسانی دنیا

قیامت تک سر نہیں اٹھا سکتی۔

ایک پیر صاحب کا لطیفہ:۔ اس خیال کی تائید میں انہوں نے ایک پیر صاحب کا لطیفہ سنایا کہ ان کی چارپائی کی چول جب ڈھیلی ہوگئی تو بڑھئی سے پوری عربی قرأت میں فرمایا کہ پٹیوں کا زاویہ قائمہ درست کر کے کام کرنا، بڑھئی بیچارہ کچھ سمجھ بھی نہیں پایا تھا کہ پیر صاحب وظیفہ کے لئے حجرے شریف میں چلے گئے۔ اب بڑھئی چارپائی کے پاس بیٹھا عجب کشش وپنج میں مبتلا تھا کہ آخر کیا کرے۔ اتفاقاً دیہات کا ایک غریب مرید گوشہ میں بیٹھا ہوا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا ارے دیکھتے کیا ہو؟ اس کی چول ٹھیک کر کے اُدوائن کس دو۔ بس کام ختم اور اس شعر پہ اپنی تقریر گیارہ بجے شب میں ختم کی۔

خاک ہوں پر طوطیا ہوں چشم مہر وماہ کا
آنکھ والا رتبہ سمجھے مجھ غبار راہ کا

وفد آل انڈیا مومن کانفرنس کی آمد بہار شریف:۔ چونکہ اس پوری تحریک کا آغاز کار اور اس کی بنیادی اینٹیں عاصم بہاری نے بہار شریف سے فراہم کی تھیں نیز اس خطے کو ان کے مادر وطن ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ اس لئے ملک گیر دوروں کے باوجود بہار شریف میں تحریک وتنظیم کے مسائل سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ جب بھی موقع ملا اس پورے علاقے کو جگانے، ابھارنے اور باشعور بنانے کی بھرپور کشش کی۔ اس کوشش کے باوجود حیرت ہوتی ہے کہ پورے ملک کے باشعور مومن تو ان کی آواز پر جاگ اٹھے اور مستقبل میں کسی نہ کسی قدر اپنی بیداری کا کوئی نہ کوئی نقش بھی چھوڑا مگر بہار شریف کی انصاری برادری کے لیل ونہار میں زیادہ فرق نہ آیا۔ چنانچہ آج تک یہ علاقہ تعلیم، تنظیم، سیاست ومعیشت ہر اعتبار سے پسماندہ اور دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں کافی پچھڑا ہوا ہے۔ اپنی جائے پیدائش کی اس تشویشناک صورتحال پر عاصم بہاری کو زندگی بھر افسوس رہا اور برابر اس کے لئے فکرمند رہے۔

اجلاس گیا کی شاندار کامیابی سے انہیں یک گونہ اطمینان تھا کہ قدرے بے حسی وبے عملی کے باوجود سرزمین بہار نے اس تحریک کو پھر ایک نیا موڑ دیا۔ چنانچہ اس اجلاس کے بعد

خاص بہار شریف کی باسی کڑھی میں دوبارہ ایک عارضی ابال پیدا ہوا جمعیۃ المومنین بہار شریف تو معطل ہی رہی۔ البتہ انصاریان بہار شریف کو اس خبر سے بے حد تکلیف پہنچی کہ ذمہ داران جمعیۃ شاخ بہار شریف نے مئی میں وفد آل انڈیا مومن کانفرنس کی آمد کی اطلاع پر انتہائی سرد مہری سے کام لیا اور وفد کو جواب تک دینا ضروری خیال نہ کیا۔ اس پر ذمہ داران نظامیہ دارالمطالعہ محلّہ عماد پور کو سب سے زیادہ قلق ہوا۔ انہوں نے فوراً ہی شرمساری کا ایک مشترکہ خط لکھا اور درخواست کی کہ ۱۴؍جون ۳۵ء کو حسب پروگرام وفد بہار شریف ضرور آئے

"ہم لوگ[1] ہر ممکن خدمت کے لئے ہر وقت موجود ہیں"

ذمہ داران جمعیۃ بہار شریف کے اس طرزِ عمل سے زندہ دلان انجمن ملیہ محلّہ سوہ ڈیہہ کو بھی بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ انجمن کے سکریٹری مولانا ظہیر احسن نے اپنے مکتوب[1] میں ان کی مذمت کرتے ہوئے ان کی اس حرکت کو "قومی جرم اور اخلاقی معصیت" سے تعبیر کیا اور "نہایت شرمندگی اور معافی خواہی کے ساتھ بصد عجز گذارش" کی کہ "آپ حضرات ضرور بالضرور تشریف لائیں۔ انجمن ملیہ اپنے مفوضہ امور کے لئے ہر طرح مستعد ہے"

ان اداروں کے علاوہ جمعیۃ الشبان وارکان عماد العلوم[2] اور جمعیۃ بیڑی سازان بہار شریف کی طرف سے بھی معذرت نامے پہنچے۔ غرض یہ کہ اس سرد مہری کے ردِ عمل نے بالخصوص نوجوانوں کو بے حد سرگرم عمل کردیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد اور سیکڑوں اسکاؤٹ والنٹیرز ۶ بجے صبح ہی سے بہار شریف ڈاک بنگلہ پر اپنے معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے امڈ پڑے اور ایک شاندار جلوس کی شکل میں وفد کو لیکر عماد پور جلسہ گاہ میں پہنچے۔ جہاں مسلمانوں کے علاوہ سیکڑوں ہندو بھائی بھی موجود تھے۔ جلسہ بعد نماز عشاء شروع ہوا۔

عاصم بہاری نے مولوی لطیف الرحمٰن صاحب کے لئے تحریک صدارت کی، مولوی ظہیر الدین سکریٹری دارالمطالعہ اور دیگر انجمنوں کے سکریٹری صاحبان وفد کی خدمت میں سپاس نامے پیش کئے۔ مولانا عبدالمتین[3] نے ایک ولولہ خیز نظم بڑے موثر انداز میں پیش کی۔ تمہیدی کار

---

[1] بنام جنرل سکریٹری لطیف الرحمٰن۔ مورخہ ۹؍جون ۱۹۳۵ء

[2] قائم شدہ یکم محرم ۱۳۵۴ھ م ۵؍اپریل ۱۹۳۵ء محلّہ عماد پور، بہار شریف

[3] ساکن محلّہ بسار بگہ، استاد مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

روائیوں کے بعد عاصم بہاری نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:

"ان کی (انصاریان بہار شریف کی) تعلیمی، معاشرتی خوبیوں، والنٹیر کور کے باضابطہ قیام، اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی ممبر سازی کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی اور کہا کہ یہی دراصل آج کے جلسہ کی غرض تھی اور جس کے لئے وفد آیا ہوا تھا"۔[1]

موصوف کے بعد مولوی محمد اسحاق وکیل اور صدر جلسہ مولوی لطیف الرحمٰن نگمتیہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد کئی اہم محلوں میں وفد کو خوش آمدید کہا گیا اور نہایت کامیاب جلسے ہوئے"

انجمن ملیہ محلّہ سوہ ڈیہہ میں وفد کا استقبال:۔ ۱۵ر جون ۱۹۳۵ء

کو زندہ دلان انجمن ملیہ اور ذمہ داران مدرسہ منیر الاسلام محلّہ سوہ ڈیہہ نے وفد کا مدرسہ میں شاندار استقبال کیا۔ مدرسہ کا میدان انصاریان بہار شریف سے بھرا تھا۔

ولولہ خیز نعروں اور خوش آمدید کے تمہیدی کلمات[2] کے بعد مولانا ظہیر احسن سکریٹری انجمن ملیہ نے ایک مبسوط سپاسنامہ میں جون کی قیامت خیز گرمی کے باوجود ارکان وفد کی محنت شاق پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور اجلاس گیا کی خوشگوار یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس تاریخی کارنامے پر بالخصوص عاصم بہاری کی خدمت میں جو خراج عقیدت پیش کیا۔ آج بھی اس کی صداقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

روح قوم و قائد اعظم مولوی علی حسین صاحب عاصمؔ کی
بے نظیر ہستی محتاج تعارف نہیں درحقیقت آپ کی مبارک ہستی
اپنی خصوصیات میں اپنی نظر آپ ہے۔ اولوالعزمی، بلند حوصلگی،
صبر و تحمل، فصیح بیانی، بے لوث جوش عمل آپ کی وہ نمایاں

---

[1] روزنامچہ عاصم بہاری مورخہ ۱۴ر جون ۳۵ء

[2] اس موقع پر تلاوت کلام پاک حافظ محی الدین نے کی اور قومی نظمیں محمد مناظر عالم اور مولانا محمد بشیر حسن نے پیش کیں۔ صدارت کی تحریک مولانا ظہیر احسن نے کی جس کی تائید حافظ محمد مبین الدین نے کی۔

خصوصیات ہیں جو دنیا کی نظروں میں جاذب نظر بن گئی ہیں۔
بلاتصنع کہتا ہوں کہ آج مومن برادری میں جوحس و حرکت اور تخیل کی جولانی اپنے عروج پر ہے۔یہ سب آپ ہی کی مبارک ذات کی رہین منت ہے۔آپ کا اخلاص عمل،آپ کا آہنی عزم لائق تقلید ہے۔آپ ترقی قوم کے شیدائی ہیں۔ اور ترقی قوم ہی آپ کا مقصد زندگی ہے۔دنیا کے وہ اہم مصائب و آلام جس نے بڑے بڑے شیر زکو اپنے زیرنگیں کرلیا ہے۔اس حیرت انگیز انسان کے جبین پر بل بھی نہ لا سکے۔ پچھلے سال منہ سے خون آیا۔بلاشبہ یہ نہایت تشویشناک چیز تھی لیکن خدمت قوم کے مقابلہ میں آپ نے اسے کچھ بھی اہمیت نہ دی اور بدستور سابق اپنے کاموں میں منہمک رہے۔بھائی کا انتقال ہوا۔گھر میں شادیاں ہوئیں،خانگی ضروریات نے مجبور کیا۔لیکن آپ نے ساری چیزوں کو نظر انداز فرمایا۔اس اخلاص عمل کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں صدیوں کی ایسی مردہ قوم میں روح پھونک دی جس کے اعضا شل اور دماغ مفلوج ہو چکے تھے۔

انجا دجبہ کا متعصب مورخ بھی اگر قوم مومن کی تاریخ مرتب کرے گا تو ناممکن ہے کہ لفظ ”عاصم“ کو تحریر کئے بغیر اس کی تاریخ مکمل ہو جائے۔پس ہم ایسے مخلص رہنما کی اس مبارک کامیابی پر ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ ان کا مبارک سایہ ہمیشہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رہے۔آمین“

اس کے بعد دیگر ارکان وفد کا شکریہ ادا کرنے کے بعد مدرسہ منیر الاسلام کی تاریخ تاسیس[1]

---

[1] ۱۳۴۲ھ م ۱۹۲۰ء

نیز انجمن ملیہ[1] کے قیام اور اس کے مقاصد و کارناموں[2] کو مختصر پیش کرتے ہوئے آخر میں قبرستان کے مقدموں کے دوسرے دور[3] کی الجھنوں کو بیان کر کے اپنی گذارش ختم کی۔

اس وفد کی آمد اور اس کے شاندار خیر مقدم نے آخر کار جمعیۃ المومنین بہار شریف کے جمود کو توڑا اور ۱۹؍جون ۳۵ء کو بعد نماز مغرب مدرسہ قومیہ محلہ شیخانہ میں اس کی نئی مجلس عاملہ انتخاب عمل میں آیا۔"

کوآپریٹیو سوسائٹی کی اسکیم:۔ ادھر صنعت پارچہ بافی کے تحفظ و ترقی کے محاذ پر عاصم بہاری کے ایک معتقد محمد اسماعیل نے وزیر تعلیم مسٹر عبدالعزیز سے ایک کوآپریٹیو سوسائٹی کی اسکیم پر مفصل گفتگو کی تو وزیر موصوف نے اس کو از حد پسند کر کے حکومت بہار کی طرف سے ہر ممکن تعاون دلانے کا یقین دلایا اور اپنی طرف سے اس کے آرگنائزر کو پچاس روپے ماہوار سفر خرچ میں تعاون کی پیشکش بھی کی۔ مگر شرط یہ رکھی کہ اس کام میں عاصم بہاری کی سرپرستی ضروری ہے۔ یہ ساری گفتگو مولانا شفیع داؤدی کی موجودگی میں ہوئی۔ مولانا موصوف نے بھی اس اسکیم کی حوصلہ افزائی کی اور اخبار اتحاد کے ذریعہ اس کے پروپگنڈے اور اشتہار کا ذمہ خود لیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں بہار شریف اور مکتبہ ہاؤس گیا عاصم بہاری کو مختلف حضرات نے مسلسل خطوط لکھے مگر موصوف ان دنوں مظفر پور دربھنگہ، موتیہاری اور شمالی بہار کے دیگر اضلاع کے دورے پر تھے اس لئے اس اسکیم پر بروقت کارروائی تو نہ ہو سکی

---

1. ۱۵؍ذی الحجہ (۱۳۴۴ھ ۲۷؍جون ۱۹۲۶ء) سنگ بنیاد و بدست مولانا عبد الغفور سوہیؒ۔
2. ۱۳۴۷ھ (۱۹۲۸ء) میں سوہ سرائے کی ایک تقریب کے موقع پر جماعتی ہنگامے کو فرو کیا۔ بعض قبیح رسموں کا انسداد۔ مدرسہ شبینہ۔ مرکز تعلیم بالغان، عرس مخدوم بہاریؒ وغیرہ کے موقع پر ہر سال ۳۶ رضا کاروں کے دستہ سے جمعیۃ اسلامیہ اور عوام الناس کی خدمت وغیرہ۔
3. محلہ سوہ ڈیہہ قبرستان کی ایک بڑی اراضی کو سید محمد سراج الدین سید محمد سعید، سید محمد انیس وغیرہ نے ذاتی جائیداد بنا کر استعمال اور فروخت کرنا شروع کر دیا تھا جس پر محلہ کی انصاری آبادی نے اعتراض کیا تو ان زمینداروں نے بالخصوص عبدالرحمٰن محمد اکبر اور ڈومن سردار وغیرہ کو مدعا علیہ بنا کر مقدمہ دائر کر دیا اور کوشش یہ کی کہ اس طرح پورے محلہ کو سزا دی جائے۔ بد سہا مدس کی پریشانی اور خرچ کثیر کے بعد ہائی کورٹ سے دونوں مقدمات مظلوم انصاریوں نے بالآخر جیت لئے۔

البتہ بعد میں قدرے بڑے پیمانے پر ایک اور اسکیم روبہ عمل آئی۔

جولاہا کی حقیقت:۔ ادھر جنوبی بہار میں تحریک نے زور پکڑا تو بعض روٴسا اور عرفی شرفاء نے بالخصوص ہزاری باغ کے علاقہ میں مخالفت اور لعنت ملامت شروع کی جس سے متاثر ہو کر وہاں کے سرگرم کارکن منشی تاج الدین[1] نے اردو اور ہندی میں ایک پمفلٹ ''جولاہے کی حقیقت'' کے عنوان سے شائع کرایا[2] اور یہ ثابت کیا کہ یہ لفظ ''جوئے اللہ'' (یعنی خدا کا ڈھونڈنے والا) سے ماخوذ ہے جو لسانی تغیر اور نسلی تعصب کی وجہ سے ''جوالہ، جلہ، جولاہا'' وغیرہ جیسے الفاظ میں تبدیل ہوگیا۔ جابجا اس برادری کی ذہانت خدا رسی اور ایمانداری کا تذکرہ کرتے ہوئے موزوں اشعار کے حوالے سے اس پمفلٹ کو خاصا دلچسپ بنادیا ہے۔ آخر میں یہ شعر تحریر ہے۔

اپنے احسان کے بدلے میں جفا ہوتی ہے
سچ ہے نا اہلوں میں کم بوئے وفا ہوتی ہے

نوادہ میں تنظیم:۔ نوادہ اور اس کے نواح میں عاصم بہاری کی محنت شاقہ کے نقوش نہایت گہرے تھے اس لئے اجلاس پنجم (گیا) کے بعد ادھر کے مختلف مواضعات میں جمعیۃ کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ ۲؍جولائی ۳۵ء کو مولوی غلام جیلانی کی صدارت میں نوادہ سب ڈویژن کا ایک اہم جلسہ ایک بجے دن میں منعقد ہوا جس میں عہدیداران[3]

---

۱ جوائنٹ سکریٹری جمعیۃ المومنین ضلع ہزاریباغ

۲ مطبوعہ جون ۱۹۳۵ء

۳ صدر:۔ مولوی غلام حمید
نائب صدر:۔ مختلف علاقوں کے ممتاز اصحاب
سکریٹری:۔ حافظ عبدالرزاق
جوائنٹ سکریٹری:۔ مولوی حکیم ابوسلمان محمد شفیع
اسسٹنٹ سکریٹری:۔ حافظ عبداللہ و مولوی برکت اللہ

خازن:۔ شیخ عبدالعزیز اور دوالعیر کور کے کپتان[1] کے علاوہ مجلس عاملہ[2] کے دیگر ارکان کا انتخاب عمل میں آیا اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی رکنیت سازی کی مہم تیز تر کردی گئی۔

میونسپلٹی الیکشن کی سرگرمیاں:۔ اواخر ۳۵ء میں یوپی کے مختلف مقامات پر الیکشن کی خاصی گرماگرمی تھی۔ اور تحریک نے اب تک براہ راست کسی الیکشن میں تو حصہ نہیں لیا تھا مگر اس کے افراد انفرادی طور پر جابجا خاصے سرگرم تھے۔ دہلی سے عبدالسلام اور محمد شفیع امیدوار تھے۔ جنہیں مولانا بخش ٹھیکدار کی ہمدردیاں حاصل تھیں۔ اسی طرح الہ آباد میونسپلٹی کے لئے تین انصاری امیدوار اور کانپور سے دو امیدوار ٹانڈہ سے ابوالحسن انصاری کھڑے کئے گئے۔ ایک بڑی اکثریت سے کامیاب ہوئے اور دوسرے پیسے کی کمی اور دھاندلی کی بناء پر ہار گئے مراد آباد میں صادق حسین اور عبدالرزاق ہار گئے۔

کانپور سے عبدالرزاق کامیاب ہوئے اور حکیم کمال الدین ناکام۔ ڈسٹرکٹ بورڈ (کانپور) میں محمد بخش کامیاب اور قدرت دین ناکام رہے۔ ان ہنگاموں کے پیش نظر جنرل سکریٹری اور عاصم بہاری کا خیال یہ تھا کہ مجلس عاملہ کی نشست جنوری یا فروری ۳۶ء میں طلب کی جائے۔

مگر الیکشنی سیاست کے آغاز سے آل انڈیا مومن کانفرنس جابجا انتشار اور کشمکش کا شکار رہی۔ اس وجہ سے عاصم بہاری نے ہمیشہ اہل تر امیدواروں کی انفرادی طور پر کھلے اور چھپے مدد تو ضرور کی مگر تحریک کو براہ راست سیاست میں گھسیٹنے کے برابر مخالف رہے۔ موصوف کی یہ رائے عملی تجربات پر مبنی تھی۔ چنانچہ اس کے آثار مختلف شہروں میں ظاہر ہونے لگے۔

سلیم الدین احمد انصاری سکریٹری صوبائی جمعیۃ الانصار یوپی میرٹھ نے اپنے ایک مکتوب[3] بنام شیخ مولا بخش میں بڑی دردمندی کے ساتھ یوپی کی الیکشنی سیاست پر تشویش کا اظہار کیا۔

۱۔ کپتان۔ مولوی نور محمد

۲۔ ممبران مجلس انتظامیہ مولوی نور محمد۔ عبدالغنی سردار، شیخ سخاوت حسین، شیخ عبدالرضی، شیخ یار علی سردار، شیخ عید و سوداگر پارچہ، شیخ مجیب الرحمن اور مولوی خدا بخش۔

۳۔ مورخہ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۳۵ء

"صوبہ یوپی کانفرنس عرصہ سے نہیں ہو سکی جس کی وجہ خدا واسطے کی دشمنی اور یار لوگوں کی پارٹی میٹنگ ہے اگر یہی حالت رہی تو صوبہ یوپی کی کانفرنس تو در کنار خدانخواستہ اندیشہ ہے کہ کہیں صوبہ یوپی کی جمعیۃ کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے اور جو کچھ آپ جیسے مخلص حضرات کی وجہ سے صوبہ میں بیداری پیدا ہو چکی ہے وہ سب معدوم ہو جائے.........."

یعنی بعض صوبوں میں قوم عاصم بہاری کے تاریخ ساز کارناموں پر انہیں خراج تحسین پیش کر رہی تھی تو بعض صوبوں میں ان کے کئے کرائے پانی پھر جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس ماحول میں موصوف نے گھر در سے بے نیاز حالات کو متوازن رکھنے کے لئے بڑی بے قراری سے مختلف علاقوں کا دورہ شروع کردیا۔

ہارون عاصم کا خط:۔ اس حال میں عاصم بہاری کو اپنے بڑے صاحبزادے ہارون عاصم کا ایک انتہائی ناگوار خط[1] ملتا ہے۔

"آپ کہہ کر گئے تھے کہ چار روز کے اندر روپیہ بھیج دیں گے مگر آج تین ہفتہ آپ کے گئے ہو گیا اور آج تک نہ تو آپ نے خرچ ہی بھیجا اور نہ کوئی خط۔ ہم لوگ بہت پریشان ہو رہے ہیں۔ بارکہ کی طبیعت بہت علیل ہو رہی ہے۔ اس کو دانت آرہا ہے۔ جس سورت (صورت) سے ہو دو مہینہ کا خرچ آپ کو بھیجنا ہوگا۔ اب ایک دن بھی کوئی سورت گذر کی نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ کہیے تو کسی کے (کے) گھر ڈاکا (ڈاکہ) دیا جائے۔"

چار آنہ روز بارکہ کی دوا اور دودھ میں خرچ ہوتا ہے۔ ہمدونو (ہم دونوں) بھائی کہ

---

[1] مورخہ ۱۸؍دسمبر ۱۹۳۵ء

پڑھنے کے لئے کتاب بھی نہیں ہے...........''

مولا بخش کی نصیحت:۔ اس خط نے عاصم بہاری جیسے غم کے مارے کی روح کو جو زخم پہنچایا ہوگا اس کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ ان حالات سے گھبرا کر اپنے غمگسار مولا بخش کو اپنا حال زار بیان کرتے ہیں تو مولا بخش جیسا خادم قوم بھی بلبلا اٹھتا ہے۔ اور جھلاہٹ میں پوری دلسوزی سے عاصم بہاری کو جواب دیتا ہے کہ:

''آپ کی پریشانیوں کو پڑھ کر بہت افسوس ہوا میں نے آپ کو بارہا مشورہ دیا ہے کہ ایک کنارے بیٹھ کر اپنی بیڑی بناؤ جس وقت قوم کو ضرورت ہوگی آپ کو آمد ورفت کا خرچہ دیکر بلوالیا کرے گی چونکہ نام تو یہ ہے کہ آپ کو پچاس روپے آل انڈیا سے ملتے ہیں مگر لینے دینے کو کچھ نہیں اس لئے آپ کے دوستوں کو آپ کی طرف سے لاپرواہی ہو گئی ہے اور بچے آپ کا نام لیکر مرثیہ پڑھتے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ پہلے آپ کے ذمے فرض اہل دعیال کا ہے۔ دوسرا فرض قوم کی خدمت کا ہے۔ جب آپ پہلے فرض کو ادا نہیں کرتے اور دوسرے کی طرف توجہ کرتے ہیں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ آپ پہلے فرض کو بھی ادا کریں اور قوم کی خدمت بھی کریں کیونکہ اتنی بڑی قوم میں آپ کو بیس آدمی ایسے نہیں مل سکتے جو آپ کو پچاس، پچاس روپے سے ہزار ایک روپے کا اخبار جاری کرادیں۔ یہ کام بڑے بڑے ناٹل والے لوگوں سے ہوسکتا ہے...........''[1]

امانت فضل بہار:۔ ان روح فرسا حالات میں بھی جوش کی اس خالص ''مجازی'' ہی نہیں بلکہ بوالہوسانہ نظم کو عشق حقیقی کا رنگ دیکر اگر گنگنانے کی صلاحیت کسی شخص میں ہوسکتی تھی تو وہ شخص عاصم بہاری کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا تھا۔

خزاں کے جور سے ہر چند خوار ہیں ہم لوگ

---

[1] مورخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۵ء

مگر امانت فصل بہار ہیں ہم لوگ

ہر ایک سانس ہے کہ صد ہزار حشر بدوش
مگر پیام ثبات قرار ہیں ہم لوگ

فشردۂ غم ہستی سے کھینچتے ہیں شراب
بساط عیش پہ وہ بادہ خوار ہیں ہم لوگ

حیات و موت کی پست و بلند راہوں میں
خرام ابر سر کوہسار ہیں ہم لوگ

قفس میں سنتے ہیں آہٹ کسی کے قدموں کی
نہ پوچھ کیوں ہمہ تن انتظار ہیں ہم لوگ

وہ چیز دوست جسے اختیار کہتے ہیں
اس اختیار سے بے اختیار ہیں ہم لوگ

بجھے پڑے ہیں زمانے کی بات سے ہر چند
مگر پیمبر برق و شرار ہیں ہم لوگ

بس اس خطا پہ کہ ہیں محرم رموز حیات
شکار کشمکش روزگار ہیں ہم لوگ

بہاروپورس کوآپریٹیو ایسوسی ایشن لمیٹڈ:۔ مومنوں کی صنعتی ترقی کے لئے عاصم بہاری نے وقتاً فوقتاً کئی اسکیموں کو بروئے کار لانے کی کوشش کی کیونکہ ان کے خیال میں۔

''حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جب تک مالی حالت
درست نہ ہوگی کوئی قوم اپنی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو سکتی'' [۱]

صنعت پارچہ بافی کے زوال کے اسباب وعلل کو موصوف بچشم خود دیکھ چکے تھے۔ انگریزوں کی ظالمانہ حکمت عملی کے علاوہ مشینوں کی ترقی ہندوستانیوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی نفاست پسندی بیوپاریوں کی لوٹ کھسوٹ، کاریگروں کی جہالت اور کاروبار کے عصری تقاضوں سے بے خبری اجتماعی آڑھت اور منڈیوں کے فقدان ، سوت کی رنگائی کپڑے کی پالش (کلنڈرنگ) اور نئے نئے ڈیزائن کی ترتیب وتشہیر میں افسوسناک کمی وغیرہ نے پورے ملک کی طرح صوبہ بہار کے تقریباً پونے دولاکھ کرگھوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

''میرا دل ان حالات کو دیکھ دیکھ کر خون ہو رہا تھا مگر تحریک جمعیۃ
المومنین کی ترقی وآل انڈیا مومن کانفرنس کے روز افزوں مشاغل کی بناء
پر مجبوری ہو رہی تھی کہ دو دو کام بیک وقت کیسے ہاتھ میں لیا جاسکے گا'' [۲]

موصوف کے نقطۂ نظر سے مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر:

''ضرورت اس بات کی تھی کہ آل انڈیا مومن کانفرنس اور تمام
کاموں کو چھوڑ کر صرف ان ہی بدقسمتوں کی مالی حالات درست کرنے
کا انتظام کرے'' [۳]

مگر ناگزیر اسباب کی بناء پر ان کی یہ خواہش کما حقہٗ کبھی پوری نہ ہوسکی۔ البتہ جیسے ہی انہیں ایک جدید سائنٹفک ٹکنیکل امور سے واقف کار آدمی [۴] (جس نے امریکہ کی ایک مشہور یونیورسٹی سے اس صنعت کی ٹریننگ حاصل کی تھی اور جس نے انگلینڈ، فرانس اور جرمن وغیرہ

---

[۱] گشتی مطبوعہ مراسلہ برائے ''مجوزہ پراسیکٹس بہار ویورس کوآپریٹو ایسوسی ایشن لمیٹڈ (انجمن امداد باہمی پارچہ بافی صوبہ بہار) ضمیمہ

[۲] ایضاً ص:۲ [۳] ایضاً ص:۲

[۴] مسٹر سید محمد اسماعیل، بی ایس آئی انڈسٹریل انجینئرنگ ڈائرکٹر سائنٹفک ایڈورٹائزنگ و میجنگ انڈسٹریز لمیٹڈ، پٹنہ

میں رہ کر اس سلسلے کے بین الاقوامی تجارت واقتصادیات کے تجربے حاصل کئے تھے۔)
مومن پارچہ بافوں کی عام فلاح وبہبود کے لئے ایک کوآپریٹیو ایسوسی ایشن لمیٹڈ کمپنی کی مفصل اسکیم بروئے عمل لانے کی کوشش شروع کردی۔عاصم بہاری نے یہ مراسلہ مولوی سید محمد حفیظ ایڈوکیٹ ،ایم ایل سی بانگی پور پٹنہ کی کوٹھی سے جاری کیا۔اسکیم یہ تھی کہ پانچ لاکھ کے سرمایہ سے اس لمیٹڈ کمپنی کو شروع کیا جائے۔جس کے ارکان وڈائرکٹرز پارچہ بافوں میں سے ہوں۔اس رجسٹرڈ کمپنی کے ایک حصہ کی قیمت صرف دس روپے رکھی گئی۔ارکان بورڈ آف ڈائرکٹرز کے لئے کم ازکم دس حصوں کی خریداری لازمی قرار دی گئی۔اور طے کیا گیا کہ اس کمپنی کا خزانچی گورنمنٹ بینک یعنی امپیریل بینک آف انڈیا ہوگا۔

کام کی نگرانی مینجنگ ایجنٹس کے ذمہ رکھی گئی۔موصوف کے بعض ہم وطنوں نے دس حصص خرید کر ہمت افزائی کی تو اس کمپنی کا پراسپکٹس اس طرح شائع کروایا۔

”مجوزہ پراسپکٹس

بہار ویورس کوآپریٹیو ایسوسی ایشن لمیٹڈ

(انجمن امداد باہمی پارچہ بافان صوبہ بہار)

سرمایہ کمپنی ....مبلغ پانچ لاکھ روپئے جس میں ایک لاکھ کا حصہ پرفرنس حصہ کہا جائے گا اور جس کا منافع مبلغ چھ روپیہ سیکڑہ سالانہ مقرر ہوگا، بقیہ چار لاکھ روپیہ کا حصہ کومن حصہ کہا جائے گا اور جس کے منافع کی کوئی رقم مقرر نہیں ہوگی بلکہ کمپنی کے منافع پر منحصر ہوگا۔

جو فی حصہ دس روپیہ کے حساب سے پچاس ہزار روپے منقسم ہے
طریقہ ادائیگی ....مبلغ دو روپیہ فی حصہ درخواست کے ساتھ اور بقیہ مبلغ آٹھ روپیہ فی حصہ بعد تعین حصہ بحساب ایک روپیہ فی ماہ بماہ تا ادائیگی جملہ رقم ادا کرتے رہنا ہوگا، پوری رقم کی ادائیگی کے لئے زائد سے زائد ایک سال کا وقت دیا جائے گا اگر اس عرصہ میں پوری رقم ادا نہ ہوسکے گی

تو فی حصہ دو روپیہ جرمانہ لیکر چھ مہینہ کا مزید وقت دیا جائے گا۔اور اگر اس درمیان میں بھی پوری رقم کی ادائیگی نہ ہو سکے گی تو پوری رقم جو اس وقت تک ادا ہوئی ہے ضبط کر لی جائے گی۔

ڈائرکٹرس

(۱) مسٹر سید محمد اسماعیل صاحب بی۔ایس۔آئی۔ای۔انڈسٹریل انجنئر منیجنگ ڈائرکٹر سائنٹفک ایڈورٹائزنگ ومنیجنگ ایجنسیز لمیٹڈ پٹنہ

(۲) مولوی علی حسین عاصم بہاری جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا جمعیۃ المومنین بہار شریف،پٹنہ)

(۳) حافظ محمد مقبول صاحب کلوتھ مرچنٹ آسانگر بہار شریف

(۴) حاجی محمد یاسین صاحب،کلوتھ مرچنٹ،بسار بگہ،بہار شریف

(۵) حافظ محمد مبین صاحب،کلوتھ مرچنٹ،سبزی باغ،پٹنہ

(۶) وغیرہ وغیرہ

بنکرس

امپیریل بنک آف انڈیا لمیٹڈ

آڈیٹرس

مسرس شریعت الرسول اینڈ کمپنی لمیٹڈ پٹنہ

منیجنگ ایجنٹس

سائنٹفک ایڈورٹائزنگ اینڈ مجنگ ایجنسیز لمیٹڈ،پٹنہ

رجسٹرڈ آفس

بانکی پور پٹنہ"

دیگر کوآپریٹیو یونین اور کاروباری ادارے:۔ آگے چل کر موصوف نے "بہار صوبائی بنکر کوآپریٹیو یونین لمیٹڈ" قائم کیا اس کے بائیلاز کو بھی طبع کر دیا۔

اسی طرح ''بہار سودیشی یونین[1]'' کے ذریعہ برسوں کلکتہ اور بہار شریف میں خاصا کامیاب کاروباری ادارہ عملاً قائم کر کے دکھادیا۔ ظاہر ہے کہ آل انڈیا مومن کانفرنس جیسی ہندوستان گیر تنظیمی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ ان اداروں کی براہ راست نگرانی سے قاصر تھے اس لئے ان کے غائبانے میں یہ ادارے کچھ مدت تک کام کرنے کے بعد زیادہ کامیابی سے چل نہ پاتے تھے۔ مگر ان تجربات کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آگے چل کر بہار ویورس ہینڈ لوم کوآپریٹیو یونین'' اور مختلف کوآپریٹیو سوسائٹیاں ملک کے بعض شہروں میں قائم ہو گئیں[2]۔

ان کاوشوں کے اثرات ۱۹۳۶ء کی نمائش علی گڈھ[3] پر بھی نمایاں ہوئے اور اس سال اس مشہور نمائش گاہ میں قالین، دری، کمبل، شال اور دیگر پارچہ جات کی تقریباً ایک سو دوکانیں بڑے کروفر سے لگائی گئیں۔

یوپی سے پیہم دعوت ناموں اور مجوزہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس ششم کانپور[4] کو کامیاب ترین بنانے کے خیال سے موصوف جنوری ۳۶ء ہی سے کانپور میں مقیم ہو گئے تھے اور یہیں سے مختلف مقامات کے دورے کرتے رہتے تھے۔ اس سال ملک کے مختلف اہم مقامات پر وفود کے دورے نے تحریک کو کافی آگے بڑھا دیا۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

رانچی ضلع مومن کانفرنس کا شاندار اجلاس:۔ فروری اور مارچ

---

1. ہیڈ آفس ۵۱۔ باقی بگان روڈ، ڈاکخانہ ٹالی، کلکتہ۔ جس کے منتظم ہیں الحاج مولوی محمد سعید الدین اور منشی عبدالغفور وغیرہ کے نام برانچ آفس خواجہ احمد پور، ڈاکخانہ بہار شریف، ضلع پٹنہ

2. (i) مثلاً کانپور ہینڈ لوم ورکرس ایسوسی ایشن
(ii) ہینڈ لوم امپوریم لکھنؤ، گورکھپور
(iii) ''دارالفلاح'' ۱۰/۱ تا قی بگان۔ ٹالی، کلکتہ
(iv) ہندوستانی کرگھا ازحد ار کمپنی، دفتر جمعیۃ المومنین حاجی بلڈنگ، ماتھگر بھاگل پور، ناظم حاجی محمد نعمت اللہ بہاری، وغیرہ وغیرہ

3. ۴ فروری ۳۶ء تا ۱۱ فروری ۳۶ء

4. ۲۴ تا ۳۱/دسمبر ۱۹۳۶ء جو اکتوبر ۱۹۳۷ء میں منعقد ہو سکا۔

میں پنجاب اور بمبئی کے کامیاب دوروں کے بعد ۱۱۔۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو رانچی ضلع مومن کانفرنس کے شاندار اجلاس میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔ کہنے کو یہ رانچی ضلع کا جلسہ تھا مگر اصلاً بہار کے گوشے گوشے سے مندوبین نے شرکت کی۔ چھوٹا ناگپور کے علاقوں میں جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ دور دراز پہاڑی علاقوں سے بہت سے لوگ ۲۰۔۲۰۔۲۵۔۲۵۔کوس پیدل چل کر شریک جلسہ ہوئے۔

۱۱ اپریل کو اس کانفرنس کے منتخب صدر مولوی لطیف الرحمٰن رئیس بنکتیہ اپنی موٹر سے مع مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواری، حاجی عبد الکریم، مولوی اسحاق حسین وکیل رانچی تشریف لائے۔ راستے میں چیراوں، بڑھی، بونگا، ہزاریباغ، بربر، کلندگنج، مانڈو، اور رام گڑھ میں لوگوں نے پر جوش نعروں اور جھنڈوں سے خوش آمدید کہا۔ رانچی پہنچنے پر صدر مجلس استقبالیہ مسٹر آر علی نے مہمانوں کا عمائدین شہر اور سائیکل سوار والنٹیرز کے ساتھ استقبال کیا۔

ساڑھے سات بجے شب سے جلسہ شروع ہوا۔ صدر مجلس استقبالیہ کا خطبہ مولانا اصغر حسین نے پڑھا۔ موصوف کے بعد صدر جلسہ نے اپنا مطبوعہ خطبہ پیش کیا۔ اس کے بعد:

> "مولوی علی حسین عاصم بہاری نے دلچسپ تقریر فرمائی
> جسے حاضرین نے نہایت دلچسپی اور توجہ سے سنا"[۱]

دوسرے روز پھر شب کے جلسے میں عاصم بہاری نے تقریر کی۔ ان کے بعد مولانا محمد عثمان اور مولوی افضل حسین ناظم جمعیۃ المومنین رانچی نے مختصر تقریریں کیں۔ آخر میں صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں تنظیم وتحریک اور تجاویز کے عمل درآمد کرنے پر زور دیتے ہوئے بعض لوگوں کی

۱۔ مساوات۔ اپریل ۱۹۳۶ء ص: ۱۱

۲۔ شرکائے جلسہ میں:۔ خانصاحب الطاف حسین خان سکریٹری انجمن اسلامیہ رانچی محمد اسماعیل خان ڈی ایس پی، ہزاریباغ، مولانا عبد المجید سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار، مولانا قاری حافظ حکیم ابو نعمان محمد عثمان دربھنگوی، مولوی امداد حسین ریٹائرڈ انسپکٹر آف اسکول، رائے صاحب سیتا نرائن تیواری ریٹائرڈ پولس انسپکٹر، بابو گوری دت، بابو چتی سنگھ وکیل، مولوی عبد الغنی پھلواروی، مولوی عبد العزیز خانصاحب، مولوی سید خلیل الرحمٰن بی، اے منشی مجبور علی، رئیس ڈورنڈہ، مولوی اشرف علی وغیرہ۔

غلط فہمیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی اور واضح لفظوں میں بتایا کہ:

"اس تحریک کا مقصد اصل میں یہی ہے کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد جو مومن کہلاتی ہے وہ اصلی معنوں میں خود بھی مسلمان ہو اور تمام برادران اسلام کو گمراہی سے ہٹا کر صراط مستقیم پر لانے کی بر سعی کرے۔ چونکہ اس تحریک کا مطمح نظر اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو قائم کرنا ہے۔ لہٰذا اپنے مومن بھائیوں کو خاص طور سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہرگز کسی کی نکتہ چینی خواہ تنگ نظری سے کیوں نہ ہو۔ پریشان یا ہراساں نہ ہوں[1]

صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں مومنوں کو دوسرے برادران وطن سے محبت اور بھائی چارہ اور حسن سلوک کی تلقین کی۔

"جب آپ کو دعویٰ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں آپ کی تعداد آدھے سے زیادہ ہے۔ تو یقیناً آپ کی ذمہ داری اور آپ کا فرض بھی سب برادریوں سے زیادہ ہے۔ مسلمانوں میں جو خرابیاں آگئی ہیں۔ سب کو دور کرنے میں آپ کا خاص حصہ ہونا چاہئے۔"[2]

موصوف نے غیر مسلم شرکائے جلسہ سے بھی بھائی چارہ اور حسن سلوک کی اپیل کی۔ اس طرح یہ اہم جلسہ ایک بجے شب میں ختم ہوا۔ اس اجلاس کی شاندار کامیابی میں مسٹر آر علی کے علاوہ مولانا اصغر، مولوی نصیر الدین ٹرنک مرچنٹ، مولوی افضل حسین، باری لیاقت حسین، اور مولوی عبدالرزاق انصاری کی مخلصانہ کاوشوں کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ منشی محمد ظہور زمیندار ڈورنڈا نے تمام مہمانوں کو دن کے وقت ایک پر تکلف دعوت دی۔

اختتام جلسہ سے پہلے کریم الرحمٰن عتیق کانپوری کی ایک نظم "برادران کانپور کا پیغام برادران رانچی کے نام" نہایت خوش الحانی سے سنائی گئی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

---

[1] مساوات۔ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۶ء ص: ۱۲ [2] شاگرد نواب فصاحت جنگ جلیل

سن لو تم اے اہل رانچی گوش دل سے یہ پیام
قوت اعمال سے قائم ہے دنیا کا نظام

تھے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور مولا علیؓ
قول حق سے متصف جن کے غلامان غلام

ان کے لطف عام کا عالم ہے اب تک معترف
نام لیوا حشر تک ان کے رہیں گے نیک نام

حسن کی تابانیاں، قول وعمل کے چرخ پر
کہہ رہی ہیں ان میں کا ہر ایک تھا ماہ تمام

کرتے تھے جو فعل یہ اس کو کبھی کہتے نہ تھے
ہر عمل کرتا تھا ان حضرات کا شرح کلام

اپنی عزت آپ کرنا سب سے پہلے سیکھ لو
گر یہ خواہش ہے کہ ہو دنیا میں اپنا احترام

رکھتے ہیں امید کچھ کچھ تم سے اہل کانپور
ہاں بطرز خاص ہو ہم پر نگاہ لطف عام

اختر بخت اہل رانچی کا ہو روشن اے عتیق
یہ دعا وردِ زباں ہے رات دن اور صبح و شام [1]

مولانا ابواختر اصغر بہاری (رانچی) نے اس منظوم پیغام کا جواب اپنی ایک نظم (بعنوان ''اہل رانچی کا جواب پیغام برادران کانپور کے نام'') میں پیش کیا، جس کو حاضرین جلسہ نے غایت درجہ پسند کیا۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

---

[1] مساوات اپریل ۳۶ء ص: ۷

سن لیا ہے اہل رانچی گوش دل سے یہ پیام
کر رہے ہیں کامیابی کی دعا سب صبح و شام

دست بستہ ہو کے کرتے آپ سے ہیں التجا
گر یہ خواہش ہے کہ ہو دنیا میں اپنا احترام

جو ارادہ کر لیا بس گام زن ہو جاؤ تم
پیچھے پیچھے آ رہے ہیں آپ کے ہم سب تمام

ہے سبو خالی و لے ہمت میں ہیں ہم پیش پیش
ہمت ہی نے کر دیا ہے آج روشن میرا نام

کہہ رہا ہے قوم سے اصغر کہ اب اٹھ جاؤ تم
غیرت قومی کی جنبش سے کرو دنیا میں نام[2]

آمد بنارس[1]:۔ عاصم بہاری اپریل میں جنوبی بہار اور اواخر مئی تک

---

[1] مساوات ۱۰ اپریل ۳۶ء ص:۹

[2] یہ وہ نظم ہے جسے منشی بشیر الدین صاحب بشیر الہ آبادی نے رانچی مومن کانفرنس کے لئے لکھی اور مولوی نصیر الدین صاحب الہ آبادی مقیم حال رانچی کے صاحبزادے (صغیر احمد سلمہ عمر دس سال) نے پر اثر لہجہ میں پڑھی۔

ہوگیا یا رب زمانے میں یہ کیسا انقلاب
کچھ نہیں آتا سمجھ میں یہ بیداری کہ خواب

آسمان کا رنگ ہے کچھ اور زمیں کچھ اور ہے
کچھ عجب ہے طور دنیا کا یہ کیسا دور ہے

مطمئن کوئی نظر آتا نہیں ہیجان ہے
کیوں پریشاں ہے جہاں کیا ہوگا کیا سامان ہے

اضطرابی یک بیک عالم کی کیسی بڑھ گئی
خاک پامالی کی کثرت سے فلک پر چڑھ گئی

اب زمانے میں کسی کا آسرا کچھ بھی نہیں
سچ تو یہ ہے غیر پر کرنا بھروسا کچھ نہیں

(باقی آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

شمالی بہار کا کامیاب دورہ کرنے کے بعد ۳۰ر مئی ۳۶ء بروز شنبہ بوقت سہ پہر شہر بنارس پہنچے۔ موصوف کے ساتھ اراکین وفد میں مولوی بشیر احمد (ریٹائرڈ مجسٹریٹ) شاہ سلطان احمد، حاجی عبدالرحیم، مولوی لطیف الرحمٰن، محمد نظام الدین ایڈوکیٹ، محمد اکبر، حافظ فضل الرحمٰن احسان اللہ، حکیم مولوی محمد صدیق اور سیٹھ عبدالحفیظ وغیرہ بھی تھے۔

یہ وفد ۳ر جون تک بنارس میں مقیم رہا اور شہر کے مختلف محلوں میں متعدد جلسوں میں شریک ہوئے۔ اس دورہ میں ممبر سازی کے علاوہ دیسی صنعت پارچہ بافی و دیگر دستکاریوں کی شاندار نمائش پر خاص طور سے زور دیا گیا۔ وفد کی آمد پر دیواروں پر پوسٹر چسپاں کیے گئے اور ہینڈبل بھی تقسیم ہوئے۔

ادھر مہینوں سے مسلسل دورے کی وجہ کر گھر کی کوئی خیریت نہ ملی تو اپنے صاحبزادوں کے نام ایک خط (مورخہ ۲۹ء جولائی ۳۶ء میں اس طرح شکوہ کرتے ہیں:

"میں تو گنہگار ہوں کہ خط لکھنے میں غفلت ہوئی لیکن
اس کی سزا تم لوگ بھی دیتے ہو کہ کوئی خیریت نہیں بھیجتے"

ہر خط میں بچوں کو جی لگا کر پڑھنے" اور رات کے مطالعہ کی تاکید ضرور کرتے۔

(بقیہ گزشتہ صفحہ کا)

دوسروں سے اب طلب امداد کی بیکار ہے
اپنے پیروں سے اگر چلتے تو بیڑا پار ہے

اٹھ ذرا اے قوم مومن ایسی غفلت تا بکے
کچھ جرأت کر ترقی یہ پست ہمت تا بکے

کھول کر دیکھ آنکھ رخ ہے کارواں کا کس طرف
تو بھی چل اس سمت جاتا ہے زمانہ جس طرف

جزم ہے تاخیر اب اس میں نہ غفلت چاہئے
سامنے ہے منزل مقصود ہمت چاہئے

اس طرح دیکھی جو تیری حالت زار و نحیف
خضر بن کر آج نگمتیہ سے آئے ہیں لطیف

نیک ساعت آگئی ساری نحوست دھو گئی
آج رشک گلشن فردوس رانچی ہو گئی

اے بشیر اس بزم کی شرکت سے تو مجبور ہے
ہے یہ جلسہ شہر رانچی میں ترا گھر دور ہے

آب دیدہ ہو کے اب میں ختم کرتا ہوں کلام
اہل جلسہ اور جناب صدر کو میرا سلام

اپنے ایک اور خط میں بڑی سادگی کے ساتھ اپنی صاحبزادی کو لکھتے ہیں:

"تم لوگوں کی شکایت حق بجانب ہے اگر چہ نیت اپنی
کبھی ایسی نہ تھی، ہاں ہوا ایسا ہی کچھ، جو وقت گذرتا گیا اس
کے متعلق تو اب کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ خداوند تعالیٰ
پر بھروسہ کیا جائے، کیونکہ اس کی مرضی تھی، اسی کی خوشنودی
کا خیال تھا اور اس پر کامل یقین و بھروسہ اور اب بھی امید ہے
کہ وہ تم لوگوں کے لئے اپنے حبیب صلعم کے صدقے میں
بہترین صورت پیدا کرے گا اس کے دربار میں دیر ہے اندھیر
نہیں ہے ملال و غمگین ہونے کے بجائے، اس کی درگاہ میں
دعا کرنا چاہئے کہ میں بھی اسی کی امداد غیبی کے بھروسہ پر ہر ممکن
طور پر کوشاں ہوں کہ تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو اور تم لوگوں کی
تعلیم و ترقی کی معقول صورت پیدا ہو"

اور پھر یہ پر سوز انداز ملاحظہ ہو:۔

"..........میرے لال! پریشانیاں اس لئے نہیں
ہوتی ہیں کہ انسان حوصلہ چھوڑ کر پست ہمت ہو جائے بلکہ
پریشانیاں اس لئے ہوئی ہیں کہ بہادرانہ طور پر ان پر قابو حاصل
کیا جائے۔[1]

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

آمد مئوناتھ و اعظم گڑھ:۔ یہی وفد وقفے وقفے سے مختلف شہروں کا دورہ کرتا ہوا ۱۶؍ ستمبر ۳۶ء کو مئوناتھ بھنجن پہنچا اور تین یوم مقیم رہا۔ جہاں:۔

"ہر روز دن کے وقت صنعت پارچہ بافی کا معائنہ

---

[1] ضمیمہ ص:

حصول اصحاب سے عطیہ اور برادران قوم سے عام چندہ کی
وصولی کرنا اور شب کے وقت جلسہ عام میں تحریک کے اغراض و
مقاصد پیش کرنا۔

یہی زمانہ صوبہ متحدہ آگرہ واودھ میں اسمبلیوں کی نمائندگی اور پرچہ نامزدگی داخل کرنے کا بھی تھا۔ چنانچہ فیض آباد اور اعظم گڑھ کا علاقہ بھی الیکشنی ہما ہمی سے دوچار تھا، حاجی محمد عبد الصمد جنرل سکریٹری جمعیۃ المومنین وچیئرمین ٹاؤن ایریا، قصبہ جلال پور، فیض آباد، نے "مومن جماعت کی اسمبلی میں نمائندگی" کے زیر عنوان اخبار مدینہ (شمارہ یکم ستمبر ۳۶ء) میں ایک مضمون شائع کر کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ صوبہ متحدہ آگرہ واودھ میں مسلمانوں کو اسمبلی کے لئے ۶۶ جگہیں دی گئی ہیں۔ ان میں سے مومنوں کی آبادی کا لحاظ رکھتے ہوئے کم از کم دو جگہیں بہر حال مومنوں کو دی جائیں۔

"ہم جداگانہ انتخاب وحقوق کے طالب نہیں ہیں غیر
مسلم کے مقابلہ میں ہم برادری وجماعت کے مفاد کو ملت
اسلامیہ پر قربان کرنے کو اپنا فرض عین جانتے ہیں مگر عام
طور پر مسلمانوں سے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جمعیۃ
المومنین کو بھی نمائندگی کا موقع دیجئے۔ کم سے کم ضلع فیض آباد
کے دیہاتی حلقہ سے اور ضلع اعظم گڑھ کے سکریٹری، محمد آباد،
گوہنہ کے حلقہ سے جس میں مئو اور مبارکپور کے مشہور قصبات
شامل ہیں..........."

نئی ذمہ داریاں نئے مسائل:۔ آواخر ۱۹۳۶ء سے عاصم بہاری کے تحریکی فرائض میں دو انتہائی اہم اور جاں گسل ذمہ داریوں کا اضافہ ہو گیا اولاً، "مومن گزٹ" کا اجراء (یکم ستمبر ۱۹۳۶ء) اور دوسرے ملک گیر پیمانے پر اسمبلی الیکشن کی مصروفیات۔

سب سے ٹیڑھا مسئلہ الیکشن کا تھا۔ اب تک آل انڈیا مومن کانفرنس نے مومنوں کی

تعلیم، تنظیم، سماجی اصلاح اور صنعتی صلاح وفلاح تک اپنے کاموں کو محدود رکھا تھا۔ اس وقت تک کانگریس اور مسلم لیگ جیسی سیاسی تنظیمیں کافی طاقتور ہو چکی تھیں۔ اور عملی سیاست کی نوبت ہنوز نہیں آئی تھی۔ اس لئے اس وقت تک عاصم بہاری دونوں سیاسی تحریکوں کی جدو جہد آزادی اور عوامی بیداری کے ہر طرح کے کاموں میں مثبت انداز سے کبھی انفرادی طور پر اور کبھی پوری تحریک کے ساتھ عملاً ہاتھ بٹاتے رہے۔ براہ راست سیاسی پارٹی کی حیثیت سے ابھی تحریک کو آگے بڑھانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ کیونکہ ان کے بقول عملی سیاست میں براہ راست حصہ لینا ان دنوں پسماندہ برادریوں کے لئے نقصان دہ تھا۔ مگر اب اسمبلی الیکشن نے پورے ملک میں سیاسی ابال پیدا کر دیا۔ مسلم لیگ اور کانگریس کے وہ اختلافات جو ہنوز زیر زمین اور نا قابل اعتنا تھے۔ اب برسر عام آگئے اور مختلف مسائل کے علاوہ متحدہ اور جداگانہ مفاد اور انتخاب پر گرما گرم بحثیں شروع ہو گئیں۔ ہندوستان کی تقریباً پوری مسلم ملت فطری طور پر اس سیاسی بھونچال سے متاثر ہوئی اور لیگ و کانگریس کے دو حصوں اور اس کی مختلف ذیلی شاخیں بھی جا بجا اس سیاسی طوفان کی زد میں آکر دو ٹکڑوں میں منقسم ہو گئیں۔ یعنی ٹھیک اس وقت جب تحریک اپنے نقطہ عروج پر پہنچی تھی کہ انقلابات زمانہ کے تھپیڑے نے اسے وقتی طور پر ایک زبردست بحران سے دو چار کر دیا۔ عاصم بہاری نے اس نازک موقع پر تحریک کو اس جان لیوا کشمکش سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔

لیگ پارلیمنٹری بورڈ کی امراپروری:۔ مسلم لیگ جو ابتداء میں اصلاً مسلم زمینداروں کی اور جاگیرداروں کی سیاسی جماعت تھی اس کے پارلیمنٹری بورڈ نے انصاری امیدواروں کو تقریباً نظر انداز کر دیا[1] البتہ کانگریس نے بیش از بیش نمائندگی کو تسلیم کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کی الیکشن سب کمیٹی نے لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے امیدواروں کی اصولی طور پر مخالفت کی مگر انصاریوں کا ایک چھوٹا سا طبقہ بالخصوص جس کو مسلم لیگ کے بعض نعروں نے متاثر کیا تھا وہ مومن تحریک کے لیگ مخالف رویے پر سخت برہم ہوا۔ اس عتاب کا سب سے بڑا نشانہ عاصم بہاری تھے۔ کیونکہ تحریک کے بانی اور روح رواں یہی تھے۔ مزید یہ کہ

---

[1] مولانا عبدالمجید بی اے ایل ایل بی رئیس بنارس کی امیدواری کو مسلم لیگ نے مجبوراً تسلیم کیا۔

ہر امیدوار موصوف کو اپنے حلقہ انتخاب میں بلا کر تقریر کرانا اپنی کامیابی کی ضمانت سمجھتا تھا۔اس لئے بیک وقت ہر طرف سے خطوط اور تار کے ڈھیر لگ گئے ۔جس حلقہ میں کسی وجہ سے نہ پہنچ سکتے تو امیدوار نہایت سخت خطوط لکھتے اور روٹھ جاتے ۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء نامزدگی (Nomination Paper) داخل کرنے کی آخری تاریخ تھی اس لئے ماسٹر عبد الرزاق اور محمد اکبر صاحبان کے مشورہ سے صدر نے ۱۲ بجے دن بمکان ماسٹر عبد الرزاق محلہ اٹالہ ،الہ آباد میں الیکشن سب کمیٹی کی ایک ہنگامی نشست طلب کی تا کہ

> ’’ ۲۲ر دسمبر ۳۶ء روز داخل ہوئے نامینیشن پیپر (Nomination Paper) تک امیدواروں کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہماری جماعت کا کیا رویہ آئندہ الیکشن میں رہے گا‘‘[۱]

اس اعلان کے سیاسی فوائد بتانے کے بعد موصوف نے آخر میں دوبارہ عاصم بہاری سے درخواست کی کہ:

> ’’مکرم عرض ہے کہ آپ کا آنا چند گھنٹوں کے لئے بھی نہایت ضروری ہے اس لئے کہ دیگر مسائل پر بھی ماسٹر عبد الرزاق صاحب کے خیال کے مطابق گفتگو کرنا ضروری ہے‘‘[۲]

سب کمیٹی نے جب اپنی تجویزیں شائع کردیں تو لیگی امیدواروں اور بہی خواہوں کو اس سے سخت تکلیف ہوئی چنانچہ شاد باقر انصاری نے الہ آباد کے ایک مقامی اخبار ’’خادم‘‘ میں ارکان سب کمیٹی کے خلاف ایک نہایت ہی سخت مضمون شائع کروایا تو عاصم بہاری نے اپنے تردید مضمون میں یہ واضح کردیا کہ:

> ’’مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے متعلق جو اعلان شائع ہوا ہے وہ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس نے ہرگز تنہا نہیں کیا ہے بلکہ آل انڈیا ورکنگ کمیٹی کے الیکشن سب کمیٹی نے جس کے

---

[۱] آل انڈیا مومن کانفرنس نے ۱۲ر دسمبر ۳۶ء [۲] مکتوب صدر آل انڈیا مومن کانفرنس بنام عاصم بہاری مورخہ ۹ر دسمبر ۳۶ء [۳] ایضاً

پانچ ممبروں میں چار ممبر سب کمیٹی موجود تھے۔ دن بھر کے
غور وفکر اور مشورہ کے بعد یہ اعلان کیا گیا۔

لہٰذا یہ اعلان غیر اصولی نہیں بلکہ باقاعدہ ہے کیونکہ
ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ کانپور ۴؍اگست
۳۶ء نے الیکشن سب کمیٹی کو پورا اختیار دے دیا تھا کہ وہ غور وفکر
کے بعد قوم کے لئے جو مفید صورت ہو اس کا اعلان کر دے۔
سب کمیٹی کا یہ اعلان قطعاً صحیح ہے کہ پارلیمنٹری بورڈ
میں مومن جماعت کا کوئی آدمی نہیں لیا گیا۔ البتہ پارلیمنٹری
بورڈ کی طرف سے جو امیدوار صوبہ اسمبلی میں ہیں ان
میں مولانا عبد المجید بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کا نام ان کی ذاتی
خوبیوں نیز بنارس و مرزاپور میں برادری کی فیاضی و بہر اسلامی
تحریک میں کافی امداد دینے والی کثیر آبادی کی بناء پر ہے''

مومن گزٹ کا اجراء:۔ اس درمیان میں اپنی تمام بے سروسامانی کے باوجود موصوف تحریک کا مشہور ہفتہ وار اخبار ''مومن گزٹ'' نکالنے میں کامیاب ہو گئے مگر اس اخبار کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں اور ذہنی تفکرات میں دوگنا اضافہ ہو گیا۔ جس کی واحد وجہ مالیات کی دشواری اور اہل ثروت کی بے نیازی تھی ورنہ گزشتہ کئی آل انڈیا اجلاس میں ایک ترجمان کی اشاعت کی تجویز بار بار منظور ہوتی رہی۔ خود عاصم بہاری کا اپنا مذاق علمی و ادبی اور صحافتی تھا۔ خواہ کسی حال اور کیسے ہی کور دہ مقام پر ہوں کچھ نہ کچھ لکھنے پڑھنے کا وقت بہر حال نکال ہی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مومن گزٹ کے اجراء کے لئے برسوں سے ہندوستان گیر پیمانے پر مخیّر اور اہل ثروت حضرات سے مسلسل خط و کتابت کرتے رہے۔ اوروں کی طرح اپنے یار غار مولا بخش (سابق خازن) کو بھی لکھا مگر وہ عاصم بہاری سے بے حد برہم تھے کہ:

''افسوس ہے کہ صوبہ (یوپی) کا جلسہ فیروزآباد میں نہ

ہوسکا محترمی بھائی آپ نے سفیدی پر بالکل سیاہی پھیر دی''۔[1]

''امروہے کے جلسے کی مخالفت آپ نے اور لطیف الرحمٰن نے اور بابو نظام الدین نے کی''۔[2]

لہٰذا ''اگر آپ کو اخبار نکالنا ہے تو آپ شروع کانپور والوں سے کیجئے۔ کیونکہ جب کچھ دن کانپور والے نکالیں گے تو اس کے بعد لوگ باگ چندہ بھی دیں گے اور ہر طرح سے مدد بھی کریں گے''۔[3]

اہل ہزاری باغ کی طرف سے ایک برس کی پیشکش:۔ دوسری طرف بہار کے ضلع ہزاری باغ کے خواجہ محمد وکیل کی طرف سے ایک دوسری حوصلہ مندانہ پیشکش تھی۔

۱۹۳۴ء کے زلزلہ اور بعض دوسرے اسباب کی بناء پر اجلاس پنجم ہزاری باغ کے بجائے گیا میں منعقد ہو گیا تو زندہ دلان ہزاری باغ پر اس کا بڑا مایوس کن اثر ہوا ان کے خیال میں ترقی یافتہ شہروں کے بجائے ہزاری باغ جیسے پسماندہ علاقوں میں کانفرنسوں کا انعقاد انتہائی ضروری تھا تاکہ تنظیم وتحریک کا کام آگے بڑھتا اور چھوٹا ناگپور پرگنہ کے ان پڑھ اور بے دین مسلم عوام جو ارتداد کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں۔ ان میں سچی دینداری اور بیداری پیدا کی جاتی۔ اب کسی وجہ سے یہ نہ ہوسکا تو ضلعی کانفرنس اور آل انڈیا ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ بطور نعم البدل ضرور منعقد کی جائے مزید یہ کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کا ترجمان مومن گزٹ ہزاری باغ سے نکالا جائے۔ اس سلسلے میں ہزاری باغ کی شاخ جمعیۃ المومنین نے عاصم بہاری کی تحریک پر ۱۹۳۴ء میں رسالہ مومن بزبان ہندی سے اجراء کے لئے جو مسلم پریس قائم کیا تھا وہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے نام منتقل کرنے کو تیار ہے۔ اس پریس میں انگریزی اور ہندی کا سارا سامان موجود ہے اردو سامان کی کمی کو حاجی نعمت اللہ بھاگلپوری پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔

---

[1] مکتوب مولا بخش بنام عاصم بہاری مورخہ ۱۴ر جنوری ۳۶ء از دہلی

[2] مکتوب مولا بخش بنام عاصم بہاری مورخہ ۲ فروری ۳۶ء از دہلی

[3] مکتوب مولا بخش بنام عاصم بہاری مورخہ ۱۴ر جنوری ۳۶ء از دہلی

”..........اس طرح خرچ میں بچت ہوگی۔آخر میں
پھر عرض ہے کہ اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔جس کے
لئے میں مشکور ہوں گا“[1]

بعض مجبوریوں کی بناء پر اس مخلصانہ تجویز پر عمل درآمد نہ ہوسکا لیکن ان خطوط سے قوم کی سردھری کے بالمقابل اس کے سرگرمی عمل اور جوش وخروش کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مومن گزٹ کانپور کا اولین شمارہ:۔ یکم ستمبر ۱۹۳۶ء[2] کو مومن گزٹ ہفتہ وار کانپور کا پہلا شمارہ پوری آب وتاب کے ساتھ منظر عام پر آیا۔سرورق سرخ موٹے کاغذ کا ہے۔سب سے پہلے حروف جلی میں ”ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین“ کا کتبہ نیم دائروی شکل میں تحریر ہے۔نگراں میں علی حسین عاصم بہاری اور ایڈیٹر میں ابوعمر ذکی[3] کے نام درج ہیں۔حمد ونعت میں دو رباعیات دماغ جونپوری کے سرورق پر تحریر ہیں۔

نعت رسول

حضور سرور عالم رسول اکرمؐ ہیں
ظہور رحمت آخر ہیں نور اول ہیں

خلاصہ ان کی علو مرتبت کا ہے یہ دماغ
خدا کے بعد خدائی میں سب سے افضل ہیں

اخوت واتحاد اولوالعزمی واستقلال اور صنعت وحرفت وغیرہ پر نگراں ایڈیٹر اور مولوی حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی کے مضامین ومقالے شائع ہوئے۔آخری صفحہ پر ”اجلاس ششم آل انڈیا مومن کانفرنس کانپور کے تعمیری واقتصادی پروگرام یعنی دیسی صنعت پارچہ بافی اور دیگر

---

[1] مکتوب خواجہ محمد وکیل ہزاریباغ بنام صدر آل انڈیا مومن کانفرنس

[2] بروز سہ شنبہ مطابق ۱۴ رجمادی الآخر ۱۳۵۵ھ سائز ۱۴× ساڑھے دس قیمت فی پرچہ ایک آنہ سالانہ تین روپے۔تاریخہائے اشاعت ۱۔۸۔۱۶۔۲۴۔

[3] موصوف بھاگلپور کے رہنے والے تھے۔کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صحبت اور اخبار الہلال کی صحافت سے وابستہ تھے۔

دستکاریوں کی شاندار نمائش کا اعلان اور ایڈیٹر کے نام مراسلہ میں ۲ راگست ۳۶ء کو جمعیۃ المومنین کانپور کے جلسۂ عام[1] کی روداد ہے، جس میں:

"فصیح اللسان علی حسین عاصم بہاری نے فرمایا کہ ہماری یہ تحریک عام مسلمانوں کو مذہب اسلام کا پابند بنانا و دنیا میں آزاد و باعزت زندگی بسر کرنا بالخصوص طبقہ غرباء کو ابھارنا اور ان کو پستی سے نکال کر شاہراہ ترقی پر لانا۔ وغیرہ مقاصد عالیہ کے ماتحت ہر فرد مسلم کی خدمت کے لئے ہے"

دوسرے شمارے کے سرورق پر "پیغام علی" کے زیر عنوان مائل انصاری خیر آبادی کی چار رباعیاں درج ہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

روتے ہیں مگر آہ میں تاثیر نہیں
عالم کی نگاہوں میں تو قیر نہیں
مسلم تو ہیں ہم میں نہیں بوئے اسلام
شمشیر ہے لیکن دم شمشیر نہیں

مجوزہ اجلاس ششم کے لئے ادارہ کی طرف سے "تحریک مومن کانفرنس اور قوم کا فرض منصبی" کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا جس میں عاصم بہاری، اہل دھیال اور اپنی صحت سے بے نیاز اب تک جس ایثار اور جد وجہد کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ خبر بھی دی گئی کہ:

"گھر سے مختلف افراد کے بعد دیگر کی شدید علالت کے خطوط آرہے ہیں مگر وہ نہیں جا سکے۔ بھائی کا انتقال[2] پر ملال ہوتا ہے پھر بھی مکان نہیں پہنچ سکتے۔ خود علیل ہیں اختلاجی دورے ہو رہے ہیں۔ صحت پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود تگ و دو میں مصروف ہیں

---

۱ زیر صدارت شاہ سلطان احمد حلیم ہائی اسکول کانپور
۲ عاصم بہاری کے منجھلے بھائی محبوب احسن

دورے کر رہے ہیں"۔

"ایسے وقت میں پھسل کر گر پڑنے کی وجہ سے دایاں ہاتھ زخمی ہو گیا ہے، پٹی بندھی ہوئی ہے مگر وہ ہیں کہ مشرقی اضلاع یوپی کا دورہ فرما رہے ہیں[1]"

اکابر کی آمد:۔ اب تو مجوزہ اجلاس ششم اور مومن گزٹ کی وجہ سے کانپور کا تحریکی جوش و خروش پورے شباب پر تھا دونوں دفاتر میں شب و روز کام ہو رہے تھے۔ وقتاً فوقتاً مشاہیر کی آمد سے دفتر آل انڈیا مومن کانفرنس کی رونق اور بھی دوبالا ہو جاتی۔ ۱۹ ستمبر کو مسٹر منیر الدین ایڈیٹر مساوات۔ ۲۰ کو ایڈیٹر المومن مولانا محمد یحییٰ اور خاں بہادر صاحبزادہ بھیا رشید الدین صدر آل انڈیا جمعیۃ القریش دفتر میں آئے۔ مختلف ملی مسائل اور "اصلاح کانفرنس"[2] کے سلسلے میں صلاح و مشورے ہوئے۔ ایک مشورہ یہ بھی ہوا کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس ششم (۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۳۶ء[3]) کے آس پاس جمعیۃ القریش کا بھی سالانہ اجلاس ہو جائے تو یہ پسماندہ مسلم برادریوں کے حق میں نہایت مفید ہو۔

مشرقی اضلاع یوپی کا دورہ:۔ ۲۷ اگست ۳۶ء کو عاصم بہاری اکبر پور ضلع فیض آباد اور بعض مشرقی اضلاع (یوپی) کے دورے سے واپس آئے ہی تھے کہ ۲۶ ستمبر والے نمائندہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے وسیع وفد[4] کو لیکر مئو ناتھ اعظم گڑھ پہنچے جہاں تین یوم قیام

---

[1] مومن گزٹ جلد ۱ نمبر ۲۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء ص: ۱۴

[2] جس کے صدر رشید الدین تھے اور جس کے کئی جلسے دہلی اور امروہہ وغیرہ میں ہو چکے تھے۔

[3] اس موقع پر صوبہ یوپی مومن کانفرنس، اردو کانفرنس اور ورزش کانفرنس ایک ساتھ یکے بعد دیگرے منعقد ہونا طے تھا۔

[4] **اسمائے گرامی ارکان وفد:۔** اعظم گڑھ حاجی عبدالمجید جنرل مرچنٹ، محمد نظام الدین ایڈوکیٹ و آنریری منصف، ڈاکٹر عبدالرزاق صدر شعب الانصار، الٰہ آباد، مولانا حاجی عبدالکریم گیا۔ شیخ مرتضیٰ حسن رئیس گورکھپور، جمیل احمد مختار گورکھپور، حکیم محمد صدیق صدر جمعیۃ پرتاپ گڈھ، سیٹھ شاہ محمد رئیس ٹانڈہ۔ حافظ شفیع محمد سوداگر ٹانڈہ، منشی عبدالغفار منیجر مدرسہ کنزالعلوم ٹانڈہ، منشی سعادت علی جنرل سکریٹری اصلاح المومنین پھول پور، مولانا عبدالباقی وکیل اعظم گڑھ وغیرہ (مومن گزٹ ۲۴ ستمبر ۳۶ء، ص: ۱۴)

کرنے کے بعد مبارک پور کوپا گنج، پھول پور، رسٹرا، بلیا، گورکھپور کا دورہ کرتے ہوئے بنارس آئے۔

محلّہ باغیچہ میں شاندار جلسہ کا اہتمام ہوا۔مختلف اکابر کی تقریروں کے بعد:۔

"خصوصاً محسن قوم عالی جناب مولوی علی حسین عاصم
بہاری کی جوشیلی اور پرمغز معلوماتی تقریر جس میں زندہ دلی کے
ساتھ چٹکلے ملے ہوئے تھے اس نے حاضرین کو بے خود بنادیا ایک
بجے شب میں دعاء کے بعد جلسہ ختم ہوا"

(مومن گزٹ ۱۶؍ اکتوبر ۳۶ء ص ۱۱)

فوری طور پر اس عظیم تنظیمی جدوجہد کا اثر یہ ہوا کہ حکومت یوپی نے صدر آل انڈیا مومن کانفرنس مولوی نظام الدین کو آنریری منصفی کے عہدہ سے نوازہ اور ۲۷؍ ستمبر کی منعقدہ نشست آل انڈیا مسلم کانفرنس کے ایکزیکیٹو بورڈ (Executive Board) نے مسلم لیگ اور دوسری جماعتوں کے نمائندوں کی طرح ایک نمائندہ آل انڈیا مومن کانفرنس سے بھی اپنے بورڈ میں لینے کا فیصلہ کیا۔

اب مختلف تحریکی شاخوں میں کوآپریٹیو سوسائٹیز منظم کرنے کا رجحان بڑھنے لگا۔ اور مختلف شاخوں سے اجلاس کے موقع پر اپنے اپنے علاقوں کے دستکاری کے نمونے نمائش میں پیش کرنے کے لئے تیار کیے جانے لگے۔اسی طرح اجلاس کے نظم ونسق کو سنبھالنے کے لئے تمام شاخوں سے کم وبیش دوہزار رضا کاروں (والنٹیر) کے مطالبہ پر موہان ضلع اناؤ، کرنیل گنج، گورکھپور، بنارس، پٹنہ، گیا اور بہار شریف کے رضا کاروں کے دستے کانپور کے لئے تیار ہونے لگے۔

مومن گزٹ کی قدر افزائی:۔ جلد ہی مختلف حلقوں سے مومن گزٹ کی ہمت افزائی کی جانے لگی محمد محی الدین بیرسٹر ہوڑہ نے اس ترجمان کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ:

"آپ کی ہمت پر مبارکباد دیتا ہوں اور عاصم کے استقلال کا تو مرید ہوں"

؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند[1]

قمرالدین الہ آبادی لکھتے ہیں:۔

"جناب عاصم کی انتھک کوشش اور جانفشانی کا پھل
آج مومن گزٹ کی شکل میں نمودار ہوا"[2]

ہدایت نے شعری اظہار اختیار کیا۔

؎ حضرت عاصم کی کوشش سے مداوا کیلئے
بن کے نکلا نسخہ دردِ جگر مومن گزٹ[3]

کم وبیش اسی طرح کے خیالات مائل خیر آبادی، حاجی نبی احمد بریلوی مولوی محمد شفیع بردوائی وغیرہ نے بھی پیش کئے ان کے علاوہ اخبار مشرق گورکھپور، انصاری لاہور، قومی اخبار کانپور، ہماری آواز کانپور، بیداری مالیگاؤں وغیرہ نے توصیفی کلمات استعمال کئے۔عنایت اللہ جرنلسٹ نے ابوالکلام آزاد کے شاگرد کہنہ مشق ادیب اور صحافی ابوعمر ذکریا بھاگپوری کی خاصی تحسین کی۔[4]

مبارک پور:۔ مئو ناتھ بھنجن کے بعد وفد ۳۰ ستمبر کو قصبہ مبارک پور پہنچا۔ عاصم بہاری نے جلسہ عام میں تنظیم وتحریک تعلیم اور اصلاح صنعت وحرفت کے موضوعات پر اظہار خیال کے بعد عوام سے اپیل کی کہ:

"آپ جس عقیدہ، جس خیال کے ہوں۔ آپ کی مصلحتیں جن پارٹیوں کے ساتھ ہوں آپ ان کو چھوڑیں نہیں آپ ان سے برگشتہ نہ ہوں لیکن جب قوم کی مصیبت قوم کی پریشانی قوم کی عزت وبزرگی، قومی صنعت کی تباہی، بچوں کی تعلیم، تحریک مومن کانفرنس وغیرہ کے متعلق کوئی بات آن

---

1. مومن گزٹ ۱۵/اکتوبر ۳۶ءص:۱۳
2. مومن گزٹ ۱۶/اکتوبر ۳۶ء ص:۱۴
3. مومن گزٹ ۱۶/اکتوبر ۳۶ء ص:۱۵
4. مومن گزٹ ۱۶/اکتوبر ۳۶ء ص:۱۴
5. مومن گزٹ ۸/نومبر ۳۶ء ص:۱۳

پڑے تو سب یکجان و یکدل ہو کر اس کو انجام دیں"۔[1]

یہی وفد بلیا اور غازی پور ہوتا ہوا ۱۴/ اکتوبر کو چھپرہ پہنچا جہاں ٹاؤن ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ مسٹر آر علی، رانچوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ عاصم بہاری (جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ اجلاس ششم) نے اتحاد و اتفاق کے موضوع پر ڈھائی گھنٹہ نہایت پر مغز اور فاضلانہ تقریر کی جس سے حاضرین جلسہ نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔[2]

فتح پور:۔ یہاں سے گورکھپور، الہ آباد اور کانپور ہوتے ہوئے عاصم بہاری ۱۱/ اکتوبر کو تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی پہنچے۔

مٹھوارہ:۔ مٹھوارہ[3] گاؤں میں محرم کے موقع پر "مشق ماتم" میں عدم شرکت کی بناء پر شیعہ زمیندار انصاریوں پر جرمانہ کرتے اور انہیں طرح طرح کی مقدمہ بازیوں میں الجھائے رکھتے تھے۔ وفد نے کوشش کی کہ اس ظلم کا خاتمہ ہو مولانا موصوف نے مٹھوارہ کے محض ۶۰-۶۵ گھر برادران انصار کے جوش و خروش کی ہمت افزائی کرتے ہوئے دو ہزار کی تعداد میں حاضرین جلسہ کی مہمان نوازی اور فضول خرچی پر احسن طریقے سے تنقید بھی کی۔

---

[1] مومن گزٹ ۱۶/ دسمبر ۳۶ء، ص: ۱۵ [2] مومن گزٹ ۱۶/ اکتوبر ۳۶ء، ص: ۱۴

[3] زمینداران مٹھوارہ کے انسانیت سوز مظالم کے چند واقعات:

(۱) ۱۳/ ذی الحجہ سے ۱۲/ محرم تک مسلسل ایک ماہ ۴/ بجے شام سے ۱۲/ بجے رات تک سر میں مٹی بندھوا کفنی پہنا کر بھوکے پیاسے ماتم کرایا۔

(۲) نیزہ بازی سے نئی مومنوں کے انکار پر ۶۰/ روپے کا جرمانہ عائد کر دیا۔

(۳) دفتر آل انڈیا مومن کانفرنس کانپور میں خبر کرنے اور وہاں سے عاصم بہاری نیز منشی عبد الکریم سیتاپوری کی آمد پر ظلم میں اضافہ۔

(۴) کتے سے ایک مرغی چھڑا کر ذبح کرنے پر ۲۵/ روپے جرمانہ ادا نہ کرنے پر اسقدر پیٹا گیا کہ بیہوش ہو گیا۔ آخر باپ نے جرمانہ ادا کر کے اس کی جان بچائی۔ (۵) محرم علی کی بھینس رات میں کسی طرح کھل گئی تو اس پر ۳۰/ روپے جرمانہ ہوا، معافی کے لئے ۱۵/ افراد پہنچے تو سب پر مبلغ ۱۰/ روپے فی کس جرمانہ عائد ہو گیا۔ (۶) وقتاً فوقتاً فصلوں کو کاٹ لینا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فائدہ:۔ مسلسل سفر، کھانسی کی شدت اور منہ سے خون آجانے کی وجہ سے دیگر علاقوں کا دورہ نامکمل چھوڑ کر موصوف ۱۱؍اکتوبر کو کانپور واپس آگئے ۔خیال تھا کہ چند روز کانپور میں ٹھہر کر علاج کرلیا جائے مگر دفتر میں پٹنہ، شیخپورہ۔ بہار شریف، ہزاری باغ، ٹانڈہ اور الہ آباد وغیرہ کے تار و خطوط کے ڈھیر دیکھ کر حسب اعلان کسی طرح ۱۸؍اکتوبر ۳۶ء کو مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ پہنچے اور دو روز قیام کیا۔دوسرے روز ۱۹؍اکتوبر کو صبح ۹؍بجے سے جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی ۔عاصم بہاری سے تبرکاً کچھ کہنے کی درخواست کی گئی تو:

> ''باوجود علیل الطبع اور نحیف ہونے کے تعلیم کی ضرورت اور اہمیت پر مسلسل دو گھنٹے تک ایک پر زور اور معنی خیز

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا)

(۷) زبردستی کے چندے کی وصولی۔ (i) زمیندار صاحب کی موٹر خریدنے پر چندہ فی گھر ایک روپیہ (ii) تفریح کے لئے تالاب کھودوانے پر فی گھر ایک روپیہ۔چندہ اور چاریوم بیگاری (iii) گزشتہ سال (۱۹۳۶ء) بھانجی کی شادی پر فی گھر ایک تا دس روپے کا چندہ (iv) رسم پراوے پر فی گھر ۱۰۔۱۲۔۱۲۔فری بیگاری لی گئی۔

(v) شادی بیاہ، چہلم وغیرہ میں زبردستی گیہوں پسوانا اور خوان اٹھوانا (vi) گھر وار فی گھر ۱۲؍ آنے سالانہ سے ایک روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ (vii) زمانہ جنگ میں قرضہ جنگ کے نام سے فی گھر ۲ تا ۵ روپے بغیر رسید کے وصول کیے گئے۔ (viii) غرباء کے باغوں پر زبردستی قبضہ (ix) مکتب کا ڈسٹرکٹ بورڈ سے ملنے والی امداد بند کروادی گئی جس میں مومنوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

ان مسلسل مظالم سے تنگ آکر غریب مومنوں نے ڈپٹی کمشنر بارہ بنکی کو یہ درخواست دی کہ:

''ہم لوگ زمیندار صاحب موصوف کے مظالم سے تنگ آکر ترک سکونت کررہے ہیں ۔لہٰذا سرکاری نگرانی میں پرامن طریقہ پر عملہ، مکان و اپنا مال و اسباب بلامزاحمت منتقل کرائیں اور کوئی ایسا انتظام فرمایا جائے کہ فصل ربیع بعد ادائے بگان زمیندار بلامزاحمت کاٹ کر ماش کے بعد اٹھا سکیں۔'' (مومن گزٹ ۲۸؍فروری ۳۷ء،ص:۵)

تقریر فرمائی جس سے حاضرین جلسہ اور طلبہ پر خاص اثر ہوا[1]

اختتام جلسہ کے وقت تحریک کے تعاون کے لئے چندہ کی اپیل کی گئی تو مردوں سے زیادہ جوش وایثار کا ثبوت خواتین نے پیش کیا نقد کے علاوہ اپنے زیورات تک اتار کر حوالے کر دیا ہے۔

آخر میں صدر[2] جلسہ کی رقت آمیز دعاء پر جلسہ بخیر وخوبی تمام ہوا۔ اس کے قبل عاصم بہاری ۱۴؍اگست ۳۶ء کو ٹانڈہ کی مسلم لائبریری کا افتتاح کر چکے تھے۔

ٹانڈہ سے عاصم بہاری حسب پروگرام ۲۴؍اکتوبر ۳۶ء کو شیخپورہ (بہار) اور ۲۶؍اکتوبر کو گیا سے ہوتے ہوئے ۲۸۔۲۹؍اکتوبر کو ہزاری باغ کے ضلع مومن کانفرنس میں شرکت کے لئے پہنچے۔

ہزاری باغ کی ضلعی کانفرنس:۔ ہزاری باغ کی ضلعی کانفرنس سردار محمد اسلام بی،اے، آنریری مجسٹریٹ گیا کی صدارت میں شروع ہوئی۔ ۲۸؍کو دو اجلاس ہوئے۔ دونوں میں عاصم بہاری نے نہایت ہی پر جوش اور موثر تقریریں کیں۔

۲۹؍اکتوبر کو تیسرے اجلاس میں بھی حاضرین نے تقریر کرنے پر مجبور کیا۔ چوتھے اجلاس میں صدر جلسہ گیا کچھ ضروری کام سے واپس ہو گئے تو عاصم بہاری نے جلسہ کی صدارت کی۔ اس چوتھے اجلاس میں نائب امیر شریعت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ، حاجی محمد یونس بار ایٹ لا اور مسٹر سید، ایم، اسماعیل انجینئر سیفٹی آفیسر ٹاٹا کمپنی وغیرہ نے بھی شرکت کی۔

نائب امیر شریعت نے اپنی تقریر میں آیات قرانی اور تاریخ اسلام کے حوالہ سے نظم و اتحاد اور خدا پرستی کی برکات کو نہایت روح پرور انداز میں پیش کیا۔ مسٹر سید محمد اسماعیل جو چھوٹا ناگپور کے شہری حلقہ سے اسمبلی کے امیدوار تھے مسلمانوں کو صنعت و دستکاری کے میدان میں جدید سائنٹفک اور کوآپریٹو طریقوں کے اختیار کرنے پر زور دیا۔

---

[1] مومن گزٹ ۱۶؍دسمبر ۳۶ء ص: ۱۴

[2] مولانا محمد یعقوب خطیب جامع مسجد کا گنا رہ۔

عاصم بہاری نے اپنی صدارتی اور الوداعی تقریر میں کارکنان[1] جنرل سکریٹری تاج محمد، نائب سکریٹری: حافظ محمد سہراب، ڈاکٹر محمد عبد الستار احمد گریڈیہہ، مولوی جان محمد مانڈے ڈیہہ کوڈرما، مولوی کریم بخش عرف بدھو میاں، موضع آرہ میرہ۔ وذمہ داران مومن کانفرنس ضلع ہزاریباغ کی ہمت افزائی کرتے ہوئے انہیں مبارکباد دی حاضرین واکابرین کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور مومن کانفرنس کی غرض وغایت بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس تحریک کا مقصد:۔

تحریک کا مقصد:۔ "تمام ہندوستان میں انصاریوں کی تنظیم، بچوں کی تعلیم، صنعت وتجارت کی ترقی وفلاح، نمائشوں کا انعقاد کوآپریٹیو سوسائٹیوں کا قیام، والنٹیروں کی تنظیم، ضلع، صوبہ وآل انڈیا کمیٹیوں میں وظیفہ پانے والے کارکنان کا مقرر کرنا وغیرہ ہے" [2]

آگے چل کر موصوف نے بتایا کہ یہ مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ باہمی اختلاف کو مٹا نہ دیا جائے، اولاد کی تعلیم پر ان کے کھانے کپڑے سے زیادہ توجہ نہ دی جائے۔ اس کے لئے پنچایتوں کا استحکام، عفو ودرگذر اور جاہلانہ رسوم کو بیخ وبن سے اکھاڑنا، اور صنعت کو جدید طریقے سے چلانا بھی لازم ہیں۔

موجودہ الیکشنی سیاست کی جھانسے بازی اور مغالطہ انگیزی سے عوام کو متنبہ کرتے ہوئے ووٹ کی طاقت کو متحدہ طور پر استعمال کرنے کی تاکید کی۔ اور فرمایا کہ ایسے امیدواروں کو کامیاب بنائیں۔ جو "آپ کی مزدورانہ مصیبت اور آپ کی بے کسانہ جہالت کو دور کرنے میں معاون ہوں"

بادوباراں کے باوجود دونوں روز تمام اجلاس نہایت کامیابی سے ہوئے رانچی، گیا، پٹنہ انڈال، اور کلکتہ وغیرہ کے علاوہ دور دراز دیہاتوں سے ہزاروں کی تعداد میں شرکاء موجود تھے۔

---

[1] صدر: خواجہ محمد وکیل، نائب صدر: حافظ لال محمد محمد حبیب گریڈیہہ

[2] مومن گزٹ ۱۶/دسمبر ۳۶ء، ص: ۱۸

یہاں سے فراغت کے بعد موصوف حسب پروگرام بہار شریف، بسرام اور آرہ ہوتے ہوئے کانپور واپس آئے۔

اس کے معاً بعد مراد آباد، رودلی لکھنؤ ہوتے ہوئے پنجاب کے مشہور شہر خصوصاً سیالکوٹ قصور، لاہور، امرتسر، لدھیانہ اور انبالہ نیز ناگپور، بمبئی، اور مالیگاؤں وغیرہ وفد لے جانے کی تجویز تھی۔

تنظیم برما:۔ موصوف نے کانپور پہنچ کر جمعیۃ المومنین صوبہ برما، رنگون کے ذمہ داروں کو بھی تنظیم تحریک پر اکساتے ہوئے اجلاس ششم میں شرکت پر آمادہ کیا۔

۱۴ ردسمبر جلسہ عام جمعیۃ المومنین گریڈیہہ میں علالت کی وجہ سے انہوں نے اپنی مختصر تقریر میں تنظیم و تعلیم کے علاوہ اپنے علاقے کی دستکاریوں کے نمونے ارسال کرنے پر زور دیا اور الیکشن میں ہوشیاری کے ساتھ ووٹ ڈالنے کی تاکید کی۔

غرض ۱۹۳۶ء اگر ایک طرف سلطنت کے صاحب اقتدار جارج پنجم کی موت، بیت المقدس پر مغربی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور برطانوی شاہ ہشتم کا مسز سمپسن کے عشق میں تاج و تخت کو خیر باد کہہ دینے کا پیغام لایا تو دوسری طرف ہندوستان کی پسماندہ مسلم برادریوں کے لئے میدان سیاست و صحافت میں نئے نئے درس عمل لیکر بھی آیا۔

۱۹۳۷ء:۔ اواخر ۱۹۳۶ء ہی سے آل انڈیا مومن کانفرنس اور مومن گزٹ کانگریس پارٹی کی کھلی سیاست اور غرباء پروری کی حمایت کرتی آئی تھی۔ اب ۱۹۳۶ء سے عملی سیاسی تقاضوں نے اسے کانگریس کی مکمل حمایت اور مسلم لیگ کی کٹر مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ عاصم بہاری کی تقریریں، آل انڈیا مومن کانفرنس اور اس کی ذیلی شاخوں کی تجویزیں نیز مومن گزٹ کی فائلیں اس حمایت و مخالفت کی دلچسپ گرما گرمی سے لبریز ہیں۔

---

[1] صدر:۔ حاجی عبداللطیف لائم مرچنٹ
نائب صدر:۔ منشی ولی محمد انصاری ہیڈ کلرک اسٹنڈرڈ آیل کمپنی
نائب صدر:۔ مولوی حافظ احمد، ہیڈ ماسٹر شوکت اسلام

مسلم لیگ کی شدید مخالفت:۔ اوائل ۱۹۴۷ء کے بیشتر اداریے (مومن گزٹ) اس وقت کی سیاست الیکشن اور کانگریس و لیگ کے مسائل پر مشتمل تھے۔ جن میں مولانا ابو عمر ذکریا بھاگپوری نے ابوالکلامی خطیبانہ اور پرجوش نثر میں ملک کی پسماندہ برادریوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ چنانچہ جن علاقوں میں اس اخبار کا ذوق تھا وہاں انتخابات اور اس کے نتائج پر فیصلہ کن اثر پڑا بالخصوص بہار، بنگال، یوپی، پنجاب، اور بمبئی کے علاقوں میں۔

مومن گزٹ نے مسلم لیگ کی مخالفت جس طرح کی اس کا اندازہ اس کے ایک اداریہ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ مولانا ابو عمر ذکریا کانگریس اور لیگ کی تاریخ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

> "لیگ کی ۳۰ پارہ کتاب حیات کے مطالعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے وہ صاف لفظوں کے چند جملے ہیں ہم کہتے ہیں اور باآواز دہل کہتے ہیں کہ لیگ فرقہ پرستوں کا گہوارہ ہے جہاں نفرت وکدورت جنم لیتی ہے"۔

لیگ قربان گاہ ہے جہاں ہوس وغرض پر غریبوں کو قربان کیا جاتا ہے۔

لیگ سنگ ترازو ہے جو سودے کے وقت کسی پلڑے پر جھک پڑے گی۔

لیگ ایک سیاسی ڈکشنری ہے جس میں ہر قسم کے مرعوب کن الفاظ بھرے پڑے ہیں۔

لیگ ایک شاعر ہے جو آقاؤں کے مناقب میں بہترین قصیدہ خوانی کر سکتی ہے۔

لیگ سرمایہ دار اور اعلیٰ طبقہ کا ایک اسٹیج ہے جہاں مفاد اور نفس پرستی پر مباحثہ ہوتا ہے۔

لیگ خوشحال طبقہ اور ملوکیت کا ترجمان ہے جن کے اتحاد سے ملک کی غلامی میں ترقی ہوتی ہے۔

لیگ ایک مشاق ایکٹریس ہے جو اتجربہ کار تماش بینوں کے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہے۔

لیگ آزادی اور غلامی کا معجون مرکب ہے۔ جو سرمایہ داروں کے قلوب کو تقویت پہنچا کر ہوس وغرض کی بھوک پیدا کر سکتی ہے۔

ل اخبار پاینیر لکھنؤ نے مورخہ ۶ جنوری ۴۷ کو مسلم لیگ کیلئے اپنے اداریہ میں ایک "مردہ پارٹی" کی سرخی لگائی۔

لیگ اگر مسلمانوں کی مخلص نمائندہ ہوتی تو ہر صوبہ میں
اس کے مقابلہ کے لئے کئی کئی پارٹیاں برسرپیکار نہ ہوتیں۔
ممبروں کے کئی افراد بورڈ سے مستعفی نہ ہوتے اکثریت کی
طرف سے بے اعتمادی کی تحریک پاس نہ ہوتی، سیاہ جھنڈوں
سے استقبال نہ ہوتا نہ جنازہ نکالا جاتا اور نہ اخبارات سودا کی
ہجو کو زندہ کرتے۔

پھر ایسے ہر دلعزیز لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دینا کہاں تک عقل و دانش کا مقتضی ہے؟[۲]

ایڈیٹر نے نثر کے علاوہ اشعار سے بھی الکشنی مہم خوب چلائی ''الیکشن کا آئینہ'' کے زیر عنوان ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دینے والو ووٹ دینا حسن سیرت دیکھ کر
ہے عمل امیدواروں کا مقرر آئینہ

پینے والے دیکھتے ہیں بزم آزادی کا رنگ
صاف ہے ساقی بڑے ہاتھوں میں غیر آئینہ

کھینچ لے گا آنکھ کے پردے میں تصویر وفا
ایک بت پرفن کی نظریں ہیں مقرر آئینہ

---

[۱] (۱) مولوی محمد رکن الدین خان وکیل پرتاپ گڈھ (۲) مولانا شاہد فاخری الہ آبادی (۳) آغا علی خان سید پور، بدایوں (۴) ڈاکٹر محمد حماد فاروقی بیرسٹرایٹ لاء (۵) حاجی محمد یٰسین بیرسٹرایٹ لاء (۶) حاجی شفقت علی ایڈوکیٹ سہارنپور (۷) محمد محمود خان چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ سہارنپور (۸) مولانا انور صابری، دیوبند (۹) محمد اکرام، سہارنپور (۱۰) خواجہ عبدالمجید، بیرسٹر الہ آباد (۱۱) مولوی کلب عباس وکیل رائے بریلی (۱۲) مولانا ریاست حسین مہتمم مدرسہ عربیہ رائے بریلی وغیرہ

[۲] مومن گزٹ یکم فروری ۴۷ء ص:۴

نام ہے میرا ذکریا ، تو عمر ہے کنیت
مرد حق آگاہ پر ہے میرا جوہر آئینہ

(یکم فروری ۳۷ء)

کانگریس کی حمایت :۔ اس طرح کے پرشور اداریے دراصل آل انڈیا مومن کانفرنس کی انتخابی کمیٹی کے فیصلے کی آواز بازگشت تھی ۔اس پالیسی کی تائید میں مسلسل مضامین اور بیانات شائع ہوتے رہے۔مولوی بشیر الدین ایڈیٹر "البشیر" نے مسلم ووٹروں کو مشورہ دیتے ہوئے لکھا کہ:

"اچھی قابلیت کے مسلمان زیادہ تعداد میں کانگریس میں شریک ہوجائیں اور وہ آئندہ الیکشن میں زیادہ تعداد میں کانگریس کے ٹکٹ پر کھڑے ہوں"[1]

مولانا شوکت علی کے خط کا شاخسانہ:۔ اس گرم سیاسی ماحول میں سب سے زیادہ ہنگامہ مولانا شوکت علی (خادم کعبہ) کے مبینہ خط کے ایک اقتباس پر ہوا۔جو ابوالقاسم انصاری آگرہ کے خط کے جواب میں انہیں موصول ہوا تھا۔

"مومن کانفرنس کے اعتراضات کو میں نے دیکھا،معترضین اس حقیقت کو قطعی فراموش کر گئے کہ ان کی مجلسی حیثیت کیا ہے ، ہندوستان ، ہندوستان رہے گا اور اعلیٰ وادنیٰ کا فرق بھی ۔جس مقدس جماعت میں نواب، راجہ مہاراجہ اور دیگر شرفاء شریک تھے،مومن کانفرنس کو کیسے دعوت دی جاتی یہ وقت اعتراضات کا نہیں"[2]

---

[1] مومن گزٹ ۱۶ ر جنوری ۳۷ ء ص: ۱۳

[2] (ا) "یہ کمیٹی، مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کو اپنی جماعت کا نمائندہ قطعی تصور نہیں کرتی ہے اراکین بورڈ کے موجودہ طرز عمل پر افسوس کا اظہار کرتی ہے ۔جس نے ہر دو ہاؤس کے امیدواروں کے انتخاب پر ہماری جماعت کی اکثریت کو نظر انداز کردیا۔(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

محمد قمر الدین الہ آبادی اور دیگر افراد نے اس خط کی فوٹو کاپی چھاپنے کا بار بار تقاضا کیا۔ مگر اس کی نوبت نہ آئی۔

مولانا امام الدین رام نگری نے ایڈیٹر کے نام ایک مکتوب میں ابو القاسم انصاری کے اس فرضی خط کو چیلنج کرتے ہوئے نہایت سخت انداز میں لکھا کہ:۔

"انتخاب کمیٹی کے نام سے جو تجویز مسلم لیگ بورڈ کے خلاف الہ آباد میں پاس کی گئی ہے اس سے زیادہ مطلق العنان غلط اور قوم کے نام سے ناجائز کارروائی نہیں ہو سکتی اس کے بعد ابو القاسم اور مولانا شوکت علی کے خط کا ایجی ٹیشن پھیلا کر آپ نے مومن گزٹ کی معاملہ فہمی اور متانت کا جنازہ ہی نکال دیا"

......آپ جیسا روشن خیال، سنجیدہ، نیک باطن آدمی پورے جوش و خروش سے اس غلط چیز کا پروپگنڈہ کر رہا ہے اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

..............مولانا شوکت علی بنارس آئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے اور دوسرے اصحاب سے اس خط کی تردید کی جو ان کے نام سے منسوب ہے۔

آپ ابو القاسم سے مولانا شوکت علی کے خط کا مطالبہ کیجئے اور اس کا عکس شائع کیجئے۔ میرے پاس مولانا کے دستخط موجود ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس معاملہ میں مولانا شوکت علی پر اتہام لگایا گیا ہے"[۲]

مسلم لیگ کی دفاع:۔ مولانا امام الدین کی مسلم لیگ کی دفاع میں دلیل یہ تھی کہ مومن کانفرنس کبھی بھی سیاسی جماعت نہ تھی اس لئے اس کی نمائندگی کا سوال ہی

---

[۱] موصوف عاصم بہاری کی شیدائیوں میں تھے اور اس تحریک کے ہمیشہ ایک پر جوش اور ایثار پیشہ کارکن رہے۔ عاصم بہاری کی زندگی کے آخری ایام موصوف ہی کی قیام گاہ میں بسر ہوئے۔

[۲] مومن گزٹ کے بیان کے مطابق خط و کتابت کی گئی مگر بورڈ نے اس کی پرواہ نہ کی۔

نہیں ہوتا مزید یہ کہ اگر ایسا ہی تھا تو مومن کانفرنس کے جنرل سکریٹری کو لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے ذمہ داروں سے اس موضوع پر خط و کتابت کرلینا چاہئے تھا۔[1]

مومن گزٹ کی دلیل مولانا ابو الکلام آزاد کی تائید میں یہ تھی کہ لیگ انگریزوں کی حاشیہ بردار اور غلامی پر قانع ہے۔ یہ حکمت عملی مسلمانوں کے لئے زہر ہلاہل ہے کیونکہ:۔

''ہندوستان کی غلامی جو بلاد اسلام کی غلامی کا سبب ہے، اسی کی بدولت نشو ونما پا رہی ہے؟''[2]

اس کی دوسری دلیل یہ تھی کہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری[3] کی رو سے مسلمانوں کی ۹؍کروڑ آبادی میں مومنوں کی آبادی چار کروڑ سے کسی قدر کم نہ تھی اس کے باوجود ایوان زیریں کی ۴۸۲ مسلم نشستوں میں اس اکثریتی مومن آبادی کو نظر انداز کیا گیا۔

اس پورے ہنگامہ ہائے دہو میں عاصم بہاری کا رول متوازن اصولی اور تنظیمی فیصلوں کے مطابق تھا اس لئے مولانا رام نگری انجائی برہمی کے باوجود اپنے خط میں انتخاب کمیٹی اور مومن گزٹ کی پالیسی پر تو خوب برسے مگر عاصم بہاری کے بارے میں ان کا پر جوش قلم اس ایک جملہ سے زیادہ نہ لکھ سکا۔

''مولانا عاصم بہاری کے بارے میں کچھ نہیں عرض کرسکتا''

امیدواران الیکشن اور عاصم بہاری:۔ اب الکشنی گرما گرمی اور اجلاس ششم کی قربت نے عاصم بہاری کو خرابی صحت کے باوجود طوفانی دورے پر مجبور کردیا کیونکہ ہر جگہ کے امیدوار پیہم خطوط، تار اور آدمی بھیج کر اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں کم از کم ایک بار بھی

---

[1] مومن گزٹ ۸ فروری ۳۷ء ص: ۳

[2] مجموعی آبادی ۳۵؍کروڑ

[3] مجموعی تعداد ۱۵۶ اور ۴۰ عورتوں کیلئے مخصوص، ان دنوں رائے دہندوں کے لئے شرط یہ تھی کہ رائے دہندہ کم از کم دو روپے مکان کرایہ یا کسی قسم کا ٹیکس یا پانچ روپے مالگذاری یا دس روپے لگان کے ادا کرتا ہو۔

آنے کی پرزور درخواست کررہے تھے۔

چنانچہ موصوف کو مندرجہ ذیل مقامات پر وقفے وقفے سے خاص طور پر ہنگامی دورہ کرنا پڑا۔

نام صوبہ	نام مقام	نام امیدوار
(الف)		
بہار:۔		
(i)	اورنگ آباد، جہان آباد	لطیف الرحمٰن مکتبہ، گیا
(ii)	پٹنہ کمشنری میونسپلٹی	مولوی حافظ ظفر وکیل بہار شریف
(iii)	ترہت میونسپلٹی	محمد جمیل، ایم، اے، بی، ایل،
(iv)	چھپرہ (دیہی حلقہ)	مولوی محمد نور حسین
(v)	رانچی، چائباسہ (دیہی علاقہ)	آر علی رانچوی
(vi)	پٹنہ شہری مسلم حلقہ	سید عبدالعزیز، وزیر تعلیم
(vii)	بھاگلپور،	مولوی عبدالسوف
(ب)	**یوپی**:۔	
(i)	بنارس	مولانا عبدالمجید
(ii)	کانپور	ڈاکٹر عبدالصمد
(iii)	بدایوں	مولانا اکرام علی
(iv)	الہ آباد	ذوالفقار اللہ
(ج)	**بنگال**:۔	
(i)	مانک تلہ، کلکتہ	محمد سلیمان
(ii)	ہوڑہ	محمد محی الدین بارایٹ لاء
(د)	**ممبئی**:۔	
(i)	ضلع ناسک مالیگاؤں	عبدالرحیم، عبدالرزاق
(ii)	شہر بمبئی	محمد عمر رجب بہاری انصاری

مومن گزٹ نے قسط واران امیدواروں کا مختصر تعارف[1] بھی شائع کیا۔ پٹنہ کمشنری کے امیدوار مولوی حافظ ظفر حسن کے بارے میں بہار شریف اور پٹنہ کے محلّہ خانقاہ بارہ دری سوہ سرائے وغیرہ کے معزز مسلمانوں نے بلاتفریق ذات برادری جو اپیل[2] شائع کروائی اس کی سرخی اس طرح لگائی گئی تھی۔

"آستانہ حضرت مخدوم الملک بہاری امیدوار اسمبلی از پٹنہ
کمشنری مسلم شہری حلقہ مولوی حافظ ظفر حسن صاحب وکیل صدر بار
ایسوسی ایشن بہار شریف کو بکس میں ووٹ دیکر کامیاب بنائیں"

عاصم بہاری ۲۶ر دسمبر ۳۶ء کو الہ آباد سے شب کے وقت کانپور[3] آئے۔ اتوار کے روز شہر کی مجلس مشورت میں شرکت کی اور سوار کو وفد کے ساتھ بریلی الہ آباد، امروہہ، دہلی علیگڈھ اور فیروزآباد کے لئے روانہ ہوگئے۔

الیکشنی اکھاڑہ:۔ مئو، بریلی، المورڑہ اور بعض دوسرے مقامات پر انصاریوں کے درمیان دلچسپ اختلافات اور کشمکش کی صورت بھی پیدا ہوگئی تھی جسے عاصم بہاری نے اور کبھی وفد نے بروقت رہنمائی کرکے انہیں دور کیا اور شب کو مومن کانفرنس کے فیصلے پر راضی کیا۔ تقریباً ہر شہر الیکشن کا زبردست اکھاڑہ بن چکا تھا۔

"اسوقت پٹنہ پانچ ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہے۔ یونائیٹڈ پارٹی، شیعہ
پارٹی، مرادپور کی مخلوط آبادی، مومن پارٹی اور سکریٹریٹ کی آبادی، دو
روز کے لئے بھی آجایئے ورنہ وکیل صاحب کو بہت صدمہ ہوگا"[5]

آپ کی سخت ضرورت ہے:۔ ان دنوں عاصم بہاری کے نام جو خطوط اور ٹیلی گرام موصول ہوئے ان کے مضامین اس بحرانی کیفیت اور عاصم بہاری کی عوامی مقبولیت

---

[1] مومن گزٹ یکم و ۸ر جنوری ۳۷ء ص:۱۵ [2] مومن گزٹ یکم جنوری ۳۷ء ص ۱۳

[3] مومن گزٹ یکم جنوری ۳۷ء ص:۱۱

[4] بدولت کدہ ماسٹر سلطان احمد شاہ نائب صدر جمعیۃ المومنین کانپور مومن گزٹ ۸ر جنوری ۳۷ء ص:۷ [5] مکتوب محمود احسن بنام عاصم بہاری مورخہ ۱۲ر جنوری ۳۷ء

کے غماز ہیں:۔

"آپ کی خاص کر ہم کو سخت ضرورت ہے۔لہٰذا اس خط کے دیکھتے ہی فوراً گیا تشریف لایئے۔بہار الیکشن خصوصاً گیا کا الیکشن آپ کے بغیر نہایت مشکل ہو رہا ہے"[۱]

آپ کی سخت ضرورت ہے صرف دو روز کے لئے جلد سے جلد تشریف لایئے ورنہ سب کیا کرایا رائیگاں ہو جائے گا اور یہ ایسا قومی نقصان ہوگا جس کی تلافی غیر ممکن ہوگی۔چھوٹا ناگپور کی آئندہ ترقی اور تنظیم کا دارومدار اسی کامیابی پر ہے" دیکھئے اس میں تاخیر نہ فرمائیں جس حال میں ہوں اسی حال میں فوراً تشریف لائیں"[۲]

"ایک اشتہار شاہ عمیر (میرے مخالف) نے شائع کرایا جس میں قریش برادری کے لئے میرے خلاف ووٹ دینے کی فرمائش ہے۔ بھیا رشید الدین صاحب سے فوراً اس کی تردید کروائیں۔جلد کاروائی کریں۔وقت نہیں ہے"[۳]

ادھر بھیا رشید الدین کو خود اپنے امیدواروں کی فکر تھی۔

"آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ صدر و سکریٹری فیروز آباد جمعیۃ المومنین کو تحریر فرما دیجئے کہ خاں بہادر بدر الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ جو کہ نائب صدر آل انڈیا جمعیۃ القریش ہیں"[۴]

---

[۱] مکتوب محمد اسحاق از گیا، بنام عاصم بہاری برائے الیکشن لطیف الرحمٰن نگمتیہ مورخہ ۲ رجنوری ۳۷ء

[۲] مکتوب آر علی رانچی بنام "ناخدائے قوم عالی جناب عاصم بہاری زید مجدہم" مورخہ ۸ رجنوری ۳۷ء، موصوف نے اس خط کے معاً بعد یہ ٹیلی گرام روانہ کیا۔

Send Asim Saheb immediately urgently- R. Ali

[۳] مکتوب لطیف الرحمٰن، نگمتیہ ہاؤس گیا، مورخہ ۹ رجنوری ۳۷ء

[۴] مکتوب بھیا رشید الدین مورخہ ۲۵ رجنوری ۳۷ء

☆ ’’ایک تائیدی اپیل مجلس استقبالیہ کی جانب سے فوراً بھیجئے‘‘ [1]

☆ ’’۲۵/کاپیاں بتاریخ ۸/جنوری ۲۷ء مومن گزٹ کی بذریعہ وی۔پی پتہ ذیل پر روانہ فرمادیجئے‘‘ [2]

☆ ’’آپ بھی فوراً عاصم بہاری سے ملاقات کریں اور ان کو یہاں تشریف لانے کی ترغیب دیں۔ ہم لوگ اخراجات ضروری کے برداشت کرنے کو تیار ہیں‘‘ [3]

☆ ’’معلوم ہوا کہ مولانا حسین احمد مدنی صاحب مئو ائمہ ۱۴/تاریخ کو شب میں آئے .... تب مولانا نے کہا کہ مولانا عاصم بہاری کہاں ہیں۔
۲۳/تاریخ کو کانپور جاؤں گا اور مولانا عاصم صاحب سے ملوں گا‘‘ [4]

زندگی سے مایوسی اور سوانح عمری کی فرمائش :- مسلسل سفری صعوبتیں اور شب و روز تقریر نے عاصم بہاری کی صحت کو بالآخر بری طرح متاثر کیا۔ منھ سے وافر خون آ گیا اور نقاہت حد سے زیادہ ہوگئی چند دنوں تک تو یہ حالت ہوئی کہ لوگ ان کی زندگی ہی سے مایوس ہو گئے، جب کچھ افاقہ ہوا تو معتقدین و متاثرین نے موصوف کی سوانح عمری کو قلمبند کرنے کی تجویزیں بھیجنی شروع کیں۔

مکرمی جناب منیجر صاحب! السلام علیکم

.... دیگر عرض یہ ہے کہ جناب مولانا عاصم کے واسطے ایک منشی کا انتظام ہونا چاہئے جس کو عاصم صاحب اپنی سوانح حیات بولتے جائیں اور وہ لکھتا جائے۔ جناب عاصم کی سوانح حیات قلمبند کرنا نہایت ضروری ہے۔ قوم کے ہونہار بچوں کے واسطے یہ سوانح حیات درس کا کام دے گی اور عاصم صاحب کی ایک عمدہ فوٹو لیکر بلاک بنوالینا چاہئے ورنہ

---

[1] مکتوب امام الدین رام نگری برائے الیکشن مولانا عبدالمجید بنارس مورخہ ۱۱/جنوری ۲۷ء
[2] جس شمارہ میں مولانا شوکت علی کے خط کا شاخسانہ ہے۔ مکتوب کنور عنایت علی خاں سہارنپور۔
[3] مکتوب سید محمد عیسیٰ (عرف ننھے) وکیل دیوریا، شیام شور صاحب مورخہ ۱۵/جنوری ۲۷ء
[4] مکتوب قمرالدین الہ آبادی بنام منشی کریم الرحمٰن عتیق، مورخہ ۱۵/جنوری ۲۷ء

خدانخواستہ بعد میں کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

خداوند کریم میرے خیالات اور توہمات کو غلط کرے۔ اور عاصم صاحب کو ہم لوگوں کی راہ نمائی کے لئے زیادہ سے زیادہ دنوں تک قائم رکھے۔ آمین یا رحمۃ للعالمین" ۱

"بالآخر آپ مجھے بھول ہی گئے۔ مڑ کے بھی نہ دیکھا کہ مجھ پر کیا گذری اور کیا گذر رہی ہے............ میں نے تو کئی خط لکھے مگر میری فریاد صدا بصحرا ہو کر رہ گئی۔"

☆ "تشریف لے آئیں۔ دو ہی گھنٹہ کے لئے سہی مگر تشریف لے آیئے" ۲

☆ مولوی حافظ ظفر حسن ایم ایل اے بہار کے تار کے جواب میں وفد کا تشکر نامہ بذریعہ تار ملا ۳ "

☆ "جناب عاصم کی قوم کو سخت تلاش ہے۔ مقامی اور صوبائی انجمنیں اس وقت اس قدر خاموش ہو گئی ہیں کہ بغیر عاصم صاحب کے حرکت میں نہیں آسکتیں" ۴

سخت ترین علالت کے دوران ہفتہ عشرہ تو کہیں آنے جانے سے رہے لیکن صحت جیسے ہی کچھ بحال ہوئی اپنے علاج اور بعض تحریکی مقاصد کے لئے ان کے دورے سابق دستور جاری ۵ ہو گئے"

---

۱ مکتوب قمر الدین الہ آبادی مورخہ ۱۶ رجنوری ۴۷ء ضمیمہ ۴۷ء

۲ مکتوب مولانا عبد المجید از بنارس بنام عاصم بہاری مورخہ ۲۱ رجنوری

۳ "Very many thanks for your teligram on behalf of your Momin Comunity" Rafique Attay President Turkish Deligate

۴ مکتوب ڈاکٹر امین الدین احمد ایم۔ بی۔ ایس محلہ بسارپگھہ بہار شریف بنام ایڈیٹر مومن گزٹ مورخہ ۲ فروری ۴۷ء مکتوب الیہ بہار میں جمعیۃ کے نہایت سرگرم کارکن اور عاصم بہاری کے عزیزوں میں تھے۔

۵ عاصم بہاری دہلی سے ایک خط میں رقمطراز ہیں:۔

"عزیزان محمد ہارون و محمد ہمایوں بعد دعا معلوم ہو کہ میں مکان سے آنے کے بعد یکسر دورہ میں ہوں اور بیمار ہوں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سفر کے دوران کریم الرحمٰن عتیق مانکپوری، مولانا ابوعمر ذکریا بھاگلپوری اور مولوی حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی عاصم بہاری کو جمعیۃ کے دفتر مومن گزٹ اور دیگر احوال سے پوری طرح باخبر رکھتے تھے اور ان کے غائبانے میں تمام امور کو بھی بڑی تندہی سے انجام دیتے تھے۔

بہار میں شاندار کامیابی:۔ اواخر جنوری ۳۷ء تک انتخابی سرگرمیاں اپنے شباب پر آگئیں اوائل فروری ہی سے اس کے حوصلہ افزا نتائج بھی سامنے آنے لگے صوبہ بہار میں مومن برادری کے دس امیدواروں میں سات کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی[1] ان کے علاوہ یو پی بنگال اور مالیگاؤں وغیرہ سے بھی خوشخبریاں موصول ہونے لگیں۔البتہ کلکتہ کے پرانے یار غار اور تحریک کے سرگرم کارکن ایم۔جی۔رسول کے انتقال[2] پر ملال کی خبر سے موصوف کو بے حد صدمہ ہوا اور تعزیتی خط روانہ کیا۔

مومنوں کی صحافت:۔ یہی زمانہ انصاریوں کی صحافتی اور علمی بیداری کا بھی تھا۔جہاں جہاں جمعیۃ کی شاخیں قائم کی جاتیں دارالمطالعہ، لائبریریاں اور درسگاہیں بھی

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا:

اس طرف تو اکثر کھانسی کے ساتھ خون آگیا لیکن علاج بہت کاوش سے ہو رہا ہے۔یکم جنوری ۳۷ء سے شفاء الملک حکیم محمد ظفر احمد خان صاحب پرنسپل طبیہ کالج وسکریٹری ہندوستانی دواخانہ کا علاج ہو رہا ہے۔ایک ماہ میں چار مرتبہ دہلی آیا۔ہوں اور تین چار دن ابھی اور ٹھہروں گا اس کے بعد کانپور اور وہاں سے دو تین مقامات پر ٹھہرتا عید کے قریب مکان آنا ہوگا۔جہاں سے کلکتہ ہوتا ہوا گورکھپور جانا ہے"

مورخہ ۸ فروری ۳۷ء

[1] مسٹر لطیف الرحمٰن، اورنگ آباد ۲۔ مسٹر آر علی، چائباسہ، رانچی
۳۔ مولوی عبدالجلیل ایڈوکیٹ، دربھنگہ ۴۔ مولوی حافظ ظفر حسن وکیل، بہار شریف
۵۔ مولوی عبدالشکور وکیل بھاگلپور ۶۔ مولوی نورالحسن، چھپرہ
۷۔ مسٹر شمس الدین بلجوری، مغربی پٹنہ (مومن گزٹ ۸ فروری ۱۹۳۷)

[2] ۱۱ر جنوری ۳۷ء م ۲۷ر شوال ۱۳۵۵ھ

معاہدقائم کر لی جاتیں اوران اداروں میں مومن گزٹ کے علاوہ،مساوات (پھلواری شریف پٹنہ)انصار،استقلال (بنارس)مومن (بدایوں)انصار (دہلی)اوردیگرقومی وملی اخبارورسائل میں سے کئی جاری کرالیئے جاتے مگر متذکرہ مطلوبہ عوامی علمی بیداری پیدا نہیں ہوئی تھی جس کی آرزوعاصم بہاری کوتھی۔

مجلس استقبالیہ اجلاس ششم کی نشست:۔ ۶/مارچ ۳۷ء یوم

سنیچر وقت ۹ ربجے شب دفتر مجلس استقبالیہ واقعہ مشن روڈ کانپور میں بصدارت مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ آنریری منصف آل انڈیا مومن کانفرنس،مجلس استقبالیہ آل انڈیا مومن کانفرنس ونمائش کانپور کی جنرل میٹنگ شروع ہوئی جس میں یوپی اور بہار کے بشمول عاصم بہاری تقریباً تمام ہی اہم ارکان نے شرکت کی۔

ملک کے حالیہ الیکشن میں مسلسل دورے اوراخراجات کے پیش نظر مجوزہ اجلاس ششم کی تاریخ اکتوبر ۳۷ء (تعطیلات دسہرہ) تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔مومن گزٹ کانپور کی خدمات پر کامل اطمینان کا اظہار کیا گیااورملک کی مختلف اسمبلیوں میں کامیاب ہونے والوں،امیدواروں کوہدیہ مبارکباد پیش کیا گیا۔ان کامیاب امیدواروں اورمخلصوں سے درخواست کی گئی کہ وہ مجلس استقبالیہ کے وفد میں شریک ہوکر دورے کر کے اجلاس ششم کوکامیاب بنانے میں تحریک کا ہاتھ بٹائیں۔

حکیم چودھری فقیرمحمد چمن گنج کانپور نے مہمانوں اوررضاکاروں کو۷/مارچ کودعوت طعام پیش کی۔ایک سو رضاکاروں کا دستہ بھی اپنی مخصوص وردی اور جھنڈے کے ساتھ مہمانوں کے استقبال کے لئے موجود تھا۔"[1]

اسی ماہ جمعیۃ المومنین کلکتہ اور بہارشریف کی مجالس عاملہ نے عاصم بہاری سے اپنے اپنے یہاں کے سالانہ جلسوں کی تعیین تاریخ کی درخواست کی۔حالات کچھ ایسے تھے کہ جمعیۃ

---

[1] مومن گزٹ ۸/مارچ ۳۷ء ص:۱۴

المومنین[۱] بہار شریف اور کانپور[۲] کے سالانہ جلسوں کی تاریخ ایک ہو گئی یعنی ۲۷۔۲۸؍مارچ[۳]

اب تمام شاخوں کے حوصلے بڑھ چکے تھے۔ چنانچہ بہار شریف کی جمعیۃ نے ۱۷؍فروری کو اسمبلی و کونسل کے منتخب ممبروں اور مشاہیر قوم کو ایک خصوصی پر تکلف دعوت میں مدعو کیا جس میں قوم کی دینی و دنیاوی تعلیم و ترقی تنظیم، فضولیات سے اجتناب، اقتصادی حالات کی درستی، اہل وطن سے اتحاد، ملازمت، تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت جیسے مسائل پر مفصل اسکیم اور خاکے بھی طلب کئے گئے۔

جشن فتح:۔ اسمبلی الیکشن میں مولوی لطیف الرحمٰن کی شاندار کامیابی پر گیا میں خاصا جوش و خروش تھا۔ گیا شہر کے علاوہ اس کے کئی مضافات میں جشن منایا گیا۔ شہر کا جلسہ ۱۹؍فروری کو بصدارت بابو گنگا پرساد سنگھ منیجر مہدی پور اسٹیٹ منعقد ہوا جس میں موصوف کو مبارک باد پیش کی گئی اور یہ اجتماعی تجویز بھی منظور ہوئی کہ:

> "............ہندو اور مسلمان پبلک کا یہ جلسہ شاہ عمیر صاحب اور ان کے جماعتی ورکروں کی ان زیادتیوں اور ظلموں پر دلی رنج اور نفرت ظاہر کرتا ہے جو انہوں نے کیا تھا۔ جہان آباد محمد دم پور، کنرا کے علاقوں میں غریب ووٹروں پر کیا ہے اور ان کو گھروں میں بند کر کے ووٹ کا قانونی حق استعمال کرنے سے روک دیا ہے۔ اور بہتوں کو زدوکوب بھی کیا ہے"[۴]

---

۱ زیر صدارت مولوی عبدالجلیل دربھنگہ ایم اے بی ایل، ایم ایل اے، بمقام مدرسہ قومیہ بہار شریف۔

۲ کانپور کی جمعیۃ نے اس مجوزہ جلسہ میں غازی محمود دھرپال، نظام الدین آنریری منصف الہ آباد، عاصم بہاری، لطیف الرحمٰن، محمود الحسن ایڈیٹر مومن بدایوں، امام الدین رام نگری، سردار محمد اسلام، مولوی محمد اسحاق، مائل انصاری اور مولانا عبدالمجید بناری وغیرہ کو مدعو کیا۔

۳ مطابق ۱۳۔۱۴۔محرم ۱۳۵۶ھ یوم شنبہ و یکشنبہ تاریخ کے اس ٹکراؤ میں بعض لوگوں کی سازش کو بھی دخل تھا۔

۴ سکریٹری محمد ظہیر الحسن شیخانوی ۵ مومن گزٹ ۲۳؍مارچ ۳۷ء ص ۱۲ مرتبہ محمد حسین۔

دوسرا سالانہ جلسہ کانپور:۔ ۲۷/مارچ ۳۷ء کو ۹ بجے شب میں جمعیۃ المومنین کانپور کا دوسرا سالانہ[1] جلسہ شروع ہوا جس میں تقریباً دس ہزار افراد نے شرکت کی جس کے دو دنوں میں تین نہایت کامیاب اجلاس ہوئے۔ شعراء میں کریم الرحمٰن عتیق، مائل خیر آبادی اور اکابر مقررین میں غازی محمود دھرمپال، حافظ امام الدین رام نگری، مولوی نظام الدین وغیرہ خاص تھے۔

تقریروں میں بالعموم اصلاح معاشرہ کے علاوہ کامیاب امیدواروں کو مبارکباد پیش کی گئی اور کانگریس کی حمایت ہوئی آخر میں حکیم بشیر[2] احمد نے عاصم بہاری کی صحت کاملہ کی دعاء کے لئے حاضرین جلسہ سے درخواست کی۔

جلسہ کانپور میں ماسٹر قمر الزماں رئیس فیض گنج نے اپنے مطبوعہ صدارتی خطبہ میں واضح لفظوں میں فرمایا کہ:۔

"مومن گزٹ کے اجراء کے علاوہ بہار اسمبلی میں ہماری نمایاں کامیابی سے وہ سیاسی عظمت و وقار جو صوبہ بہار کی برادری کو خصوصاً اور ہندوستان کی برادری کو عموماً حاصل ہوا ہے۔کیا اس سے پہلے حاصل ہوا تھا؟

یہ گیا کانفرنس کا ایک خواب تھا جس کی "تعبیر خیر" میں جناب مولانا عاصم صاحب بہاری کی ان تھک تگ و دو مومن گزٹ کی تحریروں اور پر اثر مقالوں کا کافی حصہ اور خصوصاً برادران کانپور کی عموماً صوبہ یو پی کی امداد و اعانت کی رہین منت ہے۔"[3]

بہار شریف کے اسی جلسہ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ غربت اور پسماندگی کے سبب برادری کی قصباتی آبادی خاص طور پر زمینداروں اور جاگیرداروں کے مظالم کا اکثر نشانہ بنتی رہی ہے۔

---

۱ صدر مجلس استقبالیہ منشی عبد الرزاق میونسپل کمشنر کانپور

۲ منیجر مومن گزٹ کانپور۔ مارچ ہی میں موصوف کے سینہ کا ایکسرے فوٹو بھی کیا گیا تھا۔ سفر اور خرابئ صحت نیز مقامی سازشوں کے سبب موصوف اس جلسہ میں شریک نہ ہوسکے۔

۳ مومن گزٹ یکم مئی ۳۷ء۔ ص ۹

لہٰذا ان کی قانونی امداد کے لئے ہر علاقہ میں قانون داں واہل الرائے حضرات کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔

اس سلسلے میں بھاگلپور کمشنری کے مولوی عبدالروٴف وکیل، مولوی عبدالسلوف وکیل، مولوی تمیز الدین وکیل، امیر الدین وکیل، مسٹر محمد شریف، بیرسٹرایٹ لاء وغیرہ پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کے لئے عاصم بہاری کو ذمہ دار بنایا گیا جس کی قدر افزائی حاجی نعمت اللہؒ بھاگلپوری نے بھی کی۔[1]

بہار شریف کا اجلاس خاص:۔ خرابی صحت کے باوجود عاصم بہاری، بہار شریف کے جلسہ میں کسی طرح شریک ہوگئے۔ ویسے یہ جلسہ بھی پورے تزک واحتشام سے منعقد ہوا۔ بنگال بہار اور یوپی کے اکابر کے علاوہ دوسری برادریوں کے زعما بھی شریک جلسہ[2] تھے۔

مولانا محمد اصغر حسین[3] نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں اور دیگر مقررین نے اپنی تقریروں میں سیاسی اختلافات اور الیکشنی کشمکش کی فضا سے نکل کر اتحاد واتفاق پر زور دیا۔ اور غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی۔

اس جلسہ میں دیگر تجاویز کے علاوہ یہ اہم تجویز بھی منظور کی گئی۔

"جمعیۃ المومنین بہار شریف کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے

کہ زبان اردو کو جو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے۔ دفتری

---

[1] مکتوب حاجی محمد نعمت اللہ بھاگلپوری مورخہ ۱۶/مئی ۴۷ء

[2] محمد سلیمان، ایم ایل اے کلکتہ۔ مسٹر آر علی، ایم ایل اے رانچی۔ حافظ ظفر حسن ایڈوکیٹ ایم، ایل اے لطیف الرحمٰن، ایم ایل اے، محی الدین بارایٹ لاء، کلکتہ، پروفیسر عبدالمنان بیدل پٹنہ، پروفیسر حافظ شمس الدین منیری، خان بہادر مولانا محمد مبارک کریم سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار۔ پروفیسر عبدالمجید پٹنہ کالج، مولانا وہاب آرہ، ڈاکٹر حبیب اللہ آرہ مولوی عبدالمجید دماغ جونپوری، سید شاہ مجتبیٰ حسین سجادہ نشین، سید شاہ حسین سجاد جعفری، سید شاہ طیب وحکیم محمد یوسف حسن خان، سید شاہ ارتضیٰ حسن، سید شاہ محمد نظیر الحسن کاظمی فصیح، مولوی فرزند علی چھپرہ، مولوی منیر الدین ایڈیٹر مساوات، مولانا محمد شفیع انڈال، بسمل آروی، مولوی نظام الدین الہ آباد، مولانا نورعالم نور وغیرہ۔

[3] شیخ الحدیث، ونائب پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

زبان قرار دیے جانے کی کوشش کی جائے اور حکومت بہار سے
پرزور درخواست کرتا ہے کہ عام دفاتر میں اس کو دفتری زبان
قرار دیا جائے۔"[1]

آئین نو کے خلاف احتجاج:۔ اواخر مارچ ۳۷ء میں ہندوستان کا " جدید آئین" منظور ہوا تو اس کے خلاف پورے ملک نے احتجاج کیا مومن گزٹ نے بھی ۱۲/اپریل ۳۷ء کے سرورق پر ایک احتجاجی کارٹون شائع کیا جس میں ہندوستان کے نقشہ پر ترنگا جھنڈا لہراتے ہوئے دکھا کر بائیں طرف پھنکارتے ہوئے ایک سانپ کو دکھایا گیا۔ جس پر "نیا آئین[2]" لکھا ہوا تھا۔ عتیق مانکپوری نے اگلے شمارے (۱۸ـ اپریل ۳۷ء) میں آئین نو کے زیرعنوان سرورق کی نظم میں اس طرح احتجاج کیا۔

بڑھ نہیں سکتا کبھی " آئین نو " تیرا وقار
ہو گئی وقف خزاں جب تیری تمہید بہار

جمگھٹا تھا رنج و غم کا تیرے استقبال میں
کسمپرسی پر تری ہندوستان تھا اشکبار

اللہ اللہ یہ اثر تیری سیہ بختی کا تھا
ذرہ ذرہ سرزمین ہند کا تھا سوگوار

کانگریس کی مدلل مداحی:۔ اس کے بعد " کانگریس اور مسلمان " کے زیرعنوان مومن گزٹ نے قسط وار کئی اہم اور پرسوز اداریے لکھے تا کہ اس تحریک نے جو سیاسی موقف اختیار کیا تھا اس کی حقانیت کو واضح کیا جا سکے۔ آزادی وطن کے لئے کانگریس کی گزشتہ پچاس سالہ خدمات کا تذکرہ کرنے کے بعد مدیر مومن گزٹ لکھتے ہیں کہ:

"یہ وہ کانگریس ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا اور امان اللہ
نے اپنی تاریخی تقریروں میں اس کو سراہا ہے"[3]

---

[1] مومن گزٹ ۱۶/اپریل ۳۷ء ص ۸ [2] تاریخ ۱۲/۱ کیم اپریل ۳۷ء
[3] مومن گزٹ ۲۴/اپریل ۳۷ء ص: ۱۵

آ گے چل کر کانگریس کے جرأت مندانہ اقدامات، اس کی قربانیوں، سادگی اور حکومت برطانیہ پر اس کے غیر معمولی رعب واثر کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"یہ وہ کانگریس ہے جس کی بدولت ملک آزاد ہوگا ....یہاں کی غلامی دور ہوگی ....ملک مہذب اور ....خوشحال بنے گا"

"..........میں کہتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ مزدوروں کے لئے، کسانوں کے لئے، غریبوں کے لئے اور مسلمانوں کے لئے، کانگریس ایک مامن اور حصن حصین ہے۔ مسلمانوں کو جب کبھی کانگریس کے خلاف کوئی شکایت پیدا ہوئی ہے تو وہ عنادی وبنیادی شکایت نہیں ہے۔ یکجائی میں شکایت کا ہونا ضروری ہے۔ کیا مسلمانوں کو لیگ سے شکایت نہیں؟ مسلم کانفرنس کے لئے مسلمان مداح ہیں؟"

مومن گزٹ کا رونا:۔ ایک طرف انصاریانِ ہند کا یہ جوش و خروش اور دوسری طرف مومن گزٹ کی کارکردگی پر کامل اطمینان کے باوجود اس کی مالی اعانت سے لوگوں نے عاصم بہاری اور مدیر مومن گزٹ کی بار بار کی یاددہانی کے باوجود جس سردمہری سے کام لیا وہ حیرت انگیز ہے۔ بالآخر اپریل ۳۷ء سے کئی بار "بے توجہی کی حد ہوگئی" کے زیر عنوان اداریے نے احتجاجی نوٹ شائع کئے۔

"ہماری قوم میں اکثر حضرات ایسے بھی موجود ہیں جن کے قول تو مرعوب کن ہوتے ہیں مگر حال حقیقت وعمل سے خالی۔ افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ مومن گزٹ اکثر حضرات کی خدمتوں میں ۶ سے ۸ ماہ تک برابر حاضر ہوتا رہا اور حضرات موصوفین ان کے مطالعے سے لطف اندوز

ل مومن گزٹ ۱۴؍مئی ۳۷ء ص:۳

ہوتے رہے۔

ادھر دفتر اس امید پر انتظار کرتا رہا کہ ابھی آسمان غیرت پر
ترسیل رقم کے بادل منڈلاتے ہیں۔ جب امید بے رحمی کی چٹان سے
ٹکرا گئی تو آخر ان کی خدمتوں میں وی پیاں روانہ کی گئیں۔
اب تو بے توجہی کی حد ہوگئی قومی آرگن کی امداد کیا کرتے کہ
وی۔پیاں بے دردی سے واپس کر دی گئیں![1] ......

حالانکہ مومن گزٹ کا حال یہ تھا کہ ملک گیر پیانے پر انصاریان ہند کی ہر چھوٹی بڑی خبروں اور احوال کا یہ آئینہ بن چکا تھا۔ اگر ایک طرف ملک و قوم کے اکابر کا تعارف اور ان کے دکھ سکھ کا مظہر تھا تو دوسری طرف تحریک کے ہر نشیب و فراز کا مستند ریکارڈ بھی۔ اس کے باوجود قوم کی سرد مہری حیرت انگیز تھی۔ قارئین کے جذبہ کو ابھارنے کے لئے عبدالکریم اسٹور کلرک جھا جھا کی خدمات کو "تشکر و احسان" کے زیر عنوان بڑے سے چوکھٹے میں شائع کیا گیا[2] موصوف ہر ماہ کچھ نہ کچھ نئے خریدار مہیا کیا کرتے تھے۔ مگر ان سب کا کوئی نتیجہ خیز اثر نہ ہوسکا۔ بلکہ الٹے کانپور میں بعض ذمہ داروں نے عاصم بہاری کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ عاصم بہاری شب و روز دورہ کرنے۔ چند دنوں کی مہلت ملتی تو کچھ صحت کی فکر کرتے تحریک اور مومن گزٹ کے لئے فنڈ فراہم کرتے رہتے۔ ۷-۸ ماہ تک تو یہ کارخانہ کسی طرح بخیر و خوبی چلتا رہا مگر الیکشن کے طوفانی دورے کے بعد ہر طرف جمود کا سماں تھا۔ چنانچہ مارچ ۳۷ء سے مومن گزٹ مالی بحران میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے منیجر حکیم بشیر الدین جہانگیر آبادی اور ایڈیٹر ابو عمر ذکریا، عاصم بہاری کو تشویشناک خطوط لکھ لکھ کر روپیوں کا بار بار مطالبہ کرتے۔

"آپ کے خط نیز روپیہ کا انتظار کرتے کرتے
آنکھیں پتھرا گئیں جو کیفیت ہے اللہ بہتر جانتا ہے
.... جمعیۃ المومنین کانپور خود غرضوں یا نا سمجھوں کا اکھاڑہ بنا

---

[1] مومن گزٹ ۲ر اپریل ۳۷ء ص: ۴ [2] مومن گزٹ ۲ر اپریل ۳۷ء ص: ۴
[3] دوسرا سالانہ جلسہ کانپور منعقدہ ۲۷ مارچ ۳۷ء

ہوا ہے۔.......... یہ سب اس لئے تا کہ آپ جلسہ میں شریک نہ
ہو سکیں.......... ایڈیٹر صاحب بہت پریشان ہیں۔ گھر سے
اہلیہ کی علالت کی چھٹی آئی ہوئی ہے۔ روپیہ پاس نہیں کہ جا
سکیں نہ میرے پاس ہے کہ دوں کام کی بہت کثرت ہے۔
روپیہ کی فکر ہے۔ اخبار جاری رکھنے کا سودا ہے ایڈیٹر صاحب
نیز دوسروں کی اور اپنی پریشانیوں کی تکالیف ہے۔ دیکھئے کیا
ہوتا ہے۔ خدا پر بھروسہ ہے[1]"

موصوف اپنے دوسرے مکتوب میں اسی تکلیف اور ضرورت کا اظہار ایک اور انداز میں کرتے ہیں۔

"ایڈیٹر صاحب نیز مجھے اور مومن گزٹ کو اب
ر.....و.....پ.....ی کی سخت ضرورت ہے، جلد از جلد اس کا
اہتمام کیجئے بڑی پریشانی ہے[2]"

ان قومی مسائل کے علاوہ بعض معتقدین انفرادی مسائل کے حل کیلئے بھی عاصم بہاری کے سر ہو جاتے۔

"اگر آپ محرم الحرام تک مجھے نہیں بلائیں گے تو ہم
کانپور کسی صورت سے آپ کی خدمت میں گرتے پڑتے، پہنچ
جائیں گے.......... تو آپ کو یقینی کوئی سامان کرنا ہی ہوگا[3]"

عاصم بہاری یوپی کے مشرقی اضلاع اور بہار کے بعض مقامات پر دوران سفر فراہمی فنڈ کے لئے جان توڑ کوشش کرتے رہے مگر کامیابی تو کجا بعض اوقات سفر خرچ کے بھی لالے پڑ جاتے۔ تب انہوں نے بنگال کا رخ کرنا چاہا تا کہ کوئی صورت تو نکلے ادھر ایڈیٹر مومن گزٹ

---

1. حکیم بشیر الدین جہانگیر آبادی منیجر مومن گزٹ، مکتوب بنام عاصم مورخہ ۲۳ / مارچ ۲۷ء
2. حکیم بشیر الدین جہانگیر آبادی منیجر مومن گزٹ، مکتوب بنام عاصم مورخہ ۳۰ / مارچ ۲۷ء
3. مکتوب شمس العارفین بنام عاصم مورخہ ۱۸ / مارچ ۲۷ء برائے ملازمت۔

کے گھریلو حالات روز بروز ابتر ہوتے جا رہے تھے۔ آخر پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو تقریباً چیخ پڑے۔

ایڈیٹر مومن گزٹ کا ایک اہم خط:۔ محترمی، السلام علیکم

انتظار میں نیم جان ہو رہا ہوں، یہاں آمدنی ندارد، اخبار کا کام ملنا از بس دشوار ہے، گھر سے خط آ رہا ہے، دو دو بچے بیمار، بخار موجود، پیسہ نہیں کہ دوا ہو اور کوئی ہمدرد تیمار دار نہیں۔ خط پر خط روپیہ کی طلبی پر آ رہا ہے اور ساتھ ساتھ میری بھی طلبی ہے۔ میں کیسے چلوں ٹکٹ تک کا پیسہ نہیں۔ پھر خرچ کے لئے بھی تو چالیس پچاس کی ضرورت ہے۔ قرض والے سر پر سوار ہیں۔ کم سے کم پچاس روپیہ پاس ہوں اور سات آٹھ روپیہ ریلوے وغیرہ۔

یہ فکر سوہان روح ہو رہی ہے، دل از حد مضطرب ہے اور دماغ قابو سے باہر کوئی مومن مددگار نہیں۔ اس وقت میری حالت بالکل نظر بندوں جیسی ہے۔ نہ چل سکتا ہوں اور نہ کسی کو دیکھ سکتا ہوں۔ اس حال میں کیا لکھ سکتا ہوں، جبراً کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔---------

آخر نہیں نا بکے؟ اور آپ کی کوئی خبر نہیں، آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں، ممکن ہے کہ آپ سرمایہ داروں کے قبضہ میں ہوں اور قلب میں آرزو کی درخواست، ایں خیال است ومحال است وجنوں، سرمایہ دار غرض کے بندے اور ان کے دل لوہے کے ٹکڑے ہیں، ان کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیجئے۔ قوم جب بے درد ہے تو کوئی ضرورت نہیں کہ اخبار نکالا جائے، اخبار بند کیجئے۔

اس کے بند ہونے میں آپ کی ذلت نہیں۔ قوم کی ذلت ہے اور قوم ناموس باختہ ہے، اس کو مرنے دیجئے۔ اہل وعیال کی حق تلفی میں قومی خدمت نہیں ہوتی ہے۔ ان کی روحانی تکلیف ہماری ناکامی کی دلیل ہے۔

ان کو چھوڑے "ملک خدائے تنگ نیست پائے درویش لنگ نیست"

میں راہ تک رہا ہوں اگر کوئی صورت نہ نکلی تو مجبوراً میرے پاس جتنی کتابیں ہیں پرانی بازار والوں کے ہاتھ بیچ کر راہ خرچ نکالوں گا اور گھر چلتا ہوں۔ خدا حافظ۔ ایثار قربانی فریب و مکر کے الفاظ ہیں اور ترقی کے لئے زہر ہلاہل، یہ دولتمندوں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں۔

حکیم صاحب قرض لاتے ہیں جب اخبار نکلتا ہے، اب تو قرض بھی نہیں ملتا ہے۔ ان کو پیسہ کی ضرورت ہے گھر کا کرایہ چاہئے۔ بجلی کی مانگ ہے، اخبار کا خرچ ہے، بہت سے جلسے ہیں، آپ کی، ہماری طلبی ہے، یہاں حرکت محال، آپ خط دیکھتے ہی آیئے اور آیئے۔ از خودرفتگی نے ازخودرفتہ کردیا ہے، خط لکھ دیا، کیا لکھ دیا اس کی بھی خبر نہیں، بہرحال معذور ہوں اور قابل رحم۔

مکرر:۔ جب میں اس خط کو لکھ رہا تھا کہ گھر سے خط ملا کہ میری بڑی لڑکی جس کی شادی بھاگلپور میں ہوئی ہے۔ اس کی چھوٹی لڑکی جو بیمار تھی ۲۷ دن بیمار رہ کر انتقال کرگئی۔ اس کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا مگر آ نہ مل سکا۔ اب میرا دل بہت گھبرا رہا ہے جلد فکر کیجئے۔

جواب بن کر جلد آیئے باقی حسماً اہل خانقاہ اچھے ہیں اور عارضی سلام

نیازمند

ذکریا

عاصم صاحب کی طرف سے مایوسی کے بعد منیجر مومن گزٹ نے یہ عقلمندی کی کہ کبھی کریم الرحمٰن عتیق مانکپوری اور کبھی ایڈیٹر کے ساتھ یوپی کے مختلف اضلاع میں مختلف بہانوں سے دورے پر نکل جاتے اور تھوڑا تھوڑا چندہ فراہم کرکے اخبار کسی طرح جان پر کھیل کے نکالتے رہتے۔

کلکتہ کا سالانہ جلسہ:۔ زندہ دلان چھپرہ کی خصوصی درخواست

۱؎ ۷ ریجے شب بمقام آر ہست بمکان منشی عبدالرزاق مرحوم محلہ کریم بک زیر صدارت آر علی ایم، ایل، اے۔

پر عاصم بہاری ۱۵؍اپریل ۴۷ء کو جلسہ عام جمعیۃ المومنین چھپرہ میں شریک ہوئے گردوپیش کے عام مسلمانوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ موصوف نے یہاں ایک پرجوش تقریر کی جلسہ کی دونوں تجاویز میں اردو زبان وادب کی اہمیت ومقبولیت کے پیش نظر اسے دفتری زبان قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا گیا اور طے کیا گیا کہ:

"ہر مقام پر اس کی (اردو) ترویج کے لئے لائبریری
اور دارالمطالعہ وشبینہ مکتب قائم کئے جائیں"۔ [1]

چھپرہ سے فارغ ہو کر ۱۸؍اپریل ۴۷ء کو جمعیۃ المومنین کلکتہ کے سالانہ جلسہ[2] میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس جلسہ میں بہار و بنگال کی معروف شخصیتیں شریک تھیں۔ عوام کا اژدہام تھا۔ عاصم بہاری قوم کی غفلت اور بیوفائی سے ان دنوں سخت مکدر ہورہے تھے۔ چنانچہ اپنی ایک گھنٹے کی تقریر میں "قومی غفلت" جہالت، بدمذاقی اور تحریک واصلاح پر بڑی پر درد اور خیال انگیز باتیں کہیں۔

محمد سلیمان ایم ایل اے کی شاندار کامیابی پر مولانا محمد یعقوب صفی بہاری نے منظوم تہنیت نامہ پیش کیا اور آخر میں عہدہ داروں کا نیا انتخاب[3] عمل میں آیا۔

ایڈیٹر مومن گزٹ کا دوسرا خط:۔ مولانا ابو عمر ذکریا کو جب یہ خبر

---

[1] روداد مرتبہ فرزند علی سکریٹری جمعیۃ المومنین چھپرہ، مطبوعہ مومن گزٹ یکم مئی ص ۵۔

[2] الحاج سیٹھ محمد یوسف کی غیر حاضری میں یہ جلسہ مسٹر محی الدین بار ایٹ لا کی صدارت میں منعقد ہوا۔

[3] سرپرست: مولانا حافظ ابو شعیب محمد اسمٰعیل دہلوی

صدر:۔ محمد سلیمان ایم، ایل، اے

نائبین صدر:۔ الحاج سیٹھ محمد یوسف، مولانا محمد یحییٰ محمد محی الدین، محمد عارف، نور محمد بی، اے محمد جلیل ٹھیکدار، سیٹھ عبدالکریم، چودھری کلیم الدین، کریم بخش

سکریٹری:۔ مولانا محمد یعقوب صفی بہاری

نائب سکریٹری:۔ عبدالغفور، بی اے

خازن:۔ عبدالمتین، عبدالشکور، بی، اے آنریری ارجم

محاسب:۔ شمس الدین احمد انجینیر وکنٹریکٹر نیز مجلس انتظامیہ کے ۵۷ ارکان منتخب ہوئے۔

ملی کہ عاصم بہاری کلکتہ پہنچ گئے ہیں تو حالات سے مجبور ہو کر انہوں نے موصوف کو ایک اور اہم خط لکھا[1] جو اس زمانے میں کانپور کے تحریکی بحران اور مومن گزٹ اور اس کے غریب ایڈیٹر کی دردناک حالت کا آئینہ ہے۔

۹/۵/۳۷ء

مکرمی، السلام علیکم

مزاج تو اچھے ہیں؟ واہ جناب واہ! خوب چپی سادھ لی، بالکل نامہ پیام بند، سلسلہ خط و کتابت ختم، گویا کبھی کا تعلق ہی نہ تھا۔ آل انڈیا اور مومن گزٹ سے کسی طرح کی کوئی نسبت ہی نہ رہی۔ ہم لوگوں کو قطعی چھوڑ دیا۔

یہاں آپ کی غیر موجودگی کی وجہ سے طوائف الملوکی اور سازشیں پردہ میں پرورش پا رہی ہیں۔ انتقال دفتر اور مومن گزٹ پر قبضے کی اسکیم لوح دل پر مرتسم ہو رہی ہے۔ اور بدظنی کی کوئی حد نہیں۔ مزید برآں اہل دفتر کے دلوں میں کشیدگی پھیلنے لگی ہے۔ الٰہ آباد میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے۔ اب مومن گزٹ کی مالی حالت کا قصہ سنئے، آمدنی بالکل ندارد، اس پریشانی کی وجہ سے ۸/ مئی کا اخبار نکل نہ سکا اس کمزوری کو مرضی مولا وغیرہ کے اعتذار میں پوشیدہ کر دیا گیا۔ حکیم صاحب مولوی خلیل صاحب کی تجارتی ضرورت پر بنارس اور باندہ گئے ہوئے تھے۔ باندہ سے مومن گزٹ کے لئے کچھ خریدار چندہ اور کچھ عطیات لائے ہیں۔ مبلغ چالیس روپے تھے وہ فوراً کاغذ وغیرہ میں صرف ہو گئے۔ سولہ اور چوبیس کے تو کاغذ ہو گئے۔ باقی اللہ مالک میری حالت قابل رحم ہے۔ اس کے سوا کسی کے دل میں درد نہیں۔ اور آپ نظر سے دور۔ کس سے عجتی کہی جائے۔ یہ دسواں مہینہ ہے۔ گھر سے الگ طلبی کے خطوط

[1] مورخہ ۹/ مئی ۳۷ء

آرہے ہیں۔ پیسہ نہ ہونے پر تکلیف مالا یطاق ہے لڑکی کی ولادت ہونے والی ہے" بیوی کی بڑی ضرورت ہے طلبی پر طلبی ہے اور مانگ پر مانگ۔ آپ کلکتہ سے واپسی کے وقت لوپ لائن ہوتے آئیں۔ ایک شام کے لئے بھاگلپور اتر جائیں۔ میرے گھر جا کر میرے بچہ صلاح الدین سلمہٗ سے ملیں اگر وہ گھر میں ہو یا مدرسہ میں ضرور تلاش کر کے ملاقات کریں حالات دریافت کریں، تسکین دیدیں اور کچھ رقم بھی بچہ کو دیدیں تا کہ وہ اپنی ماں کو دیدے۔ جناب من بچوں کے اور ان کی ماں کے بالکل کپڑے نہیں ہیں۔ غرض آپ واپسی میں ضرور مل کر ادا کریں مہربانی ہوگی۔

یہاں پر میری حالت بھی ناگفتہ بہ ہے لنگی پھٹ گئی ہے۔ دوسری نہیں لے سکتا ہوں، کرتہ کی ضرورت ہے، لوٹے کی بڑی ضرورت ہے، حالانکہ آپ نے منشی جی سے کہہ دیا لوٹا خرید دینا، مگر کون سنتا ہے؟ آپ بہت جلد آیئے ورنہ گزٹ اور دفتر طوائف الملوکی اور بغاوت کے شکار ہو جائیں گے۔

مولانا یحییٰ صاحب کے خط سے پتہ چلا ہے کہ آپ کلکتہ تشریف رکھتے ہیں جب اس پتہ پر لکھ سکا، منشی جی آج کل فیعھ قل گنج میں رہتے ہیں۔ یہاں کبھی آجاتے ہیں وہ بھی چند منٹوں کے لئے فضاء میں بدظنی کے جراثیم پھیل چکے ہیں آپ کی غیر حاضری جراثیم افشانی میں مدد کر رہی ہے۔

جلدی آیئے۔ میرے گھر ہوتے ہوئے آیئے، بھول نہ جایئے، آنے میں دیر نہ ہو اگر خدانخواستہ آنا منظور نہ ہو تو، مجھے ہی پاس بلوا لیجئے تا کہ مل بیٹھیں دیوانے دو[1]

نیازمند

ابوعمر ذکریا

---

[1] ضمیمہ ۳۹۔ ص: ۱۱

مومن گزٹ کا مالی بحران:۔ مالی بحران رفتہ رفتہ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا تو منیجر مومن گزٹ نے عاصم بہاری کو کلکتہ تحریر کیا کہ:۔

"الہ آباد کانپور وغیرہ سے آپ کے یک لخت 'مغیوب' سے بڑی بدظنی پھیلائی جارہی ہے۔اب یہ سب میرے سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ مومن گزٹ کو جس صورت سے بھی ہوسکتا ہے ابھی تک چلا رہا ہوں آئندہ خدا حافظ الہ آباد سے نظام صاحب کا ایک خط ماسٹر قمرالزماں صاحب کے نام آیا ہے کہ دفتر بند کردیا جائے، جو ملازمین زائد ہوں ان کو علیحدہ کردیا جائے قمرالزماں صاحب نے وہ خط مجھے دکھلایا ہے۔اس میں شک نہیں کہ جب روپیہ نہیں ہے تو اتنے بڑے مکان کو چھوڑ کر کسی دوسرے حصہ ۱۰۔۱۲۔روپیہ پر صرف مومن گزٹ کا آفس لے لیا جائے مگر چھ ماہ کے ڈیڑھ سو روپیہ کا کرایہ باقی ہے وہ کیسے ادا ہو۔مومن گزٹ پر قرضہ الگ بڑھ رہا ہے اس کی ادائیگی کی فکر ضروری ہے۔

بہرحال قصہ مختصر آپ کلکتہ سے جو کچھ سرمایہ فراہم کرسکتے ہوں یا اور کرسکیں فراہم کرکے جلد سے جلد کانپور پہنچئے ۔میرا ارادہ یکم لجون سے دورہ[۲] کرنے کا ہے۔

۸رمئی کا پرچہ شائع نہیں ہوا۔اس کا اعتذار کو ۱۶رمئی والے پرچہ میں شائع کردیا گیا ہے۔مگر اصل وجہ روپیہ کی کمی تھی"[۱]

مومن گزٹ نظم ونثر میں 'صور بیداری'[۳]

۱؎ مکتوب حکیم بشیرالدین جہانگیرآبادی منیجر مومن گزٹ بنام عاصم بہاری مورخہ ۱۸رمئی ۳۷ء

۲؎ لکھنؤ، سیتاپور، ہردوئی، شاہجہاں پور، پیلی بھیت، بریلی، آنولہ، مرادآباد، امروہہ، بجنور، نجیب آباد، دہرہ دون، سہارنپور، دیوبند، میرٹھ، دہلی، علی گڈھ، چندوسی، آگرہ فرخ آباد، قنوج ،۲۳رمئی ۳۷ء ص:۲

۳؎ حاجی نبی احمد بریلوی کی ایک نظم ۲۳رمئی ۳۷ء کے سرورق پر چھپی چند اشعار اس طرح ہیں:

کلیجہ چیر دو غفلت کا اور بیدار ہوجاؤ
وہ دیکھو سر پہ طوفاں آگیا ، ہشیار ہوجاؤ

پھونکتا رہا مگر قوم اس طرح چادر تان کر سوئی تھی کہ اس کا اٹھنا محال تھا۔

مومن گزٹ کا دم خم:۔ اس کسمپرسی کے عالم میں مومن گزٹ کے دم خم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نہایت پر شور اداریے اور عبرت خیز خبریں شائع ہوتی رہیں۔ "مسلم لیگ کا جنازہ" نکالا جاتا رہا اور "چودہویں صدی کے نام نہاد[1] شرفاء" کا کچا چٹھا بھی نظم و نثر میں آتا رہا۔ وزیر اعظم بہار مسٹر محمد یونس آدم پور کے سیلاب میں ٹوٹے ہوئے بند کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ کام کرنے تشریف[2] لے گئے جس کا باضابطہ قلم بھی بنایا گیا۔ ادھر برہانپور میں "مومن لیگ" اور "رفیق الانصار" کی کشمکش شروع ہوئی تو مومن گزٹ کے ذریعہ سلجھانے کی بھی سبیل نکالی گئی۔

جہاں تک مومن گزٹ کے حساب آمد و خرچ کا سوال تھا اسے منشی عتیق نے اس قدر ایمانداری اور جانفشانی سے مرتب کیا کہ مجلس استقبالیہ میں اس کی پیشی[3] پر انہیں مبارکباد دی گئی اور یہ اعتراف کیا گیا کہ:

(بقیہ گزشتہ صفحہ کا)

اگر بند غلامی سے رہائی کی تمنا ہے
تو مرنے اور مٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ
تساہل نے اپاہج کر دیا پھر بھی یہ ممکن ہے
کرو ہمت تو اب بھی حامل انوار ہو جاؤ
بغیر جرأت و ایثار آزادی نہیں ملتی
جو ایسا ہو تو زندہ آج پھر اک بار ہو جاؤ
ضرورت انقلابی ذہنیت کی ہے پھر آساں ہے
کہ تم بیداریوں کے کیف سے سرشار ہو جاؤ
اگر اب بھی نہ تم چونکے اگر اب بھی نہ تم جاگے
کہیں ایسا نہ ہو جینے سے بھی بے زار ہو جاؤ

1. منشی محمد اسمٰعیل ذبیح بریلوی کی ایک نظم شائع شدہ مومن گزٹ ۲۴/ مئی ۴۷ء
2. ۱۸/ مئی ۴۷ء 3. مومن گزٹ ۲۴/ مئی ۴۷ ص ۱۰

"مومن گزٹ کے حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف سے بھی زیادہ دی۔ یہاں واپس آئی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں میں ابھی تک قومی تاثرات نہیں پیدا ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ کارکنان دفتر نے قوم کو بیدار کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مگر قوم ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ لیڈری اور پیغمبری کی مصیبتیں اور پریشانیاں بے شمار ہیں ہمارا فرض ہے کہ قوم کو زندہ کریں۔ ورنہ ذلت کی زندگی سے مرنا بہتر"[1]

مختلف کوششیں:۔ ذمہ داران مومن گزٹ کی کوشش سے راجہ صاحب محمود آباد نے مظلوم مہاجرین مضوارہ (بارہ بنکی) کی نوآبادکاری کے لئے ایک بڑا قطعہ زمین اور مکان بنانے کا اچھا خاصا سامان عطیہ کرنا منظور کرلیا۔

ہزاری باغ اور رانچی کی کانفرنسوں نے جنوبی بہار کے ایک بڑے علاقے کو متحرک کردیا۔ چنانچہ بھنڈرہ تھانہ لوہردگا ضلع رانچی میں ۵ اور ۶ ر جون کو آر علی ایم ایل اے کی صدارت میں ایک اہم جلسہ منعقد ہوا۔

بہار شریف مڈل انگلش ویونگ اسکول کے پاس شدہ طلباء کے ساتھ ملازمتوں میں امتیاز برتا جانے لگا تو عاصم بہاری کی ایماء پر اہل بہار شریف نے بہار گورنمنٹ انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ[2] سے احتجاج کیا۔

الیکشن کے بعد بعض بڑے شہروں میں تحریکی جمود پیدا ہو گیا تھا۔ مگر یوپی اور بہار کے چھوٹے شہروں اور قصبات میں جوش و خروش باقی تھا۔ چنانچہ جمعیۃ الانصار لکھیم پور کھیری کا چھوٹے پیمانے پر ایک اہم جلسہ منعقد[3] ہوا۔ اسی طرح یکم مئی کو عیدن صاحب کے مکان پر جمعیۃ

---

[1] المعلن سلطان احمد چشتی نائب صدر مجلس استقبالیہ، ا۔م۔ک۔ کانپور (آل انڈیا مومن کانفرنس =ام ک)
حاجی حافظ محمد عبد الشکور سکریٹری" مجلس استقبالیہ، ا۔م۔ک۔ کانپور محمد ضمیر، محمد اسحاق، اشرف سریانی کانپور مجلس استقبالیہ ا۔م۔ک۔ کانپور

[2] احتجاج مطبوعہ یکم جون ۳۷ء، ص: ۱۵

[3] ۱۷ راپریل ۳۷ء زیر صدارت عبد اللہ ۸ بجے شب مومن گزٹ یکم جون ۳۷ء

الانصار دھنباد کا ایک اہم جلسہ ہوا جس میں دھنباد کول فیلڈ کے سترہ گاؤں کے عوام شریک تھے۔ جلسہ کے بعد ان کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی۔ مولانا محمد سراج الحق[1] بہاری استاذ دھنباد ایچ، ای، اسکول مولوی محمد عبد السبحان اورنگ آبادی، مولوی نور الدین مونگیری وغیرہ نے دینی و تنظیمی موضوعات پر اہم تقریریں کیں۔

غازی عبد الکریم سیتاپوری نے اپنے علاقوں میں مسلسل تبلیغی دورے اور جلسے کر کر کے عوام کو ہمیشہ بیدار رکھنے کی کوشش کی۔ انہی دنوں مظفر پور کی شاخ بھی متحرک تھی۔ البتہ ان دنوں کلکتہ کی حالت بہت اچھی نہ تھی۔ سکریٹری صاحب نے استعفیٰ دیدیا تھا۔ دفتر کو سنبھالنے والے افراد لاپتہ تھے۔ ممبر سازی کی مہم بھی معطل تھی۔ یعنی سالانہ جلسہ کا زیادہ دنوں تک اثر باقی نہ رہ سکا۔ اس کے باوجود سندر پٹی ذکریا اسٹریٹ مچھوا بازار، کیلا بگان، سیالدہ، مولا علی، موتی جھیل، تانتی باغ، نیو مارکیٹ، دھرم تلہ، ہوڑہ شیب پور، چیت پور، بلگچھیا، مانک تلہ، مرلی بگان اور نارکل ڈانگہ وغیرہ میں جمعیۃ کی شاخیں قائم کردی گئی تھیں اور بعض شاخیں فعال بھی تھیں۔

کلکتہ کے برخلاف چھپرہ میں تحریکی جوش وخروش زیادہ تھا۔ اہل چھپرہ ۳۔۴ جولائی ۴۷ء کو آل بہار کانفرنس کا حوصلہ کررہے تھے اور عاصم بہاری سے شرکت کی بار بار درخواست کی جارہی تھی۔

اہل پنچایت آل انڈیا مسلم دستکار کانفرنس چکوال ضلع جہلم (پنجاب) ایک صنعتی میلہ اور کانفرنس[2] کی تیاری کرچکے تھے اس کانفرنس میں اور پنجاب کے تفصیلی دورے کے لئے وہ عاصم بہاری سے مسلسل گزارشیں کررہے تھے۔ مگر یہ خطوط کانپور کے پتہ پر موصول ہورہے تھے۔ موصوف ان دنوں بہار اور بنگال کے دورے پر تھے۔ کانپور ہی میں غازی محمود دھرمپال[3]

---

[1] مولانا موصوف عاصم بہاری کے ہم وطن اور علاقہ دھنباد میں دینی وملی اور تنظیمی کاموں کا پچاس سالہ تجربہ رکھنے والے بزرگ، بعدۂ جماعت اسلامی ہند، دھنباد کے ذمہ دار۔

[2] ۲۵۔۲۶۔۲۷۔ جون ۴۷ء۔ اس کانفرنس نے اہم تجاویز منظور کیں مومن گزٹ یکم اگست ۴۷ء

[3] حسب تحریر کریم الرحمٰن عتیق از کانپور مورخہ ۶ر جون ۴۷ء

بھی عاصم بہاری سے ملنے کے خواہش مند تھے کئی بار دفتر میں آئے۔

انہی دنوں یہ لطیفہ بھی ہوا کہ ''مائل صاحب کی بیوی شاعرہ ہو گئیں''[1] اصلاحی وتحریکی ماحول نے لطیف النساء بیگم لطیفہ کو ایک رباعی کی تک بندی پر آمادہ کر دیا۔

لکھ رہی ہوں ایک رباعی اپنی بہنوں کے لئے
منع کرتی ہوں میں ان کو گہنوں کے لئے

چاہئے سب کو کہ مانیں میری یہ زریں نصیحت
زیور علم و اخلاق گہنا ہے دو بہنوں کے لئے

ذمہ داروں کی تساہلی:۔ عاصم بہاری سیوان ، دیوریا ، خلیل آباد وغیرہ ہوتے ہوئے گورکھپور[2] پہنچے تو کریم الرحمٰن عتیق[3] اور منیجر مومن گزٹ[4] کے خطوط ملے جس سے اندازہ ہوا کہ مختلف وفود کے ارکان نے مختلف بہانوں سے اپنا اپنا سفر ملتوی کر دیا ہے۔ جنرل سکریٹری اور صدر آل انڈیا مومن کانفرنس تک معذوریوں کا اظہار کرنے لگے۔ جبکہ تمام علاقوں میں ان وفود کی آمد کا سخت انتظار تھا اور ان کی طرف سے مسلسل تقاضے آرہے تھے۔ بڑی مشکلوں سے ٹانڈہ جبل پور ، سیتا پور اور بھوان[5] کے وفود روانہ کئے جا سکے۔

منیجر صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب کے گھر سے ایک تار آیا ہے جس میں ان کے لڑکے کے درخت سے گر کر سخت چوٹ آنے کا مضمون درج تھا۔ اس خبر سے پریشان ہو کر بہت کسمپری کے عالم میں وہ گھر گئے ہیں دیکھو کب تک آتے ہیں۔

ذمہ داران دفتر کو پریشانی اس امر کی تھی کہ اجلاس ششم کو اب بمشکل تین مہینے رہ گئے تھے۔ مگر سابقہ جوش وخروش ہنوز واپس نہیں آیا تھا۔ رفتار کار کو تیز کرنے کے لئے ۲۷؍جون ۳۷ء کو مجلس استقبالیہ کی ایک نشست[6] میں وفود کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے پر زور دیا گیا۔ جلد ہی کانپور میں مومن اسٹور

---

1. مومن گزٹ ۱۹؍جون ۳۷ء ص:۱۰
2. بدولت کدہ شیخ مرتضیٰ حسین رئیس گورکھپور
3. مورخہ ۱۳؍جولائی ۳۷ء
4. مورخہ ۱۵؍جولائی ۳۷ء
5. بھاگلپور
6. بمکان شاہ سلطان احمد چشتی کانپور

کے قیام پر بھی زور دیا جانے لگا تاکہ عامۃ الناس کو دیسی دستی کپڑوں کے حصول میں سہولت ہو۔

موضع چنداگ رانچی میں بیداری:۔ ۲۰؍جون ۴۷ء کے جلسہ جمعیۃ المومنین موضع چنداگ، رانچی میں وہاں کے مقامی انصاریوں نے جس جوش و خروش سے مسجد اور مدرسہ کی نیو ڈالی وہ واقعہ اس علاقہ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یاد علی اور مولوی ناظر علی چنداگ نے ایک بڑا قطعہ اراضی مسجد اور مدرسہ کے لئے وقف کر دیا۔ ۲۵؍جون ۴۷ء کو محمد افضل حسین سکریٹری جمعیۃ المومنین رانچی کے ہاتھوں مکتب کی بنیاد ڈالی گئی۔ متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ بستی کے ہر بچہ اور بچی کو لازماً مکتب میں تعلیم حاصل کرنا ہے۔ ان بچوں کو شبینہ مکتب میں آنا ہوگا۔ جو لوگ اس کی خلاف ورزی کریں گے ان کے خلاف تادیبی و تحریری کارروائی کی جائے گی۔

چھپرہ کا سالانہ جلسہ:۔ جمعیۃ المومنین[1] چھپرہ کا سالانہ جلسہ زیر صدارت لطیف الرحمٰن ایم، ایل، اے، منعقد ہوا جس میں چھپرہ و مضافات چھپرہ کے علاوہ سیوان، گیا، دربھنگہ، پٹنہ اور بہار شریف کے عوام اور سربرآوردہ افراد شریک تھے۔

عاصم بہاری نے ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال اور بین الاقوامی پیمانے پر بالخصوص مسلمانان فلسطین کے ساتھ مظالم کے مداوا کے لئے اتحاد ملت، بیداری اور دیندارانہ زندگی پر خاص طور سے زور دیا۔

اس اجلاس میں رکنیت سازی فضول خرچی و غیر شرعی رسومات سے پرہیز تعلیم نسواں اور تنخواہ دار ضلع مبلغ کی تقرری کے علاوہ حکومت بہار سے ہندی کے ساتھ ہی ساتھ اردو کی سرکاری اور دفتری زبان کی حیثیت سے اجراء کے بارے میں تجویزیں منظور کی گئیں نیز جوڈیشیل سکریٹری کے آرڈر[2] مورخہ ۱۲؍جون ۴۷ء کے خلاف اظہار ملامت کیا گیا۔

عاصم بہاری نے دوسرے روز بھی ایک پرجوش تقریر کی اس جلسہ کی کامیابی میں نور محمد سردار کی فراخدلی اور کاوشوں کو سب سے زیادہ[3] دخل تھا۔

---

[1] ۳-۴ جولائی ۴۷ء [2] اس آرڈر کی رو سے عرضی دعویٰ وغیرہ اردو میں داخل کرنے پر اس کا نقل یا خلاصہ ہندی میں بھی داخل کرنے کی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

[3] مومن گزٹ ۲۴؍اگست ۴۷ء

بہرحال وقت کی تنگی کے پیش نظر پانچ وفود کی تشکیل عمل میں آئی۔ یہ وفود ۱۰؍جولائی ۳۷ء سے اپنے اپنے دورے پر نکل گئے۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں برسوں قبل عاصم بہاری نے تنہا اپنا خونِ جگر صرف کر کے انہیں ہموار کرلیا تھا۔ اور ان تمام مقامات پر جمعیۃ کی شاخیں قائم ہو چکی تھیں۔

ان وفود نے اجلاس ششم کی کامیابی کے ضمن میں فراہمی فنڈ، رکنیت سازی، ذیلی شاخوں کے استحکام مومن گزٹ کی توسیع اشاعت اور عمومی بیداری کا خاص طور پر اپنی تقریروں میں خیال رکھا۔

رضاکاروں سے یہ اپیل کی گئی کہ وہ ۶ ؍ اکتوبر تک لازماً کانپور پہنچ کر ہدایات حاصل کرلیں اپنی وردی کرگھہ کے بنے ہوئے کپڑے سے بنوائیں۔ نیز:

"ہر رضاکار تحمل و بردباری کا مجسمہ کسر نفسی وانکساری کا پیکر نظر آئے۔ اس طرح شعرائے کرام کو بھی قومی وملی اور تحریکی

لے پہلا وفد برائے بنارس

ارکان وفد:۔ مسٹر نظام الدین صدر آل انڈیا مومن کانفرنس مولوی لطیف الرحمٰن جنرل سکریٹری۔ ایم احسان اللہ صدر مجلس استقبالیہ مئوناتھ بھنجن، بابو محمد حسین رئیس مئوائمہ۔ الہ آباد، حاجی عبدالمجید جنرل مرچنٹ الہ آباد۔

دوسرا وفد:۔ برائے سیتاپور، کھیری، لکھیم پور وغیرہ

ارکان:۔ منشی عبدالکریم ہریاں اور ان کے ساتھی

تیسرا وفد:۔ برائے جبلپور، ناگپور کامٹی، برہان پور، مالیگاؤں، بمبئی ماہم، بھیونڈی، احمد آباد وغیرہ۔

ارکان وفد:۔ عاصم بہاری، حکیم محمد صدیق صدر جمعیۃ پرتاپ گڈھ،

چوتھا وفد:۔ برائے انبالہ، سہارنپور، دہرہ دون، منصوری، دیوبند، مظفر نگر، میرٹھ، امروہہ، مرادآباد، بجنور، نجیب آباد، بریلی، بدایوں، ہردوئی، تلہر، شاہجہاں پور۔

ارکان وفد:۔ ڈاکٹر رزاق ایم اے، آڈیٹر مجلس استقبالیہ حکیم حاذق خان صاحب آڈیٹر جمعیۃ صوبہ یوپی منشی منور حسین، شیخ مولا بخش۔

پانچواں وفد:۔ برائے قنوج فرخ آباد، کاسگنج، ٹونڈلہ، گنج، سکندرآباد، آگرہ، اٹاوہ، فیروزآباد۔

ارکان وفد:۔ شاہ سلطان احمد نائب صدر مجلس استقبالیہ، حاجی حافظ عبدالشکور، مولوی حافظ عبدالستار۔

(بحوالہ مومن گزٹ ۱۶؍ستمبر ۳۷ء، ص:۶)

قسم کے عنوانات پر تقریریں ساتھ لانے کا اعلان ہوا“

مجلس استقبالیہ کے ان وفود کے علاوہ صرف مومن گزٹ کی توسیع اشاعت کے لئے بھی حکیم بشیر احمد منیجر مومن گزٹ نے پنجاب، دہلی اور یوپی کے تقریباً ۳۲ مقامات کا دورہ کیا۔ کیونکہ

”اب تک قوم کے عام افراد عموماً اور بالخصوص تعلیم یافتہ

اور ذی ثروت حضرات نے جس لاپروائی سے کام لیا ہے وہ

حد درجہ شرمناک اور ناگفتہ بہ ہے“۔[1]

فی گیارہ مہینوں کے اندر مومن گزٹ کی ۵ سو وی پیاں واپس آ گئی تھیں جن سے ۱۸ سو روپیہ کا خسارہ ہوا۔

ان مسلسل اعلانات اور دوروں کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ہر جگہ کی تحریکی زندگی میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ اب عاصم بہاری کی شخصیت نہ صرف ہندوستان گیر پیمانے پر پوری طرح متعارف ہو چکی تھی بلکہ اپنی تیس سالہ ایثار پیشہ زندگی اور اخلاص و بردباری کے سبب انصاریان ہند کے جہد و عمل کا ایک نشان بن چکی تھی۔ جس شخص نے اب تک موصوف کو دیکھا یا سنا نہیں تھا وہ ان کا مشتاق تھا اور جس نے ایک بار بھی دیکھ یا سن لیا وہ ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہو جاتا۔

کانپور میں چند ہی دن قیام کے بعد حسب اعلان و اشتہار عاصم بہاری ۱۰ر جولائی ۲۷ء سے حکیم محمد صدیق زبیر کے ساتھ جنوب مغربی ہندوستان کے طویل دورے پر نکل کھڑے ہوئے ہر جگہ پہنچنے سے پہلے مجلس استقبالیہ کا شائع کردہ دستی اشتہار[2] اپنی اگلی منزل پر روانہ کر دیا جاتا تھا۔ ۱۰ر جولائی کے نکلے ہوئے موصوف ۱۵ر ستمبر ۲۷ء کو پھر کانپور واپس آ سکے تھے۔

---

[1] مومن گزٹ ۸ر جولائی ۲۷ء ص: ۱۵

[2] ”فدائے قوم جناب مولوی علی حسین عاصم جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس آپ کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ برادران قوم کانفرنس کے حالات و صاحب موصوف کے خیالات سے مستفید ہوں گے اور متمول و فیاض اصحاب معقول عطیے سے کانفرنس کی امداد فرمائیں گے اور بڑی تعداد میں مجلس استقبالیہ کے ممبر ہوں گے۔

الملتمس: محمد نظام الدین صدر آل انڈیا مومن کانفرنس ایم عبداللطیف الرحمٰن جنرل سکریٹری۔

ماسٹر قمر الزماں، شاہ سلطان احمد چشتی، صفی پوری، مولوی حکیم بشیر احمد ممبران مجلس استقبالیہ، مسٹن روڈ کانپور“

مختلف چھوٹے بڑے مقامات کا دورہ کرتے ہوئے ۴ر اگست کو جبلپور پہنچے۔

جبلپور میں عاصم بہاری کا شاندار خیر مقدم:۔ ویسے اہل جبل پور کو ۲۱ر جولائی ۲۷ء ہی کو مجلس استقبالیہ کی طرف سے وفد عاصم بہاری کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی ۔اطلاع ملتے ہی شہر و مضافات کے سربر آوردہ حضرات، سرداران قوم اور نوجوانوں کی کئی مشاورتی نشستیں ہوئیں اور وفد کے شایان شان استقبال کی تیاریاں زور شور سے شروع ہوگئیں ۔ہینڈبل شائع کیے گئے۔

۴ر اگست ۲۷ء کی صبح کو عاصم بہاری کی ٹرین جبلپور اسٹیشن پہنچی تو ہزاروں افراد کا جلوس استقبال کے لئے موجود تھا ۔پر جوش نعروں ، ہار اور گلدستوں سے معزز مہمانوں کی پذیرائی ہوئی ۔عاصم بہاری کی موٹر کار پھولوں سے دلہن کی طرح سجادی گئی تھی ۔بارش کے باوجود پورا مجمع بڑے جوش وخروش کے ساتھ قومی نظمیں اور ترانے گاتا مختلف مقامات سے گذرتا ہوا منشی محمد حمید اللہ حمید میونسپل کمشنر کوہلپور کے دولت کدہ تک آیا جہاں مہمانوں کو قیام پذیر ہونا تھا۔

دوسرے دن ۵ر اگست کی شب کو پرائمری اردو اسکول کوہلپور میں حافظ صفی اللہ کی صدارت میں جلسہ عام شروع ہوا۔سب سے پہلے خیر مقدمی نظمیں پڑھی گئیں:

منبع جود وسخا عاصم بہاری زندہ باد
مخزن حلم و عطا عاصم بہاری زندہ باد

قوم پر تو ہے فدا عاصم بہاری زندہ باد
پیکر مہر و وفا عاصم بہاری زندہ باد

قوم دیتی ہے دعا عاصم بہاری زندہ باد
کردیا بیدار ہم کو ساعت مسعود پر

تجھ پہ ہو قرباں تیری سعی لا محدود پر
اب پہنچنے ہی کو ہیں ہم منزل مقصود پر

چاند ، نکلا مطلعِ گرد و غبار آلود پر
مرحبا صد مرحبا عاصم بہاری زندہ باد

قوم تنہا خوش نہیں ہے تیری خدمت دیکھ کر
غیر بھی مانوس ہیں خلق و محبت دیکھ کر

قوم تجھ پر شیفتہ ہے تیری ہمت دیکھ کر
کر دیا اظہار شارقؔ یہ حقیقت دیکھ کر

دل سے دیتا ہے دعاء عاصم بہاری زندہ باد

بارش کے باوجود مجمع خلاف توقع بہت زیادہ تھا۔اس روز عاصم بہاری نے کامل تین گھنٹے تک نہایت موثر تقریر کی۔

دوسرا جلسہ ۱۷راگست ۳۷ءکو وکٹوریہ ٹاؤن ہال میں ہوا[1] حکیم محمد صدیق زبیر اور محمد استاد آغازی کی ولولہ انگیز قومی نظموں کے بعد:

"فخرِ قوم عاصم بہاری صاحب نے تقریر کی اور اپنی جادو بیانی سے حاضرین کے دل مسخر کر لیے"[2]

اس دوسرے جلسہ کے لئے خاص طور سے اشتہار اور ہینڈ بل تقسیم کیے گئے تھے اس لئے شہر اور مضافات کے روٗسا،وکلاء،فضلا اور حکام کثیر تعداد میں شریک جلسہ تھے۔ہال پوری طرح بھر گیا تھا۔حاضرین کی ایک بڑی تعداد ہال سے باہر کھڑی تھی۔

تیسرا جلسہ محلّہ شیام سنگھ کا وارڈ[3] میں ۹راگست تین بجے دن کو ہوا۔اس جلسہ میں قومی اصلاح و ترقی ان کا خاص موضوع تھا۔موصوف کی ولولہ انگیز تقریر نے "برادرانِ قوم میں بیداری کی ایک روح پھونک دی"[4] اتحاد،خودداری اور عزتِ نفس کی طرف اشارے کرنے کے بعد اس شعر پر موصوف نے اپنی تقریر ختم کی۔

---

[1] زیر صدارت غلام احمد انصاری،بی،اے،ایل،ایل،بی وکیل بھوڑا
[2] مومن گزٹ ۸ر ستمبر ۳۷ء ص:۱۲   [3] زیر صدارت عبدالکریم بیڑی مرچنٹ
[4] مومن گزٹ ۸ر ستمبر ۳۷ء ص ۱۲

یہ مہر تاباں سے کوئی کہدے کہ اپنی کرنوں کو گن کے رکھ لے

میں اپنے صحرا کے ذرہ ذرہ کو اب چمکنا سکھا رہا ہوں

حسب پروگرام ۹ بجے شب کو ناگپور جانے کا پروگرام تھا مگر شہر کے ۱۵ افراد پر مشتمل ایک وفد نے بڑے خلوص اور عاجزی کے ساتھ مزید ایک روز قیام اور چوتھے جلسے میں خطاب کرنے کی درخواست کی مجبوراً مولانا موصوف کو رکنا پڑا۔

یہ چوتھا جلسہ سب سے شاندار تھا۔ کیونکہ مطلع صاف تھا اور ہر چہار جانب سے عوام ٹوٹ پڑے تھے۔ جلسہ گاہ میں مستورات، کے لئے پردہ کا نظم کر دیا گیا تھا۔ اس لئے ان کی اچھی خاصی تعداد شریک تھی۔ معزز مہمان نے اس الوداعی تقریر میں قوم کی کاروباری اور صنعتی حالت، تعلیم نسواں، عورتوں کے حقوق پردہ کی حکمت وضرورت پر نہایت جامع بلیغ اور موثر تقریر کی۔ جلسہ برخاست ہونے سے پہلے اہالیان شہر نے اجلاس ششم کے لئے ایک سو روپے کا نذرانہ پیش کیا اور موصوف کی ذات سے بڑی محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔

"ہم اراکین جمعیۃ المومنین جبلپور عاصم صاحب کی کسر النفسی، ایثار وقربانی، علمی قابلیت، محاسن اخلاق اور قومی ہمدردی کے سالہا سال سے غائبانہ عاشق تھے۔ تشریف آوری پر سنی ہوئی باتوں سے کہیں زیادہ خوبیاں آپ میں پائی گئیں۔ بے ساختہ زبان پر یہ دعاء آتی ہے کہ:

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار"

وفد ٹانڈہ میں:۔ ۶ راگست ۴۷ء سہ پہر کے وقت وفد مولوی نظام الدین کی سرکردگی میں ٹانڈہ پہنچا ٹانڈہ ریلوے اسٹیشن اور سڑک پر مکمل تاریکی تھی۔ راستے کی ناہمواری، گندگی اور میونسپلٹی کی بدانتظامی پر ارکان وفد نے جلسہ عام میں اظہار افسوس کیا۔ دفتر استقبالیہ سے حکومت وقت کے پاس شکایت نامے بھی بھیجے گئے کہ اس تاریخی شہر کے ریلوے

پلیٹ فارم کو ٹھیک کیا جائے اور بدانتظامیوں کو دور کیا جائے۔

بارش کے علاوہ برادران ناعڑہ کی باہمی منافقت ومناقشت اور کھلی ہوئی گروہ بندیوں کے سبب خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔البتہ منشی علاءالدین اور سیٹھ شاہ محمد نے قدر افزائی کی۔

برہان پور میں کشمکش:۔ اس قسم کی زبردست دھڑے بندی برہانپور (سی،پی) کے انصاریوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔وہاں "مومن لیگ اور انجمن رفیق الانصار" کے مابین کشمکش تھی۔دونوں کی کوشش یہ تھی کہ وفد آل انڈیا مومن کانفرنس ان کا مہمان ہو چنانچہ فریقین کی طرف سے خط پر خط آنے لگے۔اس موقع پر عاصم بہاری کی قائدانہ صلاحیت نے انہیں صحیح رخ اختیار کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ منشی عبدالقادر اور منشی عبدالحفیظ کو ہر دو فریق سے تبادلہ خیالات کے بعد ان سے متحدہ و متفقہ طور پر وفد کی پذیرائی کی گذارش کی۔[۲]

انگریزوں نے اپنی ظالمانہ سیاست کے پیش نظر فلسطین کو تقسیم کر دینا چاہا تو پورے عالم اسلام میں بے چینی پیدا ہوگئی تو مومن گزٹ نے سرورق پر مسلم مشاہیر عالم کی رائیں اور ان کے اجتماعات کے اقتباسات مسلسل شائع کئے۔عاصم بہاری نے ان دنوں اپنی تقریروں میں بھی انگریزوں کی اس انسانیت کش پالیسی پر دوران سفر مدلل احتجاج کیا۔

مومن پورہ ناگپور:۔ ۱۱راگست کو عاصم بہاری کا وفد مومن پورہ ناگپور پہنچا جہاں ۱۰ربجے شب میں ایک کامیاب جلسہ ہوا۔۱۲راگست ۳۷ء کو محمد علی گنج کا مٹی میں ۱۰ربجے شب میں ایک کثیر تعداد جلسہ کو موصوف نے خطاب کیا۔اور وفد کے مشن کی وضاحت کی۔

۱۵راگست کو اشتہار عام اور چند مل کے ذریعہ ایک نمائندہ اجتماع منعقد کیا گیا جس میں عاصم بہاری نے ۲رگھنٹے کی ایک جامع تقریر کی۔اس روز شام کو موصوف مجلس اتحاد کا مٹی کے جلسے میں بھی مدعو کئے گئے۔

---

۱ مومن گزٹ ۱۶راگست ص:۱۱

۲ مکتوب۔عاصم بہاری بنام کارکنان مومن لیگ ورفیق الانصار مورخہ ۱۳راگست ۳۷ء

ناگپور میں برہانپور کی تحقیقاتی کمیٹی کے رکن محمد عبد القادر کی مفصل رپورٹ[1] ملی جس میں وہاں کے گہرے نفاق کی المناک صورت حال سے عاصم بہاری کو مطلع کیا گیا تھا۔

یہیں اجلاس ششم کے لئے مالی اعانت کی اپیل کے جواب میں مسٹر رمضان علی، ایم۔ایل۔اے، رانچی کا مکتوب[2] ملا جس میں انہوں نے الیکشن کے اخراجات کی زیرباری کا تذکرہ کرتے ہوئے آئندہ سال (۳۸ء) مدد کا وعدہ کیا اور وفد کو رانچی آنے سے منع کیا۔

ادھر مومن گزٹ کانپور نے اپنے ہر شمارہ میں اجلاس ششم کے لئے قوم کو ہمہ گیر انداز میں ابھارنا شروع کیا۔ اور آنے والے اجلاس میں ملکی حالات کے پیش نظر تنظیم وتحریک اور سیاست واقتصادیات پر واضح اشارے بھی کئے۔

مختلف مقامی وصوبائی شاخوں کی تنظیمی جدوجہد کی تمام خبریں اور رودادیں شائع کی جاتیں۔ لنکا و برما سے لیکر بمبئی، ناگپور اور مدراس وآسام تک کی خبریں شائع ہوتی رہیں۔

فراہمی فنڈ اور مومن گزٹ کی توسیع اشاعت کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ایک "قومی ہفتہ" منانے کی تحریک چلائی، بعض حلقوں سے ہمت افزائی ہوئی تو اسے باتصویر شائع کرنے کی اسکیم مرتب ہونے لگی۔ کانفرنس کے موقع پر چار دنوں (۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲) اکتوبر ۳۷) تک کے لئے اخبار کو روزانہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس کی قربت سے کام کا انبار لگ گیا تو ابوعمر ذکریا کو واپس بلانے کے لئے اخبار میں اعلان ہوا اوران سے ۱۸ر ستمبر تک لازماً دفتر کانپور میں آجانے کی گزارش کی گئی۔

اداریوں میں گرمی لانے کی کوشش کی گئی مگر ابوعمر ذکریا کے قلم کی وہ روانی، وہ جوش و خروش اور ابوالکلامی شان وشکوہ دوسروں کے بس سے باہر تھا۔ اس کمزوری کے باوجود مومن گزٹ نے پورے ملک کے پسماندہ مسلمانوں میں ایک ہلچل بہر حال پیدا کردی تھی۔

اجلاس کا وقت جوں جوں قریب آتا جا رہا تھا۔ ذمہ داروں کی مصروفیت اور تفکرات

---

[1] مورخہ ۱۵ر اگست ۳۷ء ساڑھے نو بجے شب [2] مورخہ ۱۴ر اگست ۳۷ء

میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ منیجر مومن گزٹ سیتاپور روانہ ہو گئے مگر ایڈیٹر ابو عمر ذکریا کا ہنوز پتہ نہیں تھا۔ کریم الرحمان عتیق دفتر میں رہ گئے تو ان سے کام کا انبار سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا۔ ان سب پر مستزاد کانپور کی مقامی سیاست اور بعض لوگوں کی تنگ نظری سے تعاون کے بجائے رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ صدر مجلس استقبالیہ احسان اللہ دفتر استقبالیہ کے معاملات پر قابو پانے سے بالکل عاجز تھے۔

اس ماحول میں مولوی نظام الدین صدر آل انڈیا مومن کانفرنس، عتیق اور محمد حسن وغیرہ جتنے خیر خواہاں تھے سب عاصم بہاری کو اپنے اپنے خطوط میں زیادہ سے زیادہ پیسے لانے اور مالی بحران پر قابو پا کر اجلاس کو کامیاب کرنے کا تقاضا کر رہے تھے۔
عتیق کے گھریلو حالات الگ ناگفتہ بہ تھے۔ اور بیسیوں ندار وان کی اہلیہ سخت پریشان اور علیل تھیں۔

کفن کے پیسے:۔ "میرے گھر کی حالت
سخت خراب ہے کل سے دو خط آچکے ہیں کہ دیدار کر لینا ہو تو فوراً
آؤ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں نہ جائے ماندن نہ پائے
رفتن کا مضمون ہے۔ اگر کچھ ہوتا تو کفن کے لئے بھیج دیتا"[1]

یہ عاصم بہاری کی کرامت اور ان کا کمال ہی تھا کہ مسلسل سفر میں رہتے ہوئے بھی ایسے باصلاحیت مخلص اور اہل تر افراد کو سخت ترین مسائل ومشکلات کے باوجود تحریک اور عظیم تر مقاصد سے وابستہ رکھا اور یہ لوگ صبر وایثار کا مجسمہ بنے انہیں جاں گسل حالات میں کام کرتے رہے۔

ناگپور سے فراغت کے بعد موصوف برہان پور پہنچے اور دو گروہوں کے درمیان سخت کشیدگی کے باوجود دونوں کو اعتدال پر لاکر بہت حد تک خلیج کو پاٹ دیا۔ حاضرین جلسہ[2] کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد تھی۔ عوام میں خاصا جوش وخروش تھا اس لئے خرابی صحت کے باوجود تقریباً ایک گھنٹہ تک عوام کو خطاب کیا۔

برہان پور ہی سے عاصم بہاری نے عبد العزیز عبد اللطیف دھولیا[3]

اخبار کے لئے فراہمی فنڈ:۔ عاصم بہاری سفر ہی کے دوران دفتر مومن

---

[1] مورخہ ۱۹ر اگست ۳۷ء [2] منعقدہ ۲۰ر اگست ۳۷ء ۱۰ بجے شب
[3] مغربی خاندیس کو تار کر دیا کہ وفد ۲۲ر اگست کو بمبئی پہنچ رہا ہے۔

گزٹ اور ابو عمر ذکریا بھاگلپور کو نیز مجلس استقبالیہ کانپور کو روپے بھیجتے رہے۔ عتیق الرحمٰن نے اپنے دوسرے مکتوب میں ایڈیٹر کے علاوہ منیجر کے بھی لاپتہ ہونے کا شکوہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

> ''اب ان کا (ایڈیٹر ابو عمر ذکریا) اگست تک کا کچھ باقی نہیں ہے۔ لہٰذا اب ان کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ کانپور جانے پر ان کو دیا جائے گا۔ (ویسے ان کا ارادہ اب کانپور آنے کا نہیں ہے) اگر اب بھی نہ آئیں گے تو میں ان سے زیادہ نالائق کسی کو دنیا میں نہ سمجھوں گا۔ اور جو کچھ کتابیں وغیرہ ان کے یہاں ہیں میں جانے نہ دوں گا''

یہاں کا معاملہ عجیب ہے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ روپیہ ہمارے پاس جمع ہو۔۔۔ ابو محمد حسن گجراتی اور بنگلہ میں بھی پوسٹر چھپوانا چاہتے ہیں۔''

اب عاصم بہاری کا قافلہ دھولیا مغربی خاندیس پہنچ چکا تھا جہاں محلّہ مچھلی بازار میں زیر صدارت عبدالعزیز عبداللطیف سابق ایم، ایل، سی بمبئی ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا[۲] حکیم محمد صدیق ضمیر کی زمزمہ طرازیوں کے بعد عاصم بہاری نے ایک نہایت ہی موثر اور دلچسپ تقریر کی۔

مالیگاؤں:۔ ۲۷ ر اگست[۳] کو مالیگاؤں کے جلسہ عام کو خطاب کیا۔ ۲۸ ر کو موتی تالاب کے شاندار جلسہ میں ایک گھنٹہ تقریر کی شرکاء کی تعداد لگ بھگ دو ہزار تھی۔ ۲۹ ر اگست ۲۷ء کو ضلع ناسک کے جلسہ عام میں تقریر کی۔

یہاں سے بمبئی، بھیمڑی، احمد آباد، اجمیر شریف اور دہلی ہوتے ہوئے پھر کانپور پہنچنے کا پروگرام تھا[۴] ۳۱ ر اگست ۲۷ء کو واپس آئے تو عتیق کی جان میں جان آئی۔ البتہ ایڈیٹر صاحب اپنی علالت وغیرہ کے پیش نظر معذرت ہی کرتے جارہے تھے اور روپیہ کا مطالبہ کررہے تھے۔ مولوی کریم الرحمان عتیق کے خط کے جواب میں رقمطراز ہیں[۵]

---

۱ مورخہ ۲۴ ر اگست ۲۷ء   ۲ ۲۵ ر اگست ۲۷ء روز چہارشنبہ بوقت ۱۰ بجے شب

۳ بمقام جوہر پارک ۱۰ بجے شب

۴ مکتوب عاصم بنام ہارون وہمایوں مورخہ ۳۱ ر اگست ۲۷ء منیجر مومن گزٹ

۵ مورخہ ۲ ر ستمبر ۲۷ء از تاریور بھاگلپور۔

خلوئے معدہ مانع حرکت ہے:۔ ”محترمی، وعلیکم السلام

آج جب میں بستر پر لیٹا اپنے مرض اور مستقبل پر غور کر رہا تھا کہ آپ کا کارڈ ملا۔ افسوس آپ نے میری علالت کی خبر کو بہانہ پر محمول کیا۔ ابھی بچہ کو کامل صحت نہ ہوئی تھی اور میری بیماری کا قرض پورا نہ ہوا تھا کہ انفلوزہ کے قبضہ میں آگیا اس بخار کی کمزوری نزلہ کا خشک ہو جانا، کچھ گردے کی شکایت وغیرہ نے بستر پر پٹک دیا۔

کانپور کا ایک سالہ قیام تنخواہ میں زبردست رکاوٹ بے رحمانہ قسط بازی نے اہل خانہ کو پریشان و مقروض کر دیا، جو روپیہ آیا قرض والوں نے لے لیا۔ باقی علاج میں صرف گھر کے روزمرہ کے خرچ میں دلدوز تکلیف، دل کو بدمزہ کر دیا۔ انسان بال بچوں کو چھوڑ کر اس لئے سفر اختیار کرتا ہے کہ بال بچوں کو آرام ملے اور ان کے واجبی حقوق پورے ہوں اگر ہجر وطن اور قیام مسافت بعید کے بعد بھی بال بچوں کو تکلیف ہوتی رہی تو ایسی جدوجہد عین بدقسمتی ہے۔ خیر جب آپ کی شفقت واخلاق نے ذمہ لیا ہے کہ میں حاضر ہو جاؤں تو یہ بھی ذمہ لیجئے کہ تنخواہ کی نکاسی میں تکلیف نہ ہو اور نہ قسط کی نوبت آئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ علت قلت سرمایہ کی وجہ سے پیدا ہوئی مگر میں لوٹ گیا۔ تنہا مولوی عاصم صاحب کیا کریں۔ اور حکیم صاحب (منیجر) کہاں دوڑیں، قوم کی سرد مہری قابل داد ہے۔ میں ہمیشہ خدمت کے لئے تیار ہوں مگر خلوئے معدہ مانع حرکت ہے۔ جتنا بھی روپیہ آیا حسب مرقوم بالا صرف ہو چکا فوراً ۲۵۔۳۰ روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ تاکہ دس روپیہ گھر میں دیکر روانہ کانپور ہو جاؤں اگرچہ تکلیف و کمزوری موجود ہے۔ دس روپے بالکل ریلوے کرایہ کی نذر ہو جائیں گے۔ روپیہ ملتے ہی انشاء اللہ دوسرے دن روانہ ہو جاؤں گا۔ جناب حافظ عبدالشکور صاحب شاہ صاحب حکیم کمال الدین

صاحب اور اہل خانقاہ[1] کی خدمتوں میں سلام عرض ہے۔

خادم زکریا"

کانپور میں اختلاف:۔ اب اجلاس ششم (۳۷ء) کو صرف سوا مہینہ رہ گیا تھا۔فود کے ذریعہ روپئے آرہے تھے مگر اجلاس کے عظیم الشان انتظامات میں قلت علی حالہ باقی تھی۔بعض مصلحتوں کے پیش نظر اس آل انڈیا اجلاس کے ساتھ صوبہ یو پی کی کانفرنس بھی منعقد ہورہی تھی مگر اس دوہرے خرچ کے ساتھ اہل کانپور کے باہمی اختلافات نے ذمہ داروں کو بے حد متفکر بنا رکھا تھا۔عاصم بہاری کا مختلف شہروں میں دورہ بھی ضروری تھا ورنہ وہ کانپور میں رہتے تو صلح صفائی کب کو کرا چکے ہوتے۔جہاں تک ممکن ہوا عاصم بہاری دن بھر جلسوں اور مختلف شہروں کے اکابرین و عمائدین اور اہل ثروت سے مل کر تحریک و تنظیم کو مستحکم بنانے اور فراہمی فنڈ کے کاموں میں منہمک رہتے۔رات کے وقت دفتر مومن گزٹ ذمہ داران استقبالیہ اور احباب کانپور کو خط لکھ لکھ کر حالات کو معمول پر رکھنے کی کوشش کرتے رہتے۔ان کے نفاق اور جمود کو ختم کرنے کی تلقین کرتے اور اجلاس کے سلسلے میں تقسیم کار کے اصول سے کام کرنے پر آمادہ کرتے رہتے۔اجلاس کے ابتدائی کاموں کا آغاز ہو چکا تھا مگر پھر بھی سب کو ان کا شدید انتظار تھا۔

آمد بھیمڑی و بمبئی:۔ ۵رستمبر ۳۷ء ۱۰ بجے شب کو عاصم بہاری نے جلسہ عام بھیمڑی[2] میں تقریر کی۔حاضرین جلسہ کی تعداد دو ہزار سے بھی اوپر تھی۔وہیں سے انہوں نے مسٹر عبدالعزیز،عبداللطیف دھولیا کو اجلاس ششم کی صدارت کی منظوری کے لئے تار[3] دیا اور دفتر مومن گزٹ کو ان کی منظوری کی اطلاع بھیجی۔

۷رستمبر کو محلہ مدنپورا محمڈن اسٹریٹ بمبئی پہنچ گئے۔شب میں ۱۰ بجے جلسہ ہوا۔جلسہ میں اشتہارات نیز لاؤڈ اسپیکر روشنی فرش اور کرسیوں،کا اچھا خاصا نظم کیا گیا تھا۔عوام کے علاوہ شہر کا دانشور طبقہ بھی خاصی تعداد میں شریک جلسہ ہوا۔

---

[1] دفتر مومن گزٹ و مجلس استقبالیہ [2] بمقام آزاد میدان۔زیر صدارت سیٹھ محمد یعقوب

[3] مورخہ ۶رستمبر ۳۷ء

اہل کانپور اس وقت تک قومی واجتماعی کاموں میں اس قدر ناتجربہ کار اور بے شعور تھے کہ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں عاصم بہاری کی موجودگی اور مشورے کے بغیر ان کی گاڑی بڑھ ہی نہیں پاتی تھی۔ اگر کسی نے کچھ جرأت کی بھی تو جلد ہی اختلاف شروع ہوجاتا۔ پنڈال اور شامیانے کے مسئلہ پر شاہ سلطان احمد اور پنڈال کمیٹی کے چند ارکان میں اَن بن ہوگئی۔ ان حالات سے گھبرا کر کریم الرحمن عتیق نے دفتر مومن گزٹ سے انہیں یہ تحریر کیا کہ

"امید ہے کہ بھمیٹری اور بمبئی کا معاملہ جلد طے کرکے آپ فوراً آئیں گے۔ پوسٹر نکالنا ہے اور کس قدر نکلے گا یہ سب آپ ہی بتا سکتے ہیں۔ پنڈال کس قدر وسیع ہوگا۔ پھاٹک وغیرہ کیسا ہوگا"۔

خطبہ صدارت خود تیار فرمائیںگے یا تیار کرانا پڑے گا۔ یہ بھی لکھ دیجئے گا کہ خطبہ صدارت کا ترجمہ انگریزی میں کرالیںگے۔ مسٹر احسان اللہ صاحب کی رائے ہے کہ انگریزی میں بھی پانچ سو کاپی چھپوالی جائے۔ حکام کو روانہ کرنے کے لئے"[1]

صحافیوں کی حمایت ومخالفت:۔ اجلاس کی ہماہمی اور الیکشن کے بعد کی صحافتی نوک جھونک میں مومن گزٹ نے اپنا بھرپور رول ادا کیا۔ انصاری، دہلی، الجمعیۃ دہلی، مدینہ بجنور وغیرہ کا اس کے ساتھ ہمدردانہ رویہ تھا مگر زمیندار، انقلاب، احسان، سچ حقیقت، ہمدم، سچ ویکلی، ریاست اور الامان وغیرہا تو غیر جانبدار تھے یا بدگمان۔ چنانچہ بعض سے گاہے گاہے قلم آزمائی ہوتی رہی تھی۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی مخالفت:۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے ایک موقع[2] پر کانگریس اور مسلم لیگ کے مقاصد اور فرق کو بتاتے ہوئے ہمدردان مومن کانفرنس پر بھی جب اپنے مخصوص طنزیہ نشتر چلائے، انہیں کانگریسیوں کی طرح روئی اور جھنڈے کی رٹ اور پرستش کرنے والا ثابت کیا تو عنایت[3] کریم نے اپنے ایک "کھلا خط بنام

---

[1] بنام عاصم بہاری مورخہ ۱۸ر ستمبر ۳۷ء [2] ۱۱ر اگست ۳۷ء

[3] گدڑی بازار محلہ نگر دہی، مستی پور، بہار مورخہ ۱۹ر ستمبر ۳۷ء

مولانا عبدالماجد دریا آبادی ایڈیٹر "صدق" میں اخبار "سچ" کے پچھلے دس سالہ قوم پروانہ اور معرکۂ باردولی کے حوالوں کے بعد اب مسلم لیگی صاحب بہادروں کی حاشیہ نشینی نیز "اسلام کے ساتھ محض نام کے تعلق کی مضحکہ خیزی پر گرفت کرتے ہوئے ایک مبسوط مضمون لکھا اور نہایت ہی عالمانہ جواب دیا۔

وفد عاصم بہاری کی واپسی:۔ وفد عاصم بہاری ۱۵۔۱۶ر ستمبر تک کئی ہزار میل کا دورہ مکمل کرنے کے بعد کانپور واپس آ گیا تو مقامی اختلافات کو مٹا کر مختلف چھوٹے بڑے اشتہارات شائع کر کے عوام وخواص کو اجلاس کی کامیابی پر ابھارا جانے لگا۔ اور ایسا محسوس ہوا کہ تیاریوں کے دوران تمام رکاوٹیں غیر محسوس طریقے سے خود بخود دور ہونے لگیں۔ مگر ان کی گھریلو مشکلات کا سدباب آخر وقت تک نہ ہو سکا۔ دفتر مومن گزٹ میں اپنے نجی خطوط کا جائزہ لیا تو دو تقاضے موجود تھے۔

علی جان نظامی[۲] (عرف سمدھی بھائی) کی صحت ان دنوں اچھی نہیں تھی اس لئے

---

[۱] "اگر یہی نام کا تعلق اسلام کے ساتھ کافی ہے تو پھر میر جعفر غریب نے کیا قصور کیا ہے۔ شریف حسین تو آل رسول صلعم میں سے تھا۔ اس کی تعریف لوگ کیوں نہیں کرتے۔ افسوس اب ہمارے بڑے سے بڑوں کا یہ استدلال ہو گیا ہے۔

اگر یہی نشستیں مسلمانوں کے حقیقی درد کا علاج ہیں تو پھر آج بنگال کا وزیر اعظم تو مسلمان ہی ہے۔ اس لئے بنگال کے ان سوکھے جسموں والے کسانوں کی ساری مفلسی دور ہو گئی ہوتی جو زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل ہیں۔ لوگ جواہر لال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ روٹی روٹی کیوں چلاتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جواہر لال نہرو کا اس میں قصور نہیں وہ غریب تو جس گاؤں اور دیہات میں جاتا ہے اسے ایک ہی صدا سنائی پڑتی ہے اور وہ بھوک کی ہوتی ہے۔ اس پر بھی یہ اپنا مقصد روٹی نہ رکھتے تو کیا رکھتے۔ اگر پیٹ بھرے لیڈروں کے نزدیک اس سے بہتر کوئی مقصد ہو تو وہ بتائیں کہ کیا رکھا جائے۔ مسلمانوں کے وہ لیڈر جن کا گذر صرف جگمگاتے ہوٹلوں میں ہوتا ہے یا اگر پہنچے بھی ہیں تو مسلمانوں کی صرف اونچی اونچی سوسائٹیوں میں اور وہیں سے مسلمانوں کی حالت کا اندازہ لگا لیتے ہیں اور اپنے دل کو یہ سمجھا کر تسکین دے لیتے ہیں مسلمان من حیث المجموع اچھے ہیں۔ اگر ان کو ضرورت ہے تو چند نشستوں اور چند ملازمتوں کی۔"

[۲] مسٹن روڈ کانپور۔ [۳] ساکن محلہ سوڈیہہ

انہوں نے دس یا پندرہ روپے کی گذارش کی تھی۔ اسی کے ساتھ میاں ہارون وہمایوں کا ایک معصومانہ مگر پریشان کن خط بھی ملا۔

ایک تکلیف دہ خط:۔ ''.....آپ جو
چھ ماہ میں ۲۵؍روپے بھیجتے ہیں تو ہم دونوں بھائی کی پڑھائی
کس طرح ہوگی۔ روزانہ ہے کہ'' آج کاپی، کل کتاب،
پرسوں روشنائی کی ضرورت پڑتی ہے تو کس طرح کام ہوسکتا
ہے۔ چھ ماہ میں تین سو روپے آنا چاہئے ....آپ کے
مومن کانفرنس میں روپیہ کس طرح ہوجاتا ہے اور آپ کو گھر
میں روپیہ بھیجنے میں روپیہ نہیں ہوتا ہے''

اس خط میں بچوں نے کانپور کی کانفرنس دیکھنے کی بھی خواہش کی تھی۔ ان خطوط کے جواب میں انہوں نے اواخر ستمبر تک خود گھر آ کر بچوں کو کانپور لانے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ کانفرنس ہی کے سلسلے میں ٹاٹا، رام گڑھ، ہزاریباغ ہوتے ہوئے رانچی پہنچے تو بچوں کو تسلی کا ایک خط لکھا کہ چند دنوں میں مکان آرہا ہوں۔

''تمہارے لئے ایک چھوٹا سا بکس خریدا ہے۔ ایک
فونٹین پین اور ایک قسم کا ایک اور قلم ہے۔ کھلونا ابھی تک کوئی
اچھے قسم کا نظر نہیں پڑا ہے''۔

مگر گھر کے قریب آجانے کے باوجود بہار شریف نہ پہنچ سکے بلکہ ہزاری باغ سے پھر کانپور کے لئے روانہ ہوگئے کیونکہ کانفرنس میں بمشکل ۸۔۱۰ دن رہ گئے تھے۔ والد کا انتظار دیکھنے کے بعد ہارون ایک پڑوسی کے ساتھ کانپور کے لئے ۱۷؍اکتوبر کو روانہ ہوگئے ان کے چچا محمود احسن نے بذریعہ تار عاصم بہاری کو اس کی اطلاع بھیج دی۔

دفتر مجلس استقبالیہ کے تخمینہ کے مطابق برما اور لنکا کے علاوہ ہندوستان گیر پیمانے پر آل انڈیا مومن کانفرنس کی تقریباً چھ سو شاخیں جمعیۃ الانصار جمعیۃ المومنین اور مومن کانفرنس وغیرہ

کے ناموں سے منظم ہو چکی تھیں۔حالیہ سیاسی بیداری نے عوام الناس میں تحریکی زندگی کی اہمیت کو اور اجاگر کر دیا تھا اس لئے اندازہ تھا کہ ملک کے طول وعرض سے تقریباً پچاس ہزار مندوبین شرکت کریں گے۔ان کے علاوہ ہزاروں، مستورات، حکام اور ملک گیر مسلم اکابرین کی شرکت بھی متوقع تھی ۔ چنانچہ انگریزی اردو اور ہندی میں مختلف قسم کے دیواری دستی اور درمیانی اشتہارات، پوسٹرس، پمفلٹس اور دعوت نامے اور پروگرام ہزاروں ہزار کی تعداد میں طبع کرائے گئے۔چونکہ آل انڈیا اور صوبہ یوپی کی کانفرنسیں ساتھ ہی ساتھ ہو رہی تھیں۔اس لئے ان کے پروگرام کی ترتیب میں دونوں کی ہم آہنگی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔

استقبال:۔ صدر اجلاس ششم آل انڈیا مومن کانفرنس مولوی عبد العزیز

۱؎ "..........بزرگان محترم! آج ہندوستان کی تمام قومیں اپنی تعلیمی سرگرمیوں تنظیمی کاوشوں اور اقتصادی حالات کی درستگی واصلاح کیلئے لاکھوں لاکھ روپے خرچ کر رہی ہیں۔یہاں تک کہ زندگی جیسی قیمتی چیز بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی ہیں تا کہ موجودہ اقتصادی وسیاسی کشمکش میں تباہیوں سے محفوظ رہ کر ترقیوں سے مستفید ہوں۔
برادران مومن! آپ ہندوستان میں کئی کروڑ ہیں۔مگر منتشر ہر صوبہ میں لاکھوں لاکھ ہیں لیکن پریشان وخستہ حال،قصبات ودیہات میں ہزاروں ہزار ہیں مگر مظلوم ومجبور ایسی صورت میں آپ کا اسلامی وقومی فرض ہے کہ پرجوش آمادگی وحوصلہ مندانہ جدوجہد سے اپنی زندہ دلی کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کریں تا کہ اس نازک ترین دور حیات میں تباہیوں سے بچیں اور اپنی تعداد وصلاحیت کے اعتبار سے عزت و احترام کی زندگی بسر کریں.........."

۲؎ ۱۔سبجکٹ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس،۹/۱۰اکتوبر ۲۷ء یوم شنبہ ۲ بجے دن ۲:۔اجلاس اول آل انڈیا مومن کانفرنس،۹/۱۰اکتوبر ۲۷ء یوم شنبہ ۸ بجے شب خطبہ صدارت وتقاریر ۳:۔اجلاس اول صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار کانفرنس،۱۰/۱۱اکتوبر ۲۷ء یوم یکشنبہ ۸ بجے صبح خطبہ صدارت وتقاریر ۴:۔سبجیکٹ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس،۱۰/۱۱اکتوبر ۲۷ء یوم یکشنبہ ۱۲ بجے دن ۵:۔سبجکٹ کمیٹی صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار کانفرنس۔۱۰/۱۱اکتوبر ۲۷ء بعد سبجکٹ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس ۶:۔اجلاس دوم آل انڈیا مومن کانفرنس،۱۰/۱۱اکتوبر ۲۷ء ۸ بجے شب تقاریر (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

ایڈوکیٹ بمبئی۔ ۸؍اکتوبر ۷۳ء بروز جمعہ شام ۵ بج کر ۵۳ منٹ پر جی آئی پی میل ٹرین سے سنٹرل اسٹیشن کانپور پہنچے تو ہزاروں ہزار کی تعداد میں مندوبین و عمائدین شہر کے علاوہ رضا کاروں نے رنگارنگ وردیوں اور پرجوش نعروں کے ساتھ استقبال کیا۔ اس جلوس میں تقریباً ۱۵۔۱۶ ہزار کا مجمع تھا ایک ہزار سے اوپر تو صرف اسکاؤٹس[1] اور والنٹیر تھے۔

شہر کے اہم علاقوں سے یہ جلوس گذرتا ہوا جلسہ گاہ پہنچا۔

اجلاس اول:۔ حسب پروگرام ۹؍اکتوبر کو ۸ بجے شب میں اجلاس ششم کا پہلا جلسہ شروع ہوا۔ پنڈال میں تقریباً ۶۰۔۷۰ ہزار افراد ہمہ تن گوش ہو گئے۔ تلاوت کلام پاک اور نظم خوانیوں[2] کے بعد صدارت کے لئے تحریک و تائید ہوئی۔

صدر مجلس استقبالیہ[3] نے اپنے مطبوعہ خطبہ صدارت میں تعلیم و تنظیم اور تحریکی زندگی پر زور دیتے ہوئے تجاویز کو عملی جامہ پہنانے، اپنی آبادی کے سروے کرنے، قومی آرگن کی ہمت افزائی اپنی مصنوعات کے استعمال اور احساس کمتری کو ترک کرنے کی تلقین کی۔

خطبہ صدارت:۔ ان کے بعد صدر جلسہ مولوی شیخ عبد العزیز ایڈوکیٹ وسابق ایم۔ ایل۔ سی۔ مغربی خاندیس (بمبئی) نے اپنا جامع مطبوعہ[4] خطبہ پیش کیا۔ صدر جلسہ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ کا)

۷:۔ اجلاس دوم صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار کانفرنس ۱۱؍اکتوبر یوم دوشنبہ ۸ بجے صبح تا دیر

۸:۔ سبجکٹ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس ۱۱؍اکتوبر یوم دوشنبہ ۲ بجے دن

۹:۔ اجلاس سوم آل انڈیا مومن کانفرنس ۱۱؍اکتوبر یوم دوشنبہ ۸ بجے شب

الملتمسین:۔ ایم احسان اللہ صدر مجلس استقبالیہ آل انڈیا مومن کانفرنس، ایم عبد العزیز صدر مجلس استقبالیہ صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار کانفرنس

[1] والنٹیرز اور اسکاؤٹس کی سربراہی محمد ادریس عبد القادر، شفیق احمد، عبد الرزاق اور عبد السبحان کے ہاتھوں میں تھی۔ مومن گزٹ ۱۰؍اکتوبر ۳۷ء ص: ۱۰

[2] محمد بشیر الدین الہ آبادی، محمد اسحاق مائل خیر آبادی۔

[3] مولوی محمد احسان اللہ، آنریری مجسٹریٹ مئوناتھ بھنجن (اعظم گڑھ)

[4] بعض غیر اردو داں معزز مہمانوں کو انگریزی میں ترجمہ شدہ خطبہ دیا گیا۔

نے تحریک کا پس منظر اور اس کی ضرورت کو بتاتے ہوئے عصری تقاضوں کے پیش نظر اس کی افادیت پر بھی روشنی ڈالی اور پیشین گوئی کی کہ:

"مستقبل قریب میں عالمگیر جنگ کے آثار نمودار ہو چکے ہیں" ۱

لہٰذا اس قیامت خیز وقت میں وہی قوم اور جماعت ٹک سکتی ہے جو منظم اور متحرک ہو۔

موصوف نے اب تک کی تنظیمی سعی پر اظہار اطمینان کے بعد صوبہ سندھ اور مدراس میں بھی اس کی شاخوں کے قیام پر زور دیا۔

فیس رکنیت (۴ آنے فی کس) کے ذریعہ قومی فنڈ کو مضبوط کرنے اور تعلیم و تربیت کے ضمن میں بچوں کی اخلاقی تربیت پر خاص طور سے زور دیا کیوں کہ۔

"فی زمانہ جو تعلیم ہمیں سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے وہ ناقص ہے"

اس لئے اخلاقی تعلیم کے ذریعہ طلباء میں دینی روح پیدا کی جائے تا کہ

"بچپن ہی سے طلباء میں دین کی عظمت و نیک کاری کے ملکات راسخ ہو جائیں ان میں ملک و ملت کی محبت، خودداری و حمیت، راستی و بے باکانہ جرأت، سادگی کفایت شعاری اور پاکیزگی کے جذبات پیدا کر دیئے جائیں" ۲

آگے چل کر انہوں نے تعلیم نسواں اور صنعتی تعلیم کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور اس حقیقت کو پیش کیا کہ ہندوستان میں برہموں نے اہل صنعت کو پہلے ہی سے ذلیل کر رکھا ہے۔ جس کی تقلید کر کے مسلمانوں نے بھی ذات پات، اور عزت و ذلت کا من مانا معیار بنالیا۔

صنعت پارچہ بافی میں تقریباً دو کروڑ صرف مسلمان ۳ کام سے لگے ہوئے ہیں لہٰذا اس

---

۱ خطبہ صدارت اجلاس ششم ۳۷ء، ص: ۳ بالفاظ دیگر یہ پیشین گوئی جنگ عظیم دوم کے شروع ہونے سے دو سال پہلے کی گئی۔

۲ خطبہ صدارت اجلاس ششم ص: ۵۔

۳ تقریباً اتنے ہی غیر مسلم پارچہ باف بھی ہیں۔

کے تحفظ سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے۔

حکومت برطانیہ کی غلط کاری:۔ صدر جلسہ نے حکومت برطانیہ کی غلط کاریوں کی طرف بھی پوری جرأت کے ساتھ نشاندہی کی اور حکومت کی فری ٹریڈ کی پالیسی کو اس صنعت کے لئے مہلک قرار دیا۔ انہوں نے زراعت کے قانون کی طرح دستکاروں کے قانون کی ترتیب اور زرعی تقاوی قرض کی طرح صنعتی قرضوں اور فوجی ملازمت کی سہولتوں کا بھی مطالبہ کیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ سے لیکر آج تک حکومت کے ظالمانہ رویہ کو ثابت کرنے کے لئے صدر موصوف نے زراعت کے سدھار اور ترقی میں جو خرچ کیا ہے اس کے اعداد و شمار کو پیش کیا[1] اور ملک کے مختلف علاقوں میں اس مد میں جو خرچ ہو رہا ہے اس کی حمایت کرتے ہوئے یہ شکوہ کیا کہ اس اہم صنعت پارچہ بافی کو کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

بمبئی گورنمنٹ کا بجٹ ۱۲ کروڑ کا ہوتا ہے مگر صیغہ انڈسٹری (بشمول صنعت پارچہ بافی) پر ڈیڑھ لاکھ کی حقیر رقم رکھی جاتی ہے۔ کسی صوبہ میں اس مد پر ۷ لاکھ سے زیادہ صرف نہیں کیا جاتا۔

حد تو یہ ہے کہ حکومت اپنی حقیر پیداوار از قسم پیتہ، آلو، اور دیگر پھلوں کی رپورٹ کو تیار کرتی ہے۔ مگر ہینڈ لوم کے کپڑوں کا کوئی باضابطہ ریکارڈ نہیں رکھتی نہ اس کے مزدوروں کی صلاح وفلاح کی کوئی تجویز منظور کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ریلوے محصول اور دستی کپڑوں کی منڈی، ٹیکس اور درآمد و برآمد کی پالیسیوں نیز ملوں سے مقابلہ کے نقصانات جیسے اہم عملی مسائل اور ان کے حل کو بھی نہایت تحقیقی انداز میں پیش کیا۔

بیکاری انقلاب کا پیش خیمہ:۔ موصوف نے مل مالکوں اور حکومت وقت کو وارننگ دیدی کہ کروڑوں افراد کے اس اہم پیشے کو نظر انداز کر کے حکومت بیروزگاری کی لعنت کو ہوا دے رہی ہے۔

"اور بیکاری کا نتیجہ خطرناک ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں کے

---

[1] سکھر بیرج کے لئے ۲۵ کروڑ روپے خرچ کئے گئے اور علاقہ بمبئی کی نہروں پر ۱۷ کروڑ، خطبہ صدارت اجلاس ششم ص: ۹

حالات سے یہ بات بخوبی روشن ہے کہ، روس اور فرانس وغیرہ میں جو
انقلاب ہوئے وہ اس بیکاری کا نتیجہ تھے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کے
لینن کی زبانی خدا کے حضور میں جو التجا کی ہے وہ بالکل انہیں خیالات پر
مبنی اور حقائق کا نمونہ ہے"۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

صدر نے نئے اوزاروں کے استعمال منظم کاروبار، رنگ اور ڈیزائن میں جدت وغیرہ کے سوالات کو بھی اٹھایا کہ اس کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔

تعلیم نسواں اور آنے والی نسل کی تربیت میں ماؤں کی اہمیت کو بھی موثر انداز میں پیش کیا۔ مومن گزٹ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:۔

عاصم بہاری کی خدمات کا اعتراف:۔ "مولوی
علی حسین عاصم بہاری صاحب جو ہماری تحریک کے روح رواں ہیں ان
کی نگرانی میں مومن گزٹ کے نام سے جاری ہے اور بڑی گرانقدر
خدمات انجام دے رہا ہے"۔[1]

اس اخبار کے مالی استحکام کے لئے مولوی محمد اسلام کی تجویز دہلی کو دہراتے ہوئے یہ تائید کی کہ

"پچاس اشخاص ایسے آمادہ ہو جائیں جو ۲۔۲ سو روپیہ
دیکر ایک ریزرونڈ قائم کردیں اور ہمارے قومی آرگن "قومی
گزٹ" کو مالی مشکلات سے آزاد کردیں"[2]

موصوف نے سیاسی صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم اس

---

[1] خطبہ صدارت اجلاس ششم ص:۱۵ [2] خطبہ صدارت اجلاس ششم ص:۱۶

انجمن سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں جو ہمارے مقاصد سے موافقت کرے“

بعض دشواریوں کے سبب صنعتی نمائش کے التواء پر اظہار افسوس کرنے کے بعد اس تحریک کو مضبوط بنیادوں پر آگے بڑھانے کے لئے:

تجویز آل انڈیا مومن کانفرنس سروس:۔ ”اعزازی عہدہ داروں کے علاوہ اپنے لائق اور تجربہ کار افراد کی خدمات حاصل کرنے کے لئے ”آل انڈیا مومن کانفرنس سروس“ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔

تقریر عاصم:۔ ”خطبہ صدارت کے بعد ”فخر قوم روح تحریک“ و فدائے ملت جناب مولانا عاصم بہاری اسٹیج پر تشریف لائے“ اور مکاریوں، ظالم زمینداروں اور حکومت کی جابرانہ پالیسیوں پر تنقید کرنے کے بعد جمعیۃ کے مقاصد کو نہایت ہی موثر انداز میں پیش کیا اور حاضرین جلسہ کا مکرر شکریہ ادا کیا۔ ایک بجے شب میں اجلاس ششم کا پہلا جلسہ ختم ہوا۔

تینوں روز (۹۔۱۰۔۱۱ اکتوبر ۲۷ء) دن کے وقت صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار کی ساتویں کانفرنس کے مختلف اجلاس ہوتے رہے اور شب میں آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس ششم کی کارروائیاں ہوئیں۔

اجلاس دوم:۔ ۱۰/اکتوبر ۳۷ء کو ۸/بجے شب سے آل انڈیا مومن کانفرنس کا دوسرا جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور حمد و نعت نیز قومی و ملی نظم خوانی کے بعد مولوی نظام الدین نے نہایت پر جوش تقریر کی اور ”مومن گزٹ“ کو مستحکم بنانے پر زور دیا۔

اس جلسہ میں کئی ہزار خواتین بھی مختلف شہروں سے آکر شریک جلسہ تھیں اس لئے عاصم بہاری نے قومی تحریک میں خواتین کے رول پر ایک نہایت ہی مدلل اور موثر تقریر کی۔ موصوف کی تحریک پر حاضرین نے مومن گزٹ کے لئے کئی سو روپے کا فوری چندہ بھی پیش کیا۔

اس اجلاس دوم میں ۲۶/تجویزیں بھی منظور کی گئیں۔ پہلی تجویز ایم جی، رسول مرحوم محاسب آل انڈیا مومن کانفرنس کے انتقال پر ملال پر تعزیت کی تھی۔ اس کے بعد گاؤں کی سطح سے لیکر آل انڈیا کی سطح تک کام شاخوں کو مربوط کرنے اور اخراجات کو بجٹ کے مطابق بنانے نیز ”مومن کانفرنس سروس“ کے قیام کی تجویز[1] منظور کی گئیں۔

---

[1] تجویز ۱۲ ص: ۳

عاصم بہاری نے مستقبل کی کانفرنسوں کو آل انڈیا فنڈ سے منعقد کرنے اور اس فنڈ کو مستحکم کرنے نیز احساس کمتری کی بناء پر اپنی قومیت (برادری) پر پردہ ڈالنے کے خلاف تجویز منظور کرائی[1]۔

اگلی تجویزوں میں حکومت کی غلط پالیسی پر تنقید، ایک اسپننگ مل کے قیام، فلسطین کی مسلم آزار اور عرب کش پالیسی پر اظہار نفرت، مومن گزٹ کی خریداری میں اضافہ، رکنیت سازی کی مہم کو تیز تر کرنے، زمینداروں کے ظلم سے لوہا لینے محکمہ تعلیم کی قابل اعتراض نصابی کتابوں کے حذف کرنے، اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ اور حلیم ہائی اسکول کانپور کو کالج بنانے اور ان کے ساتھ ٹکنیکل اسکول کے قیام اور دیسی کپڑوں کے استعمال کی تجویزیں منظور ہوئیں[2]۔

ان کے علاوہ لازمی مفت تعلیم اور محکمہ انڈسٹری کے ویونگ ڈپارٹمنٹ کی اسامیوں پر انصاریوں کی تقرری کی تجویزیں بھی منظور کی گئیں[3]۔

اس کے ساتھ ہی کئی تجاویز اس عظیم الشان جلسہ کے معاونین کے شکریہ کے طور پر منظور ہوئیں۔ ذمہ داران مسلم ہائی اسکول[4] کانپور، چیئرمین میونسپل بورڈ، کلکٹر کانپور، مدیران اخبار و رسائل اور خالدہ خاتون[5] وغیرہ کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا گیا۔

اجلاس سوم:۔ ۱۱ر اکتوبر کو ۸ بجے شب سے اس کا تیسرا اجلاس شروع ہوا جس میں مختلف شعرائے کرام نے اپنا اپنا کلام[6] پیش کیا۔

میری قوم ترقی کر جائے
مرے دل کی تمنا بر آئے
دنیا کا تو اسے حاکم کر
اسے دین نبی کا خادم کر
اسے وقت کا اپنے خاتم کر

۱؎ تجویز ۲ ص:۵ ۲؎ تجاویز ص:۱۶ تا ص ۱۳ ۳؎ تجویز ص:۲۳ تا ۲۶

۴؎ جس کے میدان میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۵؎ جنھوں نے مستورات کی انتھک خدمت کی۔

۶؎ منشی منور حسین منور فیروز آبادی، سعدی الہ آبادی، دماغ جونپوری، مائل انصاری، نشتر الہ آبادی، غنی فیروز آبادی، عبدالرحیم اور سیر لکھنوی وغیرہ۔

بار آور محنت عاصم کر
میری قوم ترقی کر جائے
میرے دل کی تمنا بر آئے

☆☆☆☆☆

اے قوم! تو کب تک غم و فریاد کرے گی
کب تک دل مغموم کو ناشاد کرے گی

مل بیٹھ کے کب سوچے گی اسباب غلامی
اس قید سے کب اپنے کو آزاد کرے گی![۱]

☆☆☆☆☆

اہل زر ہو تو اسے دل میں جگہ دیتے ہیں
اس کے کاموں کے لئے جان لڑا دیتے ہیں

روز جا کر در دولت پر صدا دیتے ہیں
جان اور مال کو ہر وقت دعا دیتے ہیں

صاحب مال کو سب دل کا غنی کہتے ہیں
بات کا ذات کا، عزت کا دھنی کہتے ہیں[۲]

اس کے بعد جنرل سکریٹری (لطیف الرحمٰن ایم۔ایل۔اے) نے گزشتہ سال کی رپورٹ پیش کی اور مشاہیر ملک کے آئے ہوئے بیسیوں پیغامات سنائے۔[۳]

کانگریس میں بلاشرط جماعتی حیثیت سے داخلہ پر مخالفین و موافقین کے درمیان کال

---

۱ مومن گزٹ ۲۳؍اکتوبر ۲۷ء قوم سے خطاب، مائل انصاری خیر آبادی

۲ مومن گزٹ ۲۳؍اکتوبر ۲۷ء نظم "دولت" شرکاء جلسہ سے امداد و اعانت کی التجا مائل انصاری

۳ پروفیسر حافظ شمس الدین منیری پٹنہ کالج، محی الدین بیرسٹر کلکتہ، مولوی غلام مصطفیٰ فرخ آبادو غیرہ۔مولوی نعمت اللہ بھاگلپوری، مولوی عبد اللطیف مئو ناتھ بھنجن، مولوی بشیر احمد جہانگیر آبادی، منشی عبد العلیم وغیرہ

دو گھنٹہ تک تقریریں ہوتی رہیں ۔دوران تقریر ایسا محسوس ہوا کہ تجویز کے موافقین کا پلہ بھاری تھا۔اس سیاسی تجویز کے سلسلے میں غیر جانبداروں کا بھی ایک گروپ تھا۔آخر عاصم بہاری کی مزاحیہ غیر جانبدارانہ تقریر نے جلسہ گاہ کے نہایت کشیدہ ماحول کو خوشگوار بنایا ان کا ایک پر لطف جملہ یہ بھی تھا کہ:۔

لطیفہ:۔ " آل انڈیا مومن کانفرنس اپنے بھانج کی رسی ڈھیل دیدے تاکہ دونوں مرغوں کی جنگ سے اس کا کوئی دھاگا ٹوٹنے نہ پائے ۔"[1]

بالآخر موصوف کی تجویز پر اس مسئلہ کو ایک سیاسی سب کمیٹی کے سپرد کردیا گیا۔

ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ عہدیداران آل انڈیا مومن کانفرنس کے انتخاب کے وقت پورا پنڈال بیک آواز عاصم بہاری کو جنرل سکریٹری کی حیثیت سے منتخب کئے جانے کا مطالبہ کر رہا تھا مگر صدر جلسہ ڈکٹیٹرانہ انداز میں محمد سعید یحییٰ کے لئے اڑے ہوئے تھے۔

آخر کار ناخوشگوار حالات کو معتدل کرنے کے لئے عاصم بہاری ہی نے پوری فراخدلی کے ساتھ حاضرین سے اپنا مطالبہ واپس لینے کی درخواست کی[2]

اجلاس ششم کے آخری اجلاس میں آل انڈیا مومن کانفرنس کے مختلف عہدیداران[3] اور

---

[1] عاصم بہاری، مولوی نظام الدین، مولوی محمد یحییٰ وغیرہ۔

[2] مومن گزٹ ۲۴ اکتوبر ۲۷ء ص: ۵ "رازدرون پردہ" از مولوی حکیم حاذق خاں اناوی جنرل سکریٹری یوپی جمعیۃ الانصار کانپور۔

[3] مومن گزٹ ۲۴ اکتوبر ۲۷ء ص: ۱۰ [4] عہدیداران:۔

۱۔صدر: مولوی عبدالعزیز دھولیا، بمبئی

۲۔نائب صدر ہر صوبہ کا صدر

۳۔جنرل سکریٹری: محمد سعید بی اے بی آئی، بمبئی

۴۔جوائنٹ سکریٹری: مولوی علی حسین عاصم بہاری

۵۔جوائنٹ سکریٹری محمد عمر رجب۔ بمبئی

۶۔اسسٹنٹ سکریٹری: حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی، کانپور

۷۔خازن: منشی عبدالعزیز ٹھیکیدار، کانپور (باقی آئندہ صفحہ پر)

ارکان عاملہ کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔

عاصم بہاری کو ہزار ہزار مبارک باد:۔ گزشتہ کانفرنسوں کی طرح اس کانفرنس میں بھی عاصم بہاری نے جس جگرکاوی سے کام کیا اس کا شعرا اور مقررین نے نظم و نثر میں اپنے اپنے مقام پر جابجا اعتراف کیا۔ محی الدین بار ایٹ لا ء کلکتہ نے بھی پوری ایمانداری سے اپنے احساسات کو ان الفاظ میں پیش کیا۔

> ''ہم تو حضرت عاصم بہاری کو ہزار ہزار مبارک باد پیش کریں گے اور لاکھ لاکھ تہنیت کہیں گے۔ کیونکہ اس تحریک کے روح رواں وہی ہیں، اور جو کچھ آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا انہیں کی

(بقیہ گزشتہ ص:۱۷) ۸۔ محاسبین: شیخ محمد رمضان۔ بمبئی

۹۔ محاسبین: ایم احسان اللہ، آنریری مجسٹریٹ مئوناتھ بھنجن۔

ارکان مجلس عاملہ:۔

بنگال و کلکتہ:۔ ۱۔ پروفیسر ثناء اللہ ۲۔ مولانا محمد یحییٰ ۳۔ ابوالشمس عبدالغفور ۴۔ محی الدین بیرسٹر ۵۔ محمد سلیمان ایم ایل اے۔

بہار:۔ ۶۔ سردار محمد اسلام گیا ۷۔ مولوی لطیف الرحمٰن ایم۔ ایل۔ اے گیا ۸۔ پروفیسر شمس منیری پٹنہ ۹۔ مولوی حفیظ اللہ پھلواری شریف ۱۰۔ حاجی عبدالکریم گیا ۱۱۔ آر علی ایم ایل اے رانچی، **یوپی** ۱۲۔ مولوی نظام الدین ایڈوکیٹ الٰہ آباد ۱۳۔ سردار مولوی محمد اکبر الٰہ آباد ۱۴۔ ایم احسان اللہ آنریری مجسٹریٹ ۱۵۔ ڈاکٹر عبدالرزاق الٰہ آباد۔ صدر جمعیۃ یوپی ۱۶۔ شیخ اللہ بخش مرادآباد ۱۷۔ منشی محمد حسن رئیس مئو ۱۸۔ شاہ سلطان احمد کانپور ۱۹۔ حکیم صدیق زیر پرتا پگڈھ ۲۰۔ مولوی حکیم حاذق آنآوی جنرل سکریٹری جمعیۃ یوپی ۲۱۔ شیخ مولا بخش دہلی۔

پنجاب/ ناگپوری پی:۔ ۲۲ محمد ظفر ایڈوکیٹ، انبالہ ۲۳۔ اللہ دتا عاصی لاہور ۲۴۔ حاجی عبدالقادر ناگپور ۲۵۔ حاجی عبدالصمد کنٹریکٹر برہانپور۔ **بمبئی:۔** ۲۶ عبدالرحمٰن فیتہ والے بمبئی ۲۷۔ سیٹھ عبدالصمد بھیونڈی ۲۸۔ یعقوب سردار بھیونڈی ۲۹۔ منشی کامل بمبئی ۳۰۔ محمد عمر محمود بی اے بمبئی ۳۱۔ لال محمد عبدالغنی سردار دھوپ ۳۲۔ سیٹھ احمد دھولیا ۳۳۔ عبدالرزاق اندورلولا۔

مومن گزٹ ۲۲ اکتوبر ۳۷ء ص: ۱۶ و ۲۳ مارچ ۳۸ء ص: ۲۔

کوششوں کی رہین منت ہے"[۱]

صوبہ یوپی کی ساتویں کانفرنس:۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ دن کے وقت صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار کی ساتویں کانفرنس کی کارروائیاں چلیں یہ صوبائی کانفرنس بھی پورے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی۔۹؍اکتوبر روز یکشنبہ صبح ۶ بج کر ۷ منٹ میں ۱۱؍ڈاؤن دہلی الہ آباد فاسٹ پسنجر ٹرین سے صدر جلسہ ڈاکٹر رزاق ایم اے الہ آبادی ۶۵ ہمراہیوں کے ساتھ کانپور اسٹیشن پہنچے تو ہزاروں افراد نے نعرہ تکبیر و خیر مقدمی نعروں سے استقبال کیا۔ پنڈال کے گیٹ پر جمعیۃ الانصار کے رضاکاران انوار ایسوسی ایشن، احرار پارٹی، مزدور سجاد وغیرہ کے والنٹیروں نے گارڈ آف آنر دیا۔ اور مختلف اداروں کی طرف سے سپاسنامے پیش کئے گئے۔

خطبہ صدارت[۲] میں "کانپور میں مومن تحریک کے اتار چڑھاؤ" کے ذیلی عنوان کے تحت اس کی ایک مختصر سی تاریخ پیش کی گئی اور یہ اشارہ کیا گیا کہ عاصم بہاری کی تحریک کے نتیجہ میں حکیم بشیر احمد، ایم خلیل الدین انصاری کریم الرحمٰن عتیق مانکپوری نے کانپور میں تنظیمی جدوجہد شروع کی۔ شہر کی مذہبی کشیدگی سے تحریک کو مسلسل نقصان پہنچتا رہا اس کے باوجود یہ قافلہ آگے بڑھتا رہا۔

موصوف نے اپنے کاروباری تجربات کی روشنی میں تنظیم کو آگے بڑھانے کے لئے تین چیزوں کی اشد ضرورت کا اظہار کیا۔ یعنی سرمایہ محنت وجفاکش اور دیانتداری وخلوص۔

صدر جلسہ[۳] نے اپنے مختصر سے موثر مگر ادبی انداز کے خطبہ میں تعلیم اتحاد، تنظیم مالیات، صنعت وحرفت اور قومی ترجمان کے استحکام پر زور دیا۔

"اردو جو ہندوستان کی لنگوا فرینکا ہے اس کو کمپلسری بنانے کا مطالبہ[۴] کرتے ہوئے آخر میں سیاسی مسائل پر اظہار خیال کرتے ہوئے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"............دنیا کی تمام قومیں سیاست ہی سے ابھریں
اور سیاست ہی سے زندہ ہیں۔ جس کی سیاست بگڑی وہ قوم تباہ

۱۔ مومن گزٹ ۸؍نومبر ۳۷ء ص:۱۲
۲۔ صدر مجلس استقبالیہ صوبہ یوپی کانفرنس شیخ عبدالعزیز ٹھیکیدار کانپور
۳۔ ڈاکٹر رزاق ایم اے الہ آباد ۴۔ خطبہ صدارت صفحہ ۱۲

ہو گئی ۔ جو قوم کو سیاست سے الگ رکھنا چاہتا ہے وہ قوم کا
دوست نہیں یقیناً دشمن ہے وہ چاہتا ہے کہ قوم دوسروں کی غلام
رہے اور اسی غلامی کی حالت میں تباہ ہو جائے ''۔[1]

اس صوبائی اجلاس کے کئی جلسوں میں عاصم بہاری نے بھی موثر تقریریں کیں۔

تقسیم تمغہ جات:۔ صوبائی جمعیۃ نے اس موقع پر اپنے جانثار اور مخلص قومی کارکنوں کو اعلیٰ کارکردگی کے تمغہ جات بھی تقسیم کئے انعام یافتگان میں مندرجہ ذیل اصحاب کے نام نامی تھے۔

۱۔مولوی علی حسین عاصم بہاری ۲۔مولوی ابوعمر ذکریا مدیر مومن گزٹ
۳۔حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی منیجر مومن گزٹ ۴۔ڈاکٹر رزاق الہ آبادی
۵۔کریم الرحمٰن عتیق، مالکپوری ۶۔ایچ ظفر اناوی، منیجر اشتہارات مومن گزٹ

انتخاب عہدیداران:۔ آخر میں صوبہ یوپی جمعیۃ الانصار اجلاس ہفتم کے موقع پر عہدیداران[2] کا انتخاب عمل میں آیا۔اسی موقع پر (سابق) جنرل سکریٹری جمعیۃ

---

[1] خطبہ صدارت ص ۔۶

[2] ۱۔ صدر:۔ ڈاکٹر رزاق ایم اے۔ایچ ،ایم ،ڈی، اناؤ الہ آباد
۲۔نائب صدر:۔ شاہ سلطان احمد انصاری محلہ دکیل پورہ، کانپور
۳۔نائب صدر:۔ منشی عبدالکریم برہان محلہ قصیارہ، سیتاپور
۴۔جنرل سکریٹری:۔مولوی حکیم حاذق جان، اناوہ، ملکی دواخانہ فیروزآباد ۵۔اسسٹنٹ سکریٹری: منشی محمد شفیع انصاری، اناؤ الہ آباد ۶۔جوائنٹ سکریٹری:۔محمد صدیق زیر بازار کلندرو گنج، پرتاپگڈھ ۷۔فنانشل سکریٹری:۔ارشاد صابر، چمن گنج کانپور ۸۔آڈیٹر:۔محمد عثمان بی ،اے۔محلہ بھنسیا احاطہ، کانپور ۹۔خازن:۔منشی منور حسین منور، محلہ نعیہ، فیروزآباد

☆ ارکان مجلس منتظمہ صوبہ یوپی:۔

۱۔شیخ عبدالعزیز ٹھیکیدار محلہ ہمایوں باغ کانپور ۲۔منشی محمد حسین، مئو آئمہ الہ آباد ۳۔احسان اللہ آنریری مجسٹریٹ مئوناتھ بھنجن ۴۔مولوی محمد ادریس ہیڈ مولوی مشن ہائی اسکول کانپور (باقی آئندہ ص پر)

صوبہ یوپی نے ایک مفصل رپورٹ[1] (از ۲۱ر اکتوبر ۳۳ تا ۹ر اکتوبر ۳۷ء) بھی پیش کی۔

صوبائی کانفرنس کی اہم تجاویز میں بالغ حق رائے دہی شب برأت اور محرم وغیرہ کی رسم پرستیوں سے نجات، والنٹیئر کور کی تشکیل، بیگاری کی ظالمانہ روش پر اظہار ملامت، موجودہ دستور العمل کی پابندی، سرکاری نصاب تعلیم میں تبدیلی کے علاوہ مومن گزٹ کے اسٹاف کو ان کی شاندار عملی خدمات کے صلے میں تمغہ جات دیئے جانے پر حاضرین جلسہ کا کلی اتفاق تھا۔

صوبائی شاخ اور اس کے والنٹیئر کور نے بعض اکابر قوم[2] کی خدمت میں سپاس نامے بھی پیش کئے۔ آخر میں بعض معزز تحریکی کارکنوں[3] کے معذرت نامے پیش ہوئے جو چند در چند وجوہات کی بناء پر شریک جلسہ نہ ہو سکے۔

۳۷ء کے سیاسی احوال:۔ انہی دنوں لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی

(باقی گزشتہ ص: کا) ۵۔ مولوی عبدالحفیظ پیش امام محلہ بلاقی گنج رائے بریلی ۶۔ حکیم ریاض الدین۔ مہمان شاہ۔ شاہجہاں پور ۷۔ منشی محمد اسحاق، اناوی حاذق منزل فیروز آباد ۸۔ بابو بشیر الدین کلوتھ مرچنٹ بازار گنج مراد آباد ۹۔ منشی کریم بخش، ممبر مرچنٹ، لکھی باغ، دہرہ دون ۱۰۔ منشی سلیم الدین، کوکہ اسٹریٹ، مرہٹہ ۱۱۔ حاجی عنایت اللہ تاجر بازار ڈریمن گنج، بیلی بھیت ۱۲۔ محمود الحسن مدیر مومن محلہ ماہر خاں بدایوں ۱۳۔ ابو عمر ذکریا بھاگپوری مدیر مومن گنج کانپور ۱۴۔ منشی بشیر احمد، موضع بغداد انصار، پوسٹ جیب والا۔ بجنور ۱۵۔ مولوی سردار محمد اکبر آباد۔ الہ آباد ۱۶۔ منشی کرامت اللہ محلہ گنج گیر کا باغ۔ مرزاپور ۱۷۔ منشی عبدالغفار منیجر مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ، فیض آباد ۱۸۔ منشی نبی بخش، بھوانی، بدایوں ۱۹۔ حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی دفتر مومن گزٹ کانپور ۲۰۔ مولوی نظام الدین، محمد گنج پور، الہ آباد ۲۱۔ منشی عبدالعلیم انصاری، اروئی، جالون ۲۲۔ حاجی عبدالصمد چیئرمین ٹاؤن ایریا جلال پور فیض آباد ۲۳۔ منشی محمد شفیع، محلہ کوٹ، امروہہ مراد آباد ۲۴۔ عبدالرشید میونسپل کمشنر بارہ بنکی ۲۵۔ حافظ عبدالرحمٰن نائب صدر جمعیۃ الانصار محلہ کھٹک پورہ فرخ آباد مومن گزٹ ۲۴ر اکتوبر ۳۷ء ص: ۲۴

[1] مومن گزٹ ۲۴ر اکتوبر ۳۷ء ص: ۲۴ [2] بخدمت ڈاکٹر عبدالرزاق، مومن گزٹ ۲۴ر اکتوبر ۳۷ء ص: ۲۴

[3] مسٹر آر علی ایم ایل اے رانچی بہار، محمد حفیظ سکریٹری جمعیۃ المومنین رنگون برما، مسٹر عبدالجلیل وکیل ایم ایل اے دربھنگہ۔ تاج محمد وکیل ہزاری باغ۔ خاقان حسین کانپور وغیرہ

کانفرنس ہوئی اور شعبہ پولیٹیکل کانفرنس نے اپنے شاندار اجلاس میں کانگریس میں شمولیت کی تجویز پاس کی۔بعض اخباروں نے سیاسی مسائل اور اہم شخصیتوں پر سیاسی لعنت ملامت کا بھی[۱] سلسلہ شروع کیا۔مولانا ظفر علی کو ''قومی پنشن''[۲] دیئے جانے اور مولانا شوکت علی کو ''آرام فرمانے''[۳] کی صلاح دی جانے لگی۔رضا کاران جمیعۃ المومنین کانپور نے طے کیا ''بدیسی کپڑا پہننے والوں سے عید ہرگز نہ ملیں''۔[۴] غرض ملک کے سیاسی ماحول میں ان کانفرنسوں جلسوں اور اخباروں نے خاصی گرما گرمی پیدا کردی تھی۔

نیاز فتحپوری جیسے رومان نگار نے اپنے رسالہ (نگار لکھنؤ میں) ''کانگریس اور مسلم لیگ'' سے زیر عنوان، مسلم لیگ پر ان الفاظ میں تنقید کی۔

> ''بدقسمتی سے اس کی (مسلم لیگ) تنظیم اس قدر ناقص، اس کا نصب العین اس قدر ریزدلانہ اور اس کا حلقہ اور اس درجہ تنگ و محدود ہے کہ وہ مسلمانوں کو بھی ایک شیرازہ سے وابستہ نہیں رکھ سکتی''

جواباً محی الدین بارایٹ لاء (کلکتہ) نے ''مسلم لیگ اور کانگریس کی آزادی کامل اور مسلمان'' کے زیر عنوان، کانگریس کے کالے کرتوت کو طشت ازبام کیا کہ اول روز سے اس کی غلامانہ ذہنیت نے کیا کیا گل کھلائے۔۱۹۱۹ء میں جلیانوالا باغ کے حادثہ عظیم کے معاً بعد کانگریس نے اپنے اجلاس امرتسر میں وفاداری کا ریزولیوشن پاس کیا۔مولانا حسرت موہانی صدر مسلم لیگ نے ۲۰ء میں جب آزادی کامل کا اعلان کیا تو مہاتما گاندھی نے اسے مولانا موصوف کے اختلال دماغ کے عارضہ سے منسوب کیا۔کانگریسیوں کی مہا سبھائی ذہنیت صوبہ سرحد میں ہندو اقلیت اور دیگر صوبوں میں مسلم اقلیت سے اس کے فرقہ وارانہ تعلق، شدھی سنگھٹن پر پر معنی سکوت چوراچوری کی ہمالیائی غلطی وغیرہ پر طنزیہ اشارے کرتے ہوئے مسلمانوں کے

---

۱ ماخوذ اخبار ریاست دہلی ۲ ماخوذ اخبار ریاست دہلی''

۳ مومن گزٹ یکم نومبر ۲۷ء ص:۲۔ص:۶۔مومن گزٹ یکم نومبر ۲۷ء ص:۲۔ص:۷۔

مومن گزٹ ۸ر نومبر ۲۷ء ص:۵

سلسلے میں کانگریس کی مبہم پالیسی پر سخت تنقید کے بعد ایک ایسی پیشن گوئی کی جو محض دس برسوں کے بعد حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

> ”جو لوگ مشترکہ سرمایہ سے کاروبار کے آغاز سے پہلے اپنا اپنا حصہ طے نہیں کر لیتے ان کا کاروبار بہت جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور ساجھے کی ہانڈی چوراستے پر پھوٹتی ہے۔ اسی طرح ملکی معاملات میں حقوق کے طے کرنے سے پہلے آزادی کا آجانا ملک و قوم کے لئے خون خرابے کا آغاز ہے۔ لیکن یہ مدبران ہیں کہ نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے ہیں تو اقلیتوں کے خون سے ہولی کھیلنا چاہتے ہیں۔“
>
> کہا جاتا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس وقت بھی وہ اپنے حقوق کی محافظت کر لیا کرتے تھے۔ ۱۵۲۷ء میں ۱۷۶۰ء میں یا ایسے ہی سنین میں انہوں نے اپنے حقوق کی محافظت کی تھی یہ سب کچھ کہنے کو کہہ دیا جاتا ہے اور یہ بظاہر بہت وزنی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس وقت بھی حقوق کی محافظت تلوار سے ہوتی تھی، خون خرابہ سے ہوتی تھی۔ جدال و قتال سے ہوتی تھی۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں ہے اور نہ ہمیں موقع آنے دینا چاہئے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے اگر مسلم لیگ یا مسلمان کی کوئی جماعت یہ کہتی ہے کہ حصول آزادی سے پہلے حقوق کا تصفیہ کر لیا جائے تو وہ بالغ نظری، دور اندیشی اور عاقبت بینی کا ثبوت پیش کرتی ہے...........“[۱]

غرض ملک کے دوسرے اخباروں کی طرح مومن گزٹ نے بھی عاصم بہاری کی نگرانی میں اس اخبار کو قوم کے صحیح اور سچے جذبات کا آئینہ دار بنا دیا۔ مدیران مومن گزٹ کی کھلی کانگریس موافق پالیسی کے باوجود کانگریس مخالف اور لیگ کی حمایت میں بھی کوئی سنجیدہ رائے آتی تو اسے نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔

---

[۱] مومن گزٹ ۸/۲۷ء ص: ۵۔۶

اجلاس ششم کے بعد:۔ اجلاس ششم کے بعد پوری تحریک میں ایک نئی توانائی پیدا ہو گئی۔ خصوصیت کے ساتھ یو پی، بہار، مالیگاؤں اور کانپور کی ذیلی شاخیں ایک بار پھر متحرک ہو گئیں۔ فرخ آباد، بردوئی چمن گنج کانپور، قلفل گنج کانپور، بھنیہ احاطہ (کانپور) گوپال گنج (بہار) جھجو محلہ[1] بہار شریف، پرانی رانچی، سیالکوٹ، زمانیہ، پھول پور، رنگون، (برما) نوادہ (بہار) مچھلی شہر، پنجاب پراونشل کانفرنس اور جبلپور وغیرہ میں چھوٹے بڑے جلسے نہایت جوش وخروش کے ساتھ منعقد ہوئے اور ان کی باضابطہ رپورٹیں بھی مومن گزٹ کے مختلف شماروں میں شائع ہوئیں۔

ان میں سے بیشتر مقامات پر خرابی صحت کے باوجود عاصم بہاری کو بھی مختلف چھوٹے بڑے جلسوں میں شرکت کرنا پڑی۔ کیونکہ موصوف جیسے جیسے اپنی صحت کی طرف سے مایوس ہوتے جارہے تھے۔ ویسے ہی ویسے مرنے سے پہلے اس تحریک کو بہر صورت اپنے پاؤں پر کھڑا کر دینا چاہتے تھے۔ اس لئے اجلاس کے بعد عوام الناس کے بڑھتے ہوئے حوصلے کو برقرار رکھنے کے لئے مسلسل خون تھوکنے کے باوجود حتی الوسع جلسوں میں پہنچتے رہے ان کی خواہش یہ تھی کہ ملک کے طول وعرض میں لاکھوں لاکھ ممبر سازی کے بعد تحریک کی ذیلی شاخوں کا ایک جال پھیلا دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں جو آمدنی ہو اس سے کئی تنخواہ دار ہمہ وقتی کارکنوں کی بحالی کرلی جائے تاکہ عاصم بہاری خدانخواستہ چراغ سحری ہو کر بجھ جائیں یا صاحب فراش ہو جائیں۔ تو یہ ہمہ گیر بیداری آگے ہی بڑھتی رہے کہیں رکنے نہ پائے۔

اس کے ساتھ ہی وہ تجارتی اور صنعتی پروگراموں نمائشوں اور مختلف طریقے کی سرکاری وغیر سرکاری امداد باہمی کے ذریعہ انصاریوں کی اقتصادی بدحالی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کا ارادہ کر چکے تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے اپنے دورے اور تقریروں کے علاوہ مومن گزٹ کی تحریروں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ مگر عہدوں کی کشمکش، نفاق، ہنگامی

---

[1] ۲۷ اکتوبر ۸ بجے شب میں جلسہ انجمن اتحاد المسلمین یکم دسمبر ۳۷ ص:۵

سیاست کی رسہ کشی اور مومن گزٹ کے فروغ میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی تو انہیں بے حد تشویش ہوگئی۔ چنانچہ اواخر ۳۷ء سے ۳۸ء تک موصوف نے ایک بار پھر اپنی صحت اور اہل خاندان سے بے نیاز ہوکر تحریک کو بچانے میں اپنے خون جگر کا آخری قطرہ تک بہادینے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

اپنے ایک مبسوط مکتوب[۱] میں عاصم بہاری نے اس وقت کی صورت حال کو پیش کیا ہے۔ مومن گزٹ جب حد سے زیادہ مقروض ہوگیا اور اس کا وجود خطرہ میں پڑ گیا تو مرادآباد وغیرہ سے فوری امداد یا قرض حسنہ حاصل کرنا چاہا۔ اس کے ساتھ ہی ممبر سازی کی مہم تیز تر کردی تاکہ مالی بحران پر قابو پایا جاسکے مگر امروہہ، مرادآباد اور سہارنپور وغیرہ ان دنوں ہنگامی سیاست کا اکھاڑہ بنے ہوئے تھے۔ اس لئے وہاں نہ صرف یہ کہ مومن گزٹ یا مومن کانفرنس کا کوئی کام ہوسکا بلکہ ان مقامات پر پہنچتے ہی لینے کے دینے پڑ گئے۔ اور لیگ و کانگریس کے حامیوں نے ہر طرف سے گھیر کر انہیں اپنا ہمنوا بنانا چاہا۔ مگر سختی سے غیر جانبداری کے اصول پر بہر حال قائم رہے کیونکہ موصوف کے خیال میں:

"بڑوں کے معاملہ کی چکی جب چلتی ہے تو اس میں
جلو روانہ عوام ہی پستے ہیں"[۲]

موصوف کا واضح اعلان تھا۔

"چونکہ ابھی آل انڈیا مومن کانفرنس کی سب کمیٹی نے
کانگریس یا مسلم لیگ کے داخلہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے
۔لہٰذا مومن برادری کا فرض ہے کہ قبل از وقت کسی جانب کا رخ
نہ کریں اور نہ کسی کے دام فریب میں گرفتار ہوں"[۳]

حسرت عید:۔ اس دوا دوش میں بچوں سے وعدہ کرنے کے باوجود عید گھر پر نہ کرسکے۔ کس حسرت سے اس صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۔

"احباب نے عید مرادآباد میں دکھلادی کیونکہ ہمیں عید کہاں

---

[۱] عاصم بہاری کا دورہ "مومن گزٹ" ۱۶ دسمبر ۳۷ء ص: ۲ ایام شاہ سلطان احمد کانپوری نائب صدر آل انڈیا مومن کانفرنس [۲] ایضاً [۳] "کانگریس نہ مسلم لیگ" "مومن گزٹ" یکم فروری ۳۸ء ص ۲

نصیب ہمیشہ دوسروں کی عید دیکھتا ہوں یا پھر اخباروں میں عید کے
مضامین پڑھتا ہوں میری عید تو اسی وقت ہوگی جب میری محبوب قوم کی
عید ہوگی ، ہاں بچوں کی عید کی خوشیاں دیکھنے کی تمنا دل میں ضرور پیدا
ہوتی ہے"۔[1]

عید کے روز سارا وقت لوگوں سے ملنے میں گذرا۔ ۲ ؍بجے رات کی ٹرین سے دہلی پہنچے اور حاذق الملک حکیم حاجی ظفر احمد خاں پرنسپل طبیہ کالج کو نبض دکھائی اور دو ہفتے کی دوا لے کر بہار شریف اور الہ آباد کے مجوزہ جلسوں میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔

"بہار سے الہ آباد کے جلسہ میں آنا ہے۔ایک آدھ دن ٹھہر کر
کانپور حاضر ہوں گا ۔کانپور میں بھی دو تین دن میں دو تین تقریریں آل
انڈیا ممبری کے متعلق کرنی ہیں اور موجودہ حالات سیاسی و مقامی کیفیات
سے ان کو واقف کرنا ضروری ہے ، تاکہ برادران کانپور کی پرجوش فدا
کارانہ آمادگی سے بہترین فوائد قوم کو پہنچیں ۔کانپور کے بعد مرادآباد ضلع
بجنور، ضلع مظفر نگر، ضلع سہارنپور کا دورہ کرتے ہوئے مشرقی پنجاب،
انبالہ، لدھیانہ، امرتسر، سیالکوٹ اور لاہور تک دورے کا ارادہ ہے مجھ کو
تمام مقامات کے برادران و جمعیتوں کے کارکنان سے قوی امید ہے کہ
وہ بڑی مستعدی سے ممبر بنانے کے لئے کوشاں ہوکر آل انڈیا مومن
کانفرنس کو مستحکم بنائیں گے۔

اجلاس آل انڈیا مومن کانفرنس کانپور کے باوجود رمضان
المبارک کے مختلف مقامات پر منظور شدہ تجویزوں پر عمل درآمد کی
زبردست آمادگیاں دیکھنے میں آئیں اور خطوط کے ذریعہ معلوم ہوئیں۔
خصوصاً اپنی برادری کے بنے ہوئے کپڑوں کے متعلق بہت کاوش کے
ساتھ کوششیں ہورہی ہیں۔صوبہ بہار میں بھی "اپنا کپڑا اپنی عید" کا زور

---

[1] مکتوب عاصم بنام شاہ سلطان احمد

شور تھا۔ خاص گنج بہار شریف میں "مومن اسٹور" نے خوب بکری کی۔" مومن اسٹور چمن گنج "میں بھی خوب خوب کپڑے بکے۔ مختلف مقامات پر جہاں کپڑے تیار ہوتے ہیں فرمائشوں کی بھرمار ہورہی ہے۔ مومن گزٹ نے اعلان کیا ہے کہ کپڑوں کے سوداگروں کو چاہئے کہ وہ اپنے یہاں کے اشتہارات مومن گزٹ میں شائع کرائیں تا کہ ہندوستان کے مختلف مقامات پر لوگوں اور سوداگروں کو کپڑوں کے منگوانے میں آسانیاں ہوں۔ کپڑوں کے علاوہ کانپور میں مخلص، مستعد پر جوش نوجوانوں کی رضاکارانہ خدمات نے جو انہوں نے اجلاس آل انڈیا کانپور میں انجام دیئے قوم کو بہت متاثر کیا ہے چنانچہ اجلاس کے بعد ہر جگہ والنٹیر وں میں اضافہ ہورہا ہے اور جہاں اب تک نوجوانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تھی وہاں بھی والنٹیر کور قائم ہورہے ہیں۔

میری دلی تمنا ہے کہ چھ مہینہ میں تمام ہندوستان کے اندر ایک لاکھ ایسے والنٹیر ہوجائیں جن کی وردیاں اپنی بنی ہوئی ہوں اور یہی والنٹیر وں کا گروہ کارکنوں کے ساتھ مل کر چار چھ لاکھ آل انڈیا ممبر بنائیں تا کہ آئندہ اجلاس میں مومن کانفرنس کے ساتھ "ایک شاندار نمائش" کا انتظام کیا جائے اب تو صرف کانفرنس کے اجلاس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام ہندوستان کے تیار شدہ کپڑے ہر جگہ سے نمائش میں لائے جائیں اور جتنے قسم کی دستکاریاں برادری کے لوگوں میں ہوتی ہیں مثلاً لوہا، لکڑی تانبہ، پیتل، کل پرزے، چمڑے، برتن وغیرہ ہر قسم کی چیزیں لائی جائیں لوگ بطور خود نہ لائیں بلکہ وہاں کی کمیٹیاں اپنے علاقہ کے مالوں کو نمائش میں لائیں یا آل انڈیا منگوانے کی کوئی صورت اختیار کرے۔

اگرچہ اسی طرح صنعت کا تعمیری کام انجام پا گیا تو انشاء اللہ ہماری برادری کی قسمت جاگ جائے گی۔ لہٰذا قوم کو ادھر توجہ کرنا چاہئے تاکہ تمام منظور شدہ تجاویز جلد از جلد بروئے کار آجائیں اور ہم اپنی محبوب قوم کو ان چند لمحات حیات میں پھلتی پھولتی دیکھ لیں۔ یہ چند سانسیں جو آرہی ہیں چند دنوں کی مہمان ہیں۔

آخر میں یہ خادم تمام ہندوستان کے برادران قوم وقومی کارکنوں کی خدمتوں میں اپنی صحت کے متعلق چند جملے عرض کرتا ہے کہ اس خادم کی تندرستی اب خطرے کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ کھانسی کے ساتھ اکثر خون آجاتا ہے۔ پھیپھڑے پر اثر ہے جگر کا فعل خراب ہو رہا ہے۔ قلب بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اختلاج قلب کے دورے بڑی شدت کے ہوتے ہیں یہ کیفیتیں بہت دنوں سے ہو رہی تھیں کبھی علاج سے کچھ کچھ افاقہ بھی ہوتا گیا۔ مگر معقول طور پر کاوش کے ساتھ نہ علاج ہو سکا اور نہ آرام وسکون نصیب ہوا آل انڈیا کی پریشانیاں برابر سفر پر مجبور کرتی ہیں۔ جگہ جگہ کا پانی ریل اور بازار کا کھانا (کیونکہ میں دوران سفر لوگوں کے یہاں ٹھہرنے کا عادی نہیں) ان تمام باتوں نے اب صحت کو بہت برباد کر دیا ہے۔ قوم کو اگر "اپنی فلاح و بہبود کے لئے عاصم کی خدمات کی ضرورت ہے" تو اس کو چاہئے کہ وہ آل انڈیا مومن کانفرنس کی معقول امداد عطیہ اور بڑی تعداد میں چار آنے والے ممبر بنائے۔ تاکہ آل انڈیا کی طرف سے کچھ اشخاص کا باوظیفہ تقرر کیا جائے اور اطمینان سے علاج کے بعد نمائش کے ذریعہ قوم کی مالی حالت کو درست کرنے کی غرض سے اقتصادی پروگرام کو کامیاب بنایا جا سکے۔ اس بیماری میں میری دوڑ دھوپ کی حالت ایسی ہے کہ گویا ذبح شدہ مرغ چلتا ہوا اذان دے رہا ہے۔"[1]

---

[1] مکتوب بنام شاہ سلطان احمد کانپوری مومن گزٹ ۱۶ دسمبر ۳۷ء ص: ۱۲۔۶ کالم ۳ سے

بکس کی چوری:۔ ۷۔۸۔جنوری ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب دیسواں کے جلسے سے واپس ہو کر لکھنؤ سے ساڑھے دس بجے شب کو الہ آباد سہارنپور پسنجر سے مراد آباد بغرض شرکت جلسہ جا رہے تھے۔رات دن کے سفر اور سردی کی شدت سے بخار میں مبتلا ہو گئے۔

لکھنؤ سے چلتے وقت بخار بڑھ گیا۔دو بجے رات تک بیٹھے ہوئے بردوئی اسٹیشن تک پہنچے، وہاں بستر لگا کر لیٹے تو غنودگی اور بخار کے اثر سے بے ہوشی کی کیفیت تھی۔کئی گھنٹے اسی حال میں گذرے شاہجہاں پور اسٹیشن پر آنکھ کھلی تو ان کے اسٹیل کا بکس غائب تھا۔

اس چوری کے صدمہ کا ان کے قلب پر بڑا گہرا اثر ہوا کیونکہ علاوہ کپڑوں کے عمر بھر کا علمی وادبی اور تحریکی اندوختہ بھی اس بکس میں تھا جو غائب ہو چکا تھا۔اسی حال میں ۳۔۴بڑے جلسوں میں تقریریں کرنی پڑیں۔جب مرض قابو سے باہر ہو گیا تو ۱۷ر جنوری ۳۸ء کو دہلی چلے آئے اور ۳۱ر جنوری تک بڑی کاوش سے علاج کرایا۔کچھ افاقہ بھی ہوا۔اسی درمیان ۱۶ر جنوری ۳۸ء کو یوپی و بہار کی کانگریسی حکومتیں سیاسی قیدیوں کے مسئلہ پر گورنروں سے اختلاف کی بناء پر مستعفی ہو گئیں۔بہار میں یہ مسئلہ حل ہو گیا تو وزیر اعظم سری کرشن سنہانے دوبارہ وزارت قبول کر لی۔

اکابرین کے قول وفعل کا تضاد:۔ اس سعی مسلسل کے باوجود مومن گزٹ کا وجود روز بروز خطرہ میں پڑتا گیا۔اس کی مجموعی اشاعت ۱۲سو اور مستقل خریداروں کی تعداد ۶ سو سے آگے نہ بڑھی۔اس پر غضب یہ ہوا کہ چھ۔چھ۔آٹھ۔آٹھ ماہ ایک امید موہوم کے سہارے سربرآوردہ حضرات کے نام پرچہ مفت بھیجا جاتا رہا۔مختلف شماروں میں مالی بحران کا رونا رونے پر بھی "اکابرین قوم" کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی تو کل ملا کر کم وبیش ۱۲ر سو وی پیاں روانہ کی گئیں جن میں نو سو واپس ہو گئیں۔

"یہ واپسی[1] اور قومی غیرت کا مظاہرہ غریبوں کی طرف سے نہ تھا بلکہ اس قومی خیانت کے ارتکاب کرنے والے وہ بلند

---

[1] مومن گزٹ خطرہ میں' مومن گزٹ یکم جنوری ۳۸ء ص:۵

بانگ حضرات ہیں جن کا یومیہ وظیفہ قوم قوم ہے............

............نگراں صاحب (عاصم بہاری) دورہ کرتے کرتے

تھک گئے۔ خون تھوکنے لگے نہ جیب میں ٹکے آئے اور نہ خلوئے معدہ

کی جلن گئی، اور نہ اب تک دورے کا تسلسل ختم ہوا۔ منیجر صاحب (حکیم

بشیر احمد) بھی ''سیروفی الارض کا وظیفہ سفر میں پڑھ رہے ہیں اور جب

منہ سے آواز نکلتی ہے تو ''دامن از کجا آرام چوں جامۂ ندارم''

اس مضمون[1] کے آخر میں حرف جلی کے ساتھ نوٹ لگا کر ''مشت از خروارے'' ان حضرات کے اسمائے گرامی[2] قدرورج کئے جنہوں نے قومی ہمدردی کا عملی ثبوت وی پی واپس کر کے دکھادیا۔ جبکہ وی پی بھیجنے سے ۱۵ دن پہلے قاعدے کے مطابق ان حضرات نے نام اطلاعاتی خطوط بھی روانہ کر دیئے گئے تھے۔

دو ہفتے کے بعد مدیر[3] مومن گزٹ نے ''اکابر'' اور ''قوم'' کی اس بے حسی اور قول وفعل کے تضاد پر اپنے اداریہ میں نہایت خوبصورت ادبی طنز کیا۔

---

[1] ''مومن گزٹ خطرہ میں'' مومن گزٹ یکم جنوری ۳۸ ص:۵

[2] مولوی لطیف الرحمن سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس گیا (آپ نے ۸ ماہ مفت مطالعہ فرما کر وی پی واپس کردی)

۲۔ مولوی عبدالمجید، ایم، اے، سابق صدر آل انڈیا بنارس یو پی (آپ نے تین بار وی پی منگا کر واپس کی) ۳۔ عبدالقیوم انصاری، رئیس ڈیہری، ضلع آرہ روہتاس) ۵۔ سردار محمد اسلام بی اے آنریری مجسٹریٹ وسابق صدر آل انڈیا مومن کانفرنس گیا۔ ۶۔ ڈاکٹر امیر احمد اسسٹنٹ سرجن، بہار شریف ۷۔ معین الدین سکریٹری جمعیۃ المومنین، سہسرام، آرہ ۸۔ سردار محمد اکبر، سابق صدر جمعیۃ صوبہ یو پی، الہ آباد ۹۔ میاں جان وسخاوت علی تسر مرچنٹ، ناتھ نگر، بھاگلپور، ۱۰۔ مولوی محمد عمر، میونسپل کمشنر، کامٹی ناگپور ۱۱۔ کپتان ڈاکٹر سغیر الدین ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر، گیا۔ ۱۲۔ پروفیسر ثناءاللہ، حیات خان لین: ۶۔ کلکتہ ۱۳۔ مولوی محمد جمیل اللہ مختار، سکریٹری جمعیۃ الانصار گورکھپور۔ ۱۴۔ مولوی احسن التوحید وکیل وصدر جمعیۃ المومنین سہسرام آرہ۔ ۱۵۔ حکیم محمد حسین یونانی دواخانہ، مالیگاؤں ناسک۔

[3] مولوی ابوعمر ذکریا مومن گزٹ ۱۶ جنوری ۳۸ ص:۳

"اے عزیزان غفلت شعار! انصاف تو کیجئے کہ آپ کا باوفا خادم اور طبیب، غمگسار خون جگر پی رہا ہو اور آپ شراب ارغوانی کی قلقل نوازی میں مصروف ...... یہاں اسٹاف سوکھی روٹیوں کو ترس رہا ہو اور آپ مزعفر کے دستر خوان پر اترا رہے ہوں۔ بھلا صبر کا پیالہ کب تک نہ چھلکے اور شکوہ کی زبان کب تک نہ وا ہو؟ جب پانی سر سے گذر جاتا ہے تو نوک قلم واقعہ نگاری پر مجبور ہوتی ہے۔ اور جو کچھ تحریر میں آتا ہے وہ بالکل حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔

اگر خدانخواستہ ارباب حل وعقد کا لطف وکرم محسوس ہو گیا تو یہ نخل پر تمنا بھی مرجھا جائے گا۔ قومیت ماتم کرے گی اور اقبال رخصت ہو جائے گا۔ برادران یوسف گھی کا چراغ جلائیں گے اور خانہ احباب میں تاریکی مہمان بنے گی۔ ندامت دامن تھامے گی اور ذات سنگ راہ بن کر قدم چومے گی۔"

چند ہی دنوں کے بعد مولا بخش ٹھیکدار نے سابق جنرل سکریٹری مولوی لطیف الرحمٰن کی رپورٹ اور ادھورے حساب کتاب پر کئی اعتراضات کئے مولوی صاحب موصوف نے ان اعتراضات کے جواب دیئے اور وی پی کی واپسی پر اپنی لاعلمی اور مسلسل سفر کا عذر بھی پیش کیا۔ ان تمام واقعات کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ بعض اکابرین نے اعتراف جرم کرنے کے بجائے اب مومن گزٹ کے نگراں کو ہر طرح زک پہنچانے کی ٹھانی۔ اس سلسلے میں بعض اجتماعی مفادات تک کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔

اعتراف مائل:۔ مومن گزٹ بہر حال پوری برادری کی جملہ امراض کی نشاندہی کرتا رہا اور نظم ونثر کی موثر تحریروں کے ذریعہ اصلاح حال کی بھی کوشش کرتا رہا۔ مائل خیر

اے عزت ہی نہیں تو پردہ پوشی کیسی	عزت ہی نہیں تو صلح کوشی کیسی
اپنوں ہی سے لڑتے لڑتے ہو گئے سرد	غیروں کے مقابلے میں گرمجوشی کیسی

(مومن گزٹ یکم فروری ۲۸ء عتیق مانکپوری)

آبادی نے عاصم بہاری کا حال دل ان اشعار میں پیش کیا۔

حضرت عاصم نے پوچھا شاعر انصار سے
مائل صد نغمہ کو، اے بلبل بستان قوم

منہ سے خون آنے لگا میرے لہو تن میں نہیں
پھر بھی ہر ممکن طریقے سے کیا درمان قوم

ایک شخص ایثار جو کر سکتا ہے وہ میں نے کیا
وقف خود کو کر دیا بچوں کو بھی قربان قوم

سعی و کوشش سے نکالا قعر ذلت سے اسے
کچھ نہ کچھ میں نے فراہم بھی کیا۔ سامان قوم
پھر بھی اس پر ہے جمود و بیکسی چھائی ہوئی
سچ بتا اے مہرباں کیا ہے یہی شایان قوم

ناخدائے قوم سے سن کر کر یہ مائل نے کہا
اے فدائے ملت انصار اور اے جان قوم

سن کہ وہ اوصاف جو پنہاں ہیں تیری ذات میں
ذکر اس کا کچھ نہیں ہوتا ہے اخبارات میں![1]

یہاں قوم کی بے حسی اور جمود وانتشار کا یہ عالم تھا اور ادھر صدر و جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس نے مومن گزٹ کے دفتر کو بمبئی منتقل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس سلسلے میں بمبئی اور یوپی کی باہمی کشمکش بھی شروع ہوگئی۔ حکیم حاذق خاں جنرل سکریٹری جمعیۃ الانصار ڈاکٹر عبد الرزاق صدر صوبہ یوپی وغیرہ نے اواخر دسمبر ۳۷ پھر وسط جنوری ۳۸ء میں کئی بار صدر اور جنرل سکریٹری سے یہ گذارش کی کہ یوپی شمالی ہند کے قلب میں واقع ہے۔ لہٰذا آل انڈیا مومن

---

[1] مومن گزٹ یکم فروری ۳۸ء ص: بعنوان "پروپگنڈہ"

کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کی نشست اناوہ میں طلب کی جائے مگران گذارشات پر توجہ نہ دیکر ورکنگ اور سب کمیٹی کی نشستیں ۵۔۶ مارچ ۳۸ء کو پٹنہ میں منعقد کرنے کا اعلان کردیا گیا۔ اتنا ہی نہیں اس میٹنگ میں دفتر مومن گزٹ کے تبادلہ بمبئی کی تجویز بھی منظور کرالی گئی۔ جس پر آگے چل کر عرصہ تک کشمکش ہوتی رہی۔ عاصم بہاری خرابیٔ صحت کے باوجود اس افسوسناک صورت حال کو بدلنے کے لئے پوری کوشش کر رہے تھے۔ پھر بھی بعض لوگوں کی غلط فہمیوں کا نشانہ بنتے رہے۔

ایک طرف تحریک کے بعض اکابر باہمی کشمکش میں مبتلا تھے اور دوسری طرف انصاریان ہند میں زبردست تحریکیت پیدا ہوچکی تھی چنانچہ مومن گزٹ میں ان کی روداد یں برابر شائع ہوتی رہتی تھیں۔ ماضی وحال کی تاریخ سے اتحاد واتفاق اور ایثار وقربانی کے واقعات بھی شائع ہوتے رہتے تھے تا کہ قارئین عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

علامہ اقبال کا قابل قدر ایثار:۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال کے ایک قابل قدر ایثار کی بھی ایک اہم خبر مسٹر محمد شفیع کے حوالہ سے شائع ہوئی۔ صدر اعظم حیدرآباد دکن نے ازراہ تواضع اقبال کو ایک ہزار روپے کا چک عنایت کیا تو علامہ موصوف نے شکریہ کے ساتھ اسے واپس کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ:

> ”اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس رقم کو اسلامیہ کالج میں اسلامک ریسرچ چیئر کے فنڈ میں بطور عطیہ دیدیں“

دوسری تحریکوں کا پس منظر:۔ جیسا کہ بارہا اشارہ کیا جا چکا ہے کہ عاصم بہاری نے پوری زندگی ملت اسلامیہ کے لئے وقف کردی تھی۔ عرصہ تک اکابرین ملت کے ساتھ کام کرنے کے بعد اپنے تجربے اور انفرادی بصیرت سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ بدقسمتی زدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے سواد اعظم کا کوئی کام اس وقت تک فروغ نہیں پا سکتا جب تک کہ پچھڑے اور پسماندہ مسلم برادریوں کو بیدار اور متحرک نہ کرلیا جائے۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شخصیتوں کی ہمت افزائی سے مومن انصار تحریک کو آگے بڑھانے میں موصوف کو کافی سہولت ہوئی۔ انہوں نے انصاریوں کے علاوہ دیگر پسماندہ پیشہ ور مسلم برادریوں کو بھی اول روز

---

[1] مومن گزٹ ۸ فروری ۳۸ء ص:۱۲

سے اٹھانے کی کوشش کی اور وقتاً فوقتاً آل انڈیا کانفرنسوں کے موقع پر متحدہ نشستیں اور جلسے بھی ہوئے۔ اس سلسلے میں جمعیۃ القریش، جمعیۃ الراعین اور جمعیۃ المنصورین نے عاصم بہاری کے اخلاصِ عمل اور تعاون سے خاص طور پر استفادہ کیا۔ ان جمعیتوں کے اکابرین نہ صرف یہ کہ ان سے صلاح و مشورے کرتے رہتے تھے بلکہ باصرار اپنے جلسوں میں موصوف کو شریک کرتے تھے۔ اور اس بات کی خواہشمند تھے کہ باہمی اشتراک و تعاون سے ملک میں ایک ایسی فضا پیدا کی جائے کہ پیشہ ور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کی رسم ختم ہو۔ حاجی حافظ امام الدین امام اکبرآبادی سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا کو، جمعیۃ القریش نے اپنے ایک مکتوب[1] میں عاصم بہاری کو لکھا کہ:-

> "..........آپ جو کچھ برادری کے لئے اور عموماً مسلم برادریوں کے لئے کر رہے ہیں۔ بسا غنیمت ہے۔ خدا آپ کو مزید ہمت و توفیق عطا فرمائے۔
>
> ....زمانہ جس سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے، وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ مسلمانوں کا وہ گروہ جو اپنے تئیں "اشرف" کہتا ہے اور ہمیں آپ کو جس نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اس سے بھی آپ واقف ہوں گے کہ اس وقت افلاس و تمول کی جنگ جاری ہے۔ پس وقوع میں جو گھڑی ہوئی ہیں۔ ابھر یگی اور مغرور و سرکش گروہ زوال پذیر ہوگا۔
>
> اس کے لئے پہلے ہم اور آپ تبادلۂ خیالات کریں۔ اس کے بعد مشترکہ طور پر ایک مجلس شوریٰ کا۔ جو چند خاص اراکین پر مشتمل ہو۔ انعقاد کریں۔ اگر اس پر ہم نے اور آپ نے عملدرآمد کیا تو یقیناً نتیجہ امید افزا ہوگا۔ اور وہ مسلمان لیڈر جو واقعی شرف باطل و نقد عزت کی دوکانیں آراستہ کئے بیٹھے ہیں، حرفِ باطل کی طرح مٹ جائیں گے۔ آپ اس کو نظر انداز نہ کیجئے کہ ہر وہ ذی وجاہت مسلمان، خواہ وہ لیڈر ہو، عالم

---

[1] ۲۰/اپریل ۳۸ء از آبکاری روڈ، آگرہ

ہو، فاضل ہو، آپ کو وہ ذمیں انسانیت کے درجے سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔

بہر نوع میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں ہم اور آپ ہم آواز ہو جائیں۔ اس کے لئے کوئی جگہ اور وقت بتایا جائے تا کہ تبادلہ خیالات کر سکیں"

غرض مومن گزٹ کی کوششیں بہر حال رنگ لاتی رہیں۔ عوام کو اکابرین کے قول و فعل کا تضاد معلوم ہوا تو بد دلی کے ساتھ خوشگوار ردعمل بھی سامنے آیا کئی مخیر[۱] حضرات نے دس دس[۲] روپے کے عطیے روانہ کئے حاجی نبی احمد بریلوی نے اپنی تصنیف "مولویت اور اسلام" کی سو کاپیاں عطیہ میں دیں۔ بعض نے مومن گزٹ کے نئے خریدار مہیا کئے۔ کچھ نے قرض[۳] بھی بھیجا۔ مولا بخش جیسے مخلصوں نے اراکین عاملہ سے فرمائش کی کہ مبلغ پچاس روپے فی کس عطیہ کر کے اس اہم قومی اخبار کے مسائل ہر امر کے لئے حل کر لئے جائیں۔ چنانچہ عاملہ کی نشست منعقدہ پٹنہ (۵۔۶/مارچ ۳۸ء) میں اراکین عاملہ آل انڈیا مومن کانفرنس نے بڑھ چڑھ کر عطیے دیئے۔

اس مہم کو تیز تر کرنے کے لئے نگراں اور منیجر مومن گزٹ نے مختلف شہروں کے جلسوں میں شرکت کے لئے طوفانی دورہ شروع کیا۔ ہر جگہ قوم نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا اور سپاسنامے پیش کئے گئے۔ جمعیۃ الانصار شاہجہاں پور، دیوبند، بجنور، مبارک پور، بریلی، ہردوئی ٹانڈہ وغیرہ۔

نشست عاملہ پٹنہ:۔ یہاں سے ۴/مارچ کو عاملہ کی نشست میں شرکت کے لئے پٹنہ پہنچے۔ جہاں نشست کے بعد ۴۔۵۔ یوم تک مسلسل سفر اور تقریروں نے

---

۱ سیٹھ حسین بخش رئیس محمد آباد بجنور، یوپی ۲ شیخ امیر احمد رنگولی

۳ مولوی نظام الدین ۵۷/روپے۔ مولوی لطیف الرحمٰن ۲۵/روپے
مولوی عبد الجلیل ۵۰/روپے۔ مولوی محمد منیر الدین ۱۰/روپے
مولوی محمد علی بلند اختر ۲۵/روپے۔ مولوی شمس الدین کلکتہ ۵/روپے
مولوی محمد مکی ایڈیٹر المومن ۱۰/روپے۔ مسٹر احسان اللہ، مئو ناتھ بھنجن ۲۵/روپے
مولوی محمد شفیع انڈالوی ۱۵/روپے نقد۔ حافظ ظفر حسن ایم ایل اے ۱۰/روپے
مولوی نعمت اللہ بھاگلپوری ۱۰/روپے۔ حکیم محمد ظہور آرہ ۱۰/روپے

بیماری میں اضافہ کر دیا۔ اور کھانسی بڑھ گئی خون زیادہ آ گیا اور اختلاج میں زیادتی ہو گئی۔

اس نشست میں سب کمیٹی (برائے امور سیاسی) نے اتفاق رائے سے ایک اہم فیصلہ یہ کیا کہ آل انڈیا مومن کانفرنس لیگ اور کانگریس دونوں کی سیاست سے خود کو الگ رکھے گی غیر جانبداری اس لئے ضروری ہے کہ ہنوز اس تحریک کی تنظیمی قوت پوری طرح بحال ہونا باقی ہے۔ مزید یہ کہ ان دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کے تعلقات میں اکثر ناخوشگواری آتی ہی رہتی ہے لہٰذا اس ہنگامی سیاسی مناقشہ اور الجھنوں سے تنظیم کو الگ رکھنا ضروری ہے۔ اس سلسلے کی ایک تجویز میں یہ بھی طے کیا گیا کہ قومی انجمنوں اور اہل الرائے حضرات سے اجتماعی شرکت کی وجوہات اور سیاسی طریق کار پر استصواب رائے کر لیا جائے۔

شیخ مولا بخش اپنے بڑے لڑکے اور نواسے کی وفات کے سبب شریک نشست نہ ہو سکے۔

۶ر مارچ ۳۸ء کو اس نشست کے موقع پر پروفیسر حافظ شمس الدین منیری کے دولتکدہ (مصلح پور، پٹنہ) پر ۴ بجے سہ پہر میں جو عصرانہ دیا گیا اس میں ارکان عاملہ کے علاوہ مسلم و غیر مسلم معززین کو بھی مدعو کیا گیا۔

اب یہ تنظیم اتنی طاقتور ہو چکی تھی کہ اپنے بعض مطالبات کی طرف حکومت وقت کو متوجہ کر سکے چنانچہ بہار و یوپی میں نئی حکومتوں کی تشکیل کے بعد اسمبلی کے اندر اور اس کے باہر پارچہ بافوں کی حق تلفیوں کے خلاف مظاہرے اور اجتماعات بھی کئے جانے لگے۔

مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ اختلافات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ عرفی شرفا تنگ نظر علما اور غرض کے بندوں کے علاوہ خود تحریک کے اندر رشک و رقابت کا جذبہ پروان چڑھنے لگا۔ انہیں وہابی گمراہ اور فضول خرچ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

ل شری کرشن سنگھ وزیر اعظم بہار، بابو جگ لال چودھری، وزیر، خواجہ سر محمد نور جسٹس ہائی کورٹ، پٹنہ۔ مسٹر محمد یونس سابق وزیر اعظم بہار، مولوی اختر حسین، سب رجسٹرار پٹنہ یونیورسٹی۔ بابو بلدیو سہائے، ایڈوکیٹ جنرل۔ خان بہادر سید ابراہیم حسین، صدر صوبہ بہار مسلم لیگ۔ سید جعفر امام، ایم ایل اے۔ سکریٹری مسلم لیگ بہار۔ سلطان احمد ایڈیٹر اتحاد۔ پٹنہ۔ مولانا مظہر علی ندوی، ایڈیٹر مسلم پٹنہ۔ پروفیسر عبد المنان بیدل، پٹنہ عبد القیوم انصاری مدیر مساوات۔

مولوی محمود الحسن کی مخالفت:۔ مولوی محمود الحسن ایڈیٹر ''مومن''[1] بدایوں اور مولوی لطیف الرحمٰن[2] کے حسابات کو قارئین نے مومن گزٹ میں چیلنج کیا تو انہیں عاصم بہاری اور مومن گزٹ سے بدظنی پیدا ہوئی ۔ پٹنہ کی نشست میں کئی ایسی تجویزیں منظور کی گئیں جن میں انتقامی کاروائی کا اثر نمایاں تھا۔ مولوی محمود الحسن نے تو ''انکشاف نمبر'' کے ذریعہ ناحق مومن گزٹ کو نشانہ بنایا ایسے وقت میں مدیر مومن گزٹ بھی چھٹی میں تھے با لآخر عاصم بہاری کو تنظیم و تحریک کے تمام مشاغل کے علاوہ مومن گزٹ کی ادارتی ذمہ داریاں بھی سنبھالنی پڑیں ۔ موصوف نے یکم اپریل ۳۸ء سے کئی اداریے بھی لکھے جن میں اصولی طور پر تمام مخالفوں کو مسکت اور منہ توڑ جواب دیا۔

الجواب: ''گیا اجلاس کے بعد ورکنگ کمیٹی کی جو نشست الہ آباد میں ہوئی تھی اس میں متفقہ طور پر یہ طے پا چکا ہے کہ تین سو روپے ماہوار سے کم میں آل انڈیا مشینری چلانی مشکل ہے ۔ اب آپ کانپور کے اخراجات کو دیکھیں کہ پچیس مہینے میں ۔ آٹھ ہزار روپے کے قریب خرچ ہوئے ہیں ۔ تین سو روپے ماہوار کے حساب سے ساڑھے سات ہزار روپے صرف چلتے ہوئے کاموں پر خرچ ہونے چاہئے تھے ۔ اس تخمینے سے اگر پانچ سو روپے پچیس ماہ میں زیادہ خرچ ہوئے تو اس میں کانپور کا شاندار اور عظیم الشان اجلاس اور مومن گزٹ جیسا مفید و بہترین آرگن بھی موجود ہے''[3]

عاصم بہاری نے اپنے قلم سے مدیر مومن پر ۱۵ ارسو روپے کے غبن کا مشہور الزام تو کبھی نہیں دہرایا ۔ البتہ انکشاف نمبر کی الزام تراشی پر قانونی چارہ جوئی کی دھمکی ضرور دی۔

اس طرح کے پریشان کن کثرت کار اور تفکرات نے موصوف کی صحت کو مزید متاثر کیا۔

''میری صحت کا تقاضہ یہی ہے کہ بڑی کاوش و کامل سکون کے

---

۱ محمد شفیع جوائنٹ سکریٹری صوبائی جمعیۃ الانصار، یوپی، انالہ ۔ الہ آباد

۲ شیخ مولا بخش، رکن مجلس عاملہ ۔ آل انڈیا مومن کانفرنس ۔

۳ مومن گزٹ یکم اپریل ۳۸ء ص: ۳ ۔ اداریہ بعنوان ''مومن قوم ہوشیار''

ساتھ علاج کرتا رہوں مگر "قوم" کی مجموعی صحت اس قدر خطرناک
صورت اختیار کر چکی ہے کہ انتہائی جدوجہد کے ساتھ علاج و پرہیز کی فکر
نہ کی گئی تو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا پڑے گا۔
اسی لئے علالت کے باوجود آپ کے شاندار و پرجوش قومی
مظاہرے میں شریک ہوکر قلبی مسرت حاصل کروں گا۔ بہ شرط صحت یہ تمنا
بھی ہے کہ بعد جلسہ شہر بجنور، چاندپور حسن پور کے برادران قوم سے بھی
نیاز حاصل ہو جائے"[1]

وفد کے ساتھ دورہ:۔ منیجر مومن گزٹ کے ساتھ عاصم بہاری ۱۶ اور ۱۷ مارچ کو ضلع جمعیۃ الانصار ٹانڈہ کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۶ کو موصوف نے ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال اور انصاریوں کی ذمہ داری پر تین گھنٹے تک انتہائی پرجوش اور مدلل تقریر کی:

"تاہم حاضرین تشنہ لب ہی رہے"[2]

۱۷ مارچ کو ناسازیٔ طبع کے باوجود تنظیم و تحریک کی اہمیت اور اجتماعی فلاح و بہبود میں اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر ایک پرمغز تقریر کی۔ ۱۸ مارچ کی شب میں محلہ قاضی پورہ میں خواتین کے ایک بڑے اجتماع کو خطاب کیا اور ۲۰ کو صدر صوبائی جمعیۃ ڈاکٹر عبدالرزاق کے ساتھ ٹانڈہ کی تعلیمی و صنعتی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے نکلے۔ یہاں کی جامدانی صنعت کے امکانات پر اس کے ماہروں سے دیر تک تبادلہ خیال کیا۔

ٹانڈہ کے بعد موصوف نے ۲۲ اور ۲۳ مارچ کو فیض آباد کے جلسہ عام میں تقریریں کیں اور ۲۵ کو قصبہ مئو آئمہ ضلع الہ آباد کے جلسے میں شرکت کی۔ یہیں انہیں یہ افسوسناک خبر ملی کہ مومن گزٹ کے جاں نثار رفیق منشی کریم الرحمٰن عتیق ۲۶ مارچ کو اناؤ کے جلسہ میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے کہ ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔

صدر و سکریٹری کی غلط فہمی:۔ ابھی دفتر آل انڈیا مومن کانفرنس اور مومن

---

[1] عاصم بہاری کا پیغام، مومن گزٹ [2] روداد کانفرنس مومن گزٹ یکم اپریل ۳۸ء ص:۱۱

گزٹ کے کارکنان دورے ہی میں تھے کہ شیخ عبدالسعید عبدالحفیظ جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس کا مکتوب مورخہ ۲۴ر مارچ اس حکم کے ساتھ دفتر میں کریم الرحمٰن عتیق کے نام موصول ہوا کہ خط کی پشت پر کا ''ایجنڈا'' یکم اپریل سے پہلے'' ارکان عاملہ کو بھیج دیں تا کہ مولوی جلیل تیتوی بلڈنگ کنٹریکٹر کلکتہ کے دولتکدہ پر ۱۶ر اپریل کو ارکان کو پہنچنے میں قباحت نہ ہو اور یہ ایجنڈا ابھی یکم اپریل کے مومن گزٹ میں شائع ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ عین وقت پر بھیجا ہوا یہ خط ذمہ داروں کی غیر حاضری کے سبب نہ ارکان عاملہ کو بھیجا جا سکا اور نہ اخبار میں شائع ہو سکا۔

اس صورت حال کی بمبئی کے صدر و سکریٹری کو کوئی خبر نہ تھی اس لئے ان کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا فطری تھا۔ چنانچہ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کے مسلسل کئی خطوط عاصم بہاری کو موصول ہوئے اور تاخیر پر جواب طلبی کی گئی۔ جس کا مفصل جواب عاصم بہاری نے کانپور آنے کے بعد ۱۰ر اپریل کو دیا۔ اور یہ وضاحت کی کہ دفتر کے کئی خطوط کا جواب جنرل سکریٹری مصروفیات کے سبب نہ دے سکے۔ ایجنڈے والا خط اولاً کافی تاخیر سے بھیجا گیا، دوسرے دفتر میں کوئی ایسا ذمہ دار نہ تھا اور تیسرے یہ کہ عاملہ کی نشست گاہ کا پتہ بالکل ناقص تھا۔ پھر بھی حسب حکم اب تمام ہدایتوں کی تعمیل ہو رہی ہے۔

ادھر موصوف کی صحت دوبارہ خراب ہونے لگی مہینوں سے گھر کا خرچ بھی نہیں بھیجا تھا۔ خیال تھا کہ عاملہ کی نشست کلکتہ میں شرکت کے موقع پر شاید گھر جانے کا اتفاق ہو۔ اس لئے اہل خانہ کو تسلی دیتے رہے اور ادھر اہل کانپور بڑے وسیع اور ہمہ گیر پیمانے پر مسلسل جلسوں کی تیاریاں کر رہے تھے۔ چنانچہ دلیل پورہ، شفیع آباد[1] سعادت گنج[2] وزیر پور، اہل بازار بجنور[3] بسواں ضلع سیتا پور سے فارغ ہوتے ہی ۲۳ر اپریل ۳۸ء سے وفد کے ساتھ مفصل دورے کا ایک دوسرا پروگرام شائع ہوا جس پروگرام اناوہ، بارہ بنکی، اناؤ اور لکھنؤ کے یہ

۱؎ منعقدہ ۲۰ر اپریل ۳۸ء مومن گزٹ ۸ر اپریل ص: ۱۴

۲؎ منعقدہ ۲۰ر اپریل ۳۸ء مومن گزٹ ۸ر اپریل ص: ۱۴

۳؎ منعقدہ ۲۰ر اپریل ۳۸ء مومن گزٹ ۸ر اپریل ص: ۱۴

۴؎ منعقدہ ۲۰ر اپریل ۳۸ء مومن گزٹ ۸ر اپریل ص: ۱۴

دورے ۲۱ مئی تک چلتے رہے۔

عوامی ردِّ عمل:۔ عاصم بہاری پر بعض حلقوں سے اعتراضات شروع ہوئے تو موصوف کی ہدایت کے برخلاف ملک کے مختلف حصوں کے ذمہ دار افراد اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی ذیلی شاخوں نے اس پر احتجاج کیا۔

مولوی معین الحق[1] نے ایک مراسلہ شائع کرایا۔ "قوم کے ساتھ عاصم بہاری کا کیا رویہ یا سلوک رہا وہ اس قابل نہیں کہ فراموش کیا جا سکے۔ مثالیں تو بہت ہیں۔ میں پوچھتا ہوں سینکڑوں انجمنیں کس کی تحریک سے بنیں۔ اتنی اتنی کامیاب کانفرنسیں کس کی ترکیب اور عمل بوتے پر ہوئی۔ اس تحریک کی بنیاد کس نے ڈالی دلوں میں کس نے اسپرٹ پھونکی۔ ان کی محنت، جانفشانی اور کارناموں کا ثبوت ان کے قلب کا خون دے رہا ہے۔ انہوں نے اپنی صحت پر قوم کے کاموں کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ کوئی شخص ایسی مثال پیش کر سکتا ہے؟ ان کی سوانح عمری آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ افسوس کہ قدرِ مردم بعد مردن"۔

موصوف کی تحریک پر عاصم بہاری کے علاج کے لئے "معین فنڈ" کا قیام عمل میں آیا۔

۱۴ اپریل کو وزیر عدل و انصاف وصنعت و حرفت صوبہ یوپی ڈاکٹر کاٹجو کانپور آئے تو ساڑھے نو بجے دن میں عاصم بہاری نے ایک وفد کے ساتھ وزیر موصوف سے انصاریوں کی تعلیم اور صنعت و حرفت کے مسائل پر مفصل گفتگو کی۔

انہوں نے وزیر موصوف کے ذریعہ حکومت یوپی سے یہ مطالبہ کیا کہ انصاری طلباء کے لئے صنعتی اسکول کھولے جائیں اور کھادی کے کپڑوں کی طرح دستی کرگھہ کے کپڑوں کو بھی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ وزیر موصوف نے ان مطالبات پر کاروائی کا وعدہ کیا۔

وفات علامہ اقبالؒ:۔ انہی دنوں علامہ اقبالؒ کی وفات[2] حسرت آیات کی اطلاع ملی تو موصوف نے مومن گزٹ میں ایک موثر الم نامہ بعنوان "آہ شاعر اسلام"[3] شائع کیا۔

---

[1] سکریٹری جمعیۃ المومنین مقامہ جنکشن، مومن گزٹ یکم مئی ۳۸ء ص: ۶

[2] ۲۹ راپریل ۳۸ء [3] مومن گزٹ، یکم مئی ۳۸ء ص: ۳

آہ اے اقبال اے ہندوستاں کے آفتاب اے مسیح عصر حاضر اے حکیم انقلاب

نشست مجلس عاملہ، کلکتہ:۔ ۱۶ و ۱۷ اپریل ۳۸ء کو آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کی نشست حسب اعلان منعقد ہوئی۔ عاصم بہاری شرکت کے لئے تیار تھے مگر عین وقت پر بخار کی شدت اور دفتر پر قرض کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر سفر سے معذور ہوئے۔ معذرت نامہ صدر کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔

اس نشست میں فراہمی فنڈ اور تنظیمی نظام کو مزید چست کرنے کے علاوہ بمبئی میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی شاخ کو منظم کرنے کی تجویزیں منظور ہوئیں۔ اس موقع پر بنگال اور دہلی کی تمام شاخوں کو از سر نو متحرک اور فعال بنانے پر بھی توجہ دی گئی۔

صحت کسی قدر بحال ہوئی تو پورے ماہ مئی (۳۸ء) کے دورے کا پروگرام[1] مرتب ہو گیا۔

اس پروگرام میں ۱۱ تا ۲۰ مئی کا وقت اس لئے خالی رکھا گیا تھا کہ منشی شمس الدین بانی اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ نے موصوف کو ایک مشہور ڈاکٹر سے تشخیص اور اکسرے وغیرہ کرانے کے لئے کلکتہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ ۱۳۔۱۴ مئی ۳۸ء کو چھوٹا ناگپور رانچی اور پرولیا کے جلسہ سیرت میں شرکت کرتے ہوئے کلکتہ پہنچا اور وہاں سے ۲۰ مئی کو کانپور واپس آ کر وفد کے ساتھ شامل ہو گئے۔

موصوف نے شاہجہاں پور کے عظیم الشان جلسے میں دیگر نکات کے علاوہ علامہ اقبال کی دینی وملی اور ادبی خدمات کو بھی بڑے موثر الفاظ میں پیش کیا اور ایک تعزیتی تجویز بھی منظور کرائی۔

خط بنام صدر: ”کانفرنس کے بعد جو زبردست آمادگیاں پیدا ہوگئی ہیں، ان کا سنبھالنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ کیونکہ صرف چند اشخاص کی دوڑ دھوپ، ان تمام مقامات کی پر جوش پردہ کو قابو میں نہیں رکھ سکتی ہیں، جیسا کہ مومن گزٹ کی قومی خبروں اور رودادوں سے آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہوں گے۔ افسوس کہ بعد کانفرنس ہی کچھ ایسی صورتیں پے بہ پے ہوئیں کہ وقت کا بڑا حصہ ہاتھوں سے نکل گیا۔

---

[1] اراکین وفد:۔ عاصم بہاری، عبدالرزاق صدر جمعیۃ صوبہ یوپی، شاہ سلطان احمد نائب صدر جمعیۃ صوبہ یوپی۔ حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی منیجر مومن گزٹ، منشی عبدالکریم ربانی، سیتاپوری مائل خیر آبادی، حکیم حاذق اناوی۔
مقامات:۔ ۳ مئی ۳۸ء ہردوئی ۵۔۶ مئی ۳۸ء شاہجہاں پور، جہاں جلسے میں غنڈوں نے خشت باری بھی کی۔ ☆ ۸ مئی ۳۸ء قلی بازار کانپور ☆ ۲۱ مئی ۳۸ء قصبہ موہان ضلع اناوہ ☆ ۲۲۔۲۳ مئی ۳۸ء قصبہ تال گاؤں ضلع سیتاپور ☆ ۲۴ مئی ۳۸ء قصبہ لوہر پور ☆ ۲۶ مئی ۳۸ء کھیم پور ☆ ۲۷ مئی ۳۸ء کچہری (اودھ) ☆ ۲۸ مئی قصبہ خیر آباد ضلع سیتاپور ۲۹، ۳۰ مئی ۳۸ء سیتاپور نشست ورکنگ کمیٹی جمعیۃ الانصار یوپی۔

"تفصیلی گفتگو و تبادلہ خیالات کا موقع اس لئے نہ مل سکا کہ متواتر سخت ترین علالت کا سابقہ ہو گیا۔ پھر اپوزیشن مینج نے جو سلسلہ خط و کتابت و پارٹی سسٹم و انکشاف نمبر بدایونی وغیرہ کے ذریعہ قائم کر دیا تو مجبور ہو جانا پڑا کہ اس وقت جبکہ ورکنگ کمیٹی ہوگی تو تمام باتیں طے ہو جائیں گی۔ وہاں اور بعد کی مجلس عاملہ میں جو ہوا وہ ظاہر ہے۔

.........اب پھر بصد ادب التماس ہے کہ جلد از جلد کانپور میں ایک ورکنگ کمیٹی کو اجازت دیں تا کہ آپس میں تمام باتیں طے ہو جائیں۔ موجودہ صورت بہت تکلیف دہ اور سوہان روح ہے۔

اگر خدانخواستہ آل انڈیا مومن کانفرنس یا تحریک میں الجھاؤ پیدا ہو تو پھر بڑی دقتوں کا سامنا ہوگا"

اس مخلصانہ خط کی خاطر خواہ پذیرائی پھر بھی نہ ہوئی۔ صدر نے اس کے بعد مسلسل خطوط لکھ کر ٹکنیکل قسم کے اعتراضات شروع کر دیئے اور طرح طرح کے سوالات اٹھانے لگے۔ سب کا خلاصہ یہ تھا کہ صدر دفتر کانپور سے بمبئی منتقل کیا جائے اور ادنیٰ سے ادنیٰ کام صدر کے حکم ہی سے کیا جائے۔ عاصم بہاری ان دونوں کام کے لئے تیار تھے۔ مگر دقت یہ تھی کہ مومن گزٹ اخبار اور دفتر پر ہزاروں کا قرض تھا جس کو چکائے بغیر منتقلی تقریباً ناممکن تھی۔ مزید یہ کہ مسلسل دورے کی وجہ سے صدر و جنرل سکریٹری کی بعض رہائشوں اور احکامات کی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی تو وہ اسے حکم عدولی پر محمول کرنے لگ جاتے۔

ادھر صدر کے رویے پر بعض مخلصین جمعیۃ نے ان پر بھی کئی اعتراضات کر دیئے۔ جس کا انہوں نے برا بھی مانا۔ ایک گروہ[1] عاصم بہاری کی ہر دلعزیزی سے خائف اور احساس کمتری میں مبتلا تھا۔ جس کی طرف کبھی کبھی بعض اخبارات میں اعتراضات کئے جاتے تھے ان کے جواب میں مخلصین عاصم جب تحریر کرتے تو صدر شیخ عبدالعزیز کو یہ اعتراض ہوتا کہ یہ جوابات

---

[1] ۱۵ / مئی ۳۸ء تک ص ۳ اس گروہ کے سرخیل مولوی محمود الحسن ایڈیٹر مومن بدایوں تھے جو آل انڈیا مومن کانفرنس کی فیس ممبری اور اپنے رسالے کے لئے چندے قوم سے وصول کرتے رہتے۔ مگر نہ پورا حساب کبھی دیتے نہ رسالہ پابندی سے نکالتے۔ اس پر مجلس منتظمہ صوبہ یوپی کی جمعیۃ نے تجویز ۴ میں ان پر ملامت کی تجویز پاس کی (مومن گزٹ ۱۶ / جون ۳۸ء ص: ۱۱)

صدر کے حکم کے بغیر شائع نہ ہوا کریں وغیرہ۔

ان الجھنوں کے باوجود عاصم بہاری کی تحریکی کاوشوں میں کوئی کمی نہیں آئی حسب اعلان حکیم بشیر احمد منیجر مومن گزٹ اور صدر جمعیۃ یوپی کے ساتھ الہ آباد تشریف لے گئے اور وہاں تین دنوں تک شہر کے مختلف علاقوں میں خطاب کیا۔[1]

ابھی الہ آباد کا موعودہ دورہ باقی ہی تھا کہ ضلع مومن کانفرنس دربھنگہ کے مجوزہ اجلاس (۱۹۔۲۶ رجون ۳۸ء) میں شرکت وصدارت کی مسلسل درخواستیں آنے لگیں۔ اس پر ذمہ داران دربھنگہ سے پیشگی مصروفیات کی وجہ سے معذرت[2] کرتے ہوئے عبدالقیوم انصاری کی صلاحیتوں اوران کے عزم سے استفادہ کرنے پر زور دیا ثبوت میں انہوں نے موصوف کی ڈہری اور بھسرام کے علاقوں میں تحریکی خدمات کا حوالہ بھی پیش کیا چنانچہ عبدالقیوم انصاری مدعو کئے گئے اور حسب توقع انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں "نکات مومنین" کو جس جرأت کے ساتھ پیش کیا انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

> صدر دربھنگہ کانفرنس نے تمہیدی کلمات کے بعد "ہندوستان میں مومنوں کی چار کروڑ اور بہار میں چالیس لاکھ (کل مسلم آبادی کا نصف) کے اعداد وشمار پیش کرنے کے بعد ملک میں برپا ہونے والے سیاسی تلاطم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک کے موجودہ حالات کی رفتار دیکھ کر مجھ کو معلوم ہو رہا ہے کہ اب کانفرنس کو بہت دیر تک سیاسیات سے علیحدہ نہیں رہنا چاہئے۔"[3]

---

۱ ۲۰ رجون ۳۸ء یوم دوشنبہ۔ بعد نماز عشاء۔ محلہ بخشی بازار متصل بیرغ۔ ۲۱ رجون ۳۸ء سہ شنبہ بعد نماز عشاء محلہ دوندی پور۔ ۲۲ رجون ۳۸ء یوم چہار شنبہ بعد نماز عشاء محلہ دریا آباد جوگی گھاٹ

۲ مگر خان بہادر عبدالجلیل ایڈوکیٹ نے بالآخر معذرت قبول نہ کی اور شرکت پر مجبور کر ہی دیا۔ جہاں سے فارغ ہو کر موصوف اجلاس بھدوہی پہنچے۔

۳ خطبۂ صدارت۔ ضلع مومن کانفرنس، دربھنگہ ۲۵۔۲۶ رجون ۳۸ء صدیقی پریس، سبزی باغ، بانکی پور پٹنہ ص:۱ اس کے قبل ۱۹ رستمبر ۳۷ء کے اداریہ مومن گزٹ "ہمارا لائحہ عمل" اور ۸ رجنوری ص:۸ پر آل انڈیا مومن کانفرنس کے اغراض ومقاصد کے ذیل میں "سیاسیات ہند میں حصہ لینا" کی صراحت موجود ہے۔

مگر سیاسی ہماہمی کے ساتھ ہندوستان میں ذات پات کی بیماری نے سماج کے علاوہ سیاسی پیچیدگیاں بھی اختیار کرلیں۔ اب اسمبلی کونسل کی رکنیت عزت و امتیاز کی ایک نئی بنیاد بن گئی تو یہاں بھی اجارہ دار ذہنیتوں نے "پیشہ ور برادریوں کی سیاسی بیداری پر اظہار تشویش شروع کردیا۔ اسے فتنۂ تفریق، جذبات اسلامی کی مخالفت برادری کی تنگ نظری" اور خدا جانے کن کن ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ اور اخوت و مساوات پر تقریر و تحریر کے دریا بہائے جانے لگے۔ اس ذہنیت پر موصوف نے اپنے سخت ترین ردعمل[1] کا اظہار کیا۔

اس وقت ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتیں مسلم لیگ اور کانگریس نے بھی اپنے اپنے طور پر اس منظم گروہ پر ڈورے ڈالنے شروع کردیئے تھے جس کا سب کو احساس تھا۔

کانگریس اپنی "قومی" حیثیت دکھا کر اور لیگ 'اسلامی' حقوق جتا کر ہم کو اپنی طرف ملا رہی ہے لیکن آل انڈیا مومن کانفرنس کا یہ فیصلہ ہے کہ:

> کسی جماعت میں بحیثیت جماعت شریک نہ ہونا چاہئے۔ لیکن حضرات میرا یہ پختہ یقین ہے کہ اب ہلکے اور ٹھنڈے پروگرام سے ہم اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کرسکتے۔ ہمارے مرض کا علاج نہ لیگ ہے نہ کانگریس، دونوں اپنے مطلب کے حصول کے لئے مومن قوم کو آلہ کار بنانے کی فکر میں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے مرض کا علاج خود ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے علاج ہماری "کانفرنس" ہے[2]

اس وقت تک کانگریسی وزارت کے عملی کارنامے اور اس کا اصل ذہن سامنے آچکا تھا جس پر مسلمانوں کے تمام اخبارات نے پرزور احتجاج کیا تھا۔ عبدالقیوم انصاری نے بھی واشگاف لفظوں میں کہا۔

> "کانگریس کا ذکر تو فضول ہی ہے۔ اس میں "مہا سبھائی" ذہنیت رکھنے والوں اور "ہندو راج" کے خواب دیکھنے والوں کی

---

[1] "حیف صد حیف ان "اونچے" لوگوں کی "پست" ذہنیت پر اور ان "شریف" حضرات کی اس "کمینہ" حرکت پر" خطبہ صدارت ص:۶

[2] خطبہ صدارت ضلع مومن کانفرنس دربھنگہ ص:۷

اکثریت ہے۔جب کہ کانگریس کے لیڈر اور ان کے تابعین اپنے قول و
فعل سے پختہ طور پر یہ ظاہر و ثابت نہ کردیں کہ ان کی مخلص ہندوانہ
ذہنیت سے کانگریس کی فضا پاک وصاف ہوگئی ۔اس وقت تک کوئی
مسلمان اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا خود کانگریس کو رمنوں کا
رویہ شک وشبہ سے پاک نہیں ہے۔ایسی حالت میں ہم کو اس طرف سے
کسی خاص امداد کی امید کرنا فضول ہے"۔ ۱

کانگریس کی طرح مسلم لیگ کے استحصالانہ اور غیر اسلامی طرز فکر سے ہزار حسن ظن کے
باوجود مومن اکابر کو آخر وقت تک بدظنی رہی۔جس کا انہوں نے برملا اظہار بھی کیا۔

"اس میں شک نہیں کہ مسلم لیگ نے بہت تھوڑے عرصے
میں ہی مسٹر جناح کی قیادت میں مسلمانوں کی تنظیم کا خاصا مرحلہ طے کر
لیا ہے۔ میں خود عرصے سے مسلم لیگ کا ممبر ہوں اور جانتا ہوں کہ
مسلمانوں کی یک جہتی برقرار رکھنے کے لئے مسلم لیگ کے سوا اس وقت
کوئی اور جماعت کوشاں نہیں ہے۔لیکن مسلم لیگ کے رہنماؤں سے
بعض ایسے امور سرزد ہوئے اور اب تک ہوتے جارہے ہیں جن سے
مومنین من حیثیت جماعت اس ادارے کو کافی مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے
لگ گئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان کا ایسا کرنا بالکل بجا ہے" ۲

موصوف نے اس سلسلے میں گزشتہ چھ مہینوں کے اندر قائد اعظم اور مسلم لیگ کے بعض
اہم فیصلوں کی نشاندہی کر کے "سخت مایوسی" کا اظہار کیا۔

"سارے صوبہ بہار کی مومن جماعت کی عاجزانہ درخواست
کے باوجود مسٹر جناح نے مومن نمائندے کو لیگ کا ٹکٹ عطا نہیں کیا۔
صرف یہی نہیں صوبائی لیگ کے اصحاب اختیار نے کچھ اس طرح کی
چال چلی کہ خود لیگ کی آمد و جاتی رہی اور یہ سب کس لئے؟ صرف اس

۱　خطبہ صدارت ضلع مومن کانفرنس دربھنگہ ص: ۷　۲　خطبہ صدارت ص: ۷

لئے کہ مومن جماعت کا نمائندہ اسمبلی میں منتخب نہ ہو!"[1]

اسی طرح مسٹر جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے ایس اراکین نامزد کئے تو مسلسل توجہ دلانے کے باوجود ان ایس میں ایک رکن بھی مومن جماعت کا کوئی فرد نامزد نہ ہو سکا۔

"سوال یہ ہے کہ کیا ہماری چار کروڑ کی آبادی میں مسلم لیگ کی کاؤنسل کے لئے کم سے کم ایک نمائندہ بھی ان کو نہ مل سکا"[2]۔ مسلم لیگ کی اس پالیسی نے آل انڈیا مومن کانفرنس کو رفتہ رفتہ کانگریس کی گود میں ڈال دیا۔"

کانگریس اور مسلم لیگ کی دو پاٹوں کے بیچ مسلسل پسنے کے بعد جب مومنوں کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے اب ایک تیسرے رخ کا عزم کیا۔

"کانفرنس کا موجودہ پروگرام ملک کی موجودہ سیاسی فضا میں ہمارے لئے اب زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہم کو خدا کا نام لے کر اور کمر ہمت کس کر جماعتی حیثیت سے میدان سیاست میں کود پڑنا چاہئے۔"

اس سلسلے میں اپنے چھ مطالبات "نکات مومنین" کے نام سے پیش کئے۔ ان میں صوبائی اور مرکزی وزارتوں میں کم از کم ایک مومن وزیر کی شمولیت، ملازمتوں، لوکل باڈیز نیز مجالس قانون ساز میں آبادی کے تناسب سے مسلمانوں کی نصف کو مخصوص کرنا۔ مجموعی اور بالخصوص ٹیکنیکل اور صنعتی تعلیم کے نظم، اور صنعت پارچہ بافی کو سرکاری امداد اور سرکاری تحفظ کے امور خاص تھے۔

ان مطالبات کے حصول میں تعلیم و تنظیم کے علاوہ دوسری مسلم پیشہ ور اقوام سے اتحاد عمل اور ایجیٹیشن پر خاص طور پر زور دیا۔ ان کے علاوہ رضاکار تنظیم، ترک فضولیات اور سچی خدا پرستی، ان باتوں کو بھی دہرایا جن پر عاصم بہاری نے ہمیشہ زور دیا۔

خطبۂ صدارت کے بعد عاصم بہاری نے تین گھنٹہ کی ایک نہایت ہی پر جوش اور جامع

---

[1] خطبہ صدارت: ص ۸ [2] خطبہ صدارت ص: ۵۔

تقریر کی جسے دس ہزار کے مجمعے نے کامل سکون کے ساتھ سنا۔ دوسرے روز ۲۶ رجون کو حافظ ظفر حسن ایم ایل اے کی تقریر کے بعد عاصم بہاری کی پھر دو گھنٹے کی تقریر ہوئی جس میں مومنوں کی کثرت تعداد کی اہمیت کو جتاتے ہوئے ان کے ووٹ کے استحصال کو پیش کیا۔ تیسرے اجلاس میں مولانا عبدالوہاب نے عالمانہ تقریر کی۔

کرسیٔ صدارت سے شاعر مشرق علامہ اقبال اور مورخ اسلام مولانا اطہر ثاقب خاں صاحب کی وفات پر تعزیتی تجویزیں پیش ہوئیں۔ ڈاکٹر سید محمود وزیر تعلیم حکومت بہار کی اسکیم ''رفع جہالت عام'' اور کانگریسی حکومت کی طرف سے مبلغ دس ہزار روپے کی پیشکش برائے تعمیر وترقی انصار پر اظہار تشکر کیا گیا۔ کانپور میں کپڑوں کی ملوں میں ۱۶رمئی ۳۸ء سے جو ہڑتال جاری تھی اس پر مزدوروں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے مل مالکوں کے ظالمانہ رویے پر ابو احمد محمد نور ایم ایل سی نے ایک مفصل تجویز منظور کرائی۔

دربھنگہ سے فراغت کے بعد حسب اعلان موصوف یو پی کے دورے میں نکل کھڑے ہوئے۔ اب پورے شمالی ہندوستان میں تحریک بالکل نئے مرحلے میں داخل ہوچکی تھی۔ مومنوں کے حوصلوں میں خاصا اضافہ ہوچکا تھا۔ مومن گزٹ یکم ستمبر ۳۷ء سے نکلنا شروع ہوا تھا۔ اب پہلی سالگرہ (یکم ستمبر ۳۸ء) کے موقع پر اسے ۲۴ رصفحات تک بڑھا کر رنگین ٹائٹل پیج کے ساتھ آرٹ پیپر پر مصور رسالہ نکالنے کا اشتہار دیا جانے لگا۔ سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کا اضافہ کر کے چار روپیہ کردیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ماہوار ادبی رسالہ ''العاصم'' نکالنے کا اعلان محمد عمر انصاری کانپوری کی طرف سے کیا گیا۔ مگر عاصم بہاری کی گرتی ہوئی صحت پر لوگوں کی تشویش بہر حال بڑھتی جارہی تھی۔ اس احساس نے ہمدردان عاصم کو ان کی صحت کی خاطر 'معین فنڈ' کے نام سے فنڈ فراہمی کے کام پر مجبور کردیا۔ کیونکہ آل انڈیا مومن کانفرنس نے سو پچاس روپیوں کی باضابطہ تھیلیوں[1] کی بھی پیشکش کی۔ عاصم بہاری نے بھی اپنے دورے کو تیز تر کردیا چنانچہ محمود آباد۔ سیتاپور، تال گاؤں، کھیری (اودھ) پیلی بھیت اور جہانگیر آباد[2] کے جلسوں میں بھی پہنچے۔ ساتھ

---

[1] جلسہ شاہجہاں پور، یوپی (۱۲ رجون ۳۸ء) میں ۵۱ روپے کی پیشکش کی گئی

[2] جلسہ جہانگیر آباد میں عاصم بہاری کے اعزاز میں بشیر جہانگیر آبادی نے یہ اشعار پیش کئے (باقی آئندہ ص پر

پور ضلع پرتا پگڈھ، سمبراری دریا آباد، محمود آباد، جونپور، مچھلی شہر، بادشاہ پور، اور الہ آباد، وغیرہ بھی پہنچے۔ان دوروں میں وہ دیگر پسماندہ مسلم برادریوں کو بھی منظم و متحدہ ہونے کی دعوت دیتے رہتے تھے۔

(بقیہ گزشتہ صفحہ کا)

مژدہ اے قوم تجھے تیرے مسیحا آئے
آئے ہاں آئے یہاں قوم کے عیسیٰ آئے

بخت خفتہ ترا جاگا ہے بفضل یزداں
رہنما تیرا تیرے گھر میں ہوا ہے مہماں

ذات سے جن کی یہ تحریک ہے قائم آئے
دیکھ وہ دیکھ ادھر حضرت عاصم آئے

بھول جاؤ غم و اندوہ گزشتہ سارے
زندہ باد حضرت عاصم کے لگا دو نعرے

لے اس جلسے میں پیش کردہ نظموں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

قوم کی ہے یہ التجا بعد نماز اے خدا
عاصم فخر قوم کی ہو عمر دراز اے خدا
(وسیم)

حضرت عاصم کا اس محفل میں جلوہ دیکھ کر
اور ہی عالم ہے آج اپنے دلِ مسرور کا

اے جواں بخت عاصم دیندار
ہے ہماری دعاء لیل و نہار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس برس
(محی الدین)

مومن گزٹ یکم جولائی ۳۸ء ص:۵

ادھر یوپی کی مجلس منتظمہ[1] پوری طرح متحرک تھی اور تنظیم و تعلیم نیز صنعت و تجارت کے سلسلے میں تجاویز کو بروئے عمل لانے کے لئے کوشاں تھی۔

آنریری مجسٹریٹوں کے انتخاب میں مجلس نے سلیکٹ کمیٹی کی یک طرفہ کارروائی پر احتجاج کرتے ہوئے وزیر عدل وانصاف سے اپیل کی کہ اس انتخاب میں آخر مومن امیدواروں کو کیوں نظر انداز کیا گیا۔

اسی مجلس میں ایک تجویز ۸ کی رو سے کل ہند تنظیم کو یہ مشورہ دیا گیا کہ ہر جگہ کی جمعیت کے ماتحت لازماً والنٹیر کور قائم ہوں، والنٹیر ز کا ایک مخصوص لباس[2] بھی تجویز کیا گیا۔ اس موقع پر صوبائی دستور میں ترمیم و تنسیخ بھی منظور کی گئی جس کی رو سے ضلع شہری تحصیل اور قصباتی یا دیہی سطح کی جمعیتوں کی تنظیم کی ایک نظام قائم کرنے پر اتفاق رائے ہوا۔

مجلس منتظمہ نے مومن گزٹ کے جشن سالگرہ کو شہر شہر دیہات دیہات ایک خاص اہتمام سے منانے کی بھی تجویز منظور کی اور "جھنڈا" نامی نظم کو ترانے کی طرح پڑھنے کی ترغیب دی۔

اونچا ہو انصار کا جھنڈا   اونچا ہو انصار کا جھنڈا

آقا کے انصار کا جھنڈا جنت کے سرکار کا جھنڈا ☆ یثرب کے سردار کا جھنڈا جگ جگ کے مختار کا جھنڈا

اونچا ہو انصار کا جھنڈا   یثرب کی سرکار کا جھنڈا

اس جھنڈے کی شان نرالی اس جھنڈے کا نام بلالی ☆ جس نے اس سے آس لگائی اس نے اپنی بات بنالی

اونچا ہو انصار کا جھنڈا   یثرب کی سرکار کا جھنڈا

اس جھنڈے کے نیچے آؤ آؤ آؤ جلدی آؤ ☆ مومن ہو تو گن دکھلاؤ پھر سے اپنی بات بناؤ

اونچا ہو انصار کا جھنڈا   یثرب کی سرکار کا جھنڈا

---

[1] منعقد ۳۰/مئی ۳۸ء مومن گزٹ ۱۶/جون ۳۸ء ص:۱۱

[2] ٹوپی انور کیپ خانہ ساز عنابی رنگ کا ڈھے کی جس کے بائیں طرف چاند تارا زرد رنگ۔ ہاف قمیص چاکلیٹ رنگ (کھدی) پاجامہ سفید رنگ۔ بائیں بازو پر بیج سبز رنگ۔ جس پر سفیدی سے رضا کار جمعیۃ لکھا ہو۔ گلے میں سبز رنگ کا پرتلہ جس پر جمعیۃ الانصار لکھا ہوا ہو۔ ہاتھ میں لاٹھی۔ (مومن گزٹ ۱۶/جون ۳۸ء، ص:۱۱۔

جھنڈا ہے یہ پیارا پیارا اس جھنڈے سے دل اجیارا ☆ ہر مومن کی آنکھ کا مارا سب تن من وارا

اونچا ہو انصار کا جھنڈا یثرب کی سرکار کا جھنڈا

بھارت میں ہم اسکو لائے سینے سے قرآن لگائے ☆ دیکھو اس پر آنچ نہ آئے چاہے جان چلی ہی جائے

اونچا ہو انصار کا جھنڈا یثرب کی سرکار کا جھنڈا

اونچا ہو انصار کا جھنڈا یثرب کی سرکار کا جھنڈا

تحریک صاف محسوس ہو رہا تھا کی ملکی سیاست کے عروج کے ساتھ ہی ساتھ مومن کانفرنس اور عاصم بہاری کی کاوشیں بتدریج آگے بڑھ رہی تھیں۔ ملکی سیاست جن الجھنوں اور نشیب فراز سے گذرتی تحریک مومن کانفرنس بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتی اور ۱۹۱۹ء کی سول نافرمانی ۱۹۱۸ء کے منٹو مالو اصلاحات کے بعد جدوجہد آزادی کا دائرہ وسیع تر ہوتا ہوا ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ تک پہنچا اس ایکٹ کی رو سے ملک میں جدید اسمبلیوں کی داغ بیل کے ساتھ ہی ہندوستان سیاست نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ اس وقت تک خلافت تحریک کے عبرتناک انجام سے مسلمانان ہند کو ۱۸۵۷ء کے بعد ایک نیا تجربہ پہنچ چکا تھا۔ تنظیم و تحریک اور جوش و ولولہ کے طوفانی ابال کے بعد پوری مسلم آبادی انتہائی شکست خوردگی اور پست ہمتی کا شکار ہو چکی تھی۔ اسلام سے عمومی ناواقفیت قومی انتشار و بدنظمی، نفس پرستی اور منافقت کی بیماریاں اسمبلی الیکشن کے موقع پر کچھ اور ابھر گئیں۔ کسی واضح نصب العین کے فقدان اور ملی انتشار نے ان کی اقلیتی بے چارگی کو کچھ اور بڑھا دیا تھا۔ خود مسلم لیگ کی حالت اندنوں نہایت غیر تھی۔ البتہ کانگریس اور دیگر غیر مسلم سیاسی و نیم سیاسی جماعتیں خاصی منظم اور طاقتور ہو چکی تھیں۔ اس ماحول میں بعض فرقہ پرستوں کی طرف سے یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ مسلمانان ہند پہلے ہندوستانی ہیں یا پہلے مسلمان۔ آریہ سماجی مناظروں اور ہندو مہاسبھا کی فرقہ پرستانہ سرگرمیوں نے مسلمانان ہند کی وطن دوستی اور وفاشعاری کو مشکوک بنانا شروع کر دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ مغربی جمہوریت، لادینیت اور آزادی کی بے محابا تحریک نے پوری ملت کو ایک نئے قسم کی نفسیاتی پیچیدگی میں مبتلا کر دیا۔ انھیں کچھ سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ بیک وقت اپنی دینی اور سیاسی اہمیت کو کیسے ثابت کریں۔ اس کشمکش میں کہیں تو مریضانہ مذہبیت آگے بڑھنا چاہتی تھی۔

اور کہیں وطن پرستی و قوم پرستی کا رجحان غالب تھا۔اس سیاسی ابال سے بجول میں مسلمانوں کے اچھے خاصے اکابر بھی وطنیت،قومیت اور اسلامیت کے حدود کو متعین کرنے سے قاصر ہو رہے تھے۔عصری سیاسی و تہذیبی مسائل کو حل کرنے کے لئے مختلف قسم کے تصورات اور فارمولے پیش کئے جا رہے تھے مگر ان میں سے کسی پر اتفاق کا تقریباً فقدان تھا۔ایک بات بہر حال قدر مشترک کی حیثیت رکھتی تھی کہ زعمائے ملت جدید قسم کے سیاسی بھونچال کے باوجود اسلام اور اسلامی اقدار کو کسی قیمت پر ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔چنانچہ علامہ اقبال نے ایک ''مسلم ہندوستان'' کا تصور پیش کیا تو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے لٹریچر نے ''حکومت الٰہیہ'' کی آواز بلند کی،چوہدری فضل حق نے ''اسلامی حکومت'' کا نعرہ بلند کیا تو مولانا آزاد عرصہ تک ''اسلامی نشاۃ ثانیہ'' کی صدا لگاتے رہے اور مولانا آزاد سبحانی نے ''خلافت ربانی'' کا تصور پیش کیا اسی طرح عاصم بہاری نے ''اخوت اسلامی'' اور ''حمایت اسلام'' کے نام پر پسماندہ مسلم آبادی میں زندگی کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔انہوں نے اپنی تنظیم کے جو بڑے بڑے اصول متعین کئے انہیں مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

(۱) قرآن و سنت کو اپنا مرکز و محور بنایا۔

(۲) اسلامی اخوت و مساوات اور تعاون کی اسپرٹ کو بالخصوص آگے بڑھایا۔

(۳) ملت کے درمیان مشرکانہ رسوم ''جہالت'' ذات پات اور خاندانی عصبیت کے بتوں پر ضرب کلیمی کی۔

(۴) اسلامی خصائص اور اس کے حدود مقرر کئے تا کہ ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے مسلمانوں کی انفرادیت برقرار رہے۔

(۵) پوری ملت بالخصوص اس کے سواد اعظم پسماندہ برادریوں کو منظم و متحد کیا،ان میں بیداری کی روح پھونکی اور انہیں ایثار و قربانی پر آمادہ کیا۔

(۶) جدید سیاسی اور صنعتی ترقیوں کی نبض شناسی کا سلیقہ سکھایا۔

عصری بحران نے ان اصولوں کو بہت دور تک آگے بڑھنے کا موقع تو نہ دیا لیکن ان کی وجہ سے ماحول کے خیر و شر کو پہچاننے کی بصیرت ضرور عطا کر دی۔دربھنگہ کی ضلعی کانفرنس کے

موقع پر عاصم بہاری کی تین گھنٹے کی ایمان افروز تقریر اور ان کے شاگرد رشید عبدالقیوم انصاری کے خطبہ صدارت میں مسلم لیگ کی جس ''تنگ نظری'' اور کانگریس کی جس ''مہا سبھائیت'' کا کھل کے تذکرہ کیا گیا تھا ان کی طرف کچھ اشارے کئے جا چکے ہیں ۔۱۹۳۸ء تک کانگریس کی صوبائی وزارتوں نے جو گل کھلائے ان سے کانگریسی ذہن رکھنے والے عام مسلمانوں کو بھی مایوسی ہوئی ۔کیونکہ کل تک نظری طور پر جو باتیں اور دعوے تقریر و تحریر میں کئے جارہے تھے ان پر لوگ بہت زیادہ متوجہ نہیں ہو پا رہے تھے ۔مثلاً پنڈت جواہر لعل نہرو ''میری کہانی'' اور کانگریس کے مختلف اجلاس کے موقع پر دہریت واشتراکیت سے[1] محبت اور مذہب سے جس طرح اظہار نفرت[2] کرتے رہے تھے ان پر اس وقت زیادہ توجہ نہیں کی گئی ۔اسی طرح اسلامی تہذیب کا انہوں نے جس طرح مذاق اڑایا تھا اسے اٹنگ پائجامہ، ڈاڑھی اور ٹونٹی دار لوٹے تک محدود بتایا تھا اور ''رجعت پسند'' تیز ''ترقی دشمن''[3] ثابت کیا تھا ان پر بعض گوشوں سے ملامت تو کی گئی مگر سیاسی ہائے وہو کی فضا میں مسلم رائے عامہ نے اسکے دوررس نتائج پر بہت زیادہ غور نہیں کیا۔مگر ایک طرف دہریت واشتراکیت اور دوسری طرف وطنیت وقومیت کی قربان گاہ پر مسلم قوم اور اسلامی اقدام کو جس طرح بھینٹ چڑھانے کی عملی کاوشیں وزارت سازی کے بعد سامنے آنے لگیں اس نے بہتوں کی آنکھیں کھولدیں ۔کانگریس پارٹی کے ماس کنٹیکٹ(Mass Contact)اور ''شعبہ اسلامیات'' کے ذریعہ مسلم پارٹیوں کے توسط کے بجائے مسلم عوام سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔کانگریس سکریٹریٹ

---

[1] ''دنیا کی ساری تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ معاشی مفادی و قوت ہے جو جماعتوں اور طبقوں کے سیاسی خیالات کی تشکیل کرتی ہے'' (ص: ۷ ج ۴۵)

[2] ''میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور اسے اکثر مٹا دینے کی آرزو تک کی ہے'' (میری کہانی ص:۱۶۱)

[3] ''اسلامی تہذیب وتمدن فی نفسہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ صدیوں پہلے مغلوں اور پٹھانوں کے دور حکومت میں جو طریقے مسلمانوں میں رائج ہو گئے تھے انہی کا نام اسلامی تہذیب وتمدن رکھدیا گیا ہے ۔آج جو مسلمان اسلامی تہذیب وتمدن کے تحفظ کا شور مچا رہے ہیں، ان کا مقصد محض اس گذرے ہوئے تاریخی دور کی میراث کو اس بدلے ہوئے زمانے میں جوں کا توں برقرار رکھنا ہے اسلئے یہ رجعت پسند اور ترقی دشمن ہیں''۔

اور ''اسلامیات'' کے ایک ذمہ دار کارکن منظر رضوی نے اس زمانے میں جمعیۃ العلما کے ترجمان ''اخبار مدینہ'' بجنور نومبر ۱۹۳۷ء کے اپنے ایک مضمون[1] میں پنڈت نہرو کے رنگ کو ان الفاظ میں اور چوکھا کیا:۔

''غریبوں مفلسوں اور غلاموں کا کوئی مذہب اور کوئی تمدن نہیں۔ اسکا سب سے بڑا تمدن ایک چھٹکارا کرتا ہے۔ اسکا سب سے بڑا ایمان موجودہ افلاس و نکبت سے چھٹکارا پالینا ہے''۔

اسی قسم کی گل افشانیاں ڈاکٹر اشرف اور دیگر حواریوں نے بھی کیں۔ انہی خیالات کی ترجمانی ایک اور مشہور لیڈر شری سمپورنانند (یوپی کے وزیر تعلیم) نے یوپی کی لیجس لیٹو اسمبلی (۴ر اپریل ۱۹۳۸ء) کی ایک تقریر میں اس طرح کی:

''ہر وہ شخص جو ہندو یا مسلم تہذیب کے قائم رکھنے اور اسکو مدارس میں جاری کرنے پر زور دیتا ہے وہ یقینی طور پر ملک کو نقصان تو پہنچاتا ہے''[2]

''.........جب ہندو مسلم تہذیبیں مٹ جائیں گی تب ہی ہندوستانی تہذیب زندہ رہ سکے گی''[3]

اس ''ہندوستانیت'' کی مزید تشریح بھولا بھائی ڈیسائی (سنٹرل اسمبلی کی کانگریس پارٹی کے لیڈر) نے ۲۹ر اگست ۱۹۳۸ء کے شملہ میں ایک تقریر کے دوران کی۔ انہوں نے ہندوستانی وطن پرستوں کے طریق فکر اور نصب العین کی وضاحت کرتے ہوئے ''نیشنل اسٹیٹ'' کے تحت ملک کے تمام مذاہب کے لوگوں کو ایک قوم ''جمہوری اسٹیٹ'' کا مفہوم ''غلبہ اکثریت'' اور ''دنیوی اسٹیٹ'' کے معنی ''لادینی اسٹیٹ'' کے بیان کئے۔[4]

ان ارشادات پر ان دنوں جو شبہات اور اعتراضات کئے گئے ان کی فہرست خاصی طویل ہے مگر ان سب کا خلاصہ اسطرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ کسی جمہوری نظام کے صحیح یا غلط ہونے کا تمام تر انحصار اس سوال پر ہے کہ اسمبلی اکثریت اور اقلیت کس طرح منتخب ہے۔ اگر

---

[1] مدینہ مورخہ ۱۳ر نومبر ۳۷ء۔ [2] ہریجن، مورخہ ۱۶ر جولائی ۳۸ء۔
[3] ٹریبیون مورخہ ۵ر اپریل ۳۸ء۔ [4] ٹریبیون مورخہ یکم ستمبر ۳۸

باشندوں کے درمیان زندگی کے بنیادی مسائل (Fundamentals) میں اتفاق ہے، اور صرف وسائل و طریقہ ہائے فکر (Mean & Methods) میں اختلاف آرا پایا جاتا ہے تب تو اکثریت اقلیت میں اور اقلیت اکثریت میں تبدیل ہوتی رہے گی۔ نہ کوئی اکثریت مستقل اور دائمی ہوگی نہ اقلیت۔ ایسی حالت میں اس امر کا کوئی خطرہ نہیں کہ اکثریت ظلم و استبداد کا طریقہ اختیار کرے اور اقلیت کو حاکمیت سے محروم کر کے اسے غلام اور محکوم بنا لے لیکن اگر صورتحال برعکس ہو، اگر باشندوں کے درمیان زندگی کے اساسی امور میں اختلاف ہو، اور اس اختلاف نے ان کو الگ الگ ممتاز گروہوں میں تقسیم کر دیا ہو اور ان گروہوں میں ترجیح ہم جنس کی اسپرٹ پائی جاتی ہو، اور اس گروہ بندی نے ان کی دنیوی اغراض کو بھی بڑی حد تک ایک دوسرے سے متصادم کر دیا ہو، تو ایسی جگہ اکثریت دائمی اکثریت ہوگی اور اقلیت دائمی اقلیت ہوگی۔ وہاں رائے عام کو ہموار کر کے اقلیت کا اکثریت بن جانا غیر ممکن ہے۔ وہاں سب باشندوں کو ایک قوم قرار دینے اور اس بنیاد پر جمہوری لادینی اسٹیٹ بنانے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اکثریت کو اقلیت پر ظلم کرنے اور اس کو غلام بنا کر رکھنے اور تباہ و برباد کرنے کا لائسنس دیا جائے۔ وہاں قومی اسٹیٹ دراصل اکثریت کی قوم کا اسٹیٹ ہوگا اور لادینی ہوگا۔ اس میں اکثریت کو نہیں بلکہ صرف اقلیت کو اپنی جداگانہ قومی حیثیت اور اپنی مذہبیت کی نفی کرنی ہوگی۔ اکثریت اپنی ان سب حیثیتوں کو برقرار رکھ کر سب کچھ کر سکے گی مگر اقلیت اپنے مذہب کا یا اپنی تہذیب یا زبان و ادب و فلسفہ کا نام نہ لے سکے گی۔ ایسی جگہ تمام باشندوں کو ایک قوم قرار دینے کے معنی یہ نہیں کہ وہ فی الواقع ایک قوم ہیں بلکہ اس کے معنی دراصل یہ ہیں کہ جو قوم کثیر التعداد ہے وہ جمہوری اسٹیٹ کی تمام طاقتوں پر قابض ہو کر قلیل التعداد جماعتوں کی قومیتوں کو مٹانا اور اپنی قومیت میں جذب کر کے ایک قوم بنانا چاہتی ہے۔"[1]

مومن لیڈروں کی طرف سے قومی لیڈروں کے نظریات پر اس طرح کے شبہات و اعتراضات کی جب عملی مثالیں سامنے آنے لگیں تو اس صورتحال نے بہت سے مخلصین کو بھی سخت ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ چند مثالیں اس زمانے کے اخبارات سے ملاحظہ ہوں:۔

---

[1] تحریک آزادی ہند اور مسلمان، جلد اول، ابوالاعلیٰ مودودی ص: ۲۷۵۔

(۱) بہار اسمبلی میں ۲۹ر اپریل ۱۹۳۸ء کو خود کانگریسی حکومت نے سوال نمبر ۶۶۹ کا جواب دیتے ہوئے اعتراف کیا کہ صوبہ بہار کی ۲۲ میونسپل کمیٹیوں میں مخلوط انتخاب کے ذریعہ ۲۹۹ نشستوں میں سے ۴۷ نشستیں مسلمانوں کو ملیں اور ۲۵۲ ہندوؤں کو درآنحالیکہ تناسب آبادی کے لحاظ سے کم از کم ۹۳ نشستیں مسلمانوں کو ملنی چاہیے تھیں۔ کیونکہ ان میونسپلٹیوں کے حدود میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۳۱ فیصد تھی۔ یہ انتخابی نشستوں کا حال تھا خود اس کانگریسی حکومت نے نامزدگی سے جو نشستیں پر کیں ان کے متعلق خود اس کا اعتراف ہے کہ ۷۵ فی صدی میں سے ۶۱ غیر مسلموں کو اور صرف ۱۴ مسلمانوں کو دی گئیں۔ حالانکہ تناسب آبادی کے لحاظ سے ۲۵ نشستیں مسلمانوں کو ملنی چاہیے تھیں [۱]

(۲) سی۔ پی کے ضلع بلڈانہ میں تعلقہ بورڈ کے ۱۷ حلقے ہیں مگر ان میں سے کسی حلقہ میں بھی مخلوط انتخاب کے ذریعہ کوئی مسلمان منتخب نہ ہو سکا۔ [۲]

(۳) اسی طرح سی۔ پی۔ میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ارکان کے انتخاب نیز ایک درجن سے زائد میونسپل کمیٹیوں میں بھی مخلوط انتخاب کے ذریعہ کوئی مسلمان منتخب نہ ہو سکا۔

(۴) خود کانگریس ہائی کمان نے انتخاب کے بعد مختلف صوبوں میں وزرائے اعظم، پارلیمنٹری سکریٹریوں اور دیگر وزرا کی نامزدگی میں صوبہ کی فرقہ وارانہ آبادی ہی کو اپنی بنیاد بنایا۔

(۵) ذیل میں اب چند ایسی مثالیں ملاحظہ ہوں جن کی رو سے اکثریتی ہندو فرقہ وارانہ ذہنیت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

(الف) سی پی کانگریس حکومت کے تعلقہ بورڈ چاندور کا ہندو چیرمین ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو تمام مدارس کے نام سرکلر (ص: ۴۴۶) جاری کیا جسمیں حکم دیا گیا کہ ۲ر اکتوبر کو مہاتما گاندھی کی سالگرہ کے دن بچے اور استاد سب مل کر ان کی پوجا کریں۔ یہ سرکلر بلا امتیاز ہندو مسلم سب مدارس کو سرکاری طور پر بھیجا گیا اور اس پر کوئی باز پرس نہیں ہوئی۔

(ب) اسی صوبہ کے ایک سرکاری مدرسہ میں انجمن ترقی اردو کے نمائندے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمان بچے ہندو بچوں کے ساتھ سرسوتی کی پوجا کر رہے تھے۔ اور ان کو

---

[۱] ملاحظہ ہو سوال نمبر ۶۷۰ کا جواب۔ مورخہ ۲۹ر اپریل ۳۸ء۔

[۲] قاضی سید محمود علی کا خط مہاتما گاندھی کے نام۔ مدینہ ۲۵ر ستمبر ۳۸ء۔

سلام کرنے کے بجائے ہاتھ جوڑ کر "جے رام جی کی" کہنا سکھایا گیا تھا۔ ۱؎

(ج) مسٹر شریف وزیر صوبہ متوسط نے ایک ایسے مسلمان کو رہا کر دیا جس پر ایک ہندو لڑکی کے ساتھ زنا کرنے کے الزام میں عدالت سے سزا ہوئی تھی۔ اس جرم کی پاداش میں کانگریس ہائی کمان نے ان کو وزارت سے معزول کر دیا۔ مگر فسادات جبل پور کے سلسلہ میں جو ہندو ملزمین ۴ مسلمانوں کے قتل کے الزام میں ماخوذ تھے ان کو سی پی کی ہندو صدارت نے حکماً رہا کر دیا۔

(د) اسی صوبہ کی کانگریسی حکومت نے محکمہ پولیس کے حکام کو یہ ہدایت نامہ بھیجا کہ جس جلسہ یا تقریب میں "وندے ماترم" کا گیت گایا جائے وہاں بلا امتیاز مذہب و ملت سب کا قیام تعظیمی کرنا ضروری ہے۔ ۲؎

(ہ) ساگر (صوبہ متوسط) کی میونسپل کمیٹی کے صدر نے مسلمان طلبہ کو یہ تنبیہ کی کہ اگر وہ وندے ماترم گانے میں شریک نہ ہوں گے تو انہیں مدرسے سے نکال دیا جائے گا۔

(و) خود کانگریس کانسٹی ٹیوشن میں برار کو اسکا مشہور و معروف نام چھوڑ کر "ودربھا" اور صوبہ متوسط کو "مہا کوشل" سے موسوم کیا گیا۔

(ز) بہار، سی پی، یو پی اور دوسرے کئی صوبوں میں کھلے ہوئے بدنام مہا سبھائی کانگریس کے ذمہ دار عہدوں پر فائز کئے گئے۔ سی پی کی سابق کانگریس وزارت میں مسٹر دیشکھ بھی شامل تھے جو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر مہا سبھا کی طرف سے ایک وفد لے کر لندن پہنچے تھے۔

(۶) مسلمانوں کو ایک بڑی شکایت یہ تھی کہ کانگریس جب سوراج کی شکل میں کامل آزادی (Complete Independence) اور مکمل انقلاب (Total Revolution) کی دعویدار رہی ہے (از روئے نہرو) تو پھر پنڈت نہرو نیم آزاد و نیم انقلابی بلکہ "برطانوی دولت مشترکہ میں خود مختار نو آبادیات" پر کیوں قانع ہو گئے۔ اسی سال اگست میں موصوف پراگ (Prague) تشریف لے گئے تو یہ بیان کیوں دیا کہ:

"دم انگلستان کے دشمن ہمارے دشمن ہیں" ۳؎

۱؎ مکتوب مولوی عبدالحق بنام گاندھی جی۔ اخبار "پیام"۔ یکم ستمبر ۳۸ء۔

۲؎ ٹائمز آف انڈیا ۲۸/جون ۳۸ء۔ ۳؎ ٹریبون مورخہ ۱۹/اگست ۳۸ء۔

اس سے مسلمانوں کو یہ غلط فہمی ہوتی تھی کہ تب تو اس پالیسی کے تحت مسلم ممالک پر انگریز سامراجیت کی گرفت کمزور ہونے سے رہی۔

(۷) "بنیادی قومی تعلیم اسکیم" کے تحت "واردھا اور وردھا مندر تعلیمی اسکیم" کے اغراض و مقاصد اور طریقہ نفاذ پر پورے ملک کے مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ صوبہ متوسط اسمبلی کے ۱۴ مسلمان ممبروں میں سے ۱۳ نے سختی کے ساتھ اسکی مخالفت کی۔ کیونکہ ان اسکیموں کے ذریعہ اردو زبان اور مسلم کلچر کے آثار کو بتدریج مٹایا جارہا تھا۔ سی۔ پی اسمبلی کے ایک ممبر مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب نے وردھا میں اس اسکیم کے تحت ایک ٹریننگ اسکول کا معائنہ کیا تو دیکھا کہ ۱۷۰ میں کل ۸ مسلمان اساتذہ وہاں زیر تربیت تھے۔ تمام مضامین ہندی اور مراٹھی میں پڑھائے جارہے تھے۔ اردو رسم الخط سکھانے کیلئے ایک مسلمان استاد کو نوکر رکھا گیا تھا۔ مسلمان طلبہ اچھوتوں کی طرح رہتے تھے وہ کھانے پینے کے برتنوں کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتے تھے[1] ان تلخ حقائق کے باوجود سردار ولبھ بھائی پٹیل ہری پورہ کانگریس کے بھرے اجلاس میں یہ دعویٰ کیا کہ "چند مہینہ کی مختصر مدت میں کانگریسی وزارتوں نے اس سے زیادہ کام کیا ہے جتنا برطانوی حکومت ڈیڑھ سو برس میں نہ کر سکی تھی[2]"

(۸) کہنے کو تو "قومی زبان" کی حیثیت سے "ہندوستانی" (فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں) کو اختیار کیا گیا۔ مگر اصلاً اس جدید اصطلاح سے اردو کو مٹا کر سنسکرت ہندی کو زبردستی رائج کرنے کی پالیسی اختیار کی گئی۔

(الف) یو۔پی کے وزیر تعلیم نے ۱۹/اگست ۱۹۳۸ء کو ناگری پرچارنی سبھا بنارس کے ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہندی کو جسے ہندوستانی بھی کہا جاتا ہے،
ہمارے جنوبی ہند کے ہم وطن آسانی سے سیکھ لیں تو لازم ہے کہ ہم
ہندوستانی زبان میں سنسکرت کے کافی الفاظ استعمال کریں"

---

[1] مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کا مضمون مندرجہ انقلاب ۲۲/اگست ۳۸ء۔

[2] ٹائمز آف انڈیا ۲۳ فروری ۳۸ء۔

(ب) ایک موقع پر خود گاندھی جی نے فرمایا کہ ہندی زبان ہی ہندوستان کی قومی زبان ہے اور دیوناگری رسم الخط ہندوستان کا رسم الخط ہونا چاہئے۔[1]

(ج) عبدالرحمٰن خان صاحب ایم ایل اے نے جب اپنے سوالات اردو زبان میں لکھ کر بھیجے تو اسمبلی کے سکریٹری نے انہیں واپس کر دیا اور ہدایت کی کہ انگریزی زبان میں سوالات بھیجے جائیں۔[2]

(د) کانگریسی حکومت کے وزیر عدل وانصاف نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:

"مسلمان ممبروں کو اس وقت بھی یہ رعایت حاصل ہے کہ وہ چاہیں تو اردو میں تقریر کریں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اردو خط صوبہ کی سرکاری عدالتوں اور دفتروں میں رائج نہیں۔ اسمبلی میں بھی اسے رائج نہیں کیا جا سکتا اس سے بے انتہا مصارف بڑھ جائیں گے"۔[3]

(ہ) صوبہ متوسط کے ضلع بیتول کی ڈسٹرکٹ کونسل نے پورے ضلع میں جبری تعلیم نافذ کرنے کی جو اسکیم بنائی اس میں تعلیم کی زبان لازمی ہندی رکھی گئی۔ اس جدید اسکیم کے ماتحت ۷۰ ابتدائی اسکول قائم کئے گئے اور پورے ضلع میں اردو کا ایک اسکول تھا سو وہ بھی بند کر دیا گیا۔[4]

(و) صوبہ بہار میں ۳۵ ہزار سے زائد مسلمان بچوں کی طرح کئی صوبوں میں انہیں مادری زبان سے محروم رکھ کر زبردستی صرف ہندی پڑھنے پر مجبور کیا گیا۔

(ز) ایسی کتابیں داخل نصاب کی گئیں جن میں نبی کے معنی "اوتار" "حاضر جناب" کی جگہ "او مسعت شریمان" کہنے پر مجبور کیا گیا۔

(۹) بہار یوپی اور سی پی وغیرہ میں قربانی گاہ کو حکماً بند کرنے کے بھی متعدد واقعات سامنے آئے۔

---

۱ ہریجن بحوالہ ٹریبون مورخہ ۸/جولائی ۳۷

۲ عبدالرحمٰن خان صاحب کا مراسلہ مندرجہ اسٹار آف انڈیا ۲۰/ستمبر ۳۸ء۔

۳ اخبار مدینہ ۱۳/اکتوبر ۳۸ء۔ ۴ ٹائمز آف انڈیا ۲۸/جون ۳۸ء۔

۵ مراسلہ عبدالغنی ایم۔اے مندرجہ اسٹار آف انڈیا کیم مارچ ۳۸ء۔

(۱۰) علاوہ ازیں مختلف شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے مسلم اقلیتوں کے جان و مال کی تباہی و بربادی کے واقعات بھی مسلسل ظہور میں آتے رہے۔

(۱۱) احمد آباد، شولاپور، کانپور اور ممبئی وغیرہ مقامات پر کانگریسی حکومتوں نے مزدوروں کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ سابقہ حکومت کے ظالمانہ برتاؤ سے کچھ مختلف نہ تھا۔

(۱۲) اس طرح سی، آئی، ڈی والوں کے مظالم اور شہریوں پر غداری کے الزامات نیز دعوؤں کے باوجود کئی صوبوں میں شرح مالگذاری میں کمی سے کترانے کے واقعات نے ادسو کے اس مشہور قول کی یاد تازہ کر دی کہ:

> ''انگریز صرف اس وقت آزاد ہوتے ہیں جب وہ پارلیمنٹ کے ارکان کا انتخاب کرتے ہیں۔ اور جب وہ انہیں منتخب کر لیتے ہیں تو پھر اپنے ہی منتخب کردہ نمائندوں کے غلام بن جاتے ہیں''

یہ وہ تازہ بتازہ حالات تھے جن سے متاثر متاثر ہو کر عاصم بہاری یا عبدالقیوم انصاری نے کانگریس کی ''مہاسبھائیت'' پر زبان طعن دراز کیا تو کیا غلط کیا۔

ان کی طرح جدوجہد آزادی کے ایک اور مورخ نے اس طرح کے واقعات کی روشنی میں اہل ملک کو دعوت غور و فکر دی کہ:

> ''اندازہ کیجئے کہ اس ''جنگ آزادی'' کی حقیقی نوعیت کیا ہے۔ اسکی نوعیت یہ نہیں ہے کہ میرے قید خانہ کا رفیق مجھ سے یہ کہتا ہو کہ آؤ میں اور تم دونوں مل کر لڑیں اور ہم دونوں اپنی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں کاٹ پھینکیں۔ اگر معاملہ یہی ہوتا تو مجھ سے بڑھکر کون احمق ہوتا کہ ایسے کار خیر میں اس کا ہاتھ بٹانے سے انکار کرتا لیکن یہاں صورت معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ میرا رفیق زنداں اس تدبیر میں ہے کہ جیلر کو ہٹا کر خود اسکی جگہ لے لے اور اپنے ہاتھ پاؤں کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بھی میرے ہاتھ پاؤں میں ڈال کر مجھے اپنا قیدی بنا لے مزید غضب یہ ہے کہ جیلر صاحب تو ترے جیلر تھے مگر یہ ہمارے رفیق زنداں جواب

برقنداز بنے ہیں ان کو مردم خوری کا چسکا بھی ہے۔ یہ مجھے فقط اپنا قیدی ہی نہیں بنانا چاہتے بلکہ میرے گوشت کو خون کو آہستہ آہستہ اپنا جزء و بدن بھی بنا لینے کی فکر میں ہیں۔ اب میری عقل ماری گئی ہے تو میں ان کے ساتھ ضرور تعاون کروں گا تاکہ یہ میری مدد سے جیلر پر دباؤ ڈال کر اور زیادہ اختیارات حاصل کریں اور زیادہ آسانی سے مجھے نوش جان فرماسکیں"[1]

ان حقائق کا فطری رو عمل ہی تھا جس نے مسلم لیگ کے علاوہ بہت سے غیر جانبدار مسلمان کو بھی کانگریس سے بدظن کر رکھا تھا مگر لیگ کے مقابلے میں کانگریس کا جمہوری و عوامی مزاج مزدوروں اور پسماندہ باشندوں سے اسکی عملی دلچسپی۔ طویل سیاسی تجربہ کاری انگریز حکام پر اثر، بعض اکابر علماء کی کانگریس نوازی اور واضح تعصب الوطن نے پسماندہ مسلمانوں کے لئے مسلم لیگ کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ کشش رکھی تھی۔ مسلم لیگ کا حال یہ تھا کہ اسکی مجلس عاملہ کے ۲۱ ارکان میں ایک بھی پسماندہ مسلم برادریوں کا کوئی نمائندہ نہیں تھا۔ لیگ کی صوبائی شاخوں میں بھی ایسے افراد برائے نام تھے۔ اس پوری تنظیم پر ایوں۔ جاگیرداروں اور زمین داروں کا قبضہ تھا۔ بنگال و پنجاب میں "لیگی وزارتوں" کے باوجود وہاں پسماندہ مسلمانوں کے مفاد میں کوئی کام نہ ہو سکا جبکہ کانگریسی وزارتوں نے ہینڈلوم کو آپریٹیو یونین غریب طلباء کے لئے وظائف اور ٹکنیکل ٹریننگ، بنیادی امداد اور صنعتی ترقی کے کئی اقدام کئے بہار کے کالجوں میں مومن طلباء کی مفت تعلیم (جو ہنوز جاری ہے) سے کانگریس نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس کے برخلاف مسٹر جناح نے انگریزوں کے "آرمی بل" کی حمایت کر کے عام مسلمانوں کو بدظن تو کیا ہی تھا کانپور میں مسلم لیگی کارکنوں نے ایک مومن رضا کار شیخ عبداللہ کو جس بے دردی سے قتل کر دیا[2] اور اس پر مستزاد مقدمے میں لیگیوں نے قاتلوں کی جس طرح پیروی کی ان واقعات نے جلتے پر تیل کا کام کیا۔ مومن گزٹ کے تقریباً ہر شمارہ میں مقدمات کی تفصیل اور مومن کانفرنس کے ہر چھوٹے بڑے جلسے میں اس واقعہ قتل پر تجویز ملامت منظور کی گئی۔ اس بحرانی دور میں اس طرح

۱۔ تحریک آزادی ہند اور مسلمان۔ جلد اول، ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص: ۳۴۷۔

۲۔ اداریہ مومن گزٹ ۱۶ ستمبر ۳۸ء۔

کے اور کئی واقعات اس طرح رونما ہوتے رہے کہ مسلم لیگ کی ساتھ بالخصوص مومنوں کے نزدیک اور بگڑتی چلی گئی۔

لیگی حضرات کے اعتراض پر مولانا آزاد نے کلکتہ میں نماز عیدین کی امامت سے انکار کردیا۔ادھر جمعیۃ العلماء، امارت شرعیہ کے علاوہ مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ جیسے معتبر علمائے کرام پر بھی زبان طعن دراز ہونے لگی۔اور مقامی و ضمنی، نیز اسمبلی و میونسپل الیکشن کے موقعے پر کانگریس کی حمایت کو کفر کی حمایت کے برابر قرار دیا گیا۔ڈیہری آن سون اکابرین پر دس ہزار کی رشوت اور ہزاری باغ[1] سے الیکشن میں مولوی عبدالرزاق انصاری کے ارتداد کی خبریں اور اشتہارات اس طرح تقسیم کئے گئے کہ مومنوں کا سواد اعظم بتدریج مسلم لیگ سے کٹ کے کانگریس کا طرف دار ہوتا چلا گیا۔

ادھر عبدالقیوم انصاری اور لطیف الرحمٰن نگتیہ نیز مولانا عبدالحفیظ پھلواروی کے اختلافات نے اس چیلنج کو کچھ اور بڑھا دیا۔دربھنگہ کی ضلعی کانفرنس کے خطبہ صدارت میں عبدالقیوم انصاری نے "چھ نکات مومنین" کے ذریعہ کھلی سیاست اور کانگریس کی جس طرح ہمنوائی کی اور بہاری بھر میں اس کی جس طرح تائید کی گئی اس نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ ان اختلافات کو مومن مخالف مگر لیگ کے حامی اخبار و رسائل میں عصر جدید کلکتہ، مسلم لیگ پٹنہ ہماری آواز، رئیس، حق، وحدت، مومن بدریوں اور مساوات پھلواری شریف، پٹنہ کے علاوہ کانگریس حامی اور مومن دوست اخبار و رسائل میں ہند، استقلال کلکتہ، الجمعیۃ دہلی اور مومن گزٹ بنارس، نجج وغیرہ[2] نے اور آگے بڑھالیا۔اس شوراشوری میں الہ آبادی (۱۸ مارچ ۳۸ء) کانفرنس[3] پہلی بھیت۔تلوکری اور بھاگلپور[4] وغیرہ کے فرقہ وارانہ فسادات، اردو کشی،

---

[1] ۳۱ جولائی ۳۸ء کو ڈیہری کی مقامی عید گاہ میں مولوی عبدالرؤف بہرامی نے مسلم لیگ کے جلسہ عام میں مومن جماعت پر کانگریس گورمنٹ سے دس ہزار روپے کے "تقیہ" کا طعنہ سیا اور علما پر اعتراض بھی کیا۔ [2] مدیر مولانا امام الدین رام نگری۔ [3] مومن گزٹ ۱۶ رتمبر ۳۸ء۔

[4] ۲۷، ۲۲، ۲۹، ۳۱ رجولائی سے مہاسبھائی و کانگریسی گٹھ جوڑ کے نتیجے میں فساد ہوا۔ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۱۶ راگست ۳۸ء۔

وارد ہوا اور دیا منڈر تعلیمی اسکیموں کی زہرنا کی مانند پڑ گئی۔ ان واقعات، واردات خلاف مومن گزٹ میں مسلسل مضامین آئے۔

اس نے حکومت وقت اور سرکاری حکام کے خلاف سخت ترین الفاظ میں رپورٹیں شائع کیں مگر اس سیاسی ہائے ہو کی فضا میں ان مسائل پر غور و فکر کا حق ادا نہ کیا جا سکا مسلم لیگ کے غیر واضح نصب العین، "اسلام خطرے میں ہے" کا مبہم نعرہ غریب عوام سے ان کی ایک حد تک بے نیازی نے بحیثیت مجموعی مومنوں کو مسلم لیگ سے کبھی قریب ہونے نہ دیا۔ حالانکہ ۱۹۳۸ء تک من حیث الجماعت مومن کانفرنس نے خود کو کانگریس اور مسلم لیگ سے الگ رکھا تھا البتہ انفرادی نے خود کو کانگریس اور مسلم کہ صواب دید کے مطابق جس سیاسی پارٹی کو چاہیں اختیار کریں۔ اس احتیاط کے باوجود وہ دور سیاسی اعتبار سے اس قدر گرم اور ہنگامہ خیز تھا کہ پوری مومن جماعت غیر محسوس طریقے سے رفتہ رفتہ مسلم لیگ سے دور ہوتی ہوئی کانگریس کی ہمنوا بن گئی اس میں شک نہیں کہ ظہیر انبالہ لطیف الرحمٰن نگینہ، مولانا راغب اصفہانی، مولانا عبدالحفیظ پھلواروی، مولانا عبدالحمید بناری وغیرہ جیسے مومن اکابر بہر حال آخر آخر وقت تک مسلم لیگ ہی کے معاون رہے۔

۱۹۳۸ء کا مصور مومن گزٹ[1] کانگریسی لیگی خیالات کی کشمکش کا بہترین آئینہ خانہ ہے۔ بالخصوص مسٹر محی الدین[2] بیرسٹر ایٹ لا، کلکتہ اور غازی محمود[3] دھرمپال لاعبابہ کے معرکۃ الآرا مضامین آج بھی لائق مطالعہ ہیں۔

مسٹر محی الدین بیرسٹر ایٹ لا آل انڈیا مومن کانفرنس کی تجویز کے مطابق فی الحال سیاست بازی سے کنارہ کش ہو کر مومنوں کو تعلیمی و معاشرتی اور گھریلو اصلاح[4] میں منہمک رہے

---

1. زیر نگرانی عاصم بہاری۔
2. "تشکرات وگذارشات" ۸/جولائی ۳۸ء "کلکتہ میں مومن تحریک" "مومن گزٹ" یکم ستمبر ۳۸ء
3. "مومن تحریک اور سیاسیات ہند" مومن گزٹ ۲۴/جولائی، ۸/اگست، ۱۶/اگست، یکم ستمبر ۳۸ء
4. "ہمیں کیا کرنا چاہئے" مومن گزٹ یکم گزٹ ۳۸ء۔

اور ''شریعت حقہ اسلامیہ'' کے قیام پر لگانے پر زور دے رہے تھے تو غازی محمود دھرمپال صاحب نے اپنے ایک طویل سلسلہ مضامین میں نہایت ہی بلند علمی و تاریخی جائزے کو اور تجزیئے کے ساتھ مدلل انداز میں پہلے تو بنیادی سوالات اٹھائے:

''اب سوال یہ ہے کہ ہندوستان کا مسلمان دونوں حریفوں میں سے کس کے ساتھ ملے۔ ایک کونے سے یہ جواب ملتا ہے کہ کسی کے ساتھ بھی نہ ملے۔ وہ یا تو دونوں سے الگ رہے یا دونوں سے لڑے مگر یہ خودکشی کی پالیسی ہے اور اس پر حماقت کی مہر چسپاں ہے۔

دوسری طرف نامردوں کا ایک گروہ ہے جو ہندو کی اکثریت سے ڈر کر انگریز کے دامن میں اپنی زندگی کا دارومدار سمجھ رہا ہے۔

تیسری طرف متفکلین کا ایک گروہ ہے جو ہندو کے ساتھ ملنا تو چاہتا ہے مگر ہندو کے متعلق اس کے دل میں جو شکوک ہیں وہ ان کو کاغذ کے پروانہ کی شکل میں حل آنے کا خواہشمند ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے ہمیں کون سی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ (۱) احمقوں کی پالیسی (۲) نامردوں کا رویہ یا متفکلین کا (۳) مسلک''[1]

آخر میں موصوف نے ملکی اور عالمی صورتحال کے مکمل جائزے کے بعد یہ مشورہ دیا کہ ''مومن بھائیوں کو کسی عقبی دروازہ یا بیک ڈور(Back Door) جس کو عام اصطلاح میں چور دروازہ کہا جاتا ہے۔ انفرادی طور پر مسلم لیگ یا کانگریس کی طرف بھاگ دوڑ سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ایسا عمل ڈسپلن کے منافی ہونے کی وجہ سے تحریک کی بربادی کا باعث ہوگا نہیں چاہئے کہ اجتماعی صورت میں سامنے کے دروازہ سے مارچ کریں اور پروقار طریقہ پر مارچ کریں۔ اس سے صرف یہی نہیں کہ ہندوستان بھر میں ان کے تدبر اور قوت فیصلہ کی دھاک بیٹھ جائے گی بلکہ ان کا یہ پروقار فیصلہ اور اکابر تحریک نے اکثر اپنی مددگاہ کی سلامی پر زور دیا۔ پر جوش طرز عمل مسلمان کی دوسری چھوٹی چھوٹی برادریوں کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہوگا''[2]

---

[1] مومن گزٹ ۱۴؍جولائی ۳۸ء [2] مومن گزٹ یکم ستمبر ۳۸ء۔ ص:۱

غازی صاحب کے خیال میں موجودہ اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی مجلسی اور قومی اصلاح تحریک آزادی کے منافی نہیں۔ بلکہ بے حد ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ سیاسی جدوجہد کے لئے کسی فعال اکثری (Working Majority) کے ساتھ اشتراکیت عمل بھی لازم ہے کیونکہ "ہندوستان کی مکمل آزادی کا مسئلہ مسلمانان ھند اور مسلمانان عالم کی فلاح و بہبودی کا جز ولاینفک ہے"۔ [1]

عاصم بہاری نے آل انڈیا مومن ۱۹۳۸ء کی مجموعی صورتحال کو اپنے ایک ادارئے [2] میں بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ موصوف کے خیال میں:

"مومن تحریک کے تین حصے ہیں پہلا مرکزی یعنی آل انڈیا مومن کانفرنس، دوسری صوبائی کی جمعیتیں اور تیسری شہری یا اضلاعی نظام"

"ہندوستان کے گوشہ میں تیسرے حصہ مومن تحریک میں انتہائی حرکت و اضطراب ہے جوش اور اقدام عمل کا جذبہ ہے"

تیسرے حصے نے اس سال غیر معمولی ہمہ گیر انداز میں کام کئے۔ صوبائی نظام اس لحاظ اتنا فعال نہ ہوسکا۔ صوبہ بہار عبدالقیوم انصاری اور مولوی لطیف الرحمن کے باہمی اختلافات کی وجہ سے، اسمبلی الیکشن میں ۶ سے مومن ممبروں کی کامیابی کے باوجود حسب توقع آگے نہ بڑھ سکا۔

"سی۔ پی ممبئی کا صوبائی نظام قطب شمالی کے بحر منجمد کی طرح سکون پذیر ہے۔ اپنے نظام کی انجمادی کیفیت میں مست الست ہے"

"پنجاب کا صوبائی نظام کبھی کبھی اٹھکر چلنے کی ہمت لیکن معصوم کودک کی طرح پھر بیٹھ جاتا ہے"

یوپی کے صوبائی نظام نے ۱۹۳۸ء میں اپنی مجلس منتظمہ کے تین جلسے کئے اور مختلف مقامات کے دورہ، حکومت کی خدمت میں یادداشتیں بھیجیں"

اضلاع کانپور، مرادآباد، بجنور، الہ آباد وغیرہ کے علاقے میں تحریک نے خاصا زور

---

[1] مومن گزٹ یکم ستمبر ۳۸ء۔ ص: ۶

[2] مومن گزٹ یکم جنوری ۳۹ء ص ۳۔

پکڑا۔ بہار میں دربھنگہ، ہزاری باغ، رانچی کے علاقے صوبہ بمبئی میں ناگپور، جبلپور، برہان پور، احمد آباد اور بمبئی فعال رہے۔ جابجا ضلعی کانفرنس، رضا کاردستے۔ والنٹیر زکور اور اسکاوٹس کے نظام کو مربوط کیا گیا۔ گھریلو صنعت، اسٹور۔ ہینڈلوم یونین اور سودیشی کپڑوں کے امپوریم کھلوائے گئے۔ ملک گیر پیمانے پر آبادی کے سروے، ایک لاکھ روپے کے قومی فنڈ۔ دس لاکھ کی ممبر سازی اور "مومن سروس" کے قیام کی تجویزیں منظور کی گئی۔ کانفرنس کے موقعوں پر "نمائش" پر بھی برابر زور دیا گیا۔

بالخصوص مومن گزٹ اپنے دور عروج میں داخل ہوا اسکا جشن سالگرہ ملک گیر پیمانے پر منایا گیا جس میں ذمہ داران تحریک کے علاوہ ادبا و شعرا اور دانشوروں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مومن گزٹ آل انڈیا مومن اور ملک بھر کی چھوٹی بڑی انصار جمعیتوں کی اجتماعی وانفرادی کاوشوں کو "قومی رپورٹ" کے زیر عنوان بلاناغہ پیش کیا جاتا تھا تو اسی طرح یہ شمارے ملی وملکی، عالمی اور عالم اسلام کے مسائل کے لئے بھی اس کے صفحات مخصوص تھے جن میں تازہ خبریں، فتح وشکست اور مختلف نشیب فراز کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا۔ فلسطین کے مظلومین اور ترکی میں مصطفےٰ کمال کے انتقال کے بعد عصمت کے سلسلے کی خبریں باتصویر بھی پیش کی گئیں۔ مسلمانوں کی دیگر برادریوں میں بھی زبردست حرکت وعمل کا آغاز ہوا۔ جمعیۃ الراعین، منصورین قریش، حواری، اور بیہ، بہشتیاں عراقین وغیرہ کی چھوٹی بڑی کانفرنسیں ہونے لگیں اور ان کی رپورٹیں مومن گزٹ میں باتفصیل شائع ہوتی رہیں۔ مومن گزٹ کی وجہ سے:

ا لسان القوم دماغ جونپوری کی نظم "مومن گزٹ" (یکم اکتوبر ۳۸ء) کے دو اشعار ملاحظہ ہو۔

قوم کے ہر درد دکھ کا اس کے ہاتھوں ہو علاج ☆ قوم کے حق میں ہے دست شفا مومن گزٹ

رہبری کرتا ہے جملہ پیشہ ور اقوام کی ☆ قوم مومن کا ہے گویا رہنما مومن گزٹ ۱۲/ ستمبر ۱۹۳۸ء کو کانپور میں اسکا جوجشن منایا گیا اس کا "ایک حیات آفریں نظارہ" ۱۴/ ستمبر کی اشاعت میں پورے صفحے کے آرٹ پیپر پر ایک فوٹو کی شکل میں پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ گیا، ۱۹۳۳ء اور کانپور میں آل انڈیا کانفرنس منعقدہ ۹ تا ۱۱/ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے شاندار دروازے پنڈال اور رضا کاروں کے کیمپ کی تصویروں سے بھی اس شمارے کو مزین کیا گیا۔

اسی قسم کی ایک نظم ظفر الحسن سیف بہاری نے بانی وقائد تحریک" کی شان میں کہی تھی (مومن گزٹ ۱۶/ جون ۱۹۳۸ء، ص: ۱۴) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

"ہندوستان کے علاوہ عدن، افریقہ، ملایا، سنگاپور، برما اور سنکا جیسے
دور دراز مقامات کی برادری کے معزز افراد میں "مومن تحریک" سے دلچسپی
لینے کا جذبہ پیدا ہوا"[۱]

اس رسالہ نے:۔

"فلاح و بہبود اور ارتقا کے بہترین اور سہل راستے بتائے
"""دشمنان مومن کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے اور
انہیں خاموش رہنے پر مجبور کیا"

خودغرض گندم نما جوفروش لیڈروں پیروں کی فریب کاریوں کا
تارو پود بکھیرا"

نوجوانوں کو صنعتی تعلیم و ترغیب کے لئے ایک انتہائی مفید اسکیم کا
خاکہ تیار کیا گیا"[۲]

باتصویر ہونے کی وجہ سے رسالہ زیادہ مقبول و محبوب بھی ہوا اور بعض مسائل کو اس نے پوری شدت[۳] کے ساتھ اٹھانے میں کامیابی بھی حاصل کی یہ ایک فطری رو ہے کہ کوئی تحریک جب آگے بڑھتی ہے تو اس پر خارجی حملوں کے علاوہ اس میں کچھ داخلی انتشار بھی سر اٹھانے لگتے ہیں مومن گزٹ اور عاصم بہاری کی مقبولیت بعض لوگوں کو کھٹکنے لگی مولوی محمود الحسن

بقیہ حاشیہ گزشتہ ص: کا

تیری ثنا ہو مجھ سے بیاں ؟ سبحان اللہ سبحان اللہ
ہے وصف میں تیرے لال زباں ، سبحان اللہ سبحان اللہ
ہے شکل سے تیری عزم عیاں ، سبحان اللہ سبحان اللہ
ہے تجھ پہ خدا ہر پیرو جواں ، سبحان اللہ سبحان اللہ
اے سیف خدا سے مانگ دعا گھر گھر میں ہو پیدا تجھ سا جواں
یہ اجڑا چمن ہو خلد نشاں ، سبحان اللہ سبحان اللہ

۱ یکم جنوری ۳۹ء مومن گزٹ۔ ۲ ایضاً
۳ ۲۲ر ستمبر ۳۸ء "سرورق کی تصویر" شہید قوم شیخ عبداللہ انصاری مرحوم بستر مرگ پر"

مدیر "مومن بدایوں"[1] نے خاص طور پر مخالفت شروع کی، کچھ دنوں کے لئے شیخ عبدالعزیز صدر، اور عبدالسعید جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس کو کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور ۱۹۳۸ء میں ان حضرات نے پوری کوشش کی کہ مومن گزٹ کا پورا پریس اور دفتر آل انڈیا مومن کانپور سے ممبئی منتقل ہو جائے، مگر جلد ہی غلط فہمیوں کے یہ بادل چھٹ گئے۔

دوسری طرف عاصم بہاری کی خرابی صحت کے پیش نظر ان کے معتقدوں اور شیدائیوں نے "معین فنڈ" اور دعائے صحت کی بھی مہم چلائی۔ ایک روبی رسالہ "العاصم" کے نام سے بھی نکالنے تجویز سامنے آئی۔ خرابی صحت کے باوجود جوں ہی چلنے پھرنے لائق ہوئے دورے شروع کر دیے۔ حسب اعلان آل انڈیا مومن کانفرنس کے وفد میں شریک ہو کر ما نک پور جلسہ اجلاس دوم میں پہنچے[2] اور دو گھنٹے تک اس "مسیحائے قوم" نے تقریر کی، وہاں سے قصبہ کڑری ضلع الہ آباد اور دریا باد[3] کے جلسوں میں بھی شریک ہوئے۔ دریاباد میں بارش کے باوجود سامعین نے بھیگ کر ان کی تقریر سنی۔ ان مقامات کے علاوہ محمود آباد ضلع سیتاپور تال گاؤں، کھیری، پیلی بھیت، جہانگیر آباد کے جلسوں میں بھی شریک کی اور مسلسل تقریریں کیں۔

جون ہی کے ماہ موصوف دربھنگہ کی کانفرنس میں شریک ہوئے وہاں سے اپنے وطن بہار شریف پہنچے تو محلہ سوڈیہہ (مدرسہ منیر الاسلام) میں جمعیۃ المومنین بہار شریف کے ایک شاندار جلسہ میں شرکت کی۔ وہاں کی تقریر پر کارکنان مسلم لیگ نے بڑا واویلا مچایا اور موصوف کو ایک تنگ نظر قائد کے نام سے موسوم کیا۔ ۱۵؍جولائی ۱۹۳۸ء کو بزم ادب محلہ خانقاہ[4] کے جلسے میں بھی شرکت کی۔ ۲۷؍جولائی کو موصوف حسب پروگرام آسنسول کے سالانہ جلسہ[5] میں شریک ہوئے اور وہاں دو تقریریں "قومی عروج و زوال" پر کیں۔

---

۱ مولوی محمود الحسن نے مخالفت میں کئی نمبر نکالے "ام کشاف نمبر" "حقیقت نمبر، سوالات نمبر"۔ جس کے جوابات حاجی نبی احمد بریلوی نے دیے ملاحظہ مومن گزٹ ۱۶؍جولائی ۳۸ء

۲/۳ ۲۱؍جون ۳۸ء، مومن گزٹ ۸؍جولائی ۳۸ء۔

۴ منعقدہ ۱۸، ۲۲؍جون ۳۸ء۔ ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۸؍جولائی ۳۸ء۔

۵ مومن گزٹ ۸؍اگست ۳۸ء۔

ان سرگرمیوں کے انصاری نوجوانوں میں بڑا جوش وخروش پیدا کردیا جن علاقوں میں مومن اسکاؤٹ اور والنٹیر کور کے قیام کی صورت نہ رہی نوجوانوں نے بے شمار مقامات پر "لیگ مومن ایسوی ایشن" قائم کیے جن کی رپورٹیں بھی وقتاً فوقتاً چھپتی رہتی تھیں۔

اگست کے ماہ "جشن سالگرہ باتصویر مومن گزٹ" کی مفصل پبلیسیٹی اور اس کے تفصیلی پروگرام کو شائع کیا گیا۔ بعد نماز فجر تا عشا کے نظام الاوقات کو بتایا گیا اور قومی ترانہ کے علاوہ قارئین، کارکنان تحریک سے اہم اور تاریخی تصاویر کے بلاک کا مطالبہ کیا گیا۔ غرض ان تیاریوں کے بعد یکم ستمبر ۱۹۳۸ء سے مومن گزٹ باتصویر نئی شان سے جاری ہوا۔ اس شمارے میں عاصم بہاری کے پرانے معتقد حاجی نبی احمد بریلوی نے موصوف کی خدمت میں ایک منظوم 'خراج عقیدت'[1] بھی پیش[2] کی اس شمارے کے شعری ونثری معیار کو بھی بلند رکھا گیا۔ سیماب، فراق، جگر، فطرت واسطی، اعجاز صدیقی، شمس منیری، مائل خیرآبادی، کی شعری تخلیقات کے علاوہ محی الدین برستر (کلکتہ میں مومن تحریک) "آل انڈیا مومن کانفرنس کی اجمالی تاریخ" "خوارزم شاہیاں علم السیاست (سردار عنایت اللہ بی۔اے) کانگریس اور عہدے جیسے مضامین بھی شائع ہوئے۔ یہ جشن تقریباً ہندوستان گیر پیانے پر منایا گیا۔ جابجا جلسے ہوئے مومن گزٹ اور عاصم بہاری زندہ باد کے نعرے بھی لگائے گئے۔

مومن گزٹ اپنی کانگریس نوازی کے باوجود کانگریسی حکومت کی مسلم کشی اور اردو کشی پر اپنے احتجاج کو پیش کرنے میں کبھی کسی تکلف سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ مولوی عبدالحق آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن کے حقائق پرمبنی بیانات کو پوری اہمیت کے

---

[1] مصنف

[2] حضرت عاصم فدائے قوم وملت مرحبا — زندگی آپ نے آسودۂ منزل کردیا
آپ نے تحریک آزادی کو بارآور کیا — پھونک دی روح عمل ذروں کو بھی خاور کیا
کل جنہیں مردہ سمجھ رکھا تھا وہ زندہ ہوئے — قوم کے سوئے ہوئے جذبات تابندہ ہوئے
بڑھ رہی ہے روز افزوں قدر وقیمت آپ کی — ایک دن دنیا کرے گی دل سے عظمت آپ کی
مومن گزٹ یکم ستمبر ۳۸ء ص:۱۷

ساتھ پیش کرتا رہا۔ اسی طرح آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر انجام مسلم ماہرین تعلیم کی رپورٹ "واردھا تعلیمی اسکیم اور مسلمان" مرتبہ محمد حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) مولوی عبدالرحمن خاں ایم۔ ایل اے کے جلسہ کی، رپورٹ بھی تفصیل سے شائع ہوئی۔ ان کے علاوہ "صوبہ متوسط و برار میں اردو کو مٹانے کی جو ناپاک سازش" کی گئی تھی اسکا پول بھی ایک طویل سلسلہ مقالات میں کھولا گیا۔[۴]

بہرحال حسب پروگرام عاصم بہاری جمعیۃ الانصار کول فیلڈ کے سالانہ جلسے میں پہنچے اور اپنی پرسوز تقریر سے نہ صرف غافلوں کو بیدار کیا بلکہ برسہابرس کے اختلافات کو بھی مٹایا ۱۲ر ستمبر کو اسی برادی کول فیلڈ میں وزیر اعظم بہار آئے تو علاقہ کے انصاریوں نے ایک شاندار جلسے کا پھر انجام کیا اور اپنی عرضداشت میں لڑکے لڑکیوں کے اسکول قائم آنے کا مطالبہ پیش کیا۔ حاضرین جلسہ کی تعداد کم و بیش ۴ ہزار تھی۔ مومن گزٹ یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء و ۱۸ر اکتوبر۔ جنوبی بہار کے بعد دیگر مقامات سے ہوتے ہوئے ایک عرصہ کے بعد وہ پروگرام کے مطابق بہار سودیشی یونین کلکتہ کے عظیم الشان اجتماع میں تشریف لے گئے۔ وہاں مومن والنٹیر کور کے کثیر التعداد باوردی اور تربیت یافتہ رضا کاروں نے انہیں سلامی دی ان کی ڈسپلن اور قواعد اس قدر پرکشش تھے کہ الفنسٹن کمپنی نے باضابطہ فلم ڈیلی نیوز اور دیگر انگریزی اخبارات نے تفصیلی خبروں کے ساتھ اس کے فوٹو بھی شائع کئے۔ اس جلسے[۵] میں عاصم بہاری نے ساڑھے تین گھنٹے اس طرح تقریر کی کہ حاضرین محو کوشش رہے۔ اور ہندوستان میں مومنوں کی صنعت و تجارت کی تاریخ کے عروج و زوال کو اس موثر انداز کو پیش کیا کہ انصاریوں نے بھی ان کی واقفیت، طرز اظہار اور دردمندی کو محسوس کیا۔ مولوی سعید[۶] الدین صدر یونین کے رسم شکریہ

---

۱ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی غلط بیانی اور سی۔ پی وزارت کی فرضی کہانی۔ مومن گزٹ ۸ر اگست ۳۸ء ص ۱۱ مسلمان اور ودیا مندر اسکیم۔ مومن گزٹ ۱۶ر ستمبر ۳۸ء۔

۲ مومن گزٹ ۸ر اکتوبر ۳۸ء۔ ۳ بعنوان ودیا مندر اسکیم۔ مومن گزٹ ۸ر اکتوبر ۳۸ء

۴ بقلم سید علی شیر حاتمی، بی ایس، سی، عثمانیہ۔ مومن گزٹ ۲۲ر نومبر ۸ و ۱۶ دسمبر ۳۸ء۔

۵ منعقدہ ۱۹ر اگست ۳۸ء

۶ ساکن محلہ سوڈیہہ، بہار شریف۔ ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۱۶ر ستمبر ۳۸ء ص: ۱۵۔

ادائیگی پر یہ تاریخی جلسہ تقریباً فجر کی اذان کے وقت ختم ہوا[1]۔ مئی ۱۹۳۸ء کے موقع پر کلکتہ کے مومن مخالفوں نے افواہ بازی اور پولیس کی مدد سے عاصم بہاری کا جلسہ وہاں نہ ہونے دیا مگر دوسری بار جب ۳۱ر جولائی کو پہنچے تو ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ عبدالغفور سکریٹری بہار سودیشی یونین ہاتھی بگان میں نے خوش آمدید کیا اور عاصم بہاری نے اپنے مخصوص انداز میں مومن تحریک کی پوری تاریخ بیان کی[2]۔ خصوصاً مولانا قاضی عبدالجبار وغیرہ کی ابتدائی کوششوں کا تذکرہ کیا۔ شرکاء کی تعداد ۷۰ ہزار تھی بنگال میں ان دنوں انصاریوں کی تعداد اسّی لاکھ بتائی جاتی تھی اور پورے ملک میں تقریباً چار کروڑ زندہ دلان کانپور نے اپنے مجوزہ جشن سالگرہ (۴ر ستمبر ۱۹۳۸ء) کے لئے ان سے وقت پہلے ہی لے لیا تھا۔ چنانچہ اس تاریخی جلسوں میں موصوف شریک رہے۔ حسب پروگرام ۲۵۔ ۳۰ ہزار کا یہ جلوس شہر کے مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا، بینڈ باجے اور سیکڑوں اسکاؤٹ رضاکاروں[3] اور اسپ سواروں کے ساتھ پریڈ گراؤنڈ میں پہنچا، راستے میں جابجا سبیلیں لگائی گئی تھیں جلوس کی گلپوشی بھی ہوتی رہی۔ اللہ اکبر اور الیاس مولوی علی حسین عاصم بہاری کے فلک شگاف نعروں کے درمیان شاندار "عاصم بہاری گیٹ" سے ہوتے ہوئے موصوف اسٹیج پر آئے اور اپنی تقریر میں جملہ پیشہ ور برادریوں کے سامنے محنت ومشقت کی اہمیت بتاتے ہوئے سرمایہ دار اور مزدور کی تاریخی کشمکش کو بڑے انقلابی ڈھنگ سے پیش کیا۔ انہیں اتحاد واتفاق اور صنعتی ترقی کی طرف راغب کیا۔ اسی موقع

---

[1] مومن گزٹ ۲۲ر ستمبر ۳۸ء۔

[2] "بہار سودیشی یونین" ایک رجسٹرڈ ادارہ تھا اسکی چلتی دوکان ہاتھی بگان میں تھی دوسری اور چیت پور روڈ پر قائم ہوئی۔ یونین کے سکریٹری منشی عبدالغفور (برادر اہلیہ عاصم بہاری) تھے، اسکا ہیڈ آفس۔ عبدالمنان کا دولتکدہ واقع تجو محلہ، بہار شریف میں تھا۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، فضل حق، ملا جان محمد، ابوالشمس، عبدالغفور، بیرسٹر محی الدین جیسے اکابر یونین کی دوکان سے کپڑے خریدا کرتے۔ یونین کی اہمیت پر بیرسٹر صاحب موصوف نے ایک مقالہ بھی لکھا تھا۔ یہ یونین۔ ایک کاروباری ادارہ بھی تھا اور کلکتہ میں مومن مومن تحریک کا ایک اہم مرکز بھی۔

[3] از زیرکمان چودھری شیخ محمد ابراہیم۔ [4] ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۱۹ر ستمبر ۳۸ء ص: ۱۲۔

پر ایک اہم تصویر بھی لی گئی جو مومن گزٹ میں شائع کی گئی۔

اپنی خیالات کو ایک عرض داشت کی شکل میں ایک مومن وفد نے وزیر اعظم یو پی کی خدمت میں پیش کیا[1]۔ اس عرضداشت میں ٹانڈہ کی فائرنگ پر بھی اظہار تشویش کیا گیا تھا۔ ادھر عبدالقیوم انصاری کی آمد پر مومنین ضلع رانچی نے مولوی شہادت علی کی صدارت میں ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو ایک بڑا جلسہ منعقد کیا۔ جس میں کئی اہم تجاویز منظور کیں گے۔

تحریک کے کاموں میں جیسے جیسے تیزی اور سرگرمی آرہی تھی ویسے ہی ویسے ملک کے طول و عرض سے مولوا عاصم بہاری کی طلبی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا تھا[2]۔ مگر یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ وہ تنہا ان بڑھتے ہوئے مطالبات کو پورا کرسکیں۔ اسی خیال سے "مومن سروس اور مبلغین" کی بحالیوں پر موصوف نے بار بار زور دیا اور تجویز بھی منظور کرلی گئی تھی۔ مگر عملاً ان کا نعم البدل یا واقعی قائم مقام کبھی اس تحریک کو نصیب نہ ہوسکا۔ مولوی حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی مدیر مومن گزٹ مغربی اضلاع یو پی کی حد تک گاہے گاہے ہاتھ بٹا دیتے تھے مگر مومن گزٹ کی ذمہ داریوں سے انہیں فرصت ملتی یعنی آسان بھی نہیں تھی۔ اسی طرح دیگر مصروف و متحرک افراد بھی اپنے اپنے مخصوص حلقوں سے آگے بڑھنے کی پوزیشن میں تھے۔ آواخر ۱۹۳۸ء تک بیرسٹر محی الدین، عبدالقیوم انصاری، ظہیر الدین انبالہ، ریاض الدین ایڈوکیٹ، محمد نظام الدین مجسٹریٹ الہ آبادی، خاں بہادر، عبدالجلیل وغیرہ گاہے گاہے اپنے حلقہ سے باہر کے حلقوں اور کانفرنسوں میں چلے جاتے تھے۔

---

[1] ۱۷ر ستمبر ۳۸ ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۲۲ر ستمبر ۳۸ء۔

[2] برادران رانچی نئے ڈیزائن کے کپڑے تیار کریں۔ انہیں رواج دینے کے لئے جون سے مین روڈ رانچی میں جو دوکان کھولی گئی ہے وہ کافی نہیں مجوزہ کانفرنس سرما (۶ ۔ ۷ر اکتوبر ۳۸ء) میں اس کے لئے ایک نمائشگاہ بھی اہتمام کیا جائے۔ مومن گزٹ یکم اکتوبر ۳۸ء۔

[3] ہزاری باغ ۵ ۔ ۶ر اکتوبر۔ رانچی ۶ ۔ ۷ر اکتوبر۔ مئو ناتھ بھنجن ۱۹ ۔ ۱۴ اکتوبر۔ بنگلور ۳ ۔ ۵ اکتوبر۔ بجنور ۵ تا ۷ ۔ ۱۱ اکتوبر۔ فتح پور ۱۰ ۔ ۱۱ اکتوبر۔ بنارس ۱۵ ۔ ۱۶ ۔ ۱۱ اکتوبر۔ آل انڈیا ورکنگ کمیٹی ۲۲ ۔ ۲۳ اکتوبر ان کے علاوہ ماہ رواں میں ذیل کے مقامات سے بھی طلبیاں تھیں۔ جلال پور جھاجھا۔ شکوں آباد، برہان پور اور ساگیورو غیرہ۔ مومن گزٹ ۸ر اکتوبر۔

آواخر ۱۹۳۸ء کا زمانہ عاصم بہاری کے لئے مسلسل دوروں کا زمانہ تھا۔ ۲۸ر ستمبر کو انہوں نے انجمن اصلاح الانصار دہلی کا ایک اہم جلسے[1] میں مدعو ہوئے۔ جمعیت الانصار قنوج کی درخواست پر آل انڈیا مومن کا وفد (بشمول مسٹر محی الدین ایڈوکیٹ) ۱۲ر ستمبر کو وہاں پہنچا تو اس کے ساتھ عاصم بہاری بھی تھے۔ ۱۳ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو انصار اسٹوڈنٹ کلب نے ان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ شیشہ پر فنکاری کے ساتھ لکھی ہوئی ایک رباعی پیش کی۔ موصوف نے دونوں روز معرکتہ الآرا تقریریں کیں۔ آخری تقریر بمقام چوک خاص گنج تقریباً ۴۔۵ گھنٹے تک تقریر کی اور مومن تحریک کے مختلف پہلوں پر اس دلچسپ اور سبق آموز انداز میں مدلل تقریر کی کہ سامعین محو تھے۔

یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء کو وہ ہزاری باغ میں منعقدہ صوبائی ورکنگ کمیٹی کے جلسہ میں شرکت کے لئے روانہ ہونے والے تھے اس لئے انجمن خادم انصار مظفر نگر کے وفد کی درخواست (برائے شرکت جلسہ) کو مجبوراً نامنظور کرنا پڑا۔ ۵ر اکتوبر کو جمعیت المومنین بہار کے عہدیداروں کا ہنگامہ خیز انتخاب

---

[1] زیر صدارت مولا بخش ٹھیکیدار۔ موصوف کے قدیم دوست۔

[2] صدر عبدالقیوم انصاری، نائبین صدر محمد اسحاق، بی، اے وائس چیرمین دربھنگہ، حاجی عبدالکریم انجینیر گیا۔ پروفیسر حافظ شمس الدین شمس میزہ خان صاحب سردار محمد اسلام جوائنٹ جنرل سکریٹریان:۔ خواجہ محمد ایڈوکیٹ ہزاری باغ مولوی حکیم نذیر الدین بہرائی اسٹنٹ سکریٹریاں۔ مولوی فرزند علی مکوتھ مرجیت چھپرہ۔ ڈاکٹر امین الدین ایم، بی، ایس، بہار شریف، مولوی محمد سراج الحق بہاری دھنباد۔ محاسب، عبدالسئوف وائس چیرمین بھاگلپور میونسپلٹی۔

ممبران مجلس عاملہ:۔ پٹنہ سے:۔ پروفیسر عبدالمجید۔ مولوی محمد حفیظ اللہ گیا"۔ مولانا عبدالکریم گیا۔ مولوی لطیف الحسن گیا شاہ آباد۔ مولانا عبدالوہاب آرہ۔ مولوی ریاست حسین بہرام بھاگلپور۔ مولانا حاجی نعمت اللہ ناتھ نگر۔ مولوی عبدالسئوب مونگیر، مولانا عبدالغنی رحمی شیخپورہ، مولوی حکیم عبدالرؤف پورنیہ..... محمد نور، ایم، ایل، سی۔ مولوی وارث علی سنتھال پرگنہ۔

حاجی عبدالعزیز مدھوبور۔ مولوی عبدالوکریم جھاجھا مظفر پور۔ مولوی عبدالجبار۔ مولوی مظہر دربھنگہ۔ مولوی عبدالجلیل ایڈوکیٹ۔ ایم، ایل، اے۔ مولوی صغیر الحق چھپرہ۔ مولوی دوست محمد۔ محمد طیب رانچی۔ آر علی، ایم، ایل، اے۔

مولوی قادر بخش کاکے ہزاری باغ ایم، احمد حسین، ایم تاج محمد۔ میونسپل کمشنران سنگھ محمد مصطفی۔ مولوی عبداللطیف جمشید پور مان لیوم۔ عبدالسلام دھنباد۔ بابو عبدالشکور مولوی فرحت حسین۔ ایم عبدالمجید ڈالٹن گنج۔ ملاحظہ مومن گزٹ ۲۶ر اکتوبر ۳۸ء۔

ممکن[۲] ہوا۔ جس میں لطیف الرحمٰن نکمیہ اور مولانا عبدالحفیظ پھلواروی وغیرہ۔ کے بائیکاٹ کیا۔

تحریک کی ترقی کے ساتھ عرفی شرفا اور بعض تنگ نظروں نے انصاریوں کو بدنام کرنے کے لئے مسلمانوں کے درمیان ذات پات کے اختلافات کو مختلف علماء کی نام نہاد کتابوں کے حوالے سے ہوا دینا شروع کیا۔ اس سلسلے میں محمد احمد رضا خاں بریلوی کی تصانیف ''کتاب النکاح حصہ سوم (ص:۱۱۷) ملفوظات حصہ دوم (ص:۲۲) رسالہ نہایات الادب فی غایات النسب (ص:۲۱-۲۲) مولفہ مولانا محمد شفیع، مفتی دارالعلوم دیوبند وغیرہ کے حوالوں نے بالعموم پسماندہ برادریوں کی بڑی دل آزاری کی۔[۱]

اس طرح کے اوچھے حملوں سے مومنوں کے جوش و خروش میں اور اضافہ ہی ہوتا رہا۔ مٹر مارانچی کا کانفرنس (۶۔ ۱۷ اکتوبر) زیر صدارت عبدالقیوم انصاری غیر معمولی طور پر کامیاب رہی عاصم بہاری نے اتحاد و اتفاق کے موضوع پر ایک مدلل اور موثر تقریر کی۔ تجاویز میں ''ششش گانہ نکات مومنین'' کی تائید اور ''رانچی ہیڈ کلاتھ اسٹور'' کی سرپرستی کے لئے استدعا کی گئی۔ اس کانفرنس میں شمالی بہار کے شرکاء اور اہم اکابرین مومن نے شرکت کی۔ اس موقع پر باپو انوگرہ نرائن سنگھ، وزیر مال جگلال چودھری، وزیر آبکاری، نرائن لال، جگت نرائن لال جگجیون رام اور شیونندن منڈل پارلیمنٹری سکریٹریوں کے ساتھ ۱۷ اکتوبر کے اجلاس میں شریک ہوئے اور حکومت بہار کی طرف سے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔[۲]

اس موقع پر آر علی ایم۔ ایل۔ اے رانچی نے خطبہ استقبالیہ میں مخالفین کی عصبیت اور مومنوں کی بیداری کی تفصیلات اور انفرادی طور پر سیاست میں بھرپور حصہ لینے کا بھی تذکرہ کیا۔ عاصم بہاری جمعیۃ الانصار، احمد آباد کے جلسہ (۱۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء) میں بھی شریک ہوئے جہاں عبدالواحد وحید بناری نے ان کی عقیدت میں ایک منظوم نذرانہ نہایت[۳] ترنم سے پیش کیا۔

آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا اجلاس کانپور (۲۲۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۸) منعقد ہوا تو اس اجلاس کے موقع پر ایک شاندار جلسہ کا بھی اہتمام ہوا۔ اس تحریک کی

۱۔ مومن گزٹ ۲۴ اکتوبر ۳۸ء، ص: ۷۔ اسلام خطرے میں از شمس الدین احمد، ستانتی باغ کلکتہ

۲۔ مومن گزٹ ۲۴ اکتوبر ۳۸ء، ص: ۱۲۔ ۳۔ مومن گزٹ ۱۶ نومبر ۳۸ء

تاریخ میں عاملہ کے ۲۲ بائیس ممبروں نے شرکت کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا۔ لوگ فرطِ مسرت سے اچھل اچھل پڑتے تھے"[1] اس عاملہ نے کئی وہم فیصلے کئے مثلاً کام کی وسعت کے پیش نظر ماہانہ دفتری اخراجات کو مبلغ تین سو روپئے (حسب فیصلہ مجلس عاملہ منعقدہ الہ آباد ضروری ۱۹۳۵ء) سے ایک ہزار روپئے تک بڑھا گیا۔ مبلغ ایک لاکھ کی خطیر رقم سے "قومی فنڈ" کے قیام اور دس لاکھ ممبر سازی کی اسکیم کی تجویز منظوری کی گئی۔ تا کہ آل انڈیا مومن کانفرنس سروِس "کا صوبائی سطح پر باضابطہ آغاز کر دیا جائے، ملک میں تقریباً پونے چار کروڑ کی آبادی والی برادری کے لئے یہ عزائم بعید از قیاس بھی نہیں تھے۔[2]

اسی موقع پر جمعیۃ الانصار یوپی نے بھی اس کے ساتھ ہی اپنا اجلاس بھی کر لیا۔ چنانچہ گلی بازار، جھنجھ فل گنج اور بھیلیہ احاطہ میں لگاتار تین نہایت شاندار جلسے منعقد ہوئے۔ عاصم بہاری نے ۲۲ تا ۲۴ تینوں دن ان مقامات پر اہم ترین تقریریں کیں۔ ان علاوہ دبیر سرمجی الدین اور عبد القیوم انصاری کی بھی تقریریں ہوئیں۔ جلسے میں دیگر اکابر کے ساتھ عاصم بہاری گیٹ کی تعمیر کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔[3] ان جلسوں میں عاصم بہاری نے اتحاد، تعلم و تربیت، تعلیم نسواں اور صنعتی ترقی اور نمائش پر خاص کر کے زور دیا۔

موصوف نے ان فیصلوں کو اپنی تقریر و تحریر سے مسلسل اس قدر تقویت بخشی کہ پوری برادری میں خاصا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ سابقہ رسیدیں منسوخ کر کے نئی رسیدوں پر ممبر سازی کی مہم زور و شور کے ساتھ شروع کی دی گئی۔ ان کاوشوں کے ساتھ عاصم بہاری کی محبوبیت و مقبولیت میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔ ان کے جن خدمت سے متاثر ہو کر شعرا نے وقتاً فوقتاً منظوم خراج عقیدت بھی پیش کیا۔ ارکان اور عوام الناس کو صحیح سمت دینے اور ان کے جوش و خروش میں باضابطگی پیدا کرنے کے لئے ا۔م۔ک کا دستور العمل بھی مومن گزٹ[4] میں شائع کیا گیا۔ جس کے حسب ذیل مقاصد کو مقامی، ضلعی صوبائی اور مرکزی سطح تک عام کرنے کا عزم مصمم کیا گیا:۔

---

[1] یکم نومبر ص:۱۱ [2] مومن گزٹ یکم نومبر ۳۸ء۔

[3] مومن گزٹ یکم نومبر ۳۸ء۔ [4] ۱۶/ نومبر ۳۸ء ص:۱۴

ا:۔ ”اسلام وملک کی عام خدمت بالخصوص اسلامی مساوات کی عملاً وقولاً تبلیغ وحمایت۔

۲:۔ تمام ہندوستان میں قوم مومن کی تنظیم۔

۳:۔ قوم مومن کی تعلیمی، اقتصادی، معاشرتی وسیاسی ترقی کی سعی۔

۴:۔ قوم مومن کی صنعت پارچہ بافی ودیگر صنعتوں کی ترقی کی کوشش۔

نوٹ:۔اس کانفرنس کو اختلافی مسائل مذہبی سے اور غیر آئینی جد وجہد سے کوئی سروکار نہ ہوگا“

اکتوبر کے مہینے میں بھاگلپور کی جمعیت المومنین کا جلسہ سردار عنایت اللہ کی جدوجہد سے مولوی علی احمد بلند اختر کی صدارت میں بڑے جوش وخروش سے منعقد کیا گیا۔ جس میں ضلع کے ۲۹ ارکان مجلس میں چنے گئے مگر عین وقت پر جلسہ میں اختلاف کے باعث خاصا انتشار پیدا ہوگیا صدر جلسہ احتجاجاً جلسہ گاہ سے باہر چلے گئے آخر مولانا حکیم جمیل احمد نے بڑی کوششوں سے دوبارہ پورے جلسہ کو قابو میں لایا اور کارروائی آگے بڑھیں۔ [۲]

تحریک کے عمومی نتائج میں کرگھے کے بنے ہوئے کپڑوں کے رواج کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یوں تو اس کا ذوق تحریک خلافت اور کانگریس کے مشترکہ رنجی ہٹکے زمانے (۱۹۱۸ء) ہی سے پیدا ہو گیا تھا۔ جسے ۱۹۳۶ء کے قریب لیگ، کانگریس، احرار اور جمعیۃ العلما کی حمایت نے بھی کافی آگے بڑھایا۔ پھر مومن کانفرنس نے بھی اپنے چھوٹی بڑی کانفرنسوں میں اس تجویز کو بار بار دہرایا ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف کانپور میں جہاں چند سواریوں کے دستی کرگھے کے کپڑے خرچ نہیں ہوتے تھے ۱۹۳۷ء میں عید کے موقع پر یہاں تیس چالیس ہزار روپے کے کپڑے فروخت ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں ایک لاکھ کا تخمینہ کیا جارہا تھا۔ اس غرض کے لئے ۱۷-۱۶ اسٹورس کھول دیئے گئے۔ مزید مقبول بنانے اور وسعت دینے کے لئے فنی اور کاروباری سطح پر اس کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر بھی کیا جاتا رہا۔

ان کاوشوں کے ساتھ ہی ساتھ عاصم بہاری کی محبوبیت ومقبولیت میں اضافہ بھی ہوتا

---

[۱]

علاقہ	تعداد	علاقہ	تعداد
بانکہ چوراسی	۱۵	چمپا نگر چوراسی	۷
ناتھ نگر چوراسی	۴	بھرپور چوراسی	۳
		کل	۲۹

مومن گزٹ ۱۶ر نومبر ۳۸ء ص: ۲۳ [۲] مومن گزٹ ۱۶ر نومبر ۳۸ء ص: ۲۳

رہا۔ان کے حسن خدمت سے متاثر ہو کر شعراء نے وقتاً فوقتاً منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ ل

ان کوششوں کے اثرات پورے ملک پر پڑے ڈیہری اور سہرام کے لیگ مومن ایسوسی ایشن نے بھی اپنے جلسوں میں اس کی تائید کی سہرام کے ایک جلسے (۲۹ر ستمبر ۱۹۳۸ء) میں الطاف حسین مانوس سہرامی نے اپنے اشعار کے علاوہ اقبال کی مشہور نظم "اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو" نہایت ولولہ خیز انداز میں پیش کی اور مولانا حکیم نظیر الدین نے بھی اپنی تقریر میں قوم کو بیدار کیا اور دستی کرگھے کے کپڑے کے استعمال پر زور دیا۔

ہفتہ وار مومن گزٹ کی توسیع اشاعت کے لئے موصوف نے ایک مفید مہم کا بھی آغاز کیا زیادہ خریدار بنانے والوں کے لئے تمغوں کی پیشکش کا بھی اعلان کیا گیا۔ان کا مزید خیال یہ تھا کہ اس وقت ملک بھر میں جمعیت کی چھوٹی بڑی دو ہزار شاخیں ہیں۔ان میں دو شاخیں بھی اوسطاً سو سو پرچے منگائیں تو نہ صرف یہ کہ اس کی توسیع اشاعت میں غیر معمولی اضافہ ہوگا بلکہ اسکی آمدنی سے ہر جگہ ایک شخص کے روزگار کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔جو ہفتہ میں دو

ل

شمع جو دو سخا عاصم بہاری زندہ باد
مخزن حلم و عطا عاصم بہاری زندہ باد
قوم پر تو ہے فدا عاصم بہاری زندہ باد
پیکر مہر و وفا عاصم بہاری زندہ باد
قوم دیتی ہے دعا عاصم بہاری زندہ باد
قوم تنہا خوش نہیں ہے تیری خدمت دیکھکر
غیر بھی مانوس خلق و محبت دیکھ کر
قوم ... ہے تیری ہمت دیکھکر
کر دیا اظہار شارق نے حقیقت دیکھکر
دل سے دیتا ہے دعا عاصم بہاری زندہ باد

"اظہار حقیقت" از شریف الحسن شارق قنوجی، مومن گزٹ ۲۲ر نومبر ۳۸ء۔

دن اخبار تقسیم کر کے بقیہ پانچ دنوں تک ممبر سازی کی مہم میں وقت دیکر ہر ماہ تقریباً ایک ہزار افراد کو آل انڈیا مومن کانفرنس کا ممبر بنا سکا ہے۔

ادھر ملک کے مغربی صوبوں میں بھی تحریک نے تیزی سے زور پکڑا۔ صدر و جنرل سکریٹری نے تعطیلات کرسمس وغیرہ میں سورت، بھڑوچ، احمد آباد، برہان پور، ناگپور، کامٹی اور دیگر اضلاع کے دورے شروع کر دیئے۔ ان دنوں بہار کے اضلاع میں تحریک نے تعلیمی پہلوؤں کو خاص کر کے نشانہ بنانا۔ ہر محلّہ میں لائبریری اور لڑکے لڑکیوں کے اسکولوں کے قیام پر زور دیا جانے لگا۔ ۱۸ر نومبر ۱۹۳۸ء کے ایک نمائندہ جلسہ[1] منعقدہ محلّہ سوہ ڈیہہ بہار شریف نے نوجوانوں نے انجمن ملیہ اور دوا المتیر کو رکو آگے بڑھانے پر خاص کر کے زور دیا۔ مسٹر نظیر الدین اور ان کے احباب نے مولوی محمود حسین (خاصگنج) کے مشورے سے اس کی تفصیلات طے کیں۔ نوجوانان سوہ ڈیہہ کی طرح محلّہ عماد پور کی جمعیت الشبان اور دیگر محلوں کی جمعیتوں نے اپنے رضا کاروں کے ذریعہ عرس مخدوم بہاری محرم اور دیگر اجتماعی مواقع پر خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینا شروع کیا ان نوجوانوں نے میونسپل الیکشن میں تناسب آبادی کے لحاظ سے کانگریس سے ۳ ٹکٹوں کا مطالبہ کیا۔ گذشتہ مرتبہ دو کو ملا وہ کامیاب ہوئے مگر موجودہ الیکشن کے لئے انہوں نے متفقہ طور پر تین افراد[2] کے نام پیش کئے۔

ہزاری باغ کی مومن تحریک خاص طور پر نہایت فعال تھی وہاں کے پر جوش کارکنوں نے پورے جنوبی بہار میں جمعیت کی شاخوں کے قیام کی باقاعدہ مہم چلائی۔ دسمبر ۱۹۳۸ء میں اکابرین بہار کی معیت میں مسلسل دورے اور جلسے ہوئے[3] ان جلسوں میں دیگر تجاویز کے ساتھ ہی مولانا شوکت علی اور مصطفٰی کمال اتاترک کی موت پر تعزیتی تجویزیں بھی منظور کی گئیں۔ ۲۹ر نومبر ۱۹۳۸ء کو جھا جھا میں جمعیۃ المومنین بہار کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے موقعہ پر مقامی جمعیت نے ایک شاندار جلسہ کا بھی اہتمام کیا جسمیں عاصم بہاری خصوصی دعوت پر وہاں شریک جلسہ تھے[4]

---

[1] مومن گزٹ ۸ دسمبر ۳۸ء [2] مولوی محمد احسن، ساکن محلّہ خاصگنج۔ مولوی حکیم عبدالمنان ساکن محلّہ جھجو۔ منشی محمد شفیع۔ ساکن محلّہ سوہ ڈیہہ
[3] مومن گزٹ یکم جنوری ۳۹ء [4] مومن گزٹ یکم جنوری ۳۹ء

۶/دسمبر ۱۹۳۸ء کو انجمن ملیہ محلہ سوڈیہہ کا چودھواں سالانہ جلسہ ہوا جسکی صدارت متولی صفری وقف اسٹیٹ بہار شریف نے کی اس موقع پر معزز ہندو مسلم شرکائے جلسہ نے اس کی لائبریری کو گرانقدر عطیے بھی دیئے۔۱۱/دسمبر کو وزیر انو گرہ نرائن سنہا نے لائبریری کا معائنہ کیا اور ایک خطیر رقم دی۔کالجوں کی طرح اسکولوں میں بھی غریب انصاریوں کی مفت تعلیم کے مطالبات شروع کئے گئے۔بہار کے طرز پر یوپی اور دیگر صوبوں کے کارکنوں نے بھی اپنے حقوق کی بازیافت کی سعی شروع کردی۔اس سلسلے میں صادق حسین سکریٹری جمعیت الانصار ضلع مرادآباد کیا یک خط (مورخہ ۱۴/ستمبر ۱۹۳۸ء بنام رفیع احمد قدوائی وزیر مال وجیل حکومت یوپی) کےجواب کے بعد ذمہ داران مومن کانفرنس نے اپنی آبادی کی سروے[1] اور صحیح اعداد وشمار کے حصول کی طرف خصوصی توجہ صرف کی۔کیونکہ سکریٹری محکمہ مال نے ضروری کارروائی اور سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ذمہ داروں سے یہ "استدعا کی کہ انصار جماعت کی تعداد آبادی ضلع وار اور کل ڈویژن کس قدر[2] بتائی جائے"۔

اس وقت کے ایک اندازے کے مطابق شہر مرادآباد کی انصاری[3] آبادی تقریباً ۳۰/ہزار ضلع کی ۷۰/ہزار اور اوڈیلکھنڈ کمشنری کی پانچ لاکھ کی کل جونپوری بی اے نے ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی روشنی میں پورے صوبہ یوپی کی انصاری برادری کا ایک ضلعوار تخمینہ بھی بڑی محنت سے شائع کیا۔ان کے سروے کے مطابق یوپی کی مجموعی مسلم آبادی ۷۲/لاکھ میں انصاریوں کی تعداد ۹/لاکھ ۹۵/ہزار ۶/سو ۹۱/یعنی کل مسلم آبادی کا حصہ۔اس کثرت کے باوجود پورے صوبہ میں ان دنوں مومنوں کے کل ۷ اگزیکٹیڈ افسر اور ۵۲۶ کلرک تھے۔

---

[1] سروے فارم کے لئے ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۱۶/دسمبر ۳۸
نمبر شمار۔نام مع ولدیت، پورا پتہ۔عمر۔قابلیت۔پاس کرنے کا سن۔کیفیت و۔۳۸ کا سال مومن تحریک کے علاوہ ہر معروف تحریک کے بھی شباب کا دور تھا ایک رپورٹ کے مطابق ۳۵ کروڑ کی ہندوستانی آبادی میں کانگریس کے تقریباً ۳۵/لاکھ ارکان تھے۔اور ۹ کروڑ کی مسلم آبادی میں مسلم لیگ کے ۳ لاکھ ممبران۔

[2] مومن گزٹ ۱۶/دسمبر ۳۸ء

[3] ایک تخمینہ کے مطابق بہار کی انصاری آبادی ان دنوں ۲۵ لاکھ کی تھی۔

[4] مومن گزٹ ۱۶/جنوری ۳۹ء ص:۱۲

انصاریوں کے تعلیمی اقتصادی، صنعتی اور جملہ سماجی مسائل پر مفصل اظہار خیال کے لئے یوپی کی صوبائی جمعیت الانصار کے صدر (ڈاکٹر عبد الرزاق) اور جنرل سکریٹری (مولانا حکیم حاذق اناوی) نے ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو شام کے وقت آنند بھون الہ آبادی میں مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر کرپلانی سے ایک گھنٹہ مفصل گفتگو کی۔

مولانا آزاد نے جملہ مسائل کے حل میں حتی الوسع تعاون کا یقین دلایا۔ انکے علاوہ دیگر صوبوں کے مومن ذمہ داروں نے اپنے یہاں کے وزرا اور حکام سے بھی ملاقاتیں کیں اور اپنے مسائل کے حل میں ان کے ساتھ جو بے انصافی یا بدعنوانی برتی جاتی تھی اس کو وضاحت سے رکھا۔

ادھر وفد کے ساتھ دورہ جاری ہی تھا کہ ابراہیم پور کے جلسہ میں شرکت کی تاکیدی دعوت[1] آئی اور ان کے وطن خاص گنج میں محرم کے موقع پر تعزیہ داروں اور غیر تعزیہ داروں کے درمیان زبردست کشمکش شروع ہوگئی۔ پورا محلہ، پنچایت اور اس کی جائیداد دو حصوں میں منقسم ہونے والی تھی کہ چند سنجیدہ افراد نے عاصم بہاری کو حکم بنانے کی تجویز پیش کی تاکہ اختلافات کس طرح ختم ہوں۔ اس پورے قضیہ کی اطلاع ان کے ایک بھانجے منشی محمد اکرام خاص گنجوی نے دی۔ ۲۱ر مئی ۳۸ء کو موصوف نے تیلیا پاڑہ کی تقریر میں "برادران تیلیا پاڑہ کی آنکھوں کی پٹیاں کھولدیں"[2] اس کے ساتھ ہی دفتر مومن کانفرنس کے مالک مکان، منگلی پرساد نے کرایہ کا تقاضا شروع کردیا۔ کیوں کہ گزشتہ دس ماہ سے بقایا چلا آرہا تھا۔ غرض روپے اور وقت دینے کا ہر طرف سے تقاضا تھا اور انہی دو چیزوں کی قلت تھی۔ مدیر مومن گزٹ ابو عمر ذکریا کانفرنس میں بڑی منت وسماجت کے بعد تو کسی طرح آگئے مگر اس کے بعد جو گئے تو اپنی تنخواہ اور ۵۰ انجی کتابوں کی ادائیگی واپسی کے مطالبہ کا ایک خط صدر مومن گزٹ کے نام لکھا۔ عاصم بہاری کی طرح بال بچوں کو نظر انداز کر کے تحریک کا کام کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔ اس پر حاسدوں کی ریشہ دوانی مستزاد تھی۔ موصوف

---

1. مکتوب محمد صدیق ابراہیم پور مورخہ ۱۶ر مئی ۳۸ء
2. مومن گزٹ ۱۶ تا ۱۷ اکتوبر ۳۸ء

نے اپنے ہم وطنوں اور گھر والوں کے مسائل کو نظر انداز کر کے پوری کوشش کی کہ تحریک پر اختلاف و انتشار کا برا اثر نہ پڑے۔ اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۱۰ر مئی ۳۸ء) میں صدر مومن گزٹ کو پوری دلسوزی کے ساتھ ایک خط لکھا جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔

ابھی الہ آباد کا موعودہ دورہ باقی تھا کہ ضلع مومن کانفرنس دربھنگہ کے مجوزہ اجلاس (۲۵-۲۶-جون ۳۸) میں شرکت و صدارت کی مسلسل درخواستیں آنے لگیں۔ اس پر ذمہ داران دربھنگہ سے پیشگی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کرتے ہوئے عبدالقیوم انصاری کی صلاحیتوں اور ان کے عزم شباب سے استفادہ کرنے پر زور دیا۔ ثبوت میں انہوں نے موصوف کی ڈیہری اور سہسرام کے علاقوں میں تحریکی خدمات کا حوالہ بھی پیش کیا۔ بالآخر خاں بہادر عبدالجلیل ایڈوکیٹ کے اصرار پر کسی طرح دربھنگہ پہنچے اور وہاں پر اجلاس میں کئی کئی گھنٹے تقریر کی۔ اس موقع پر (ملاحظہ ہو روداد۔ مومن گزٹ ۲۴ر جولائی ۳۸ء) عبدالقیوم انصاری نے اپنے خطبہ صدارت میں ''نکات مومنین (چھ) کو جس جرأت کے ساتھ پیش کیا انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

صدر دربھنگہ کانفرنس نے تمہیدی کلمات کے بعد ہندوستان میں مومنوں کی چار کروڑ اور بہار میں چالیس لاکھ (کل مسلم آبادی کا نصف) کے اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد ملک میں برپا ہونے والے سیاسی تلاطم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> ''ملک کے موجودہ حالات کی رفتار دیکھ کر مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ
> اب کانفرنس کو بہت دیر تک سیاسیات سے علاحدہ نہیں رہنا چاہیے۔''[۲]

مگر سیاسی ہماہمی کے ساتھ ہندوستان میں ذات پات کی بیماری نے سماجی کے علاوہ

---

۱ مگر خان بہادر عبدالجلیل ایڈوکیٹ نے بالآخر معذرت قبول نہ کی اور شرکت پر مجبور کر ہی دیا۔ جہاں سے فارغ ہو کر موصوف اجلاس بھدوہی پہنچے۔

۲ خطبہ صدارت ضلع مومن کانفرنس دربھنگہ ۲۵، ۲۶ر جون ۳۸ء برقی پریس، سبزی باغ، بانکی پور پٹنہ۔ ص:۵۔ اس کے قبل ۱۶ر ستمبر ۲۷ء کے اداریہ مومن گزٹ ''ہمارا لائحہ عمل'' اور ۸ر جنوری ۳۸ء ص:۲ پر مومن گزٹ کے اغراض و مقاصد کے ذیل میں ''سیاسیات ہند میں حصہ لینا'' کی صراحت موجود ہے۔

سیاسی پیچیدگیاں بھی اختیار کر لیں۔ اب اسمبلی کونسل کی رکنیت عزت و امتیاز کی ایک نئی بنیاد بن گئی تو یہاں بھی اجارہ داروں نے پیشہ ور برادریوں کی سیاسی بیداری پر اظہار تشویش شروع کر دیا۔ اسے ''فتنہ'' تفریق' جذبات اسلامی کی مخالفت' برادری کی تنگ نظری'' اور خدا جانے کن کن ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ اور اخوت و مساوات پر تقریر و تحریر کے دریا بہائے جانے لگے۔ اس ذہنیت پر موصوف نے اپنے سخت ترین ردِّ عمل[1] کا اظہار کیا۔

ان کاوشوں نے شمالی بہار میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ ۱۰ اگست ۳۸ء کے مدھوبنی میونسپل الیکشن میں انصاریوں کے تین امیدواروں میں دو (منشی نور محمد و منشی عبد) نے زبردست کامیابی حاصل کی (ملاحظہ ہو مومن گزٹ ۱۴ ستمبر ۳۸ء)

۞ ۞ ۞

---

[1] ''حیف صد حیف ان ''اونچے'' لوگوں کی ''پست'' ''ذہنیت پر اور ان ''شریف'' حضرات کی اس ''کمینہ'' حرکت پر۔'' خطبہ صدارت ص:۶

باب یازدہم

انٹرم گورنمنٹ کا پس منظر

برصغیر ہندو پاک کی سیاسی تاریخ میں ۱۹۴۷ء کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جس نے ۱۹۴۷ء اور اس کے بعد کے سیاسی و سماجی اور معاشی دھاروں کا رخ ہی متعین نہیں کیا، بلکہ جس کے اثرات آج تک نہ صرف برقرار ہیں بلکہ اس میں نئی نئی پیچیدگی اور تہداری پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت برطانیہ جنگ عظیم اول کے وقت ہی سے سمجھ چکی تھی کہ ملک میں بڑھتی ہوئی سیاسی و سماجی بیداری اور بین الاقوامی حالات انہیں زیادہ دنوں تک ٹکنے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ اس نے جزوی جمہوری و سیاسی حقوق کو واگذار کرنا شروع کر دیا تھا۔ حقوق کی بازیافت کے ساتھ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان، ماضی قریب کے بعض عارضی خوشگوار تعلقات کے باوجود، دعویداریوں اور تلخیوں میں اضافہ ہوتا گیا، مسلم لیگ خود کو برصغیر کی پوری مسلم آبادی کی واحد نمائندہ سیاسی پارٹی سمجھتی تھی تو کانگریس خود کو ملک کی سب سے بڑی قومی اور ہندو مسلم متحدہ آبادی کی اصل نمائندہ جماعت تصور کرتی تھی۔ دونوں کے درمیان وقت کے ساتھ شکوک و شبہات اور بے اعتمادی کی دیوار مضبوط تر اور بلند تر ہونے کے بعض چھوٹے بڑے تاریخی اسباب بھی تھے، جن میں ملک پر تقریباً آٹھ سو سالہ مسلم حکومت دو سو سالہ برطانوی حکومت کی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی، ملک کا شرکانہ، ذات پات اور تقسیم در تقسیم کا سماجی مزاج، برہمزم، آریہ سماج، ہندو مہا سبھا، لالہ لاجپت رائے اور ساورکر وغیرہ کے فرقہ پرستانہ نظریات مہاجنوں بنیوں، سیٹھ، ساہوکاروں، صنعت کاروں اور جدید سرمایہ کاروں کی منفعت پرستی کے بنیادی رول کو مورخین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء تک آتے آتے ملک کی ہندو مسلم ہر طرح کی سیاسی و سماجی پارٹیوں، جماعتوں اور تحریکوں کو جہاں اچھا

خاصا عروج حاصل ہوا وہیں مذکورہ تاریخی اسباب کا بھی دباؤ بڑھتا ہی گیا۔اس دباؤ کے ردعمل میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء کا الیکشن اور انٹرم گورنمنٹ نے دھماکے کا کام کیا۔ہندوستان نے پرحکومت سازی کے ساتھ ملک کی تعمیر وترقی کا ایک عملی موقع کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کو ملا تھا مگر پچھلے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندو مسلم اتحادویکجہتی کی لئے بڑھنے کے بجائے، نفاق واختلاف میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔موتی لعل نہرو رپورٹ نے برسوں کی جدوجہد اور مسلسل مطالبات کے بعد مسلم اقلیت کے حاصل شدہ حقوق کو صرے سے رد کر دیا مثلاً اقلیتی جان ومال کا تحفظ ملازمتوں میں تیس فیصد ریزرویشن اور جداگانہ حلقۂ انتخاب وغیرہ جس کے نتیجے میں صوبۂ بمبئی میں قدرے کم مگر یوپی میں مسلم لیگ کو الیکشن میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی مگر موتی لعل نہرو رپورٹ نے جب ان حقوق پر خط تنسیخ کھینچ دیا تو مسلم لیگ نے اس پر زبردست احتجاج کیا تھا۔

کانگریس کی کمزوری: ۱۹۳۷ء کی کانگریسی حکومت نے ودیامندر کی فرقہ پرستانہ تعلیم کا آغاز کیا تو اس پر بھی پورے ملک میں مسلمانوں نے احتجاج کیا۔تاریخ کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ ہندوتوا وادیوں نے آج پورے ملک میں تعلیم کے زعفرانی کرن Safronization کی جو مہم چلا رکھی ہے وہ اسی ''ودیامندر'' کے ہزاروں اسکولوں کے نٹ ورک کے ذریعہ۔سرکاری روک کے لفظی اعلانات کے باوجود آج تک اس پھیلتے ہوئے نٹ ورک کو روکا نہیں جا سکا ہے۔۱۹۳۷ء میں انتخابی جیت کے بعد صوبائی حکومت کی تشکیل کے وقت کانگریس نے اپنے ہی وضع کردہ سیاسی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کے بمبئی کا وزیر اعلیٰ (اس زمانے میں وزیر اعظم) مسٹر نریمان چونکہ پارسی تھے اس لئے ان کی جگہ ایک ہندو وزیر اعلیٰ کو نامزد کیا گیا، یہی بے انصافی اور بے اصولی بہار میں برتی گئی ڈاکٹر سید محمود کی جگہ ایک ہندو وزیر اعلیٰ (سری کرشن سنہا) کو نامزد کر دیا گیا۔ان سیاسی واقعات نے عام مسلمانوں کے دل میں یہ شک وشبہ پیدا کر دیا کہ سیاسی ڈنڈی ماری کا اگر یہی حال رہا تو آج انگریزوں کی موجودہ غلامی، کل آزادئ کامل کے بعد ہندوؤں کی غلامی میں نہ

تبدیل ہو جائے۔اس گرد آلود سیاسی فضا کو مسلم لیگ نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے خوب ہوا دی جس کی وجہ سے ملک کے چھوٹے بڑے ہر مسلم علاقے بلکہ کم وبیش ہر مسلم گھرانے میں لیگ اور کانگریس کے دو دھڑے ابھر آئے اور مختلف چھوٹی بڑی سماجی، اصلاحی اور فلاحی انجمنوں، جماعتوں اور تنظیموں پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔آل انڈیا مومن کانفرنس اور مولانا علی حسین عاصم بہاری، نیز ان کا حلقہ اثر بھی خاصا متاثر ہوا۔ چنانچہ ہر جگہ حمایت ومخالفت میں بحث وتکرار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ان حالات میں عاصم بہاری نے کچھ عرصہ تک سرسید احمد خاں کی طرح کارکنان مومن کانفرنس کو موجودہ سیاسی چپقلش سے کنارہ کش رہنے کا بھی مشورہ دیا۔

اجلاس رانچی: بیسویں صدی کی تیسری دہائی ملک کے لئے سیاسی، سماجی اور فکری ابال کی دہائی تھی۔ملک گیر پیمانے پر جابجا ضلعی اور صوبائی مومن کانفرنسوں کا انعقاد ہو رہا تھا۔ گیا میں ۱۹۳۲ء کی شاندار کانفرنس کے بعد ۱۹۳۳ء کی ۱۱-۱۲ اپریل کی تاریخوں میں رانچی ضلع مومن کانفرنس کا شاندار اجلاس ہوا جس میں چھوٹا ناگپور کے علاوہ پٹنہ، چھپرا، بھاگلپور، مونگیر، بہار شریف کے لوگ بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔شرکائے کانفرنس کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔جس کی کامیابی کا سہرا مسٹر آر علی، مولوی افضل حسین سکریٹری، مولانا محمد اصغر، مولوی نصیر الدین الہ آبادی ٹرنک مرچنٹ، منشی محمد ظہور زمیندار ڈورنڈا کے سر مانا جاتا ہے۔

ماہنامہ 'مساوات' پھلواری شریف (مدیر مولوی محمد حفیظ اللہ بانی مسلم ایسوسی ایشن و مسلم اکیڈمی، پھلواری شریف) نے اس کانفرنس کا ایک خصوصی شمارہ اواخر اپریل میں شائع کیا۔رانچی کی اس ضلعی کانفرنس میں مولوی علی حسین عاصم بہاری کی شرکت پر اپنے اداریے میں "مساوات" رقمطراز ہے کہ:

> "مولوی علی حسین صاحب عاصم بہاری کے خاندان میں چند ہی دنوں میں متعدد موتیں ہوئیں لیکن باوجود ان پریشانیوں کے مولوی

صاحب موصوف آل انڈیا مومن کانفرنس کو کامیاب بنانے میں برابر
مشغول رہے۔ ہمیں مولوی صاحب سے دلی ہمدردی ہے اور اللہ تعالیٰ
سے دعا ہے کہ انہیں صبر جمیل عطا کرے‘‘ (ص:۶)

مولوی لطیف الرحمٰن، رئیس گھتیہ گیا نے کانفرنس کی صدارت کی، مسٹر آر، علی، چیئر مین مجلس استقبالیہ تھے۔ کانفرنس میں رانچی اور بہار کے مسلم و غیر مسلم مشاہیر خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد مولوی نصیر الدین صاحب ٹرنک مرچنٹ کے صاحبزادے صغیر احمد ایڈوکیٹ (اس وقت عمر دس سال) نے منشی بشیر الدین بشیر الہ آبادی کی ایک قومی نظم پڑھی جو اسی موقع کے لئے لکھی گئی تھی۔ صدر مجلس استقبالیہ مسٹر آر علی کے بعد، مولوی علی حسین عاصم بہاری، جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس کی ایک پر جوش تقریر ہوئی۔ دوسرا اجلاس تلاوت قرآن پاک کے بعد تقریباً ۸ بجے شب میں شروع ہوا۔ ’’عاصم بہاری نے ایک دلچسپ تقریر کی جسے حاضرین نے نہایت دلچسپی اور توجہ سے سنا‘‘ (مساوات ص:۱۱) سبجکٹ کمیٹی کی میٹنگ ۳ بجے دن میں عاصم بہاری کی حالات حاضرہ کی روشنی میں ایک اہم تقریر ہوئی۔ آخر میں صدر جلسہ نے تجویزوں کو عملی جامہ پہنانے پر زور دیا۔ صلاحیتوں میں اضافہ، نکتہ چینیوں سے اصلاح احوال، احکام اسلامی کی پیروی، دعوت اسلامی کی اہمیت اور ہندو بھائیوں سے (جو کثیر تعداد میں شریک تھے) کہا کہ ’’آپ اصلی معنوں میں ہندو ہو جائیں‘ تو آئے دن کے سارے فساد ختم ہو جائیں‘‘ منشی محمد ظہور صاحب زمیندار ڈورنڈا نے تمام مہمانوں کو اپنی کوٹھی میں ۱۲ اپریل کو دن کے وقت ایک پر تکلف دعوت دی۔

مولوی لطیف الرحمٰن رئیس گھتیہ (چیئر مین لوکل بورڈ) صدر رانچی ضلعی کانفرنس نے اپنے صدارتی خطبے میں اپنی تحریک کا مقصد محض اپنی برادری ہی کی ترقی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ اہل اسلام کی عام فلاح و بہبود کی وضاحت کرتے ہوئے برادران وطن کی ذات پات کے اثرات سے خود کو پاک کرانے پر زور دیا۔

آج بھی ہر مسلم و مومن کا کنبہ ایک ہے
ہوں قبیلے سیکڑوں قبلہ تو سب کا ایک ہے

صدر جلسہ نے اس وقت کی کل مسلم آبادی قریب آٹھ کروڑ میں مومنوں کی آبادی تقریباً پونے چار کروڑ کے وزن ووقار کو اہمیت دیتے ہوئے گاؤں محلے سے لیکر مرکز دہلی تک منظم ہونے کی تاکید کی اور آئندہ کونسل کے انتخاب میں موثر رول ادا کرنے کی اہمیت اجاگر کی۔ مسلمانوں کے سیاسی انتشار کو دور کرنے کے لئے صوبہ بہار میں دیگر مسلم جماعتوں میں سے کسی ایک کا ساتھ دے کر سیاست میں حصہ لینے کا مشورہ دیا۔ اور بہار یونائیٹڈ مسلم پارٹی میں اپنی شرکت کو ''محض ذاتی حیثیت'' قرار دیتے ہوئے خود کو ''ہر وقت مومن کانفرنس کے فیصلے کا تابع'' قرار دیا۔ اپنی صدارتی تقریر ختم کرنے سے پہلے، پریس کی طاقت، اخبار بینی اور حالات حاضرہ پر گہری نگاہ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے ''مساوات'' پھلواری شریف کی بطور خاص ستائش کی۔

۱۲ر اپریل ۳۶ء کو مجلس عاملہ جمعیۃ المومنین صوبہ بہار کا ایک جلسہ زیر صدارت مولانا عبدالمجید ایم۔ اے منعقد ہوا۔ شرکائے اجلاس میں مولوی علی حسین عاصم بہاری موجود تھے۔ اہم ترین تجاویز میں سب سے پہلے آئندہ ہونے والے کونسل الیکشن میں نمائندگی پر کافی غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ کمیٹی کے فیصلہ کی پابندی ہر ضلع کی جمعیۃ پر ضروری ہوگی۔ نیز فیصلہ سے قبل کوئی شخص کونسل کے کسی امیدوار کو کسی قسم کی امداد کا وعدہ نہ کرے۔ انتخابی کمیٹی کی تشکیل بھی عمل میں آئی جس کے ایک رکن عاصم بہاری بھی منتخب ہوئے۔[1]

دیگر تجاویز میں اپنے اپنے علاقہ کی تنظیم کو مضبوط تر کرنے اور اگلے سال منعقد ہونے

---

[1] (۱) مولوی عبدالجلیل وکیل دربھنگہ (۲) مولوی امیر الدین وکیل کٹیہار (۳) مولوی عبداللطیف کلکتیہ گیا (۴) مولوی علی حسین عاصم بہاری (۵) خواجہ محمد وکیل ہزاریباغ (۶) مسٹر آر علی رانچی (۷) مولانا قاری محمد عثمان، دربھنگہ، اس کمیٹی کا کورم تین ممبروں کی حاضری کو متعین کیا گیا اور سکریٹری کمیٹی مولوی لطیف الرحمٰن ٹکتیہ کو مقرر کیا گیا۔

والے آل انڈیا مومن کانفرنس، حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور (مورخہ ۹ تا ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء زیر صدارت مولوی شیخ عبدالعزیز ایڈوکیٹ) میں ہونے والی نمائش کو کامیاب بنانے کی کوشش پر زور دیا گیا۔ تیسری تجویز کی رو سے انتخاب جدید اراکین کے ذیل میں موجودہ عہدیداران کو بحال رکھ کے مجلس عاملہ کے ۲۲ منتخب اراکین[1] کے ناموں کا اعلان کر کے ہر ضلع میں ایک والنٹیر کور قائم کرنے کی چوتھی تجویز منظور ہوئی۔ صدر مجلس استقبالیہ نے اس شاندار جلسہ کی کامیابی پر اظہار تشکر کرتے ہوئے اپنے مسلم غیر مسلم بھائیوں کے تعاون کا بطور خاص نام[2] لیکر تذکرہ کیا۔

کمیونل ایوارڈ: آزادی کے پہلے سامراج مخالف لڑائی کے دور میں مولانا مظہر الحق، ڈاکٹر محمود شاہ زبیر اور پروفیسر عبدالباری جیسے بزرگ سیاستدانوں نے بہار کانگریس کی

ا؎ پروفیسر حافظ شمس الدین منیری ایم اے پٹنہ کالج (۲) ڈاکٹر محمد قاسم نوبت پور (۳) مولوی محمد اسحاق حسن، وکیل گیا (۴) مولوی مختار احمد وکیل دربھنگہ (۵) مولانا قاری محمد عثمان دربھنگہ (۶) مولانا محمد عبدالکریم معروف گنج گیا (۷) مولانا حاجی نعمت اللہ ناتھ نگر، بھاگلپور (۸) مولوی معین الحق، مقامہ (۹) مولوی عبدالرحیم، زمیندار موضع پچار گیا، (۱۰) مولوی فرزند علی کلوتھ مرچنٹ، چھپرہ (۱۱) مولانا ابو اختر محمد اصغر، رانچی (۱۲) مولوی رسول بخش کو مریکٹر گریڈیہہ (۱۳) مولانا عبدالرحیم مدرس اول مدرسہ امدادیہ، دربھنگہ (۱۴) مسٹر آر علی رانچی (۱۵) منشی عبدالغنی، ٹھیکدار کریم گنج، گیا (۱۶) حکیم نورالہدیٰ نورانی دواخانہ، پٹنہ (۱۷) مولوی لطیف الرحمٰن مگھیہ (۱۸) مولوی امداد حسین، ریٹائرڈ، ڈپٹی انسپکٹر (۱۹) مولوی افضل حسین کو مریکٹر، سکریٹری جمعیۃ المومنین، رانچی (۲۰) منشی تاج محمد ہزاری باغ (۲۱) بابو عبدالکریم دھنباد (۲۲) مولوی نعیم الدین جنرل سکریٹری مجلس جمشید پور۔

۲؎ (۱) الطاف حسین خان، سکریٹری انجمن اسلامیہ رانچی (۲) مسٹر کنہیا لال سیٹھ (۳) بابو بھیم راج بنسی دھر (۴) مسٹر کلوٹن اسسٹنٹ منیجر، صاحبزادہ، مہاراجہ چھوٹا ناگپور (۵) کندرپ ناتھ شاہ دیویڈ لال پال کوٹ (۶) موتی سیٹھ (۷) مسٹر ایل۔ ایچ برامٹ سپرنٹنڈنٹ ٹکنیکل اسکول، رانچی (۸) مسٹر ٹی، آر ابھیلر آئی، ای، ایس، ہیڈ ماسٹر ضلع اسکول، رانچی (۹) بابو جدو بیر پرشاد، ایم، اے، بی، ٹی، ہیڈ ماسٹر ٹریننگ اسکول، رانچی (۱۰) بابو جگجیون سہائے ایڈوکیٹ وچیئرمین، رانچی میونسپلٹی (۱۱) مسٹر سیمول برقی وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ، رانچی۔

صدارت اور وزارت کے عہدوں کو زینت بخشی، جن کے ایثار و قربانی، حب الوطنی اور مسلم دوستی کے نقوش تاریخ میں ثبت ہیں۔ اس وقت تک لیگ اور کانگریس کا فرق بہت واضح نہیں تھا، دونوں مل جل کر انگریز سامراج سے ملک کو آزاد کرنے کے خواہاں تھے۔ البتہ ۳۷ء کے الیکشن نے مطلع صاف کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ کون کدھر ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ۳۷ء کا انتخاب کمیونل ایوارڈ کی بنیاد پر جداگانہ انتخاب کے اصول پر ہوا تھا۔ جس کے تحت تمام صوبائی اسمبلیوں میں مسلمانوں کے لئے نشستیں مخصوص کر دی گئی تھیں۔ جہاں سے مسلمانوں کو خاص اپنے ووٹوں سے اپنا نمائندہ چننا تھا، چنانچہ بہت سارے اسباب و عوامل خاص کر مسلم ووٹروں کا سامنا کرنے میں کانگریسی رہنماؤں کی بے ہمتی اور دو دلا پن کی وجہ سے سیاسی مطلع اور بھی ابر آلود ہو گیا تھا اور الیکشن کے نتیجہ سے مسلمانوں کے اجتماعی خیال و رجحان کی کوئی صاف نشاندہی نہ ہو سکی تھی۔ ہاں جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے اس الیکشن نے یہ ثابت کر دیا کہ ان میں نہ ہندو مہاسبھا وغیرہ جیسی فرقہ پرست جماعتوں کی کوئی پوچھ تھی اور نہ سرکار پرست جماعتوں کی۔ ہندوؤں کی بھاری اکثریت بڑی مضبوطی کے ساتھ کانگریس کے پیچھے تھی مگر ہندوؤں کا فرقہ پرستانہ ذہن پردے کے پیچھے سے کانگریسی قیادت کو ہمیشہ متاثر کرتا رہتا تھا۔ یہیں سے ملکی سیاست میں پیچیدگی اور الجھنوں کا ہر روز اضافہ ہی ہوتا رہا۔

الیکشنی منظر نامہ: جہاں تک مسلمانوں کا سوال ہے کانگریس نے سرحد، یوپی اور بہار کو چھوڑ کر کسی صوبہ میں بھی ملک کی ہندو مسلم متحدہ قومیت کی دعویداری کے باوجود براہ راست اپنا امیدوار کسی مسلم نشست پر کھڑا نہیں کیا۔ سرحد کی چالیس مسلم نشستوں میں سے تقریباً نصف پر خدائی خدمت گاروں اور سرحدی گاندھی کے سیاسی اثرات کی وجہ سے کانگریس کا از خود قبضہ بھی ہوا۔ یوپی میں سرکار پرست مسلم تعلقداروں کی پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے کانگریسی مسلمانوں نے پنڈت نہرو اور مولانا آزاد کے مشورے سے مسلم لیگ سے مل کر اسی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور صرف ایک ہی سیٹ پر براہ راست کانگریسی ٹکٹ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پورے ہندوستان میں صرف بہار ہی ایک ایسا صوبہ تھا جہاں کی چالیس

مسلم سیٹوں میں سے اٹھائیس پر انڈیپنڈنٹ پارٹی کا قبضہ ہوگیا، جس کے متعلق ڈاکٹر راجندر پرساد نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ''یہ کانگریسی خیال کے مسلمانوں کی جماعت تھی'' اس کے ماسوا کانگریس نے یہاں مسلم حلقوں سے اپنے براہ راست سات امیدوار بھی کھڑے کئے۔ جن میں سے پانچ کامیاب بھی ہوئے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس چناؤ میں مسلم لیگ بہار سے اپنا ایک بھی امیدوار نہیں کھڑا کر سکی تھی۔ حالانکہ اس نے پنجاب، بنگال، آسام، بمبئی، مدراس، مدھیہ پردیش اور یوپی سے کافی تعداد میں اپنے امیدوار کھڑے کئے تھے اور ایک پنجاب کو چھوڑ کے باقی صوبوں میں اچھی کامیابی بھی حاصل کی تھی۔

مسلم صوبوں میں اصل اہمیت بنگال اور پنجاب کی تھی۔ مگر کانگریس نے دونوں میں سے کسی میں بھی مسلم حلقوں میں اپنا کوئی امیدوار ہی نہیں کھڑا کیا۔ بنگال کی مسلم سیٹیں فضل الحق کی کریشک پرجا پارٹی اور مسلم لیگ میں آدھا آدھی بٹ گئیں۔ اور پنجاب کی تقریباً تمام مسلم سیٹوں پر سرکار پرست یونینسٹ پارٹی کا قبضہ ہوگیا۔ مسلم لیگ وہاں صرف ایک ہی سیٹ جیت سکی تھی۔ اس الیکشن کے پہلے ہی غیر کانگریسی مخلص مسلمان رہنماؤں بشمول مولانا عاصم بہاری وغیرہ میں یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ نئی اصلاحات سے فائدہ اٹھانے کے لئے کانگریس سے تعاون کرنا ضروری ہے چنانچہ کریشک پرجا پارٹی بنگال، انڈیپنڈنٹ پارٹی، اور مسلم لیگ کے الیکشن منی فسٹو اس خیال کو دھیان میں رکھتے ہوئے تیار کئے گئے تھے۔ الیکشن کے دوران اس رجحان میں اور بھی مضبوطی آئی چنانچہ مسلم حلقوں سے اکثریت میں اسی خیال کے لوگ جیت کر آئے بھی جو چاہتے تھے کہ کانگریس کے ساتھ مخلوط حکومت بنا کر نئے اصلاحات سے ملک وملت کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے اور اس الیکشن کے بعد متعدد بار اس کے لئے کوششیں بھی کی گئیں۔ مسلم لیگ نے تو اس کے لئے خاص طور سے زور لگایا۔ بقول تقی رحیم:

کانگریس کی کم ہمتی: ''لیکن کانگریسی رہنماؤں کی طرف سے ان کی پذیرائی نہیں ہوئی۔ چنانچہ خود مولانا آزاد نے کانگریسی رہنماؤں کی اس غلطی کو

اپنی کتاب انڈیا ونس فریڈم میں تسلیم کیا ہے[1]

چنانچہ کانگریس کے اس رویہ کی وجہ سے عام وطن دوست مسلم کارکنوں میں مایوسی کے سبب یہ احساس پیدا ہوا کہ کانگریس کو مسلمانوں کی کوئی خاص فکر نہیں کیوں کہ اولاً تو اس نے اس عام چناؤ میں مسلم حلقوں سے اپنا امیدوار کھڑا نہ کر کے مسلمانوں کو سرکار پرست اور مقامی رجعت پرست لیڈروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا اور جب مسلمانوں کی آزادی خواہ اور ترقی پسند قوتوں نے مقامی حالات کے تحت اپنے طور پر منظم ہو کر کسی حد تک کامیابی حاصل کر کے اس کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا تو اس کی بھی پذیرائی نہیں کی غرضکہ اس کسمپرسی کا سبب اپنی تنظیمی کمزوری کو مان کر کل ہند پیانے پر مسلمانوں کی ایک جداگانہ مضبوط تنظیم کھڑی کرنے کا خیال ان میں پیدا ہوا۔ مسلمانوں کے اس رجحان کو دیکھتے ہوئے مسٹر جناح جو اپنی پارٹی کے بعض رویے کے سبب ناراض ہو کر لندن جا چکے تھے۔ مسٹر لیاقت علی خان اور بعض سینئر لیگی لیڈروں کے اصرار پر ہندوستان واپس آئے مسلم لیگ کی از سر نو تنظیم شروع کی۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندو احیاء پرستانہ رجحان پر مبنی کانگریسی حکومتوں کی غلطیوں سے اس کام میں انہوں نے پورا فائدہ اٹھایا۔ لیکن یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ کانگریسی وزارتوں کے قیام سے فرقہ پرست مسلمان بوکھلا گئے اور وہ اس کے خلاف صحیح اور غلط پروپگنڈہ کرنے لگے کانگریس کے خلاف بدظن ہونے اور پروپگنڈا کرنے میں اس وقت مولانا شوکت علی، حسرت موہانی، ظفر علی خان اور چودھری خلیق الزماں سب سے آگے تھے۔ جنہیں فرقہ پرست تسلیم کرنے کے بعد کسی بھی کانگریسی لیڈر کو غیر فرقہ پرست ماننا مشکل ہو جائے گا۔

عبدالقیوم انصاری کی آمد:۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کانگریس نے اپنی کمزوریوں کے سبب مسلمانوں کی سیاسی بیداری کا کماحقہٗ ساتھ نہیں دیا اور انہیں حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ مزید یہ کہ ۱۹۳۷ء کے پہلے انتخاب تک جداگانہ انتخاب کے تحت متعین مسلم حلقہ انتخاب سے مسلم امیدوار چناؤ لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس وقت تک جو اس سال

---

[1] عبدالقیوم انصاری (حیات اور کارنامے) مرتبہ شاہد رام نگری، پیش لفظ از تقی رحیم ص: ۳۲۵ مارچ ۸۶ء ”

عبدالقیوم انصاری بہار میں اپنی سیاسی خدمات اور قربانیوں کے لیے معروف ہو چکے تھے اور مومن کانفرنس کے پلیٹ فارم پر عاصم بہاری ان کی برابر ہمت افزائی کر رہے تھے، چنانچہ اس انتخاب کے موقع پر پٹنہ کی نشست کے لئے عبدالقیوم انصاری امیدوار بنے مگر ان کی درخواست کو مسترد کر کے مسلم لیگ نے جعفر امام کو ٹکٹ دیا۔ تو موصوف آزاد امیدوار کی حیثیت سے لڑے اور الیکشن ہار گئے۔ یہ شکست عبدالقیوم انصاری کی آئندہ سیاسی زندگی کے لئے نیک فال ثابت ہوئی اور وہ مومن کانفرنس اور مجموعی ملکی و ملی مسائل میں بہار، بنگال اور یوپی تک عاصم بہاری کی مشفقانہ رہبری میں نہایت سرگرم رول ادا کرنے لگے۔ بہار صوبائی جمعیۃ المومنین کے عہدیداران کا انتخاب ہوا تو عبدالقیوم انصاری اس کے صدر منتخب ہو گئے۔ یہیں سے ان کی سیاسی زندگی میں الجھاؤ کی داخلی طور پر ایک نئی صورت پیدا ہو گئی۔ اس وقت تک لطیف الرحمٰن، رئیس نگمئیہ گیا بہار میں مومن برادری کے ایک مقتدر لیڈر اور مسلم لیگ کے بڑے سرگرم کارکن کے طور پر اپنا مقام بنا چکے تھے۔ انہیں عبدالقیوم انصاری کا صوبائی جمعیۃ المومنین کا صدر منتخب ہونا گوارہ نہ ہوا چنانچہ انہوں نے بعض بے سرو پا دستوری اور قانونی اعتراضات کی لم نکال کر اپنی صوبائی صدارت کا علم بلند کر دیا۔ اور بات بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ یہ دو صدارتی مسئلہ آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ تک آپہنچا۔

یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے اولاً اس وقت تک دستور کے تحت صوبائی صدر مجرد اپنے اس عہدے کی حیثیت سے آل انڈیا مومن کانفرنس کا نائب صدر بھی بن جاتا تھا۔ اور دوسری اہم بات یہ تھی کہ اب تک سیال سیاسی صورتحال کی وجہ سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ مومن تحریک کی شرکت و شمولیت اب قطعی طور پر مسلم لیگ کے ساتھ ہوگی یا کانگریس کے ساتھ۔

لیگ یا کانگریس:۔ آل انڈیا مومن کانفرنس کے اجلاس ششم منعقدہ حلیم ہائی اسکول کانپور (اکتوبر ۱۹۳۷) نے اس نازک مسئلہ کو ایک سب کمیٹی کے حوالہ کر رکھا تھا اور انفرادی طور پر ہر فرد کو یہ آزادی دی گئی تھی کہ وہ اپنی پسند کے مطابق جدھر جانا چاہے بے جھجک چلا جائے۔ وقت اور حالات کی نزاکتوں کے پیش نظر یہی تجویز مناسب تھی ورنہ

انتشار و پراگندگی اور دھڑے بندیوں کی تیز و تند آندھی بہت کچھ ملیامیٹ کر دیتی۔

اس اجلاس کے مابعد کے ایام نے مسلم لیگ کی حقیقی ذہنی اور اس کے مخفی اور طلسماتی طریق عمل کی اصلیت کو کچھ اس طرح سے عریاں کر دیا تھا کہ مومن برادری کے ارباب بصیرت نے اس تمام طلسم ہوش ربا کو توڑ کر رکھ دینے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ ان مناظر کے چشم دید گواہ اور مومن تحریک کے ایک بزرگ قائد محی الدین بارابنکوی[1] کے الفاظ میں:

> ''بہار میں جہاں عاصم بہاری علیہ الرحمۃ، عبدالقیوم انصاری اور ان کے رفقاء کار کی مساعی جلیلہ نے دور افتادہ کوردہ علاقوں، تنگ ہوئی سنگلاخ پہاڑیوں اور مہیب گھنے جنگلوں سے بچے ہوئے مقامات میں بسنے والی مومن برادری اور دوسری پیشہ ور برادریوں میں عام بیداری کا صور پھونک دیا تھا۔ وہاں عاصم بہاری بہار اور یوپی خصوصاً کانپور اور الہٰ آباد کے مستعد اور سرگرم جانبازوں نے اس ''قلب وطن'' کی مومن برادری اور دوسری پسماندہ برادریوں کے نیند کے ماتوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا اور چونکا دیا تھا۔ پھر یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بہار کی عام بیداری کے اثرات قدرتی طور پر ایک طرف بنگال خصوصاً کلکتہ پر پڑے اور دوسری طرف یوپی پر، مستزاد یہ کہ عاصم بہاری کی مشیں تک دو دونے بمبئی اور سی۔ پی میں آمادگی اور مستعدی کی مبارک لہر دوڑا دی تھی۔ یہاں تک کہ بقول عاصم بہاری مدراس میں بھی تحریک کی تنظیم کا مسئلہ اٹھ چکا تھا۔
>
> ع نغمے بیتاب تھے تاروں سے نکلنے کے لئے

جمعیۃ الشبان الانصار:۔

یہ نغمے صرف معمر اور باشعور افراد تک محدود نہیں رہے بلکہ تحریک کے دور شباب میں نوجوانان انصار نے بھی ''جمعیۃ الشبان الانصار'' اور خواتین نے ''زنانہ سیکشن جمعیۃ الانصار''

---

[1] بحوالہ۔ عبدالقیوم انصاری۔ مرتبہ شاہد رام نگری ص: ۱۷۰ میں:

وغیرہ کی بھی داغ بیل ڈالنی شروع کر دی۔ اکتوبر ۳۸ء میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ (منعقدہ کانپور) میں بہار کے دو صدارتی قضیہ کا معاملہ سامنے آیا تو وہ منظر دیدنی تھا لطیف الرحمٰن خود نہیں آئے، ایک عدد برقیہ بھیج کے معذرت کر لی بعض پرانے اکابرین انصار بشمول صدر ظہیر الدین انبالہ کی درپردہ حمایت کے باوجود کثرت رائے سے عبد القیوم انصاری صدر بہار تسلیم کئے گئے۔ دسمبر ۱۹۳۹ء بمقام گورکھپور کے آل انڈیا اجلاس (زیر صدارت مسٹر ظہیر الدین انبالہ) بعض باہمی بدمزگیوں کے باوجود "انصار پارلیمنٹری بورڈ" کی تشکیل بھی عمل میں آئی۔

"آل انڈیا مومن نوجوان کانفرنس کا اجلاس ۱۹/ اپریل ۱۹۴۰ء کو پٹنہ میں ہوا۔ مگر اجلاس گورکھپور کے تقریباً ساڑھے تین مہینے کے بعد اسی مومن نوجوان کانفرنس کے کھلے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ظہیر الدین انبالہ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس نے اس نوجوان تنظیم سے متعلق بعض شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔ اور اعلانیہ شدید طنز کے تیر ونشتر چلائے۔ اس نوجوان تنظیم کے صدر محی الدین بارایٹ وہاں موجود تھے جن کے سرپرستوں اور ساتھیوں میں عاصم بہاری کے علاوہ، عبد القیوم انصاری مسٹر عبد الجلیل ایڈوکیٹ (دربھنگہ) ابو الشمس عبد الغفور "انعام الرحمٰن، عبد الرزاق اور حافظ منظور حسین بطور خاص تھے۔ چنانچہ بحیثیت صدر نوجوان تنظیم محی الدین کو برسر اجلاس اس نئی تنظیم کی وضاحت اور اصل تنظیم آل انڈیا مومن کانفرنس سے مکمل وفاداری کی یقین دہانی کرانی پڑی۔

تجویز پاکستان کے خلاف پہلی آواز:۔ ۲۳/ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ نے اپنے لاہور سیشن میں "تجویز پاکستان" کو منظور کرلیا تھا جس کے خلاف سب سے پہلی منظم مدلل، مربوط اور گرجدار آواز ۱۹/ اپریل ۴۰ء (مومن نوجوان کانفرنس کے اجلاس منعقدہ پٹنہ اور مابعد کی تاریخوں کے مختلف اجلاسوں میں اٹھائی گئی۔)

بیسویں صدی کی تیسری دہائی ختم ہوتے ہوتے، تحریک مومن کانفرنس تیزی سے ملک گیر ہوتی گئی۔ دوسرے بہت سے اکابرین تحریک تو مقامی طور پر یا آس پاس کے اضلاع

یا صوبوں میں آتے جاتے رہے مگر عاصم بہاری بانی تحریک کی بے پناہ خطابت، حسب موقع سنجیدہ کے ساتھ مزاحیہ انداز بیان لطیفوں اور چٹکلوں کی پھوار سے سامعین کو مسحور کردینے کی خداداد صلاحیت کی وجہ سے انہیں ملک گیر دورے کرنے پڑتے تھے، ادھر ان کی گرتی ہوئی صحت، گھریلو پیچیدہ مسائل اور سیاسی ہلچل کے ساتھ ساتھ شمال کے ساتھ جنوبی ہند کے دوروں نے ان کی صحت مومن گزٹ کی اشاعت اور بعض تحریکی امور کو بھی متاثر کیا۔

زنانہ سیکشن جمعیۃ انصار:۔ ۴۱-۱۹۴۰ء میں کلکتہ، مضافات کلکتہ، بنگال کے کئی مقامات، بہار کے متعدد دور افتادہ علاقوں اور جنوبی ہند کے کئی شہروں میں ضلعی اور مقامی نوعیت کے اجلاس منعقد ہوتے رہے۔ ۱۹ر جنوری ۴۱ء کو ضلع ہزاریباغ کے کھیر گاؤں میں زنانہ سیکشن ضلع جمعیۃ مومن انصار ہزاریباغ کا اجلاس دوم منعقد ہوا جس کی صدارت زیتون اصغر (دختر مولانا محمد اصغر پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ) اہلیہ ہیڈ مولوی ہزاریباغ ضلع اسکول نے کی۔ مجلس استقبالیہ کی صدر بیگم معینہ غوث تھیں۔ خطبہ استقبالیہ میں انہوں نے بتایا کہ کانفرنس کی تحریکیت کے سبب لڑکیوں کا زنانہ مکتب قائم ہوا۔ دیسی کرگھہ کے بنے ہوئے کپڑوں کا استعمال بڑھا۔ "مومن گزٹ" کی خواتین خریدار بنیں۔ مطالعہ کا شوق بھی پروان چڑھنے لگا اور آل انڈیا مومن کانفرنس کے منظم ہونے کا ذوق خاصا بڑھا۔ صدر استقبالیہ نے اپنے خطبہ میں اس اہم امر کی جانب صوبائی اور مرکزی مومن کانفرنس کو متوجہ کیا کہ عنقریب مردم شماری کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے مگر اس جانب قوم کو کسی اجتماعی پلیٹ فارم سے متوجہ نہیں کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے انکشاف کیا کہ مسلم لیگ کے کارکن مومنوں کو بہکا رہے ہیں کہ وہ اپنی ذات نہ لکھوائیں اور گمراہ کن حوالہ بنگال گورنمنٹ کے کسی خیالی سرکلر کا دیتے تھے۔ اسی طرح بہار مردم شماری محکمے کے حوالے سے یہ افواہ اڑائی گئی کہ ذات شماری کے لئے سرکار کے پاس 689 روپے جمع کرانے ہوں گے انہوں نے فرمایا کہ دسمبر ۴۰ء کے اخباروں میں بہار مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے نامزد ممبروں کے ذات پات کے ساتھ نام نکلے مگر مومنوں کو اپنی

برادری کے اظہار پر معتوب و مطعون کیا گیا۔ نیز تحریک کے سبب مومن طلبہ کے کالجوں کی فیس کی معافی اور تعلیم یافتہ مومن نوجوانوں کو پہلی بار ڈپٹی اور سب ڈپٹی مجسٹریسی کے عہدوں پر بحال کیا گیا۔

صدر لیڈیز مومن کانفرنس زیتون اصغر اپنی بچی کے سانحہ وفات اور اپنے اختلاج قلب کے باوجود خواتین کے تحریکی جوش و خروش سے متاثر ہو کر شریک کانفرنس ہوئیں اور تعلیم نسواں کی تیز تر ترقی پر اظہار مسرت کیا اور اسے ایک "معجزہ" سے تعبیر کیا اور تعلیم نسواں کے نادان مخالفوں کی خوب خبر لی۔ تحریکی فوائد کو جتاتے ہوئے موصوفہ نے مستقل مزاجی کے ساتھ لوگوں کو متحرک رہنے کی تلقین کی۔

اجلاس بتیا چمپارن:۔ اسی سال ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ اپریل (۴۱ء) کو بتیا چمپارن میں بہار صوبائی مومن کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ صدر مجلس استقبالیہ حافظ دین محمد رئیس چن پٹیا تھے۔ اپنے مطبوعہ[1] خطبے میں موصوف نے ہندوستان میں حضرت مومن عارف ابن عبد الرحمٰن انصاری، ابن جلال الدین، ابن ابوالحسن انصاری، بعہد محمد شہاب الدین غوری قصبہ منیر شریف سے انصاریان ہند کی آمد کے آغاز کا تذکرہ کرتے ہوئے بہار کے مختلف علاقوں کے انصاریوں کے احوال اور ان کی آبادی (تقریباً ۴۰ لاکھ سے زائد صرف بہار میں) کی طرف بھی اشارہ کیا، بھاگلپور کی صنعت پارچہ بافی، روز بروز اس کے انحطاط اور ناخواندگی پر لوگوں کو متوجہ کیا۔ اکابرین انصار میں سب سے پہلے مولانا علی حسین عاصم بہاری کا تذکرہ کرنے کے بعد کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ مذہبی شعار کی کمزوریوں، ذاتی اور افتخار نسبی پر ملامت اور مراسم کی بیخ کنی اور ہندوستان کی بہ عموم کے زیر اثر بعض علماء نے غریب مسلم پیشہ وروں کے خلاف ان کی تضحیک و تذلیل کا بڑی دردمندی سے مدلل جواب دینے کی کوشش کی اور "غایات النسب" نامی مضحکہ خیز تصنیف کے بعض اقتباسات پر اظہار افسوس کیا:

---

[1] طابع و ناشر تبارک حسین انصاری جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ دفتر جمعیۃ المومنین، چمپارن، بتیا محلہ ٹولیا رٹولہ، برقی مشین پریس، مراد پور، پٹنہ

مثلاً: (۱) "جس شخص نے جولاہے کے گرگہ کو دیکھ لیا وہ پاگل ہو گیا۔ جس نے جولاہے کے ساتھ بات چیت کی اس کے منہ سے بدبو آوے گی اور جو شخص جولاہے کے ساتھ چلا وہ کنگال فقیر ہو جائے گا" وغیرہ۔

حد تو یہ ہے کہ بعض من گھڑت احادیث لکھ کے فتنہ پروری کی انتہا کی گئی ہے۔

مثلاً: (۲) "تم میں سے جو شخص ایسا زمانہ پاوے جس میں جولاہے علم حاصل کریں پس تم وہاں سے بھاگو بھاگو (۳) تجارت پیشہ لوگ اور کاشتکار، درزی، نائی، قصائی، رنگریز، کھٹیرے وغیرہ یہ سب بدترین انسان ہیں، کیوں کہ ان کی عقلیں سلب کر لی گئی ہیں اور ان کی کمائی سے برکت اٹھالی گئی ہے۔"

صدر استقبالیہ نے اس امر پر بطور خاص اظہار افسوس کیا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے ثقہ بزرگ نے مندرجہ بالا ہفوات کوئی کی تائید کی ہے اور مصنف "غایات النسب" کو شاباشی دی ہے۔ اتنا ہی نہیں اپنی مشہور کتاب "بہشتی زیور" میں مولانا نے مسئلہ کفو پر روشنی ڈالتے ہوئے "مسلم قوم کا بٹوارہ کر کے نیچ اونچ کی بدترین فضا قائم کر دی جس پر آج کے مسلمانوں کا عمل درآمد ہے۔"

صدر استقبالیہ نے اس ضمن میں نسل پرستی پر مبنی افتراق بین المسلمین کو ہوا دینے والی تحریروں اور کتابوں کے نام تک گنائے ہیں مثلاً: احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے دو تین رسالے، مولوی طیب صاحب دیوبندی کی مختلف تحریریں، قاضی تلمذ حسین کا "جولاہہ نامہ" اور حامد حسین صدیقی الہ آبادی کا "فتنہ جولاہہ" وغیرہ جیسی سخت دل آزار تصانیف۔ آخر میں مومن انصار اور عام مسلم پیشہ ور بھائیوں کو بیدار، متحد اور کل مومن اخوۃ کے جذبے سے کام لینے کی اپیل کی گئی ہے۔ آخری صفحہ (۱۶) پر "تشکریہ" کے زیر عنوان، مختلف، ذیلی کمیٹیوں، اداروں، کارکنوں اور مخلص غیر مسلم مقامی مشاہیر کے تعاون کا بھی نام بنام تذکرہ کیا گیا ہے۔

نمونتاً چند نام اس طرح ہیں: عالی جناب منیجر بتیاراج بابو پٹن بہاری ورما، جناب ایس، ڈی، او بتیا وغیرہ۔

صوبۂ سی پی مالیگاؤں اور برہان پور کا دورہ:۔ عاصم بہاری نے معمول کے مطابق صوبہ سی پی اور مالیگاؤں کے دورے کی ایک یادداشت تیار کی جوان کے کاغذات میں مل گئی۔ حسب تحریر موصوف یکم مارچ ۱۹۴۱ء گیارہ بجے الٰہ آباد ایکسپریس سے دوبارہ برہان پور تشریف لائے، سیٹھ محمد ابراہیم صدر جمعیۃ المومنین، مسٹر ذکی احمد جنرل سکریٹری، مسٹر آ سی، مسٹر نثار اور اکثر اصحاب استقبال کے لئے موجود تھے۔ سیٹھ شاہ محمد کے مہمان خانے میں پہنچتے ہی سینکڑوں برادران اور کارکنان آموجود ہوئے اور شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مگر ''مقامی ٹھیکداران قیادت'' کے درمیان کھلبلی مچ گئی اور احمقانہ حرکتوں پر آمادہ ہو گئے کبھی لایعنی پروپیگنڈے کرتے کبھی جلسہ کر کے مقامی ذمہ داروں پر طرح طرح کے الزامات تراشتے عاصم بہاری کی آمد پر اس روز انہوں نے ایک متوازی جلسۂ عام کا اعلان کردیا۔ مگر شام سے بارش کا سلسلہ شروع ہوگیا اس لئے جلسہ ملتوی کردیا گیا ادھر عاصم بہاری کی آمد پر کئی سو اصحاب جلسہ قیامگاہ پر ۱۲ بجے رات تک رہے۔

دوسرے دن ''سرپرستی اور الف ممبر سازی'' کا کام ہوا، پانچ حضرات بروقت الف ممبر ہوئے اور چھ سات صاحبان نے آخر تاریخ یا اپریل میں فیس ممبری ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ سرپرستی کے لئے تمام لوگوں کے خیال میں سیٹھ شاہ محمد، کا نام مناسب تھا مگر اتفاقاً موصوف شہر سے باہر تھے۔ شب میں ہندوستانی مسجد کے سامنے ''مومن میدان'' میں نہایت شاندار اجتماع ہوا جس میں مسلمانان شہر کے علاوہ برادران وطن کی خاصی تعداد شریک جلسہ تھی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد سیٹھ محمد ابراہیم نے حسب موقع ایک تازہ نظم سنائی جس سے لوگ خاصے محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد محمد ذکی، محمد شجاعت اور محمد لطافت کی مختصر تقریروں کے بعد عاصم بہاری پرجوش نعروں اور شہر کے مختلف افراد اور اداروں کی طرف سے پھولوں کے ہار اور گلدستوں تحفوں کی وصولی کے بعد دو گھنٹے تک ایک موثر تقریر کی جس میں سی پی کے مومن بھائیوں کی موجودہ پستی، ناگپور، کامٹی، جبل پور میں پرجوش آمادگی عمل کی طرف

اشارے فرمائے۔ دوران تقریر کچھ شر پسندوں نے خلفشار مچانے کی کوشش کی مگر عاصم صاحب کی جادو بیانی اور حاضر دماغی سے فتنہ دب گیا اور ایک بجے رات میں جلسہ بخیر وخوبی تمام ہوا۔ مگر مہمان خانے میں ۲ بجے شب تک مہمانوں کا تانتا بندھا رہا۔ یوں سوتے جاگتے رات گذر گئی کیونکہ ۹ بجے دن کی ایکسپریس ٹرین سے موصوف کو مالیگاؤں جانا تھا۔ شیدایان عاصم اور جانثاران مومن کانفرنس کا ہجوم انہیں اسٹیشن تک رخصت کرنے آیا۔ عاصم بہاری نے اپریل ۴۱ء میں ایک وفد اور کارکنوں کے ایک قافلے کے ساتھ پھر سی۔ پی آنے کا وعدہ کیا۔ یوں مالیگاؤں، ضلع ناسک کے بعد، مولانا عاصم بہاری، شام کے وقت متماغڈ سے بذریعہ لاری دوبارہ تشریف لائے۔

مسٹر جناح کی تردید:۔ اپریل ۴۲ء کے پہلے ہفتہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس الہ آباد میں منعقد ہوا اور ٹھیک انہی تاریخوں میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کی نشست کانپور میں ہوئی۔ مسٹر جناح نے اب تک کسی موقع پر انصاریان ہند سے متعلق کوئی بیان نہیں دیا تھا مگر مومن کانفرنس کے ہندوستان گیر عوامی اثرات سے خواہ کسی درجہ کی بھی لیڈر شپ ہو اس کا متاثر ہونا فطری تھا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی صدارتی تقریر میں انصاریوں کے بارے میں جو بیان دیا اسے صدر آل انڈیا مومن نوجوان ایسوسی ایشن محمد محی الدین بار ایٹ لا[1] نے، اعلان پاکستان کے بعد اس بیان کو انصاریوں کے لئے ایک چیلنج تصور کیا۔ مسٹر جناح کے بیان کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:

"(۱) ملک کے طول وعرض میں مومن برادری کی مجموعی تعداد ۴۵ لاکھ ہے۔

(۲) اور یہ پوری تعداد مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔"

کانپور میں اراکین مجلس عاملہ کی نشست کے موقع پر محمد محی الدین بار ایٹ لا، عبد القیوم انصاری اور حافظ منظور حسین ایک ہی کمرہ میں مقیم تھے۔ ۷ یا ۸ اپریل ۴۲ء کے اخبارات میں مسٹر جناح کی وہ تقریر شائع ہو گئی تھی۔ محی الدین اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ پہلے، میٹنگ کے کمرے میں پہنچے تو وہاں مسٹر ظہیر الدین انبالہ اور دیگر اراکین حلقہ

---

[1] بحوالہ۔ عبد القیوم انصاری ۸۵۔۱۸۴ء

سے شغل کرتے ہوئے غیر رسمی گفتگو کے دوران بہار اور یو پی میں مومن تحریک اور بالخصوص بہار میں لیگ کے خلاف مومنوں کے رویے پر شدید کرب و اضطراب کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ جس پر محی الدین نے بڑی صاف گوئی سے حقائق کو بیان کر کے اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔ البتہ اس "منحوس سین" کا تذکرہ انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے نہیں کیا کیوں کہ یہ "کرپس مشن" کا زمانہ تھا۔ انہیں دہلی پہنچنا تھا اور بہت سے ضروری مراحل طے کرنے تھے۔ عبدالقیوم انصاری اور مقصود عالم انصاری تو ہراول کے طور پر دہلی، روانہ ہو گئے وہاں (دہلی) ڈاکٹر عبدالرزاق اور حاجی عبدالحمید (خازن آل انڈیا مومن کانفرنس) موجود تھے۔ محی الدین ۸ار اپریل کو شب کی گاڑی سے ظہیر الدین انبالہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس تمام مدت کانپور سے دہلی تک کے سفر میں اور دہلی کے دو روزہ قیام کے دوران محی الدین بار بار، صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کی حیثیت سے ظہیر الدین سے مسٹر جناح کے مذکورہ بیان اور چیلنج کے خلاف ایک بیان اخبارات کو جاری کرنے کے لئے متوجہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کاغذ اور قلم بھی ان کے سامنے رکھ دیے مگر وہ ٹالتے ہی رہے اور مسٹر جناح کی تردید میں کوئی بیان دینے سے گریز کیا اور:

"بالآخر انبالہ پہنچ کر بیان جاری کرنے کا وعدہ فرما کر مجھے خاموش کر دیا"۔[1]

مجلس عاملہ کی نشست کے بعد ۱۲ر اپریل ۴۲ء کو محی الدین کلکتہ پہنچے، مسلسل کئی شب و روز موصوف نے اخبارات میں ظہیر الدین کا جب کوئی تردیدی بیان نہیں دیکھا تو انہوں نے خود تحریک کی طرف سے مسٹر جناح کے "چیلنج" کو قبول کرتے ہوئے اپنا ایک بیان پریس میں جاری کر دیا اور اس بیان کی ایک کاپی مسٹر جناح کو رجسٹرڈ ڈاک سے روانہ کر دی۔ ملک کے پریس نے اس بیان کو بہت اہمیت دی جس کے اسباب و وجوہ ظاہر ہیں۔ محی الدین صاحب کا بیان یہ ہے کہ مومن کانفرنس کا پورا کیڈر اور ارکان عام مسلم لیگ کے بھید بھاؤ کی منافقانہ پالیسی سے برگشتہ اور اس کے خلاف تھے مگر بعض سینئر ارکان، در پردہ لیگ

---

[1] عبدالقیوم انصاری ص: ۱۸۶ تک

کے حامی تھے۔ محی الدین ۲۲؍اپریل کو کلکتہ سے تیزپور (آسام) کے لئے روانہ ہو گئے تو وہاں ۳۔۴؍روز کے اندر ہی ظہیر الدین انبالہ کا ایک مکتوب ان کے ہوڑہ کے پتہ سے ہوتا ہوا تیزپور پہنچا جو انگریزی میں چھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس کے ضائع ہو جانے پر محی الدین نے اظہار تاسف بھی کیا کہ اگر وہ خط موجود رہتا تو ''مسٹر ظہیر الدین کی صدارت کے مسموم اثرات'' کا دستاویزی ثبوت ہوتا[1] ان کے مقابلے میں عبدالقیوم انصاری وغیرہ کی تحسین کرتے ہوئے اسی تناظر میں موصوف رقمطراز ہیں کہ:

''بے شک بڑے افسوس کی بات ہے کہ تحریک نے نہ تو کوئی عاصم بہاری پیدا کیا اور نہ یوپی نے دوسرا ریاض الدین''[2]

محی الدین نے اپنا مضمون جس واقعہ سے شروع کیا تھا اسی سلسلے کی آخری کڑی پر ختم کیا یعنی مسلم لیگ نے پٹنہ میں عبدالقیوم انصاری کے مقابلے میں جعفر امام کو ٹکٹ دیکر بہاری مومن کانفرنس کی پوشیدہ کانگریس کی حمایت کو نہ صرف واضح کر دیا بلکہ لیگ مخالف بھی بنا دیا۔ مگر تقسیم ملک کے بعد پاکستان کی تشکیل کی مضر خرابیوں کو بالآخر خود جعفر امام مرحوم نے بھی تسلیم کیا۔

''پاکستان کا بٹوارہ مسلمانوں کے لئے برا ہوا میں اب پچھتاتا ہوں۔ تقسیم ملک کے مطالبہ کے سبب تباہیاں اور بربادیاں ہوئیں'' (جعفر امام)

پٹنہ ۲۴؍مارچ ۱۹۶۱ء (ڈاک سے) آج بہار کونسل میں ایک ممبر کے مطالبہ جھارکھنڈ کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے، جناب جعفر امام وزیر جیل اور بحالیات نے پہلی بار پاکستان بنوانے پر افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ پاکستان کا قیام بہت برا ہوا۔ اس سے بڑی تباہیاں اور بربادیاں ہوئیں اور میں اپنے کئے پر پچھتاتا ہوں۔

---

[1] ایضاً ۱۸۷ء [2] عبدالقیوم انصاری ص: ۱۸۷

جناب جعفر امام نے مزید کہا کہ ہندوستان کی تقسیم بالکل غلط کارروائی تھی۔ پاکستان کی تشکیل پر تمام مسلمان پچھتا رہے ہیں"
(روزنامہ آزاد ہند ۳۰؍مارچ ۱۹۶۱ء ماخوذ از صدائے عام، پٹنہ)"

مومن کانفرنس کے اندر لیگ اور کانگریس کشمکش:۔ یہ صحیح ہے کہ بیسویں صدی کے وسط یا تیسری دہائی سے سیاسی ابال کے ساتھ ہی مومن کانفرنس کی اکثریت کانگریس کی ہمنوا ہو چکی تھی مگر کچھ عرصہ تک سیاسی افق پر دھندلاہٹ کے سبب مومن کانفرنس کے داخلی کیڈر کے درمیان اس ابہام کی وجہ سے جابجا باہمی کشمکش کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔ مگر جعفر امام اور عبدالقیوم انصاری کشمکش کے بعد کم از کم بہار اور بنگال میں کانگریس کے حق میں مطلع صاف ہو چکا تھا۔ البتہ لطیف الرحمٰن نے دستوری آڑ میں کچھ دنوں تک لیگی حمایت کو اپنی بے جا صدارتی عہدے کے بل پر آگے بڑھانے کی کوشش کی مگر کانپور میں منعقدہ (۱۹۳۸ء) آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ نے عبدالقیوم انصاری کے بہار کے حق صدارت کو تسلیم کرنے کے بعد لطیف الرحمٰن اور ان کے لیگی ہمنواؤں کو نظر انداز کر دیا تھا مگر لطیف الرحمٰن نے اس کے باوجود کچھ دنوں مسلم لیگی اخباروں کے سہارے کوشش ناکام جاری رکھی۔ اس پر اخبار "تیج" دہلی نے اپنا اداریہ مورخہ ۹؍اپریل ۴۲ء کو "مومن اور مسلم لیگ" کے عنوان سے شائع کیا۔

عاصم بہاری کا موقف:۔ عاصم بہاری نے اس اداریہ کو دیکھ کے مدیر تیج کو "مومنوں کی حق پرستانہ حمایت کے لئے شکریہ کا جو دلچسپ خط لکھا[1] اس کے کچھ پر لطف اقتباسات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ لیگ کے اخباروں میں شائع شدہ "بیان لطیف" میں مومن کانفرنس کے غیر سیاسی مقصد وجود پر جو خامہ فرسائی کی گئی تھی تاریخی حوالوں سے اس کی تردید کرتے ہوئے عاصم بہاری نے وضاحت کی کہ:

غیر آئینی ایجی ٹیشن سے سروکار نہ رکھتے ہوئے مومن کانفرنس نے تمام سیاسی معاملات میں حصہ لینے کا فیصلہ ۱۹۳۵ء میں کر لیا تھا"

اسی طرح ان کے بعض تاریخی حوالوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے

[1] حسن اتفاق کہ اس خط کا ڈرافٹ "باقیات عاصم بہاری" میں راقم الحروف کو مل گیا تھا۔

ہوئے دکھتی ہوئی رگ پر اس طرح انگلی رکھی ہے:

"بات اصل یہ ہے کہ جب سے مومن تحریک شروع ہوئی ٹھیکداران لیڈری کی ٹولیوں میں زلزلہ پڑ گیا ہے"

مخالفین کی متعلقہ خواہش اور کوشش کے باوجود تحریک روز افزوں ترقی کرتی گئی۔لطیف صاحب کے دعویٰ صدارت بہار پر ماسٹ (Permanent) پر عاصم بہاری صاحب نے طنزاً "پیپر منٹ" (ایک قسم کی ٹافی) سے تعبیر کیا ہے اور صراحت کر دی کہ:

"چونکہ اس قسم کے اعلانات سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ لطیف الرحمٰن صاحب ایم،ایل،اے کو ان کی پئے در پئے غلط روی وغلط کاری ومومن تحریک کو نقصان پہنچانے کی عرصہ سے دوسروں کا آلۂ کار بن جانے کی وجہ سے ۳۸ء کی تا دیبا تمام کمیٹیوں کی رکنیت وعام ممبری سے خارج کر دیا گیا ہے۔خود ان کے وطن علاقہ مدن پور کی جمعیۃ المومنین تحصیل اورنگ آباد کی جمعیۃ ضلع گیا کہ جمعیۃ المومنین صوبۂ بہار مومن کانفرنس آل انڈیا مومن کانفرنس کی رکنیت عاملہ وغیرہ سے علاحدہ کر دیا گیا ہے۔اس وقت تو وہ ایک آنہ سال کے عام ممبر آل انڈیا کے نہیں ہیں......

......اب آپ نہ تو کہیں نمائندگی میں ہیں، نہ کسی انجمن کی رکنیت وعہدے پر۔لوکل بورڈ کی چیرمینی وڈسٹرکٹ بورڈ ممبری، گیا شہر کی میونسپل کمشنری، ہر جگہ سے "سابق" ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہاں "بیوہ اسمبلی" کے زندہ شوہروں میں ضرور ہیں، اگرچہ لڑائی کی وجہ سے عدت کے قبل ہی نان نفقہ بند ہو گیا ہے۔مگر "بغیر سیندور کی مانگ" ایم،ایل،اے باقی ہیں۔"

لطیف الرحمٰن کے صدارتی دعوے کو چیلنج کرتے ہوئے عاصم بہاری نے مسلسل

سوالات کر کے ان کی زیر صدارت تنظیم کے پروگرام، ممبران عاملہ اور الحاق کردہ شاخوں کے نام بتانے کو کہا۔ مزید یہ کہ موصوف کسی چھوٹے یا بڑے مقام بلکہ اپنے وطنی علاقے میں بھی مومن کانفرنس کا کوئی پروگرام کر کے دکھادیں۔ اور اس طنزیہ جملے پر اس اخباری مراسلہ کو ختم کیا ہے: کہ

> ......آپ نے یہ اعلان اکثر کیا ہے کہ ننانوے فیصدی مومن انصار برادری مسلم لیگ میں شریک ہے صرف ایک فیصدی باقی رہ گئی ہے۔ تو کیوں نہیں اپنی شمولیت کا اعلان کر کے سو فیصدی پوری کر دیں۔"

مکتوب بنام مدیر تیج دہلی، از عاصم بہاری
جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس

مورخہ ۱۰ ار اپریل ۱۹۴۲ء

مجلس عاملہ آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ پانی پت کے فیصلے:۔

راغب احسن[1] نے پانی پت میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کی پانچ روزہ[2] چلنے والی نشست کے فیصلوں کی ارسال کردہ ایک نقل (مورخہ ۳۰ ار اپریل ۴۲ء) سے معلوم ہوا کہ عاصم بہاری اس اہم نشست میں بھی موجود تھے[3]۔ اس نشست میں مسلم لیگی اثرات کا غلبہ محسوس ہوتا ہے۔ یوں بھی وہ دور لیگی و کانگریسی سیاسی گرد اور اس کی دھند سے اٹا پڑا ہوا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ پھر جلد ہی مطلع صاف ہو گیا جیسا کہ اوپر کچھ تفصیل، پیش کی گئی۔ پانی پت میں منعقدہ اجلاس کے فیصلوں کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] راغب احسن کلکتہ یونیورسٹی کے فارغ "انگریزی صحافی اور مسٹر محمد علی جناح کے بڑے فعال سکریٹریز میں تھے۔ موصوف بہار کے رہنے والے تھے۔

[2] ۲۵ تا ۲۹ ار اپریل ۱۹۴۲ء [3] دیگر شرکائے نشست (مورخہ ۲۵ تا ۲۹ ار اپریل ۴۲) میں۔ محمد ظہیر الدین صدر، حافظ عبدالحمید خازن، محمد حسنین، بشیر احمد، مولا بخش، منشی عبدالرزاق، علی حسین عاصم بہاری جنرل سکریٹری، امیر حسن، منشی عبدالرزاق، محمد ظفر اور ڈاکٹر ایم اے انصاری۔

(۱) کل ہند مومن کانفرنس کی یہ مجلس عاملہ مسٹر عبدالقیوم انصاری کے پریس میں جاری کردہ بیان مورخہ ۸ر اپریل ۴۲ء پر حیرت اور تشویش کا اظہار کرتی ہے، جس میں موصوف نے مجلس عاملہ دہلی کے حوالے سے ایک غیر اصولی حوالہ دیا ہے جبکہ حقیقتاً وہاں کی کسی کمیٹی میں اس طرح کی کوئی تجویز منظور ہی نہیں ہوئی تھی لہٰذا اس حرکت پر کمیٹی ان کی مذمت کرتی ہے۔

(۲) آل انڈیا مومن کانفرنس کی یہ مجلس عاملہ ملک کی سیاسی پارٹیوں کے اس طرز عمل پر اظہار اطمینان کرتی ہے جس کی رو سے سر کرپس مشن کے ذریعہ حکومت برطانیہ کا لایا ہوا ڈرافٹ، ریزولیوشن رد کر دیا کیوں کہ اس کے ذریعہ ملک کے عوام کے جائز مطالبات کی تکمیل نہیں ہوتی اور سر کرپس مشن کے پریس بیان کی مذمت بھی کرتی ہے۔ یہ مجلس یقین کامل رکھتی ہے کہ جب تک حکومت برطانیہ بلا کور کسر ہندوستان کی آزادی کا اعلان نہیں کرتی اس وقت تک جاری دوسری جنگ عظیم میں ہندوستانیوں کا اشتراک و تعاون ناممکن ہے۔

ہندوستان اور اس کے حلیف جملہ خطرات کے پیش نظر ہم یہ بحد ضروری سمجھتے ہیں کہ:

(الف) ہندوستان کی دفاع پورے طور پر مرکز میں قومی حکومت کو سپرد کی جائے تا کہ ان کے درمیان کامل اتفاق و ہم آہنگی پیدا ہو۔

(ب) دوران جنگ مختلف صوبوں میں بھی مشترکہ حکومت قائم کی جائے تا کہ وہ صنعتی، زراعتی اور مزدور طبقات بشمول مومنوں کے تمام اہل حرفہ متحدہ طور پر موجودہ تصادم اور کشمکش پر فتح یاب ہو سکیں۔

یہ کمیٹی حکومت وقت کو آگاہ کرتی ہے کہ موجودہ جنگ و جدال میں حکومت برطانیہ اور ہندوستانی عوام کے حق میں بہتر یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان بے اعتمادی و بے اطمینانی کی فضا کو ختم کیا جائے۔ اور ملک کو آزادی اور جمہوریت سے ہمکنار کیا جائے۔ مجلس کو اندیشہ ہے کہ اگر فوری اقدام نہ کیا گیا تو ملک بھر میں بے اطمینانی بڑھے گی جس سے جنگ طول پکڑے گی اور آخری فتح دور تر ہوتی جائے گی۔

مجلس یہ بھی طے کرتی ہے کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے آئندہ آٹھویں اجلاس کا انعقاد دہلی میں، درگا پوجا چھٹی کے ایام میں ہو۔

از طرف ایم۔اے۔ انصاری، جوائنٹ سکریٹری کل ہند مومن کانفرنس دہلی، مورخہ ۳۰؍اپریل ۴۲ء

یوپی صوبائی مومن کانفرنس:۔ کا انعقاد ۶ تا ۸؍ جون ۴۲ء عمل میں آیا۔ تو مومن گزٹ ۱۹۴۲ء نے اس کی کاروائیوں، تجاویز اور عہدیداروں کے نئے انتخاب کی تفصیل کے علاوہ آمد و صرف کے مفصل حسابات کو بھی شائع کیا ہے۔ دن بھر دھوپ کی شدت اور سخت ترین گرمی کے سبب تینوں دن رات ہی کے وقت "عام اجلاس" منعقد ہوا۔ دن کے وقت صوبائی ورکنگ کمیٹی سبجکٹ کمیٹیوں، ضلع جمعیۃ بجنور کا جدید سالانہ انتخاب اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کی کاروائیاں بھی اس سے پہلے کے شمارے میں شائع ہو چکی تھیں۔

اجلاس اول: ۶؍ جون ۹ بجے رات کو تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔ شیخ محمد ظہیر الدین وکیل انبالہ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کی خدمت میں ضلع جمعیۃ الانصار کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ خطبہ استقبالیہ شیخ عبدالعزیز کنٹریکٹر چیئرمین مجلس استقبالیہ نے پڑھا۔ افتتاحی کلمات میں صدر آل انڈیا مومن کانفرنس نے کانفرنس کی سیاسی، ملکی اور اپنی داخلی پالیسی پر ایک موثر تقریر کی۔ تلاوت و نظم خوانی کے بعد ایک ذہین طالب علم عبدالرشید نے مذہبی مکالمہ پیش کیا جس میں برادران وطن کے جذبات کی رعایت نہیں رکھی گئی تھی اس لئے حاضرین میں بہت سے لوگ بدحظ ہوئے، دوسری شب **اجلاس دوم** میں مولانا عاصم بہاری جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس نے اپنی مفصل و موثر تقریر میں اپنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے معترضین کو تشفی بخش جوابات دیئے۔ **اجلاس سوم** ۹؍ جون کو رضا کاروں، اسکاؤٹ دستوں، اور نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں کو انعامات سے نوازہ گیا۔ مسٹر عبدالقیوم انصاری سکریٹری کانگریس کمیٹی، مسٹر اختر الایمان بی۔اے اور حکیم بشیر جہاں آبادی کی تقریریں ہوئیں۔

۸؍جون کی شب میں اراکین ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس وصوبائی جمعیۃ کی ایک پرتکلف دعوت، حافظ محمد ابراہیم سابق وزیر حکومت یوپی نے کی تھی۔

جدید انتخاب کے عہدیداروں میں ریاض الدین احمد الہ آباد صدر، عبدالرزاق، فیروز آباد، نائب صدر، مصطفی حسن گورکھپور جنرل سکریٹری منشی محمد شفیع الہ آباد جوائنٹ سکریٹری اور حبیب الرحمٰن بجنور اسسٹنٹ سکریٹری عبدالواحد، نگینہ، خازن کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان کے علاوہ ممبران مجلس عاملہ کی تعداد ۱۵ تھی جو یوپی کے مختلف شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔

سبجکٹ کمیٹی نے کئی اہم تجویزیں منظور کیں۔ مثلاً حکومت یوپی سے مطالبہ کیا گیا کہ مومن برادری کے تناسب آبادی کو ملحوظ رکھ کر تمام سرکاری و نیم سرکاری ملازمتوں میں مومنوں کی تقرری عمل میں لائی جائے۔ اسی طرح مختلف سرکاری و نیم سرکاری کمیٹیوں، بورڈوں اور اداروں میں مومنوں کو بھی نمائندگی دی جائے۔ تیسری تجویز میں حکومت بہار کے طرز پر یوپی کے پرائمری، سکنڈری اسکولوں اور کالجوں کے مومن طلباء کو مفت تعلیم دی جائے۔ نیز انڈسٹریل اور ٹکنیکل تعلیم حاصل کرنے والے مومن طلباء کو وظائف دیئے جائیں۔ مزید یہ کہ پٹنہ یونیورسٹی کی طرح کورٹ اور سینٹ میں بھی مومنوں کو منتخب کیا جائے۔ یوپی کے تمام اضلاع میں مومن اسکاؤٹس کے لئے یکساں یونیفارم اختیار کرنے کی بھی ایک تجویز منظور کی گئی۔ امن کمیٹیوں کے ذریعہ تمام ماتحت جمعیتوں کو تحفظ اور خود اختیاری اور قیام امن کی کوششوں کو تیز تر کرنے اور خدمت خلق کی بھی تجویز لائی گئی۔ صوبائی دستور العمل پر نظر ثانی کے آٹھ رکنی سب کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ آخر میں جمعیۃ کی صوبائی مجلس منتظمہ کے لئے ۴۰ ممبران کا انتخاب عمل میں آیا۔

مجلس عاملہ یوپی صوبائی جمعیۃ الانصار:۔ کا اجلاس اول ۹؍اگست ۴۳ء بوقت ۲؍بجے دن بدرالتھکدہ مولوی ریاض الدین کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دوسرا اجلاس ۸؍بجے شب سے ایک بجے شب تک جاری رہا جس میں حکیم بشیر احمد کے بعد مولانا عاصم بہاری نے بھی ایک موثر تقریر کی۔ اسی اجلاس میں صوبائی سکریٹری مصطفی حسین کا بعض معذوریوں کے

سبب استعفیٰ نامہ پیش ہوا تو ان کی مخلصانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے افسوس کے ساتھ مجلس نے اسے منظور کیا اور ان کی جگہ پر مسٹر احسان اللہ آنریری مجسٹریٹ کو مامور کیا گیا۔ ہر کمیٹی کو ہدایت دی گئی کہ وہ اپنی ماہانہ رپورٹ صوبہ کا تبدیل شدہ دفتر محلہ اتالہ، الہ آباد منشی محمد شفیع جوائنٹ سکریٹری کے پتہ پر بھیجا کریں۔

۲ر اگست ۴۲ء کو بہار صوبائی جمعیۃ المومنین کی مجلس عاملہ کا اجلاس بمقام عشرت منزل، عالم گنج، گلزار باغ پٹنہ میں زیر صدارت عبدالقیوم انصاری منعقد ہوا۔ شرکائے ممبران ورکنگ کمیٹی میں مولوی ابوالاحد محمد نور ایم۔ ایل سی، احمد ظہیر الحق ایڈوکیٹ جنرل سکریٹری، رضاء الرحمٰن انصاری سکریٹری، حافظ منظور حسین خازن بہار صوبائی جمعیۃ المومنین کے علاوہ دیگر ارکان بھی موجود تھے۔

منظور شدہ تجاویز:۔ (۱) بہار صوبائی مومن کانفرنس کی تیسرا سالانہ اجلاس بمقام ڈہری آن سون ضلع شاہ آباد میں بتاریخ ۸ر تا ۱۰ر نومبر منعقد کیا جائے۔

(۲) تمام ابتدائی اور ضلعی جمعیتوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی کمیٹیوں کا جدید انتخاب ۲۰ر اکتوبر تک مکمل کرلیں۔

(۳) دستور اساسی پر نظر ثانی کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی۔[1]

(۴) شاہ آباد ضلع اور بہار شریف ٹاؤن کی مردم شماری جلد مکمل کرلی جائے۔

(۵) ڈسٹرکٹ جج بہار کو توجہ دلائی گئی کہ صغریٰ وقف کمیٹی بہار شریف میں مومن جماعت سے کم از کم دو ممبروں کو نامزد کیا جائے۔

(۶) بہار صوبائی مومن ڈیفنس کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی جو صدر سمیت نو افراد بشمول مولانا عاصم بہاری پر مشتمل تھی۔

(۷) ضلعی جمعیتیں بھی ڈیفنس کمیٹی بنالیں۔

(۸) ڈاکٹر راجندر پرساد کے دعوت نامے برائے شرکت کانگریس کانفرنس اور ڈیفنس کمیٹیوں کے اشتراک عمل کے طریقہ کار پر غور وخوض کے لئے صوبائی مومن کانفرنس

---

[1] ابوالاحد محمد نور، عبدالرزاق، رضاء الرحمٰن انصاری، اور صدر جمعیۃ بہار

کے دو نمائندوں عبدالقیوم انصاری اور احمد ظہیر الحق ایڈوکیٹ کو نامزد کیا گیا۔

(۹) پورے صوبہ بہار کا دورہ کرنے کے لئے ایک وفد کے ممبروں[1] کو نامزد کیا گیا جس میں مولانا عاصم بہاری کا نام شامل تھا۔

مومن گزٹ کے اسی شمارے میں ایک دلچسپ رپورٹ بعنوان ''کانگریس کے ضبط کئے گئے کاغذات'' کی تفصیل بھی شائع ہوئی تھی۔ جو گاندھی جی کی ایک تجویز پیش کردہ، آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس (۲۷ر اپریل ۴۲ء) میں زیر بحث آئی تھی۔ جسے حکومت نے کسی بنا پر آل انڈیا کانگریس آفس الہ آباد پر اچانک دھاوا کر کے کچھ سامان کے ساتھ اٹھالیا تھا۔ اس دستاویز کو حکومت نے شائع کردیا تھا اسی کا وہ متن ہے۔ جس میں اکابرین کانگریس پارٹی کے مباحث، نام بنام شائع ہوئے تھے۔

آل انڈیا مومن کانفرنس کا اجلاس ہشتم:- اگرچہ کانفرنس کی تاریخیں ۲۳، ۲۴، اور ۲۵ر اپریل متعین تھیں لیکن انہیں تاریخوں میں چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بھی منعقد ہونا قرار پا گیا اس لئے مجبوراً مومن کانفرنس کی تاریخیں حکومت وقت نے ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ر ۴۳/۱۹۴۳ء منظور کیں جسے ارباب کانفرنس نے ''گورنمنٹ کا بیجا اور غیر منصفانہ رویہ صریح طور پر کارکنان لیگ کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ'' قرار دیا، مزید یہ کہ حکام نے مومن کانفرنس کو جلوس کی اجازت نہیں دی جس سے ہزاروں باوردی انصاری اسکاوٹس کی حد درجہ دل شکنی ہوئی جبکہ مسلم لیگ کو جلوس نکالنے کی اجازت دی گئی۔ بہت سے ڈیلیگٹس سابقہ تاریخوں کے اعلانات واشتہارات اور دعوت ناموں کے بموجب قبل کی تاریخوں میں آکے واپس ہو گئے۔

مختلف صوبہ جات سے تقریباً دو ہزار، ڈیلیگٹس اور پندرہ ہزار انصار مہمان شریک اجلاس ہوئے، ہر کھلے اجلاس میں شرکائے کانفرنس کی تعداد ۲۵ تا ۵۰ر ہزار سے کم نہ تھی۔ ہر اجلاس کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ ہزاروں خواتین بھی شریک اجلاس ہوئیں۔ ان کے لئے

---

[1] دیگر ارکان میں: عبدالقیوم انصاری، مولوی عبدالجلیل، ایم، اے، مولوی ابوالاحد محمد نور ایم ایل سی، اور مولانا قاری محمد عثمان تھے۔ بحوالہ مومن گزٹ کانپور ۸ر اگست ۴۲ء

[2] ہفتہ وار مومن گزٹ کانپور، کانفرنس نمبر ۱۶ر مئی ۴۳ء ص: ۱۲

علاحدہ پنڈال سے متصل پردہ کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ دوسرے اجلاس سے جگہ کی قلت کی بناء پر پنڈال کو بڑھانا پڑا۔ ایک ہزار سے زائد انصار اسکاوٹس نے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں حیرت انگیز نظم ونسق کا اظہار کیا۔ مختلف صوبہ جات کے تقریباً سولہ اسکاوٹ گروپس تھے۔ ڈاکٹر محمد عبدالرزاق انصاری الٰہ آبادی جوائنٹ سکریٹری وانچارج مجلس استقبالیہ تھے۔ نشرواشاعت کے فرائض عبدالقیوم انصاری صدر جمعیۃ المومنین بہار نے ۲۲ راپریل ۴۳ء ہی سے سنبھال لئے تھے۔ حکیم حاذق خاں امادی، سابق میڈیکل آفیسر گورنمنٹ، محاسب آل انڈیا مومن کانفرنس نے اپنی میڈیکل پریکٹس بند کرکے ۲۱ راپریل ہی سے کانفرنس کے شفاخانے کا چارج سنبھالنے کے علاوہ فراہمی فنڈ کے لئے مختلف اضلاع کا دورہ بحیثیت امیر وفد بھی کیا۔

ورکنگ کمیٹی کا اجلاس:۔ ۲۶ راپریل ۴۳ء کو صبح دس بجے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا شام کے وقت صدر آل انڈیا مومن کانفرنس مولوی محمد ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالہ تشریف لائے تو ان کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ اجلاس کا اہتمام عزیز پارک (جو شیخ عبدالعزیز مرحوم سابق صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کی یادگار میں قائم کیا گیا تھا) متصل ہارڈنگ لائبریری، دہلی میں کیا گیا تھا۔ صدر محترم کو انصار اسکاوٹس نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ محمد بشیر صاحب چونکہ وقت پر تشریف نہ لاسکے۔ اس لئے رسم پرچم کشائی ابوالاحد محمد نور، ایم، ایل، سی بہار نے ادا فرمائی۔ اسی دن رات کے دس بجے کانفرنس کا اجلاس اول منعقد ہوا۔

خطبہ صدارت:۔ اجلاس اول میں تلاوت کلام پاک، حمد ونعت اور قومی ترانوں کے بعد صدر آل انڈیا مومن کانفرنس مولوی محمد ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالہ نے اپنا پرمغز اور پرجوش خطبہ صدارت پیش کیا۔ ملک بھر میں پچھلے ۴۔۵ برسوں میں جو زبردست سیاسی جوش وخروش پیدا ہوا اس نے جہاں بہت سے پرانے ابہام اور ابر آلود مطلع کو صاف کیا وہیں نئی گتھیوں اور مزید الجھنوں کا اضافہ بھی ہوا۔ خود صدر کانفرنس کی سیاسی فہم اور رویں میں خاصا فرق واقع ہو چکا تھا۔ موصوف نے اپنے مطبوعہ خطبہ میں فرمایا کہ:۔

''ہم آج ۱۹۳۹ء کے ہندوستان کو بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔
اس تین چار سال کے عرصہ میں دنیا میں جو تغیرات رونما ہوئے ہیں ان
کا تصور انسان کو لرزہ براندام کر دیتا ہے، جہاں جنگ نے دنیا کا نقشہ
بدل دیا ہے۔ ہندوستان میں ایک مکمل ذہنی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔
سارا ملک حصول آزادی کے لئے بیتاب ہے[1]

اس کانفرنس کو موصوف نے ایک غریب، مظلوم اور پسماندہ طبقہ کے حقیقی جذبات ارتقاء اور منظم مساعی کا آئینہ دار، تحریک وطنیت کے اٹھتے ہوئے شباب کے تندو بے پناہ جذبے کی ماں قرار دیا اور اسلامیان ہند کی عظیم الشان سیاسی انقلاب کا اسے مکمل ثبوت بتایا۔ اس امر پر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ''اس دور کشمکش و اضطراب میں ہم روز افزوں قوت حاصل کر رہے ہیں۔''

غالباً اسی قلب ماہیت کی بناء پر مولوی محمد ظہیر الدین ایڈووکیٹ انبالہ کو مسلسل تیسری بار صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا۔

موصوف نے ان دنوں جاری دوسری عالمی جنگ اور ملکی سیاسی ہیجان کے تناظر میں ہر ہندوستانی کے ذہن کا سب سے سلگتا ہوا سوال اٹھایا کہ:

''موجودہ جنگ کے بعد ہمارا کیا انجام ہوگا؟ آیا ایک ہمہ گیر آزادی[2]
ہم کو حاصل ہوگی یا محض آزادی کا ایک ستم ظریفانہ نقش باطل ہوگا۔''

بعض برطانوی وزرا کے ظالمانہ اعلانات اور استعماری پالیسی پر اکابرین مغرب کی منافقت کو صدر اجلاس نے پوری بے باکی سے بے نقاب کیا۔ مسلم لیگی سیاست میں ''ایک فرضی اور غیر حقیقی مذہبی اتحاد کے نام پر'' پسماندہ مسلمانوں کے ساتھ سیاسی یتیموں کا سا برتاؤ اور کھلونے کی طرح زیر اقتدار رکھنے'' کی پرفریب سیاست کا بھی پول کھولا۔ انہوں نے برہمنی ذات پات کے نظریہ سے متاثرین مسلم لیڈر شپ کو بھی مطعون کیا۔ مگر لیگ کی طرح کانگریس کا ایک بازو بھی جس طرح استحصالی سیاست کا کل سے آج تک عادی رہا ہے۔ اس کے پیش

---

[1] خطبہ صدارت، اجلاس ہشتم مورخہ ۲۶ اپریل ۴۳ء منعقدہ دہلی ص:۳ [2] ایضاً

نظر صدر اجلاس نے واشگاف انداز میں کہا کہ:۔

''مسلم لیگ قوت واختیارات کی اتنی ہی پرستش کرتی ہے جتنی کہ کانگریس، اور سرمایہ داری واجارہ داری کی ایسی ہی نمائندگی کرتی ہے جیسی کی ''ہندومہا سبھا''......اور یہ سب کے سب آمریت اور شخصیت پرستی کے دلدادہ اور پرستار ہیں۔ [1]

آل انڈیا مومن کانفرنس پر عرفی شرفا کا اعتراض ''افتراق بین المسلمین اور ''پاکستان'' کے پرفریب نعروں کا تجزیہ کرتے ہوئے ''ہندو ہندوستان ''اور ''مسلم ہندوستان'' پر کڑی تنقید کی اور تحریک خلافت کے زمانے میں افغانستان کے پٹھانوں نے علمبرداران ہجرت کے خلاف جو شرمناک رویہ اختیار کیا تھا اس کا حوالہ بھی دیا اور لیگی تضاد خیالی کو یہ کہہ کے قائل کیا کہ

''جو صوبے تحفظ کے محتاج نہیں انہیں تو ہر خطرہ سے مصئون و مامون کردیا جائے لیکن ان بے چاری مسکین بھیڑوں کو جو سلامتی کی زیادہ سے زیادہ مستحق ہیں انہی ہندو بھیڑیوں کے حوالے کردیا جائے جن کی حکومت کے خاتمے پر لیگیوں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ ''یوم نجات''[2] منایا تھا اور گذارش کی کہ للّٰہ اس پاکستانی تحریک کے ماتحت ہندو انڈیا کے ہندو مسلمانوں کے درمیان تلخی، معاندت، دشمنی اور منافرت کے جذبات نہ بھڑکائیں۔''

انبالہ اور پنجاب کا حوالہ دیتے ہوئے سر سکندر مرحوم اور وزیر اعظم (اعلیٰ) چھوٹو رام، نیز ''یونینسٹ پارٹی'' اور خود لیگیوں کی اندرونی چپقلش کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

جب صورت حال یہ ہے تو ہم جو کل یقیناً ہندوؤں کے رحم وکرم پر چھوڑے جانیوالے ہیں کیوں مسلم لیگ کے نصب العین سے ہٹ کر ایسی راہ عمل اختیار نہ کریں جو ہمارے مستقبل کے حق میں ایک سازگار فضا پیدا کردینے کا پیش خیمہ ثابت ہو۔[3]

---

[1] خطبہ صدارت ص:۶ [2] ص:۷ ایضاً ص:۸ [3] ص:۷ ایضاً ص

موصوف نے ''پاکستان یا اکھنڈ ہندوستان (بھارت) ''کو عملی سیاسیات میں بے بنیاد بتایا اور مسئلہ کا صحیح حل ایک ''وفاق یا تجمیع'' ''فیڈریشن پر موقوف بتایا۔ نیز جاری جنگ میں فتح کو اپنا نصب العین بنانے کے ساتھ انہوں نے ''محوری اور اتحادی طاقتوں'' کی ''استعماریت اور نام نہاد جمہوریت'' کی حقیقت کو بھی عریاں کر دیا۔ ان دنوں ''جاپانی یلغار ہندوستان کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی اس لئے حکومت وقت اور سیاسی ہند'' دونوں کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ مل بیٹھ کر ایمانداری کے ساتھ اپنی مشکلات کا کوئی حل تلاش کریں تا کہ موجودہ کشاکش ختم ہو جائے، اور جنگ بھی فتح و کامرانی کی رہین منت بن سکے''۔

انہی دنوں افریقہ میں گورے حاکموں کی سیاسی بے ایمانی کی وجہ سے وہاں جو کالا قانون پاس کیا گیا تھا۔ اس کی آواز بازگشت ہندوستانی پریس کے علاوہ اس خطبہ صدارت میں بھی سنائی دی۔

صنعت پارچہ بافی کے ضمن میں ''حیکٹ فائنڈنگ کمیٹی'' کی رپورٹ کو موصوف نے ''ایک لچر اور بے سود دستاویز'' قرار دیا۔ جس میں دستی کرگھوں کی ترقی کو کپڑے کی ملوں کے لئے نقصان دہ ثابت کیا گیا تھا۔ سوت کی قلت مناسب قیمت کا تعین اور ان کی تقسیم کے نظام کار کو نظر انداز کرتے ہوئے سرمایہ داری اور مل مالکوں کی پوری طرفداری بھی کی گئی تھی، البتہ آخر میں کرگھے والوں کی کچھ اشک شوئی کے لئے ایک ''ہینڈ لوم بورڈ'' تشکیل دینے کی سفارش کی گئی مگر غریبوں کے تمام جائز مطالبات کو ''پرلے درجے کی بے اعتنائی کے ساتھ ٹھکرا دیا گیا۔ جنگ کی وجہ سے بطور خاص اشیائے خوردنی کی گرانی کے بارے میں حکومت کی بے حسی کو قابل افسوس بتایا۔

مومنوں کی ہمہ گیر بیداری اور روز بروز منظم تر ہونے کے نتیجے میں اس کانفرنس کے پیغام کو آزاد ہندوستانی ریاستوں میں رہنے والے مومن انصار بھائیوں تک پہنچانے کی بھی تاکید کی گئی اور کانفرنس میں ایک ایسی کمیٹی کی تشکیل کی سفارش کی جو ریاستوں میں رہنے

۱۔ خطبہ صدارت ص: ۱۲

والے بھائیوں کے صحیح حالات سے واقفیت حاصل کرے۔ ختم کلام میں حاضرین کو ان کی روز افزوں ذمہ داریوں کے پیش نظر ''ایک زبردست استقامت، عزم راسخ اور بے پناہ جذبۂ خدمت وایثار کی ضرورت'' پر بھی زور دیا۔

نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے اندر، ہمت وجرأت، بے باکی و بہادری پیدا کریں اپنی اجتماعی قوت کو اس طرح فروغ دیں کہ بڑے سے بڑے حملے کا منھ پھیر دیا جائے۔ ہر ایک انسان کی طرف، دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا جائے اور کسی کی غلامی ہرگز قبول نہ کی جائے۔ اور ایمان ویقین کی روشنی میں اپنے تابناک اور درخشاں مستقبل کی تعمیر کی جائے۔

صدارتی خطبے کے بعد اے، سعید انجینئر بمبئی، جنرل سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس کی ایک جامع اور مبسوط تقریر ہوئی اور رات کے تین بجے کانفرنس کا پہلا اجلاس غیر معمولی کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

اجلاس دوم:۔ ۲۷؍اپریل ۴۳ء کو صبح سے دس بجے تک انصار اسکاوٹس کے بینڈ وغیرہ کے ساتھ حیرت انگیز تنظیمی مظاہرے ہوتے رہے۔ ۱۰ بجے سے ایک بجے تک سبجکٹ کمیٹی کی پہلی نشست پھر تین بجے سے چھ بجے شام تک دوسری نشست جاری رہی اور رات کے دس بجے کانفرنس کا کھلا اجلاس دوم شروع ہوا۔ حافظ محمد مصطفیٰ بہاری کی تلاوت کلام پاک اور اختر الایمان، مائل خیرآبادی وغیرہ کی قومی نظموں کے بعد سبجکٹ کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز ۱ تا ۱۴ منظور ہوئیں۔ آخر میں حکیم بشیر احمد، جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس نے مومن تحریک کی تاریخ پر مدلل، مبسوط اور سیر حاصل تقریر کی جسے حاضرین نے گہری دلچسپی سے سن کے پسند کیا۔

اجلاس سوم:۔ ۲۸؍اپریل ۴۳ء صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک پھر ایک بجے سے تین بجے تک اسکاوٹس کے مختلف کھیل تماشے اور ورزشیں وغیرہ جاری رہیں۔ جس میں بنوٹ، جمناسٹک، پھری، گدکا وغیرہ کے کرتب دکھائے گئے۔ بعد ازاں صدر محترم نے اسکاوٹس

وغیرہ کو انعامات تقسیم کیے۔شام کو پریس کانفرنس میں ممبران ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس اور تمام نمائندگان پریس شریک ہوئے۔اس پریس کانفرنس نے مخالفین وحاسدین کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیوں اور افواہوں کی دھند کو صاف کر دیا۔رات کے ٹھیک دس بجے کھلے اجلاس کی کاروائی عمل میں آئی۔

اس اجلاس میں تجاویز ۵تا۱۵ پیش ہوکر پاس ہوئیں۔اس کے بعد تاج الدین انصاری لدھیانوی نے "پاکستان اسکیم" پر ایک سیر حاصل اور مبسوط تقریر کی۔دوران تقریر صدر کے چندے کی اپیل پر چاروں طرف سے روپے برسنے لگے اور بہت سی پیشکشیں بھی آنے لگیں جن کا سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔صدر کی اختتامی تقریر میں مومن کانفرنس کی پالیسی تحریک کے منشاء ترک رسومات وفضولیات اور خدمت خلق کے موضوعات پر موثر نکات پیش کئے گئے اور بتایا گیا کہ "اب مومن کانفرنس نے اپنا نصب العین "مکمل آزادی ہند" قرار دیا ہے۔"

تجاویز جو ۲۷۔۲۸/اپریل ۴۳ء کے اجلاس میں منظور ہوئیں:۔ (۱) مخلصین آل انڈیا مومن کانفرنس کے سات مرحومین کے لئے تعزیت بشمول مولوی عبدالعزیز ایڈوکیٹ دھولیہ سابق صدر آل انڈیا مومن کانفرنس (منجانب صدر) تجویز (۲) مولانا ابوالکلام آزاد کی رفیقہ حیات کی موت پر انتہائی رنج وغم کے اظہار کے ساتھ حکومت ہند کے اس غیر انسانی رویہ کی شدید مذمت کی کہ آخری لمحوں میں بھی ان سے ملاقات کی اجازت نہ دی۔

(۳) ساڑھے چار کروڑ کی مومن انصار قوم کی آبادی کے پیش نظر ایسا کوئی بھی آئین یا سیاسی تصفیہ یا سمجھوتہ انہیں ہرگز قبول ومنظور نہیں ہوگا اگر ان کی حمایت حاصل نہ ہو۔(محرک عبدالقیوم انصاری، موئد: ابوالاحد محمد نور ایم ایل سی، بہار)

۱۳؎ ملک کی موجودہ سیاسی کشاکش اور مختلف جماعتوں کی رقابتوں کی وجہ سے مستقل خلفشار اور الجھاؤ برپا تھا اس لئے کانفرنس کی پالیسی اور پروگرام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسری سیاسی جماعتوں سے تعلق قائم رکھنے کی آزادی تھی مگر اب مومنوں کا کوئی ابتدائی ممبر دیگر سیاسی

جماعتوں کا ممبر نہیں رہ سکتا۔ اگر پہلے سے ہے تو ان جماعتوں سے مستعفی ہو کر علاحدگی کا اعلان کر دے اور اس کی اطلاع مومن کانفرنس کے دفتر میں کر دے۔ (محرک: مسٹر اے سعید بمبئی۔ موئدین مولوی نظام الدین الہ آباد ڈاکٹر محمد اسلم چودھری شاہجہاں پوری)

(۵) مومن کانفرنس کی تنظیم ملک میں ایک باوقار حیثیت اختیار کر چکی ہے لہٰذا ارکان کانفرنس نام نہاد مذہبی اختلافات (شیعہ، سنی، وہابی، حنفی، رضائی، بریلوی، دیوبندی وغیرہ) سے خود کو بچائے رکھیں۔

(۶) یہ اجلاس حکومت پنجاب "مسلم مساوات بل" کے خلاف جن دو دفعات کو برقرار رکھا ہے اس کی مذمت کرتا ہے کیوں کہ یہ اسلامی روایات کے برخلاف ہیں۔

(۷) حکومت مدراس کی قائم کردہ "ویورز کوآپریٹیو سوسائٹی" کے طرز پر دیگر حکومتیں بھی پارچہ بافوں کو مل کی قیمت پر بروقت سوت سپلائی کرے، نیز سوسائٹی کے قیام میں حکام مدد کریں حسب ضرورت مومن کانفرنس سے بھی استمداد اور مدد حاصل کرتے رہیں۔

(۸) جنگی ماحول اور سیاسی تعطل کے پیش نظر حکومت ایک متحدہ وقاع قائم کرے، قیدیوں کو رہا کیا جائے اور ایک نیشنل حکومت مرکز میں قائم کر کے اسے تمام حقیقی اختیارات تفویض کیے جائیں۔

(۹) جنوبی افریقہ کی تاریخ گورے حاکموں کے ظالمانہ قوانین سے داغدار ہے، اتحادی متحارب قومیں اور قوتیں پچھلی نصف صدی سے شرمناک ظلم وستم کا ثبوت دے رہی ہیں۔ وہ عام انسانی آزادی اور انصاف نوازی سے کام لے اور اپنی فاشیت اور نازیت سے باز آئے۔ حکومت ہند احتجاجاً اپنے ہائی کمشنر کو واپس بلا لے۔ (محرک: عبدالقیوم انصاری، موئدین: محمد اسحاق آزاد، حکیم حاذق خان اناوی۔

(۱۰) جنگ کے بحرانی ماحول کے پیش نظر "اتحاد ہند" کو برقرار رکھتے ہوئے، مسلمانوں کے خدشات وشبہات کو دور کرنے کے لئے ملک کا دستور اس طرح مرتب ہو کہ ہر صوبہ عملاً خود مختار ہو نیز:

"یہ اجلاس یہ طے کرتا ہے کہ ہندوستان کی مکمل آزادی
کانفرنس کا نصب العین ہے لہٰذا حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ اعلان
کردے کہ جنگ کے بعد ہندوستان مکمل طور پر آزاد ہوگا۔"[1]

(۱۱) صوبہ جاتی حکومتوں سے عموماً اور حکومت پنجاب سے خصوصاً سے درخواست ہے کہ حکام مردم شماری کے وقت افسروں کو حکم دیں کہ قومیت کے خانے میں مومنوں کے لئے مومن یا انصار لکھا جائے۔

(۱۲) یہ کانفرنس "حقیقت فائنڈنگ کمیٹی" کی رپورٹ کو صنعت پارچہ بافی کے لئے سخت نقصان دہ سمجھتی ہے لہٰذا اس کی سفارشات پر ہرگز عمل نہ کیا جائے، اس کی جگہ دوسری کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں مومن کانفرنس کے نمائندے ضرور لئے جائیں۔

(محرک: ابوالاحد محمد نور بہار، موئد: حکیم حاذق خان اناوی)

(۱۳) یہ اجلاس طے کرتا ہے کہ آئندہ سالانہ اجلاس کانفرنس تک، فوری ضرورت کے وقت ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس کسی سیاسی جماعت سے من حیث الجماعت تعاون کا فیصلہ کرسکتی ہے۔

(۱۴) سی۔ پی کی صوبائی جمعیۃ کی دعوت پر کانفرنس کا نواں اجلاس اس صوبہ میں منعقد کیا جائے۔

(۱۵) انتخاب عہدیداران وممبران مجلس عاملہ آل انڈیا مومن کانفرنس

عہدہ داران:۔ صدر مولوی محمد ظہیر الدین بی، اے علیگ، ایل ایل بی ایڈوکیٹ، انبالہ۔

جنرل سکریٹری: اے سعید انجینئر بمبئی

جوائنٹ سکریٹری:۔ ڈاکٹر محمد عبد الرزاق انصاری الہ آبادی (ii) حکیم بشیر احمد جہانگیر آبادی، کانپور۔

اسسٹنٹ سکریٹری مظہور حسین، برہانپور، سی پی

---

[1] کانفرنس نمبر ص: ۱۸

خازن:۔ حاجی عبدالحمید، جنرل مرچنٹ چوک، کانپور

محاسب:۔ حکیم حاذق خاں صاحب، اٹاوی (ii) بابو محمد حسین کنٹریکٹر، موالہ آباد

ممبران مجلس عاملہ:۔ صوبہ بنگال سے چار، بہار سے[1] پانچ، یوپی کے سات، پنجاب سے دو۔ دہلی سے دو۔ صوبہ بمبئی سے چھ۔

ممبران مجلس انتظامیہ آل انڈیا مومن کانفرنس میں پورے ملک کے تمام صوبوں سے ۹۲ ارکان کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس فہرست میں بھی مولانا علی حسین عاصم بہاری کا نام موجود ہے۔

کپ اور تمغہ جات کی تقسیم:۔ اسکاؤٹس کے مختلف کپتان تقریباً ۱۴/افراد کو کپ صدر جلسہ نے عنایت کئے۔ اسی طرح مختلف فنون حرب کے ماہرین تقریباً ۲۵/افراد کے درمیان لگ بھگ نوے تمغہ جات تقسیم کئے گئے۔

اغیار کی ریشہ دوانیاں اور شرارتیں:۔ مدیر مومن گزٹ نے ناظرین کرام کانفرنس نمبر (ص:۱۹) کو یہ افسوسناک اطلاع دی ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش اور کوتاہ ظرف مخالفین و معاندین نے شروع سے لے کر آخر تک آل انڈیا مومن کانفرنس کو ناکام بنادینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ ہر طرح کی رکاوٹیں پیدا کیں۔ پنڈال میں کئی مرتبہ آگ لگانے کی ناکام کوشش کی گئی۔ مومن کانفرنس کے خلاف اشتعال انگیز باتوں سے حاضرین کو مشتعل کرنا چاہا تاکہ کسی طرح کا جھگڑا فساد پیدا ہو اور کانفرنس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر کے درمیان میں ہی اسے منتشر کر دیا جائے مگر حاضرین نے اس سازش کو بھانپ کے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا۔ بعض متعصب اور ذات پرست اخبارات نے بھی بے ہودہ گوئی کی مگر مومن کانفرنس کے حامی اہل قلم اور مدیران نے صبر و ضبط سے کام لیا۔

اس کانفرنس نمبر میں انصاریان ہند کے علاوہ مسلم لیگ، عالم عرب وغیرہ کی بعض دلچسپ خبریں شائع ہوئی ہیں۔ مثلاً مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ (مورخہ ۲۳ تا ۲۶/اپریل

---

[1] عبدالقیوم انصاری، ابوالاحد محمد نور، احمد مظہر الحق ایڈوکیٹ، خاں بہادر مولوی عبدالجلیل ایڈوکیٹ ایم، ایل، اے۔ دربھنگہ، مولانا علی حسین عاصم بہاری

۱۹۴۳ء پر روزنامہ "مدینہ" بجنور کے ایک "مبصر خصوصی" کا بے لاگ مگر دلچسپ تبصرہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ جس سے لیگ کی عوامی "پینچ اور پکڑ" کی سطحیت نیز مسٹر جناح کی "سرکاری" کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صدر اجلاس کی پریس کانفرنس اور صدر کے نام ایک کھلے خط کی افترا پردازی کا حال بھی مرقوم ہے۔ اسی طرح مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے خطبہ صدارت کا متن بھی شائع ہوا ہے۔ یوں دونوں جلسے چونکہ متصلاً منعقد ہوئے اس لئے دونوں کی بعض روداروں کے سبب ان کے درمیان تقابلی مطالعہ کا اچھا خاصا مواد اس خصوصی شمارے میں آ گیا ہے۔ کانفرنس نمبر کے صفحہ ۱۷ پر اداریے کا عنوان اس طرح سے پیش کیا ہے: "مومن کانفرنس نے اپنے سیاسی نصب العین کا اعلان کر دیا" یعنی "مکمل آزادی" اور "وطنی حکومت۔" اسی صفحہ پر دو کالمی طنزیہ تحریر کا عنوان ان الفاظ میں پیش کیا گیا۔

"ڈیڑھ اینٹ کی مسجد .... مومن کانفرنس کی

پونے دو اینٹ کی مسجد .... مسلم لیگ کی" ان کے علاوہ صدر مومن کانفرنس کے صدارتی خطبہ کا پورا متن، مختلف ضلعی مومن کانفرنس کی رپورٹوں "تعلیم" کے زیر عنوان مائل انصاری خیر آبادی کی ایک نظم۔ چند اشعار درج ذیل ہیں:

زندگی ہے در حقیقت زندگی تعلیم سے ☆ آدمی بنتا ہے مائل آدمی تعلیم سے
گلشن عالم میں آئی تازگی تعلیم سے ☆ کیسے کیسے گل کھلائے ہیں جہاں میں علم نے

جمعیۃ المومنین مواضعات ثلاثہ کوٹھیان انصاریہ ضلع سارن کی ایک قابل تقلید خبر یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک مڈل اسکول کے اردو طلباء کی فیس ان کی کم مائیگی کے سبب اپنے ذمے لے لی اس طرح اسکول کو بند ہونے سے بچا لیا۔

آل انڈیا مومن کانفرنس دہلی کا منظر دیکھ کر ایک شاعر نے اپنے منظوم تاثرات اس طرح پیش کئے۔

اللہ رے اس منظر پر کیف کا عالم
یہ بزمِ ہدیٰ ، باغ ارم سے نہیں کچھ کم

رہ رہ کے نقاست ہوئی جاتی ہے ہیم
کیا کہیے کہ کیا جلوہ نما دیکھ رہا ہوں
بیدار نظر آتی ہے اب قوت انصار
وہ دیکھ کمر بستہ ہیں انصار رضاکار
اُو بانی صد ظلم و ستم دیکھ ! خبردار !
انصار کی آہوں کو رسا دیکھ رہا ہوں[1]

آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس:۔ حسب حکم شیخ محمد ظہیر الدین ایڈوکیٹ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کی مجلس عاملہ کی نشست مورخہ ۲۰ رجون ۴۳ء بمقام کانپور ایک ضروری اور اہم اجلاس کے انعقاد کا اعلان[2] کیا گیا۔ جس کا ایجنڈا مومن گزٹ کے سرورق پر جلی حرفوں میں شائع کیا گیا تھا:۔

(۱) اجلاس دہلی کی پاس کردہ تجاویز کے عملی اقدام پر غور

(۲) تنظیم دفتر آل انڈیا مومن کانفرنس اور ضروری انتظامات بابت مومن گزٹ و انصار پریس، کانپور۔

(۳) جس قرار داد ورکنگ کمیٹی کی رو سے مولانا عاصم بہاری کو نگراں اخبار مومن گزٹ کیا گیا تھا اس پر مزید غور

(۴) ضروری تجاویز جو کہ سبجیکٹ کمیٹی آل انڈیا مومن کانفرنس دہلی میں برائے تصفیہ مجلس عاملہ رکھی گئی تھی۔

(۵) حسابات گزشتہ برائے منظوری

(۷) مومن گزٹ کی آئندہ کیا پالیسی ہونی چاہئے

(۸) دیگر امور باجازت صدر ممدوح

---

[1] کانفرنس نمبر۔ نتیجہ فکر قاری محمد عبدالرحیم مغفور مظاہری، صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم، سہارن پور۔ ص:۱۰ [2] مومن گزٹ کانپور مورخہ یکم جون ۴۳ء

اس ایجنڈا کے معلن محمد عبدالرزاق ، جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس گلی قاسم جان دہلی، تھے۔

عاصم بہاری کی معذوریاں:۔ مذکورہ بالا ایجنڈا اور اجلاس ہشتم منعقدہ دہلی کی روداد اور جدید انتخابات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ چوتھی دہائی میں مولانا عاصم بہاری نے اپنی زندگی بھر کا لہو اور پوری جوانی تحریک مومن کانفرنس میں لگا کے عمر اور صحت سے روبزوال ہوگئے تو تحریک اپنے شباب اور نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔

چنانچہ ان کی پوری تحریکی زندگی میں پہلی بار موصوف نے بہار کی صوبائی جمعیۃ المومنین اور اجلاس ہشتم کی آل انڈیا کانفرنس میں کوئی تقریر نہیں کی پہلی بار ان کا نام عہدیداروں کی فہرست سے خارج ہوکر ارکان عاملہ کی فہرست میں آگیا۔ چونکہ تحریک کے بانی اور روح رواں ہمیشہ عاصم بہاری ہی رہے اس لئے نام کی حد تک بہار اور آل انڈیا ہر جگہ کسی نہ کسی حیثیت سے ان کے نام کا انتخاب عمل میں آتا رہا مگر ایک تو ان کی گرتی ہوئی صحت، درازی عمر بال بچوں کی طرف سے زندگی بھر بے اعتنائی، مومن گزٹ اور سابقہ آل انڈیا کی کانفرنسوں کی انتظامی اور مالی ذمہ داریوں نے ان کے پورے وجود کو نچوڑ دیا تھا۔ اس پر نئے نئے عہدیداروں کے آمرانہ رویوں سے بھی انہیں گاہے گاہے بددلی ہوتی رہی تیسری دہائی میں صدر آل انڈیا محمد ظہیر الدین انبالوی کا رویہ اور سابق صدر آل انڈیا شیخ عبدالعزیز مرحوم کا مومن گزٹ کے دفتر کے کرایہ، اخباری کاغذ کے قرضے اور دفتری عملے کی عملی اور مالی مشکلات کو حل کئے بغیر مسلسل اصرار کہ مومن گزٹ کا صدر دفتر کانپور سے فوراً بمبئی منتقل کردیا جائے، ان سب پر مستزاد صوبائی ہی نہیں بعض ضلعی جمعیۃ المومنین کے جلسوں میں بھی ان کی شرکت کا مستقل دباؤ اور تیسری دہائی سے مسلم لیگ اور کانگریس کشمکش کے نتیجہ میں نئی نئی سیاسی وسماجی انجمنوں نے صاف ستھرے، پر اعتماد فضا اور مخلصانہ ایثار وقربانی کے ماحول میں کام کرنے کا مزاج بدلنا شروع کردیا، مگر اب مختلف علاقوں میں ابھرتی ہوئی مومنوں کی نئی لیڈر شپ کے اپنے ذاتی عزائم اور بے اعتمادی، چہ میگوئی اور کردار کشی کی صورت حال نے عاصم بہاری کو بعض

دفعہ خاصا مال برداشت بھی کیا۔ ان سب کے باوجود وسیع القلبی اپنی منکسر المزاجی اور طویل تحریکی ایثار و تجربے کی وجہ سے وہ سب سے نباہ کرتے رہے اور تحریک کو اپنی رہی سہی صلاحیتوں سے مستفیض کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ باقیات عاصم کے ڈھیر میں موصوف کا رف کیا ہوا ایک خط آل انڈیا مومن کانفرنس کے لیٹر پیڈ سے مذکورہ باتوں کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے:۔

محترم صدر و ممبران مجلس عاملہ!

میں اپنی صحت کی خرابی اور بعض مجبور کن پریشانیوں کی بنا پر ایک دہلی اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ میں شاید قطعی علاحدگی اختیار کر لوں گا، جو کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ مندرجہ بالا اجلاس کے لئے بھی میری دوڑ دھوپ چند دن قبل تک برابر جاری رہی ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی میری خدمات اپنی بساط بھر برابر جاری رہیں گی۔ اس بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی گئیں وہ اغیار کا بے بنیاد پروپگنڈہ ہے۔ جیسا کہ مجلس عاملہ کی تجویز سے ظاہر ہے۔ والسلام

مومن گزٹ کا صحافتی رول:۔ مومن گزٹ اپنی بعض معذوریوں کے باوجود مومن دنیا کی تفصیلی خبریں اہمیت کے ساتھ شائع کرتا رہا۔ اس کے علاوہ عالمی اور ملکی اہم خبروں پر تبصرے کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا اس چوتھی دہائی میں آل انڈیا مومن کانفرنس بتدریج زور و شور سے آگے بڑھتی رہی۔ یکم جون ۴۳ء کے شمارے (ص ۱۲) میں قومی رپورٹ کے نتیجہ پر جمعیۃ الانصار شمس آباد، امروہہ، صوبائی جمعیۃ الانصار پنجاب کی مجلس عاملہ، تحصیل ہاٹا ضلع گورکھپور کی مومن کانفرنس اور انصار اسکاوٹس والا الہ آباد کی خبروں کے علاوہ قائد المومنین شیخ محمد ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالوی کی صاحبزادی اور اہلیہ کے ٹی بی مرض کا حال شائع کر کے قارئین سے دعائے صحت کی درخواست کی گئی۔ بعض جلسوں میں شعراء بھی جوش و خروش کے ساتھ بڑے دلچسپ انداز میں اپنا کلام پیش کرتے۔ شمس آباد کے جلسہ میں صدر جلسہ محی الدین انصاری نے فی البدیہہ ایک پرجوش نظم سنائی جس کا ایک شعر ملاحظہ ہو:۔

بدل دیں گے زمانے کی روش کو جوش صادق سے
خزاں دیدہ چمن کو گل بداماں کر کے چھوڑیں گے

ملکی خبروں میں سابق وزیر اعظم سندھ مسٹر اللہ بخش کے قتل کا واقعہ اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری وغیرہ کی تعزیتی خبروں کو بھی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ انہی دنوں گاندھی اور جناح کے خط و کتابت کا مسئلہ بھی صحافتی دلچسپی کا ایک عارضی موضوع بنا ہوا تھا۔ بہار میں کولیشن وزارت کے لئے دوڑ دھوپ کا سلسلہ جاری تھا۔ مسٹر محمد یونس سابق وزیر اعظم بہار قیام وزارت کے لئے بہار کے موسم گرما کی راجدھانی رانچی پہنچے ان کے معا بعد مسٹر سی پی سنہا اپوزیشن لیڈر بہار اسمبلی بھی وہاں پہنچے۔ خبرنامے میں یہ بتایا گیا کہ ان دنوں بہار اسمبلی میں ۱۵۲ ارکان تھے ان میں ۹۲ رکانگریسی تھے جن میں سے تقریباً ۴۰ اس وقت جیل میں تھے۔ جنگی ماحول کے سبب پریس پر طرح طرح کی پابندیاں تھیں بالخصوص ورنا کولر پریس پر۔ کسانوں سے جنگی قرضہ وصولنے کی بھی خبر گرم تھی۔ ضرورت سے زیادہ سکوں کے رکھنے پر بھی بندی عائد کر دی گئی تھی۔ ایسی مراسلت ممنوع تھی جس سے دشمنوں تک کسی حساس معلومات کے پہنچ جانے کا اندیشہ ہو۔ ہاؤس آف کامنز میں ایک سوال کے جواب میں وزیر ہند نے بتایا کہ مارچ ۴۳ء تک ہندوستان میں ۲۴۸۹۰ اشخاص قید ہو چکے تھے اور ۲۱۶۲۳ نظر بند تھے۔ یعنی کل ملا کر ۴۶ ہزار ۵ سو ۱۸ (تقریباً نصف لاکھ) پابند سلاسل تھے۔ اس دار وگیر کے باوجود انگریزوں کا مطالبہ یہ تھا کہ اس عالمی جنگ کو ہندوستانی اپنی جنگ سمجھیں۔ اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ لیگ پالیسی کے خلاف تھے البتہ گیانی کرتار سنگھ مسلم لیگ سے قریب تھے۔ کرتار سنگھ کے بقول وہ "کانگریس یا ہندوؤں کے بنیا امپریلزم پر برطانی یا مسلم امپریلزم کو ترجیح دیتے ہیں۔"[۱]

انہی دنوں تیونیشیا پر اتحادی فوجوں کے قبضہ اور محوری فوجوں کے انخلا کا انگریزوں نے جشن منایا۔ البتہ جاپانیوں کو جب یہ خبر ملی کہ روس برطانیہ کا ساتھ دینے والا ہے تو

---

۱ مومن گزٹ یکم جون ۴۳ء

ٹوکیو ریڈیو نے اعلان کیا کہ روس نے اگر جاپان کے ساتھ ناطرفداری معاہدے کی خلاف ورزی کی تو جاپان اس پر ایسا کاری وار کرے گا کہ روس عرصہ تک اسکو بھول نہیں سکے گا۔ ادھر اسٹالن، چرچل اور روز ویلٹ وغیرہ کی چار روزہ ملاقات کی بھی خبر گرم تھی۔

مسلم لیگ کی کھلی مخالفت:۔ چوتھی دہائی میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی پوری تحریک مسلم لیگ کے خلاف صف آرا ہو چکی تھی۔ اس لئے مومن گزٹ اور اس کے دوسرے معاون رسالوں میں لیگ کے خلاف مختلف قسم کی سنجیدہ اور طنزیہ و مزاحیہ تحریریں اکثر چھپتی رہتی تھیں۔ زیر نظر شمارے (یکم جون ۴۳ء) میں بھی اسی ''خط'' کے مسئلہ پر ''پرتاپ'' لاہور میں شائع شدہ ایک طنزیہ تحریر نقل کی گئی ہے۔

جدوجہد آزادی میں اس تحریک مومن کانفرنس[۱] کے مثبت رول کا اعتراف کرپس مشن کے سوال کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو نے دیا تھا کہ مسلمانوں میں گراس روٹ لیول کی پارٹی مومن کانفرنس مسلم لیگ کے بجائے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ ہے۔ مشہور یورپی مورخ ولفرڈ کینٹ ویل اسمتھ (wilfred cantwell smith) نے اسلام دشمن خیالات کے باوجود اپنی معروف تصنیف ''موڈرن اسلام ان انڈیا'' Modern Islam (in (India) میں ان الفاظ میں مومن تحریک کے رول کا اعتراف کیا ہے:

> The basic Idea (of Momin Ansar Party or All India Momin Confrence) has been to raise this community economically and Culturally and to Protect it .... the Party has been opposed to th League to Mr. Jinnah and to Pakistan

---

۱؎ مختلف ریاستوں اور اضلاع میں اس تحریک کے دو نام اور معروف تھے جمعیۃ المومنین اور جمعیۃ الانصار

۲؎ Published by Usha Publication New Delhi, Reprint 1979 Page No. 275

ترجمہ:۔ "اس (مومن انصار پارٹی یا آل انڈیا مومن کانفرنس) کا بنیادی تصور قوم کے معاشی اور ثقافتی تحفظ وارتقا کا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ پارٹی (مسلم) لیگ، مسٹر جناح اور پاکستان کی مخالف رہی ہے۔"

صنعت پارچہ بافی:۔ انسانی تہذیب وتمدن اور اس کے تحفظ وارتقا میں غذا کے ساتھ لباس و پوشاک جزولازم کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لئے اردو میں فارسی نژاد الفاظ خورش و پوشش کی حیثیت گویا مترادفات کی ہو چکی ہے۔ چنانچہ زراعت کے بعد آج بھی اس ملک میں ہندو (تانتی) مسلمانوں کی کروڑہا آبادی پیشہ پارچہ بافی سے وابستہ ہے انگریزوں کی آمد سے قبل تک اس ہندوستانی پیشہ کی چہاردانگ عالم میں دھوم تھی۔ تمام نشیب وفراز کے باوجود آج بھی اس پیشہ کی اہمیت وافادیت باقی ہے۔ چنانچہ مہاتما گاندھی نے جدوجہد آزادی کے دوران، دستی کرگھہ، ہینڈلوم اور پاورلوم کے ساتھ کھادی اور کھدر کو اپنی تحریک کا جزولازم بنایا۔

پچھلی صدی کے اوائل تک مومن وانصاریان ہند کے سوادِ اعظم کا پیشہ پارچہ بافی ہی تھا۔ شرافت کے ساتھ رزق حلال کا یہ ایسا پاکیزہ ذریعہ معاش تھا کہ کوآپریٹیو سوسائٹیوں کی تشکیل کے بعد بہت سی بیواؤں اور نادار طلبہ نے گھر بیٹھے اس پیشے کے ذریعہ پورے خاندان اور اپنی ضروریات کی تکمیل بآسانی کی۔ چنانچہ مومن تحریک کے روز اول سے اس کے بانی تحریک نے تنظیم وتعلیم کے ساتھ معاشی مسائل میں دستی کرگھہ کے تحفظ وارتقا کو ہمیشہ اولین ترجیحات میں رکھا عاصم بہاری تو برابر اسی ادھیڑبن میں رہے کہ کسی طرح یہ پیشہ ترقی یافتہ ممالک کی طرح ایک اجتماعی فلاحی انڈسٹری کی شکل اختیار کرلے۔ مہاتما گاندھی نے بھی اپنی سیاسی تگ ودو کے دوران عاصم بہاری کو اس پیشے کے فروغ کے لئے مشروط پیشکش کی تھی جسے عاصم بہاری نے قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ بہار میں تشکیل وزارت (۱۹۳۷) کے وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی عبدالقیوم انصاری کے سامنے وزارتی حصہ داری کو بھی مشروط انداز (مومن تحریک کو کانگریس پارٹی میں ضم کردینے کی تجویز) میں پیش کیا تھا مگر جسے

ذمہ دار تحریک نے نامنظور کر دیا مگر حالات کے دباؤ کے تحت بالآخر غیر شروط پیشکش پر کانگریس راضی ہوگئی اور قیوم انصاری بہار کے وزیر منتخب ہو گئے تھے۔

منظم معاشی تگ و دو:۔ آزادی کے قبل ہی ان کوششوں کے نتائج عملاً برآمد ہونے لگے تھے۔ کلکتہ اور دوسرے شہروں میں عوامی اور سرکاری سطحوں پر ویورس یونین کے شوروم اور دوکانوں کے علاوہ، صوبائی ہینڈلوم ویورس ایسوسی ایشن بورڈ فیکٹ فائینڈنگ کمیٹیاں، بہار اور یوپی وغیرہ میں قائم ہونے لگی تھیں۔ آزادی کے بعد اس تحریک کو قیادت کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے کانگریس پارٹی کا تابع مہمل بنا کر اس کی بنیادی پالیسی سے ''دینی و اخلاقی تربیتی'' پہلو کو حذف کرنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں اس کے دستور اساسی (کل ہند مومن کانفرنس کے اجلاس عام منعقدہ پٹنہ) میں ''مقصد'' کے تحت جو ترمیمی دفعہ منظور کی گئی وہ اس طرح تھی:

> ''دفعہ ۱ مومن جماعت کی اقتصادی، سماجی، تمدنی اور تعلیمی فلاح و بہبود اور اس کے حصول کے ذرائع پر عمل کرنا۔''

اس دفعہ کی رو سے بالخصوص بہار میں کئی اہم سرکاری ادارے قائم کئے گئے مثلاً:

۱۔ دی بہار اسٹیٹ ہینڈلوم ویورس کوآپریٹو یونین لمیٹڈ اگزبیشن روڈ، پٹنہ
(The Bihar State Hand Loom Weavers corporation Union Limited Exhibition Road, Patna)

۲۔ بہار اسٹیٹ ہینڈلوم پاورلوم کارپوریشن

۳۔ دی ریجنل ہینڈلوم ویورس کوآپریٹو یونین۔

گھریلو صنعتوں کی تباہی:۔ اس پر ملک کی دیگر ریاستوں کے اقدامات کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

دس بیس برسوں تک ان اداروں میں اچھی خاصی بہار رہی مگر جلد ہی سرکاری قوانین

انکم ٹیکس کے شکنجے Compounded Duty and levy نیز Integrated Textile Policy اور سرکاری عملوں کی بدعنوانی اور خود مومن ذمہ داران ادارہ کی بدنظمی و نااہلی سے نہ صرف وہ ادارے بلکہ اس صنعت پارچہ بافی کو بھی تباہی و بربادی کا منھ دیکھنا پڑا۔ اشک شوئی کے لئے کئی سرکاری کمیٹی اور کمیشن بٹھائے گئے۔ ان کی رپورٹیں آئیں اور فراموش کر دی گئیں۔ بالخصوص اشوک مہتہ کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں بھی کوئی ٹھوس عملی قدم نہ اٹھایا جا سکا جس کے نتیجے میں انصاریوں کے ہینڈلوم اور پاورلوم کی صنعت ہی نہیں بلکہ بنارس کی ساڑیوں، بھدوئی کے قالین، مرادآبادی برتن، بھاگلپوری تسر سلک، علی گڑھ کے تالے، سہارنپور میں لکڑی کی صنعت، فیروزآباد کی چوڑیاں، لکھنؤ کے چکن ملبوسات، آگرہ اور رام پور کے جوتے اور چپل کلکتہ کی ربر پلاسٹک انڈسٹریز اور رانچی کی چادریں تمام صنعتیں زوال پذیر ہو چکی ہیں۔ آزادی کے بعد کی مومن تحریک میں لیڈروں کی تو بہتات ہے مگر ملک و ملت کے جدید تناظر میں پیچیدہ تر ہوتے مسائل کا جائزہ، سروے یا تحقیقی رپورٹ کی روشنی میں اقدامات کے بجائے ہر الیکشن کے قریب سیاسی بیانات، چاپلوسی اور سہل الحصول نمائشی یا حقیر مالی منفعت پر ان کی نظریں ٹکی رہتی ہیں چنانچہ ہر قابل ذکر شہر میں مومن لیڈرشپ کے تین تین۔ چار۔ چار دھڑے پائے جاتے ہیں اور سب کے سب بے وقعت و بے وزن۔ ماہرین کا خیال یہ ہے کہ انصار محنت کشوں اور دیگر پسماندہ پیشہ ور برادریوں کی صنعت و حرفت کے زوال کے تین بڑے اسباب ہیں:

تباہی کے اسباب:۔ (۱) ان صنعتوں میں کچھ عرصہ سے خاصی تکنیکی جدت اور بہتری آچکی ہے مگر مسلم کارخانہ داران سے ناواقف ہیں۔

(۲) سرمایہ کی کمی کے سبب خام مال کی حصولیابی میں مہاجنوں پر انحصار کرتے ہیں۔ لمبی مدت کا ادھار ہونے کے سبب وہی مہاجن چونکہ مال کے خریدار بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کی من مانی قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس بنا پر کوالٹی میں بھی انہیں سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے چنانچہ مقابلے کے بازار میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

(۴) ان کا اپنا کوئی مارکیٹ نہیں ۔ مہاجن ہی سب کچھ ہوتا ہے اس لئے ان کی حیثیت کچھ ہی عرصہ کے بعد بندھوا مزدور کی رہ جاتی ہے۔

انصاریوں کے درمیان اب سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والوں کے علاوہ بعض شہروں میں بڑے بڑے سرمایہ دار کاروباری بھی رہتے ہیں مختلف طرح کی تنظیمیں اور انجمنیں بھی کام کرتی رہتی ہیں مگر کسی کو توفیق نہیں ہوتی کہ مندرجہ بالا اسباب و علل کی تہہ میں جاکر تحقیق اور سروے کے بعد ان کا حل ڈھونڈا جائے ۔ مذکورہ بالا سرکاری اداروں کو بھی یہ نام نہاد انصاری لیڈران اور سیاست باز زندہ رکھتے تو ان کے زیر اہتمام بہت سے مفید کام ہو سکتے تھے مگر افسوس ہے کہ ان تمام اداروں کو دیوالیہ اور ناکارہ بنانے میں سب سے بڑا ہاتھ خود انہیں کے سفید پوش لیڈروں کا ہے۔ جبکہ ہر ریاست میں آدیباسیوں اور دیگر پسماندہ برادریوں کی گھریلو صنعتیں دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں اور ان کا مال ملک اور بیرون ملک کے بازاروں میں خوب کھپ رہا ہے۔

تحریکی صورتحال:۔ بہر حال مومن تحریک چوتھی دہائی کے وسط تک اپنے مقصد میں بحیثیت مجموعی، تعلیمی، تنظیمی، سماجی و سیاسی بیداری اور معاشی خوشحالی کے اعتبار سے بہت حد تک کامیاب تھی ۔ اس لئے مختلف سیاسی پارٹیاں بالخصوص مسلم لیگ اور کانگریس بشمول حکومت وقت ان کی خوشنودی کے حصول میں پیش پیش تھیں۔ جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا پورے ملک کی طرح مومن تحریک میں بھی آزادی کی آمد آمد کا جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ تحریک لیڈر شپ کی سکنڈ لائن تیار کر چکی تھی ۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر زمانہ اور ہر تحریک کے صف اول کے بعد صف دوم میں نت نئے مسائل کے علاوہ نصب العین سے والہانہ لگاؤ اور مخلصانہ جدوجہد میں خاصا فرق واقع ہو جاتا ہے۔

مومن تحریک نے ملی سطح پر پسماندہ مسلمانوں میں بھی جس سیاسی و سماجی شعور کی بیداری اور تنظیم و تحریک کا اول روز سے ڈول ڈالا تھا اس محاذ پر بھی جابجا کامیابی کے آثار نظر آنے لگے تھے ۔ جمعیۃ الراعین، جمعیۃ القریش، جمعیۃ المنصورین اور حوارین وغیرہ نے مختلف

سطحوں پر خود کو منظم و متحرک کرنا شروع کر دیا تھا۔ حسب موقع عاصم بہاری ان کے پروگراموں میں شریک ہوتے اور خطاب بھی کرتے تھے۔ ۴۵-۱۹۴۴ء تک ملک کی فرقہ وارانہ فضا اتنی خراب و خستہ بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے مومن تحریک کے مختلف پروگراموں میں برادران وطن کی ہر سطح کے لوگ شریک اجلاس ہوا کرتے تھے۔ موصوف خود بھی دوسروں کے پروگراموں میں شریک ہوتے تھے۔ ۱۰؍ ربیع الاول ۱۹۴۴ء کو مولانا آزاد سبحانی کا بعد نماز جمعہ جامع مسجد بہار شریف میں ایک وعظ ملکی و ملی مسائل اور اتحاد امت کے موضوع پر ہوا جس میں اکابرین شہر بھی شریک ہوئے۔ عاصم بہاری نے اس وعظ کے نکات دس صفحات میں قلم بند کئے اور متاثر ہوئے۔

آل انڈیا جمعیۃ القریش:۔ آل انڈیا جمعیۃ القریش کے انیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ احمد آباد گجرات مورخہ ۸، ۹، ۱۰؍ اپریل ۴۵ء کے صدر آل انڈیا جمعیۃ القریش خاں بہادر نواب الحاج شیخ محمد رشید الدین آف میرٹھ کے خطبہ صدارت کو دیکھ کے صاف محسوس ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کی طرح برادران قریش نے بھی جھرجھری لی اور "تعلیم و تنظیم کی خوشحالی کو اپنا مطمح نظر بنایا مگر دینی و اخلاقی روح اور ترجیحی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ صدر اجلاس نے اپنے خطبہ صدارت میں جن ذیلی سرخیوں کو نشانہ بنایا ان میں "ہندوستان کی موجودہ حالت، علم کی حقیقت، تعلیم نسواں، ذبیحہ پر دشواریاں اور ان کا حل کوآپریٹیو سوسائٹی کا قیام، تعاون و اشتراک، والنٹیر کور کی تنظیم، آسند و نظام انتخابات، اخبار کا اجراء،" وغیرہ کو ۲۲؍ صفحات میں وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ موصوف نے واضح لفظوں میں بیان کیا کہ:

"جس طرح سارد اایکٹ کو ہم مداخلت فی الدین سمجھتے ہیں
بعینہ وہی صورت قانون ذبیحہ کی ہے[1]"

موصوف نے ایک کروڑ مسلمانان قریش کی صف کو للکارتے ہوئے برادری کی تعلیم، تنظیم اخبارات اور والنٹیر کور پر خرچ کرنے کے لئے دو لاکھ روپے کے فراہمی فنڈ کی پر زور اپیل کی ان کے خیال میں اتنی بڑی آبادی کے ملک بھر میں فقط تین سو مکاتب کی تعداد "نہ

---

[1] خطبہ صدارت بذا ص: ۷

"تجاویز و مطالبات منظور کردہ، بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس (بافندگان) کانفرنس اجلاس اول بصدارت مسٹر ابوالاحد محمد نور، ایم ایل سی منعقدہ انجمن اسلامیہ ہال، پٹنہ، بتاریخ ۳۰ر ستمبر ۱۹۴۵ء۔" [۱]

اجلاس اول کی تجویز ا میں عالمگیر جنگ کی وجہ سے، سوت کی سپلائی میں گونا گوں دشواریوں کے سبب دوا کھ دستی کرگھہ کی پوری صنعت کے قیام و بقا کو لاحق سخت خطرہ کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے وضاحت کی گئی کہ بہار بھر کے دستی کرگھوں کے لئے صرف چار ہزار گانٹھ سوت کا کوٹہ مقرر کیا گیا ہے جو سخت ناانصافی پر مبنی ہے اور جو محض ایک ہفتہ کے لئے بھی ناکافی ہے لہٰذا چار کو بڑھا کر ۴۰ ہزار گانٹھ کیا جائے اور او نچے کاؤنٹ یعنی ۴۰ سے اوپر نمبر کا سوت سپلائی کیا جائے۔

اس تجویز کے دوسرے جزو میں اس قدر کم مقدار کے سوت کی تقسیم میں بھی مقامی حکام سخت لاپرواہی اور بے اعتنائی سے کام لیتے تھے جس سے تین، تین، چار، چار ماہ کے کوٹے امپورٹروں کے پاس پڑے رہ جاتے تھے۔ جس سے ہزاروں بافندے فاقہ اور مفلسی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس امر پر کانفرنس میں سخت غصہ اور تشویش کا اظہار کرتے ہوئے محض ایک ہفتہ کے اندر اندر سوت کی تقسیم پر زور دیا۔ [۲]

دوسری تجویز میں اس گھریلو صنعت کی وسعت و اہمیت اور اس کے تحفظ و ترقی کے پیش نظر حکومت بہار سے پر زور مطالبہ کیا گیا کہ "بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس ایسوی ایشن" کے کم از کم دو نمائندوں کو "پوسٹ وار ری کنسٹرکشن کمیٹی کی اکنامک پلاننگ کمیٹی" کا ممبر نامزد کیا جائے۔

۳۔ اس کانفرنس کی رائے میں تعمیر مابعد جنگ کا نقشہ گھریلو صنعت کی بنیاد پر تیار ہونا

۱۔ ناشر: مسٹر رضاء الرحمٰن انصاری، جنرل سکریٹری بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس ایسوی ایشن، "عشرت منزل، عالم گنج گلزار باغ، پٹنہ

۲۔ محرک: مسٹر عبدالقیوم انصاری اور موید: مسٹر رضاء الرحمٰن انصاری، بی اے آنرز۔

چاہئے اور مشینی صنعت کے ذریعہ سرمایہ داروں کو پنپنے کا زیادہ موقع نہیں دینا چاہئے لہٰذا پاورلوم فیکٹریوں اور کپڑا بننے کی ملوں کو فی الفور بند کردیا جائے۔[۱]

۴ دستی کرگھہ صنعت کے تحفظ نیز اسے مل کے مقابلہ سے بچانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے جائیں:

(الف) ملوں میں چالیس نمبر اور اس سے کم نمبر کے سوت کا استعمال بالکل بند کردیا جائے۔

(ب) مل کے بنے ہوئے کپڑوں پر ٹیکس عائد کیا جائے۔

(ج) دستی کرگھے کو جدید طرز پر لانے کے لئے جدید انداز کے ڈیزائننگ، بلیچنگ (دھلائی) اور ڈائنگ (رنگائی) کی جامع اسکیم بنانے کے لئے کم سے کم دو نمائندے بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس ایسوسی ایشن کے ہوں جو ایک ماہ کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے اور حکومت اس پر فی الفور عملدرآمد شروع کردے۔[۲]

۵ دستی کرگھے کے کپڑوں پر سیل ٹیکس اور ہر قسم کی دوسری پابندی فوراً ہٹائی جائے۔[۳]

۶ دستی کرگھہ کے بنے ہوئے کپڑے پر کنٹرول عائد کرنے کے فیصلے پر کانفرنس نے سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ اسے ہر قسم کے کنٹرول سے الگ رکھا جائے۔[۴]

۷ سوت کے الاٹمنٹ کے ساتھ رنگوں کا بھی الاٹمنٹ کیا جائے۔[۵]

۸ چرخہ سنگھ کی انتظامی مجلس میں کم از کم پچاس فیصد نمائندے باشندوں سے لئے جائیں۔ (محرک۔ مولانا عبدالسمیع ندوی دربھنگہ، موید۔ مولوی عید محمد مدھوبنی)

۹ کپڑوں کے نقل و حمل پر حکومت کی جانب سے صوبائی اور ضلع وار پابندیاں عائد

---

۱ محرک۔ مسٹر عبدالرزاق، بی، اے آنرز موید۔ مولوی علی جان، پورنیہ

۲ محرک مولوی عبدالحیٔ بی اے دربھنگہ، موید محمد یاسین، ہزاری باغ

۳ محرک۔ حکیم شمس الحق انصاری دربھنگہ، موید حکیم محمد یحییٰ ندوی، دربھنگہ۔

۴ محرک مولوی عبدالسمیع ندوی، دربھنگہ موید۔ مولوی حکیم عزیزالحسن انصاری، مظفرپور

۵ محرک۔ حکیم شمس الحق انصاری دربھنگہ موید۔ منشی عبدالحق۔

ہیں جس کی وجہ سے اکثر مقامات پر کپڑوں کا کافی انبار پڑا ہوا ہے اس سے باشندوں کی اقتصادی حالت متاثر ہورہی ہے لہٰذا اس پابندی کو فی الفور ہٹایا جائے۔ [۱]

۱۰ ملوں سے مقابلہ کرنے کے لئے حکومت بتدریج جس طرح مل کے کپڑوں کی قیمت میں ماہانہ تخفیف کررہی ہے اسی طرح سوت کی قیمت میں بھی تخفیف کرے۔ [۲]

۱۱ مدھوبنی باریک کپڑوں کی تیاری کیلئے معروف ہے لہٰذا اس علاقہ میں باریک سوت بکثرت فراہم کیا جائے اور رسل ورسائل کی دشواریوں کے حل پر پوری توجہ دی جائے۔ [۳]

۱۲ آل انڈیا ہینڈلوم بورڈ میں بہار کے باشندوں کی نمائندگی کے لئے آنریبل مسٹر سید حسین امام، صدر بہار صوبائی مسلم لیگ کو نامزد کرنے پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا کہ موصوف کو اس پیشہ سے کوئی تعلق کبھی نہیں رہا لہٰذا ان کی جگہ بہار ہینڈلوم ویورس ایسوسی ایشن کے ایک آدمی کو نامزد کیا جائے۔ [۴]

سوت کے امپورٹر غیر باشندگان ہیں اسی لئے چوربازاری اور نفع اندوزی کو ختم کرنے کے لئے باشندوں ہی کو امپورٹر نامزد کیا جائے۔ [۵]

۱۴ دری بافی کی صنعت کے لئے ۲ و ۲/۲ کے سوت کی وافر سپلائی کی جائے ورنہ یہ صنعت روبزوال ہوجائے گی۔ [۶]

۱۵ پٹنہ دری ویورس ایسوسی ایشن کو کوآپریٹیو ڈسٹری بیوٹنگ سنٹر کھولنے کی اجازت ہو تا کہ دری باف ہول سیل ریٹ پر سوت حاصل کرسکیں۔ [۷]

۱۶ مظفرپور، پٹنہ، گیا نیز شاہ آباد ضلع دری بافی کے مراکز ہیں لہٰذا ان اضلاع میں [۸]

---

۱ محرک:۔ مولوی عبدالحئی، موید حکیم محمد عیسیٰ، دربھنگہ

۲ محرک: حکیم محمد عیسیٰ ندوی دربھنگہ، موید محمد اسحاق بی اے، دربھنگہ

۳ محرک:۔ کلیم شمس الحق انصاری، موید۔ مولوی لال محمد، مدھوبنی۔

۴ محرک: حافظ منظور حسین کوچس (شاہ آباد) موید محمد عبدالرزاق، بی اے، (آنرز)

۵ محرک۔ مولوی ابومحمد، بہار شریف، موید مولوی ظفر حسن بہار شریف

۶ محرک کرام جلیل، صدر، پٹنہ ویورس ایسوسی ایشن موید: رضاءالرحمٰن انصاری، سکریٹری۔

۷ محرک کرام جلیل۔ موید: حافظ محمد شفیع

۲۰۰/۲ کا سوت وافر مقدار میں سپلائی کیا جائے تاکہ دری بافوں کی مالی مشکلات دور ہوں۔ ۱

۷ کلاتھ کنٹرولر کی ہدایات کے برخلاف ابتک سوت کی تقسیم میں بڑی دھاندلیاں جاری ہیں۔ باقندوں کو کہیں کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے ذریعہ سوت لینے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کہیں کپڑا لوٹانے کی شرط لگادی جاتی ہے۔ کہیں کپڑے کی قیمت مقرر کئے بغیر کپڑا بیچنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کہیں کہیں ویورس ایسوسی ایشن کے ذریعہ سوت تقسیم نہیں کیا جاتا۔ کہیں بنکروں سے فی بنڈل روپیہ دو روپیہ، کہیں کالج فنڈ کے نام پر غرض حکام طرح طرح سے انہیں لوٹ رہے ہیں لہٰذا یہ سلسلہ بند کیا جائے اور خاطی افسران کو سزا دی جائے۔ ۲

۸ بھاگل پوری تسر سلک اپنی نفاست اور عمدگی کے لئے ملک بھر میں مقبول ہے۔ مگر حکومت نے ان کپڑوں کی خرید وفروخت پر سب ڈویژنل پابندی عائد کر رکھی ہے۔ جسے فی الفور ختم کیا جائے۔ اور بلا شرط و پابندی کاروبار کی پوری آزادی ہو۔ ۳

۹ ضلع بھاگل پور میں مرسرائزڈ سوت کی کافی کھپت ہے مگر حکومت نے اس ضلع میں اس قسم کا سوت بالکل ہی نہیں دیا ہے یہ دوسری زیادتی ہے لہٰذا اس کی سپلائی پر فوری توجہ دی جائے۔ ۴

۱۰ باقندوں کی غربت و پسماندگی کے پیش نظر ان کے بچوں کو تعلیم مفت دی جائے۔ ۵

۱۱ بعض مقامات کے افسران سوت غیر باقندوں میں تقسیم کر کے باقندوں کی حق تلفی کرتے تھے لہٰذا انہیں اس غلط کاری پر سزا دی جائے۔ ۶

۱۲ بھاگل پور ضلع سے سرسا سب ڈسٹرکٹ الگ ہو جانے کے باوجود اس کا سوت بھاگل پور ضلع ہی سے منسلک ہے لہٰذا امر سا کا کوٹہ جلد علیحدہ کیا جائے۔ ۷

۱۳ سب ڈویژنل آفیسر نوادہ نے "نوادہ کالج فنڈ" کے نام پر ایک روپیہ وصول

---

۱ محرک مولوی ظہیر الحسن بہاری موید: اکرام جلیل
۲ محرک مولانا عبدالسمیع ندوی موید سردار محمد حوالدار انصاری شاہ آباد
۳ محرک۔ حکیم محمد منیر الدین انصاری بھاگل پور، موید۔ ماسٹر محمد سلیمان نوادہ
۴ محرک محمد اسحاق بی، اے۔ موید۔ عبدالباری انصاری
۵ محرک، حکیم محمد منیر الدین انصاری، موید۔ مولوی عبدالرشید
۶ محرک، حکیم عبدالحفیظ نوادہ۔ موید سردار محمد حوالدار۔
۷ محرک مولوی محمد یعقوب۔ موید: ڈاکٹر عبدالرحمن

کرنے کا نادر شاہی حکم لگا رکھا ہے لہٰذا حکومت اس زور زبردستی کو فوراً روکے اور وصول کردہ رقم واپس کرے۔[1]

۲۴ہر بالغ مرد و عورت کو ووٹ کا حق دیا جائے اور ووٹروں کی فہرست جلد مکمل کی جائے۔[2]

۲۵ سابق ایم۔ ایل۔ اے لطیف الرحمٰن سوت کے سلسلے میں بحیثیت ممبر پراونشل کلاتھ کمیٹی (آف اکنامک ایڈوائزری بورڈ) باشندوں کے مفاد کے خلاف جو مذموم حرکت کرتے رہے ہیں اس کی سخت مذمت کی گئی اور غصہ و نفرت کا اظہار کیا گیا۔[3]

۲۶ ضلع مونگیر اور بیگو سرائے سب ڈویژنل افسروں نے سوت کی تقسیم کے سلسلے میں پابندیاں لگا رکھی ہیں ان سے باشندے خود کو بندھوا مزدور جیسا محسوس کر رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت سے روک لگانے اور تلافی کی تجویز منظور کی گئی۔[4]

۲۷ شاہ آباد ضلع کے حکام نے من مانا ڈھنگ سے عام باشندوں کے سوت والے کوٹے سے تیرہ گانٹھ "بہار چرخہ کمیل آشرم" کو الاٹ کر کے بنکروں کی حق تلفی کی جس پر کانفرنس نے سخت مذمت کی۔[5]

۲۸ سنتھال پرگنہ کے باشندوں کے خصوصی مسائل کے پیش نظر ذیل کی تجویزیں منظور کی گئیں۔

(i) سنتھال پرگنہ میں سنتھال قوم کی ضروریات کے پیش نظر دستی کرگھہ کے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ اور یہ قوم بنگال، آسام وغیرہ علاقوں میں بکھری ہوئی ہے لہٰذا ان کپڑوں کو صوبہ بہار سے باہر بھیجنے کی اجازت دی جائے۔

(ii) اس ضلع کے حکام ویورس ایسوسی ایشن کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے بہت سی بد عنوانیوں کے شکار ہیں اور سوت تقسیم کرنے کے سنٹرز ۱۲۔۱۲۔۱۴۔۱۴ میل کے فاصلوں پر

---

۱ محرک حکیم ظہیر الحسن سوہی موید ابوالکلام بہاری

۲ محرک سردار محمد حوالدار انصاری، موید: اصغر علی انصاری، بھاگل پور

۳ محرک مولانا عبدالسمیع ندوی، موید: حافظ منظور حسین

۴ محرک حافظ ابو محمد مونگیر، موید: مولوی عبدالسبحان مونگیر۔

۵ محرک حافظ منظر حسین، موید: عبدالستار انصاری وکیف، رسولپوری

واقع ہیں جس سے سخت پریشانیوں کے شکار ہیں لہٰذا انہیں وقتی کرگھہ کپڑے اور سوت کی تقسیم کے سلسلے میں ان ویورس ایسوسی ایشنوں کا تعاون حاصل کرنے کا حکم دیا جائے۔[1]

(iii) اس ضلع میں صرف ساڑھے ٦ سے ۲۸ تک کا سوت کرگھوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر دوسرے دوسرے نمبروں کے سوت آجانے سے ان کا مسئلہ حل نہیں ہوتا لہٰذا مذکورہ نمبروں ہی کے سوت یہاں تقسیم کے لئے بھیجے جائیں۔[2]

۲۹ مسٹر ای، بی انصو رج، ایڈوائزر، اور مسٹر وائی۔اے، گاڈبولے ایڈوائزر سے مل کے باشندگان کے مطالبات پیش کرنے کیلئے سہ نفری وفد تشکیل دی گئی۔ (i) ابوالاحد محمد نور، ایم، ایل، سی (ii) عبدالقیوم انصاری اور (iii) رضاءالرحمٰن انصاری۔

۳۰ حسب ذیل افراد کو بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس ایسوسی ایشن کا عہدیدار منتخب کر کے صدر ایسوسی ایشن کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ورکنگ کمیٹی کے اکیس ارکان کو نامزد کردیں:

(۱) صدر:۔ابوالاحد محمد نور، ایم، ایل، سی[3]

(۲) جنرل سکریٹری، رضاءالرحمٰن انصاری، بی اے، (آنرز)

ان تفصیلات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ پچھلی صدی کی تیسری دہائی اور اوائل چوتھی دہائی تک مومن کانفرنس کی تنظیم نے ملک گیر پیمانے پر ہمہ گیر اثرات ڈالے۔ سیاسی، سماجی، معاشی، علمی اور مذہبی ہر میدان میں واضح بیداری کے آثار نمایاں تھے۔ اس ضمن میں اسلامی اخوت و مساوات کو بطور خاص نشانہ بنایا گیا۔ دیگر پسماندہ برادری کے باشعور اور تعلیم یافتہ افراد نے بھی اس تحریک سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو منظم اور متحرک کیا۔ جمعیۃ القریش ہی نہیں، جمعیۃ الراعین جمعیۃ المنصورین، جمعیۃ الحوارین وغیرہ تنظیموں نے بھی اپنے حدود میں سماجی، سیاسی، معاشی اور دینی بیداری کی مہم کو آگے بڑھایا۔ ان کے درمیان باہمی

---

[1] محرک عبدالقیوم انصاری مؤید: رضاءالرحمٰن انصاری۔

[2] تجاویز ومطالبات منظور کردہ بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس (باشندگان) کانفرنس، پٹنہ بتاریخ ۳۰/ستمبر ۱۹۳۵ء

[3] تجاویز ومطالبات منظور کردہ، بہار صوبائی ہینڈلوم ویورس (باشندگان) کانفرنس، پٹنہ بتاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

اخذ واستفادے کی خوشگوار فضا تھی ۔ملک میں سیاسی بیداری اور لیگ و کانگریس کشمکش کے ساتھ ہندو مسلم تفریقی احساسات میں اضافہ کے باوجود سب کی سیاسی وسماجی کانفرنسوں میں حسب موقع ہندو مسلم عوام وخواص اور سرکاری افسران تک آج کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں شریک اجلاس ہوا کرتے تھے۔

کل ہند جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس کلکتہ منعقدہ ۲۶ تا ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے شعبہ عمومی وسیاسی کی صدارت کرتے ہوئے امام العلماء مولانا غلام مرشد خطیب جامعہ عالمگیری لاہور نے جو جامع تقریر[1] کی اس میں مسلم لیگ کی قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ (لاہور) کی پرزور تائید کے باوجود قرآن وسنت کی معروف قدروں کے علاوہ کہیں کسی طرح فرقہ وارانہ نکتے کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ بلکہ باہمی اخوت ومحبت پر مختلف انداز سے موثر روشنی ڈالی۔

بہار شریف کی جمعیۃ المومنین کے جلسہ عام منعقدہ ۲۳؍ نومبر ۱۹۴۵ء کے اعلان و اشتہار میں یہ واضح کیا گیا کہ:

> ''.....جس میں جمعیۃ المومنین بہار شریف کے نئے عہدیداران کے انتخاب کا اعلان فخر قوم جناب عاصم بہاری صاحب فرمائیں گے''

اس جلسے میں بھی ہندو مسلم عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

ہینڈلوم ویورس یونین گورکھپور:

اس کا جلسہ عام منعقدہ ۱۹؍ مئی ۱۹۴۶ء[2] اور اس یونین کا قیام ۱۰؍ دسمبر ۱۹۴۵ء میں عمل میں آیا۔ مقصد یہ تھا کہ سوت کی تقسیم میں سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ اور بنکروں کی معاشی بدحالی کو دور کرنے کی تدابیر پر غور وعمل ہو۔ شہر گورکھپور میں اس وقت ۳۲۰۰ کرگھے تھے۔ ضلع کی ۵۴۰ سوت کی گانٹھوں کی درآمد میں کم از کم ۲۰۰ گانٹھیں چوربازاری کا شکار ہو کر بنکروں کو

---

[1] مطبوعہ عامی پریس پیسہ اخبار اسٹریٹ، لاہور

[2] رپورٹ پیش کردہ ظفر احمد انصاری جنرل سکریٹری یونین بمقام لال ڈگی بڑھیا، شائع کردہ: اراکین یونین گورکھپور۔

کنگال بنانے کا سلسلہ جاری تھا۔ یونین کے صدر نعمت اللہ کے ساتھ ضلع سپلائی افسر سے ملاقات اور تفصیلی گفتگو کے بعد از سر نو کرگھوں اور کارڈ ہولڈروں کا سروے کیا گیا تو تقریباً ۹۰۰ کرگھے اور ۲۰۰ کارڈ ہولڈر نقلی پائے گئے انہیں اس نئی فہرست سے خارج کیا گیا۔ جو سوت دو نمبر دو ماہ کے عرصہ میں تقسیم ہوتا تھا اسے یونین کے تعاون سے ایک ہفتہ میں تقسیم کر کے بنکروں کو بڑی سہولت دستیاب کی اور رشوت ستانی کی گرم بازاری کو روکا تو تقریباً ۹۰ فیصد بنکر اس یونین کے پلیٹ فارم پر متفق ہو گئے۔ گورکھپور ضلع کا قصبہ پیرولی دتی پارچہ بافی کا اُن دنوں ایک بڑا مرکز تھا۔ جہاں تقریباً ایک ہزار کرگھے چلتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر چار حلقوں کے مراکز کی بدعنوانیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسپیشل کوٹہ رکھنے والے سرمایہ دار تین چوتھائی سوت اور اس صنعت کو اپنے چنگل میں جکڑے ہوئے تھے، جب سے کانگریس وہاں برسر اقتدار آئی صوبہ کے تقریباً ہر ضلع میں سپلائی کے سلسلے میں ایڈوائزری کمیٹیاں بن گئیں جن سے بعض انجمنوں اور کالابازاری کے مسئلوں پر قابو پانے میں مدد ملی۔ سازش یہ تھی کہ ضلع کے کل پارچہ بافوں کو پانچ علاقوں میں تقسیم کر کے ایک ایک علاقہ کل پانچ اسپیشل کوٹہ والوں کو بطور جاگیر دیدیا جائے۔ سوت انہیں کوٹہ داریوں کو دیکر ان کی مرضی کے مطابق کام کر کے بنکروں کو ان کا دائمی غلام بنا دیا جائے۔ دیہاتوں کی پنچایتوں کو کپڑے کی تقسیم کا ذمہ دار بنایا گیا اور شہر میں پانچ آدمیوں[1] کی ایک نسبتاً چھوٹی کمیٹی کو کرگھوں کی جانچ اور سوت کی تقسیم کے سلسلے میں تحقیقات کی ذمہ داری دی گئی۔

سالانہ رپورٹ، کلکتہ جمعیۃ المومنین بابت ۱۹۴۶ء: یہ رپورٹ اس اعتبار سے عبرت کا نمونہ ہے کہ بہار شریف محلہ خاص گنج کے بعد جس شہر (کلکتہ) اور محلہ تانتی باغ سے مومن تحریک نے کل ہند ایک موثر تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی مولانا علی حسین عاصم بہاری کی وہاں سے طویل عرصہ تک منتقلی کے بعد وہاں کی تحریک نہ صرف یہ کہ بے اثر بلکہ بحران کا شکار ہو گئی۔ باہمی منافقت اور چپقلش نے رفتہ رفتہ بے حسی و بے عملی کو ایسی ہوا دی کہ کلکتہ کی

---

[1] مسٹر چندریکا لال، ایم اے ایل، اے (۲) مسٹر ہمیر سنگھ ایم ایل اے (۳) مسٹر اعجاز احمد، (۴) مسٹر نعمت اللہ (۵) اکسٹائل انسپکٹر کوآپریٹیو سوسائٹی

جمعیۃ کا آل بنگال جمعیۃ المومنین اور آل بنگال جمعیۃ کا آل انڈیا مومن کانفرنس سے عملاً کوئی ربط نہیں رہ گیا تھا۔ نہ اس کا کوئی دفتر رہ گیا نہ نشستیں اور مجلسیں منعقد ہوتیں۔ قواعد وضوابط بھی بالائے طاق ہو گئے تھے اس جمود وتعطل نے نوجوان مومنوں کو بے چین کر دیا کیوں کہ انتشار کے عالم میں جمعیۃ کے پرانے کارکنان دیگر تنظیموں کا رخ کر رہے تھے۔ اس بے عملی کے سبب مختلف قسم کے الیکشنی اور انتخابی عمل میں مومنوں کی اکثریت کے باوجود ان کی نمائندگی مایوس کن حد تک گھٹ گئی۔ آخر کار ناتی باغ کے چند جیالوں نے ناتی باغ جمعیۃ المومنین کی تنظیم نو کا بیڑہ اٹھایا۔ اور اس نے اصولاً جمعیۃ المومنین کلکتہ سے الحاق کی درخواست دی تو دو مہینے تک اس کا کوئی جواب ہی نہیں ملا کیوں کہ کلکتہ کی یہ شاخ پہلے ہی مردہ ہو چکی تھی مگر اس نو منظم جمعیۃ کے مخلصین کھڑے ہو گئے تو از سر نو قواعد وضوابط مرتب ہوئے۔ ارکان مجلس عاملہ اور عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔ مخلصین کی تعداد بڑھنے لگی۔ فنڈ بھی اچھا خاصا جمع ہونے لگا۔ اخبار نکالنے کے لیے سرکاری منظوری کی درخواست دیدی گئی۔ اس سے پہلے پراگندگی کا یہ حال تھا کہ ہوڑہ میں الیکشن کے موقع پر سلیمان انصاری جو ان کے نمائندے تھے، انہیں پولنگ ایجنٹ تک نہیں ملا، مخالف کیمپ سے منافقانہ گٹھ جوڑ وہاں کے مومنوں نے اس طرح کر لیا کہ ہوڑہ ضلع اسکول میں ایک ووٹ بھی ریکارڈ نہ ہو سکا مگر تنظیم جدید نے بہت جلد کایا پلٹ دی اور ''صدر ملت مومن جناب ظہیر الدین'' کی آمد کے موقع پر ایک سالانہ جلسہ منعقد کیا جس میں جناب رضاء الرحمٰن انصاری جنرل سکریٹری صوبہ بہار نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر ایک مطبوعہ[1] سالانہ رپورٹ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس کی خدمت میں پیش کی گئی جس کا خلاصہ اوپر گذر چکا ہے۔

جمعیۃ المومنین کلکتہ نے قلیل ہی عرصے میں پوری تنظیم کو ہمہ گیر انداز میں منظم کیا۔ مجلس عاملہ کے علاوہ اس نے انصار نیشنل گارڈس کی بھی تنظیم جدید کر کے اسے فعال بنایا۔ ذیل میں ذمہ داروں کی فہرست[2] کا بغور مطالعہ کیجیے تو اس میں بہار شریف کے مختلف محلوں کے افراد

---

[1] مرتبہ وصی احمد جنرل سکریٹری کلکتہ جمعیۃ المومنین نمبر ۵۳/۱ اے مفید الاسلام لین انٹالی۔ کلکتہ

[2] جمعیۃ المومنین کلکتہ کے عہدہ داران:۔ ۱۔ صدر۔ مولوی محمد اسرائیل ۲۔ نائبین صدر: (۱) مولانا عبد الحلیم شمسی (۲) جوائنٹ سکریٹری مسعود عالم عماد پوری، (۵) اسسٹنٹ سکریٹریان: (الف) وصی امام، (ب) مشتاق عالم سیالدہ (باقی آئندہ ص: پر ملاحظہ ہو)

کی کثرت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے برسہابرس مولانا علی حسین عاصم بہاری کے مختلف طرح کے پروگراموں سے فیض حاصل کیا تھا اسلئے انہیں دوبارہ متحرک ہونے اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

مسلم لیگی کاوشیں:۔ کلکتہ میں عارضی انتشار کے باوجود پورے ملک میں مومن تحریک کے ہمہ گیر اثرات سے کسی کو انکار نہیں تھا۔ جیسے جیسے اسمبلی اور کونسل کے صوبائی الیکشنوں کا وقت قریب آرہا تھا مختلف سیاسی جماعتیں اس تحریک اور اس کے قائدین پر ڈورے ڈال رہی تھیں۔ مسلم لیگ بھی کسی سے پیچھے نہیں تھی۔ متعدد معروف مومن شخصیات مسلم لیگ کی حامی بھی تھیں جن میں راغب احسن اور لطیف الرحمٰن گھگھیہ بہار میں اپنے وقت کی نامور شخصیات تھیں۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء کے الیکشن سے پہلے اور اس کے بعد جلسے جلوسوں پمفلٹس، کتابچوں اور اشتہارات فضا میں چھائے ہوئے تھے۔

مومن تحریک کی ہندوستان گیر تنظیم اور عوام تک اس کی پہنچ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لئے مسلم لیگ کے بعض دانشوروں نے پچھلی غفلتوں کا بظاہر کفارہ ادا کرنے کے خیال سے اپنی تگ ودو تیز کردی تھی جس کی ایک جھلک پیش کرنے کی غرض سے ان کے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ) (ج) محمد یونس، نیو مارکیٹ (۶) خازن، مولوی فضیلت حسین، خاص گنج۔ مجلس عاملہ: ۱۔ مولوی نظام بہار ۲۔ مسعود عالم عماد پوری ۳۔ ابراہیم مستری ۴۔ مسٹر مشتاق عالم، (جھالدہ) حافظ عظیم الدین سوہ ڈیہہ ۶۔ مولوی فضیلت حسین خاص گنج ۷۔ شمس الدین حیدر ۸۔ محمد یونس (نیو مارکیٹ) ۹۔ منشی نذر الصمد، (خواجہ احمد پور) ۱۰۔ ثمر الدین تالکہ ۱۱۔ اشفاق احمد ۱۲۔ وصی امام ۱۳۔ مولوی اظہار الحق، (خواجہ احمد پور) ۱۴۔ حافظ بدر الدین) (عماد پوری) ۱۵۔ مولوی محمد اسرائیل ۱۶۔ شمس الدین ۱۷۔ عبد الستار بی اے ۱۸۔ حافظ محمد سعید الدین کولوٹولہ (سوہ ڈیہہ) ۱۹۔ مولانا عبد الحلیم شمسی، ۲۰۔ منشی معین الدین (ملک بازار) ۲۱۔ محمد اسرافیل بی کام ۲۲۔ منیر الدین (سینٹرل مرچنٹ) ۲۳۔ وصی احمد، ۲۴۔ منشی عبد الکریم (نیو بازار)

عہدیداران انصار نیشنل گارڈس: ۱۔ مشتاق احمد انصاری سالار اعلیٰ ۲۔ عبد الجبار انصاری، (سیالدہ) جنرل ٹریزرر ۳۔ وصی احمد انصاری، پہلوان نائب سالار ۴۔ محمد یاسین انصاری، (عماد پور) ٹریزرر ۵۔ عبد المجید انصاری، (سوہ ڈیہہ) نائب سالار ۶۔ مسیح احمد انصاری، (خواجہ احمد پور) اسسٹنٹ ٹریزرر ۷۔ مسٹر عبد العزیز انصاری (بتولیہ) اسسٹنٹ ٹریزرر۔

ایک ۲ ورقہ مطبوعہ کتابچے کے سرورق کو نقل کر دینا کافی ہوگا:

"اللہ اکبر

جمعیۃ المومنین کی تحریک اور آل انڈیا مومن کے اولین بانیوں اور مومن جماعت قدیم ترین لیڈروں کا

اعلان ایمان

مسلم لیگ اور "سواد اعظم" سے علاحدگی کی تحریک مومنوں کو دین و دنیا میں برباد کر دے گی۔ ہندو کانگریس اور کانگریسی ٹولیاں ہندو رام راج کے لئے کام کر رہی ہیں۔ جس میں سب سے پہلے دیہات کے مومنوں کی شدھی کی جائے گی

دس کروڑ مسلمان کی اسلامی پنچایت مسلم لیگ ہے اور مسلم لیگ کی تائید کرنا مومنوں کا دینی فرض ہے۔

آنے والے الیکشن میں قومیت اسلام کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہو رہا ہے۔

برادران انصار! اٹھیے۔ مسلم لیگ کی تائید کیجئے اور اپنے بزرگان انصار مدینہ کی سنت زندہ کیجئے۔ انصار مدینہ نے دنیا میں پہلا پاکستان قائم کیا تھا اور آپ دوسرا پاکستان ہندوستان میں قائم کیجئے۔

ذیل میں جمعیۃ المومنین اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی تحریک کے اصل اور سب سے پہلے بانیوں اور مومن جماعت کے ذمہ دار صاحب اثر تعلیم یافتہ خدمت گذار لیڈروں کا مشترکہ اعلان درج ہے۔ یہ ہر صوبہ کے مومن لیڈر ہیں اور مومن تحریک کے اصل بانی اور لیڈر ہیں، لازم ہے کہ برادران مومن انصار اس کو خوب غور سے پڑھیں گے اور اپنے سرداروں اور رہبروں کی اپیل پر لبیک کہیں کیوں کہ انہوں نے برادری کو اللہ و رسول کے نام پر اخلاص سے بلایا ہے۔"

عریضہ۔ عبد الکریم، مجھی، جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس ۱۹ ذکریا اسٹریٹ کلکتہ۔

آخر میں داعیان الی الخیر کے اوپر جو عنوان لگایا گیا ہے وہ اس طرح ہے۔ ''جمعیۃ المومنین اور آل انڈیا مومن کانفرنس کی تحریک کے پرانے خدمت گار'' اس شاہ سرخی کے نیچے دو صفحات میں تقریباً پورے ملک کے پچاسوں نمایاں تحریکی شخصیات کے نام دیئے گئے ہیں۔ اس لمبی چوڑی فہرست میں مولانا علی حسین عاصم بہاری کا نام کہیں نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ موصوف مسلم لیگ کے سیاسی نقطۂ نظر سے دیگر نیشنل قائدین کی طرح متفق نہیں تھے۔ اس پورے کتابچے میں انصاریان ہند کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کے ان کو طرفدار بنانے اور ووٹ حاصل کرنے کی بھرپور تدبیر کی گئی ہے۔ درمیان میں جابجا ذیلی عنوانات اس طرح تحریر کئے گئے ہیں:۔

''سوال شیخ و مومن ورائین برادری کا نہیں، بلکہ اسلام کی زندگی اور موت کا ہے:

''مومن جماعت کو ملت اسلامیہ سے کاٹنے کی کانگریسی تحریک'' (ص:۶)

اس طرح کے اشتعال انگیز جملے بھی تحریر کئے گئے ہیں:

''مومنوں کی رہی سہی صنعت تباہ ہو گی اور سب سے پہلے مومنوں کی دیہات میں شدھی ہو گی وغیرہ'' (ص:۷)

تحریک آزادی کا نقطۂ عروج:۔ وقت کے ساتھ جیسا کہ عرض کیا گیا جدوجہد آزادی اور سیاسی کشمکش کا ماحول گھر سے باہر ملک بلکہ دنیا بھر میں مختلف انداز میں گرم ہوتا جا رہا تھا۔ برطانوی اور مغربی سامراج کے استحصالی رویے کے خلاف بیسویں صدی میں پہلی جنگ عظیم کے دریائے خون کا سیلاب ابھی تھما بھی نہیں تھا کہ ۱۹۳۹ء سے دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہو گیا ہندوستان کے برطانوی حکام اس وقت تک اس مشکل سے دوچار تھے کہ مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس دونوں دوستی و دشمنی کی سیاسی آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے جلد سے جلد ملک کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرا دینے کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کرتے جا رہے تھے۔ اس لئے ہندوستانی فوج کی سنگینوں کے بل پر نصف دنیا کو زیرنگیں رکھنے کے امکانات ختم ہوتے جا رہے تھے۔ اندرون ملک سیاسی بیداری نے انگریزوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ تو بیرون ملک

کانگریس کے ایک جیالے سپوت سبھاش چندر بوس نے ہندوستانی نوجوانوں کو یہ پیغام دیا کہ ’’تم خون دو ہم تمہیں آزادی دلائیں گے۔‘‘ کیوں کہ وہ لیگ اور کانگریس دونوں سیاسی جماعتوں کی اندرونی کشمکش (گرم دل اور نرم دل) اور منافقانہ پالیسیوں[1] کے خلاف ایک مخلص اور مجاہد صفت آزادی کے متوالے تھے چنانچہ انہوں نے ’’آزاد ہند فوج‘‘ یا انڈین نیشنل آرمی (INA) کی داغ بیل ڈالی اور انگریزوں کے کٹر دشمن اور برسر جنگ جاپانیوں سے جا ملے بقول جی۔ڈی۔بخشی۔[2]

> انہوں نے جاپان کے تعاون سے انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی آزاد ہند کی فوج تقریباً ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ وہ کوہیما اور امپھال تک ۲۰۰ کیلومیٹر گھنے جنگل میں سفر کر کے پہنچے اور ان پر قابض و دخیل ہو گئے۔ موسٹ یوپا کی اراوی ندی پر گھمسان کی جنگ میں آزاد ہند فوج نے بے پناہ قربانی دی۔ ہیروشیما اور ناگاساکی جزائر پر ایٹم بم سے حملہ کے بعد جاپانیوں نے سپر ڈال دی تو سبھاش چندر بوس نے روسی فوج کے تعاون سے اپنی جدوجہد کا نئے سرے سے آغاز کرنا چاہا لیکن ایک ہوائی سفر کے حادثے کا شکار ہو گئے‘‘

یوں بین الاقوامی سیاسی صورت حال، جنگ عظیم دوم اور ملک کے اندر آزادی کے بڑھتے ہوئے جوش نے انگریزی شکنجے کو ڈھیلا کرنا شروع کر دیا اور انہوں نے ایک طرف تو قسطوں میں غلام ہندوستان کو آزاد کرنا چاہا اور دوسری طرف اپنی ’’باعزت واپسی‘‘ کے لئے مختلف ہتھکنڈوں کو بالخصوص ’’لڑاؤ اور حکومت کرو‘‘ کی پالیسی کو بھی فروغ دیا۔

---

[1] ۱۷/تا۱۹/مارچ کانگریس کے رام گڑھ سیشن میں سبھاش چندر بوس اور گاندھی جی کے درمیان اختلافات اس قدر بڑھ گئے تھے کہ سبھاش بابو نے اپنے حامیوں کے ساتھ بعض اجلاس کا بائیکاٹ بھی کیا تھا۔ (ہندی روزنامہ ’’پربھات خبر‘‘ رانچی مورخہ ۲۳/جنوری ۲۰۱۰ء ص:۱۲)

[2] آزاد ہند فوج کے سابق میجر جنرل۔ انگریزی روزنامہ ’’ہندوستان ٹائمز‘‘ مورخہ ۲۲/جنوری ۲۰۱۰ء بعنوان: "NETAJI, NOT NETAS"

باب دوازدہم

تقسیم ملک کی کہانی:۔ اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں[1] مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ مورخین، و محققین کا ایماندارانہ تجزیہ یہی ہے کہ اس کے اصل ذمہ دار تین ہیں: انڈین نیشنل کانگریس، مسلم لیگ اور حکومت برطانیہ۔ ہم یہاں پر صرف ان حقائق کا اشاروں اور نکات کی شکل میں تذکرہ کریں گے جن سے آل انڈیا مومن کانفرنس کی اندرونی کشمکش کے بیرونی منظر نامہ کو بہتر تناظر میں سمجھا جا سکے۔ نیز آج تک مسلم لیگ اور مسٹر جناح کے حوالے سے بھگوا بریگیڈ اور بہت سے ہندوتوا وادیوں نے محض پروپگنڈے کے زور پر تقسیم ملک کی ذمہ داری مسلمان ہی نہیں اسلام کے سر ڈال کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کی وحشت و دہشت اور قتل و غارت گری کا جواز فراہم کر رکھا ہے۔ اس سازش کی حقیقت کو سمجھا جائے۔

شتروگھن کانتا آچاریہ (سابق رکن بی جے پی ایکزیکیٹیو کمیٹی) کے لفظوں میں:

"جناح بے عیب اصولوں، بہت مضبوط ایمانداری اور

---

[1] ۱۔ آر۔ این۔ اگروال: دی نیشنل موومنٹ ۲۔ سروجنی نائیڈو "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" ۳۔ مولانا آزاد" انڈیا ونس فریڈم" ۴۔ راج موہن گاندھی (گاندھی جی کے پوتے) A study ofHindu Muslim Encounter ۵۔ ایچ۔ ایم۔ سیروائی (سابق اٹارنی جنرل حکومت مہاراشٹر) Partition of India Legend and Reality ۶۔ لارڈ ویول وائسرائے ہند کی ڈائری ۷۔ خلیق انجم: "ہاتھ ٹوٹا پاکستان" (انگریزی) ۸۔ عائشہ جلال: ۹۔ جسونت سنگھ سابق وزیر مالیات و دفاع حکومت ہند و رکن بی جے پی: "جناح تقسیم ہند اور آزادی" رونما ۱۰۔ موفہ بشریٰ عابدی "تقسیم ہند کا ذمہ دار کون؟" بحوالہ یو این این، فاروقی تنظیم ۵ ستمبر ۹۰ء ۱۱۔ شتروگھن کانتا آچاریہ سابق رکن بی جے پی، ایکزیکیٹیو کمیٹی مغربی بنگال، "تقسیم ہند کیلئے تنہا جناح اینڈ کمپنی کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔" مطبوعہ سہ روزہ دعوت دہلی مورخہ ۱۷ ستمبر ۲۰۰۵ء نیز اسٹیٹس مین ۲۹۔ ۳۰ اگست ۵۰ء ۱۲۔ غلام الحسنین کیف نوگانوی بھنڈارہ (مہاراشٹر) "اسلام کو بھی تقسیم ملک کا ذمہ دار بتانا گھناؤنا الزام ہے" مطبوعہ سہ روزہ دعوت دہلی مورخہ ۲۲ ستمبر ۵۰ء وغیرہ ۱۳۔ ایم۔ اے۔ باری خاں، بوکارو "تقسیم ہند کا ذمہ دار کون" سلسلہ وار مضامین اردو روزنامہ قومی تنظیم رانچی ۱۱۔۱۰ اکتوبر ۲۰۰۵ء

راست بازی کے کامیاب وکیل تھے۔ انگریز دوست تھے۔ ان کے اندر فرقہ پرستی جیسی کوئی بات نہیں تھی .... وہ سور کے گوشت، شیمپین برانڈی سرخ ارغوانی رنگ کی شراب کلارٹ کے رسیا اللہ اور قرآن کے لئے ان کی دنیا کے ویژن میں کوئی جگہ نہیں تھی .... وہ گاندھی اور نہرو دونوں کے لئے بہت گھٹیا رائے رکھتے تھے۔ نہرو کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ "انہیں سیاست باز نہیں انگلش کا پروفیسر ہونا چاہئے تھا۔ وہ گاندھی کو "مکار لومڑی کہتے تھے" .... یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کانگریس اور مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس مشترکہ طور پر منعقد کرنے شروع کئے۔ ۱۹۱۵ء میں دونوں تنظیموں نے اپنے اجلاس بمبئی میں منعقد کئے اور ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں جہاں "لکھنؤ پیکٹ" عمل میں آیا .... وہ سیاسیات میں گاندھی جی کی لازمی کلیت پسندی کے نظریہ کے تحت مخالف تھے۔

۱۹۲۰ء میں انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس کو چھوڑ دیا .... ۱۹۲۸ء کے آل پارٹیز کونشن نے جناح کی طرف سے پیش کردہ مسلم مطالبات کو تسلیم نہیں کیا .... کانگریس کی خاص خوبی الفاظ اور جملوں کو توڑ مروڑ کر اور الٹ پھیر کر پیش کرنا تیز بات منہ سے نکل جاتا تھا۔ جس سے جناح کو ہمیشہ اندیشہ لگا رہتا تھا۔ جواہر لعل نہرو کے بیانات نے اس کی تصدیق کردی .... اس سے پہلے سی راج گوپال اچاریہ نے گاندھی جی اور جناح کے درمیان راج گوپال اچاریہ فارمولہ پر بحث کی خاطر ایک ملاقات کا انتظام کیا .... لارڈ واویل کی ڈائری کے لفظوں میں "دو عظیم پہاڑ ملے اور ایک معمولی سی چوہیا بھی برآمد نہیں ہوئی"۔ (اسٹیٹس مین ۲۹۔۳۰ راگست ۲۰۰۵ء)

لطف یہ ہے کہ مسٹر جناح نے ۱۹۰۵ء میں مسلم لیگ کے قیام کی مخالفت کی تھی۔ ۱۹۳۷ء تک وہ تصور پاکستان کے مخالف رہے۔ چوٹی کے کانگریسی رہنما گوپال کرشن گوکھلے نے جناح کو "ہندو مسلم اتحاد کا بہترین نمائندہ" کہا تھا اور ان کی وطن دوستی اور سیکولر کردار کی تعریف کی تھی۔ ممتاز نیشنلسٹ لیڈر سروجنی نائیڈو نے جناح کو "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" کہا تھا۔ اور اسی نام کی انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی۔ آر این، اگروال نے اپنی مشہور کتاب "دی نیشنل موومنٹ" میں لکھا ہے کہ جب جناح کانگریس کے اہم لیڈر کی حیثیت سے ہندو مسلم اتحاد کے لئے جدوجہد کر رہے تھے اس وقت ساورکر دوقومی نظریہ پیش کر رہے تھے۔ ممتاز کانگریسی لیڈر مدن موہن مالویہ نے انگریزی روزنامہ "پنجاب ٹریبیون" میں اپنے سلسلہ وار مضامین میں ساورکر کے دوقومی نظریہ کی پرزور تائید کی تھی۔ جنگ عظیم کے موقع پر گاندھی جی نے انگریزوں کی تعریف کی تھی مگر جناح نے برطانیہ کی سخت مخالفت کی تھی۔ وہ گاندھی جی کی "رام راج" "گائے کے تقدس" اور "ودیا مندر تعلیمی اسکیم" کو ہندو فرقہ پرستی پر محمول کرتے تھے۔

چوٹی کے کانگریسی لیڈر لالہ لاجپت رائے نے ۱۹۲۴ء میں تقسیم ملک کی تجویز اور پلان پیش کیا تھا تو جناح اور مسلمانوں نے اس کی پرزور مخالفت کی تھی۔ حیرت ہے کہ تقسیم کے اسی پلان کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جون ۱۹۴۷ء میں عملاً نافذ کر دیا۔ نہرو کے ان سے گہرے تعلقات تھے۔ مشہور گاندھی وادی لیڈر پنڈت سندر لال نے لکھا ہے کہ محمد علی جناح پاکستان کے حامی نہیں تھے۔ پاکستان ان پر تھوپا گیا تھا۔ ان کے لفظوں میں: "Jinnah was not in favour of Pakistan it was a Thrust Upon him"

مسلمانوں نے کانگریس میں شریک ہو کر اسے ہمت، جرأت اور تقویت عطا کی اور اسے اپنے خون سے سینچا۔ کانگریس اور گاندھی جی انگریز کی مرکزی حکومت کے زیر سایہ ہوم رول کے تحت صوبائی خودمختاری کے خواہاں تھے مگر کانگریسی مسلمانوں میں مولانا محمد علی جوہر، شوکت علی اور حسرت موہانی وغیرہ نے کانگریس کو مکمل آزادی کا نصب العین اور نعرہ دیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے کہا تھا کہ "ہم ایسی مکمل آزادی چاہتے ہیں کہ جس طرح وائسرائے نے

ہمیں جیلوں میں بند کر دیا تھا۔ ہم وائسرائے کو جیل میں قید کر دیں"۔

کانگریس میں ابتداء سے مسلم مخالف، ساورکر اور ہندو مہا سبھا سے ہمدردی رکھنے والے لیڈر موجود رہے ہیں۔ اس گروہ کو سردار پٹیل کی ہمدردیاں حاصل تھیں۔ مولانا آزاد نے اپنی کتاب "انڈیا ونس فریڈم" میں اس سچائی کو تسلیم کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ محمد علی جناح، دیگر ممتاز مسلم رہنما اور مسلم عوام کانگریس سے کیوں متنفر اور الگ ہوئے:۔

(۱) عظیم تر بنگال کی تقسیم ۱۹۰۶ء سے ایک علاقہ میں مسلم اکثریت ہو گئی تو کانگریس اور بیرون کانگریس کے فرقہ پرست اور فسطائی عناصر کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ انہوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور فرقہ وارانہ پرتشدد ہنگامے کئے۔ آخر تقسیم رد کر دی گئی۔ مگر ۱۹۷۰ء میں بنگلہ دیش کے پرزور حامی و مددگار بن گئے۔

(۲) ۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن کی رو سے موتی لعل نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ء نے اپنے خاکے میں مسلمانوں کے حاصل کردہ حقوق کی نفی کر دی۔

(۳) ۱۹۳۷ء کے الیکشن سے پہلے یوپی میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان یہ سمجھوتہ ہوا تھا کہ دونوں ملی جلی حکومت بنائیں گے اور مسلم لیگ کے نمائندوں کو کابینہ کی سطح کا وزیر بنایا جائے گا لیکن الیکشن میں کانگریس کو اکثریت ملی تو جواہر لال نہرو اس وعدے سے پھر گئے۔ بمبئی اور بہار میں مسٹر نریمان اور ڈاکٹر سید محمود کی جگہ کانگریس نے اپنی پسند کے دو ہندوؤں کو وزیر اعظم (وزیر اعلیٰ) بنا دیا اتنا ہی نہیں انہوں نے یہ اشتعال انگیز بیان بھی دیا کہ یہاں صرف دو فریق ہیں کانگریس اور حکومت برطانیہ۔ وائسرائے اور گورنر کے خصوصی اختیار کے مسئلے پر ۱۹۳۹ء میں مرکزی حکومت نے کانگریسی وزارتوں کو برخاست کر دیا تو مسلم لیگ نے اس دن "یوم نجات" کے طور پر منایا۔ واضح ہو کہ ان دنوں لارڈ پیتھک لارنس اور سر اسٹیفڈ کرپس "آزاد ریاست" کے بالکل مخالف تھے۔

(۴) حکومت برطانیہ نے کیبنٹ مشن بھیجا جس نے اپنی اسکیم ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو

شائع کر دی جس اسکیم کے تحت تین لازمی امور، دفاع، بیرونی معاملات اور رسل و رسائل مرکزی حکومت کے حوالے کیے گئے تھے اور پورے ملک کے تمام صوبوں کو تین سیکشن (زمروں) ہندو اکثریت، مسلم اکثریت اور ملی جلی آبادی والے علاقے متصور کر کے انہیں علاقائی خودمختاری دیدی گئی تھی۔ دس برسوں کے بعد اس پر نظر ثانی ہونی تھی۔ اس فارمولے پر مولانا آزاد اور کانگریس (نیز مولانا مودودی) اور لیگ سب کو اتفاق تھا۔ مسلم لیگ نے مطالبہ پاکستان سے دست برداری کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر معاہدے کے فوراً بعد ۱۰؍ جولائی ۱۹۴۶ء کو بمبئی کی پریس کانفرنس میں صدر کانگریس کی حیثیت سے پنڈت جواہر لعل نہرو نے اس تاریخی معاہدے کی پابندی سے انکار کر دیا۔ جس نے مسلم لیگ اور اس کے دفن شدہ مطالبۂ پاکستان میں نئی جان ڈالدی۔ جناح نے ۱۶؍ اگست ۱۹۴۶ء کو ڈائرکٹ ایکشن کا اعلان کر دیا۔ ہر جگہ یہ ’’ڈائرکٹ ایکشن ڈے‘‘ امن وامان سے گذر گیا۔ مسٹر حسین شہید سہروردی (چیف منسٹر بنگال) نے اس روز عام تعطیل کا اعلان کر دیا۔ لوگ ڈائرکٹ ایکشن ڈے‘‘ کے جلسے میں لاکھوں کی تعداد میں شرکت کر کے واپس آ رہے تھے کہ شہر کے گلی کوچوں میں مسلح ہندوؤں نے اچانک ان نہتوں پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ قتل و غارتگری کی یہ قیامت کئی روز تک کلکتہ کے طول و عرض میں برپا رہی۔ اس فساد کے رد عمل میں نواکہالی (مشرقی بنگال) میں جہاں مسلمان اکثریت میں تھے زبردست فساد ہوا۔ اور ہندوؤں کے ساتھ بھی وہی بہیمانہ سلوک ہوا جو کلکتہ کی مسلم اقلیت کے ساتھ ہوا تھا۔

(۵) اس فساد سے بھی پہلے عبوری حکومت کے قیام کے لئے ۴۶ء کا الیکشن منعقد ہو چکا تھا اور لارڈ ویول کیبنیٹ مشن کی سفارش کے مطابق کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری اقلیتوں کے نمائندوں پر مشتمل مرکزی کابینہ بنانے کی تگ و دو کر رہے تھے۔ یہاں پر بھی کانگریس کی یہی خواہش اور کوشش تھی کہ وائسرائے پہلے کانگریس کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دے اس کے بعد لیگ یا دیگر جماعتوں سے وائسرائے نہیں کانگریس معاملہ طے کر کے انہیں شریک حکومت کرے۔ لارڈ ویول نے براہ راست کانگریس کو عبوری حکومت میں شامل

ہونے کی دعوت دیدی۔ لیکن ابھی عبوری حکومت قائم بھی نہیں ہوئی تھی کہ کلکتہ میں ہولناک فساد پھوٹ پڑا۔ واویل نے کلکتہ کا ہنگامی دورہ کیا تو وہ میدان جنگ کا آزمودہ کمانڈر تھا اس فساد کو سول وار پر محمول کر کے مستقبل کی ہولناکیوں کو اس نے سمجھ لیا اس لئے کلکتہ سے واپس آکر جرأت سے کام لیا اور کانگریس سے مشورہ کئے بغیر مسلم لیگ کو بھی عبوری حکومت میں شامل ہونے کی براہ راست دعوت دیدی۔ یوں کانگریس کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا اور انگریزوں کے سائے تلے ہندوستان پر اکیلا راج کرنے کا خواب ادھورا رہ گیا۔

کانگریس ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو عبوری حکومت میں شامل ہوئی تھی اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ بھی اس میں شامل ہوگئی۔ لیگ کی یہ شمولیت کانگریس کی مرضی کے خلاف عمل میں آئی۔ اس لئے باہمی کشمکش کا سلسلہ جاری رہا۔

(۲) تقسیم ملک سے قبل جو ملی جلی عبوری حکومت (انٹرم گورنمنٹ) بنی اس میں جواہر لعل نہرو وزیر اعظم، لیاقت علی خاں وزیر خزانہ اور سردار پٹیل وزیر داخلہ اور دونوں پارٹیوں کے دیگر وزرا بھی تھے۔ لیاقت علی خاں نے ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء کو وزیر خزانہ کی حیثیت سے جو بجٹ پیش کیا اس نے عبوری حکومت کی کمر توڑ دی۔ اس بجٹ کو عام طور پر "غریب آدمی کا بجٹ "Poor Man's Budget" کہا جاتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے بلیک مارکٹ عروج پر تھا۔ ضروریات زندگی مہنگی ہوتی جا رہی تھی اور روپے کی قیمت گر رہی تھی اس لئے دولت گنتی کے چند منافع خوروں، بڑے صنعت کاروں اور تاجروں کے ہاتھوں میں مرکوز ہوگئی تھی۔ اس لئے بجٹ میں ٹیکسوں کا بیشتر بوجھ انہیں سرمایہ داروں پر ڈالا گیا تھا اس کے علاوہ سماجی انصاف کے تحت ایک تجویز یہ تھی کہ جن لوگوں نے ٹیکس نہ ادا کر کے دولت سمیٹی ہے ان کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن قائم کیا جائے۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ ایک لاکھ روپے سے اوپر تجارتی منافع پر پچیس فیصد اسپیشل انکم ٹیکس وصول کیا جائے۔ کانگریس میں ہمیشہ سرمایہ داروں، بنیوں، صنعت کاروں اور برہمنوں کا دبدبہ رہا ہے۔ انہیں یقین ہوگیا کہ متحدہ ہندوستان میں ان کے مفادات کو مسلمان سخت نقصان پہنچائیں گے اور غریب عوام

مسلمانوں کو پسند کر کے ان کے ساتھ لگ جائیں گے۔ انہوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ مسلمانوں کو الگ کر دیا جائے تا کہ وہ آزاد بھارت میں اپنا معاشی، سماجی اور مذہبی استحصال جاری رکھیں۔ یہ سود خور سرمایہ دار، یہودی سود خوار سرمایہ داروں کی طرح اسلام کے بلا سودی معاشی نظام سے بہت خائف رہتے ہیں۔[1]

خلاصہ یہ کہ ملک میں ذات پات اور استحصال کا ظالمانہ برہمنی نظام بالخصوص شمالی ہند پر ہزاروں سال سے حاوی ہے اس نے ملک کی تعمیر و ترقی کو ہمیشہ نقصان پہنچایا۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی تو باہمی نفاق، بداعتمادی، اخلاقی زوال، غیر ملکی عناصر سے سازباز اور تقریباً خانہ جنگی جیسی صورت حال رہی جس کے نتیجے میں شرقی ہند میں سراج الدولہ، جنوبی ہند میں شہید ٹیپو سلطان اور شمالی ہند میں بہادر شاہ ظفر کو زیر کرنے میں انگریزوں کو زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد سست رفتار سیاسی بیداری، مغربی تعلیم اور جدو جہد آزادی نے احساس زیاں کو بیدار بھی کیا تو، ہندو مسلم، ذات پات اور علاقہ واریت اور فرقہ واریت نے بعض خوبیوں کے باوجود ہماری سیاسی آزادی کو ''تن ہمہ داغ داغ شد'' کا مترادف بنادیا۔ بی جے پی کے سابق وزیر خارجہ، داخلہ اور خزانہ جیسے اہم قلمدانوں کو سنبھالنے والے اور بی جے پی پارٹی کی بنیاد رکھنے والے نے مولانا آزاد کے حوالے سے اپنی مشہور کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ''پٹیل نے نہرو کے ساتھ اس غلط بات کو مان لیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔'' اور اس کی اجازت دی کہ ''ہمارا ملک منقسم ہو جائے'' وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

> ''بہر حال یہ بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حالات کے واضح اشاروں کے باوجود ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم (دوم) کے شروع ہونے سے لے کر ۱۹۴۷ء میں تقسیم وطن کے درمیان انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈروں میں عمومی طور پر حقیقت پسندی، دوراندیشی، مقصد اور ارادے کا فقدان رہا''

---

[1] غلام الحسنین کیف نوگانوی: ''اسلام کو بھی تقسیم ملک کا ذمہ دار ٹھہرانا گھناؤنا الزام ہے۔'' دعوت دہلی ۲۴ ستمبر ۰۵ء۔

اس میں شک نہیں کے آزادی کے بعد ملک کے جمہوری نظام پارٹی سسٹم اور ایک مبسوط دستور ہند نے ملک کو مادی اور سماجی طور پر خاصی ترقی دی ہے۔بڑی سیاسی پارٹیوں نے آئین ہند کی روشنی میں ملک کو بکھرنے سے روکے رکھا ہے۔کیوں کہ مشہور ہے کہ پارٹی وہ رسہ ہے جو پورے ملک کو باندھے رکھتا ہے یہ رسہ ٹوٹا اور ملک منتشر ہوا۔نوکر شاہی صرف حکومت کو باندھے رکھتی ہے لیکن پارٹیاں شہریوں کو باندھے رکھتی ہیں۔مگر آزادی کے قبل ہی سے بڑی سے بڑی سیاسی پارٹیاں، ڈاکٹر وید پرتاپ[1] ویدک کے لفظوں میں۔

”جمہوری پارٹیوں کی طرح نہیں بلکہ پرائیوٹ لمیٹڈ کمپنیوں کی طرح چل رہی ہیں۔ دونوں (کانگریس اور بی جے پی) ریموٹ کنٹرول، سے چلتی ہیں۔ایک ۱۰۔جن پتھ سے اور دوسری ناگپور کے ہیڈ کوار بھون سے .... ہماری جمہوریت سر کے بل کھڑی ہے ہمارے ایم، ایل، اے، سے وزیر اعظم تک عوام کے تئیں جواب دہ نہیں بلکہ وہ پارٹی کے اشاروں پر تھر کتے ہیں۔اصلی مالک کو پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے۔اور نقلی مالک ان نمائندوں کو اپنی کٹھ پتلی بنالیتے ہیں .... یہ کٹھ پتلی پارٹیاں اوپر سے تھوپے ہوئے لیڈروں کو چپ چاپ قبول کرلیتی ہیں۔ایمرجنسی جیسی چیزوں پر آنکھ بند کر کے مہر لگا دیتی ہیں اور کھلی بدعنوانی پر اپنے لب سی لیتی ہیں۔

..........ہمارے ملک میں دو طرح کی تعلیم، دو طرح کا علاج، دو طرح کا معیار زندگی فروغ پا رہا ہے۔ ہمارا ملک بھارت اور انڈیا میں تقسیم ہوگیا ہے۔انڈیا ملائی کھا رہا ہے اور بھارت بھوکوں مر رہا ہے۔

......آج تک ملک میں ایک بھی پارٹی ایسی نہیں ابھری، جس کی تنظیم ملک کے ہر ضلع میں مستحکم ہو۔ یہ فکر کا موضوع ہے۔اس لئے

---

[1] اردو روزنامہ راشٹریہ سہارا مورخہ یکم جون ۱۰ء ص: ۲

ہندوستان میں برطانیہ اور امریکہ کی طرح دو پارٹی پر مبنی نظام کی جگہ دو محور
پر مبنی نظام بن رہا ہے۔''

غرض ہندوستان کا سیاسی خمیر پراچین کال سے حال تک منافقت، دو دلا پن، تعصب
و تنگ نظری اور ظالمانہ استحصال پر مبنی رہا ہے۔ جس میں کبھی بتدریج سدھار کے آثار نظر آتے
ہیں۔ تو کبھی بگاڑ کا سیلاب امڈ پڑتا ہے۔ آزادی کے معاً قبل چوتھی دہائی کی سیاسی صورت
حال تو اور بھی سیال حالت میں تھی۔ لیگ اور کانگریس کی کشمکش فرد سے لے کر پورے
معاشرے تک چھائی ہوئی تھی۔ آل انڈیا مومن کانفرنس میں ظہیر الدین انبالہ ہوں یا محی
الدین بیرسٹر، عبد القیوم انصاری ہوں یا لطیف الرحمٰن تکمیہ، ان کی باہمی کشمکش کے درمیان
مولوی علی حسین عاصم بہاری جیسے مخلصین کو چکی کے دوپاٹوں کے بیچ کبھی کبھی پسنا ہی پڑتا تھا۔
مگر ان حالات میں ۱۹۳۵ء ہی سے مجموعی سیاسی صورت حال کے پیش نظر عاصم بہاری نے
مومنوں کے ساتھ ہی ساتھ پسماندہ مسلمانوں کو بھی جگانے اور اپنے سیاسی حقوق کی بازیافت
پر آمادہ کیا۔ ۱۹۳۷ء کے تجربے ۱۹۴۶ء میں خاصے کامیاب رہے۔ موصوف کی قیادت میں
آل انڈیا مومن کانفرنس نے اپنی تحریک کو اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ ایک علاحدہ مستقل
سیاسی پارٹی کی حیثیت سے بھی میدان عمل میں اتار دیا۔ نتائج حوصلہ افزا رہے۔ مثلاً ریاست
بہار میں پانچ اسمبلی[1] سیٹوں پر مومن کانفرنس کے امیدوار کامیاب رہے۔ اس مثبت فائدے
کے علاوہ تحریکی حرکت و عمل کے سبب منفی سیاسی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر مزید
تین انصاریوں کو کامیابی ملی[2] نتیجہ یہ ہوا کہ بہار میں تشکیل وزارت کے وقت کانگریس ہائی
کمان کی طرف سے مولانا ابو الکلام آزاد، جب پٹنہ[3] آئے تو بہار کے مومنوں کے ایک وفد
نے موصوف سے مطالبہ کیا کہ عبد القیوم انصاری کو بہار کا وزیر تعلیم بنایا جائے۔ مولانا آزاد

---

[1] (i) عبد القیوم انصاری، رانچی۔ (ii) محمد یاسین انصاری، ہزاری باغ (iii) مولوی عبد الحمید، ڈالٹن گنج، (iv) عبد الاحد محمد نور، دربھنگہ اور (v) محمد یاسین، مدھوپور۔

[2] (الف) لطیف الرحمٰن، گیا (ب) مولانا مبارک کریم، بہار شریف، اور (ج) محمد قاسم انصاری، سیوان، [3] قیام گرینڈ ہوٹل، پٹنہ۔

نے یہ شرط پیش کی کہ آل انڈیا مومن کانفرنس کانگریس پارٹی سے انضمام کے عہدنامے پر دستخط کرے، مگر اس وقت کی مومن قیادت نے کانگریس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت برقرار رکھی۔ مگر ان دنوں بنگال اور پنجاب کی سیاسی وسماجی بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر ایسا لگتا ہے کہ کانگریس کے ہائی کمان نے دوسرے ہی ہفتہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر کے عبدالقیوم انصاری کو پی، ڈبلوڈی کا وزیر منتخب کرلیا۔

مومن کانفرنس کے اس مضبوط سیاسی موقف کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت بہار نے اس کے مطالبے پر ریاست بہار میں پانچ سو بیکورڈ مسلم ویلفیئر مکتب قائم کئے[1] (۱۲۰۰) بارہ سو بنکر سوسائٹیوں کا قیام عمل میں آیا۔ مومن اور دیگر پسماندہ مسلم برادریوں کے لئے اسکول سے کالج ویونیورسٹی کی سطح تک سیکڑوں غریب طلباء کے لئے وظائف کا نظم کیا گیا۔ نیز میڈیکل اور دیگر فنی ومختلف پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں میں طلباء کے داخلہ کے لئے سیٹیں ریزرو کی گئیں[2]

بہتری کی ان صورتوں کے ساتھ ساتھ اس برصغیر میں قوموں کے عروج وزوال کی متوازی طور پر ایک اور داستان وررقم کی جارہی تھی۔ چنانچہ ہندو مسلم فرقہ وارانہ سیاست نے رنگ لایا اور یوم آزادی سے برسوں پہلے بالخصوص شمالی ہند میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا جس میں دوطرفہ انسانی جان ومال اور عزت وآبرو کی ایسی بربادی ہوئی کہ چشم فلک نے ایسی تباہی کا منظر شاید کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ سلسلہ ۱۵ راگست ۴۷ سے برسوں آگے بلکہ کم وبیش آج تک جاری ہے۔ لیکن ۱۹۴۶ء میں بہار، بنگال کے خونی فسادات میں زبردست قتل وغارت گری ہوئی تو دونوں فرقوں کو بڑے پیمانے پر ریلیف کیمپوں کا اہتمام کرنا پڑا۔ ایک ریلیف کیمپ مسلم لیگ نے کلکتہ میں بھی قائم کیا جس کی برانچ آشنیں آسنسول اور پٹنہ میں بھی قائم کی گئیں۔ تاکہ دونوں ریاستوں کے مظلومین کی اشک شوئی کی جاسکے۔ اس کے لئے بیس صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ ''بعنوان'' منشور تحریک اخوان المہاجرین والانصار یا مختصر ایمان وعمل'' شائع کیا گیا۔ جس کے داعی راغب احسن، جنرل سکریٹری بہار مسلم ریلیف کمیٹی، بنگال

---

[1] چھوٹا ناگپور (جھارکھنڈ) میں تقریباً ۱۵۰ اور ہزاری باغ میں ۳۵ مکتب۔

[2] تحریک آل انڈیا مومن کانفرنس تاریخ کے آئینے میں، از۔ ڈاکٹر احمد سجاد۔ ص: ۱۰۔ ۱۱

برانچ، قائم کردہ پروِنشل مسلم لیگ نمبر ۸ زکریا اسٹریٹ کلکتہ تھے۔اس کتابچے کو راغب احسن نے اپنے دستخط ''مورخہ 10.5.47 کے ساتھ ''بعالی خدمت، مولانا علی حسین صاحب عاصم بہاری'' لکھ کے ان کی خدمت میں بھیجا تھا۔جس میں مسلمانانِ ہند بالخصوص انصاریانِ ہند سے فراہمی فنڈ کی موثر اپیل کی گئی تھی۔جابجا قرآن و حدیث کے حوالے سے اسلامی اجتماعیت اور جانی و مالی قربانی پر قارئین کو ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔سرورق پر ''مظلومین و مہاجرین بہار اور انصار بہار و بنگال و پنجاب و سندھ و سرحد کے نام محضرِ ایمان و عمل کے نیچے ایک حدیث کی عبارت مع ترجمہ دینے کے بعد وضاحت کی گئی ہے کہ

> ''تحریک اخوان کے ہر معاون کے لئے لازم ہے کہ وہ مسلم لیگ، پاکستان و قائد اعظم کا خیر خواہ ہو، اخوان کسی انجمن یا پارٹی کا نام نہیں ہے۔یہ عامۂ مسلمین میں اسلامی روح، اسلامی اخوت اور اسلامی ایمان و اخلاق پیدا کرنے کی تحریک ہے۔یہ ایک خالص دینی، اخلاقی و روحانی تحریک ہے جو کل مومن اخوۃ کی آیت پر مبنی ہے۔''

اس ''منشور'' کے دوسرے ہی صفحہ پر حرف جلی میں تحریر ہے:

ہدایات خصوصی

شمالی بہار اور چھوٹا ناگپور کو خالی کرنا ملت سے غداری ہے۔

برادرانِ اسلام! دیکھو مہلک غلطی نہ کرو'' اس کے نیچے مسلم لیگ کے حوالے سے چھ ہدایات تحریر کی گئی ہیں۔صفحہ ۱۴ پر ذیلی عنوان '' قارعہ۔۔۔۔قیامت کے پہلے قیامت کے لئے تیار ہو جاؤ'' کے نیچے یہ المناک اطلاع دی گئی ہے کہ

''انصار مسلمین، بہار میں مسلمانوں پر قارعہ نازل ہوئی، قیامت ٹوٹ چکی۔ایک لاکھ سے اوپر مسلمان قتل و غارت ہوئے، پانچ لاکھ سے اوپر خانماں برباد ہوئے۔دس لاکھ کے قریب اپنی جڑوں اور بنیادوں سے اکھاڑ دیئے گئے اور زمین ان پر تنگ ہوگئی۔''

بالفاظ عاصم بہاری

مٹے گا ہر گز نہیں تمنت یہی جو لیل و نہار ہوگا

تمام دنیا کی آفتوں کا قبیلہ اپنا شکار ہوگا

اس منشور کے داعیان میں راغب احسن کے علاوہ محمد توفیق ایم۔ایل سی فائینیل سکریٹری، حاجی محمد یوسف، ایم ایل سی خازن ۲۶ رنورعلی (انثالی) کلکتہ۔ درج ہے۔

مورخہ نومبر ۳۶ء

آل انڈیا مومن کانفرنس کا نواں اجلاس پٹنہ منعقدہ ۲۶ ر تا ۲۸ ر مارچ ۴۸ء[۱]

اس موقع پر "مختصر تاریخ مومن تحریک" کے زیر عنوان ایک ۱۶ صفحاتی کتابچے شائع کیا گیا جس کی فہرست مضامین میں ۲۹ ر ذیلی عنوانات تھے۔ آغاز "تاریخ المحول" اور مولانا قاضی عبدالجبار شیخپوروی (ضلع مونگیر) کے ۱۹۱۲ء میں ایک مجلس بنام "جمعیۃ المومنین، کلکتہ" کے تذکرہ سے کیا گیا۔ اس کے بعد کی تفصیلات کا مفید خلاصہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

صوبۂ بہار میں مومن تحریک کی پہلی کانفرنس ۱۹۲۲ء مطابق ۱۳۴۱ء بمقام بہار شریف۔ مدرسہ قومیہ

"فخر قوم مولوی علی حسین عاصم بہاری صاحب کی دعوت پر منعقد ہوئی" جس میں صوبہ کے مختلف اضلاع کے نمائندوں میں سے بعض شرکاء کے اسمائے گرامی بھی دیئے گئے[۲] اور جس کی رپورٹ خصوصاً الاکرام بہار شریف اور دیگر اخبارات میں شائع ہوئی۔"

---

[۱] بمقام گاندھی میدان۔ مرتبہ حاجی نعمت اللہ انصاری، ناظم شعبہ تصنیف و تالیف جمعیۃ المومنین صوبہ بہار، حسب فرمائش ابوالاحد محمد نور، ایم۔ایل۔اے صدر صوبائی جمعیۃ المومنین و پارلیمنٹری سکریٹری و صدر مجلس استقبالیہ۔ اس کانفرنس کی روداد کو نعمت اللہ صاحب "مختصر تاریخ مومن تحریک" کے عنوان سے ۱۶ صفحات کے ایک کتابچے کی صورت میں لیتھو آرٹ پریس دریاپور، پٹنہ میں چھپوا کر شائع کیا۔ قیمت ۲ر آنے رکھی گئی تھی۔

[۲] حضرت مولانا محمد فرخند علی سہرام (صدر جلسہ) حکیم نذیر حسین شیخ پورہ، مولوی فرزند علی چھپرہ، حاجی محمد نعمت اللہ بھاگلپور، مولوی کلیم ابوالفضل چمپارن وغیرہ

''اس کے بعد عاصم بہاری صاحب قومی تحریک کے پیش نظر ہمیشہ ہر علاقہ کا دورہ فرماتے رہے اور اپنے خاص انداز میں قوم کو بیدار کرتے رہے۔'' (ص:۴۰)

۱۹۲۳ء میں المومن کے اجرا کے تذکرہ کے ساتھ انہوں نے لکھا کہ

''گویا المومن کی تحریر اور عاصم بہاری کی عالمگیر تحریر نے ایک سال کے اندر صرف کلکتہ ہی نہیں بلکہ پورے صوبہ بنگال و بہار وغیرہ کے علاوہ ہمارے ہندوستان میں ایک ہلچل سی مچادی۔''

عملی جدوجہد کے پیش رووں میں مدیر المومن مولانا محمد یحیٰ اور مولوی علی احمد بلند اختر بھاگلپوری کے نام بھی موصوف نے لیے ہے۔

علمی وصحافتی اور اجتماعی کاوشیں: اس تحریک نے جہاں گاؤں گاؤں قریہ قریہ لوگوں کو بیدار کیا وہیں علمی وصحافتی اعتبار سے بھی بتدریج ایک ہندوستان گیر فضا ہموار کی اور مختلف علاقوں سے مولانا محمد یحیٰ کا ماہنامہ ''المومن'' مولانا حافظ محمد امام الدین، رام نگری کا رسالہ ترجمان مومن انصار بنارس، مقالہ نگار حکیم غلام نبی بی، اے ایڈیٹر و منیجر رسالہ ''انصاری'' لاہور، مولوی احمد رضا مدیر ''مومن'' بدایوں کے علاوہ، مولوی حکیم شمس الحق انصاری مؤلف تذکرۃ الانصار، دربھنگہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض ان کتابوں کی فہرست[1] بھی آخر میں دی گئی جو شعبہ تصنیف وتالیف جمعیۃ المومنین صوبہ[2] بہار نے شائع کی تھی۔ ان کے علاوہ آج تک یہ سلسلہ ہندوستان گیر پیمانے پر جاری وساری ہے۔ اسی طرح انگریزی میں 'سٹار'' از الہ آباد ایڈیٹر مولانا راغب احسن ایم اے ''مساوات'' (ماہنامہ پھلواری شریف) مدیر مولانا محمد حفیظ اللہ۔ مومن گزٹ کانپور مدیر اعلیٰ مولانا علی حسین عاصم بہاری بعدہٗ مولانا محمد زکریا۔ ''الاصلاح'' و

---

1. (i) خطبات آل انڈیا مومن کانفرنس (ii) تذکرۃ الانصار حصہ اول
2. پتہ: سبزی باغ، بانکی پور پٹنہ۔

حسن عشق" ماہنامے (۱۹۲۴) مدیر عبدالقیوم انصاری وغیرہ۔

پہلی آل انڈیا کانفرنس مارچ ۱۹۲۵ء بمقام ٹاؤن ہال کلکتہ زیر صدارت حاجی حافظ پروفیسر شمس الدین احمد شمس منیری عظیم آبادی۔

جمعیۃ المومنین کلکتہ کی دوسری کانفرنس ۲۵۔۲۶ دسمبر ۱۹۲۶ء زیر صدارت مولوی عبد اللطیف عبدالعزیز، بی اے، ایل ایل بی۔ایم ایل سی۔(دھولیہ خاندیس بمبئی) منعقد ہوئی۔
جس کی مجلس انتظامیہ کی پہلی نشست دسمبر ۱۹۲۷ء بمقام ڈیزل لین اکلکتہ میں منعقد ہوئی۔
جس میں تعلیم، تنظیم اور اصلاح معاشرہ نیز مردم شماری پر زور دیا گیا مگر فوری طور پر سیاست حاضرہ اور مسائل مختلف فیہ سے قومی تحریک کو الگ رکھا گیا۔

دستور العمل کی تشکیل اور بقیہ امور کی انجام دہی کا کام مولوی علی حسین عاصم بہاری اور محمد اکبر الہ آبادی کے سپرد کر دیا گیا۔بعدہٗ موصوف نے دستور العمل پیش کیا جسے بحث و مباحثے کے بعد منظور کیا گیا۔

آغاز میں بہار شریف اور کلکتہ کی تنظیمی کاوشوں کو بیشتر لفظ 'جمعیۃ المومنین" سے تعبیر کیا جاتا رہا۔مگر آل انڈیا مومن کانفرنس" کی اصطلاح کا آغاز ۱۹۲۹ء کے دوسرے اجلاس منعقدہ الہ آباد سے ہوا ویسے اس کے پہلے اجلاس کو "آل انڈیا جمعیۃ المومنین" کا نام دیا گیا۔جس کا انعقاد محمد علی پارک کلکتہ میں ہوا (۷۔۱۸ اپریل ۱۹۲۸ء) زیر صدارت مولانا عبدالمجید وکیل بنارس۔
آل انڈیا مومن کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۱۹۲۹ء بمقام الہ آباد زیر صدارت شیخ ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالہ۔

تیسرا اجلاس ۱۹۳۱ء بمقام دہلی زیر صدارت خاں بہادر سردار محمد اسلام رئیس نگینہ ضلع گیا۔
چوتھا اجلاس ۱۹۳۲ء بمقام لاہور، زیر صدارت شیخ مرتضیٰ حسین رئیس گورکھپور۔
پانچواں اجلاس ۱۹۳۳ء بمقام گیا۔زیر صدارت مولوی محمد نظام الدین، وکیل الہ آباد۔
چھٹا اجلاس ۱۹۳۷ء بمقام کانپور، زیر صدارت عبداللطیف عبدالعزیز دھولیہ منزل خاندیش۔
ساتواں اجلاس ۱۹۴۰ء بمقام گورکھپور، زیر صدارت شیخ ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالہ۔

آٹھواں اجلاس ۱۹۴۳ء بمقام دہلی زیر صدارت شیخ ظہیر الدین انبالہ آل انڈیا مومن کانفرنس کا نواں اجلاس ۲۶ تا ۲۸ / مارچ ۴۸ء بمقام گاندھی میدان پٹنہ، زیر صدارت آنریبل عبدالقیوم انصاری، منسٹر پی، ڈبلو، ڈی، ۲۸ مارچ ۴۸ کو آل انڈیا مومن اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پہلا سالانہ اجلاس زیر صدارت احمد سعید، (بمبئی) منعقد ہوا۔[۱] (ص: ۱۴)

انصار لائبریری سہسرام :- عاصم بہاری نے اوائل دور ہی سے چھوٹے، بڑے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کے قیام پر ہمیشہ زور دیا اور اس کے لئے باضابطہ مہم چلائی جس کے نتیجے میں بہار شریف کے تقریباً تمام محلوں میں مختلف قسم کے تعلیمی اداروں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی لائبریریاں قائم ہوئیں۔ ان کے محلہ خاص گنج کی لائبریری تو ایک زمانے میں بہار شریف کی سب سے ممتاز لائبریری تھی مگر افسوس ہے کہ آزادی کے بعد بدلے ہوئے نسبتاً بہتر ماحول کے باوجود نئی نسل کی بے حسی و بے عملی کے نتیجے میں ان لائبریریوں کا نظم و نسق خراب اور ذوق مطالعہ ماند پڑ گیا اس لئے بہت سی لائبریریاں ویران ہو گئیں۔

اسی دور میں انصار لائبریری سہسرام[۲] کو ایک مثالی لائبریری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس لائبریری کا سنگ بنیاد ۱۶ جون ۴۸ء کو رکھا گیا جس کا افتتاح مومن تحریک کے ہیرو آنریبل عبدالقیوم انصاری اور حکام و روسائے شہر کی موجودگی میں ہوا۔ جس میں اردو کتابوں کی تعداد ۳۰۶۷۔ انگریزی کی ۸۴، روزانہ آنے والوں کی سالانہ حاضری ۶۲۳۶۵ اور ڈیڑھ سال میں جاری شدہ کتب کی تعداد ۲۰۱۱۲ تھی ان کے علاوہ لائبریری کے زیر اہتمام مسائل حاضرہ پر اہل علم سے لکچر کا سلسلہ، مضمون نویسی کا مقابلہ نویں دسویں اور گیارہویں کے طلباء کی کوچنگ اور میٹرک پاس شدہ طلباء کی کتابوں کے عطیہ سے بعد کے غریب طلباء کے لئے بک بینک کا قیام۔ یوں یہ لائبریری اجتماعی، علمی اور ذہنی تحریکوں کا مرکز بن گئی تھی۔ لائبریری کے

---

۱ اتنے کم اوراق میں یہ ایک قیمتی دستاویز ہے۔

۲ ماخوذ از سالانہ رپورٹ انصار لائبریری سہسرام مرتبہ (ماسٹر فصیح الدین انصاری، جنرل سکریٹری انصار لائبریری، اجلاس منعقدہ ۲ جولائی ۱۹۴۸، بمقام اوجھا ٹاؤن ہال مطبوعہ برقی پریس سبزی باغ، بانکی پور۔ پٹنہ۔

عہدیداران[1] کے علاوہ محسنین کا تذکرہ اور گوشوارہ آمد و صرف کی پوری تفصیل شائع کی گئی تھی۔

دستور اساسی کل ہند مومن کانفرنس منعقدہ پٹنہ ۱۹۴۸ء:۔ کل ہند مومن کانفرنس کے اجلاس نہم میں آزادی کے بعد کے حالات و کوائف کی روشنی میں اس کا نیا دستور بنام "دستور اساسی" مومن کانفرنس کے اجلاس نہم منعقدہ ۱۹۴۸ء میں منظور ہوا۔

دفعہ ۱۔ "مقصد" کے زیر عنوان کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

"مومن جماعت کی اقتصادی، سماجی، تمدنی اور تعلیمی فلاح و بہبود اور اس کے حصول کے ذرائع پر عمل کرنا۔"

دوسری دفعہ میں اس تنظیم کے پانچ اجزائے ترکیبی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یعنی ابتدائی ارکان، صوبہ جاتی مومن کانفرنس، سالانہ عمومی اجلاس، کاؤنسل اور مجلس عاملہ نیز حسب ضرورت دیگر کمیٹیاں، اس وقت نو صوبوں کے صدر[2] مقام کو بھی نامزد کیا گیا۔ سالانہ کانفرنس کے موقع پر صوبہ وار آبادی کے تناسب سے ذیلی کمیٹیوں کی تعداد متعین کردی گئی تھی۔ یوپی ۴۵۰ بہار، ۳۰۰ مغربی بنگال ۲۰۰، بمبئی ۷۵، سی پی، برار ۷۵، مشرقی پنجاب، دہلی و اجمیر ۵۰۔ آسام ۱۰، اڑیسہ ۵۔ مدراس ۵۰۔ کل ۱۲۱۵ اور دستور[3] ۲۷ دفعات پر مشتمل ہے۔ پچھلے دستور کے مقابلے میں اس دستور میں "حمایت دین" ہی کو نہیں بلکہ کیڈر کی اخلاقی تربیت کے لئے بھی کوئی دفعہ نہیں رکھی گئی البتہ آزادی کے ایک ہی سال کے اندر نمائشی قومیت یا نیشنلزم کا نشہ ایسا چڑھا کہ دفعہ ۵ (ب) میں یہ اضافہ کرنا ضروری سمجھا گیا کہ کوئی ممبر اس وقت تک کسی عہدہ

---

[1] : صدر محمد احسن ایوب انصاری، ایم اے، بی، ایل۔ ایڈوکیٹ
نائب صدر مولوی محمد ابراہیم، جنرل سکریٹری، ماسٹر فصیح الدین انصاری
نائب سکریٹری محمد یحییٰ انصاری، خازن حافظ فہیم الدین
انچارج احمد حسین انصاری۔ محسن: حاجی نور محمد لائبریری عمارت کے مالک

[2] الہ آباد، پٹنہ، کلکتہ، ناگپور، بمبئی، دہلی، کٹک، مدراس اور تیز پور۔

[3] اس دستور کو اجلاس نہم کے موقع پر جنرل سکریٹری کل ہند مومن کانفرنس، حافظ منظور حسین نے ۱۹۴۸ء میں پٹنہ (بہار) سے شائع کروایا۔

کے لئے یا کسی کمیٹی کی رکنیت کا مستحق نہ ہوگا۔ جب تک وہ عادتاً کھادی نہیں پہنتا ہو"

غرض پورا دستور شروع سے آخر تک بے روح کر دیا گیا۔ جس نے بہت جلد پوری تحریک کو جمود و انتشار میں مبتلا کر کے مردہ کر دیا۔

بہار میں بحران:۔ صدر کل ہند مومن کانفرنس عبدالقیوم انصاری کی ایک خصوصی[1] اپیل پر ۲۲ فروری ۵۰ء کو پٹنہ میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس کی مطبوعہ[2] روداد کے صفحہ اول پر عبدالقیوم انصاری کے خط کا متن موجود ہے۔ جس میں موصوف نے صاف لفظوں میں بہار کی صوبائی مومن کانفرنس کے "دیرینہ اختلافات" اور "عرصہ سے افسوسناک حد تک جمود و تعطل" کا ذکر کرتے ہوئے آل انڈیا مومن کانفرنس کے حوالے سے اتحاد کی بنیاد کو آگے بڑھانے پر زور دیتے ہوئے اپنی ناکام مساعی کی طرف بھی اشارے کئے اور نشست[3] میں عمائدین بہار کے نام بھی درج کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد صدر مجلس کی تقریر کا متن ہے۔ تقریر میں موصوف نے تحریکی بحران کی تفصیلات بیان کیں جو خاصی عبرتناک ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ۱۹۴۸ء کے اواخر میں بعض وجوہ کی بناء پر صوبائی مومن کانفرنس میں "ایک قسم کا زلزلہ رونما ہوگیا" جس نے بہاری تحریک کو "تہہ و بالا" کر دیا۔ یعنی بہار کی صوبائی کانفرنس "دو پارٹیوں میں منقسم ہوگئی" "اکثر اضلاع میں بھی "بدترین قسم کی پارٹی بندیاں اور دھڑے بندیاں قائم ہوگئیں" یوں سارے صوبے میں "مومن جماعت میں اختلاف و انشقاق"

---

1. ایک خط بنام اراکین مجلس منتظمہ بہار صوبائی مومن کانفرنس مورخہ یکم فروری ۵۰ء
2. شائع کردہ زین العابدین، ایم اے۔ بی ایل محمد مرتضیٰ انصاری بی اے، بی ایل، سکریٹریان، عارضی بہار صوبائی مومن کانفرنس پٹنہ، برقی پریس سبزی باغ، پٹنہ۔
3. ایم، ایل، اے چیمبرز، گارڈینر روڈ، نزد سلطان پیلس پٹنہ میں ۱۲ بجے دن میں طلب کیا۔ اس میں شرکت کی گذارش کی، ۱۱۰ شرکائے اجلاس میں مشاہیر عبدالقیوم انصاری، سردار محمد لطیف الرحمٰن، ابوالاحد محمد نور، حافظ منظور حسین، ایم ایل اے، مولانا قاری ابو نعمان محمد عثمان، مولانا عبد الوہاب آروی، پروفیسر حافظ شمس الدین احمد، پروفیسر محمد ابو سعید، محمد یاسین انصاری، ایم ایل اے سنتھال پرگنہ۔ ڈاکٹر عبدالحمید انصاری، ایم ایل اے، مولانا عبدالسمیع ندوی، حکیم محمد منیر الدین انصاری وغیرہ۔

رونما ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں صوبہ میں "مومن تحریک قریب قریب مردہ ہو گئی اور جمود و تعطل کا شکار ہو گئی"۔ اس ضمن میں حالات کو بدلنے کی اپنی کوششوں کے رائیگاں ہونے کا بھی اعتراف کیا۔ جس پر مخلصین تحریک کے خطوط اور وفود نے صدر تحریک کو دوبارہ متحرک کیا اور موصوف نے دونوں پارٹیوں سے علاحدہ علاحدہ گفتگو کی جون ۱۹۴۹ء میں رانچی میں کئی اکابرین[1] سے تفصیلی گفتگو کے بعد متفقہ طور پر انہیں محمد نور صاحب اور ان کی پارٹی سے مصالحت کی شرائط طے کرنے کا "کامل اختیار دیدیا" چنانچہ حسب فیصلہ موصوف نے "نور صاحب کی پارٹی" سے گفتگو کی تو "ان لوگوں نے اصرار کیا کہ صوبائی مومن کانفرنس کے صدر تو نور صاحب ہیں۔ وہی آئینی جماعت ہے اور دوسری جماعت غیر آئینی ہے اس لئے مجھے (عبد القیوم انصاری) نور صاحب کی ہی کانفرنس کو آئینی قرار دینا چاہئے۔"

پھر کچھ دیر گفتگو کے بعد نور صاحب کی پارٹی نے بھی انہیں (عبدالقیوم انصاری) "اختیار دیا کہ ان کی پارٹی کی پوزیشن پر کسی طرح حرف آئے بغیر اگر مصالحت کی کوئی شکل نکل آئے تو اسے وہ منظور کرلیں گے۔"

اب دوطرفہ اختیار مل جانے کے بعد انصاری صاحب نے "چند غیر جانبدار مومن لیڈروں" سے مشورہ کے بعد تین فارمولے طے کئے:

(۱) دونوں صوبائی مومن کانفرنس کے عہدیداران مستعفی ہو جائیں اور متفقہ طور پر صوبائی کانفرنس کے نئے عہدیداران اور ان کی نئی مجلس عاملہ کا انتخاب کرلیں جس میں دونوں پارٹیوں کی برابر کی نمائندہ ہوگی۔

(۲) موجودہ صوبائی مومن کانفرنس کے عہدیداران کا انتخاب ہوئے دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا اس لئے مجلس منتظمہ کی

---

[1] رضاء الرحمٰن انصاری، محمد یاسین ایم ایل اے۔ ہزاریباغ، ماسٹر عبدالرزاق، حافظ منظور حسین ایم ایل اے، محمد یاسین ایم ایل اے، سنتھال پرگنہ، مولانا عبدالعزیز، بلرام پوری۔

سالانہ میٹنگ کر کے نیا انتخاب کر دیا جائے۔

(۳) اپنے اختیارات خصوصی سے دونوں ہی کانفرنسوں کو برخاست کر دوں اور اس کے عوض ایک ایڈہاک کمیٹی (عارضی کمیٹی) کی تشکیل کر کے تین مہینے کے اندر نئے دستور کے مطابق جدید انتخاب کرا دیا جائے۔

اس فارمولے پر بھی متعدد بار سمجھانے کے باوجود رضاء الرحمٰن صاحب اور ان کے ساتھیوں نے صاف انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ جب تک نور صاحب اور ان کی پارٹی کے لوگ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال کر معافی کا اعلان نہ کریں وہ لوگ کسی حالت میں مصالحت نہیں کر سکتے ہیں۔" (ص:۵)

رضاء الرحمٰن اور ان کے رفقاء کے اس "رویہ" سے انصاری صاحب کو بڑی مایوسی ہوئی پھر بھی انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور اس سلسلے کی مصالحتی کوششوں کے ضمن میں انہوں نے "کل ہند مومن کنونشن" کا انعقاد عمل میں لایا تا کہ "بہت زمانہ کے بعد بچھڑے آپس میں ملیں گے تو لوگ پرانی باتوں کو بھول کے متحد و متفق ہو جائیں گے۔" فی الواقعہ "کنونشن میں روح پرور نظارہ تھا" لوگوں نے بڑے اعتماد و اخلاص کے ساتھ آزادی کے بعد نئے تناظر میں اتحاد و اتفاق پر کھل کے باتیں کیں۔ اظہار خیال کرنے والوں میں رضاء الرحمٰن انصاری اور ماسٹر عبد الرزاق انصاری شامل تھے۔ کنونشن کے بعد بھی دو روز تک مصالحت و مفاہمت" کی گفتگو ہوتی رہی جس میں صوبہ اور بیرون صوبہ کے مومن لیڈروں نے حصہ لیا۔ ان تمام کاوشوں کے بعد موصوف رقم طراز ہیں:۔

"رضاء الرحمٰن انصاری اور ان کے رفقا اپنی ضد پر اڑے رہے اور ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہ ہوئے" (ص:۶)

اس اختلاف کا عبرتناک پہلو یہ ہے کہ "مومن کش اخبار صدائے عام، پٹنہ" میں

اخلاق سوز حرکتیں شروع ہوگئیں اور گندگیاں اچھالی جانے لگیں۔ بالآخر انصاری صاحب نے یہ اعتراف کیا کہ مصالحت و مفاہمت کی ان کی ساری کاوشیں "بے سود" ہوئیں۔ چنانچہ:

"صوبہ بہار میں مومن تحریک قریب قریب مردہ ہو چکی ہے۔
تنظیم کے پرزے بالکل ڈھیلے پڑتے جا رہے ہیں قومی شیرازہ بالکل پراگندہ ہو چکا ہے۔"

لہٰذا مجلس منتظمہ چونکہ اس تحریک کی سب سے بڑی جماعت ہے اس لئے آپ کے مشوروں کی روشنی ہی میں کوئی موثر عملی قدم اٹھانا مناسب ہوگا۔ اس کے بعد مختلف حضرات نے اپنی اپنی تقریروں میں مشورے پیش کئے۔ ان میں ابو الاحد محمد نور، مولوی ظفیر الحسن، مولانا عبد السمیع ندوی، مولوی عبد الجلیل، محمد مسلم انصاری (گریڈیہہ) وغیرہ خاص تھے۔ سب کی تقاریر کے بعد دوسری نشست میں عبد القیوم انصاری نے اپنا فیصلہ صادر کرنے کا اعلان کیا۔ مگر دوسری نشست میں سب سے پہلے چند تجویزیں منظور کی گئیں:

تجویز ا میں جملہ اراکین نے صدر کل ہند مومن کانفرنس کی مبنی بر حقائق وکوائف تحریک کی پیشکش پر اظہار تشکر و امتنان کیا اور یقین دہانی کرائی کہ موصوف جو فیصلہ کریں گے وہ ہم سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔

تجویز ۲ میں عبد القیوم انصاری پر شورہ پشت افراد اور اخبارات نے بے بنیاد الزامات اور پروپیگنڈوں کا بازار گرم کر رکھا تھا اس کے خلاف اظہار مذمت کیا گیا۔ نیز "ان گندم نما جو فروش مومن افراد سے بھی ہوشیار" رہنے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر زور دیا اور باہمی اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کی سب نے تلقین کی (ص:۹)

صدر کل ہند مومن کانفرنس کا فیصلہ:۔ تقریباً ڈیڑھ سال سے صوبائی تنظیم کی پراگندگی اور ابتری نیز کسی باضابطہ اور باقاعدہ صوبائی مومن کانفرنس کا وجود باقی نہیں رہا اس لئے کل ہند مومن کنونشن نے جس مبارک اتحاد و اتفاق کی بنیاد ڈالی تھی اس کے پیش نظر انہوں نے دونوں مخالف صوبائی مومن کانفرنس کو برخاست کرنے اس کی جگہ حسب ذیل

اشخاص پر مشتمل ایک ایڈہاک (عارضی) "بہار صوبائی مومن کانفرنس کی تشکیل کر کے اسے پابند کر دیا کہ وہ ۳۰ جون ۱۹۵۰ تک تمام تھانوں ضلعوں اور صوبائی کانفرنس کا انتخاب جدید دستور کے مطابق عمل میں لے آئے۔

عہدیداران وارا کین عارضی بہار صوبائی مومن کانفرنس:۔ صدر : حافظ منظور حسین ایم ایل اے۔ سکریٹری:۔ زین العابدین وکیل چائباسہ۔ محمد مرتضیٰ انصاری، وکیل جہان آباد، گیا۔ اراکین میں ضلع وار نمائندہ افراد کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً پٹنہ[1] سے ۷ گیا سے[2] ۶۔ شاہ آباد سے ۷۔ مظفر پور سے ۶۔ سارن سے[3] ۷۔ چمپارن سے ۷۔ دربھنگہ سے ۱۰۔ بھاگلپور[4] سے ۵۔ سہرسہ سے ۲۔ مونگیر ۷۔ پورنیہ ۵۔ سنتھال[5] پرگنہ ۸۔ رانچی ۹۔ سنگھ بھوم[6] ۲۔ پلاموں ۵۔ ہزاریباغ ۵۔ صدر مجلس کی تقریر اور اعلان کے بعد سردار محمد لطیف الرحمٰن نے اپنی تقریر میں مومنوں کو متحد و متفق رہنے کی ہدایت کی۔ مولانا عبدالوہاب آروی اور مولانا قاری ابو نعمان محمد عثمان نے بھی تقریریں کیں۔ آخر میں مولانا محمد عثمان کی دعائے خیر کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

عاصم بہاری کی گرتی ہوئی صحت:۔ ملک وملت نے ۱۵ اگست ۴۷ء کو داغ داغ اجالے والی صبح کو دیکھ تو ضرور لیا مگر بدلے ہوئے سیاسی و سماجی صورت حال پر علماء اور دانشوروں نے ماضی و حال کے واقعات و واردات کی روشنی میں مستقبل کے لئے کسی کارگر نسخہ عمل کو تجویز کرنے کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا۔ معاملہ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ کا رہا۔ اسلام اور مسلم دشمن قوتوں نے تقسیم ملک کے اپنے پاپ کی گٹھری کو سیاسی اقتدار، دھن، دھونس، دھاندلی اور پروپیگنڈوں کے زور پر کٹے پھٹے اور لٹے پٹے مسلمانوں کے سر ڈال دیا۔

---

1. رضا ءالرحمٰن، مولوی ظفیر الدین، حافظ محمد ظہیر الدین اور مولوی محمد سعید وغیرہ۔
2. مولوی محمد اسحاق حسین، حافظ عبداللطیف وغیرہ۔
3. شیخ احمد حسین ایم ایل اے۔ ڈاکٹر سلیم انصاری، ڈاکٹر محمد نعمان انصاری وغیرہ
4. مولانا عبدالسمیع ندوی، محمد خلیل ایم ایل اے۔
5. محمد یاسین انصاری ایم ایل اے۔ عبدالمنان انصاری وغیرہ۔
6. مولوی امام علی، عبدالمنان انصاری، قاری لیاقت حسین، محمد ابراہیم انصاری ایم پی، حکیم عبدالخالق۔

چنانچہ تعصب و تنگ نظری، فرقہ پرستی اور مسلم دشمنی کی لئے بڑھتی چلی گئی۔ جس نے فرقہ وارانہ فسادات بلکہ مسلم نسل کشی اور ہمہ گیر زوال و انحطاط کی شکل اختیار کر لی۔ اس زہرناک ماحول میں مسلم تنظیمیں بھی انتشار و بحران کا شکار رہیں۔ ان کی پالیسی اور طریق کار میں قبل آزادی، غلام ہندوستان کے طور طریقے حاوی رہے۔ اس بحرانی دور میں کل ہند مومن کانفرنس نے جدوجہد آزادی کے مین اسٹریم میں چونکہ موثر رول ادا کیا تھا۔ اس لئے اس کے علماء اور دانشوران اس پوزیشن میں تھے کہ وہ ارباب اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے حالات کو اپنے اور پوری ملت کے لئے متوازن و سازگار بنائیں۔ مگر آزادی اور اقتدار کے الجھے سلجھے مسائل اور مصائب نے مومن قیادت کی بھی آنکھیں چکاچوندھ کر دیں۔ ان کے باہمی نفاق اور نئے آقاؤں کی خوشنودی کی دوڑ میں انہیں اپنی تنظیم کو بچائے رکھنے کا خیال رہا نہ جدید تقاضوں کے پیش نظر پیشہ ور ہنرمندوں اور محنت کش عوام کی صلاح و فلاح کو کارگر بنانے کا عزم اس وجہ سے وقتی اور عارضی مفادات میں الجھ کر ان کی اہم شخصیات اور تنظیم بھی بے اثر ہو کے رہ گئیں۔

ادھر عاصم بہاری کی درازی عمر اور ضعف صحت نے ان کے دمہ کے مرض اور عارضہ قلب کو روز بروز تشویشناک حد تک بڑھانا شروع کر دیا۔ اس حال میں جب تک صبر و ضبط کے ساتھ دورے، نشستیں اور سفر کر سکتے تھے کرتے رہے مگر کئی باران کی حالت جب بہت بگڑ گئی تو بالخصوص حاجی قمر الدین اور حاجی بدر الدین پرفیومرس الہ آباد اور وہاں کے معتقدین نے بضد ہو کر انہیں محلہ اتالہ، (بمکان حاجی قمر الدین) میں سکون سے قیام اور علاج پر مجبور کیا۔ طب اور ایلوپیتھی کے ماہرین کی دوا چلتی رہی۔ مگر اس حال میں بھی صبح ناشتہ کے بعد سے دوپہر اور پھر شام اور رات دیر تک الہ آباد ہی نہیں یوپی اور ملک کے دیگر مقامات و اضلاع سے عقیدتمندوں کی آمد اور ان سے صلاح و مشورہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ بقول عاصم بہاری:

قفس میں غفلت کے مری شکستہ پری رہے گی جب تک
نہ چین مجھ کو ملے گا ہرگز نہ دل کو میرے قرار ہوگا

اس حال میں بھی موصوف خاموش نہ رہ سکے۔ڈاکٹروں نے سفر پر پابندی عائد کر دی تو مومن گزٹ کو آزادی کے بعد کے نئے حالات کے مطابق ڈھال کر اپنے قلم کو از سر نو رواں کیا۔آزادی کے بعد بھی "آل انڈیا مومن کانفرنس کی تحریک کیوں؟" کے زیر عنوان ایک اداریے میں موصوف نے تحریر کیا کہ:

"دنیا کے بدلے ہوئے حالات میں محنت و مزدوری، صنعت و تجارت کے جو جدید اصول اور علمی طریقے رواج پا گئے اور رواج پا رہے ہیں ان سے واقف ہونے کی صورتیں پیدا کی جائیں۔"[۱]

ایک اور اداریے میں عاصم بہاری نے "صنعت پارچہ بافی کی کساد بازاری اور بنکروں کی پریشان حالی" کے زیر عنوان ملک گیر مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ بنکروں کی جمعیتوں کو ہر جگہ کی تفصیلی کیفیات پر تجویز میں منظور کر کے صوبائی و مرکزی وزراء کے پاس بھیجیں اور مفصل روداد اخبارات میں شائع کروائیں اور ہدایت کی:

"بنکروں کو یہ بات خوب ذہن نشیں کر لینا چاہئے کہ جمہوری حکومت میں صرف اجتماعی کوششیں بارآور ہوتی ہیں اور اخبارات کی آواز پر دھیان دیا جاتا ہے۔انفرادی دوڑ دھوپ یا مقامی جدوجہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی"

"..........بنکروں کی اخباری طاقت کمزور بلکہ نہیں کے برابر، مومن کانفرنس کی دوڑ دھوپ آہستہ خرام بلکہ نخرام کے مطابق، نمائندگان اسمبلی خاموش، برادری کے لوگ بطور خود کچھ کرنے سے عاجز تو مصیبت ختم کیوں کر ہو؟" ص:۹۰۔[۲]

عاصم بہاری نے عہد جدید کی صحافت میں بھی اپنے فطری مگر مخلصانہ طنزیہ و مزاحیہ

۱۔ تحریک آل انڈیا مومن کانفرنس تاریخ کے آئینے میں۔ ص:۲۔

۲۔ ایضاً ص:۹۰

انداز بیان کو ترک نہیں کیا بلکہ آزاد ہندوستان کے عہدیداران مختلف کمیٹیوں کے ذمہ داروں اور صوبائی ایم ایل اے وغیرہ کو بھی آخر وقت تک جھنجھوڑتے رہے۔ایک مختصر مگر موثر اداریہ بعنوان ''چوبائی چلے گی جلد'' میں ایم ایل اے کو اس پرلطف انداز میں بیدار کرتے ہیں:۔

> ......''کیوں نہ ہو اب یہ بیچارہ ''ایم ایل اے'' ہو گیا ہے۔اور میں تو سمجھتا ہوں کہ ''اِل اے بلے'' ہو گیا ہے۔اب بے چارے سے کوئی بات پوچھنا ہی فضول ہے۔اس کے متعلق اگر کچھ دریافت کرنا ہو تو بس اللہ میاں سے معلوم کرو کہ ''کیف خلقت''۔

مسلم ایم ایل ایز ''اِل اے بلے'' کیسے نہ ہوتے کہ آزادی کے معاً بعد مولانا آزاد کی تحریک پر مسلم کانفرنس لکھنؤ میں مسلمانانِ ہند نے اور عبد القیوم انصاری نے اپنے دور صدارت میں اسی طرز پر مسلمانوں اور مومنوں کو عملی سیاست کے میدان سے کان پکڑ کے باہر لا کھڑا کیا اور برسر اقتدار طبقہ کا انہیں عملاً ووٹ بینک بنا دیا۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ۱۹۵۲ء سے ۲۰۰۹ء تک پندرہ جنرل الیکشن میں ۲۰ کروڑ مسلم آبادی کے جملہ الیکشنوں میں کل ۳۴۲ مسلم مردوں کی نمائندگی ہو سکی۔اور مسلم خواتین کی کل نمائندگی ۶۲ برسوں میں فقط ۱۶ کی رہی[1]۔یعنی کل مسلم مردوں کی نمائندگی جملہ خواتین کی نمائندگی سے بھی سوا سو (۱۲۵) کم رہی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر میں مسلمان کی حیثیت مالِ غنیمت یا مالِ مفت کی ہو کر رہ گئی۔اور آج خواتین کی ۳۳٪ فیصد ریزرویشن کی حصہ داری کا معاملہ راجیہ سبھا کے بعد لوک سبھا میں لانے کی تیاریوں سے پوری ملت چیخ رہی ہے کہ اس طرح مسلم خواتین تو کیا مسلم مردوں کی نمائندگی بھی پارلیمنٹ میں برائے نام رہ جائے گی۔لہٰذا مسلمانوں کے لئے بھی ریزرویشن کا کوٹہ متعین کر دیا جائے۔سیاسی میدان میں اس طرح کے مطالبات ''بھیک'' کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں اس لئے ان مطالبات پر ظاہر ہے کہ کسی کو سوچنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ بعض نام نہاد سیکولر پارٹیاں اپنی ''سیاست بازی'' کے لئے مسلم خواتین کے ریزرویشن کی بات بھی برائے بیت کر رہے ہیں۔

---

[1] دعوت دہلی ۱۹ مارچ ۱۰ء

عاصم بہاری کی نگاہ دوربین نے آزادی کے بعد مسلم لیڈرشپ کی احساس کمتری اور غلامانہ ذہنیت کا بہر حال پوری طرح اندازہ کرلیا تھا اس لئے انہوں نے دور خاں قلمی جہاد جاری رکھا اولاً عوام کو نئی صورت حال سے آگاہ کرتے رہے اور دوم مومن و مسلم لیڈرشپ کے ضمیر کو جھنجوڑتے رہے۔ حاجی قمر الدین صاحب کا بیان یہ تھا کہ قلمی کاوشوں کے علاوہ ملک بھر سے بیدار مغز اصحاب کا کم وبیش ہر روز صبح سے شام تک تانتا بندھا رہتا اور ان کی فرشی نشست گاہ میں ملک وملت کے مختلف مسائل پر صلاح ومشورہ اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہتا۔

آزادی کے بعد مومنین یوپی کے احوال (۱۹۵۳ء):۔ کچھ تو عاصم بہاری کی یوپی میں موجودگی، ان کی علمی وصحافتی کاوشیں اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ بہار اور بنگال کے بعد عاصم بہاری نے اپنا سب سے زیادہ وقت اور صلاحیتوں کو یوپی ہی میں صرف کیا اس لئے وہاں آزادی کے کچھ عرصہ بعد تک مومنوں کی تحریکی اسپرٹ میں توانائی دکھائی دیتی ہے۔ ۱۹۴۶ء کے جنرل الیکشن میں اپنے متفقہ فیصلے کے مطابق یوپی کی مومن کانفرنس نے کانگریس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ جس کے مثبت نتائج بھی سامنے آئے۔ یعنی اس الیکشن میں مومن انصار برادری کو مسلم نیشلسٹ پارلیمنٹری بورڈ اور کانگریس پارلیمنٹ بورڈ نے اٹھارہ ٹکٹ دیئے جن میں سے مومنوں کے چھ امیدواروں کو لیگ کے مقابلے میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک کو پارلیمنٹری سکریٹری بنایا گیا۔ آزادی کے قبل تک مومن لیڈرشپ نے تین محاذوں پر اچھی سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا اولاً مسلمانوں کی تعلیم وتنظیم اور صنعت وحرفت کی بقا وتحفظ، دوم، جنگ آزادی میں کانگریس کے دوش بدوش انگریزوں سے نبرد آزمائی اور سوم مسلم لیگ سے مقابلہ آرائی۔

"اس وقت ہماری جماعت کا بچہ بچہ اپنے اندر جماعتی اور سیاسی بیداری رکھتا تھا[1] مگر ۱۹۴۷ء کے وحشیانہ دور بربریت میں تقسیم ملک کا کاری زخم، دوسری جنگ عظیم کے معا

لے رپورٹ حکیم حاذق ایم ڈی بی وچیئر مین پی ڈبلو ڈی اٹاوہ، جنرل سکریٹری یوپی مومن کانفرنس پیش کردہ، انیسویں صوبائی مومن کانفرنس منعقدہ ۲۶ ۔ ۲۷ اپریل ۱۹۵۳ء بمقام علی گڑھ با جتماع محمد حفیظ اللہ انصاری بی اے علیگ جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ، ریاض ہند پریس علی گڑھ۔

بعد کی عالمی کساد بازاری اور قوم کی صنعتی واقتصادی بدحالی کی سہ طرفہ چوٹ نے بڑی حد تک تحریک کو کمزور اور سست رفتار بنا دیا۔ پھر بھی کلی تعطل سے اس کا دامن ایک حد تک محفوظ رہا۔

آزادی کے بعد اس پنج سالہ دور میں یوپی میں کوئی عام جلسہ تو نہ ہو سکا پھر بھی حسب ضرورت کونسل اور مجلس عاملہ کے اجلاس برابر منعقد ہوتے رہے چنانچہ اس وقت تک، کانپور، بارہ بنکی، الٰہ آباد، لکھنؤ اور جسونت نگر ضلع اٹاوہ، وغیرہ میں سات اجلاس مختلف اوقات میں منعقد ہوتے رہے۔ جماعتی بیداری اور سیاسی شعور کے نتیجے میں ٹاؤن ایریا، میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ اور اسمبلی کونسل تک ہر جگہ تحریکی افراد پہنچتے رہے چنانچہ ۱۹۵۱ء میں آزادی کے بعد پہلے الیکشن میں تحریک کے پانچ آدمی صوبہ کی اسمبلی میں اور دو آدمی کونسل میں پہنچے لیکن ۴۶ء کے صوبائی الیکشن کے موقع پر کانگریس کی یقین دہانیوں کی وجہ سے تحریک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ منتخب افراد کو منسٹری یا کم از کم ڈپٹی منسٹری کے عہدے پر فائز ہونے کی امید تھی۔ مگر خلاف توقع ایسا نہ ہو سکا۔ جس سے مایوسی[1] ہوئی۔ البتہ صوبائی مومن کانفرنس کے مولوی نظام الدین ایم ایل سی۔ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ کو ڈپٹی چیئرمین لیجسلیٹو کونسل بنایا گیا۔ مومن کانفرنس کی اپیل پر غریب طلباء کے وظائف کا الگ سے مومنوں کے لئے بھی کوٹہ مقرر کیا گیا جس کی ابتداء دس ہزار سے بڑھ کر بتدریج ایک لاکھ تیس ہزار کی تعداد تک پہنچی۔ تقسیم وظائف کے نظام میں بھی سدھار لایا گیا۔ کنٹرول کے پر آشوب زمانے میں چور بازاری کے سبب سوت کی تنگی، چوگنی قیمت میں اضافہ سے بنکروں کی زندگی کے لالے پڑ گئے تھے۔ مگر اسی تنظیمی کاوش کے نتیجے میں مرکزی حکومت نے "ہینڈلوم بورڈ" بنایا تو صوبہ میں "یوپی ہینڈلوم بورڈ" کی تشکیل عمل میں آئی جس کے چیئرمین وزیر اعلیٰ حکومت یوپی تھے۔ مگر ہر دو بورڈ میں انصاریوں کو بھی نمائندگی دی گئی جبکہ پہلے انصاریوں کو اس سے دور رکھا جاتا تھا۔

۲۶۔۲۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو علی گڑھ میں یوپی کی صوبائی مومن کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے وزیر اعظم یوپی پنڈت گوبند ولبھ[2] پنت نے بھی شرکت کی۔

---

[1] ایضاً ص:۵۔ [2] خطبۂ استقبالیہ عالی جناب شیخ عبدالسلام آنریری مجسٹریٹ وسینئر وائس چیئرمین میونسپل بورڈ سکندر آباد، یوپی۔ چیئرمین مجلس استقبالیہ یوپی پروونشل مومن کانفرنس منعقدہ ۲۶۔۲۷۔ اپریل ۱۹۵۳ء لاکل لائبریری۔ علی گڑھ مطبوعہ ریاض ہند پریس محمد علی روڈ، علی گڑھ۔

ویسے علی گڑھ میں مومن تحریک کی تاسیس[1] عاصم بہاری کے دورِ اوّل ہی میں ان کے کئی سفر کے نتیجے میں عمل میں آ چکی تھی۔

یو پی مومن کانفرنس کی صدارت (۱۹۵۳ء) مولوی محمد نظام الدین ایڈوکیٹ ہائی کورٹ نے کی۔ موصوف کا خطبہ بڑا عالمانہ اور معلومات افزا تھا۔ پچھلی کانفرنس غلام ہندوستان میں منعقد ہوئی تھی مگر موجودہ کانفرنس آزاد ملک میں ہونے پر موصوف نے فخر وانبساط کا اظہار کرتے ہوئے بجا طور پر یہ یاد دلایا کہ:۔

"ملکی آزادی کے حصول میں ہماری مومن انصار جماعت نے بھی اہم پارٹ ادا کیا ہے۔"[2]

"یادِ رفتگاں" کے ذیلی عنوان کے تحت مہاتما گاندھی کی دردناک شہادت پر اظہارِ غم کے بعد صنعت پارچہ بافی کے سلسلے میں گاندھی جی کی فراست کا تذکرہ اس طرح کیا:

"کون نہیں جانتا کہ حصول سوراج کی مہم کا آغاز کرتے ہی سب سے پہلے مہاتما گاندھی جی کی دور بین وحقیقت شناس نگاہ پارچہ بافی کی گھریلو صنعت پر جا پڑی۔ انہوں نے ہندوستان کی غلامی کا حقیقی سبب صنعت پارچہ بافی کی تباہی میں دیکھا اور آزادی حاصل کرنے کے گر کو دستی کرگھے کی صنعت کی ترقی میں پایا۔"

پچھلے پانچ برسوں کے دوران ملکی وملی اور مومن تحریک کی بیسیوں مرحوم شخصیات کی جدائی پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی مولوی ریاض الدین احمد، صدر صوبائی یو پی مومن کانفرنس کی بے وقت جانکاہ موت سے تحریک کو جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اس کا بطورِ خاص ذکر کیا۔ ان دنوں عام کساد بازاری اور صنعت پارچہ بافی کی تباہی نیز پارچہ بافوں کی ایک بڑی آبادی کی فاقہ کشی کے ذیل میں یو پی کے بعض قیمتی اعداد وشمار بھی موصوف نے پیش کیے۔ مثلاً ریاست میں تین لاکھ سے زائد دستی کرگھوں پر تقریباً ۱۵ لاکھ افراد اس اہم صنعت سے وابستہ تھے جب کہ پورے ملک میں کپڑے بننے کے ملوں اور کارخانوں میں صرف آٹھ لاکھ

---

[1] ۱۹۴۳ء ایضاً ص:۳۰۔ [2] خطبۂ صدارت مولوی محمد نظام الدین ایڈوکیٹ ہائی کورٹ، ایم ایل سی۔ ڈپٹی چیرمین یو پی لیجس لیٹیو کونسل صدر یو پی مومن کانفرنس منعقدہ ۲۶۔۲۷ اپریل ۱۹۵۳ء بمقام علی گڑھ، مطبوعہ اسرار کریمی پریس الہ آباد۔ [3] خطبہ صدارت۔ ص:۱۔

مزدور اور کاریگر کام کرتے تھے۔ مگر مزدوروں کی سہولت اور آسائش کے قوانین بیشتر مل مزدوروں کیلئے بنائے جاتے تھے اس لئے ''دوستانہ شکایت[1]'' کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت نے تھوڑی توجہ ادھر ضرور دی ہے مگر مزید بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

اکیلے یوپی میں ملک بھر کے مل مزدوروں کی تعداد سے دوگنی تعداد دستی کرگھے کے ۱۵ لاکھ بنکروں کی تعداد ہے۔ کیونکہ یہ ''ملک کی عظیم ترین واحد گھریلو صنعت ہے'' اس کی بربادی سے خود ملک کی اقتصادی بربادی کا خطرہ ہے۔ کیوں کہ ہندوستان بھر میں تقریباً تیس لاکھ دستی کرگھے ہیں جن پر ہر سال ایک ارب گز سے ایک ارب بیس کروڑ گز تک کپڑا تیار ہوتا ہے ان تیار شدہ کپڑوں کی قیمت ایک ارب روپیہ سے کم نہیں ہوتی حالانکہ کپڑے کی ساری ملوں میں ہر سال جتنا مال تیار ہوتا ہے اس کی قیمت پانچ ارب روپیہ سے زیادہ نہیں۔ جبکہ دستی کرگھے ہی ریاست کی چوتھائی آبادی کپڑوں کی ضروریات کو مہیا کرنے کی ضامن وکفیل ہے[2] اس سلسلے میں سرکاری اقدامات کو نا کافی بتاتے ہوئے یہ جتایا گیا کہ دستی کرگھے کو ماہانہ چدرہ ہزار گانٹھ کپڑا تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔

مرکزی حکومت نے ''آل انڈیا ہینڈلوم بورڈ'' کی تشکیل کے علاوہ ایک تحقیقاتی کمیٹی بھی تشکیل دی ہے۔ مل کے ساختہ کپڑوں پر ایک پیسہ فی گز ٹیکس لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس سے پانچ کروڑ روپے کی آمدنی متوقع ہے اور یہ پوری رقم دستی پارچہ بافی کی صنعت پر خرچ کی جائے گی۔ موصوف نے سرکاری اقدامات کا قانونی پہلو سے جائزہ لے کر یہ تنقید کی ہے کہ اس دستی صنعت کے مرض کی کہنگی اور سخت گیری کو نظر انداز کر کے جو بورڈ بنایا گیا ہے اس کی حیثیت محض مشاورتی ہے۔ اس لئے بورڈ اور تحقیقاتی کمیٹی کی حیثیت کو محض ایک 'چمکی' قرار دیا ہے اور پانچ ٹھوس مطالبات کا ذکر کیا۔

(۱) ہر قسم کی دھوتی ساڑی کی ساخت فی الفور ہینڈلوم صنعت کاروں کیلئے مخصوص کر دی جائے۔

(۲) کافی مقدار میں برابر سوت مہیا کرایا جائے۔

(۳) دستی اشیا کو سیلس ٹیکس، چونگی اور ہر قسم کے محصول اور ٹیکس سے بری کیا جائے۔

---

[1] خطبہ صدارت۔ص:۵۔ [2] ایضاً ص:۴۔

(۴) حکومت اپنی ضروریات کودستی کرگھوں سے پوری کرے۔

(۵) فاقہ کش بنکروں کی تقاوی قرض کے ذریعہ فوری امداد کی جائے۔

"دوستانہ شکایت کے ذیل میں" وزیر اعظم (وزیر اعلیٰ یوپی) کے روبرو یہ بتایا گیا کہ "ہماری تعداد اور قربانیوں کے لحاظ سے ہمارے افراد کو کانگریس نے ٹکٹ نہیں دیئے" (یوپی مومن کانفرنس کی خدمات کے ذیل میں ۲۹-۳۰ سال کے تحریکی کارناموں کی طرف مختصراً اشارے کئے گئے مثلاً مومن کانفرنس نے اپنی زندگی میں ایک بھی قدم ایسا نہیں اٹھایا جس کے لئے اسے کف افسوس ملنا پڑے۔ یہ تنظیم ملک کے "نقصان رساں بٹوارے کے خلاف تن تنہا آخر وقت تک اڑی رہی ہے" مسلمانوں کے درمیان نسل پرستی اور احساس برتری وکمتری پر ضرب کلیمی کی، غریب طلباء کے وظائف کے کام کو آگے بڑھایا۔ اکثر وبیشتر اضلاع میں "سوت کمیٹیاں، ہینڈلوم بورڈ، کوآپریٹیو سوسائٹیاں اور کرگھا سوسائٹیاں" قائم کروائیں۔ اسمبلیوں اور کونسل کے لئے ٹکٹوں کے حصول کا کام کیا اور اصلاح معاشرہ میں اہم رول ادا کیا۔

آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے:۔ ملک کے بدلے ہوئے ماحول میں یوپی کی مومن کانفرنس از سر نو حرکت وعمل کے لئے تیار ہورہی تھی مگر جس شخص نے اس تحریک کو زندہ ومتحرک کرنے میں اپنے خون جگر کا آخری قطرہ بھی نثار کردیا تھا مخلصین کی تمام تر دعاؤں اور دواؤں کے باوجود آخری وقت تھا اس لئے بدقسمتی حاجی قمر الدین صاحب محلہ اٹالہ الہ آباد میں شام سے یکایک طبیعت بگڑی تنفس کا سخت دورہ پڑا، سینے میں بلا کا درد اور بے چینی کی کیفیت تھی، چہرہ پسینہ سے تر ہوگیا تھا۔ اہل خانہ ڈاکٹر اور حکیم کو بلواتے رہے۔ تدبیریں ہوتی رہیں مگر وقت پورا ہوچکا تھا۔ مولانا علی حسین عاصم بہاری نے ۲ بجے شب ۶ دسمبر ۵۳ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ بروز اتوار داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اتفاقاً بڑے صاحبزادے ہارون عاصم والد کے ساتھ تھے۔ انہوں نے گھر پر

لے تا سے خطبہ صدارت ص:۱۰

ٹیلی گرام کردیا۔

یہ خبر جیسے جیسے اور جہاں جہاں پہنچی مومن انصار کے علاوہ دیگر پسماندہ تنظیموں نے بطور خاص اور فراخدل عام مسلمانوں نے بھی عاصم بہاری کی زندگی بھر کی کوششوں، کاوشوں اور قربانیوں کو یاد کرکے ان کے لئے دعائے مغفرت ضرور کی۔ ملک گیر پیمانے پر مختلف اداروں، تنظیموں اور اخباروں نے تعزیتی پروگرام کے علاوہ مضامین ومقالات بھی شائع کئے۔

تار ملتے ہی مولوی محمود الحسن[1] نے اپنے بھائی محمد نظام الدین اور ہارون عاصم کے ماموں منشی عبدالغفور ایوبی[2]، نیز دیگر متعلقین اور مخلصین کو اس حادثے کی خبر کردی اس کے چوتھے روز ۱۰ر دسمبر ۵۳ کو حسب اعلان[3] ۲ بجے دن مدرسہ قومیہ محلہ شیخانہ، بہار شریف میں جلسہ تعزیت منعقد ہوا جس میں ہر برادری کے اکابرین نے شرکت کی اور عاصم بہاری کے محاسن کی یاد تازہ کی۔ شرکا میں سید مہدی حسن وکیل سابق ایم ایل اے، حکیم مولانا محمد یاسین مولانگری، مولوی حاجی سید محمد عقیل وکیل ایم ایل اے منشی عبدالغفور ایوبی، مولانا حافظ کبیر حسن (مدرس مدرسہ عزیزیہ، بہار شریف) وغیرہ خاص تھے۔ اس تعزیتی جلسے کی صدارت مولوی محمد حسن، صدر بہار سب ڈویژنل جمعیۃ المومنین نے کی۔ کاروائی کا آغاز حافظ عبد الغفار ساکن محلہ سوہ ڈیہہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تمام ہی شرکا نے عاصم بہاری کی غریب الوطنی کی موت پر انتہائی رنج وغم کے اظہار کے ساتھ ان کے اخلاص وایثار کو نا قابل فراموش بتایا۔ نیز بانی مومن تحریک اور ملکی سیاست اور جدوجہد آزادی میں اپنی معاشی پریشانیوں سے ان کی بے نیازی کا تقریباً سب نے اعتراف کیا۔ آخر میں حاضرین کی فرمائش پر مرحوم کی ایک نعت اور ایک مصلحانہ غزل کو بھی بعض خوش گلو شعراء نے پیش کیا۔

ادریس انور بہاری کلکتہ نے اپنی طرف سے ایک اپیل بھی روزنامہ "آزاد ہند" کلکتہ مورخہ ۱۴ر دسمبر ۵۳ء میں بعنوان "مولانا عاصم بہاری" کیلئے اپیل" شائع کرائی جس

---

1. برادر خورد عاصم بہاری "محلہ خاص گنج بہار شریف"
2. برادر نسبتی عاصم بہاری، محلہ سرائے، بہار شریف۔
3. شائع شدہ رپورٹ آزاد ہند کلکتہ مورخہ ۱۴ر دسمبر ۵۳ء

میں انہوں نے مولانا مرحوم کی ایک مفصل سوانح عمری کی ترتیب واشاعت کی بطور خاص اپیل کی اور اس کی افادیت پر اس طرح روشنی ڈالی:

”مولانا موصوف کی سوانح عمری ایک ایسے بہادر اور ہیرو کی سوانح عمری ہوگی جو ایک غریب گھر میں پیدا ہوا اور غریب گود میں پلا، مگر عقل وہوش اور ہمت وخودداری کی دولت سے اتنا مالا مال ہوا کہ ملک اور ملت کی تاریخ میں ایک انوکھے اور قیمتی باب کا اضافہ کر گیا۔ اور یہ سوانح عمری صرف ملک وملت کے اصحاب ذوق اور ارباب سیاست کے لئے ہی نہیں بلکہ خصوصیت کے ساتھ مورخین ہند اور مورخین ملت کے لئے ایک اہم اور قابل قدر چیز ہوگی۔“

کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا:- عاصم بہاری کے پڑوسی محمد تنویر عالم ایوبی خاص گنجوی، بہار شریف نے ایک مقالہ بعنوان ”حضرت مولانا عاصم بہاریؒ کی مختصر سوانح عمری“ تحریر کی جس میں مرحوم کی علم دوستی کتب بینی اور آباو اجداد کے مختصر احوال پیش کئے گئے۔ ان کے دادا کا دہلی میں قیام ۱۸۵۷ء میں شرکت اور پھر وہاں سے نیپال کی سرحد سے ہوتے ہوئے بہار شریف آمد کا حال قلم بند کیا ہے۔

کلکتہ میں بیڑی سازی کے بعد بیڑی کے کاروبار اور ایک دوکان کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے جلیانوالہ باغ میں جنرل ڈائر کی ظالمانہ فائرنگ سے پورے ملک میں جدوجہد آزادی کی جو آگ مزید بھڑکی اس پر مستزاد ملک کے اکابرین سیاست میں مولانا ابوالکلام آزاد علی برادران، لالہ لاجپت رائے اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو وغیرہ کی گرفتاری کے واقعات نے عاصم بہاری کے جذبۂ جدوجہد آزادی کو اور بھڑکا دیا چنانچہ اپنے لیڈروں کی رہائی کے لئے انہوں نے مراسلاتی احتجاج کی ایک طوفانی مہم شروع کی جس کے نتیجے میں وائسرائے ہند اور شہنشاہ برطانیہ کو ہر شہر، ضلع، محلہ، قصبہ، گاؤں اور دیہات سے ڈیڑھ لاکھ خطوط اور ٹیلی گرام بھیجے گئے۔ آخر یہ مہم کامیاب ہوئی اور اکابرین رہا کئے گئے۔ رہائی کے

ا؎ شائع شدہ روزنامہ عصر جدید، کلکتہ مورخہ ۲۱ جنوری ۵۲ء بروز اتوار

بعد مولانا آزاد کلکتہ تشریف لائے تو عاصم بہاری سے ملاقات کی خواہش کی۔ عاصم بہاری موصوف کی خدمت میں پہنچے، گھنٹوں تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔اس کے بعد عاصم بہاری نے پیشہ ور برادریوں کی تعلیمی کمی اور اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ آغاز کار کے طور پر مومن برادری میں تحریک کی داغ بیل ڈالی۔مگر جس دوکان سے تقریباً چار سو روپے کی آمدنی ہو رہی تھی وہ تحریکی کاموں میں رکاوٹ بننے لگی تو اس دوکان کو بند کر کے یکسو ہو گئے۔قلمی ''المومن'' ناتی باغ (ناتی بگان) سے نکالنا شروع کیا۔جسے روزانہ گھنی آبادی کے علاقے میں دیواروں پر چسپاں کر دیا جاتا تھا۔اس دور میں ان کے بڑے لڑکے کو نمونیہ کا مرض ہو گیا۔ اہلیہ آدھی رات تک تیمارداری کرتے کرتے تھک گئیں تو انہیں آرام کرنے کا مشورہ دیا اور خود مریض بچے کو کندھے پر لے کر بہلانے لگے۔یہاں تک کہ اہلیہ کو جگا کے بچے کو ان کے سپرد کرنے لگے تو یہ المناک انکشاف ہوا کہ وہ معصوم بچہ اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔

انہی دنوں آل انڈیا کانگریس پارٹی کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا۔اس وقت تک مومن تحریک کا کلکتہ میں غلغلہ بلند ہو چکا تھا چنانچہ مہاتما گاندھی اور سی آر داس وغیرہ نے عاصم بہاری سے مل کر براہ راست تفصیلات معلوم کرنا چاہی۔مولانا عاصم بہاری نے اس موقع پر کانگریس کی پوری ورکنگ کمیٹی کو جمعیۃ المومنین ناتی باغ کی طرف سے اپنے اولین جلسہ عام میں شرکت کی دعوت دی جسے قبول کر لیا گیا۔اس جلسہ میں تقریباً بیس ہزار افراد شریک ہوئے۔مہاتما گاندھی نے دوران تقریر مومنوں کی غربت کے پیش نظر کانگریس پارٹی کی طرف سے ایک لاکھ روپے دو قسطوں میں بطور عطیہ دینے کا اعلان کر دیا۔اس پر عاصم بہاری نے شکریے کے ساتھ یہ وضاحت کی کہ

> ''مومن تحریک نے غریبوں میں جنم لیا ہے اور یہاں کے امیروں تک پہنچے گی۔ہم ہندوستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ یہاں جتنی تحریکیں پیدا ہوئیں وہ امیروں کے یہاں پیدا ہوئیں اور غریبوں تک پہنچیں لہٰذا ہمیں آپ کے پیسوں کی ضرورت نہیں۔مہربانی فرما کر اپنی پیشکش واپس لیجئے۔''

جلسہ مولانا آزاد کی صدارت میں جاری تھا۔صدر جلسہ کی فرمائش پر گاندھی جی نے اپنی پیشکش واپس لے لی۔

بعد میں مولانا محمد یحیٰ نے رسالہ المومن کو شائع کرنا شروع کیا جسے عاصم بہاری نے ہندوستان گیر بنانے کی پوری کوشش کی۔اس کے بعد خود بھی رسالہ الاکرام کا بہار شریف سے اجراء کیا۔اور مومن تحریک بہار شریف سے بنگال۔بنگال سے یوپی ہوتی ہوئی ہندوستان گیر ہوگئی۔

"عاصم بہاری تاریخ کی روشنی میں" کے زیر عنوان مظہر انصاری نے تحریر کی[1] تو انہوں نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:

"عاصم بہاری ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ان کی روح پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہو۔انہوں نے خود موت کی چادر اوڑھ لی لیکن اپنی قوم کو زندہ کر گئے۔وہ خود آسودۂ خواب ہو گئے لیکن قوم کی بیداری کے بعد۔وہ ایسی گہری نیند سوئے ہیں کہ پھر کبھی بیدار نہ ہوں گے۔لیکن قوم کو انہوں نے ایسی بیداری بخشی ہے کہ اسے کبھی نیند نہ آسکے گی"

موصوف آگے لکھتے ہیں کہ

"آج سے پینتیس،چالیس سال پہلے وہ ہماری منجمد سیاسی زندگی میں دبے پاؤں آئے۔نہ کوئی ہنگامہ،نہ شوروشر،نہ نعرے بازی۔انہوں نے خاموشی کے ساتھ اپنے سوزدروں کی حرارت سے گرمی محفل کا سامان کیا۔انہوں نے قومی تحریک کو رجعت پسندانہ روایات کی گرفت سے بچانے اور ترقی پسندانہ تجربات سے آگاہ کرنے کا تاریخی فریضہ انجام دیا۔انہوں نے نچلے طبقے کے پسے ہوئے عوام کی سیاسی تحریکوں سے ان کی جھجک دور کی تا کہ قومی تحریک کی کامیابی کے ساتھ ساتھ ایک بہتر نظام حیات اور صحیح و منصفانہ سماج کی تشکیل ممکن ہو سکے۔ انہوں نے نسلی برتری و کمتری،ڈیوائیڈ اینڈ رول (Divide and Rule) غلام اور آقا،حاکم اور محکوم کے روایتی بیلون میں سوئی چبھو کر اس کی ہوا نکال دی۔

---

[1] شائع شدہ روزنامہ اخبار "آزاد ہند" کلکتہ مورخہ ۱ جنوری ۵۳ء بروز سوموار

گاندھی جی نے ہریجن تحریک اور چرخہ تحریک اصلاً عاصم بہاری کی تحریک سے متاثر ہو کر شروع کی۔ عاصم بہاری کی تحریک صرف سماجی اصلاح تک محدود نہ تھی بلکہ حب الوطنی اور سامراج دشمنی کے جذبات سے بھرپور تھی۔ برطانوی سامراج اور سرمایہ داری اپنے ابتدائی دور میں مشینی فوقیت اور صنعتی برتری کے باوجود ہندوستان کے صنعتی قبیلوں کو اپنا حریف سمجھتی تھی کیوں کہ ان میں اکثریت مسلمان صنعت کاروں کی تھی لہٰذا انگریزوں کو مسلمانوں سے دوہرا خطرہ محسوس ہوا۔ سیاسی اقتدار مسلمانوں سے چھیننے اور صنعتی میدان میں ان سے اقتصادی مقابلہ کے سبب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے اس طبقہ کو سماجی طور پر ذلیل اور اقتصادی طور پر انتہائی پستیوں میں دھکیلنے کے لئے تمام تر ہتھکنڈے استعمال کئے۔ برطانوی سامراج کے علاوہ دیسی سرمایہ دار بھی مسلم صنعت کاروں ہی کو اپنا حریف سمجھنے لگے۔ عاصم بہاری نے چوطرفہ مسائل کا اچھی طرح تجزیہ کرلیا تھا اس لئے ان کی تحریک بظاہر صرف مسلمان بنکروں اور پیشہ ور طبقوں تک محدود رہی لیکن اپنے اثرات کے لحاظ سے ہمہ گیر ہوگئی۔ ان کی تحریک ایک چوتھائی صدی سے کچھ زیادہ عرصہ تک ہندوستان کی تحریک آزادی کے دوش بدوش اپنا تاریخی فرض انجام دیتی رہی۔

چنانچہ دوسرے تمام مسلم پیشہ ور حلقوں میں بھی زندگی کی حرارت پیدا کی۔ انہوں نے سب سے پہلے ساڑھے چار کروڑ انسانوں (انصاریوں) کو احساس کمتری کی دلدل سے نکال کر یقین واعتماد کی ایسی روح پھونکی کہ جس نے انہیں ہمیشہ کے لئے سربلند کردیا۔ مومن برادری جو کبھی ہندوستانی قومیت کا سب سے زیادہ نکما، پسماندہ اور ذلیل عنصر تھا آج عاصم بہاری کی تحریک نے اسے سب سے زیادہ کارآمد اور قابل احترام بنا دیا۔

ہندوؤں کے پسماندہ سماجی طبقوں نے بھی اس تحریک کا خیر مقدم کیا اور اسی نقش قدم پر انہوں نے بھی ایسی متحرک جماعتوں کی تشکیل کی جو بعد میں بڑی

بڑی سماجی تنظیموں کی شکل میں سامنے آئیں۔"

عاصم بہاری کی تحریک نے احیائے ملی کے نام پر مسلم جاگیرداروں کی تنظیم مسلم لیگ کا آخر وقت تک پوری شدت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن قومی تحریک کے سرمایہ دار رہنماؤں کی روایتی سمجھوتہ بازی نے عوام کے بجائے غیرملکی سامراجیوں اور جاگیرداروں سے سمجھوتہ کر کے جس تاریخی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے اس کا فیصلہ آنے والی نسل کرے گی۔

عاصم بہاری کی مومن تحریک نے ہندوستان کی تحریک آزادی کے سلسلے میں جو صحت مند کردار ادا کیا ہے اسے کوئی بھی ایماندار مورخ نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ عاصم بہاری کا یہی وہ کردار ہے جس نے انہیں تاریخی حیثیت بخشی ہے۔ ہندوستان کے سماجی اور سیاسی معماروں کی پہلی صف میں عاصم کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

سابق مدیر المومن کلکتہ مولانا محمد یحییٰ[1] رقم طراز ہیں کہ وہ نہ صرف مومن تحریک بلکہ خلافت تحریک اور ترک موالات کے زمانہ سے عام اسلامی و ملکی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے اور اپنی زندگی اسی تگ و دو میں ختم کردی۔ عاصم مرحوم ایک فصیح اللسان مقرر اور اچھے شاعر تھے۔ ان کو جس پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیجئے وہیں وہ فٹ نظر آتے تھے۔

عبدالغنی حیدر گنجوی اپنے منظوم تاثرات[2] میں مدرسہ ضیاء العلوم حیدر گنج کٹڑاہ اور عاصم بہاری گرلس اسکول کے قیام اور تعمیر و ترقی کا پس منظر بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

۱؎ بعنوان "آہ مولانا علی حسین عاصم بہاری، مطبوعہ روزنامہ "عصر جدید" کلکتہ مورخہ ۱۲ر جنوری ۵۳ء بروز منگل

۲؎ "قریہ سے پھر قصبہ بنا!" (منظوم کلام) از قلم عبدالغنی حیدر گنجوی کٹڑاہ، مالندہ، بہار۔

ناشر: انجمن برائے فروغ تعلیم دہلی، ۲۹۲۹، گلی نمبر ۲۔ پرانی سیلم پور، کانتی نگر دہلی، اشاعت اول ۲۰۰۹ء

ایک دن محفل میں یہ عاصم بہاری نے کہا[1]
آپ کو دیتا ہوں میں ایک بیش قیمت مشورہ
متحد ہوکر بنائیں ایک اچھا مدرسہ
اور فروغ علم کا جاری یہاں ہو سلسلہ
بیڑی ورکر تھے مگر تھے ملک کے وہ رہنما
جنگ آزادی کا کہئے ان کو بیشک سورما

☆☆☆☆☆

نام ہے عاصم بہاری گرلس اس اسکول کا[2]
مخزنِ علم و ادب کا اک حسیں تحفہ ملا

[3] ۱۲رجنوری ۱۹۵۴ء منگل کے دن تانتی باغ اور پارک سرکس کے عوام نے جن میں[4] اکثریت نوجوان کاریگر اور مزدور ساتھیوں کی تھی ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا عاصم بہاری کو "شہید قوم" سے تعبیر کیا اور قوم کے ترقی پسند نوجوانوں کے لئے ان کی زندگی سے سبق لیتے ہوئے مرحوم کی عوامی تحریک کو اپنے مضبوط جذبوں سے تیز تر کرنے پر زور دیا۔ اس کے علاوہ ملک گیر پیمانے پر "عاصم بہاری ڈے" منانے کی طرف عوام کو متوجہ کیا۔ مزید یہ کہ جن اخبارات[4] نے اس رنج و صدمہ کے موقع پر ان کے اجتماعی غم والم کا ساتھ دیا ان سے اظہار محبت اور قدر افزائی کی تجویز منظور کی۔

عبدالغفور ایوبی ساکن سوہرائے، پٹنہ کا اپنے مطبوعہ[5] خراج عقیدت میں مرحوم کے فنافی القوم ہونے، ان کی بے لوث خدمات، غربت و عسرت کے باوجود مجاہدانہ زندگی ان کی للہیت اور عشق خدا اور رسول کو اپنے ذاتی تعلقات و تجربات کی روشنی میں پیش کیا یہ بھی تحریر کیا کہ:

"اللہ شاہد ہے کہ مرتے وقت بجز پھٹے بستر کے کوئی اثاثہ
اپنے بچوں کے لئے نہیں چھوڑا اور اپنے بڑے بیٹے محمد ہارون عاصم کی

---

[1] زیر صدارت نظام الدین بہاری، رپورٹ مطبوعہ اخبار آزاد ہند کلکتہ مورخہ ۱۲رجنوری ۵۴ء بروز جمعرات۔ [2] ایضاً ص:۱۳ [3] ایضاً ص:۲۹

[4] آزاد ہند، عصر جدید، مدینہ بجنور، الجمعیۃ دہلی وغیرہ۔ [5] آزاد ہند کلکتہ، ۱۸ فروری ۵۴ء

کو دنیا میں آخرت کو لبیک کہا۔"

یکم دسمبر ۵۴ء کو ایک 'اپیل برائے یوم وفات شہید قوم حضرت مولانا عاصم بہاری رحمۃ اللہ علیہ" کی سرخیوں کے ساتھ اخبار" آبشار" (کلکتہ) میں شائع ہوا جس میں ۶ دسمبر کو ملک گیر پیمانے پر تحریک کو مضبوط تر کرنے اور عاصم کے مشن کو تازہ کرنے کی اپیل کی گئی۔ اپیل کنندگان میں بیشتر علماء، اساتذہ، کلکتہ کارپوریشن کے کونسلر اور مسلم تنظیموں کے ذمہ داران تھے۔

ادریس انور بہار شریف نے "عاصم بہاری" کے زیر عنوان ایک مطبوعہ[1] اپیل ملک گیر پیمانے پر تعزیتی جلسہ اور ایصال ثواب کے لئے" آزاد ہند" میں شائع کرائی اور کتبہ مزار عاصم کے طور پر ایک قطعہ درج کیا:

ناخدائے کشتی مومن انیس بے ریا
چل دیئے ملک عدم عاصم بہاری باوفا

مصرعۂ تاریخ رحلت تو بھی لکھ اے حسنؔ
پاک جو روح رواں تحریک مومن چل بسا

ڈاکٹر ایم۔ ایس انصاری، ناظم اعلیٰ مومن ریلیف کمیٹی نے یوم وفات کے موقع پر "عاصم بہاری میموریل فری اسپتال" بطور یادگار قائم کرنے کا اعلان کیا۔

"کلکتہ میں یوم عاصم" کے زیر عنوان[2] ایک مطبوعہ رپورٹ میں مختلف محلوں میں بڑے جوش و خروش سے "یوم عاصم" کے جلسوں کی تفصیل شائع کرائی مثلاً:

"ناتی بگان، پھول بگان، پارک سرکس، مارکل ڈانگا، نور علی لین، مفید الاسلام لین وغیرہ۔"

دہلی اسٹیٹ مومن کانفرنس[3] کے پہلے یوم وفات کے موقع پر عبدالقیوم انصاری نے فرمایا:

---

[1] ۲/دسمبر ۵۴ء

[2] مرتبہ وصی احمد سکریٹری جمعیۃ المومنین کلکتہ، اخبار" آبشار" کلکتہ مورخہ ۱۱/دسمبر ۵۴ء بروز سنیچر۔

[3] روزنامہ آبشار کلکتہ ۱۱/دسمبر ۵۴ء یوم سنیچر بحوالہ نامہ نگار روزنامہ ساتھی، پٹنہ۔ شرکا میں محمد ابراہیم ایم۔ بی وصدر جلسہ، مولا بخش ٹھیکدار، حبیب الرحمٰن انصاری، مولوی محمد خورشید بہاری، حافظ عبدالعزیز، حکیم مظہر الدین، ماجملی وغیرہ

"مولانا عاصم بہاری مرحوم مومن جماعت کے سچے خادم تھے۔ جب تک مومن قوم کا ایک فرد بھی زندہ رہے گا مولانا عاصم بہاری کی خدمات اوران کا نیک کام بھی زندہ رہے گا"

صدر جلسہ نے فرمایا "ضرورت ہے اس بات کی کہ مومن جماعت میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں عاصم بہاری پیدا ہوں۔"[1]

۶ر دسمبر ۵۴ء ۲ ؍بجے سے سات بجے شب تک بہار شریف میں 'یوم عاصم'[2] کا جلسہ زیر صدارت مولانا مبارک کریم صاحب بڑے اہتمام سے منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت کلام پاک کے بعد نسیم الدین شرر، قیوم اختر نگار اور حافظ فضیل احمد نے ایک ایک نظم سنائی۔ بدرالزماں نے "ہندوستان چھوڑو آندولن" (Quit India Movement) کے زمانے میں عاصم بہاری مرحوم کے کارناموں کی یاد تازہ کی اور نجیب الرحمٰن تجمر نے ایک مضمون میں کلکتہ میں عاصم بہاری کی تحریکی خدمات پر روشنی ڈالی۔ مولانا کبیر الدین نے اپنی تقریر میں مولانا آزاد سے ان کی تعلقات کی تفصیل بتائی۔ خان بہادر ابو نصر محمد عمر ریٹائرڈ کمشنر نے اظہار عقیدت کرتے ہوئے عاصم بہاری یادگار قائم کرنے میں اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ جاوید حسن نے مرحوم کی سوانح عمری پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے انتقال کے وقت کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد ان کی ایک نظم "جذبات عاصم" پرسوز انداز میں سنائی۔ صدر جلسہ نے فرمایا "عاصم کی موت نے ہمیں یتیم بنادیا۔ ہم یہ محسوس کرنے پر مجبور ہیں کہ ہم نے بہت بڑی دولت کھودی۔"

دعائے مغفرت کے بعد تین تجویزیں منظور کی گئیں۔[3] (۱) مرحوم کی سوانح عمری اور تاریخ قومی کانفرنس کی ترتیب واشاعت (۲) بہار شریف میں "یادگار عاصم"[4] قائم کی جائے اور (۳) مومن اسٹوڈینٹس فیڈریشن کا یہ جلسہ آل انڈیا مومن کانفرنس کے ذمہ داروں اور مجلس عاملہ سے اپیل کرتا ہے کہ ہر سال ۶ر دسمبر کو کل ہندپیمانے پر ہر جگہ "عاصم ڈے" منایا جائے۔

---

[1] آزاد ہند کلکتہ ۱۴ر دسمبر ۵۴ء — [2] محمد حسین انصاری غوثی
[3] محرک۔ عبدالحنان رشیدی — [4] محرک محمد حسین انصاری غوثی

مدیر روزنامہ اخبار ساتھی (پٹنہ) کے ایڈیٹر نے ۷ ار نومبر ۵۴ء کے اداریے میں مرحوم پر ایک مفصل تاثر نامہ شائع کیا اور ان کے بعض کارناموں کے امتیازات کا ذکر کیا مثلاً غیروں کے علاوہ اپنوں کی منافقانہ مخالفت کو بھی پوری بشاشت کے ساتھ نظر انداز کرنا، چالیس سال کی تحریکی زندگی میں اپنا سب کچھ قوم وملت پر نثار کر دینا وغیرہ ان کے لفظوں میں۔

"اپنی چالیس سال کی سرگرمی اور متحرک زندگی میں عاصم مرحوم نے اپنے لئے کچھ نہ کیا۔ اور کرنے کا موقع ہی کہاں تھا؟ لیکن اگر وہ چاہتے تو اس حالت میں بھی اپنے لئے بافراغت زندگی کا سامان مہیا کر سکتے تھے۔ لیکن اس کی طرف انہوں نے توجہ ہی نہ کی۔ وہ زندگی بھر دوسروں کے گھروں میں چراغ جلاتے رہے اور اپنے گھر کو ایک ٹمٹماتے دیے سے بھی روشن کرنے کی کوشش نہ کی۔"

غرض عاصم بہاری کی یہ پیشین گوئی ان کے اپنے حق میں حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی:

ہمارے مرنے پہ ایک عالم ہماری خوبی پہ جان دے گا
بچھے گی ماتم کی صف جہاں میں عدو تلک سوگوار ہوگا

❁❁❁

فائنل پروف 10-10-28 کو

خاندانِ عاصم بہاری کا شجرۂ نسب

۱) علی حسین عاصم بہاری (فرزند اول مولوی عاشق حسین)

۲) محبوب عالم (دوسرے فرزند مولوی عاشق حسین)۔ایک لڑکا اور ایک لڑکی کے بعد جوانی ہی میں فوت کر گئے۔ اِس وقت ان کی بیوی اور بچوں میں سے کوئی باحیات نہیں ہیں۔

۳) مولوی محمود احسن (تیسرے فرزند مولوی عاشق حسین) سب سے بڑے لڑکے ذوالنین احسن ایک سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔دوسرے لڑکے ضریر احسن چھ ماہ کی عمر میں فوت کر گئے۔تیسرے لڑکے جنید احسن ایوبی تھے۔ان کا صرف ایک لڑکا فرحان ایوبی عرف شبلی ہے۔محمود احسن کے چوتھے لڑکے جاوید شاہین کے تین لڑکے (۱) شادمان ایوبی (۲) ارسلان ایوبی اور (۳) غفران ایوبی اور دو لڑکیاں نشاط ایوبی اور شاداب ایوبی ہیں۔پانچویں لڑکے جمشید احسن ایک سال کی عمر میں فوت کر گئے۔چھٹے لڑکے شادان ایوبی ہیں جو انکم ٹیکس آفیسر کے عہدہ سے حال ہی میں ریٹائر کر کے شہر گیا (بہار) میں قیام پذیر ہیں۔مولوی محمود احسن کی سب سے بڑی لڑکی ساجدہ انصاریہ کی شادی ۱۹۴۵ء میں اپنے پھوپھی زاد بھائی محمد نہال حسن ایوبی ولد امیر حسن مستری مرحوم سے ہوئی۔ساجدہ انصاریہ کا ایک لڑکا فیروز احسن ایوبی اور تین لڑکیاں انجم جہاں، تسنیم جہاں اور شمیم جہاں ہیں۔یہ سب

لوگ کراچی (پاکستان) میں بس گئے ہیں۔

دوسری لڑکی سنجیدہ انصاریہ ہیں جن کی شادی ۱۹۵۹ء میں ان کے پھوپھازاد بھائی محمد رفیق عالم مرحوم (۲۰۰۴ء) سے ہوئی۔ یہ اپنے شوہر کے ساتھ دمکا میں منتقل ہو گئیں۔ سنجیدہ انصاریہ ۲۰۰۱ء میں بحیثیت اسکول ٹیچر سبکدوش ہوئیں اور اس سال ۲۰۱۰ء میں حج کا ارادہ ہے۔

ان کے تین لڑکے ہیں (۱) محمد دانش ایوبی گورنمنٹ اسکول ٹیچر (۲) محمد تابش ایوبی عرف فخرو، تاجر پیشہ (۳) محمد نازش ایوبی عرف خسرو ایم۔ بی۔ بی۔ ایس فائنل ایئر میں دربھنگہ میڈیکل کالج بہار میں زیر تعلیم ہیں۔ تیسری لڑکی شاہدہ انصاریہ ۲۰ برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔

چوتھی لڑکی صاحبہ انصاریہ پیدائش کے پندرہ بیس دن کے بعد انتقال کر گئیں۔

۴۔ منظور حسین عرف منظور استاد (چوتھے فرزند مولوی عاشق حسین) منظور حسین کے چار لڑکے تھے۔ فغفور عالم، امتیاز احسن، محمد اشتیاق تینوں عالم شیر خوارگی میں انتقال کر گئے۔

صرف اعجاز احسن باحیات ہیں موصوف محکمہ شماریات (STATISTICS) حکومت بہار کے سکریٹریٹ سے ریٹائر ہو کر محلہ بڑی خاص گنج، بہار شریف ضلع نالندہ بہار میں سکونت پذیر ہیں۔ ان کے چار لڑکے ہیں:۔

(۱) ڈاکٹر محمد شہریار فیصل حکومت بہار کے محکمہ دیہی ترقیات اور ہاؤسنگ میں ایگزیکیٹو آفیسر کی حیثیت سے بھاگلپور میں مامور ہیں۔ (۲) ڈاکٹر مبشر حیات عسکری۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے بعد ایم۔ ڈی کر رہے ہیں (۳) شائق فروز کاظمی۔ آئی۔ ٹی انجینئر اور (۴) ثاقب حیات۔ سندری کے انجینئرنگ کالج کے آخری سال میں ہیں۔

محمد اعجاز حسن کی چار لڑکیاں عالیہ خانم، شباہت زیبا خانم، کہکشاں خانم اور جہاں زیب خانم ہیں۔

منظور حسین عرف منظور استاد کی چار لڑکیاں تھیں جن میں سب سے بڑی آرزو خانم (اہلیہ جنید احسن مرحوم) ۱۹۹۴ء میں انتقال کر گئیں۔ ان کا ایک لڑکا فرحان ایوبی عرف شبلی ہے یہ الہ آباد بینک میں ریجنل منیجر ہے۔ ان کی دو لڑکیاں ارجمند بانو اور آرائش بانو ہیں۔ دوسری لڑکی

آمرہ خانم ہیں۔ان کو ایک لڑکا مشرف رضا اور ایک لڑکی تبسم جہاں ہیں۔تیسرے لڑکی ماہرہ خانم کا ایک لڑکا مقصود الحمر ہے اور پانچ بچیاں شادی شدہ ہیں۔

منظور حسین کی چوتھی لڑکی خوبرہ خانم ہیں۔ان کی شادی محمد رضا الحق سے ہوئی تھی جو ایچ،ای،سی (HEC) میں ملازم تھے۔اب ریٹائر ہو کر کراچی میں ہی مقیم ہیں۔خوبرہ خانم کو چار لڑکے تھے تین ماشاءاللہ حیات سے ہیں سب سے بڑے لڑکے محمد انوارالحق ایئر فورس میں تھے ان کا انتقال مئی ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا۔دوسرے لڑکے محمد انصارالحق بھی ایئر فورس میں ہیں۔ تیسرا لڑکا ابرارالحق ایم ٹیک کرنے کے بعد کسی پرائیوٹ فرم میں برسرروزگار ہے۔چوتھا لڑکا ڈاکٹر اسرارالحق ایم،بی،بی،ایس کرنے کے بعد ایم،ڈی کی تیاری کر رہا ہے۔خوبرہ خانم کی چار لڑکیاں ہیں۔رخسانہ ترنم کی شادی ہو چکی ہے۔دوسری لڑکی رضیہ سلطانہ،تیسری لڑکی فاطمہ خانم اور چوتھی لڑکی بے نظیر فاطمہ ہیں۔

مولوی عاشق حسین کی چار لڑکیاں تھیں:

(۱) سب سے بڑی لڑکی بی بی بتول کی شادی حاجی حافظ ظفر حسین سے ۱۹۵۴ء میں ہوئی تھی۔ان کے دو لڑکے عمران حسن اور نعمان حسن تھے۔الحاج حافظ ظفر حسین مرحوم قیام پاکستان کے بعد اپنے دو لڑکوں عمران حسن اور نعمان حسن کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے۔بی بی بتول کی ۳ لڑکیاں تھیں۔تیسری لڑکی ذکیہ مرحومہ شادی کے ایک ماہ کے اندر انتقال کر گئیں۔

بی بی بتول کی بڑی لڑکی کنیز فاطمہ کی شادی محمد حنیف سے ہوئی۔ان کے بڑے لڑکے سعید اختر پاکستان منتقل ہو گئے اور دوسرے منظر حسین پٹنہ میوزیم میں ملازم تھے۔کنیز فاطمہ کی دو لڑکیاں فرزانہ بیگم اور نظرانہ بیگم ہیں۔

بی بی بتول کی دوسری لڑکی طاہرہ خاتون کی شادی حاجی وراثت کریم مرحوم سے ۱۹۴۳ء میں ہوئی تھی۔ان کی سبزی باغ پٹنہ میں کپڑے کی مشہور دکان حاجی وارثت کریم اینڈ سنس ہے۔ ان کے دو لڑکے ڈاکٹر محمد انوارالحق اور ڈاکٹر محمد ابرارالحق انگلینڈ میں میڈیکل پریکٹس کرتے ہیں۔اور تیسرے محمد اسرارالحق اپنے والد کی کپڑے کی دوکان چلاتے ہیں۔

طاہرہ خاتون مرحومہ کی تین لڑکیاں تھیں۔کوثر جہاں زوجہ محمد اسحاق مرحوم اور عنبر فشاں،

زوجہ اسرار الحق اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ عنبر فشاں ۱۹۶۸ء کی بی ایڈ تھیں۔ ان کا ایک ہی لڑکا ہے جو فی الحال بہار شریف میں ڈی ۔ ایس ۔ پی ہوم گارڈ ہے۔ سب سے چھوٹی لڑکی گوہر فشاں زوجۂ ابونصر پٹنہ میں مقیم ہیں۔

مولوی عاشق حسین کی دوسری لڑکی بی بی خاتون کی شادی مولوی صمصام الحق سے ہوئی تھی۔ مولوی صمصام الحق ۱۹۲۰ء میں دمکا سنتھال پرگنہ (اب جھارکھنڈ) چلے گئے۔ شعر وشاعری کا بہت اچھا ذوق تھا۔ وہ فارسی میں بھی اشعار کہتے تھے۔ مقامی مشاعرے کے روحِ رواں تھے۔ انگریزی کی بھی اچھی استعداد تھی۔ ان کے صرف ایک ہی لڑکا محمد انوار الحق مرحوم (م۔ ۲۰۰۳ء) تھے جو دمکا کے مشہور ایڈوکیٹ تھے۔ ان کی کوئی لڑکی نہیں تھی۔

انوار الحق مرحوم کے ۹ لڑکے (۱) محمد اسرار الحق ایڈوکیٹ پٹنہ (۲) محمد انصار الحق ریٹائرڈ انجینئر دمکا، (۳) ڈاکٹر محمد ابرار الحق ریٹائرڈ اسسٹنٹ لیبر کمشنر، رانچی (۴) محمد اظہار الحق تاجر پیشہ (۵) محمد احسان الحق بی سی ایل، ملازم، دھنباد (۶) محمد نسیم الحق ایڈوکیٹ (۷) محمد شمیم الحق گورنمنٹ اسکول ٹیچر (۸) محمد اکرام الحق گورنمنٹ اسکول ٹیچر اور (۹) محمد انعام الحق ڈی۔ ٹی۔ او آفس دمکا میں ملازم ہیں۔

ان کی چار لڑکیاں (۱) صبیحہ بانو زوجۂ شمیم احمد (۲) رخسانہ بانو زوجۂ صلاح الدین انصاری (۳) ماہ جبیں بانو زوجۂ اختر علی اور (۴) شہناز بانو زوجۂ سلطان احمد ہیں۔

مولوی عاشق حسین کی تیسری لڑکی بی بی رحیمن کی شادی امیر حسن مستری سے ہوئی تھی۔ شادی کے بعد یہ کلکتہ چلی گئیں۔ ان کے تین لڑکے نہال حسن ایوبی، کمال حسن ایوبی اور محمد سہیل تھے۔ تینوں انتقال کر گئے۔ نہال حسن ایوبی کے ایک لڑکے فیروز احسن ایوبی اور تین لڑکیاں انجم جہاں، تسنیم جہاں اور وسیم جہاں ہیں۔ کمال حسن ایوبی کے تین لڑکے محمد فیاض، محمد شاہنواز، اور محمد دل نواز ہیں۔

ان کی تین لڑکیاں ہیں۔ تبسم، ترنم، اور شفقت۔ محمد سہیل کو ایک لڑکا محمد کاشف اور دو لڑکیاں ہیں۔

بی بی، رحیمن کی چار لڑکیوں میں سے تین نسیمہ خاتون، سعیدہ خاتون اور سمیہ خاتون

اب حیات سے نہیں رہیں۔ چوتھی لڑکی نور جہاں خاتون باحیات ہیں۔

مولوی عاشق حسین کی چوتھی لڑکی بی بی وجیہن کی شادی محمد فرید مرحوم سے ہوئی جن کے بطن سے دو صاحب زادے صغیر الدین فریدی مرحوم اور ضمیر الدین فریدی مرحوم تھے۔ محمد فرید عالم جوانی میں انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے بعد بی بی وجیہن فرید مرحوم کے حقیقی بھائی محمد امین احمد مرحوم کے حبالۂ عقد میں آئیں محمد امین احمد کی بھی پہلی شادی سے ایک لڑکا محمد رفیق احمد مرحوم اور ایک لڑکی سلمہ خاتون مرحومہ تھیں۔

محمد صغیر الدین فریدی کے تین لڑکے۔ سنجر علی فریدی، خوشتر علی فریدی اور انور علی فریدی ہیں۔ سنجر علی فریدی اور انور علی فریدی کا کلکتہ میں اوسط درجے کا کاروبار ہے۔ خوشتر علی فریدی نے گجرات سے سند فضیلت حاصل کی وہ مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

سب سے بڑی لڑکی ذرقہ نگار مرحومہ دوسری لڑکی شہلا فریدی عرف شوبی تیسری لڑکی روزی فریدی ہیں۔ چوتھی لڑکی شاہ جہاں فریدی کا انتقال ہوگیا ہے۔

ضمیر الدین فریدی مرحوم کے دو لڑکے ہیں مظہر علی فریدی اور طارق اقبال فریدی، دونوں کلکتہ میں گھڑی کا کاروبار کرتے ہیں۔ خضر پور بندرگاہ پر نام سنٹر نام کی گھڑی کی دوکان ہے۔

ضمیر الدین فریدی کی کل سات لڑکیاں تھیں تین کا انتقال ہو چکا ہے۔ روبی پروین، ہما پروین، شبنم فریدی اور عائشہ فریدی باحیات ہیں بی بی وجیہن کی دوسری شادی امین احمد کے بعد ان سے ایک لڑکا محمد صغیر الدین ہے۔

صغیر الدین کے پانچ لڑکے ہیں: (۱) صلاح الدین ایوبی، (۲) صباح الدین ایوبی (۳) صہیب الدین ایوبی (۴) مصباح الدین ایوبی (۵) کمیر الدین ایوبی، ان کی دو لڑکیاں ہیں۔ درخشاں صغیر، کہکشاں انجم۔ دوسری شادی سے بی بی وجیہن کو تین لڑکیاں ہیں۔ سب سے بڑی لڑکی برجیس قدر ہے جن کی شادی محمد منصور عالم سے دمکا میں ہوئی۔ برجیس قدر کو تین لڑکے تھے لیکن سب سے بڑا لڑکا محمد مسرور عالم ۱۹۹۲ء میں انتقال کر گئے۔ وہ پرائیوٹ اسکول میں ٹیچر تھے۔

دوسرا لڑکا محمد مشکور عالم عرف طوطا ڈی ٹی او آفس میں وینڈر (Vender) کا کام

کرتے ہیں۔ تیسرا لڑکا مدثر عالم استون کرشر ہیں۔

برجیس قدر کو پانچ لڑکیاں ہیں: بڑی شگفتہ عالم، دوسری شائستہ عالم، تیسری سائدہ عالم، چوتھی ثابتہ عالم اور پانچویں شفقت عالم ہیں۔

بی بی دلہن کی دوسری بیٹی رضیہ خاتون ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی۔ تیسری بیٹی نرگس قدر کی شادی سراج احمد سے ہوئی۔ یہ لوگ اب کلکتہ میں رہتے ہیں۔ نرگس قدر کو دو لڑکے محمد شارق انور اور محمد طارق انور ہیں، اور ایک لڑکی فیروزی ہے۔

اظہار تشکر

اہم شخصیات کی طرح جامع تصنیفات کی تکمیل میں بھی کسی ایک یا محض چند افراد و اداروں کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ محسوس و غیر محسوس طور پر انگنت اشخاص و اداروں کا تعاون شامل حال ہوتا ہے۔

مولانا علی حسین عاصم بہاریؒ چونکہ راقم الحروف کے ہم وطن تھے اس لئے اپنے اسکول کے ابتدائی دور میں موصوف کوئی بار دیکھا اور ان کے اہل دعیال سے بھی متعارف رہا اس تصنیف کی تکمیل میں بوجوہ کئی نشیب فراز آئے اور ایک طویل عرصہ لگ گیا۔ اس لئے اس دوران ملک کے بعض علاقوں کے معتقدین ومتاثرین عاصم بہاری سے ملاقات وتبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ اسی طرح عاصم بہاری کے رشتہ داروں قریب ترین احباب تحریکی معتقدین ومتاثرین۔ علمی وتحقیقی شخصیات اور خیر خواہوں کے علاوہ اپنے شاگردوں اور عزیزوں سے بھی اخذ واستفادے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

(۱) ماسٹر محمود احسن (پ ۱۹۰۰ء ، م ۱۹۸۴ء)

عاصم بہاریؒ کے حقیقی چھوٹے بھائی، مومن تحریک کے تعلیمی مشن کے رکن رکین اور تحریک کے دور عروج میں ''مومن اسکاؤٹ اور رضا کاران'' کے سالار اعلیٰ تھے۔ تقسیم ملک سے

بہت پہلے موصوف نے اپنے محلّہ خاص گنج (بہار شریف، نالندہ) میں ایک کرایہ کے مکان میں برسہا برس ایک کوچنگ اسکول کے طرز پر تعلیمی ادارہ چلاتے رہے۔ جوان کے والد بزرگوار کا قائم کردہ تھا۔ ۱۹۴۶ء میں راقم الحروف بھی اس اسکول کا ایک طالب علم تھا۔ عاصم بہاریؒ کی شخصیت اور مومن تحریک کے بہت سے ایسے مسائل واحوال جو مطالعہ وتحقیق کے ابتدائی ایام میں قدرے پیچیدہ اور خاکسار کے لئے اس وقت الجھے ہوئے تھے ان کو سلجھانے میں استاذ محترم نے ہمیشہ بروقت رہنمائی کی، قدر افزائی فرمائی اور دعائے خیر سے نوازتے رہے۔

(۲) منشی عبد الغفور، عاصم بہاریؒ کی اہلیہ محترمہ (بی بی[ل] رسولن) کے حقیقی بھائی، ساکن محلّہ کٹھل ٹولہ، سوہسرائے، بہار شریف (نالندہ) اور عاصم بہاری کے دست راست تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر مشاہیر ہند کی خدمت میں عاصم بہاری کے خطوط اور پیغامات رسانی کا کام انہی کے ذمے تھا۔ ہماری گذارش پر مومن گزٹ کی فائلوں کی فراہمی کے لئے کانپور، مرادآباد اور الہ آباد وغیرہ کا بار ہا سفر کیا اور بعض قیمتی معلومات بھی فراہم کیں۔

(۳) محمد ہارون عاصمؒ (پ ۱۹۲۳ء م ۷ اگست ۲۰۱۰ء) عاصم بہاریؒ کے بڑے صاحبزادے، "مومن تحریک" کے شیدائی اور اس کی تاریخ کی ترتیب کے بڑے خواہاں تھے۔ عاصم بہاری کے بہت سے نجی خطوط، بعض تصاویر اور بچا کھچا اثاثہ موصوف نے خاکسار کے حوالے کیا اور وقتاً فوقتاً بعض گھریلو اور تحریکی مسائل کو سمجھنے میں معاون رہے۔

(۴) محمد اعجاز احسن، عاصم بہاری کے اپنے بھتیجے، ساکن محلّہ بڑی خاص گنج بہار شریف، نالندہ، بہار گورنمنٹ سروس کے پنشن یافتہ بعض علمی وتاریخی احوال وکوائف کے رازداں، عاصم بہاریؒ کے خاندانی احوال اور شجرۂ نسب کی تفصیل وتکمیل میں موصوف نے خصوصی دلچسپی لی۔

(۵) ڈاکٹر محمد ابرار الحق، ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اسسٹنٹ لیبر کمشنر حکومت جھارکھنڈ عاصم بہاری کے چھوٹے بھانجے (انوار الحق ایڈوکیٹ) کے صاحبزادے منی افسانوں کے معروف فنکار، کئی مجموعوں کے مصنف، علم وادب کے رسیا، ریٹائرمنٹ کے بعد

[ل] بنت منیر الدین متقی

رانچی میں مقیم ہیں۔اس تصنیفی مسودے کی پروف ریڈنگ میں بڑی دیدہ ریزی سے کام لیا اور عاصم بہاریؒ کے شجرۂ نسب کو بہر صورت مکمل کرنے میں غیر معمولی دلچسپی لی۔

(۶) الحاج مولوی محمد قمر الدین پرفومر الہ آباد۔ عاصم بہاریؒ اور مومن تحریک کے پرجوش حامی ومددگار اور عاصم بہاری کے سوانح عمری کی ترتیب واشاعت کے بڑے خواہاں تھے۔حسن اتفاق کہ الہ آباد کے ایک سفر میں موصوف سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اور انہی کے توسط سے عاصم بہاری کے مزار (اٹالہ قبرستان) پر فاتحہ خوانی کی سعادت نصیب ہوئی۔یوپی میں عاصم بہاریؒ کا بیشتر قیام حاجی قمر الدین ہی کے دردولت پر رہا۔زندگی کے آخری ایام میں قیام وطعام اور علاج ومعالجے کی جملہ ذمہ داریاں حاجی صاحب موصوف نے بڑے خلوص ومحبت سے انجام دیں۔

(۷) الحاج محمد صلاح الدین، الحاج قمر الدین صاحب کے صاحبزادے اور بچپن میں عاصم بہاریؒ کی صحبتوں کے چشم دید، "مومن انصار ویلفیئر ایسوسی ایشن الہ آباد کے صدر اور سماجی وفلاحی کاموں میں پیش پیش رہنے والے مومن تحریک سے متعلق خاکسار کے اولین مجموعۂ مضامین بعنوان "تحریک آل انڈیا مومن کانفرنس۔تاریخ کے آئینے میں" کی اشاعت (۱۹۸۴ء) صلاح الدین صاحب ہی کی رہین منت ہے۔

(۸) مولوی محمد نصیر الدین، ساکن الہ آباد، سرکاری ملازمت بعدہٗ اپنے کاروبار (ٹرنک مرچنٹ) کے سلسلے میں الہ آباد سے مستقلاً رانچی منتقل ہوگئے۔بلدیو سہائے لین میں سکونت پذیر رہے۔جنوبی بہار (جھارکھنڈ) میں آل انڈیا مومن کانفرنس کے فروغ وارتقاء میں عاصم بہاری کے دست راست کی حیثیت سے ہمیشہ پیش پیش رہے۔الحاج مولوی قمر الدین الہ آباد کی صاحبزادی نجمہ خاتون، موصوف کے بڑے صاحبزادے صغیر احمد ایڈوکیٹ (رانچی) کی زوجہ ہیں۔

(۹) صغیر احمد ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی سینئر ایڈوکیٹ رانچی۔منصفی کے امتحان میں کامیابی کے باوجود آزاد پیشگی کو ترجیح دی اور پیشہ وکالت سے جڑے رہے۔رانچی میں آل انڈیا مومن کانفرنس کی علاقائی کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۶ء میں دس برس کی کم عمری میں ایک نظم

پیش کی۔اوائل عمر سے علمی وسماجی تنظیموں سے وابستہ رہے۔بالخصوص انجمن اسلامیہ، رانچی (قائم کردہ مولانا ابو الکلام آزادؒ) کے نظم ونسق کو برسوں سنبھالا۔مرکز ادب وسائنس تعلیمی وفلاحی ٹرسٹ، رانچی کے فاؤنڈر ٹرسٹی اور قانونی مشیر ہونے کے علاوہ، اس تصنیف کے بعض قیمتی مواد کے حصول میں معاون رہے۔نیز الٰہ آباد کے سفر میں بھی رہنمائی کی۔

(۱۰) شاہین اختر، الٰہ آبادی۔سکریٹری یوپی آل انڈیا مومن کانفرنس عاصم بہاری کے سچے شیدائی، مسلمانان ہند کو منظم اور باوقار بنانے کے لئے کوشاں۔اس تصنیف کی تکمیل واشاعت کے لئے الٰہ آباد اور یوپی میں مسلسل نشستیں کیں اور مصنف کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

(۱۱) محمد اشفاق انصاری سابق ایم۔پی۔گورکھپور۔

موصوف کے والد اصطفیٰ حسین انصاری کا مومن تحریک کے دور عروج کے اکابرین میں شمار ہوتا تھا موصوف نے کئی کانفرنسوں کی صدارت بھی کی تھی۔رانچی کے ایک سفر میں غریب خانہ پر مولانا نعمانی صاحب (سابق صدر آل انڈیا مومن کانفرنس) کے ساتھ اشفاق صاحب تشریف لائے اس تصنیف کے مسودے کو دیکھ کر غایت مسرت کا اظہار کیا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔کئی برس کے بعد موصوف نے تمام آل انڈیا مومن کانفرنسوں کے صدور کے خطبات پر مشتمل ایک ضخیم جلد شائع کی اور پیش لفظ میں اپنی کتاب کی شان نزول میں یہ تحریر کیا کہ ''بندۂ مومن کا ہاتھ'' کے مسودہ کو دیکھ کر ان خطبات کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا۔مرحوم کئی بیش قیمت کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

(۱۲) مولوی عبد الرزاق انصاری مرحوم سابق وزیر کابینہ حکومت بہار کی نظر کرم اس خاکسار پر ہمیشہ رہی۔خاکسار کی علمی وتحقیقی کاموں کی برابر قدر افزائی کرتے رہے۔ برسوں قبل جب ''تاریخ آل انڈیا مومن کانفرنس۔تاریخ کے آئینے میں'' شائع ہوئی تو اس کی سینکڑوں کاپیاں مختلف مقامات پر تقسیم کروائیں۔اس مسودہ کی تکمیل کے بھی منتظر تھے۔مگر عمر نے وفا نہ کی۔چھوٹانا گپور میں عاصم بہاری کی تحریکی کاوشوں کے وہ دل سے قدرداں تھے اور خود کو ان کا شاگرد تصور کرتے تھے۔

(۱۴) مولانا امام الدین رام نگری، مشہور مصنف، محقق، شاعر، صحافی اور تقابلی مذاہب کے معروف عالم ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ موصوف سے بذریعہ مراسلت اور ان کے لائق وفائق صاحبزادے شاہد رام نگری مرحوم سے بالمشافہ اخذ واستفادہ کا بھی موقع ملتا رہا۔ مولانا مرحوم خاکسار کے بیشتر خطوط کے جواب میں کبھی پوسٹ کارڈ اور کبھی انلینڈ لیٹر پر باریک باریک حروف میں مفصل جواب سے نوازتے رہے۔

ان کے علاوہ عبداللطیف مرحوم رئیس نگینہ کے در دولت پر دوران گفتگو اس زیر تکمیل تصنیف کا تذکرہ آیا تو ہمت افزائی فرمائی اور ڈرائنگ روم میں لگی ہوئی متعدد تصویریں دکھائیں جو تحریکی دور کی یادگار تھیں۔ نیز بہت سے واقعات کا تذکرہ کیا۔

کرم فرما ڈاکٹر محمود الٰہی صاحب سے اس کتاب کے نام یا عنوان کے لئے تذکرہ کیا تو اقبال کی مشہور نظم مسجد قرطبہ کے ایک مصرع کے حوالے سے "بندہ مومن کا ہاتھ" تجویز فرمایا۔ پورا شعر اس طرح ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں کارکشا کارساز

عزیز القدر منظور احمد انصاری، وائس چیئرمین اقلیتی کمیشن حکومت جھارکھنڈ، جنہیں اردو اور اقلیتی مسائل سے عملی دلچسپی وراثت میں ملی ہے، اس تحقیقی کاوش کی برابر ہمت افزائی کرتے رہے۔ علی انور انصاری، ایم۔ پی صدر آل انڈیا پسماندہ مسلم محاذ نے گاہے گاہے دوران ملاقات اور فون پر بھی اشاعتی اخراجات کی گرانباری کا تذکرہ سن کے کہتے کہ ہمت ہر گز نہ ہاریں گے۔ ہمت مرداں مدد خدا

رفیقۂ حیات ڈاکٹر رفعت آراء نے رفاقت کا حق ادا کر دیا۔ خاکسار کو گھریلو تفکرات سے ہمیشہ آزاد ہی نہیں رکھا، عرصہ تک ہمارے علمی وتحقیقی کاموں میں غایت گھریلو مصروفیات کے باوجود ممد ومعاون بنی رہیں۔

عزیزی طارق سجاد اپنے گھر، دفتر اور ٹرسٹ کے مختلف النوع امور کی غایت مشغولیات کے باوجود مجھے مطالعہ وتحقیق کے لئے زیادہ سے زیادہ فارغ رکھنے کی کوشش

کرتے ہیں۔اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

مولانا سلمان احمد قاسمی اور محمد یمیر نے ٹائیٹل پیج کے ڈیزائن کرنے میں اپنا اچھا خاصا خون جگر صرف کیا ہے۔عزیزی ڈاکٹر شہریار فیصل (پوتے عاصم بہاریؒ) نے بہار شریف مدرسہ قومیہ محلہ شیخانہ میں کچھ عرصہ قبل یوم عاصم کے ایک موثر پروگرام کا اہتمام کیا اور اس تصنیف کی تکمیل واشاعت کی پیشگی تدابیر پر برابر غور وفکر اور مخلصانہ تبادلہ خیال کرتے رہے۔ ڈاکٹر مظفر مہدی گو اب بیرون ملک میں ہیں مگر ہر ماہ جس پابندی سے علمی وادبی موضوعات پر بذریعہ فون تبادلہ خیال کرتے رہتے ہیں اور اس سوانح عمری کی تکمیل کے خواہاں رہے اس پر ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔عزیزی مولانا عبداللہ نے جس محنت اور لگن سے اس ضخیم مسودے کی کمپیوٹری کتابت کی ہے اس کا اعتراف واجب ہے۔تاریخی وتحقیقی ذوق وشوق سے مالا مال ڈاکٹر آفتاب احمد، نیز حاجی نثار احمد، ایم، پی۔عزیزی ضیاءالاسلام سنٹر منیجر سجاد کمپیوٹر ٹریننگ اینڈ گائیڈنس سنٹر، بریاتو، رانچی اور مولانا عبدالوکیل، سینئر سوپر وائزر، مسودے کو نک سک سے درست کرنے میں ہر قدم پر معاون رہے۔کسی ضخیم کتاب کی کتابت وطباعت کے متعدد مراحل ہوتے ہیں۔میں خود کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں کانٹاٹولی چوک والے ٹرسٹ سنٹر کے تجربہ کار اور مخلص اسٹاف میں بالخصوص اشرف عالم، یوسف انصاری، عمران الحق، نگناز پروین، درخشاں کوکب، راشد رضا، عبدالرحمٰن انصاری اور منورنجن کمار داس وغیرہ کی کاوشیں قابل قدر رہیں۔

ان سب کے علاوہ بہت سے احباب اور کرمفرما جو وقتاً فوقتاً ملاقات اور ٹیلی فون پر گفتگو کے دوران اس تاریخ کی تکمیل پر زور دیتے رہے اور خیریت معلوم کرتے رہے، ہم ان سب کے ممنون ومشکور اور ان کے لئے صمیم قلب سے دعا گو ہیں۔

(۱۴) ارباب بہار اردو اکادمی، پٹنہ کے اشاعتی پروگرام کے تحت بارہ برس قبل ۱۹۹۸ء میں اس مسودہ کی جلد اول اس وقت داخل دفتر کی گئی تھی جب اس کی ضخامت کے پیش نظر اسے دو جلدوں میں شائع کرنے کا خیال تھا۔ارباب اکادمی نے مسودہ کو منظوری کے تمام مراحل سے گذارنے میں دو سال کا وقت لگا دیا۔اس مسودے کے ساتھ داخل کردہ دیگر منظور شدہ

مسودات کے لئے چک ارسال کر دیئے گئے مگر "بندۂ مومن کا ہاتھ" کی منظور شدہ رقم کا چک یہ کہہ کے روک لیا گیا کہ اب تو (نومبر ۲۰۰۰ء) میں جھارکھنڈ بہار سے الگ ہو گیا ہے۔ بہار اردو اکادمی اور وزیر اعلیٰ بہار کو اس پر احتجاجی خطوط لکھے گئے مگر بوجوہ انہیں قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ حکومت بہار اور ارباب اکادمی میں تبدیلی واقع ہوئی تو پھر یاد دہانی کرائی گئی۔ سکریٹری اکادمی شہزادانور انصاری صاحب نے بہر حال اپنی انتظامی دیانتداری سے کام لیتے ہوئے اردو اکادمی کی پچھلی غلطی کی اصلاح کر کے مسودے کی جلد اول کی اس منظور شدہ قلیل رقم کے اجراء کی کاروائی آگے بڑھائی جس کے لئے ہم موجودہ جملہ ارباب بہار اردو اکادمی کے شکر گذار ہیں۔

❁❁❁

عرشیہ پبلی کیشنز کی 2010 کی مطبوعات

نام کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
رباعیاں	ظفر کمالی	200/-
ارمغانِ علمی۔ نذرِ حنیف نقوی	ڈاکٹر سید حسن عباس	750/-
ادراک۔ حنیف نقوی نمبر	مدیر اعزازی، ڈاکٹر سید حسن عباس	500/-
Limn with Lyrics (Poetry)	Tipu Sultan	125/-
وحشت: حیات اور فن	معید رشیدی	125/-
اُردو غزل کی نئی لفظیات	مشکور معینی	200/-
بی۔تھری (اسٹیج ڈرامے)	شاہد انور	200/-
رنگ آواز کے (ریڈیائی ڈرامے)	یوگ راج	300/-
تانیثیت اور قرۃ العین حیدر کے نسوانی کردار (دوسرا ایڈیشن)	اعجاز الرحمٰن	200/-
مکتوب بنام حکیم مظہر	ظفر کمالی	100/-
گلشن سے ویرانے تک (افسانے)	عقیل اطہر (امریکہ)	200/-
دیکھ لینا کہ چنے جائیں گے دیوار میں ہم (مزاحیہ شاعری)	جمال زبیری (کنیڈا)	200/-
Session of Sweet Silent Thought (Selected Poems of Parveen Shakir)	عبدالباقی بیگ	250/-
ڈنک (مزاحیہ شاعری)	ظفر کمالی	200/-
ادھوری بات (غزلیں)	فہیم جوگاپوری	150/-

Address: A-170, Ground Floor III, Surya Apartment,
Dilshad Colony, Delhi-110095 (INDIA)
Mob: (0) 9899706640, (0) 9958401344
Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

تاریخی نوعیت کی دستاویزات

1	اولین کانفرنس ''نورباف کانفرنس، بہار شریف'' میں داخلے کا ٹکٹ مورخہ ۶۔۷/شوال المکرم ۴۰ھ مطابق جون ۱۹۲۲ء	602
2	جڑواں بچے کی ولادت کا اطلاع نامہ از نعیم الحق۔۱۹۲۲ء	603-04
03	آغاز رسالہ ''المومن'' کی خبر، مکتوب مدیر المومن مورخہ ۱۲/نومبر ۲۲ء	605-06
04	مدیر اخبار ''خطیب'' کے نام ایک علمی خط۔ مورخہ ۱۲/مئی ۲۳ء	607
05	بہار شریف کے ہندو مسلم بنکروں کی اپیل برائے ہڑتال عام۔ مورخہ ۲۸/دسمبر ۱۹۲۴ء	608
06	دارالتربیت محلّہ خاصگنج، بہار شریف کا ایک دعوت نامہ۔ مورخہ ۱۲/شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۵/فروری ۱۹۲۶ء	609-10
07	مجلس مذاکرہ دارالتربیت محلّہ خاص گنج، بہار شریف کا دعوت نامہ برائے شرکت چوتھا مشاعرہ۔ مورخہ ۲۰/ستمبر ۲۶ء	611
08	مولوی امام الدین رام نگری مدیر ''ترجمان قوم'' بنارس کا ایک خط۔ مورخہ ۲/جون ۱۹۲۶ء	612-13
09	خواجہ کمال الدین کا خط بنام عاصم بہاری مدیر الاکرام۔ مورخہ ۲۳/مارچ ۱۹۲۷ء	614-15
10	مدیر المومن محمد یحییٰ کی اپیل برائے فروغ رسالہ۔ مورخہ ۸/اگست ۱۹۲۸ء	616
11	علمی مجلس میں شرکت کا دعوت نامہ۔ مورخہ ۱۳/ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۸ء	617
12	عاصم بہاری کا خط بنام مولانا ابوالکلام آزاد کا۔ مورخہ ۱۴/اگست ۱۹۲۹ء	618
13	مولانا ابوالکلام آزاد کا خط	619

14	تحسینی خط حضرت محمد بدرالدین پھلواروئیؒ، امیر شریعت، بنام عاصم بہاری مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۹ء	620
15	مکتوب محمد حسن برائے احوال جمعیۃ مالیگاؤں سیٹی۔ مورخہ ۱۲؍ مارچ ۳۱ء	621-22
16	عاصم بہاری کا تقریری خاکہ۔ مورخہ ۲۷؍ اگست ۱۹۳۱ء	623-24
17	ایک عزیز کا خط۔ مورخہ ۱۸؍ فروری ۱۹۳۲ء	625-26
18	علی گڑھ کے تحریکی کوائف، خط بنام خازن آل انڈیا مومن کانفرنس۔ مورخہ یکم مارچ ۳۲ء	627-28
19	ترغیبی مراسلہ برائے سالانہ اجلاس پنجم آل انڈیا مومن کانفرنس۔ مورخہ ۲۲؍ ستمبر ۳۲ء	629
20	اشتہار اولین سالانہ جلسہ انجمن ملیہ محلّہ سوہ ڈیہہ، بہار شریف۔ مورخہ ۱۴؍ محرم ۱۳۴۶ھ مطابق ۳۳ء	630
21	احمد علی سردار بارہ گانواں محال کے نام خط برائے تعاون وفد مجلس استقبالیہ آل انڈیا مومن کانفرنس گیا۔ مورخہ یکم؍ اکتوبر ۳۴ء	631-32
22	’’پیشہ ور مسلم اقوام پر مفتی دیوبند کا دل آزار حملہ‘‘ مورخہ ؍ اکتوبر ۳۴ء ایک پمفلٹ	633
23	انجھر شریف ضلع گیا کے مظلوم انصاریوں کی ’’فریاد قوم‘‘ مورخہ ۷؍ نومبر ۳۴ء	634-35
24	مولانا محمد شفیع داؤدی کا تحسینی خط بابت مومن تحریک۔ مورخہ ۷؍ نومبر ۳۴ء	636-37
25	راغب احسن سکریٹری مسٹر محمد علی جناح کی ایک تجویز۔ مورخہ ۹؍ نومبر ۳۴ء	638-39
26	راغب احسن کا ایک خط بنام عاصم بہاری۔ مورخہ ۹؍ نومبر ۳۴ء	640-41
27	عالم گنج اور پھول پور کے جلسوں میں شرکت کا سخت تقاضہ۔ دسمبر ۳۴ء	642
28	سرورق ماہنامہ ’’مساوات‘‘ پھلواری شریف، پٹنہ۔ اپریل ۳۶ء	643

29	عاصم بہاری کے استفسار پر مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب برائے سیاسی تعاون مسٹر عبدالعزیز۔ مورخہ ۱۱ر نومبر ۳۶ء	644
30	قمرالدین پر فیومر الہ آباد کا خط برائے ترتیب سوانح حیات عاصم بہاری۔ مورخہ ۱۶ر جنوری ۳۷ء	645-46
31	دعوت نامہ جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ (عبدالعلیم) برائے شرکت یوپی آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ۔ جولائی ۴۰ء	647-48
32	تقسیم ملک کے قبل قتل و غارتگری پر قمرالدین الہ آباد کا خط، کانگریس، مسلم لیگ اور اکابرین مومن کانفرنس پر تبصرہ۔ مورخہ ۹ر دسمبر ۴۶ء	649-50
33	حسب وعدہ و ترغیب مہاتما گاندھی کے نام عاصم بہاری کا خط برائے تعاون قیام ویونگ اسکول کلکتہ از ''سوراج فنڈ''	651
34	کلکتہ کے تحریکی کوائف' کھلی چٹھی بنام اراکین جمعیۃ المومنین کلکتہ	652-53
35	کلکتیہ بولی میں عاصم صاحب کا ایک پرلطف خط	654-55
36	ہڑتال کے دن کلکتہ کی روئداد	656
37	دفتر صوبہ خلافت کمیٹی دہلی کا حوصلہ افزا خط	657
38	کوآپریٹیو ایسوسی ایشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرس کیلئے ایک ترغیبی گشتی مراسلہ	658-59 60-61
39	مولانا حسین احمد مدنی اور مولوی محمد طیب صاحب کا مفتی دیوبند کا افتراق بین المسلمین پر معذرت نامہ مورخہ ۱۸/۵/۵۳ھ	662
40	جمعیۃ المومنین بہار شریف کے دور اوّل کا ایک دعوت نامہ	663
41	اپنے بیمار اور پریشان حال بچوں کو تسلی نامہ۔	664-65
42	رسالہ ''اتحاد' بہار شریف کے سلسلے کا ایک خط	666
43	اشتہار اجلاس ششم آل انڈیا مومن کانفرنس کانپور	667
44	رسید ممبری آل انڈیا مومن کانفرنس۔	668

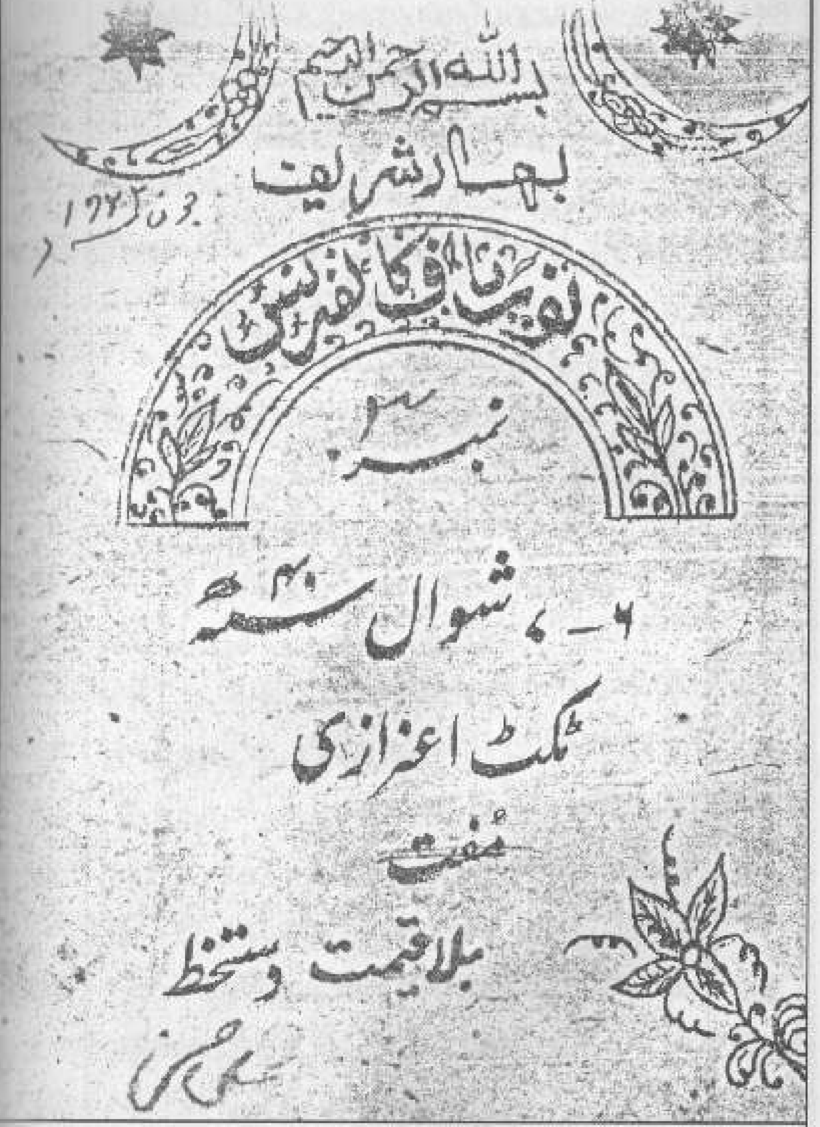

(۱) اولین کانفرنس "نور باف کانفرنس، بہار شریف" میں داخلے کا ٹکٹ
مورخہ ۶-۷ شوال المکرم ۴۰ھ مطابق جون ۱۹۲۲ء

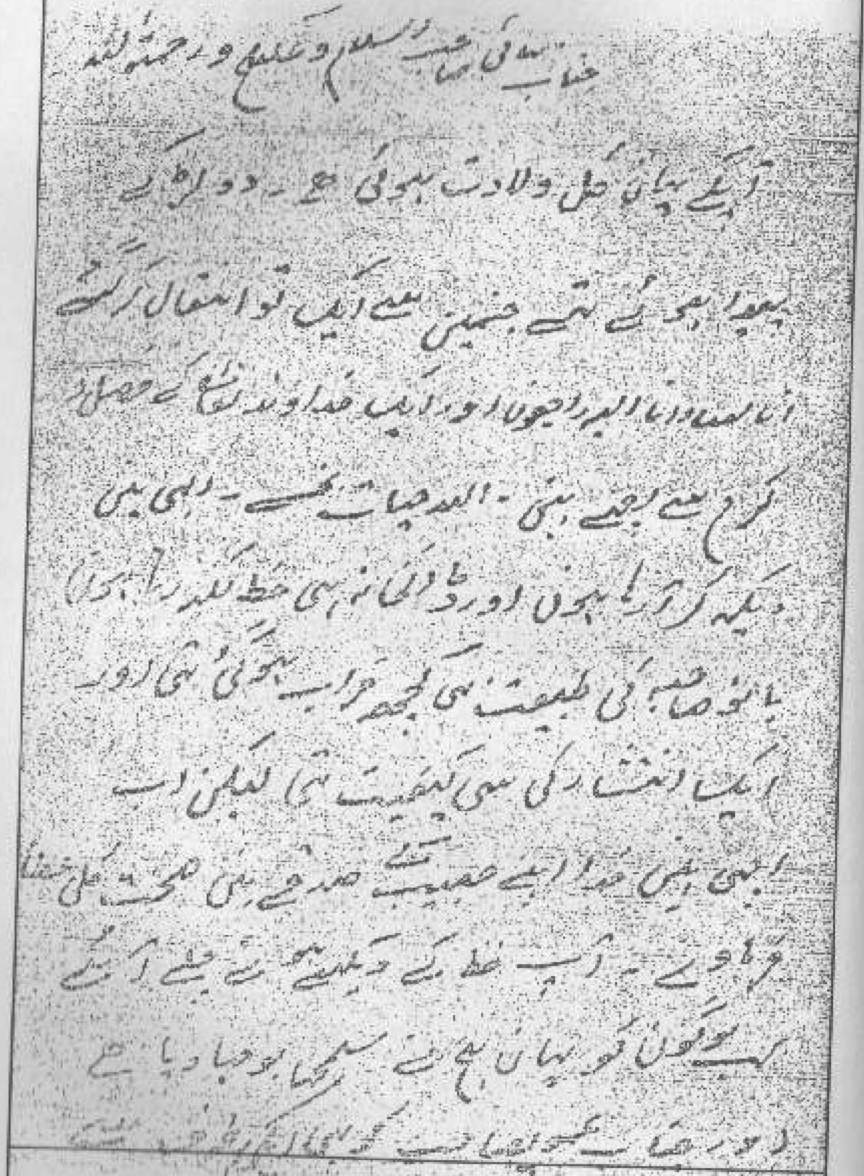
جناب بھائی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کے یہاں کل ولادت ہوئی ہے۔ دو لڑکے
پیدا ہوئے تھے جنمیں سے ایک تو انتقال کر گئے
انا للہ وانا الیہ راجعون اور ایک خداوند تعالیٰ کے فضل و
کرم سے بچے ہیں۔ الحمد للہ حیات ہے۔ رہی ہیں
دیکھ کر آ رہا ہوں اور ڈاکٹر نے بھی خط لکھ دیا ہے
بانو صاحبہ کی طبیعت بھی کچھ خراب ہو گئی تھی اور
ایک انتشار کی سی کیفیت تھی لیکن اب
ابھی نہیں خدا ایسے مصیبت کے صدمے میں صحت عطا
فرماوے۔ آپ خط کے دیکھتے ہی چلے آئیے
لڑکے کو یہاں بچے نے سمجھا بوجھا دیا ہے
[illegible]

(۲) جڑواں بچے کی ولادت کا اطلاع نامہ از نعیم الحق۔ ۱۹۲۲ء

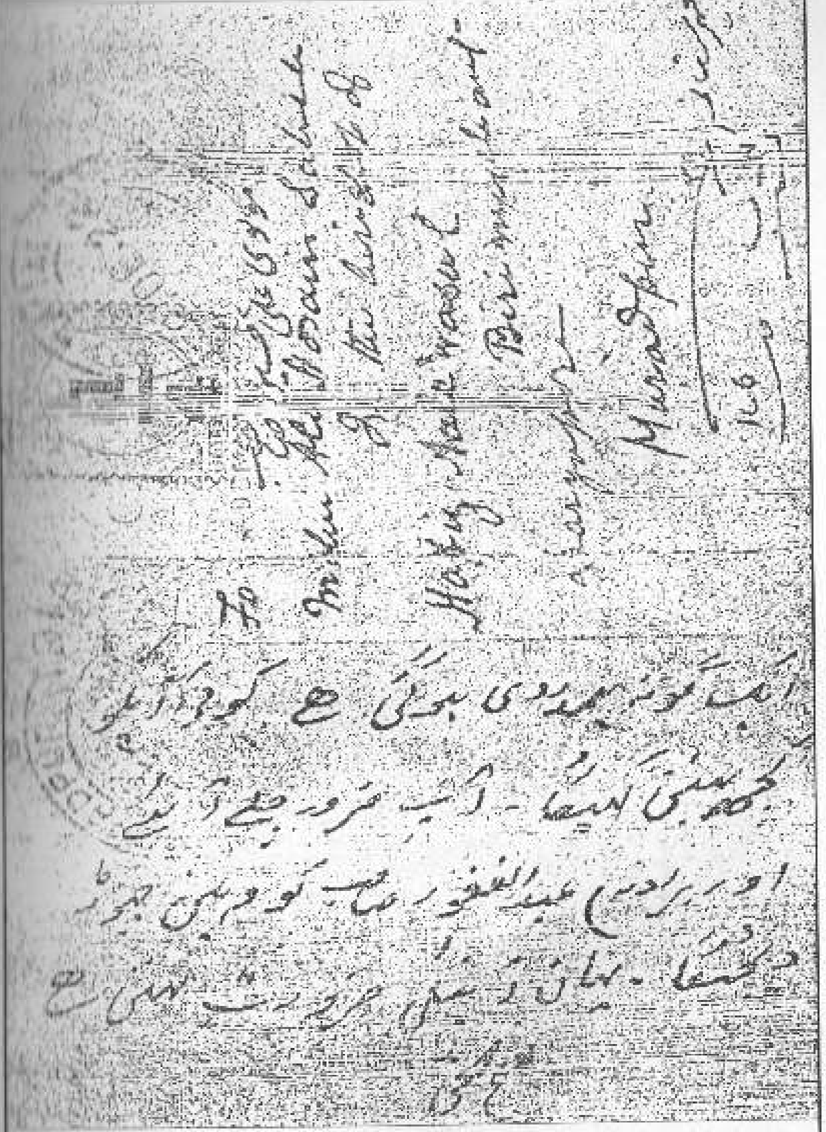

(۲) جڑواں بچے کی ولادت کا اطلاع نامہ از نعیم الحق ۔۱۹۲۲ء

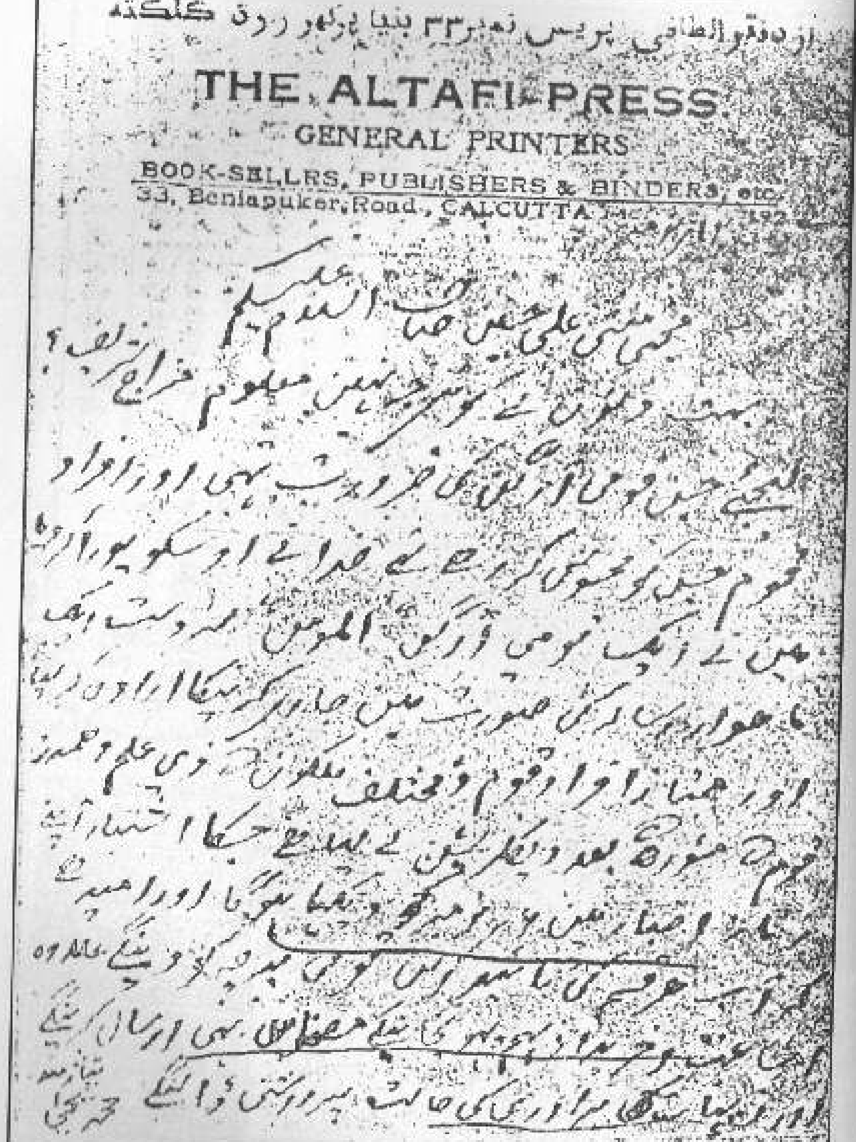
اردو دفتر الطافی پریس نمبر ۳۳ بنیا پوکھر روڈ کلکتہ

THE ALTAFI PRESS
GENERAL PRINTERS
BOOK-SELLERS, PUBLISHERS & BINDERS, etc.
33, Beniapuker Road, CALCUTTA ... 192

(۳) آغاز رسالہ ''المومن'' کی خبر، مکتوب مدیر المومن مورخہ ۱۲ نومبر ۲۲ء

(۳) آغاز رسالہ "المومن" کی خبر، مکتوب مدیر المومن مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۲۲ء

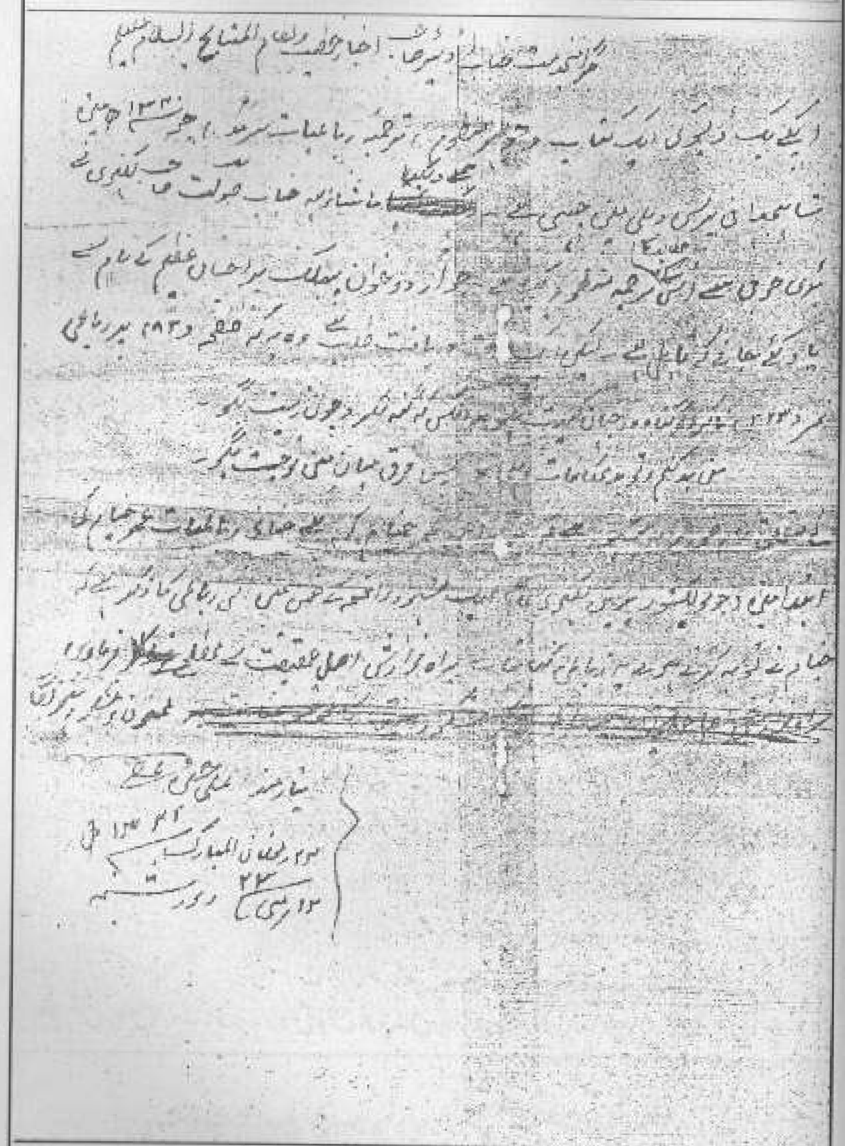

(۴) مدیر اخبار "خطیب" کے نام ایک علمی خط۔ مورخہ ۱۲ر مئی ۲۳ء

بہار کے ہندو مسلمان بننے والوں کی ہڑتال

صنعت پارچہ بافی کی تباہی۔ سینکڑوں گھرانے کا مجبور ہو کر وطن چھوڑنا

بننے والوں کے بال بچوں کی فاقہ کشی

تمام بننے والے ہندو مسلمان بھائیوں سے استدعا ہے۔ کہ بتاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء روز اتوار کو روزگار تباہ ہونے کے غم میں کام موقوف کریں۔ اور صبح دس بجے سے مقام حیدرانی گولہ باغ میں جمع ہوں تاکہ سب مل کر درگاہ خداوندی میں دعا کریں۔ شاید وہ ارحم الراحمین بننے والوں پر رحم کرے۔ اور اُن کے بال بچوں کو فاقہ کشی اور ترک وطن سے نجات دے۔

اور سب بھائیوں کے مشورے سے کوئی ایسی صورت تجویز کی جائے۔ کہ کرگہ بننے کی صنعت تباہ ہونے سے بچے۔

الملتمسان

منشی عنایت اللہ سوہ ڈیہ۔ عبد الرحمٰن سلیم پور۔ اکبر حسین سرائے۔ محمد عمر کٹھل ٹولہ۔ نذیر حسین مولاگر۔ عبد الرزاق۔ حکیم عبد الغفار آسانگر۔ حافظ محمد یسین بسارکھہ۔ بخشی سردار اظہر حسین خاصگنج۔ الٰہی سردار عبد اللہ سردار عماد پور۔ محمد یسین تاماپور سجاد حسین کمارکوان۔ جمال سردار محمد علی۔ عبد القادر شیخانہ۔ چندو سردار کوسٹ۔ بودگی سردار بالمی تو ابھائی امیر [illegible] سردار سکنت۔ نراین سردار کلیر۔ آمدگی سردار کوگنج۔ جہلا سردار بیلا چوٹھ۔ اکبر سردار بینا کو جمن سردار بیگا رات۔ بیو سردار روضہ کنوان۔ خوب لال سردار جلال۔ رسو اگر سردار آسانگر۔ [illegible]

(۵) بہار شریف کے ہندو مسلم بنکروں کی اپیل برائے ہڑتال عام۔ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء

مورخہ ۱۲ ماہ شعبان

مکرم بندہ جناب محمد یسین صاحب
السلام علیکم

بعد ہدیہ والسلام کے دار التربیت محلہ خاص گنج بہار شریف کا ... سالانہ امتحان تاریخ ... شعبان المعظم روز ... بوقت دس بجے دن ہونا قرار پایا ہے۔ آپ کی علمی دلچسپی اور قومی ہمدردی سے پوری امید ہے کہ وقت معینہ پر تشریف لا کر بچوں کی تعلیم و تربیت کو ملاحظہ فرمائیں گے اور اپنے قیمتی تجربے اور تعلیمی معلومات سے منتظمان دار التربیت کو ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

سکریٹری
علی حسن عاصم

(۶) دار التربیت محلہ خاص گنج، بہار شریف کا ایک دعوت نامہ۔
مورخہ ۱۲ رشعبان ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۵ رفروری ۱۹۲۶ء

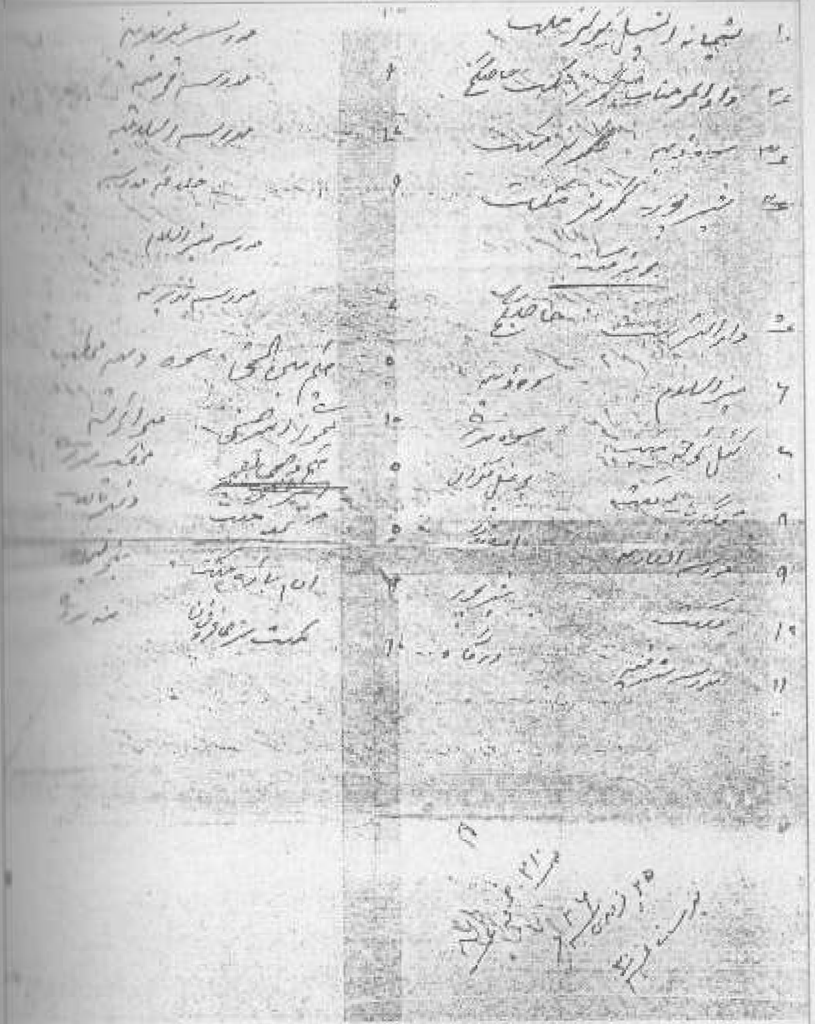

(٦) دار التربیت محلہ خاص گنج، بہار شریف کا ایک دعوت نامہ۔
مورخہ ۱۲/شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۵/فروری ۱۹۲۶ء

(۷) مجلس مذاکرہ دار التربیت محلہ خاص گنج، بہار شریف کا دعوت نامہ
برائے شرکت چوتھا مشاعرہ۔ مورخہ ۲۰/ستمبر ۲۶ء

(۸) مولوی امام الدین رام نگری مدیر ''ترجمان قوم'' بنارس کا ایک خط۔ مورخہ ۲؍جون ۱۹۲۶ء

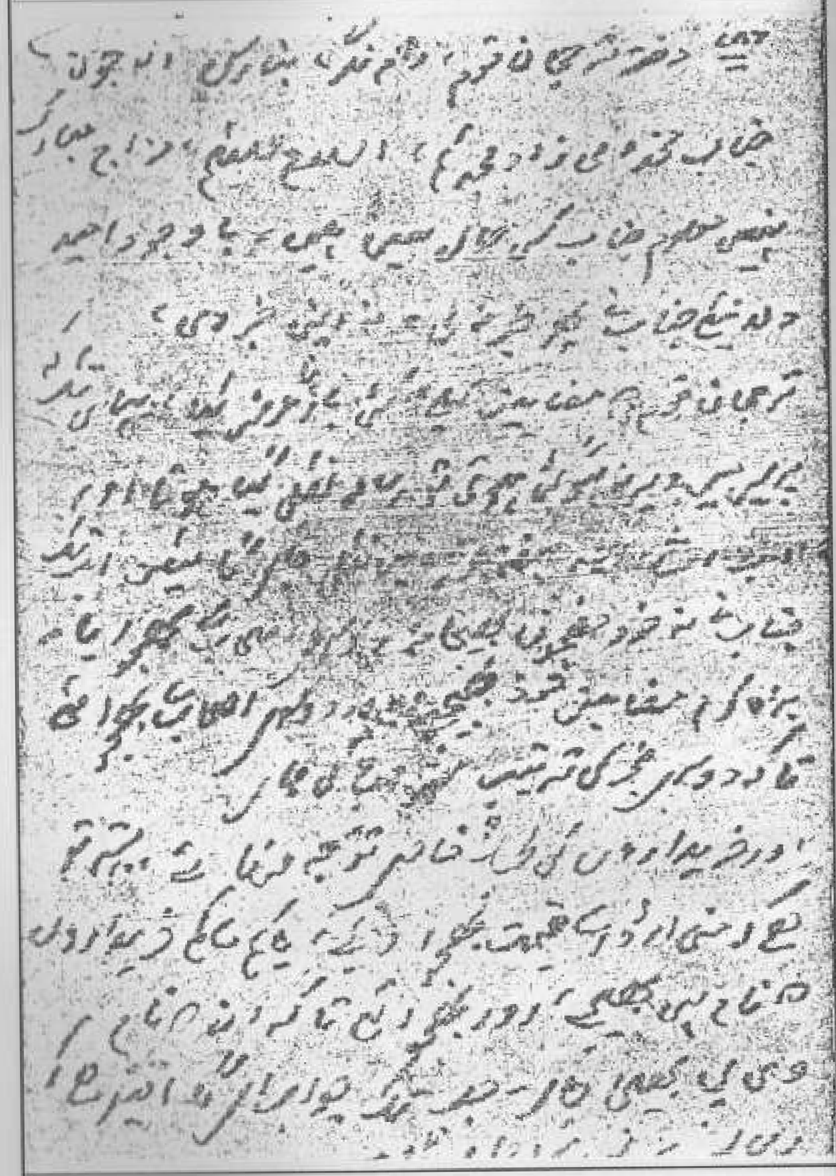

(۸) مولوی امام الدین رام نگری مدیر ''ترجمان قوم'' بنارس کا ایک خط۔ مورخہ ۲؍جون ۱۹۲۶ء

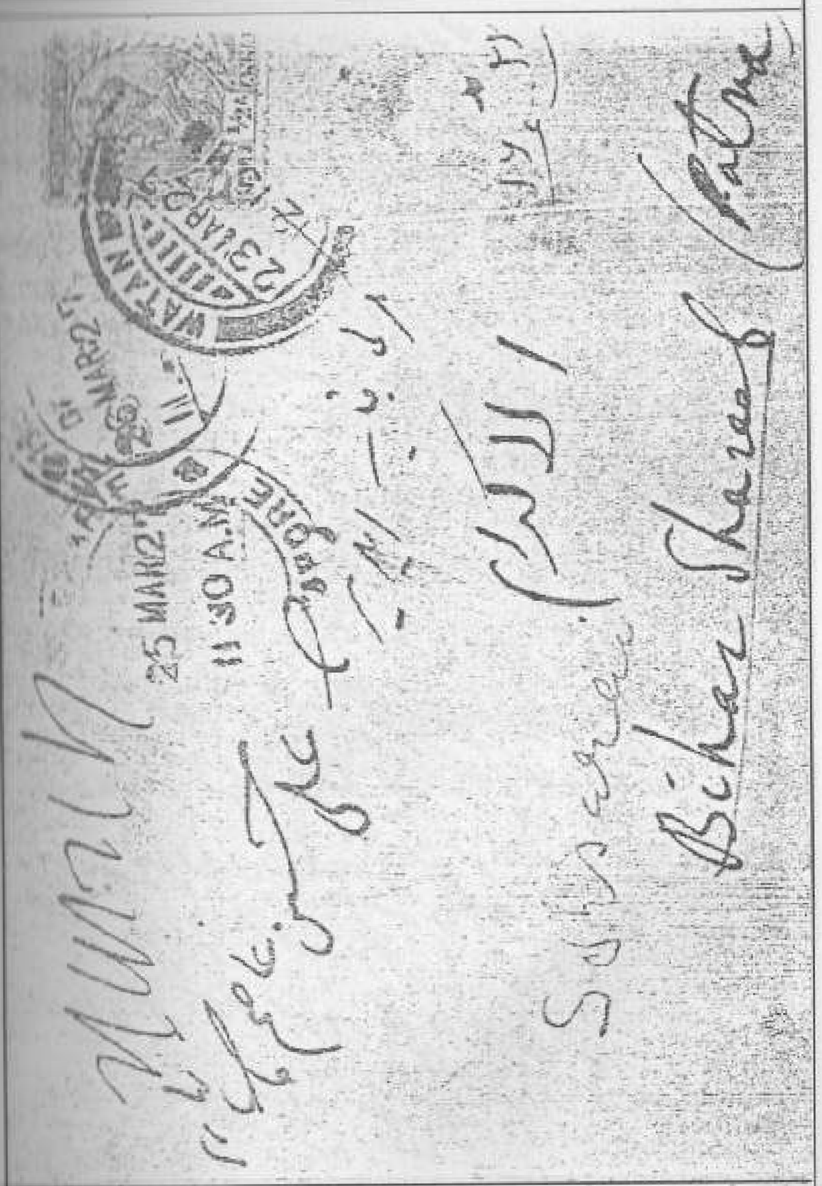

(۹) خواجہ کمال الدین کا خط بنام عاصم بہاری مدیر الاکرام۔ مورخہ ۲۳؍مارچ ۱۹۲۷ء

مکرمی برادرم - السلام علیکم

رسالہ اشاعت اسلام کے تین مضامین (اتحاد بین المسلمین
[illegible] ایڈیٹر کا ر
یکنند) کی طرف آپکی توجہ چاہتا ہوں - کسی فرصت
کے وقت میں انہیں پڑھ لیں -
اگر میری باتیں آپ کو پسند ہیں [illegible]
نہ دو دیا ہے - ان کا ذکر اپنے قیمتی کالموں میں کریں
اور اگر گنجائش ہو تو اتحاد بین المسلمین والے مضمون
کو اپنے قیمتی کالموں میں باقساط دیں -
یہ مضمون کس قدر غلط چھپا ہے - اس کی اصلاح کر دی
گئی ہے -

(۹) خواجہ کمال الدین کا خط بنام عاصم بہاری مدیر الاکرام۔ مورخہ ۲۳؍مارچ ۱۹۲۷ء

ALTAFI PRESS.

Fine Job and General Printers, Lithographers in English, Urdu, Arabic, Persian and Bengali.

BOOKSELLERS, BINDERS AND ORDER SUPPLIERS ETC.

33, BENIAPUKKER ROAD.

Calcutta, 28 AUG 1928

[illegible]

(۱۰) مدیر المومن محمد یحییٰ کی اپیل برائے فروغ رسالہ۔ مورخہ ۸ / اگست ۱۹۲۸ء

۶۸۶

مخدومنا جناب مولوی امیر بخش صاحب [illegible] السلام علیکم

آج بتاریخ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۴۱ھ روز پنجشنبہ [illegible] بجے

دن کے وقت بہار پر درگاہ شاہ [illegible] ایک خالص

علمی مجلس قرار پائی ہے امید ہے کہ بوقت مقررہ پر

ضرور تشریف لا کر [illegible] والسلام

۱۳ ذوالحجہ ۱۳۴۱ھ

[illegible]

(۱۱) علمی مجلس میں شرکت کا دعوت نامہ۔ مورخہ ۱۳ / ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۸ء

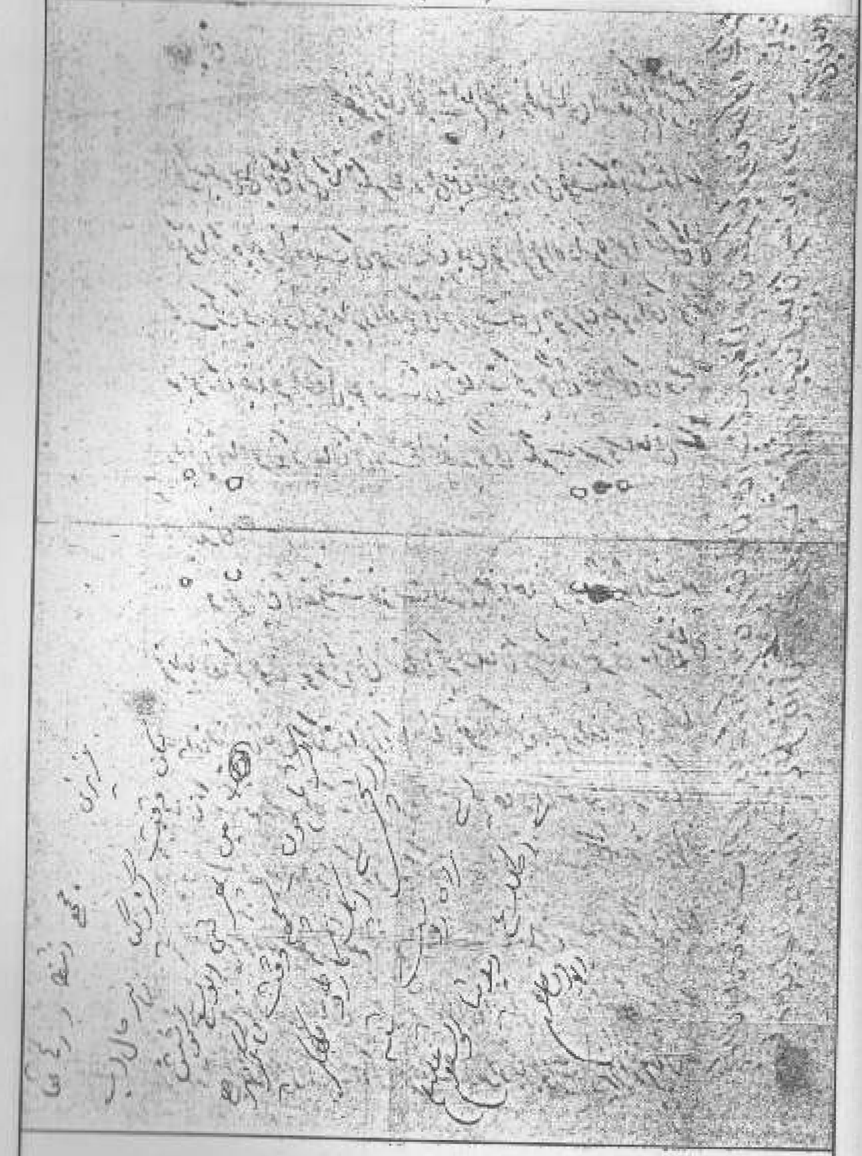

(۱۲) مولانا ابوالکلام آزاد کا خط بنام عاصم بہاری۔ مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۲۹ء

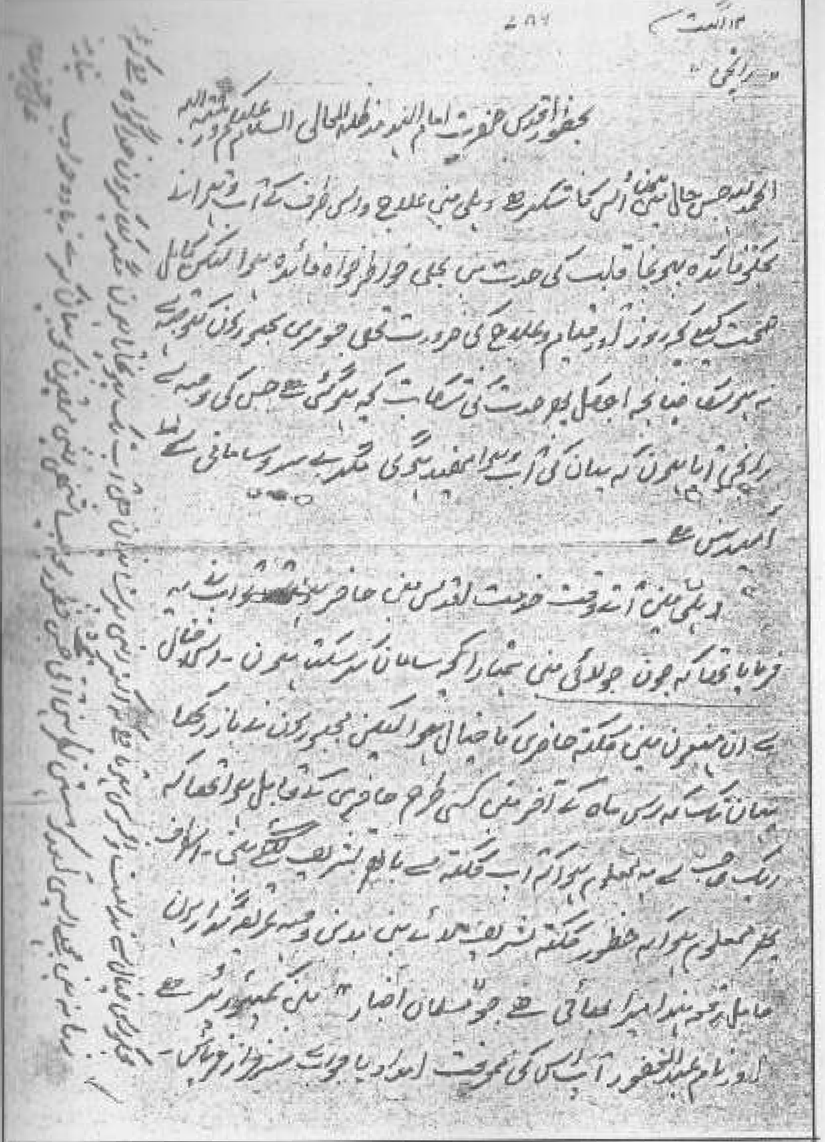

بحضور اقدس حضرت امام الہند مدظلہ العالی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

[illegible]

(۱۲) عاصم بہاری کا خط بنام مولانا ابوالکلام آزاد۔ مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۲۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پھلواری شریف ضلع پٹنہ نمبر ۱۳۰ — مورخہ ۲۵ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ

عزیزی محترمی [illegible] حسین صاحب [illegible] السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپکی درخواست متعلق جمعیت المومنین بہار حضرت امیر شریعت [illegible] کی خدمت بابرکت میں پیش کی گئی تھی ۔ حضور مد ظلہ نے اوسکا جو جواب رسال فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے ۔

" جمعیت المومنین بہار مین مولوی علی حسن صاحب بہاری نے جسقدر کام کیا ہے قابل تحسین ہے جزاہ اللہ تعالی احسن الجزاء مجھے پہلے اسکا حال مجملا معلوم ہوا تھا ۔ درخواست امداد سے تفصیلی کیفیت معلوم ہوئی ۔ اس جمعیت کی امداد کو میں بہت ضروری سمجھتا ہوں افسوس کہ [illegible] بیت المال سے اس وقت کچھ بھی مدد نہیں دی جا سکتی جیسا کہ بیت المال کی ناظم کی رپورٹ سے ظاہر ہے ۔ اللہ تعالی کوئی سامان کر دے کہ اس جمعیت کی مالی مشکل آسان ہو جائے و ما ذالک علی اللہ بعزیز ۔ ان ذالک علی اللہ یسیر ۔ و انہ علی ما یشاء قدیر "

[illegible]

محمد بدر الدین پھلواری [illegible]

[illegible]

(۱۳) تحسینی خط حضرت محمد بدر الدین پھلواروی، امیر شریعت، بنام عاصم بہاری ۔ مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۹ء

ESTABLISHED 1880

Post Malegaon City
Dist Nasik
ST. MANMAD, G. I. P. RY.

Mohammad Hasan
Hakeem Mohammad Ismail
Unani Pharmacy & Amla Hair Oil Factory
Malegaon City

21-3-31

[illegible]

(۱۴) مکتوب محمد حسن برائے احوال جمعیۃ مالیگاؤں سیٹی ۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۳۱ء

یہاں مقامی جمعیت کی جدید تشکیل ۲ سال سے ہو چکی ہے۔ [illegible]

[illegible]

کوئی عملی قدم اٹھا سکتی —

[illegible] حقیقت سے زیادہ

[illegible]

محمد حسن

[illegible]

آل انڈیا مومن کانفرنس [illegible]

[illegible]

۲۷ اگست ۱۹۳۱ء

روئیداد

[illegible]

اصلاح معاشرت

[illegible] شعبہ مکاتب — دار المطالعہ [illegible]

[illegible]

امداد باہمی کانفرنس — آئندہ کی تیاریاں عمل کیلئے

[illegible]

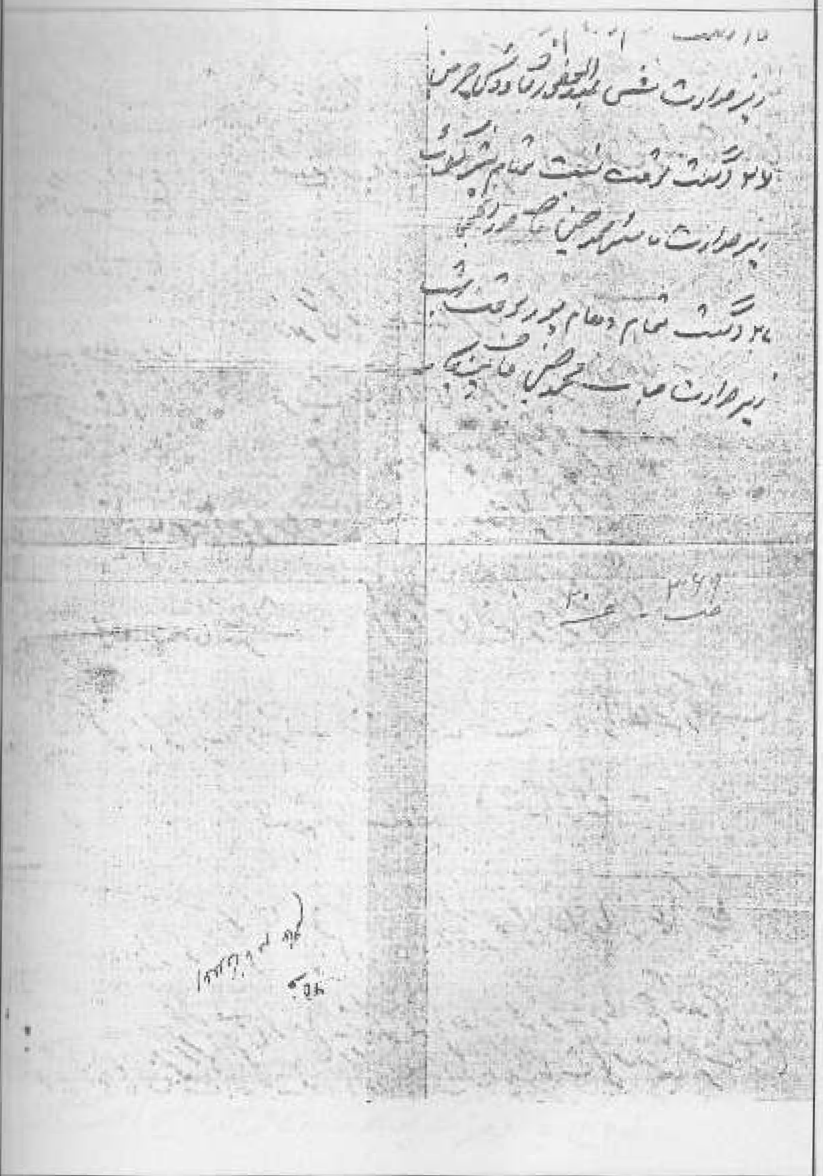

(۱۵) عاصم بہاری کا تقریری خاکہ۔ مورخہ ۲۷ راگست ۱۹۳۱ء

(۱۶) ایک عزیز کا خط۔ مورخہ ۱۸ رفروری ۱۹۳۲ء

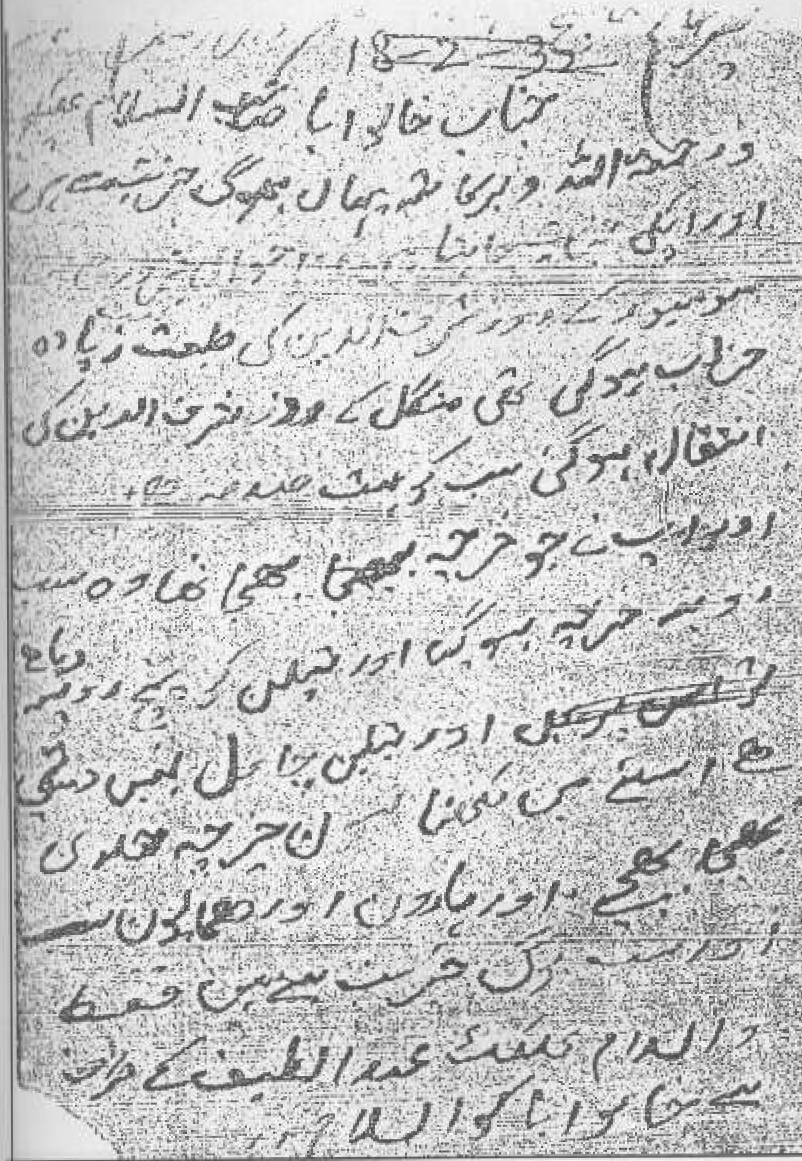

جناب خالو ابا صاحب السلام علیکم

جواب ہوگی ہی منگل کے روز شرف الدین کی

انتقال ہوگیا

(۱۶) ایک عزیز کا خط۔ مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۳۲ء

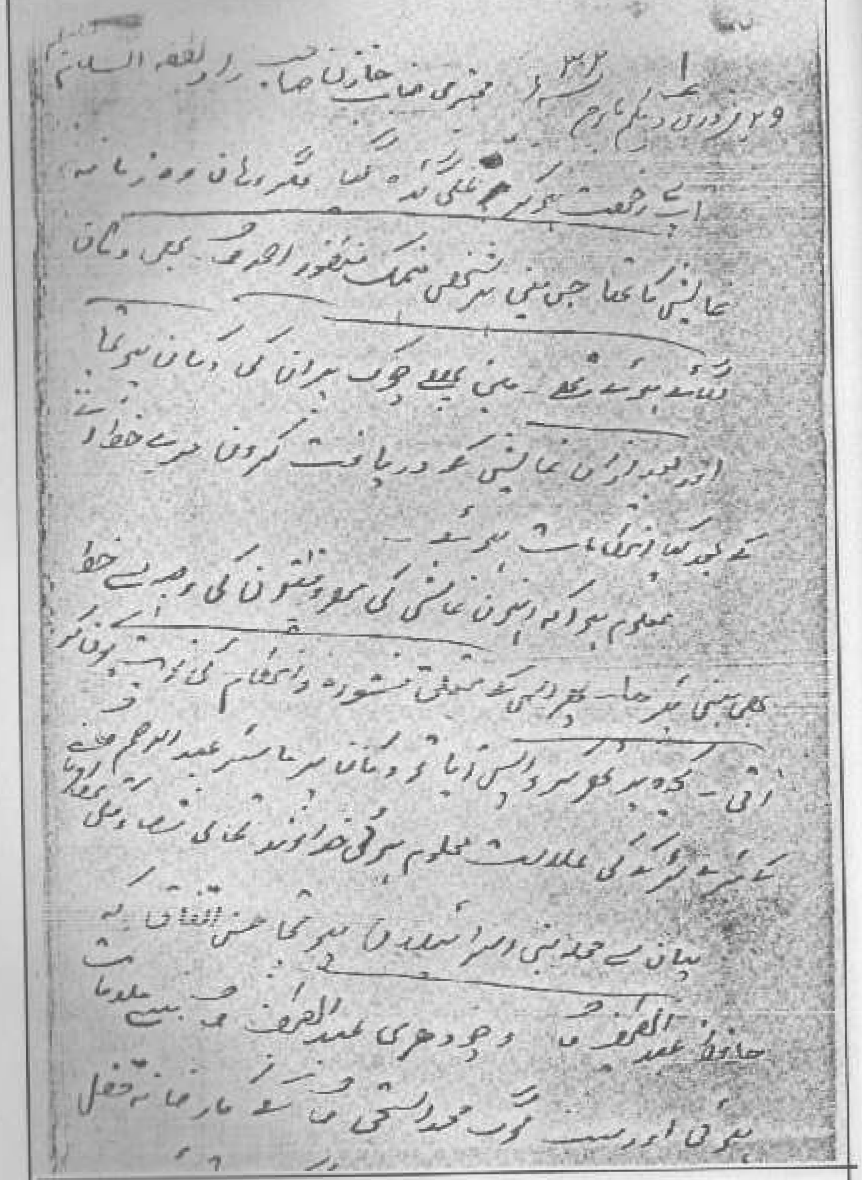

(۱۷) علی گڑھ کے تحریکی کوائف، خط بنام خازن آل انڈیا مومن کانفرنس۔ مورخہ یکم مارچ ۱۹۳۲ء

[illegible]

(۱۷) علی گڑھ کے تحریکی کوائف، خط بنام خازن آل انڈیا مومن کانفرنس۔ مورخہ یکم مارچ ۱۹۳۲ء

مجلس انتظامیہ صوبہ بہار

برادرانِ غیور! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

[illegible]

ایجنڈا

[illegible]

(۱۸) ترغیبی مراسلہ برائے سالانہ اجلاس پنجم آل انڈیا مومن کانفرنس۔ مورخہ ۲۲ ستمبر ۳۲ء

انجمن ملیہ کا پہلا سالانہ اجلاس

بحمد اللہ کہ آں چیز کہ خاطر میخواست آخر آمد زپس پردۂ تقدیر بروں

حسب تجویز اراکین وممبران انجمن ملیہ "محلہ سوہ ڈیہہ بہار شریف کا پہلا سالانہ اجلاس زیر صدارت شمس العلماء فخر الاطباء اکمل الحفاظ جناب مولانا حکیم حافظ محمد حسین صاحب بتاریخ ۱۴ ماہ محرم الحرام یوم جمعہ ۱۳۴۶ھ وقت ۲ بجے دن منعقد ہونا قرار پایا ہے جس میں انجمن مذکور کی کارروائیوں کو دیکھلانے کے بعد اکمل العلماء والاطباء جناب مولانا حکیم محمد یسین صاحب مولانگر رئیس العلماء والاطباء جناب مولانا حکیم وصی احمد صاحب فخر العلماء جناب مولانا محمد سلیمان صاحب مصلح قوم مولوی علی حسین صاحب عاصم اڈیٹر "الاکرام" وغیرہ حضرات اپنے اپنے مواعظ حسنہ سے قوم کو مستفید و محظوظ فرمائینگے۔

لہذا جمیع برادران قوم وہمدردان ملت سے التجا ہے کہ وقت معینہ پر تشریف لاکر انجمن کی خدمات کو ملاحظہ فرما کر رہبران قوم کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے ہوئے اراکین وممبران انجمن مذکور کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائینگے۔

الداعــــــین

اراکین وممبران انجمن ملیہ محلہ سوہ ڈیہہ بہار شریف

مطبوعہ الاکرام پریس قلعہ بہار شریف

(۱۹) اشتہار اولین سالانہ جلسہ انجمن ملیہ محلہ سوہ ڈیہہ، بہار شریف۔ مورخہ ۱۴ محرم ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۳۳ء

Telegram:—"MAGHAIYA HOUSE" GAYA

Chairman:
M. LATIFUR RAHMAN

Secretary:
MOHAMAD MUSTAFA

Joint Secretaries:
1. MD. IBRAHIM HUSAIN
2. KHAWJA MOHAMAD
3. ALI HUSAIN ASIM

The Reception Committee All India Momin Conference
GAYA (B.&.O.)

مجلس استقبالیہ آل انڈیا مومن کانفرنس گیا (صوبہ بہار)

[illegible]

(۲۰) احمد علی سردار بارہ گانواں محال کے نام خط برائے تعاون وفد مجلس استقبالیہ آل انڈیا مومن کانفرنس گیا۔ مورخہ یکم اکتوبر ۳۴ء

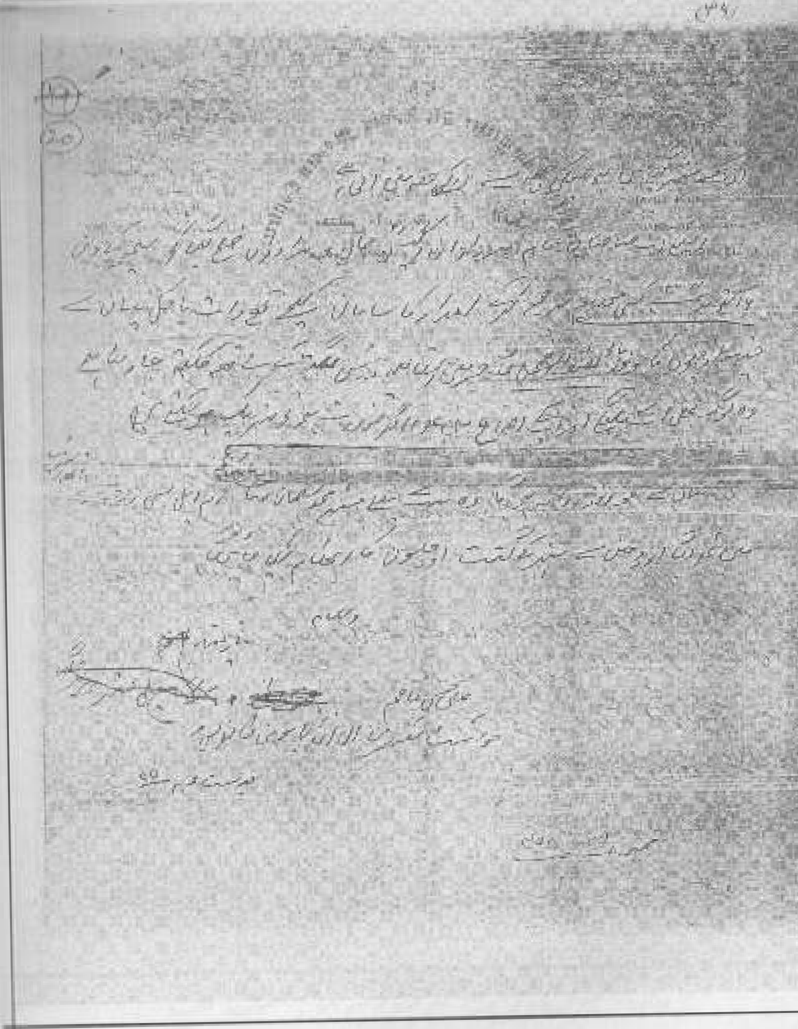

(۲۰) احمد علی سردار بارہ گانواں محال کے نام خط برائے تعاون
وفد مجلس استقبالیہ آل انڈیا مؤمن کانفرنس گیا۔ مورخہ یکم اکتوبر ۴۳ء

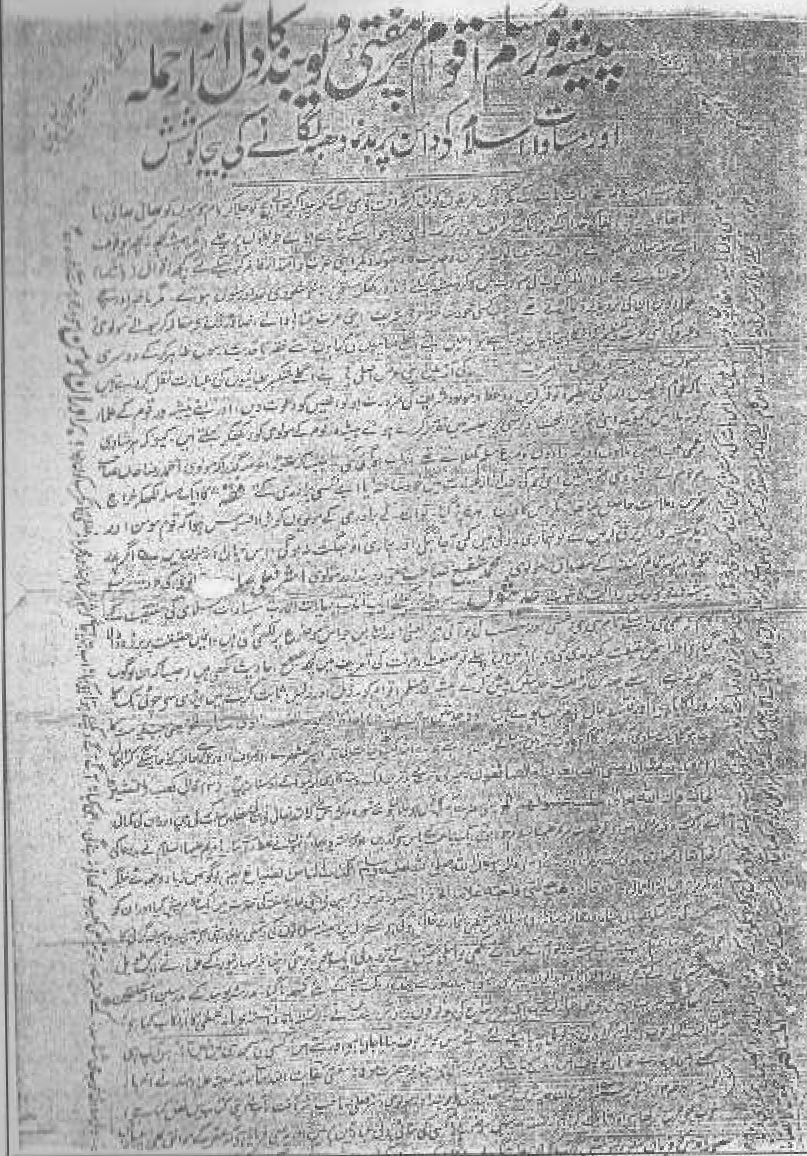

(۲۱) "پیشہ ور مسلم اقوام پر مفتی دیوبند کا دل آزار حملہ" اکتوبر ۴۳ء ایک پمفلٹ

فریاد قوم

برادران مومن مسلمان قوم حاضرین جلسہ السلام علیکم

[illegible]

[illegible]

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۲۳) مولانا محمد شفیع داؤدی کا تحسینی خط بابت مومن تحریک۔ مورخہ ۷ رنومبر ۳۲ء

(۲۳) مولانا محمد شفیع داؤدی کا تحسینی خط بابت مومن تحریک۔ مورخہ ۷ رنومبر ۳۲ء

P.O. Bankipur
9.11.34

My dear Maulvi Latifur Rahman Sb,

Many thanks for your kind invitation to the Momin Conference. I am sorry I will not be able to attend the Gaya session for I am very busy with the election campaign against the Congressites. However I wish success for the Momin Conference & pray that it will help to rejuvenate & revitalise the grand principles of Islamic fraternity, equality & liberty. Muslim India in matters political must be an indivisible whole & should stand as a single individual. There is no other way of safeguarding the integrity of the Muslim Nation in the New India which is in making. I hope & trust that the Momin Conference

under the statesmanlike leadership of Sirdar Muhammad Alam, Sb will take a firm stand on this point & refuse to play into the hands of the few separatists who want to make the Momin conference a political body in opposition to the common national platform of the Indian Mussalmans. I think they are few & they will not get any chance of committing any blunder through from the platform of the Momin Conference.

May God make your conference a grand success!

N.B. Another message of Maulana Shafi Daudi is being sent to you. Please present it to the Conference. You can broadcast Maulana Shafi's message for your propaganda. We are publishing it in newspapers.

yours in Islam
Raghib Ahsan

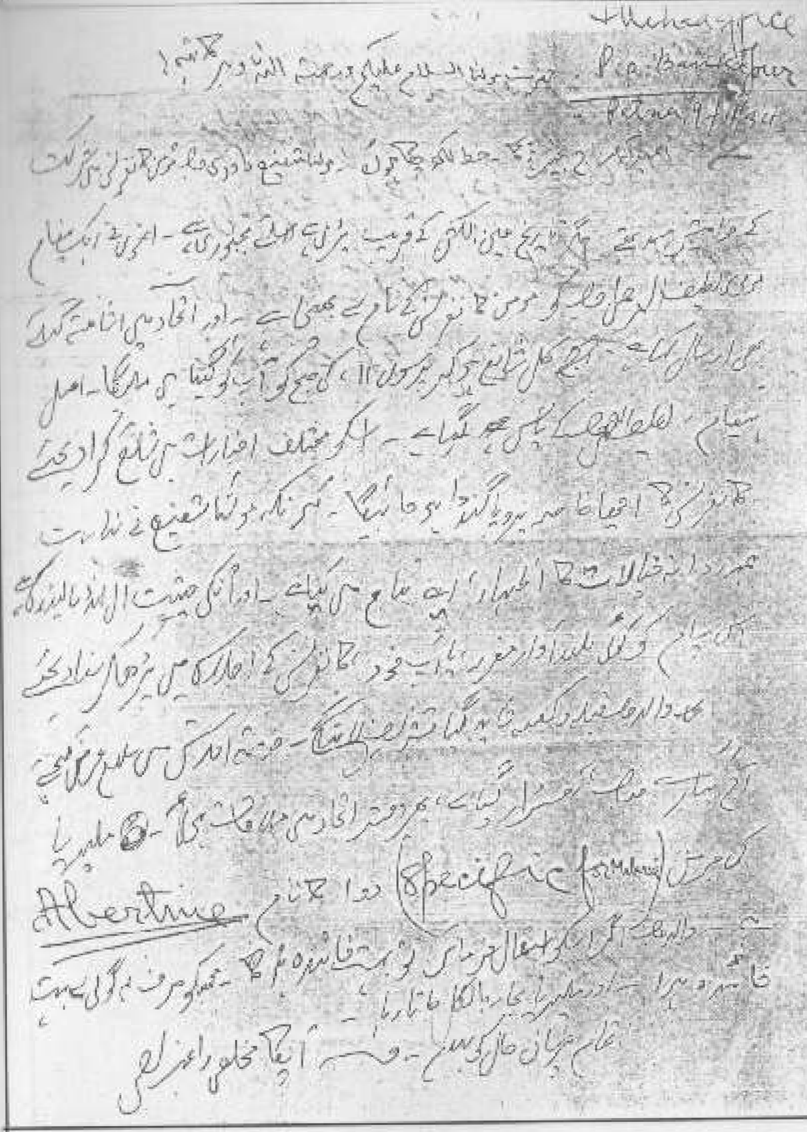

(۲۵) راغب احسن کا ایک خط بنام عاصم بہاری۔ مورخہ ۹ رنومبر ۳۳ء

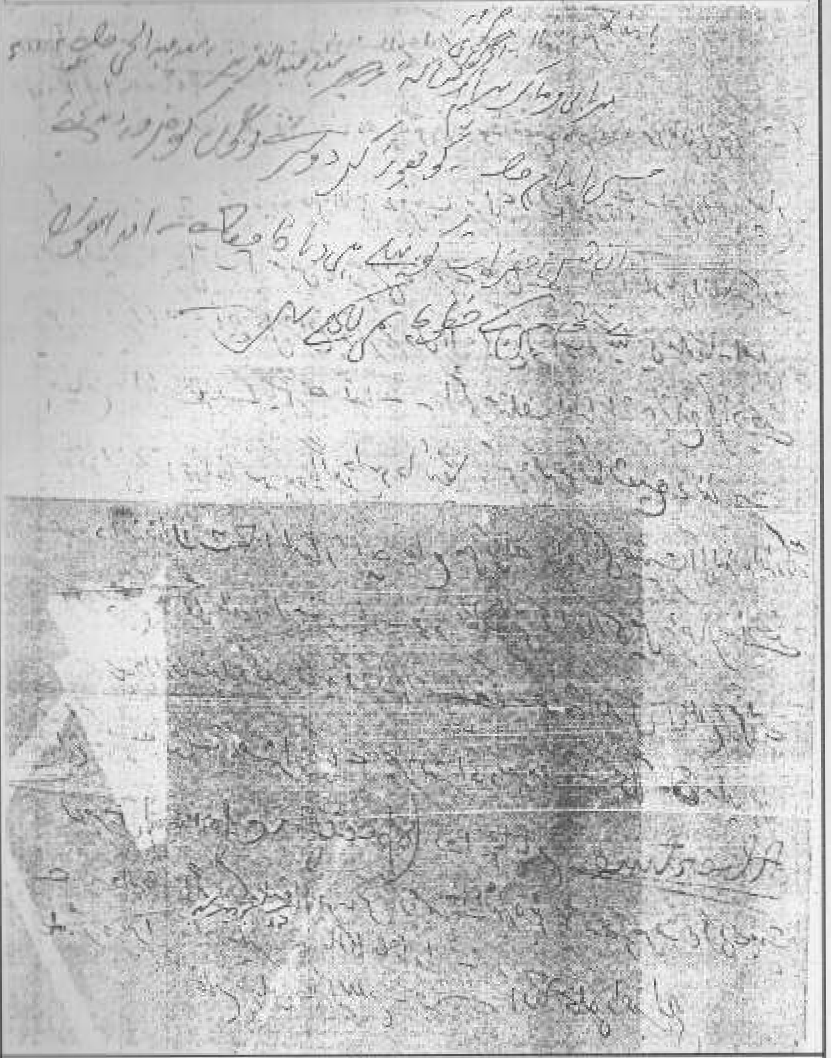

(۲۵) راغب احسن کا ایک خط بنام عاصم بہاری۔ مورخہ ۹ رنومبر ۳۳ء

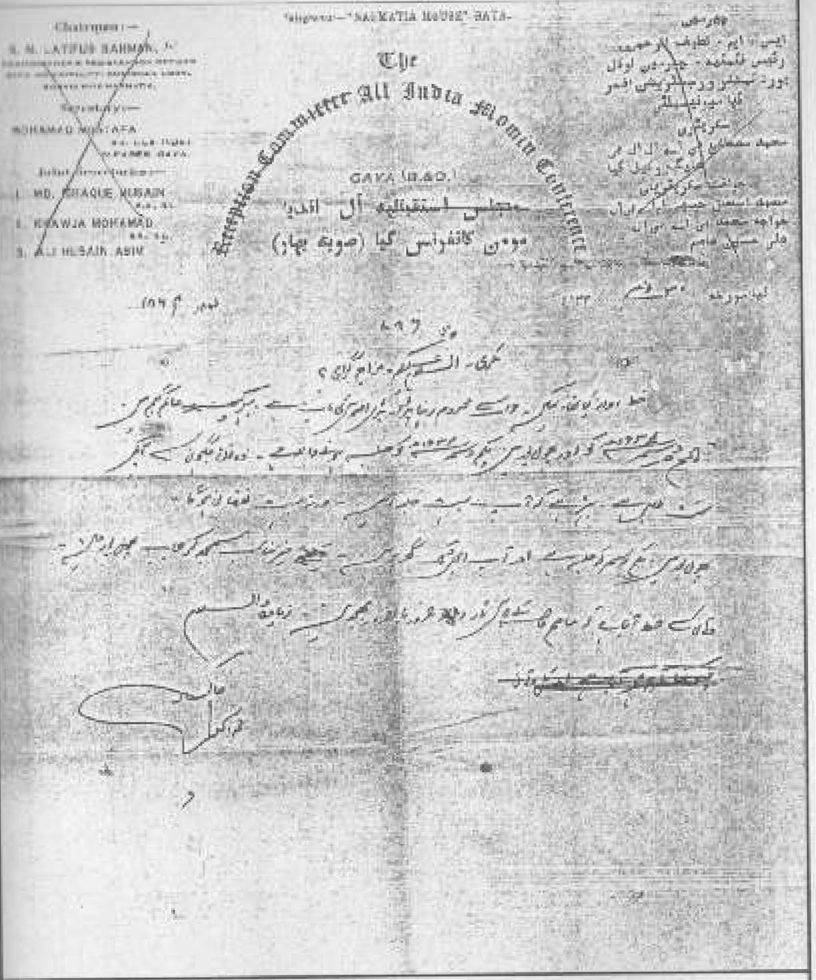

 عالم گنج اور پھول پور کے جلسوں میں شرکت کا سخت تقاضہ۔ دسمبر ۳۲ء

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ
کل مسلمان بھائی ہیں

مساوات

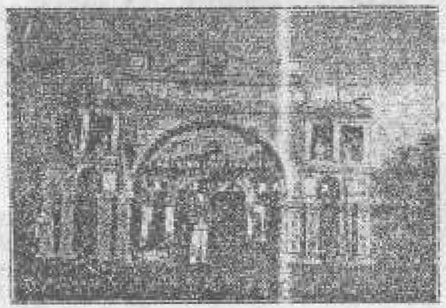

پھاٹک پنڈال ضلع مومن کانفرنس رانچی

نگراں:۔ خانصاحب سردار محمد اسلام۔ بی۔ اے آنریری مجسٹریٹ و رئیس لکھنؤ

پھلواری شریف پٹنہ

 سرورق ماہنامہ "مساوات" پھلواری شریف، پٹنہ۔ اپریل ۳۶ء

(۲۸) عاصم بہاری کے استفسار پر مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب
برائے سیاسی تعاون مسٹر عبدالعزیز۔ مورخہ ۱۱ر نومبر ۳۶ء

Qamr-ud-din Badr-ud-din,
Atar & Oil Merchants,
CHOWK ALLAHABAD.
Dated 16/1/ 1937

قمر الدین بدر الدین عطر و تیل مرچنٹ چوک الہ آباد

(۲۹) قمر الدین پرفیوم الہ آباد کا خط برائے ترتیب سوانح حیات عاصم بہاری۔ مورخہ ۱۶ر جنوری ۳۷ء

(۲۹) قمر الدین پرفیومر الہ آباد کا خط برائے ترتیب سوانح حیات عاصم بہاری۔ مورخہ ۱۶؍ جنوری ۳۷ء

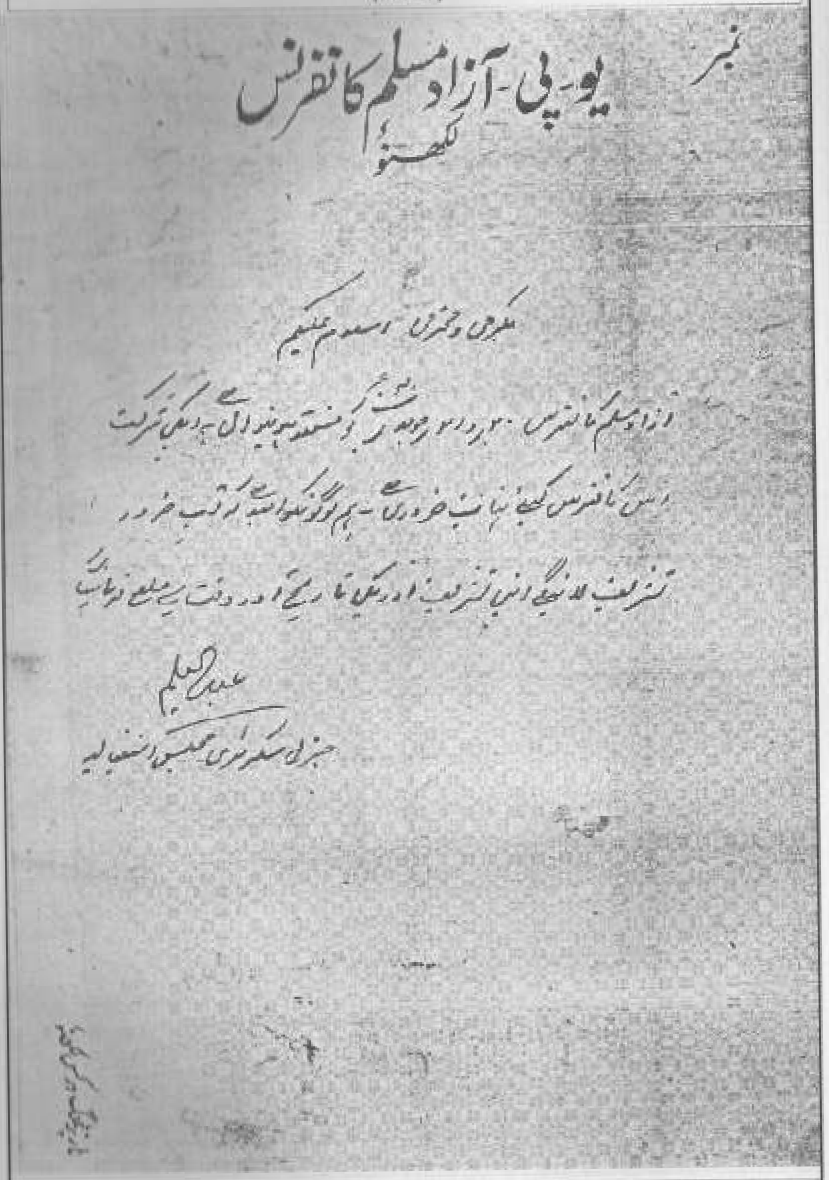

نمبر

یو-پی-آزاد مسلم کانفرنس
لکھنؤ

مکرمی ومحترمی السلام علیکم

آزاد مسلم کانفرنس ۲۰، ۲۱، ۲۲ جولائی کو منعقد ہو رہی ہے۔ آپکی شرکت اس کانفرنس کیلئے نہایت ضروری ہے۔ ہم لوگ توقع کرتے ہیں کہ آپ ضرور ضرور تشریف لائینگے۔ اپنی تشریف آوری کی تاریخ اور وقت سے مطلع فرمائیے

عبد العلیم
جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ

(۳۰) دعوت نامہ جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ (عبد العلیم) برائے شرکت یوپی آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ۔ جولائی ۴۰ء

(۳۰) دعوت نامہ جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ (عبدالعلیم)
برائے شرکت یوپی آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ۔ جولائی ۴۰ء

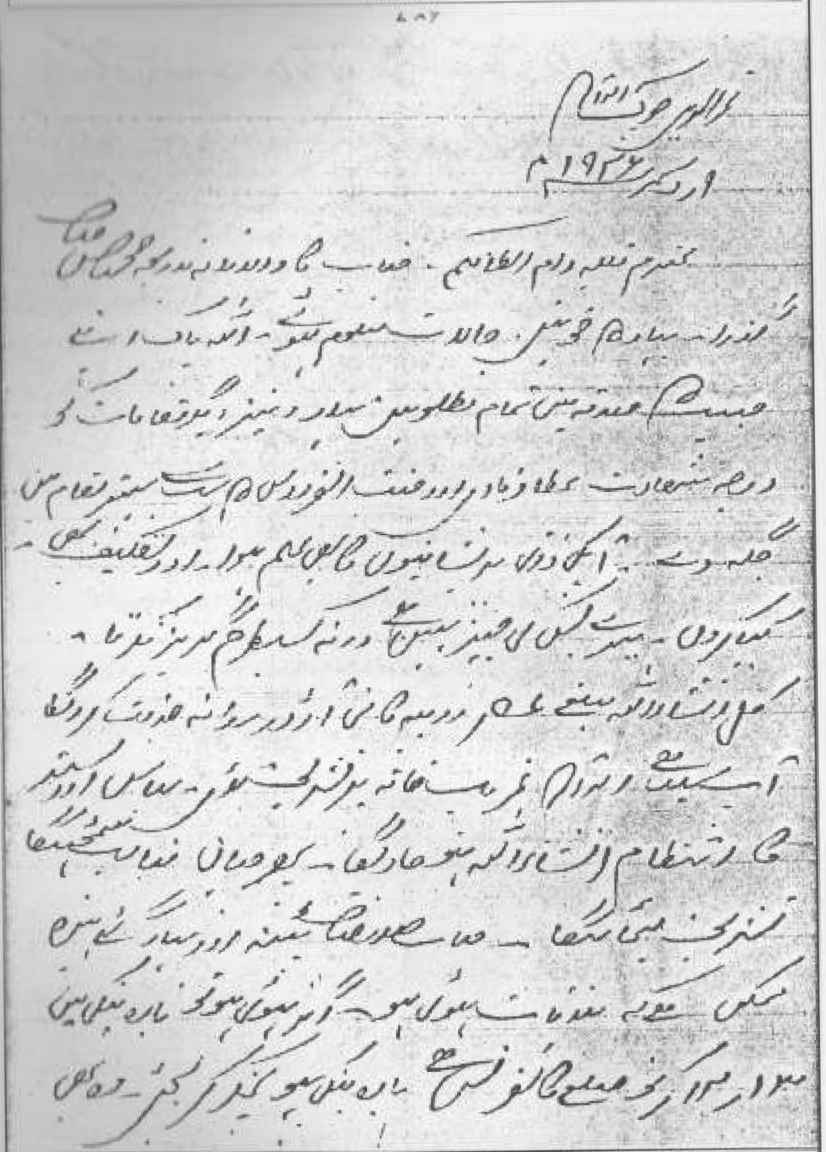

(۳۱) تقسیم ملک کے قبل قتل وغارتگری پر قمرالدین الہ آباد کا خط، کانگریس،
مسلم لیگ اور اکابرین مومن کانفرنس پر تبصرہ۔ مورخہ ۹ دسمبر ۴۶ء

(۳۱) تقسیم ملک کے قبل قتل وغارتگری پر قمر الدین الہ آباد کا خط، کانگریس، مسلم لیگ اور اکابرین مومن کانفرنس پر تبصرہ۔ مورخہ ۹ر دسمبر ۴۶ء

(۳۲) حسب وعدہ وترغیب مہاتما گاندھی کے نام عاصم بہاری کا خط برائے تعاون قیام ویونگ اسکول کلکتہ از "سوراج فنڈ"۔

کھلی چٹھی بنام اراکین جمعیۃ المومنین

براہ نوازش سوالات ذیل کے جوابات ممنون فرمادیں
تاکہ برادران کلکتہ صحیح حالات سے واقف ہو جائیں

۱۔ نومبر ۷۲ء میں آل انڈیا مومن کانفرس کا اعلان
ہوا اور دسمبر ۷۲ء میں صدر کا انتخاب مگر اب تک
پبلک کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ [illegible] صدارت کون کر
رہے ہیں —

۲۔ ناظم جمعیۃ المومنین کلکتہ کا استعفا اخبارات میں
شائع ہوئے ڈیڑھ دو ماہ ہو گئے مگر اب تک
دوسرے ناظم کا انتخاب نہیں ہوا

۳۔ کانفرس کے انعقاد میں بہت تھوڑا
وقت باقی ہے مگر اب تک [illegible]
کچھ نہ معلوم ہو سکا ہے کہ کہیں کیا انتظام ہو رہا
ہے —

۴۔ آل انڈیا مومن کانفرس کی مجلس استقبالیہ
قیام کو کتنی مدت گزر چکی ہے اور اب تک
کتنے ممبر بنائے گئے ہیں۔ اور اگر اب تک ممبر سازی
کے ممبر نہیں بنائے گئے تو اس میں کیا مصلحت
ہے —

۵۔ جمعیۃ المومنین کولوٹولہ — جمعیۃ المومنین کلکتہ —
آل انڈیا جمعیۃ المومنین — اور مومن کانفرس
وغیرہ جمعیتوں کے کتنے عہدہ دار ہیں اور وہ
کون کون حضرات ہیں —

۶۔ کیا یہ صحیح ہے کہ تمام جمعیتوں کے عہدہ دار
[illegible] مختلف [illegible]

مے لوگ کا سندر

ملکی بابا سلام

کیا قسم جی تم کو ملک جائے اب ماہیک جنم گئے کہ
مے لوگ جنگلس آگیا - ابی برس بیس مہر بنسہ ملکتہ
آئیو بھی تو ایک مہربنسہ سو لبول آئے رستا ملیں ملی گیو
ملکات ہو گیا نئے تو مے لوگ کو ازکید م کھوا گیو -
کیا رقم جی سنے میں اُس سے کہ ہم گھبرا گئے
لگائے ہیو - آدمی جو نمبرا ~~[illegible]~~ ال اللہ یا سمدھی ہیا
نے یا آدمی بولس رہا کہ تم سب گھبرا گئے نکا تو سو
آو بولتا رہا کہ ابر ایک گانچ عبید نمبر نکلے گا
یہ سمجھاں کہ جب گھوڑ اگر کہ مارس چلو نمبر سو ...

آدمی سا ماہیک کم کھی نمبر لک لوگ سو بول کے
کہ اس کا بھاؤ پوچھاں تو سمدھی بہا تی جیہائے
اتیس کے بہاؤ کیا - ہمیں بولا کے ارے کیا رحم جی
بھاؤ نہیں ہو گا تو کیسا ماہیک آدمی لوگ لگاؤ لگا
تو سنے لگا اور [illegible] ہمیں کو بولے تم سمجھے ہمیں
عبید نمبر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عبید [illegible]
متعلق نقصان لطف شہر زیادہ ہو رہے ہیں - اور جم
اس کو دو تی ہو گی -
ہمیں بس کے بھاؤ بھنا میں بند گیان کہ گیا
رقم کمید ہو گا - ہر ماہ شمید لکھو لو دو

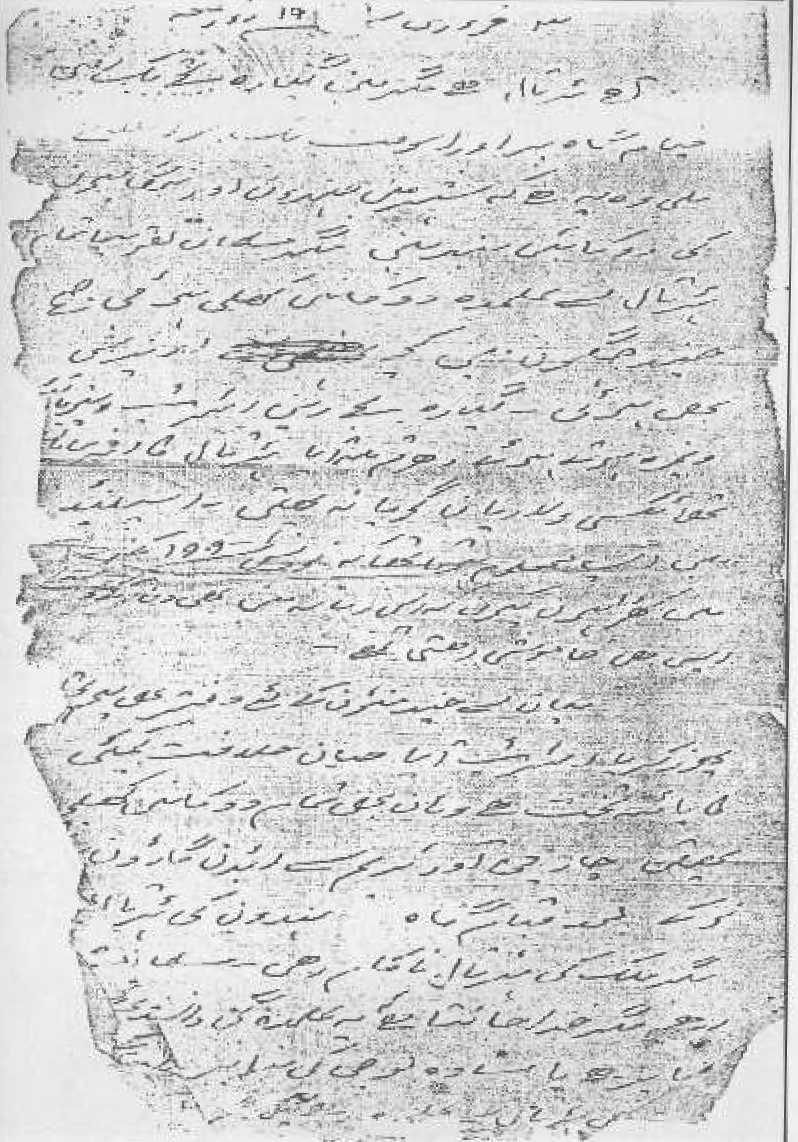

(۳۵) ہڑتال کے دن کلکتہ کی روداد

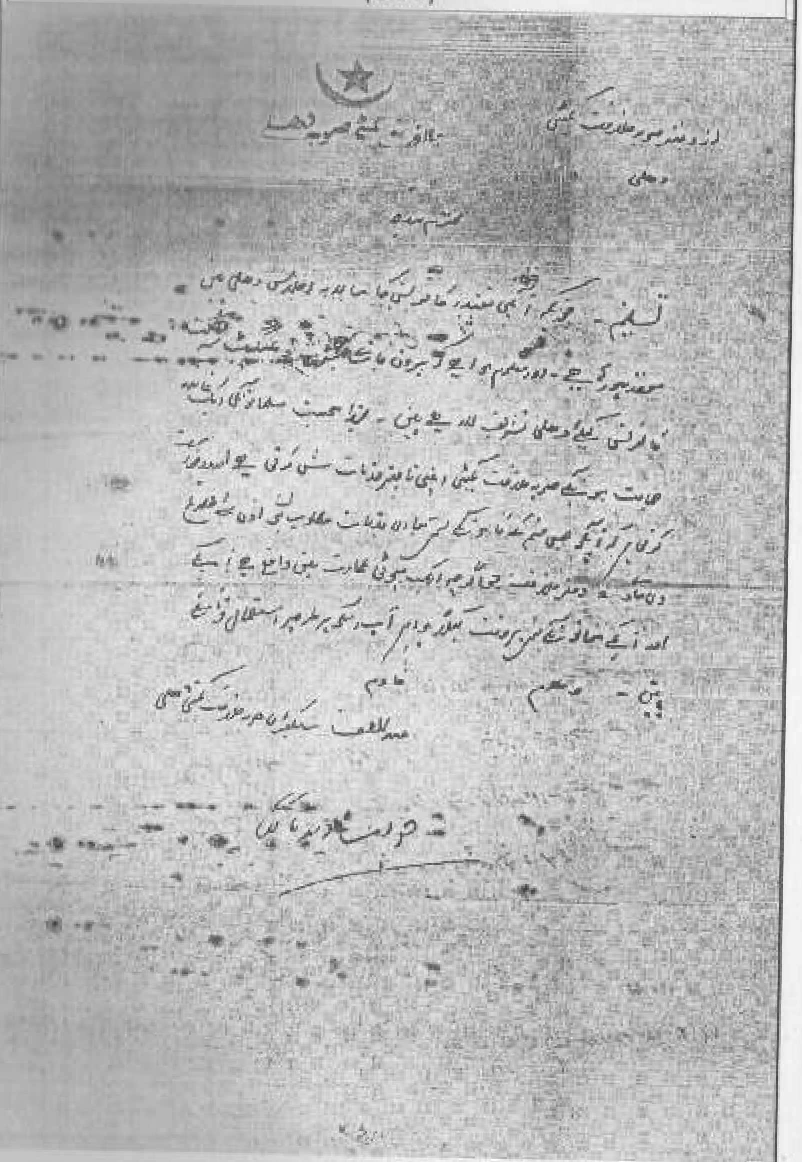

(۳۶) دفتر صوبہ خلافت کمیٹی دہلی کا حوصلہ افزا خط۔

علی حسین اعظم

بخدمت جناب مولوی سید محمد حفیظ صاحب ایڈووکیٹ
ایم ال سی
ڈاکخانہ بانکی پور (پٹنہ)

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ادھر چند برسوں میں تحریک جمعیۃ المومنین کو ہندوستان میں جو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور [illegible] آپ سے پوشیدہ نہیں ہے [illegible] آل انڈیا مومن کانفرنس کے چھ اجلاس کلکتہ، الہ آباد، دہلی، اور [illegible] اپریل [illegible] میں لاہور (پنجاب) میں ہو چکے ہیں۔ علاوہ اس کے بنگال، بہار، یوپی، پنجاب، دہلی وغیرہ میں صوبہ کمیٹیاں بھی قائم ہو چکی ہیں اور ان صوبہ کمیٹیوں کے تحت میں ضلع، قصبہ اور مضافات کی سیکڑوں انجمنیں زندگی اور نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔

[illegible]

معاشرت [illegible] صنعت و تجارت کے متعلق نہایت جانفشانی سے محنت ہو رہی ہے۔ بمبئی، پنجاب، دہلی، لکھنؤ وغیرہ [illegible] امداد باہمی (کوآپریٹو سوسائٹی) کے اصول پر بہت سے کارخانوں کو منظم کیا گیا ہے جس میں اللہ کے فضل سے نمایاں کامیابی ہو رہی ہے جیسا کہ روداد اجلاس دہلی اور صوبہ کمیٹی کی صنعتی کوششوں کے حالات سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔

آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ [illegible] کی وجہ کر ہم لوگوں کی خاندانی صنعت پارچہ بافی تباہ ہو رہی ہے [illegible] ذریعہ اوقات گزاری کو طمانیت کرنے کا سامان رہ جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک وقت ہزاروں ہزار نہیں بلکہ لاکھوں لاکھ آدمیوں کا بیکار ہو جانا کتنی بڑی مصیبت کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس وقت صرف صوبہ بہار میں ایک لاکھ ساٹھ ستر ہزار کرگھے چل رہے ہیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ تقریباً پانچ چھ لاکھ آدمی اس کام میں مصروف ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر آدمی بیکار ہونے والوں کیلئے کسی کام کا سامان کرنا ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جب تک مالی حالت درست نہ ہوگی کوئی قوم اپنی اصلاح میں کامیاب

نہیں ہو سکتی ہے۔ اس وقت جو ہماری حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے اور آئے دن بد سے بدتر ہو رہی ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہماری صنعت جس پر ہم لوگوں کو فخر و ناز تھا، تباہ ہو چکی ہے اور آئے دن ہو رہی ہے۔ دوسری عام وجہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر کام کرنے کی وجہ سے تمام تر منافع دوسروں کے حصہ میں چلا جاتا ہے، اور بیچارے کام کرنے والے آئے دن مفلس و پریشان ہوتے جاتے ہیں (میرا دل بہت دنوں سے ان حالات کو دیکھ دیکھ کر خون ہو رہا تھا، مگر تحریک جمعیۃ المومنین کی ترقی، آل انڈیا مومن کانفرنس کے روز افزوں مشاغل کی بنا پر مجبوری ہو رہی تھی کہ دو دو کام بیک وقت کیسے ہاتھ میں لیا جا سکے گا۔ آل انڈیا میں صاحب ایثار لوگوں کی قلت کی وجہ سے مجبوراً تو ان کے کاندھوں پر اس قدر بوجھ ڈالا گیا ہے کہ اس کی ذمہ داریاں صبح دن کہیں رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کے چکر میں مبتلا کئے ہوئے ہیں) اگرچہ اب بھی ان ذمہ داریوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی ہے بلکہ روز افزوں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، مگر اب صوبہ بہار کے کپڑا بننے والوں کی تباہ حالی اس درجہ پہنچ گئی ہے کہ اگر جلد از جلد کوئی انتظام نہ کیا گیا تو لاکھوں لاکھ بے روزگار ان قوم کی تباہی و بربادی یقینی ہے۔

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی تھی کہ آل انڈیا مومن کانفرنس اور تمام کاموں کو چھوڑ کر صرف ان ہی بدقسمتوں کی مالی حالت درست کرنے کا انتظام کرے، لیکن اب تک اس کی نوبت صرف دو وجہوں سے نہ آئی۔ ایک تو یہ کہ آل انڈیا کا انتظام مکمل نہ ہوا تھا۔ (جو انشاء اللہ آئندہ اجلاس تک مکمل ہو جائے گا) دوسری وجہ یہ تھی کہ صنعت پارچہ بافی کی ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی ہے، جب تک موجودہ زمانہ کے ترقی یافتہ طریقوں سے بحیثیت صنعت پارچہ بافی کا معقول بندوبست نہ کیا جائے۔ مثلاً لوگوں سے براہ راست سوت کی فراہمی مختلف مذاق و مختلف علاقوں کی ضروریات کے مطابق کپڑوں کی تیاری، رنگ کا پختہ ہونا، طرح طرح کے ڈیزائن و نمونے کا مال بنانا، اور اس کو رجسٹر کرانا (تاکہ غلط مقابلہ میں مال خراب نہ ہو) چھوٹی چھوٹی دستی مشینوں کی فراہمی، ان کے دیگر لوازمات کا کم نرخ و ممکن ہو تو قسط پر بننے والوں کو دینا، ہندوستان کی منڈیوں کی صحیح واقفیت، تیار شدہ مال کی نکاسی کے لئے جدید طریقوں کا جاننا، مال کی روانگی و پیکنگ، ہندوستان میں تیار شدہ کپڑوں کی نمائش وغیرہ وغیرہ اور پھر تمام باتوں کا ایک کارکن کمپنی کی طرح انتظام کرنا)

ایسا کرنے کیلئے دو باتیں بہت ضروری تھیں، ایک تو کافی مقدار میں سرمایہ کی فراہمی (خدا کا شکر ہے کہ اب قوم اس کے لئے ایک حد تک تیار ہے) دوسرے ایک ایسے شخص کی آمادگی جو جدید سائنٹفک ٹیکنیکل واقفیت کے علاوہ دنیا کے ترقی یافتہ طریق تجارت و بین الاقوامی تجارت و اقتصادیات کا ماہر ہو۔ ورنہ آج کل کے تجارتی مقابلہ میں ان مقاصد کا حاصل کرنا بہت دشوار ہے۔

خدا کی شان دیکھیے کہ نظام کانفرنس کی تکمیل کا زمانہ قریب آتے ہی ایک ایسی غیبت شخصیت پیدا ہی

اسلام کی بنا پر آزاد ہو گئی ہے، جنہوں نے متحد رہ کر تمام باتوں کی اعلیٰ تعلیم امریکہ جیسے کامیاب و دولتمند ملک کے اس مشہور یونیورسٹی میں حاصل کی ہے، جو تمام دنیا میں مشہور ہے اور جہاں تمام یورپ وغیرہ کے لوگ جا کر اس کی تعلیم پاتے ہیں اور بعد تعلیم ان معاملات کے صاحب ممدوح انجینئر، فرانس، جرمنی وغیرہ میں جا کر کافی تجربہ حاصل کئے ہوئے ہیں اور ہندوستان آنے کے بعد چند بڑے کارخانوں میں اعلیٰ عہدہ پر مامور رہے ہیں اور اس ہنر و صنعت میں عملی طور پر حصہ لیکر کافی تجربہ حاصل کئے ہوئے ہیں اور وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ اگر ہماری برادری کے عام لوگوں کے فلاح و بہبود کے لئے کو آپریٹو سوسائٹی ایک لمیٹیڈ کمپنی کے اصول پر قائم کیا جائے تو وہ اپنی خدمت سے اس کو کامیاب بنانے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو بھی ہر وقت ان کو ذاتی طور پر نقصان ہوگا۔ قوم غریب مسلمانوں کے فلاح کے خیال سے وہ ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس کی اسکیم (یعنی کاموں کا نقشہ) یہ ہے کہ اگر پانچ لاکھ روپے کے سرمایہ سے ایک لمیٹیڈ کمپنی (کو آپریٹو سوسائٹی تحت لمیٹیڈ) یعنی کپڑا بننے والوں کی انجمن امداد باہمی کمپنی لمیٹیڈ قائم کی جائے جس کے تمام حصہ دار صرف بننے والے یا انہیں کی جماعت کے دوسرے لوگ ہوں اور اس کے ڈائرکٹرز یعنی کمپنی کے مجلس عاملہ کے ممبر بھی اسی جماعت کے لوگ ہوں تو اس کی توقع ہے کہ اس صنعت کو تباہی و بربادی سے بچا کر لاکھوں پریشان حال بننے والوں کی حالت بہتر بنائی جا سکتی ہے [illegible] فاقہ کشی سے بچا کر اس کام کو کر رہے ہیں۔ ایک تو ہم [illegible] پر مجبور ہوں گے اس لئے اس کی اہمیت کو محسوس کر آپ کی خود رائے پر چھوڑ دیتا ہوں۔

میں لاہور کے اجلاس چہارم آل انڈیا مومن کانفرنس کے بعد علالت کی وجہ سے مکان آ گیا تھا اور اب مجھے یہ خیال ہوا کہ چند روز کے لئے صوبہ بہار کے حالات معلوم کرنے کی غرض سے پٹنہ میں ٹھہر جاؤں، کیونکہ صوبہ بہار کی تباہی مجھے ہر وقت پریشان کئے ہوئے رہتی ہے اور مجھ کو غنیمت معلوم ہوا کہ میں صاحب موصوف سے بھی تمام باتوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کر کے اپنا اطمینان کر لوں، چنانچہ تبادلہ خیالات و بحث و مباحثہ کے بعد مجھ کو یقین کامل ہے کہ اس اسکیم میں یقینی کامیابی ہوگی (عام لوگوں کی سہولت کے خیال سے اس کمپنی کے ایک حصہ کی قیمت صرف دس روپے رکھی گئی ہے اور وہ بھی بتدریج ایک سال کے اندر ادا کرنا ہوگا۔ اس لئے میرے خیال میں پچاس ہزار حصوں کا فروخت ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس واسطے ایسے موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے وہ جلد اس کام کو لیکر مندرجہ بالا کمپنی جلد سے جلد رجسٹرڈ کرا کر کام شروع کر دینا چاہئے۔ پچیس ہزار حصوں کی فروختگی کے بعد فوراً ہی کام شروع کر دیا جا سکتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بہت سے لوگ میری اس تجویز اور اسی ارادے کی تحریک کے بعد خریداری حصہ کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اس کمپنی کا خزانچی گورنمنٹ بنک یعنی امپیریل بنک

آف انڈیا کو تجویز کیا گیا ہے۔

اب ضرورت یہ ہے کہ کمپنی کے رجسٹرڈ ہونے کے قبل پندرہ روپیہ [illegible] خیال ہو [illegible] قوم کے بورڈ آف ڈائرکٹرز (مجلس عاملہ کمپنی) کی ممبری کے لئے آمادہ ہوں جن کی فہرست رجسٹری کے وقت درخواست کے ہمراہ داخل کرنی ہوتی ہے۔ بورڈ آف ڈائرکٹرز (مجلس عاملہ کمپنی) کے ممبر ہونے کی صرف اس قدر شرط رکھی گئی ہے کہ کم سے کم دس حصہ کی خریداری پوری قیمت یک وقت ادا کر کے خرید کرنا ہوگا۔ [illegible] قیمت ان حصوں کی قبل رجسٹری ہونے کمپنی کے ادا کر دینا ہوگا، تاکہ وہی روپیہ کمپنی کی فیس وغیرہ دینے میں خرچ کیا جائے۔ انہیں ڈائرکٹروں کے مشورے و نگرانی میں کمپنی کا کام مینیجنگ ایجنٹ کے ذریعہ انجام پاتے رہیں گے۔ رجسٹری کے بعد حصے فروخت ہوں گے، تاکہ خریداران حصص کو اطمینان کلی ہو جائے۔ کمپنی کے قواعد و ضوابط یعنی پراسپکٹس کا مسودہ بھی اس خط کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے، تاکہ آپ خود بھی اس پر غور و فکر کر لیں۔ ہمارے خیال میں جن لوگوں کے نام ڈائرکٹری کے لئے موزوں اور مناسب ہیں ان میں ایک آپ بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے امید ہے کہ آپ اپنی ہمدردانہ جمعیت و قومی فلاح و بہبود کے خیال سے کمپنی کے مسودہ کو بنظر غور ملاحظہ فرما کر برادری کی اس پاک و حلال صنعت کو تباہی سے بچانے کے لئے ضرور آمادہ ہو جائیں گے۔ ایک سو روپے کی رقم سے بھی ان شاء اللہ معقول منافع کی بھی امید ہے۔ آپ کے [illegible] کا مصداق ہوگا۔ براہ نوازش اپنی منظوری سے جلد از جلد مجھ کو اور اس پریشان ہونے والی قوم کو ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ والسلام

منتظر جواب نیاز مند
علی حسن غلام [illegible]
جوائنٹ سکریٹری۔ آل انڈیا جمعیۃ المومنین

[illegible] ۶۶

نقل چٹھی آنرری دار العلوم دیوبند بجواب خط جمعیت مومن انصار پٹنہ

نور احمد صدر جمعیت

(۳۸) مولانا حسین احمد مدنی اور مولوی محمد طیب صاحب کا مفتی دیوبند کے

افتراق بین المسلمین پر معذرت نامہ مورخہ ۱۸/۵/۵۳ء

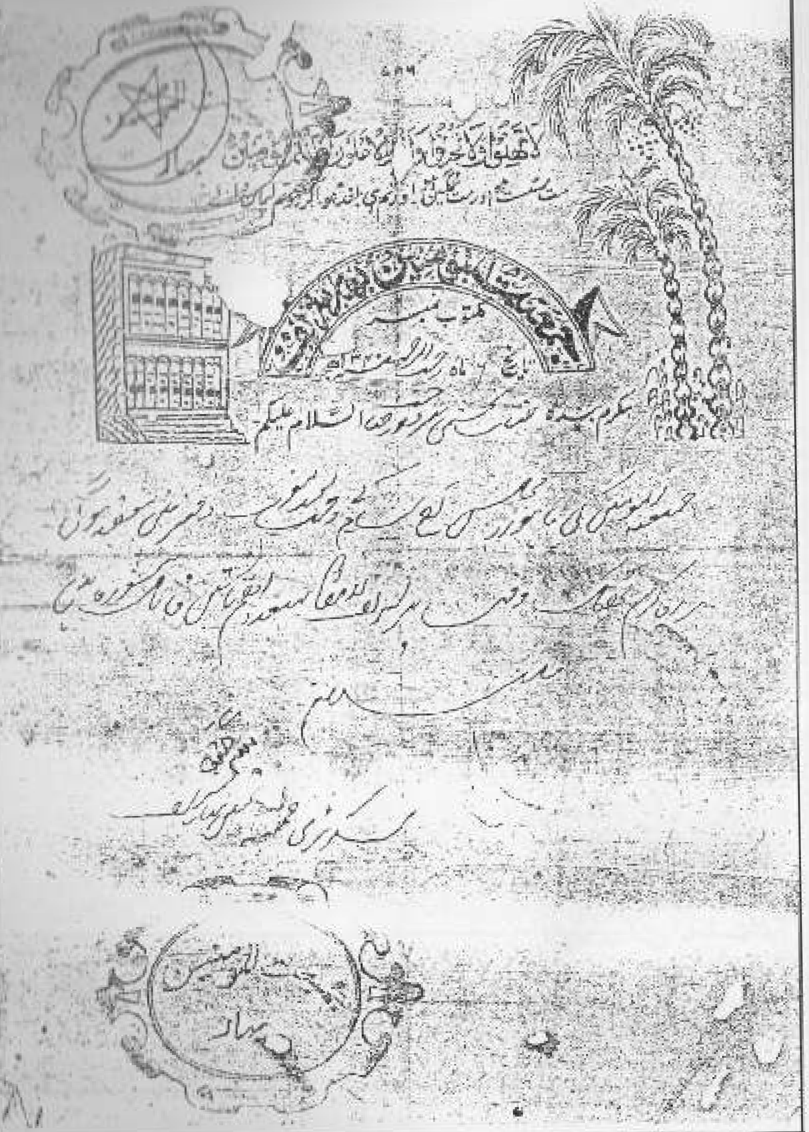

(۳۹) جمعیۃ المومنین بہار شریف کے دور اول کا ایک دعوت نامہ

[illegible]

[illegible]

Tel. "Ittehad"
Biharsharif.

" اتحاد بہار شریف "

THE ITTEHAD

BIHAR-SHARIF.

نمبر ....

تاریخ 192

۶۸۶

اجلاس ششم آل انڈیا مومن کانفرنس کانپور

دیسی صنعت پارچہ بافی و دیگر دستکاریوں کے لئے نمائش

برادران محترم قومی فلاح و بہبود کیلئے جو کوششیں آل انڈیا مومن کانفرنس کے نام سے جاری ہیں اور جسکے سلسلہ میں صوبہ وار آل انڈیا اجتماع ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں خداوند عالم کی عنایتوں سے روز افزوں ترقیاں ہو رہی ہیں جن علاقوں کے بھائیوں نے اس کی طرف توجہ کی اور اپنے یہاں مقامی جمعیتیں قائم کر لی ہیں۔ وہاں اتحاد و اتفاق تعلیم و اصلاح کے علاوہ صنعت و کاروبار میں بھی فائدے ہو رہے ہیں۔

گزشتہ اجلاس آل انڈیا مومن کانفرنس گیا میں جہاں تمام ہندوستان سے پچیس تیس ہزار برادران قوم جن میں ہزاروں بڑے بڑے تعلیم یافتہ انگریزی داں عہدہ داران و سوداگران، علما حفاظ موجود تھے۔ یہ تجویز منظور ہوئی تھی کہ ہندوستان کے ہر علاقہ کا بنا ہوا کپڑا اور ہر قسم کا کام جہاں کہیں برادری میں ہوتا ہے سب نمائش میں لایا جائے۔

الحمد للہ کہ دوران سال میں اس تجویز نے بڑی مقبولیت حاصل کی اور ہر حصہ ملک سے پرجوش آمادگی ظاہر کی گئی۔ ورکنگ کمیٹی نے آل انڈیا مومن کانفرنس و شاندار نمائش کانپور کیلئے منظوری دی ہے۔ اعلانات ہندوستان کے اخباروں میں برابر شائع ہو رہے ہیں مجلس استقبالیہ قائم ہو گئی ہے۔ اس کا دفتر کانپور کے مشہور تجارتی مرکز مسٹن روڈ پر ہے صرف ایک روپیہ دیکر ہر شخص جو صوبہ یوپی میں رہتا ہے ممبر ہو سکتا ہے۔

کارکنان آل انڈیا مومن کانفرنس و برادران کانپور بڑی کاوشوں سے جد و جہد کر رہے ہیں۔ اضلاع صوبہ متحدہ میں خاص طور پر جوش مندانہ آمادگی ظاہر کی جا رہی ہے۔ ممتاز اصحاب کے وفود مختلف مقامات پر دورہ میں روانہ ہونیوالے ہیں کانفرنس کے حالات و مجلس استقبالیہ کے پیغامات ہر جگہ پہونچانے کیلئے جلد ہی ایک بہترین ہفتہ وار اخبار کانپور سے شائع ہونیوالا ہے۔

چونکہ یہ تعمیری پروگرام بہت اہم اور قوم کے لئے بہت مفید ہے اسلئے برادری کے تمام لوگوں کا مذہبی و اخلاقی فرض ہے کہ اپنی امکانی مادی و اعانت سے "کانفرنس و نمائش" کو کامیاب بنانے میں استقبالیہ کمیٹی کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

(نوائے قوم جناب مولوی علی حسین صاحب عاصم جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مومن کانفرنس آپکی خدمت میں جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ برادران قوم کانفرنس کے حالات و صاحب موصوف کے خیالات سے مستفید ہونگے اور متمول و فیاض اصحاب معقول عطیے سے کانفرنس کی امداد فرمائیں گے و بڑی تعداد میں مجلس استقبالیہ کے ممبر ہوں گے۔)

المتمسین

محمد نظام الدین (ایڈوکیٹ ڈسٹرکٹ میونسپل کمشنر) صدر آل انڈیا۔ **ایم لطیف الرحمن** (چیرمین لوکل بورڈ) جنرل سکریٹری آل انڈیا

(ماسٹر) **قمر الزمان**۔ (شاہ) **سلطان احمد** (چشتی صفی پوری) (مولوی حکیم) **بشیر احمد** صدر مجلس استقبالیہ مسٹن روڈ کانپور

5
ممبری آل انڈیا مومن کانفرنس
رسید نمبر 6
ANMA
ب محمد ہارون صاحب [illegible]
ولدیت [illegible]
نا [illegible] ڈاک خانہ [illegible] ضلع [illegible]
بابت ایک آنہ برائے فیس ممبری آل انڈیا مومن کانفرنس وصول پایا۔
جنرل سکریٹری
دستخط وصول کنندہ [illegible] تاریخ [illegible]

اغراض و مقاصد آل انڈیا مومن کانفرنس
(۱) اسلام اور ملک کی عام حق برت بالخصوص اسلامی مساوات کی علاً۔ قولاً تبلیغ اشاعت
(۲) تمام ہندوستان میں قوم مومن کی [illegible]
(۳) قوم مومن کی تعلیمی، اقتصادی، [illegible] سیاسی، ترقی کی سعی۔
(۴) قوم مومن کی صنعت پارچہ بافی و دیگر صنعتوں کی ترقی کی کوشش۔
نوٹ۔ اس کانفرنس کو اختلافی مسائل مذہبی سے اور عمر آئینی سیاسی جدوجہد سے کوئی سروکار نہ ہوگا
[illegible]

(۴۳) رسید ممبری آل انڈیا مومن کانفرنس۔

فہرست تصاویر

1	مولانا علی حسین عاصم بہاریؒ۔	670
2	آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ ۳۰۔۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء، بمقام خسرو باغ الہ آباد کا پنڈال	671-72
3	رضا کاران جمعیۃ المومنین کانپور	673-74
4	رضا کاران جمعیۃ المومنین چمن گنج، کانپور	675-76
5	مختلف خدمات پر مامور رضا کاران، چمن گنج، کانپور	677-78
6	آل انڈیا مومن کانفرنس کے ایک جلسہ گاہ کی تیاری کا منظر	679-80
7	آل انڈیا مومن کانفرنس میں حاضرین کا ایک مجمع	681-82
8	اکابرین آل انڈیا مومن کانفرنس کا ایک گروپ فوٹو۔	683-84
9	جمعیۃ المومنین یوپی کی کانفرنس کے اکابرین مع منتخب رضا کاران	685-86
10	آل انڈیا مومن کانفرنس گیا اجلاس زیر صدارت محمد نظام الدین الہ آباد	687-88
11	جمعیۃ المومنین کلکتہ کے سالانہ جلسہ کا ایک منظر	689-90
12	مومن کانفرنس کانپور کے موقع پر اکابرین کانفرنس کے ساتھ منتخب	691-92
13	رضا کاران آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ گیا کے اکابرین	693-94
14	اجلاس نیا گدام کامٹی، ناگپور	695-96
15	مسٹر عبدالرزاق، سرپرست مومن اسکاؤٹ کانپور	697
16	حکیم بشیر احمد، جہانگیر آبادی، مدیر مومن گزٹ، کانپور	698
17	عبدالخالق انصاری، دھام پوری۔ بجنور	699
18	محمد عبدالسمیع حافظ سیمابی، دھام پوری	700
19	محمد ہارون عاصم، بستر مرگ پر	701
20	محمد ہارون عاصم	702

(۱) مولانا علی حسین عاصم بہاری

پیدائش: ۱۵/اپریل ۱۸۸۹ء (م ۱۳۸۰ھ) وفات: ۶/دسمبر ۱۹۵۳ء الٰہ آباد

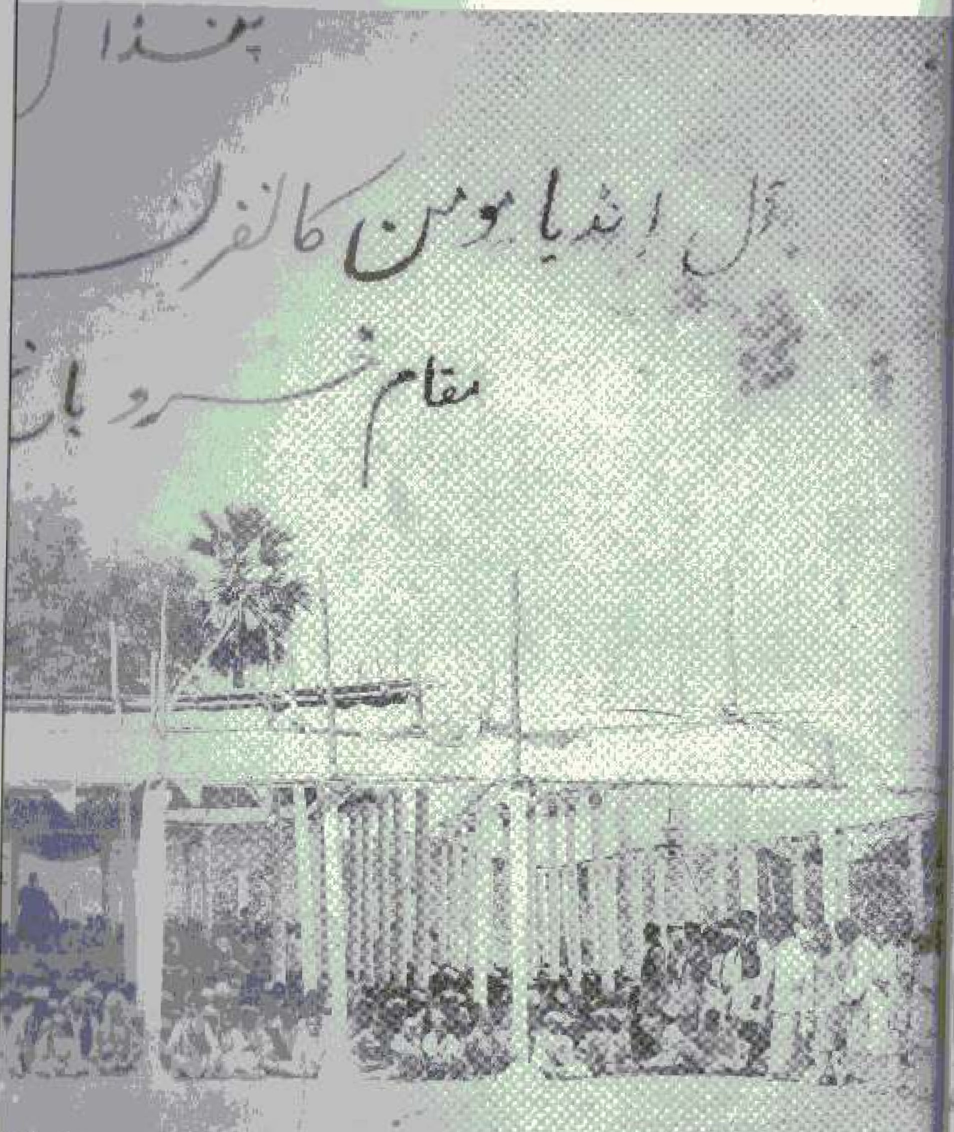

۲- آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ ۳۰-۳۱/مارچ ۱۹۲۹ء بمقام خسرو باغ الٰہ آباد کا پنڈال

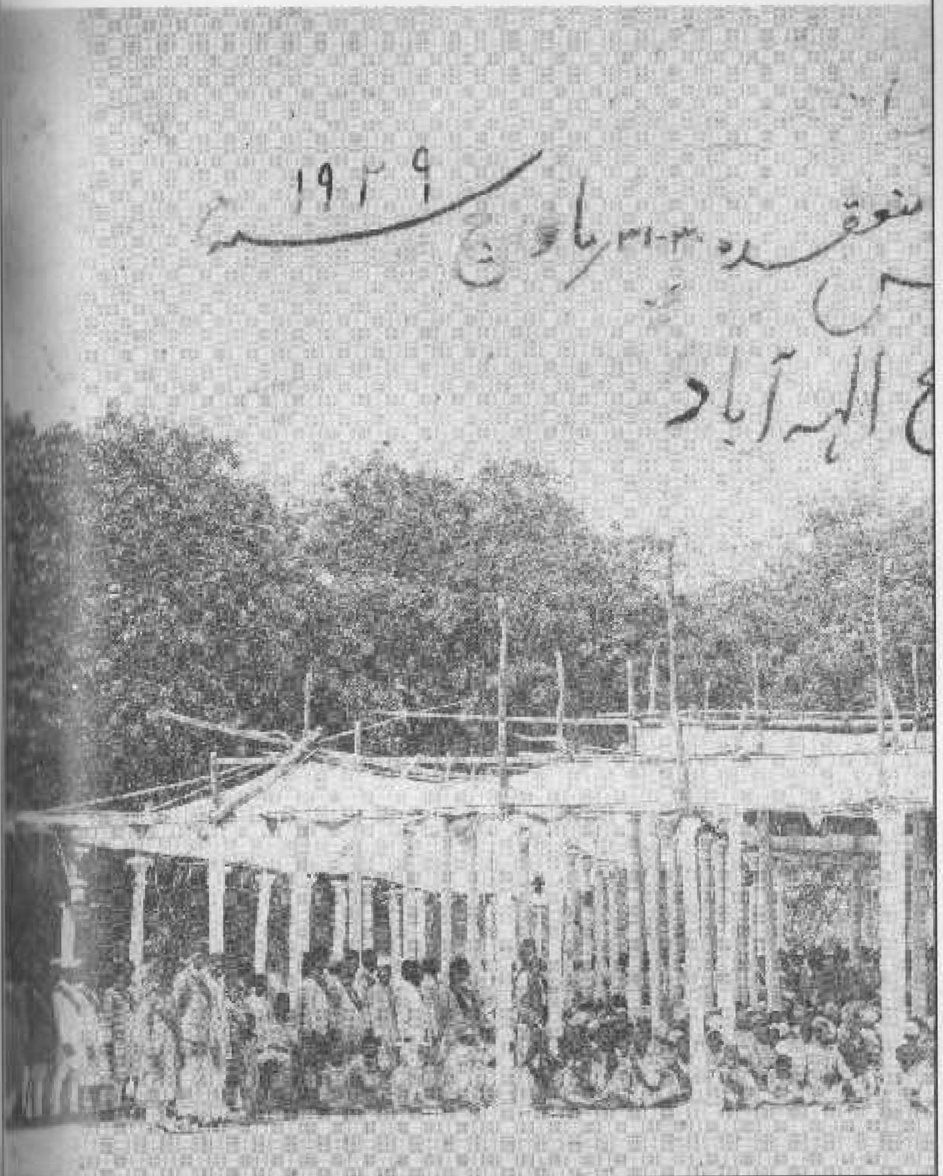

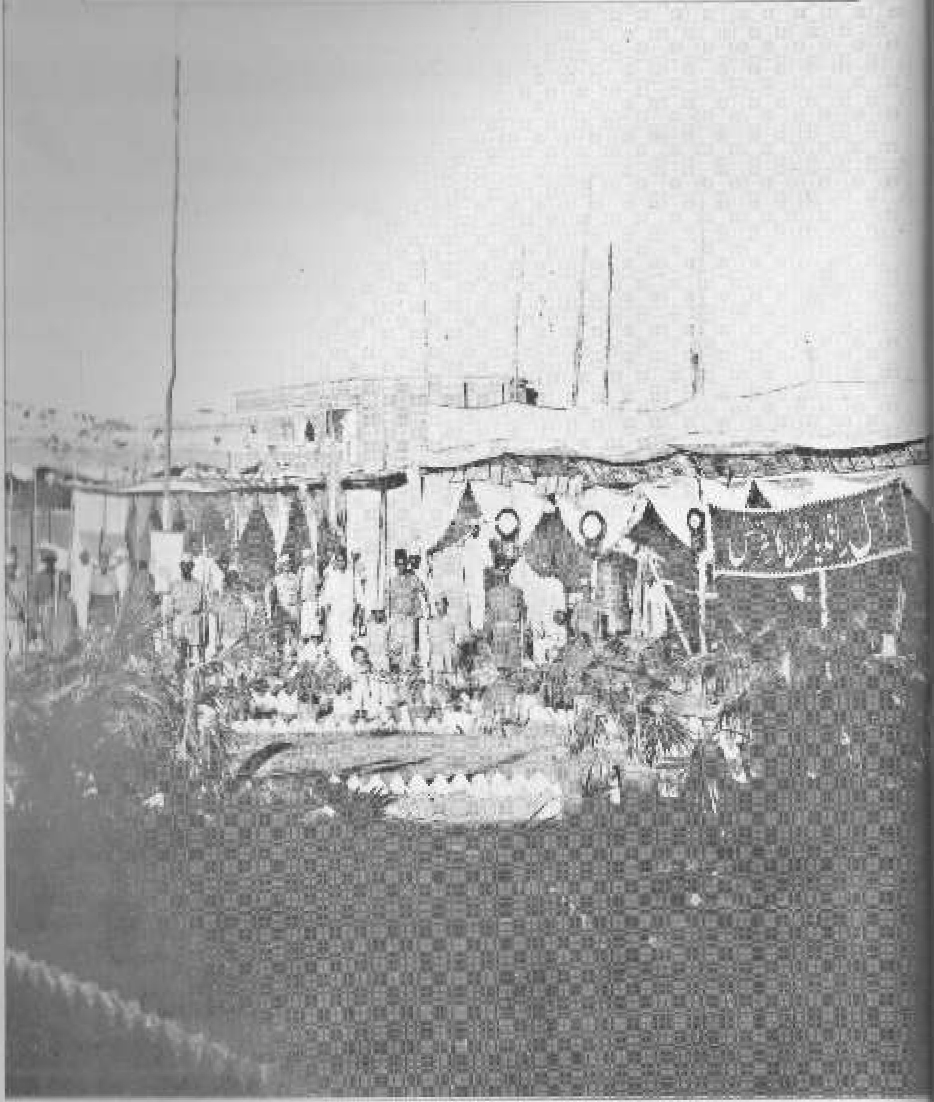

۳۔ رضا کاران جمعیۃ المومنین کانپور

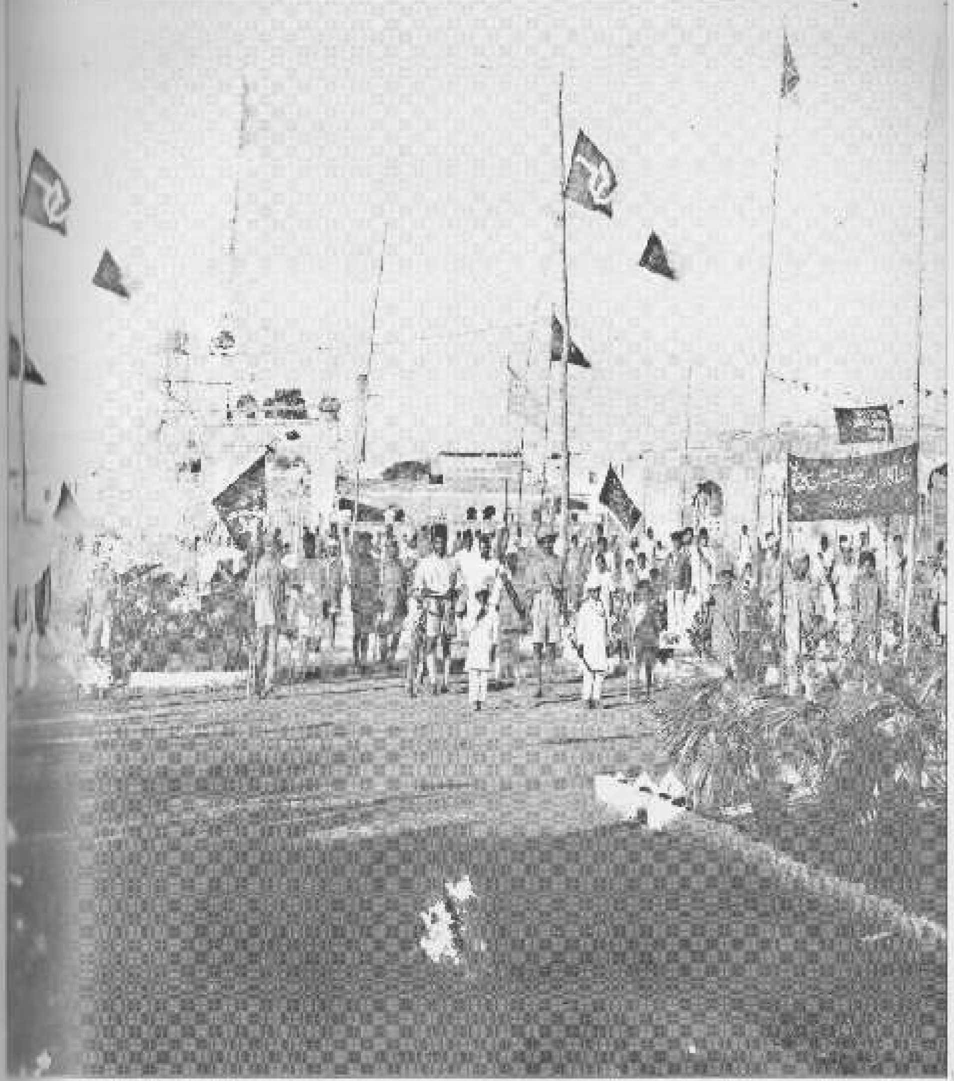

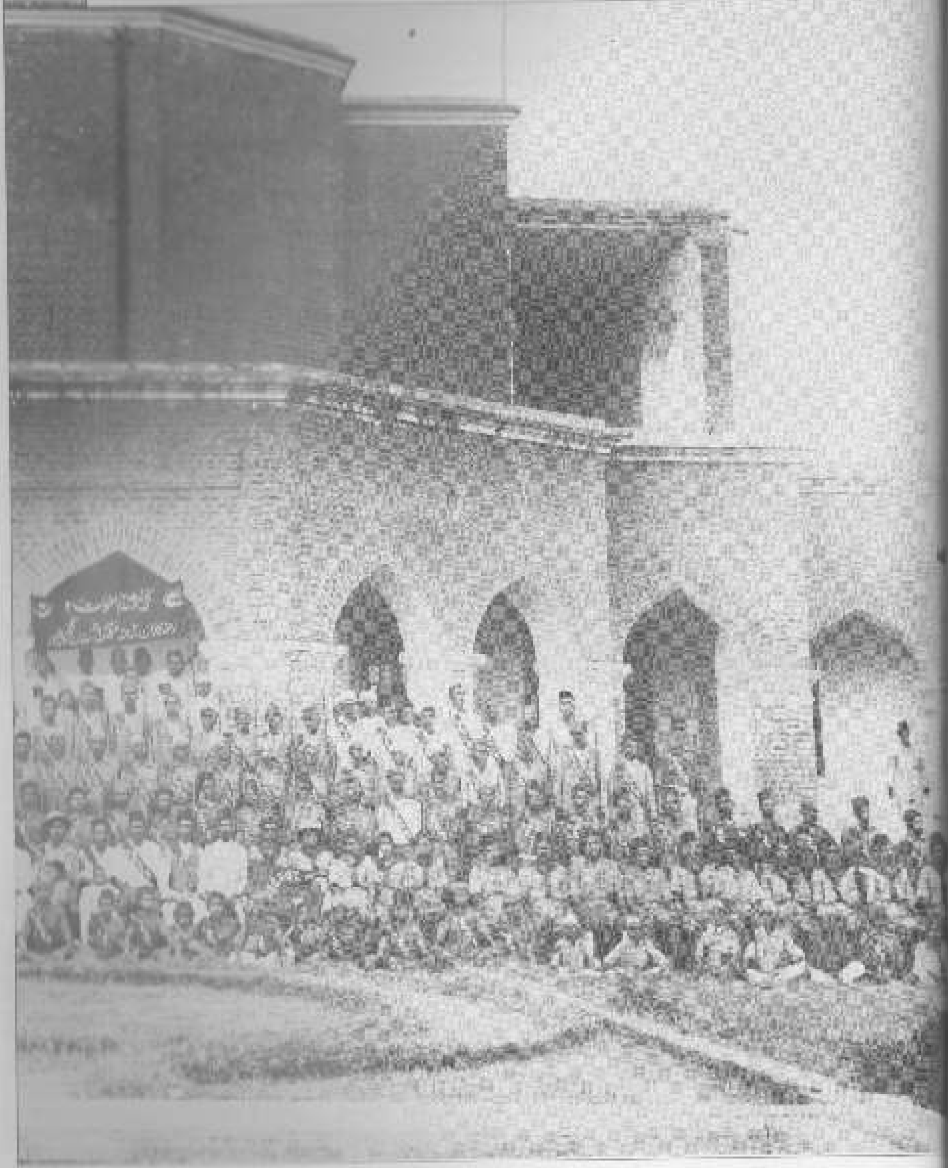

۴۔ رضا کاران جمعیۃ المومنین چمن گنج، کانپور

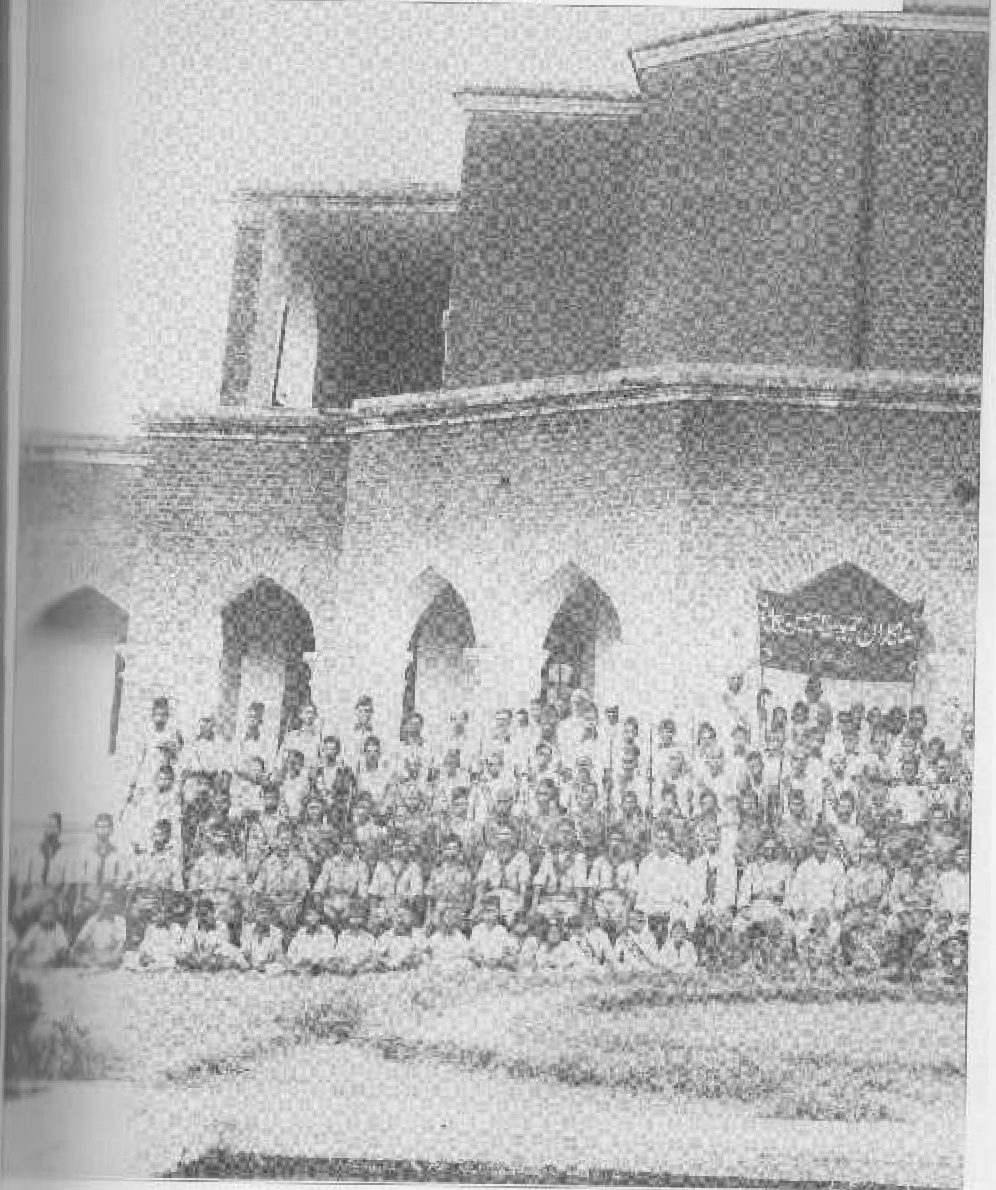

۵۔ مختلف خدمات پر مامور رضا کاران، چمن گنج، کانپور

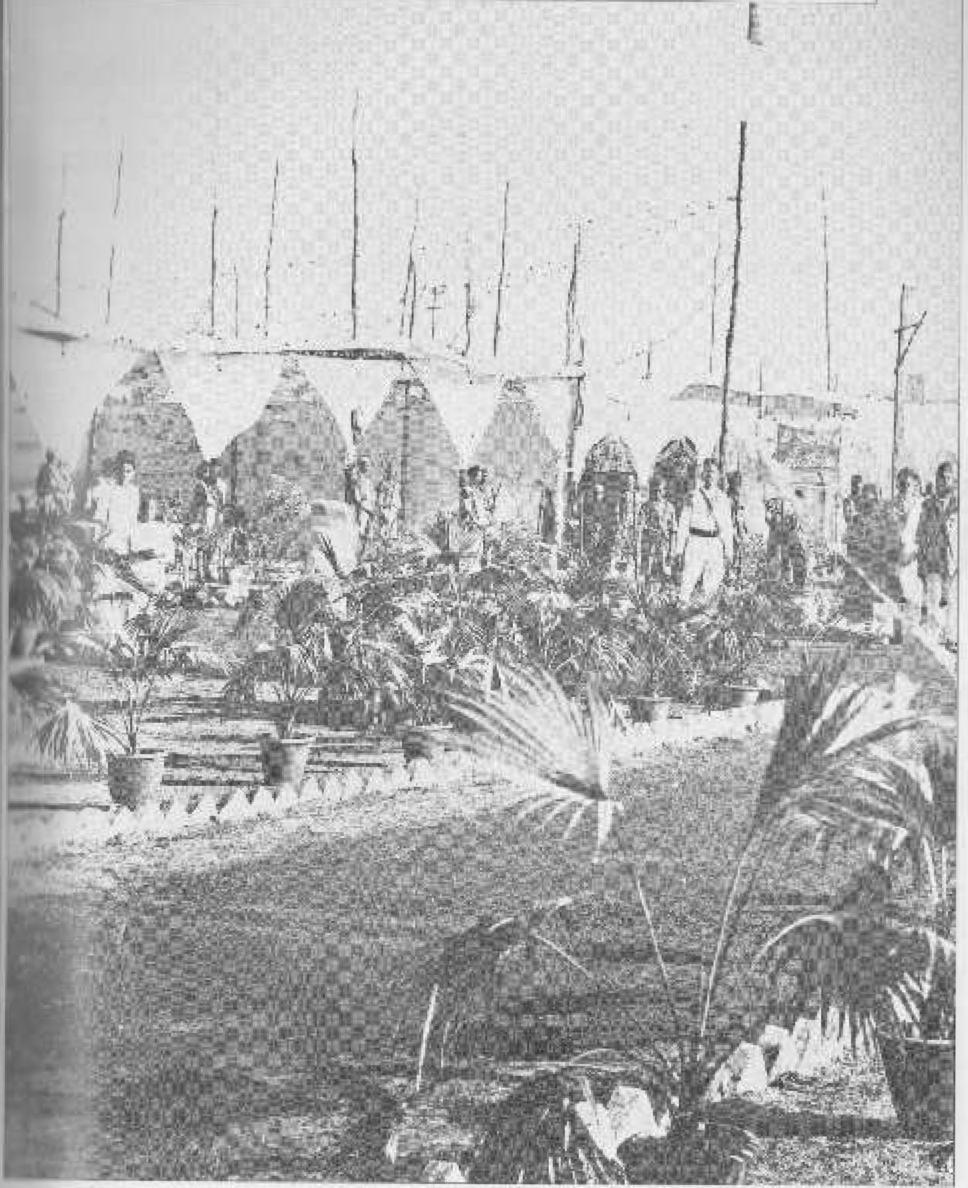

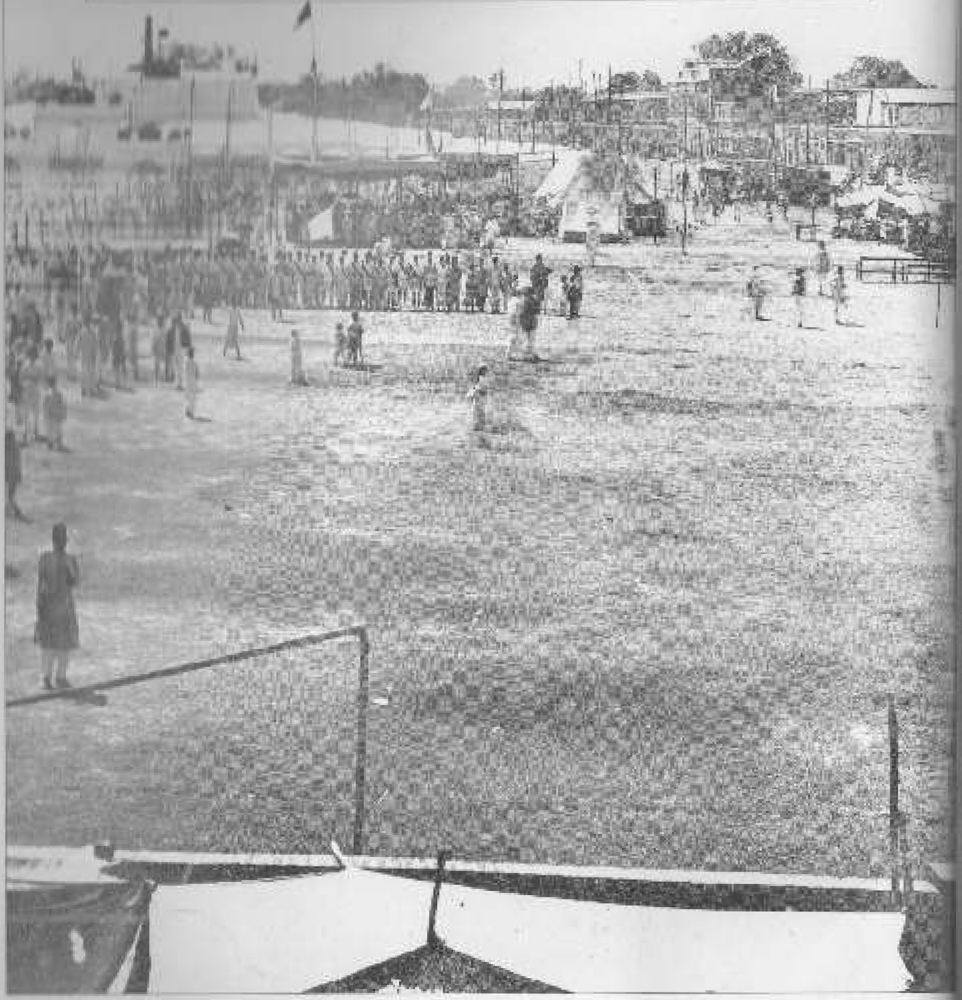

٦۔ آل انڈیا مومن کانفرنس کے ایک جلسہ گاہ کی تیاری کا منظر

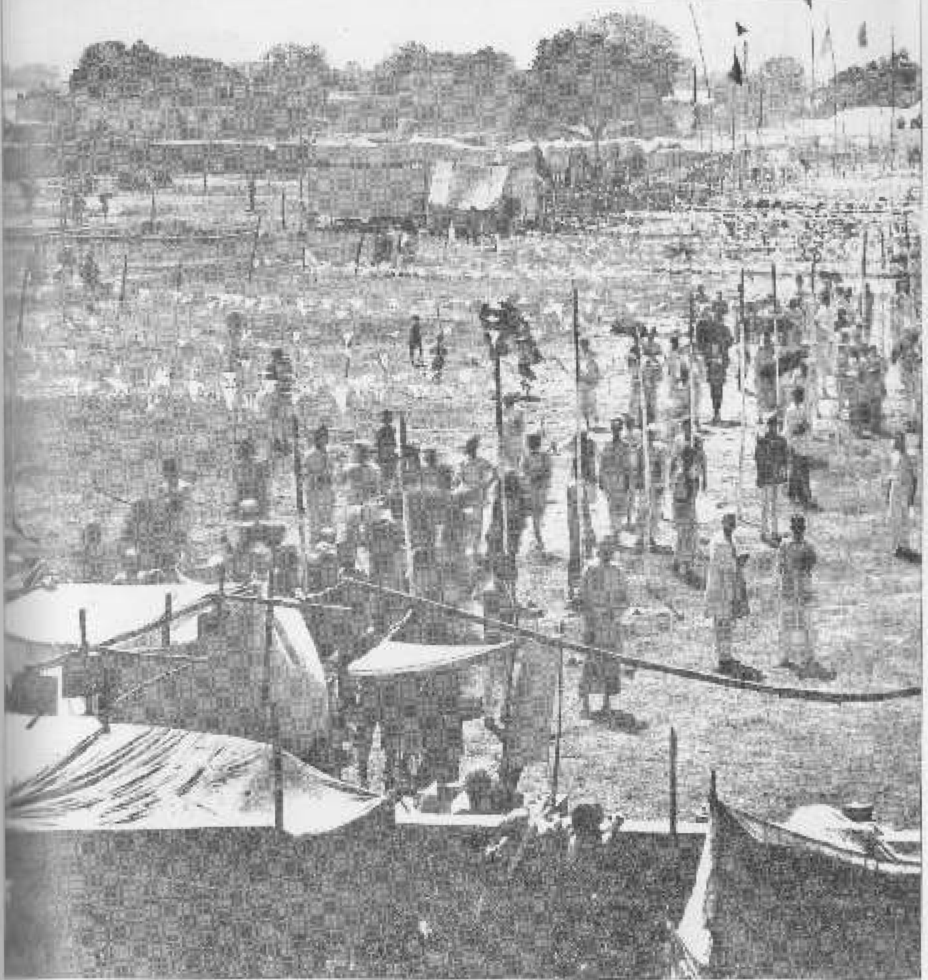

۷۔ آل انڈیا مومن کانفرنس میں حاضرین کا ایک مجمع

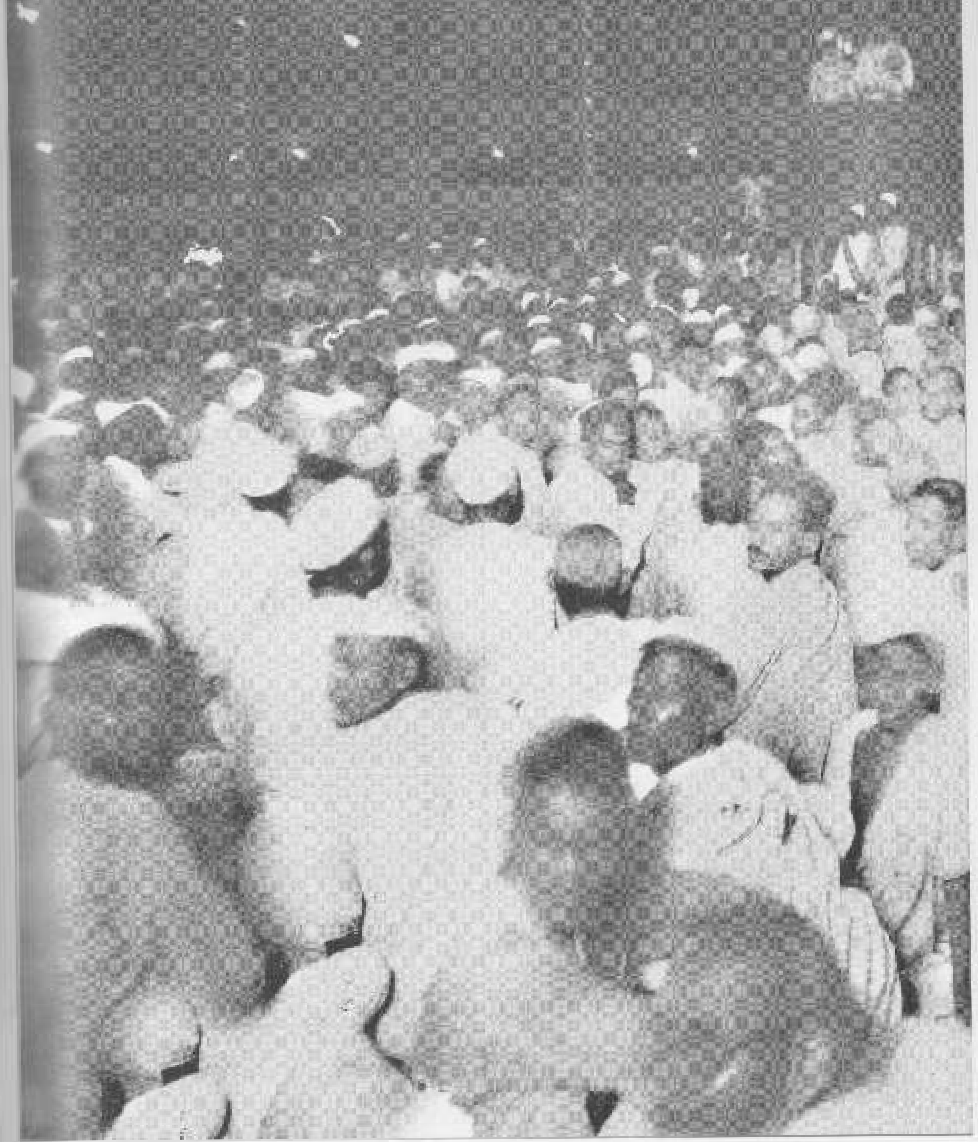

۸۔ اکابرین آل انڈیا مومن کانفرنس کا ایک گروپ فوٹو۔

۹۔ جمعیۃ المومنین یوپی کی کانفرنس کے اکابرین مع منتخب رضا کاران

۱۰۔
آل انڈیا
مومن
کانفرنس
گیا
اجلاس
زیرصدارت
محمد نظام الدین
الہ آباد

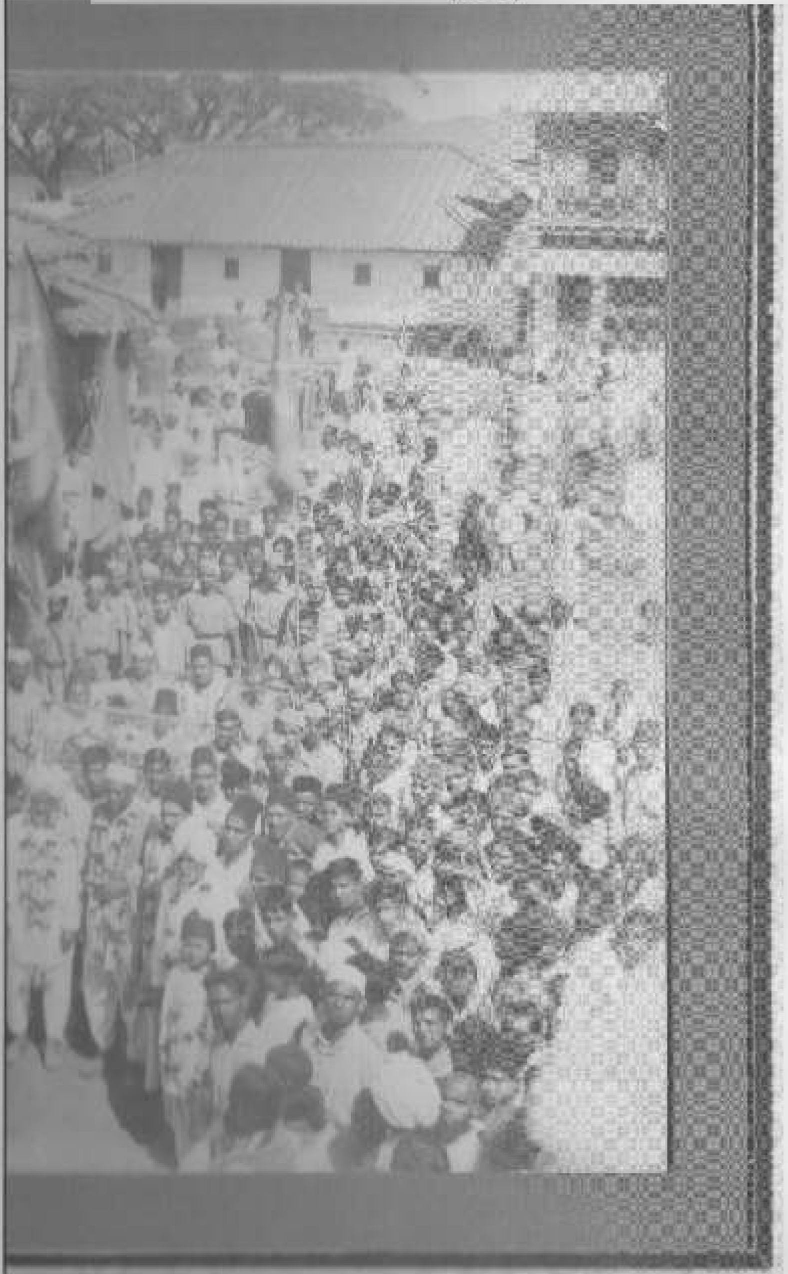

۱۱۔ جمعیۃ المومنین کلکتہ کے سالانہ جلسہ کا ایک منظر

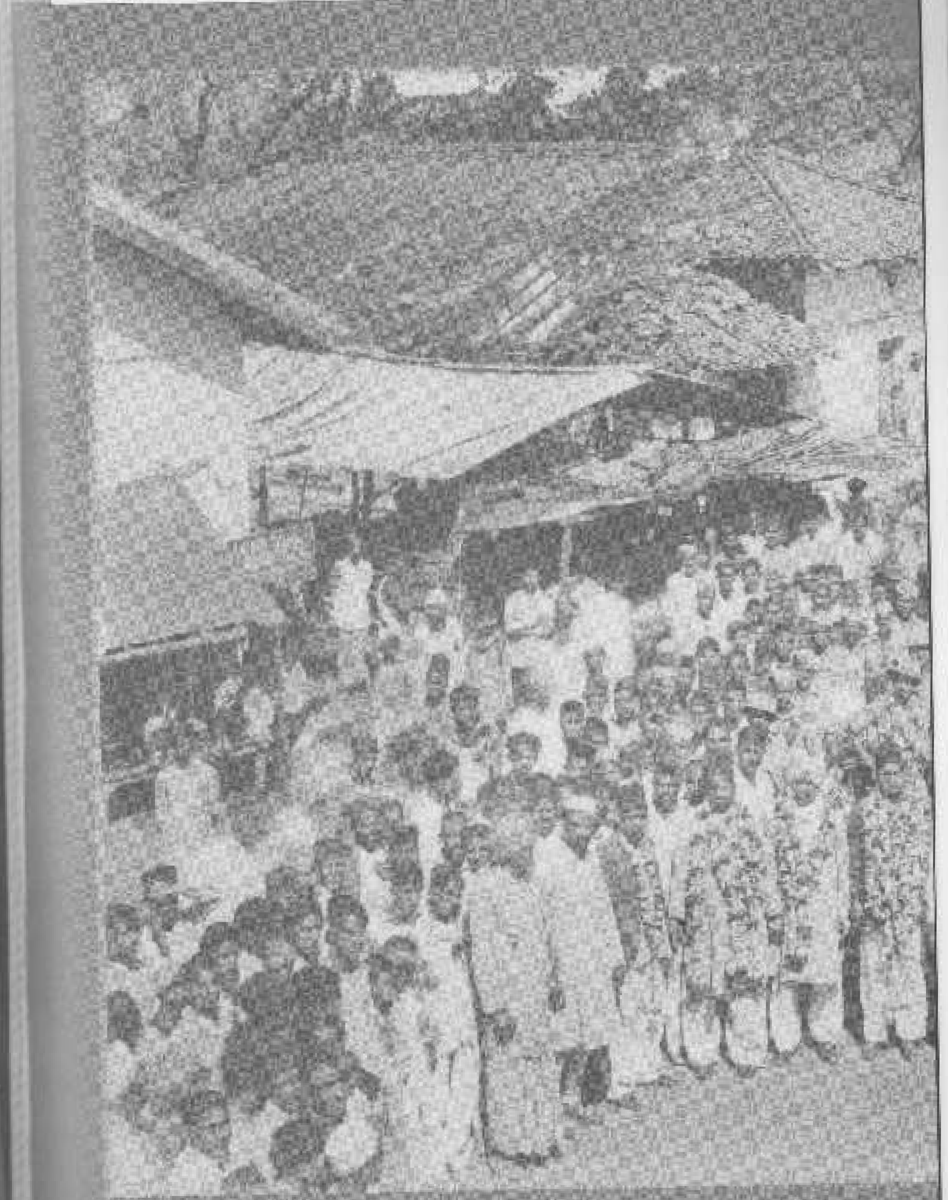

۱۲۔ مومن کانفرنس کانپور کے موقع پر اکابرین کانفرنس کے ساتھ منتخب رضا کاران

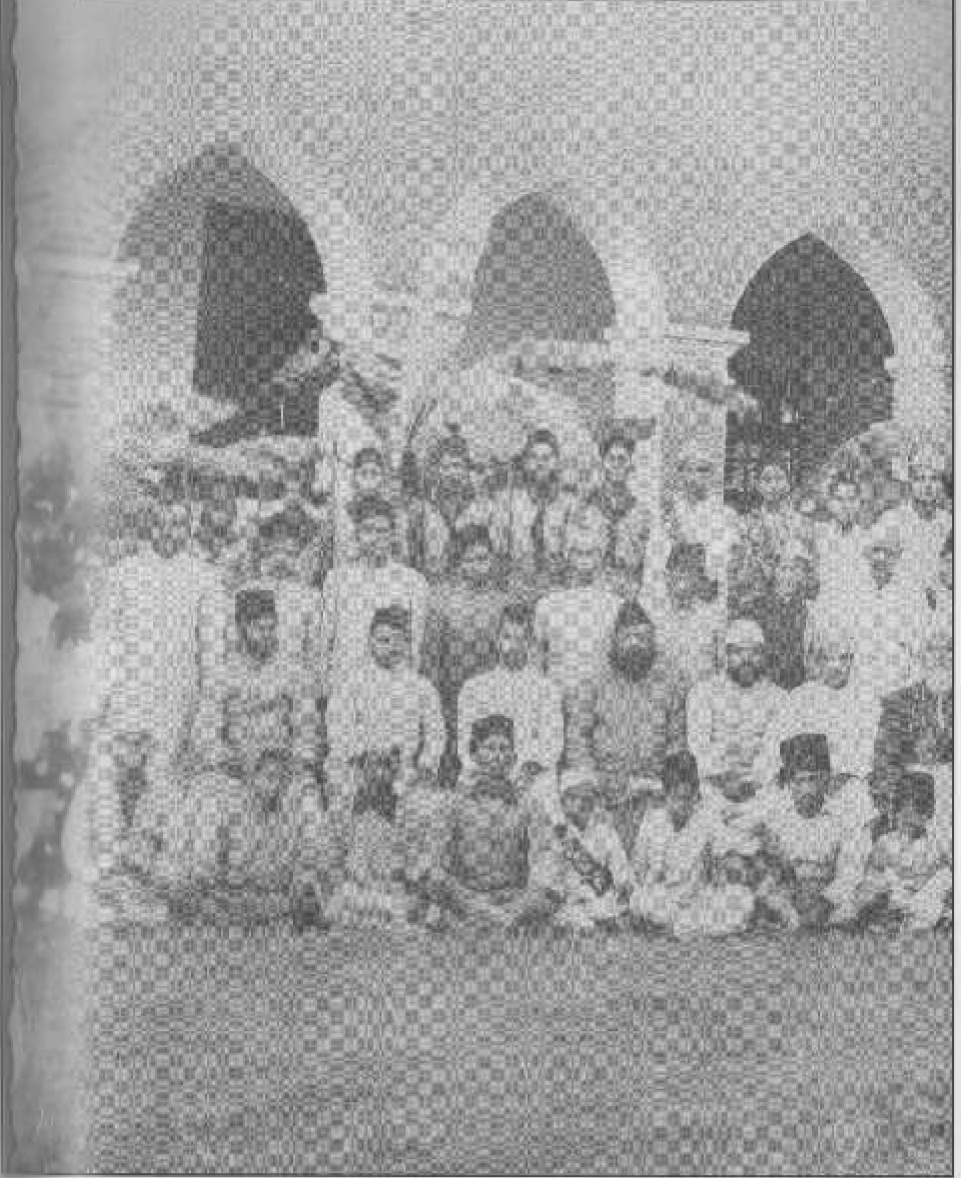

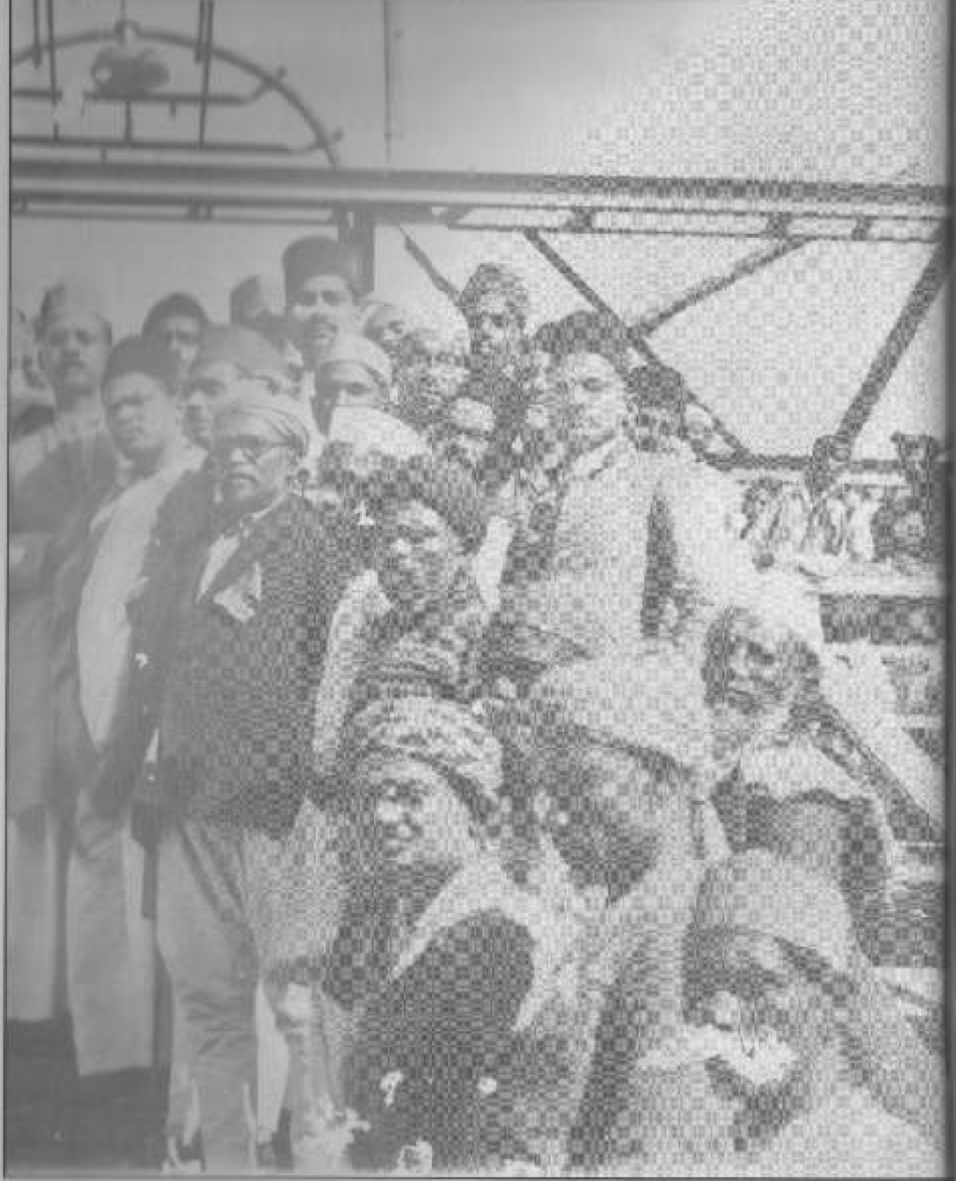

۱۳۔ آل انڈیا مومن کانفرنس منعقدہ گیا کے اکابرین

۱۴۔ اجلاس نیا گدام کامٹی، ناگپور

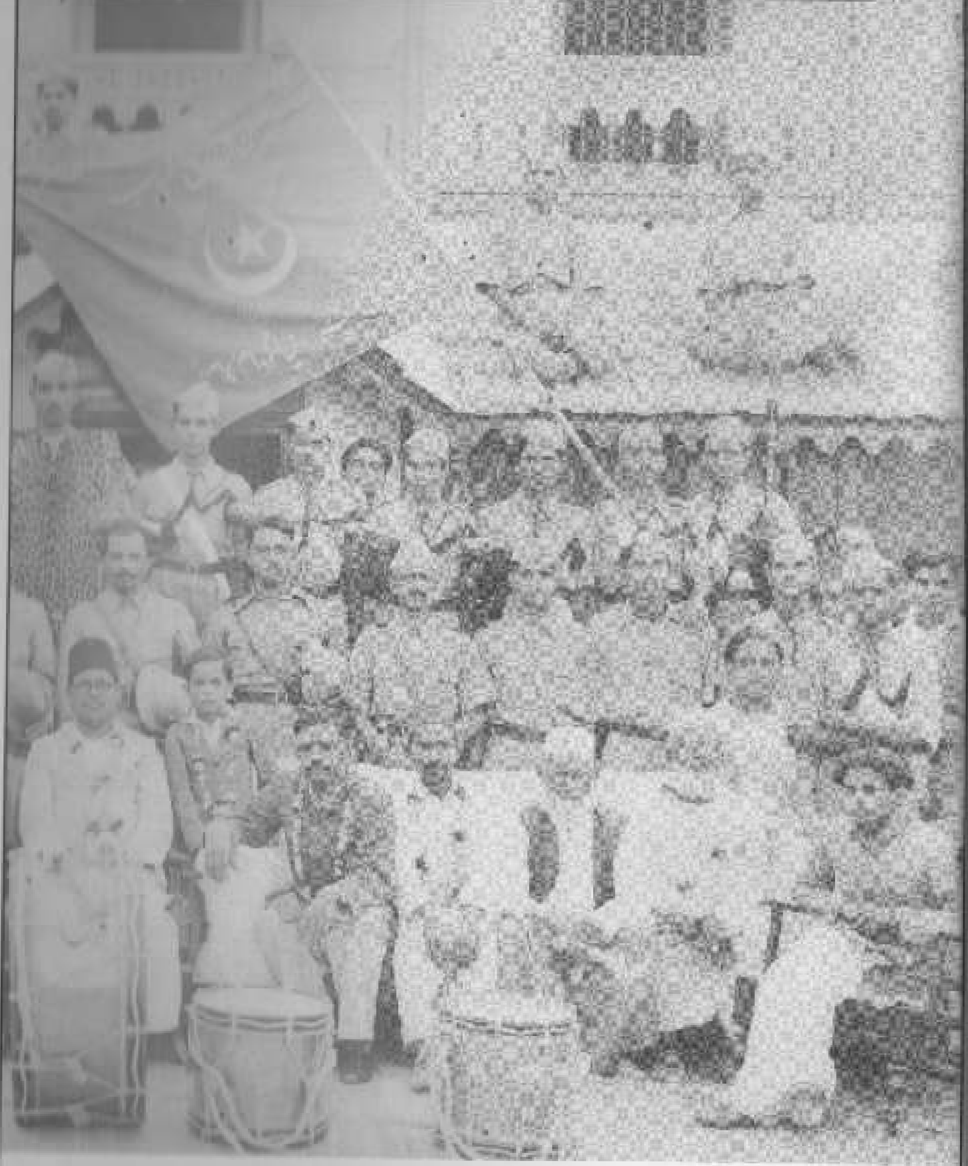

۱۴۔ اجلاس نیا گدام کامٹی، ناگپور

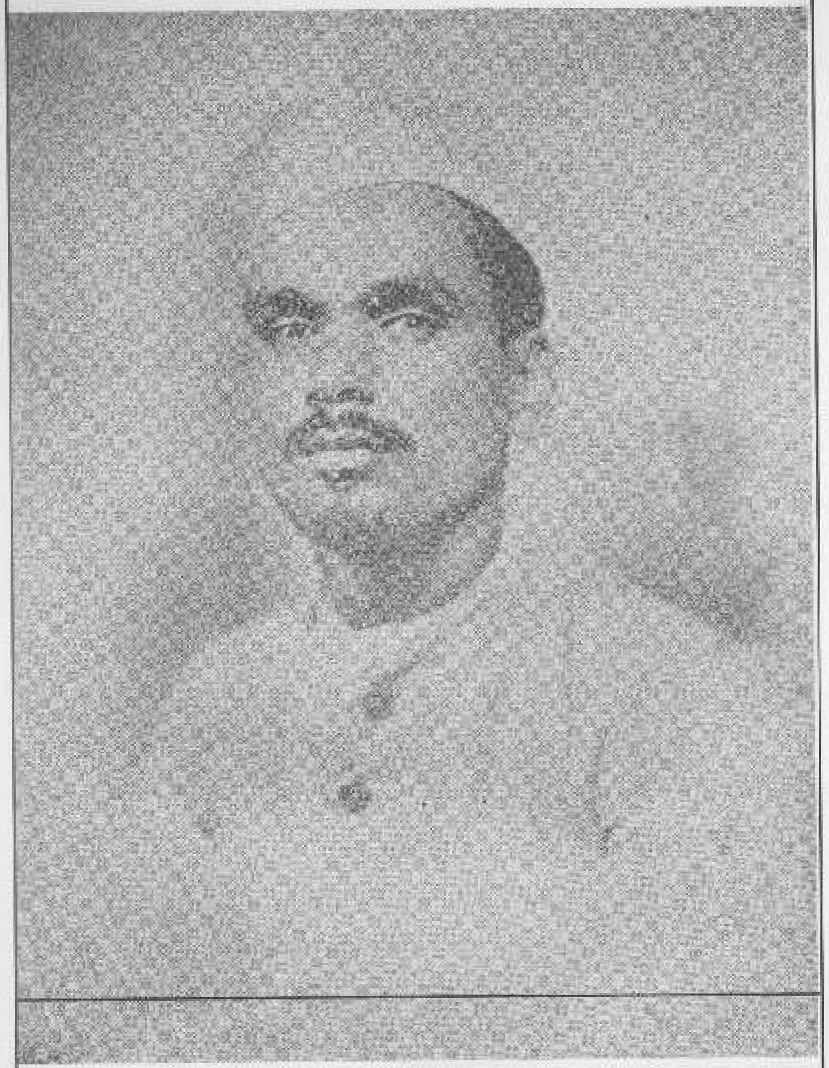

۱۶۔ حکیم بشیر احمد، جہانگیر آبادی، مدیر مومن گزٹ، کانپور

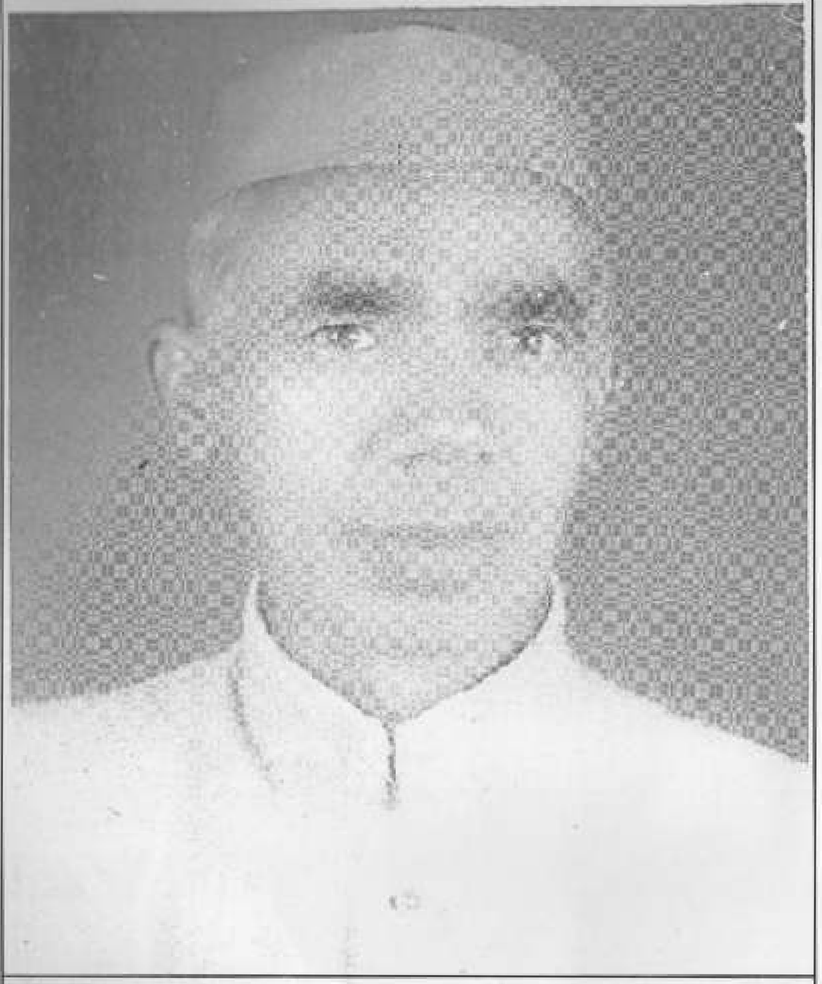

۱۷۔ عبدالخالق انصاری، دھام پوری۔ بجنور

۱۸۔ محمد عبدالسمیع حافظ سیمابی، دھام پوری

محمد ہارون عاصم، بستر مرگ پر

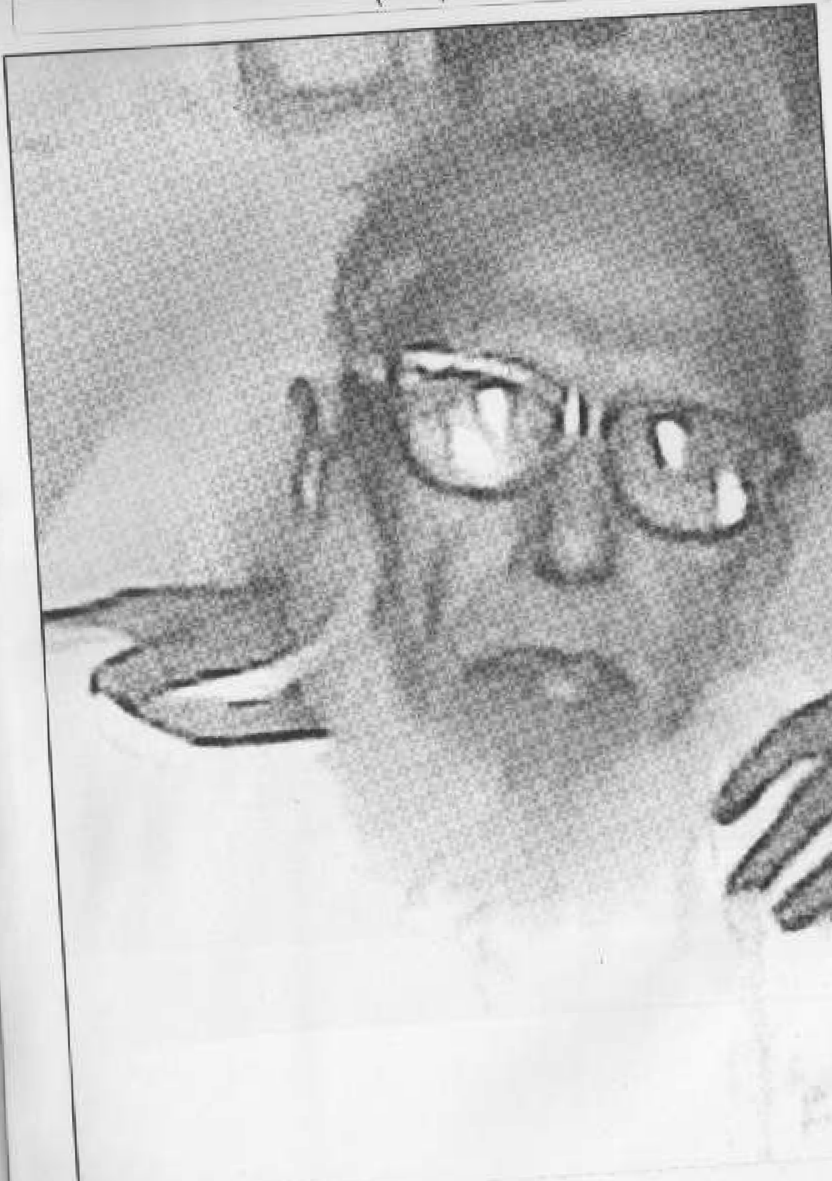

محمد ہارون عاصم